نادر فقہی فتاویٰ جات کا بیش بہا خزانہ

فتاوی اکبریہ

جلد اوّل

تصنیف

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی صاحبزادہ

محمد عبد المالک چشتی نظامی

مکتبة اکبریة

نام کتاب:: اکبر الفتاویٰ المعروف بہ فتاویٰ اکبریہ

مؤلف: : فضیلۃ الشیخ علامہ مولانا صاحبزادہ محمد عبدالمالک صاحب دامت برکاتہم العالیہ

محرک:: انجمن فضلاء جامعہ اکبریہ میانوالی

پروف ریڈنگ:: فاضل اجل حضرت علامہ مفتی حسین علی چشتی حفظہ اللہ تعالی
(صدر مدرس جامعہ اکبریہ میانوالی)

تعاونِ خاص:: مولانا محمد منظور عالم سیالوی فاضل جامعہ اکبریہ

تبیض وتخریج:: ابوالعرفان حافظ محمد علی اعظمی فاضل جامعہ اکبریہ میانوالی

ترتیب وکمپوزنگ: : محمد مدثر علی شاہ متعلم جامعہ اکبریہ میانوالی، ملک محمد جاوید

سن اشاعت: مئی 2007ء

تعداد:: 1000

ناشر:: شعبہ نشرواشاعت جامعہ اکبریہ میانوالی۔

مطبع:: اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

قیمت:: 320روپے

برائے رابطہ نمبرز:: 0459-231814-231611

ملنے کے پتے:: ناظم جامعہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی

مکتبہ سلطانیہ لیاقت بازار میانوالی

اکبریہ بکڈ پونز د جامعہ اکبریہ میانوالی

شبیر برادرز 40 اُردو بازار لاہور

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انتساب

اس عظیم علمی روحانی شخصیت کے نام

جن کے باطنی فیض سے بندہ یہ کتاب مرتب کرنے کے قابل ہوا میری مراد

عمدۃ العارفین سراج السالکین

حضرت مولانا خواجہ **محمد اکبر علی چشتی** میروی رحمۃ اللہ علیہ ہیں

بدو نامِ نامی شدہ منجلی

چہ اسم گرامی است اکبر علیؒ

انکے مبارک نام سے میرا نام بھی روشن ہوا

اکبر علی کا نام کتنا بلند مرتبہ ہے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حرف تقدیم

حامدًاو مصلیًا امابعد!

مولانا صاحبزادہ محمد عبدالمالک صاحب کورب کریم نے علم وفضل اوراخلاق واوصاف حمیدہ سے جوحصہ وافرعطافرمایاہے وہ محتاج بیان نہیں۔

"جامعہ اکبریہ" کے اہتمام وانصرام کے علاوہ درگاہ اکبریہ کی خانقاہی ذمہ داریاں اورسماجی خدمات کے باوجودتحریروتصنیف کیلئے بھی وقت نکال لیتے ہیں۔

"جمال فقر" اورالھم ربنا کی کامیاب طباعت واشاعت کے بعدان کی جدید تالیف فتاویٰ اکبریہ کی طباعت شروع ہوچکی ہے یہ فتاویٰ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے فقہی مسائل کاحل پیش کرتا ہے مجھے مسرت بھی ہےاورفخر بھی کہ مکتبہ اکبریہ کوایک مرتبہ پھردورحاضر کے ایک نامور عالم محقق اورسجادہ نشین آستانہ اکبریہ کی ایک مایہ نازتالیف کامستندنسخہ شائع کرنے کا شرف حاصل ہورہاہے۔رب رؤف ورحیم مکتبہ کومزیدترقی عطافرمائے (آمین)

اسلامی فتاویٰ کا بنیادی مقصدعلوم شرعیہ سے آگاہی ہے یادرہے کہ فتویٰ علاقہ اور وقت کی تبدیلی سے حسب ضرورت شرعی تبدیل ہوتارہتاہےفقہائے نےاسے تغیر الفتوىٰ بالزمان والمكان سےتعبیرکیاہے اختلاف رائے ہرصاحب علوم شرعیہ کاحق ہےلیکن دلائل پر مبنی ہونا چاہیے میں اس اشاعت پر میں اس اشاعت پرقبلہ والدگرامی جناب صاحبزادہ عبدالمالک صاحب مکتبہ اکبریہ اورشبیر برادرزکومبارک باددیتاہوں جنہوں نے اس محبت سےفتاویٰ اکبریہ شائع فرمایا

خداانہیں جزائے خیرعطافرمائے میں شکریہ اداکرونگا معاونین وارا کین انجمن اکبریہ کا جنہوں نے اس کی اشاعت کاذمہ اٹھایا۔

والسلام : صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ (ایل ایل ایم شریعہ)

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

انچارج شعبہ نشرواشاعت جامعہ اکبریہ میانوالی

03005341595

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خصوصی اظہار سپاس وتشکر بحضور

شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ **مفتی فیض احمد اویسی** صاحب دامت برکاتہم العالیہ

جامعہ اویسیہ بہاول پور

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا **محمد اشرف سیالوی** صاحب طال اللہ عمرہ

مہتمم جامعہ غوثیہ منیر الاسلام سرگودھا

شیخ الحدیث **حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری** صاحب

سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

فاضل جلیل **حضرت العلام مفتی شیر محمد خان** صاحب

مفتی جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

جنہوں نے اپنے قیمتی لمحات **فتاوٰی اکبریہ** کے مطالعہ اور نظر ثانی کے لئے وقف فرمائے اور تقاریظ ہائے جلیلہ سے سرفراز فرمایا اس نوازش کرم پر اراکین ادارہ ہذا سراپا امتنان ہیں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث دل

از قلم : شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف صاحب سیالوی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد!

"وقال اللہ تعالی ھل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون"

ترجمہ : کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: "یرفع اللہ الذین امنوا والذین اوتوا العلم درجٰت"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور اہل علم کے درجات بلند فرماتا ہے۔

نیز فرمان باری تعالیٰ:

" کو نوار بانیین بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون"

تم اللہ والے بن جاؤ بسبب اس کے جو تم تعلیم دیتے ہو کتاب کی اور جو تم پڑھاتے ہو

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین"

ترجمہ: کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے جو دین کی سمجھ حاصل کرے۔

ان تمام آیات قرآنیہ میں اللہ رب العزت نے اہل علم کی شان و مرتبہ بیان فرمایا ہے نیز احادیث مبارکہ کے اندر بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علماء کی شان بیان فرمائی ہے ۔ارشاد فرمایا کہ

فضل العالم على العابد كفضلى على ادناكم .

عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے کی میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ پر ہے۔

نیز حدیث مبارکہ ہے: من يرد الله به خيرًا يفقه فى الدين .

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارداہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔

نیز ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح ہیں ان میں سے بہتر وہی ہیں جو فقہ میں ماہر ہوں۔

نیز فرمان نبوی ہے: فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد

ترجمہ: ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔

حضور علیہ السلام نے جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نماز کے دوران ادب و احترام کرتے دیکھا تو دعا دی

اللهم فقه فى الدين وعلمه التاويل .

ترجمہ: یا اللہ! انہیں دین کی سمجھ عطا فرما اور قرآن مجید کا علم نصیب فرما۔

اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات سے اور نبی کریم مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات سے واضح ہو گیا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ علم دین بڑی فضیلت اور بزرگی کا حامل ہے اور عقائد اور اعمال واجبہ اور افعال محرمہ کا معلوم ہونا از حد ضروری ہے اور اہم ترین فریضہ ہے لیکن ہر آدمی براہ راست قرآن وسنت سے ان کی معرفت حاصل نہیں کرسکتا اور نہ ان کے کما حقہ استنباط واستخراج پر قدرت رکھتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ان کو عام فہم انداز میں یہ عقائد اور احکام بتائے جائیں تاکہ وہ حق وباطل عقائد میں تمیز کرسکیں اور حلال وحرام اور جائز وناجائز امور کی معرفت حاصل کرسکیں اکابرین ملت نے اس ضرورت کے پیش نظر اپنی اپنی زبانوں میں مختلف اوقات اور ادوار میں عقائد اور احکام کتابی صورت میں بیان فرمائے اور فتاوے جمع کئے اور عام مسلمانوں کی رہنمائی کا سامان کیا۔ حضرت علامہ صاحبزادہ عبدالمالک صاحب نے بھی اسی مبارک جذبہ کے تحت **فتاویٰ اکبریہ** کی تالیف اور اشاعت فرما کر بڑا مستحسن قدم اٹھایا ہے اور آستانہ عالیہ کے متعلقین کے لیے بالخصوص اور تمام اہل سنت کے لیے بالعموم عقائد حقہ اور اعمال حسنہ میں ہدایت اور رہبری ورہنمائی کا حق ادا کیا ہے اور بالخصوص اپنے اسلاف اور دیگر علمائے اعلام کے قدیم نادر فتوے جمع فرما کر ان قیمتی جواہر کے تحفظ کا بھی سامان کیا اور نیز عقائد کے بارے میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح کردی کہ صرف بریلی شریف سے علم غیب اور حاضر وناظر اور مختار کل اور ندائے یارسول اللہ وغیرہ کے عقائد جاری نہیں ہوئے بلکہ ان خانوادوں اور روحانی مراکز میں بھی عرصہ دراز سے انہی عقائد کی تبلیغ کی جاتی رہی ہے اسی کی تعلیم دی جاتی تھی اور اہل سنت والجماعت کے ہمیشہ سے یہی عقائد ونظریات رہے ہیں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اب بھی ہیں۔ والحمدللہ **فتاویٰ اکبریہ** میں مندرج فتاویٰ کتاب وسنت کے ضروری دلائل کے ساتھ مدلل انداز میں اور مناسب تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اختلافی مسائل جن میں علمائے اہل سنت کا علمائے دیوبند کے ساتھ اختلاف ہے ان میں بھی خوب تحقیق کے ساتھ مسلک حقہ کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ فقیر نے ان فتاویٰ جات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے اور مفتی حضرات کے طریق استدلال انداز تحریر اور ان کی وسعت مطالعہ سے انتہائی متاثر ہوا ہے ان حضرات کی فقہی جزیات پر گہری نظر سے خوب محظوظ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان عظیم فتاویٰ جات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی اور اس عظیم علمی شاہکار کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان علمائے اعلام اور فقہائے اسلام کو دین متین کی اس گرانقدر خدمت پر جزائے جزیل اور اجر عظیم عطا فرمائے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی اس سعی جمیلہ اور جہد مشکور کو اپنی بارگاہ ناز میں اور محبوب ربّ کریم رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ محبوبیت میں شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

احقر الانام ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی

حررہ۔ ابوالمعین غلام نصیرالدین سیالوی سرگودھا

نقش اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

یسبح لہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم (القرآن)

آسمان کے ستاروں، بارش کے قطروں، درختوں کے پتوں، صحرا کی ریت اور زمین و آسمان کے ذروں کی مانند بے انتہا شکر و تعریف کی مستحق صرف اللہ کی ذات ہے کہ اکیلا اور تنہا ہونا اس کی صفت اور بزرگی و برتری نیز بڑائی اور اچھائی جس کی شان ہے۔ اللہ رب العزت کے جلال کی حقیقت سے کوئی فرد بشر آگاہ نہیں اور اس کی حقیقی معرفت کا اس کے سوا کوئی جاننے والا نہیں بلکہ اس کی معرفت کی حقیقت کے معاملہ میں اپنی عاجزی کا اقرار کرنا صدیقوں کی معرفت کی انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں اپنی تقصیر کا اقرار کرنا ملائکہ اور صدیقوں کی ثناء کی انتہا ہے۔ اس کے جلال کی پہلی چمک میں حیران رہ جانا عقل مندوں کی عقل کی غایت ہے۔ اور اس کے جمال کا قرب تلاش کرنے میں حیران رہ جانا سالک وارادت مندوں کی انتہا ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو اس کی ذات کی عظمت کے متعلق سوچے، اس کی حقیقت کیا ہے، اور کوئی دل ایسا نہیں جو اس عجیب و غریب صفتوں سے ایک لحظہ غافل رہے کہ ان کی ہستی کیا ہے۔ اور یہ کس کی قدرت سے بن اور چل رہی ہیں۔ اسی طرح یہ پہچاننا ممکن ہوگا کہ یہ سب کچھ اسی کی قدرت کے آثار اور اسی کی عظمت کے انوار میں اور تمام عجائب و غرائب اس کی حکمت کا کرشمہ ہیں۔ اور سب کچھ اس کے جمال کا پرتو ہیں اور جو کچھ ہے حقیقت میں اسی کے کرم اور اسی کے سبب ہے، بلکہ حقیقت میں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وہی سب کچھ ہے کیوں کہ کسی چیز کی اس کے بغیر کوئی ہستی نہیں اور حقیقت میں سب کے وجود اسی کے نورِ ہستی کا پرتو اور پرچھائیں ہیں۔ بے انتہا درود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو سب نبیوں کے سردار اور ہر صاحب ایمان کے رہبر و راہنما ہیں۔ آپ اسرارِ ربوبیت کے امین اور اللہ تعالیٰ کے مقرب اور محبوب ہیں، نیز اس کے مستحق آپ ﷺ کے اصحاب علیہم الرضوان ہیں جن میں ہر ایک امت کا پیشوا اور شریعت غرا کی راہ دکھانے والا ہے۔

وجہ تالیف اللہ رب العزت نے انسان کو لہو ولعب کے واسطے پیدا نہیں کیا بلکہ اس کا مقصد زندگی بہت بلند و بالا ہے، مقصدِ حیات اس کی عبادت و بندگی کے علاوہ اسلام کی سربلندی کے لیے کوشش کرنا۔ اور انسانیت کی بھلائی، تعلیم، تربیت کے لیے تن من دھن قربان کر دینا ہے۔

بقول اقبال درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ اطاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

ویلفیئر سوسائیٹیاں، ہسپتال، فلاحی ادارے، دینی مدارس وغیرہ یہ سب انسانیت کی خدمت و بھلائی کے لیے ہیں۔ انسانیت کی بھلائی کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ سے زائد انبیاء علیہم السلام مبعوث فرما کر انسانیت پر احسان کیا۔ آخر میں حضور رحمت کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر مومنین پر احسان فرمایا۔ انسانیت کی خدمت و بھلائی کے جذبہ کے تحت فقیہہ العصر پیر طریقت رہبر شریعت استاذ العلماء والفضلا حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبدالمالک چشتی میروی طال اللہ عمرہ وحفظہ نے **1975**ء میں مدرسہ جامعہ اکبریہ کا انتظام سنبھالا اور انقلابی طور پر ہر شعبہ میں تبدیلیاں کیں تو "**دارالافتاء**" کا شعبہ بھی باقاعدہ قائم کیا گیا۔ جنوری **2007**ء تک جو فتاویٰ

جامعہ اکبریہ کے مفتی کے قلم سے جاری کئے گئے انکا باقاعدہ ریکارڈ رکھا گیا۔ قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد **اکبر علی** چشتی میروی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے مبارک موقع پر انجمن فضلاء جامعہ اکبریہ کے اجلاس میں منعقدہ (04-7-2005) میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام فتاویٰ جات کو کتابی شکل دی جائے۔ اس کی ترتیب، تبیض و تخریج کی ذمہ داری ابو العرفان حافظ محمد علی اعظمی فاضلؒ جامعہ ھذا کے سپرد کی گئی۔

اس کا نام ﴿**فتاویٰ اکبریہ**﴾ تجویز کیا گیا۔ اس کے پہلے جلد میں **29** ابواب بنائے گئے ہیں، جس میں کتاب العقائد سے لے کر باب شتّٰی تک کے مسائل شامل ہیں۔ جب کہ دوسری جلد میں نکاح اور طلاق کے مسائل شامل کیئے جائیں گے۔ (انشاء اللہ)

اس فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ صاف اور آسان عبارت سے مزین کیا گیا ہے۔ مشکل عبارات اور دقیق مضامین سے پاک رکھا گیا ہے۔ تاکہ یہ فتاویٰ عام فہم ہو اور اس فتاویٰ کا مقصد صرف عوام الناس کو آسان الفاظ میں دینی مسائل سمجھانا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم اور حضور سرکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمتوں وعظمتوں کے طفیل ہمارے مشفق استاذ المکرّم صاحبزادہ محمد عبد المالک صاحب زید مجدہ وشرفہ کی عمر، اولاد اور علم و عرفان میں خصوصاً جامعہ اکبریہ کے متعلقین متوسلین اساتذہ، طلباء اور معاونین کو برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ یہ شجرہ طیبہ ابد الآباد تک رہے۔

آمین ثم آمین

بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حافظ محمد علی اعظمی

حرف آغاز

از حضرت مولانا صاحبزادہ محمد عبدالمالک صاحب مہتمم جامعہ اکبریہ میانوالی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد! جامعہ اکبریہ میانوالی میں تعلیم کے ساتھ ساتھ افتاء کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری رہا ہے۔ لیکن ابتداء میں اس کا کوئی منظم سلسلہ نہ تھا۔ اساتذہ کرام، مہتمم صاحب جو بھی موجود ہوتا سائلین کے سوالوں کا جواب دے دیا کرتا تھا۔ یہ سلسلہ 1304 ھ سے جب قطب الاقطاب حضرت مولانا خواجہ محمد اکبر علی علیہ الرحمۃ نے اس جامعہ کی بنیاد رکھی جاری تھا۔ کئی ایک اہم فتاویٰ جات ریکارڈ میں موجود تھے، لیکن اکثر کا ریکارڈ نہ تھا۔ جب یہ سلسلہ بڑھا تو آج سے پندرہ برس قبل فیصلہ ہوا کہ مستقل دارالافتاء قائم کیا جائے۔ اور اس کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جائے۔ 1992ء سے دارالافتاء تو قائم کر دیا گیا لیکن کسی حاذق مفتی کی تلاش جاری رہی۔ مختلف ادوار میں مہتمم مدرسہ کے علاوہ جناب علامہ مفتی محمد عمر صاحب گورلڑوی، مولانا مفتی عبدالعزیز سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور فاضل جلیل مولانا مفتی حسین علی صاحب دامت برکاتہم اس منصب کو احسن طریقہ سے نبھاتے رہے۔ افتاء کا منصب علمی سلسلوں میں سب سے زیادہ دقیق و مشکل ہے۔ فقہ کی لاکھوں متماثل جزئیات سے معمولی معمولی فرق کے ساتھ متعلقہ احکام تلاش کرنا عمیق علم کا متقاضی ہے۔ یہ ہر عالم و مدرس کا کام نہیں جب تک کہ اس کے قلب میں تفقہ کا مادہ نہ ہو۔

بفضلہٖ تعالیٰ مفتیان جامعہ اکبریہ نے اس ذمہ داری کو احسن طریقہ سے نبھایا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

فتاویٰ اکبریہ کی ترتیب فتاویٰ جات کا اصل ذخیرہ جامعہ اکبریہ میں موجود تھا لیکن اس کو از سر نو مرتب کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ انجمن فضلاء جامعہ اکبریہ نے یہ مشکل اور اہم ذمہ داری حضرت مولانا ابو العرفان حافظ محمد علی اعظمی فاضل جامعہ اکبریہ کو سونپی۔ انہوں نے دن رات ایک کرکے سال بھر کی محنت شاقہ سے اس کی دو جلدیں مرتب فرمادیں اور باقی پر کام جاری ہے۔ ان میں متقدمین بزرگوں کے وہ فتاویٰ جات بھی شامل کیے گئے ہیں جو انہوں نے کئی برس پہلے جاری فرمائے تھے۔ یہ باقیات صالحات جریدہ عالم پر رہتی دنیا تک ثبت رہے گی۔

تدوین فقہ و فتویٰ نویسی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے، ''من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین' انما انا قاسم واللہ یعطی (متفق علیہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس شخص سے بہتری کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ اور بصیرت عطا فرماتا ہے۔ بیشک میرا کام تقسیم کرنا ہے حقیقت میں عطا و بخشش خدا کا کام ہے۔

قاسم ہیں یہ معطی ہے وہ

یہ ہیں دلاتے ہے وہ دیتا

اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ استنباط و استخراج میں بصیرت فیضان الٰہی ہے۔ علام لم یزل جس کو نوازنا چاہتا ہے نبی کریم ﷺ کے صدقے نواز دیتا ہے۔ صحابہ کرامؓ وہ پاکیزہ ہستیاں تھیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے چلتے پھرتے نمونے تھے۔ ان کی کوئی ادا سنت نبوی ﷺ کے خلاف نہ تھی۔ وہ کتاب وسنت کی وہ روشن شمعیں تھیں جن سے پوری انسانیت

بقعہ نور بنی ہوئی تھی۔ اس دور میں زیادہ تر انحصار زبانی یا یاداشت پر ہی تھا۔

فقہ کی مختصر فضیلت قرآن شریف میں ہے: لیتفقهوا فی الدین و لینذروا قومهم ' و من یؤت الحکمة کی تفسیر میں بعض مفسرین نے حکمت سے فقہ کا علم مراد لیا ہے۔ بیہقی اور دار قطنی نے روایت کی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

"لکل شئی عماد و عماد هذا الدین الفقه" ہر چیز کے واسطے ایک ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے اور یہ بھی ان دونوں نے روایت کی ہے،

"ولفقیه واحداشدعلی الشیطان من الف عابد

بیشک ایک فقیہ ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر سخت وگران ہوتا ہے کہ عابد سے کسی کو نفع نہیں پہنچتا اور فقیہ لوگوں کو فقہ کی تعلیم دیتا ہے، حرام، حلال کے مسائل لوگوں کو بتاتا ہے۔ اور بغوی نے روایت کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے: واما هو لاء فیتعلمون الفقه و یعلمون الجاهل فهو لاء افضل" وہ لوگ تو فقہ سیکھتے ہیں اور جاہلوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ یہ افضل ہیں ذاکرین سے۔ بخاری شریف میں حضرت عمرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ آپؓ نے فرمایا ہے، تفقهوا قبل ان تسو دوا یعنی فقہ سیکھ لو قبل سردار ہونے سے قبل طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی ہی کہ فرمایا حضور ﷺ نے

"مجلس فقه خیر من عبادة ستین سنة. فقہ کی مجلس میں شریک ہونا ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ صحیحین میں ہے: "من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین" جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عنایت فرماتا ہے یعنی عالم فقیہ اس کو بنا دیتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے، "انما مثل الفقهاء کمثل الا کف اذا قطعت کف

لـم تـعد " فقہا کی مثال کفِ دست کی مانند ہے۔ اگر کسی کا کف دست کٹ جائے تو پھر دوبارہ پیدا نہ ہوگا۔ جیسے انسان کو کف دست کی ضرورت ہوتی ہے ویسے ہی فقہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر اس علم کے آدمی کا کام نہیں چلتا۔ علم فقہ پر قدر حاجت سیکھنا فرض عین ہے اور حاجت سے زیادہ سیکھنا فرض کفایہ ہے۔ درمختار نے خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ، فقہ کی کتابوں کا خود دیکھنا رات کی عبادتوں سے افضل ہے۔ کیونکہ یہ فرض کفایہ سے ہے اور فقہ کا سیکھنا فرض عین ہے۔ باقی قرآن سے یعنی کسی نے بقدر حاجت قرآن کو حفظ کرلیا بعد میں کے اس کو مہلت معین ملی تو افضل ہے کہ فقہ کا شغل کرے اس لیے کہ قرآن کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اور ضروری حاجت کے موافق فقہ کا سیکھنا فرض عین ہے اور فرض عین فرض کفایہ پر مقدم ہوتا ہے۔ اور جمیع مسائل فقہ کا سیکھنا جمیع قرآن کے حفظ کر لینے سے زیادہ ضروری ہے۔ عامۂ خلائق کو عبادات و معاملات کی حاجت زیادہ ہوتی ہے اور بہ نسبت حافظوں کے فقہاء کم پائے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے جمیع مسائل فقہ کا جاننا حفظ سے افضل ہے۔ خزانہ سے ردالمحتار میں نقل کیا ہے کہ امام محمدؒ صاحب نے حلال وحرام کے باب میں دو لاکھ ایسے مسائل جمع کیئے ہیں کہ جن کا یاد کر لینا لوگوں کو بہت ضروری ہے۔

ضرورت تدوین فقہ جوں جوں انسان ترقی کرتا گیا اس کی ضرورتیں بڑھتی گئیں۔ اسلام عرب کی حدود سے نکل کر عجم ایران وروم کی حدود تک پہنچ گیا۔ انسانوں کی ضرورتوں نے نت نئے مسائل لا کھڑے کئے۔ اس بات کی ضرورت تھی کہ قرآن وسنت کی تعلیمات ایک نئے انداز سے مرتب اور مدون کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ کے اقوال تلاش کر کے ایسا نظام حیات تشکیل دیا جانا ضروری تھا جو ہر طبقہ فکر عالم وجاہل ذہین وغبی، عربی وعجمی، شہری وبدوی ہر ایک کو بآسانی سمجھ آسکتا

ہو۔ تابعین کے دور میں سب سے پہلے سراج الامتہ حضرتِ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اس کی تدوین فقہ پر آمادہ ہوئے۔ آپ نے ماہرین علم وفن کی ایک ایسی جماعت جمع فرمائی جو علم وبصیرت، زہد وتقویٰ جیسے تمام اوصاف سے متصف تھے۔ آپ کی ذات اس مجلس علماء میں صدر الصدور کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس منبع فیض سے چار ہزار تابعین وجید علماء نے علمی استفادہ حاصل کیا۔ ائمہ اربعہ کے مختلف فقہی مذاہب جو دنیا میں اس وقت رائج ہیں بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ ہی کے فیض یافتہ ہیں۔

طریقہ تدوین فقہ امام شعرانی نے امام صاحب کے طرز استنباط کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے، جب کوئی مسئلہ آجاتا تو امام ابوحنیفہ جملہ اصحاب علم وفن سے بحث ومباحثہ اور تبادلہ خیالات فرماتے تھے، آپ کے پاس قرآن وسنت کا جو ذخیرہ موجود ہوتا پیش فرماتے اور ہر ایک ماہر فن سے قرآن واحادیث کا ذخیرہ پیش کرنے کا تقاضا فرماتے۔ ایک ایک ماہ تک اس مسلہ پر بحث وتمحیص ہوتی جو معاملہ متفقہ طور پر طے پاتا حضرت امام ابو یوسفؒ اس کو قلمبند فرماتے۔ اس طرح شورائی طریقہ پر سارے اصول منضبط ہوئے اور فقہ کی بنیاد ڈالی گئی۔

انسانی غلطی کا تدارک اور امام اعظم کا اعلان

صاحب ھدایہ نے روضتہ العلماء کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے، "سئل ابو حنیفة اذا قلت قولاً و كتاب الله يخالفه قال اتر كوا قولي بكتاب الله" امام ابوحنیفہ سے پوچھا گیا جب، آپ کا قول اللہ کی کتاب کے ظاہرُ مخالف ہو تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے تو آپ نے فرمایا اللہ کی کتاب کے مقابلہ میں میرا قول چھوڑ دیں۔

پھر پوچھا گیا، کہ اگر خبر رسول ﷺ کے مقابلہ میں آپ کا قول معارض آئے تو فرمایا آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مقابلہ میں میرے قول کو بھی چھوڑ دیں۔ بلکہ صحابہ کے صحیح اقوال کے مقابلہ میں بھی میرا قول ترک کردیں۔

جو مسئلہ کتاب وسنت سے صراحتاً نہ ملتا تھا اس کے لیے تمام علماء جن کی تعداد کم از کم چالیس ہوتی تھی کو جمع کیا جاتا تھا۔ جب مسئلہ کی جزئیات پر تمام کا اتفاق ہوتا تب اس پر عمل کیا جاتا تھا۔

غرض کہ امام ابوحنیفہؒ ہی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے علم فقہ کو مدون کیا بعد میں آنے والے لوگوں آپ ہی کی پیروی کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس فرمان عالیشان کا مصداق اتم بنے: "فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد (الحدیث) ایک فقیہ شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔

تاریخ فتاویٰ فتاویٰ کی تاریخ حضور اکرم ﷺ کے دور سے شروع ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم خود ہی وہ پہلے مفتی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے فتویٰ دینے کا حکم دیا۔

"یستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن (القرآن)

لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں آپ فرمادیں اللہ تعالیٰ اس بارہ میں یہ حکم نازل فرماتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں افتاء کی نسبت خود اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف کی گئی اور حضور اکرم ﷺ کو فتویٰ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ لوگوں نے مختلف مواقع پر حضور ﷺ سے سوالات پوچھے آپ ﷺ نے ان کے جوابات مرحمت فرمائے۔ آج بھی احادیث کی کتب میں اس کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

صحابہ اور منصب افتاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے دور میں بعض جلیل القدر صحابہؓ کو منصب افتاء پر فائز پایا گیا۔ ان کا یہ مرتبہ ان کی آخر عمر تک قائم رہا۔

حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت علی ابن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، ام المومنین حضرت عائشہ الصدیقہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے اسماء گرامی مفتی صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ یوں تو حضور ﷺ کا ہر ایک صحابی مینارہ نور تھا۔

"اصحابی کا النجوم باایھم اقتدیتم اھتدیتم" (الحدیث)

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ لیکن مکثرین کی تعداد سات لکھی گئی ہے۔ امام اعظم، امام ابوحنیفہ کی فقہ کا اسناد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر جا کر منتہی ہوتا ہے۔

مفتی کا فریضہ آج عجیب دور ہے۔ قرآن وحدیث سے بے خبر، اجماع وقیاس پر نظر، نہ اصول وفروع کا امتیاز، نہ استنباط مسائل کی استعداد، اکثر نیم ملاؤں نے اس زمانے میں فتوی لکھنے کو آسان کام خیال کر لیا اور جس کتاب سے جی چاہا رطب ویابس نکال کر رکھ دیا۔ نہ رسم مفتی نہ آداب افتا کا شعور اور نہ اس فن کے کتب معتبرہ پر عبور، نہ کتب معتبرہ وغیر معتبرہ میں فرق وامتیاز کی لیاقت، نہ طبقات فقہا وآسانید کا علم واقسام اجتہاد واصحاب تخریج وترجیح وقواعد رفع تعارض سے واقفیت۔ مگر فتاویٰ نویسی پر آستین چڑھائے ہوئے ہیں۔ اور استفتاء کے جواب لکھنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ ہر دم قلم تیار، ہر وقت مستفتی کا انتظار، یہ وہی باتیں ہیں جن سے عموماً اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو ان باتوں کو

جانتے ہیں۔ اور اس ٹکسال کے کھوٹے کھرے سکوں کو بخوبی پہچانتے ہیں۔ لیکن النادر کالمعدوم مفید اور کارآمد عمدہ عمدہ باتیں بڑی بڑی عربی کتابوں میں مندرج ہونے کے سبب سے ہر کس و ناکس کو با آسانی معلوم نہیں ہوسکتیں۔ حالانکہ فتاویٰ نویسوں کو ان سب باتوں کا جاننا اور پہچاننا ضروری اور واجب الالتزام ہے ورنہ فتویٰ لکھنا ناجائز وحرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فتویٰ دینے والے کو ایک بہت قیمتی ہدایت فرمائی جس کو صاحب مشکوۃ نے کتاب العلم میں نقل فرمایا، (اے لوگو تم میں جو کسی چیز کا علم رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ بیان کرے اور جسے علم نہ ہو وہ کہے اللہ بہتر جانتا ہے کیونکہ یہ بھی علم ہے جس کو نہ جانتا ہے اسے اللہ کے سپرد کرے) مفتی خوف خدا کو سامنے رکھ کر پورے غور وفکر اور دیانت کے ساتھ اپنی رائے بیان کرے۔ اگر مفتی بغیر سوچے سمجھے غلط فتویٰ دے تو عدم واقفیت کی وجہ سے جو لوگ بھی اس پر عمل کریں گے ان تمام کا وبال مفتی پر ہوگا۔

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے: جو نااہل ہونے کے باوجود لوگوں کو فتویٰ دیتا ہے وہ گناہگار و نافرمان ہے۔ ذمہ دار لوگوں کا فرض ہے وہ اس کو معزول کریں ورنہ وہ بھی گناہگار ہوں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے قرب قیامت کی نشانی بتایا ہے۔

"فافتوا بغير علم فضلو واضلوا"

جو لوگ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ ایسے لوگوں کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک موجود ہے،

"من افتى الناس بغير علم لعنة ملائكة السماء و ملائكة الارض"

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر زمین و آسمان کے ملائکہ لعنت فرماتے ہیں۔

علماء کہتے ہیں مفتی کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔علمی وسعت، ایمانی فراست، دیانت، تزکیہ نفس، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ چیزیں بتمام و کمال پائی جاتی ہیں۔

اس زمانے میں سب سے زیادہ قابل رحم مفتی ہے۔جبکہ یہ کام دینی خدمات میں سب سے زیادہ اہم ہے۔اسی لیئے فقہائے اسلام نے فرمایا کہ جو عالم ایسا مرجع فتویٰ ہو جسے سنن مؤکدات پڑھنے کا موقع نہ ملے تو سوائے سنت فجر کے دیگر سنن مؤکدات مؤکدہ رہ جاتیں ہوں کو شرعاً اجازت ہے۔۔عالمگیری میں ہے:"قال مشائخنا العالم اذا صاد مر جعافی الفتویٰ یجوز له ترك سائر السنن لحاجة الناس الی فتواه الا سنة الفجر كذا فی النهاية۔(عالمگیری جلد اول ص۸۹)

اوراس کی وجہ ظاہر ہے کہ بے علم عوام کو حکم ہے کہ جو تم نہیں جانتے ہو علماء سے پوچھو،

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے،"**فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون**" علماء سے پوچھ لیا کرو اگر خود علم نہیں رکھتے۔(سورۃ النحل آیت نمبر۴۳)

علماء نے فرمایا ہے اگر کوئی تلاوت کر رہا ہے اور اذان کی آواز آئی تو تلاوت روک کر اذان بغور سنے اور اس کا جواب دے۔لیکن اگر فقہاء علمی تذکرے میں ہوں تو ان کے لیے وہ حکم نہیں۔تنویر الابصار و درمختار میں ہے،"و یجیب من سمع الاذان ولو جنبالا حائضًا(الی ان قال) و تعلیم علم و تعلمه بخلا ف القرآن" شامی میں ہے:"ای شرعی فیما یظهر ولذا عبر فی الجوهرة بقرائة الفقه (جلد اول ص۳۹۶)

جواذان سنے وہ جواب دے اگر چہ جنبی ہو۔ حائضہ جواب نہ دے نہ وہ جو علم کی تعلیم دینے یا تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہے۔ قرآن کی تلاوت کرنے والا جواب دے، علم سے مراد علم شرعی ہے اسی لیے جوہرہ میں قرأت فقہ سے تعبیر کیا گیا۔

ایک شخص سے نماز میں غلطی ہوگئی جس سے نماز فاسد ہوگئی۔ اس نے کسی مفتی سے فتویٰ پوچھا مفتی نے فتویٰ دینے میں دیر کی۔ اسی اثناء میں اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ اس غریب کے ذمہ ایک وقت کی نماز رہ گئی۔ اس کا سبب فتوے کی تاخیر ہوا۔ ایک شخص سے کفر سرزد ہوا اس نے عالم سے فتویٰ پوچھا۔ فتویٰ دینے میں دیر ہوئی اور وہ مرگیا۔ یہ کتنا عظیم سانحہ ہوا۔ اسی سے مفتی کی اہمیت ظاہر ہوگئی۔ لیکن یہ کام جتنا مشکل ہے لوگوں نے اس کو اتنا ہی آسان سمجھ لیا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بہار شریعت، فتاویٰ نوریہ، فتاویٰ نعیمیہ، فتاویٰ اکبریہ اور فتاویٰ رضویہ دیکھ کر کوئی بھی فتویٰ لکھ سکتا ہے۔ لیکن یہ وہی لوگ کہتے ہیں جو اس بحر ناپیدا کنار کا ساحل پر کھڑے نظارہ کرتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ بہار شریعت اور دیگر فتاویٰ جات نے مفتی کا کام بہت آسان کر دیا ہے۔ لیکن آسانی کے باوجود فتاویٰ نویسی کی دشواری اپنی جگہ قائم ہے۔ فقہائے کرام نے اپنی خداداد فراست و بصیرت و ذہانت سے ہزاروں کلیات اور لاکھوں جزئیات اپنے صحائف میں تحریر فرما دیے ہیں۔ مگر نئے نئے مسائل اور مسائل کی نئی نئی شکلیں ایسی رونما ہو جاتی ہیں کہ ذہین سے ذہین آدمی کو کلیات سے یا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جز ئیات سے حکم نکا لنا جوئے شیر لا نے سے کم نہیں ۔

فتوٰی لکھنے میں یہ چند باتیں ضروری ہیں

(۱) سوال کا کما حقہ سمجھنا۔

(۲) سوال کے لب ولہجہ سیاق وسباق سے یہ پہچان لینا کہ سائل کا منشا کیا ہے؟ یہ سب سے اہم کام ہے جو شخص بہت دقیق تنقیدی نظر نہ رکھتا ہو وہ اس کو شاید ہی جان سکے۔ یہ بہت ماہر حاذق کا کام ہے۔

(۳) مفتی مخلص ہو، نیز انتہائی ذہن وفطین ہو۔

(۴) زبان عرب کا پورا پورا ماہر ہو، عبارت النص ، دلالت النص ، اشارۃ النص ، اقتضاء النص وغیرہ کے ذریعہ فقہی عبارتوں کے جملہ معانی سمجھنے کا ملکہ رکھتا ہو۔

(۵) متداول کتب فقہ کا کامل مطالعہ کیئے ہوئے ہو اور اس کے حافظے میں فقہ کے اکثر کلیات وجزئیات محفوظ ہوں۔

(۶) کسی سے مرعوب نہ ہو۔

(۷) اتنا جری ہو کہ بلا خوف لا متہ لائم حق بات کہنے کی جرأت رکھتا ہو۔ مزاج پر غصہ غالب ہو اور نہ لینت (نرمی)

(۸) سوال کے بارے میں جب تک پورا اطمینان خاطر نہ ہو جائے حکم صادر نہ فرمائے۔

(۹) جو بھی حکم دے اس کی قوی دلیل پہلے ذہن نشین کرے۔

(۱۰) متشابہ مسائل میں امتیاز پر قادر ہو۔

"تلك عشرة كاملة"

بہر حال ایک عالم اور فقیہہ پر ضروری ہے کہ وہ بلا تحقیق جواب نہ دے اور کسی مسلے میں تحقیق نہ ہو تو اس کی وضاحت کرنے اور اصل صورت حال کے برملا اظہار میں اپنی توہین محسوس نہ کرے، جیسا کہ حضرت مالک بن انس سے ایک بار 40 چالیس سوال پوچھے گئے مگر آپ باوجود اپنی جلالت علمی کے صرف چار کے جواب دیئے۔ اور چھتیس سوالات کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مختصر حالاتِ زندگی

حالت زندگی اجمل العلماء رئیس الفقہا پیر طریقت رہبر شریعت استاذ العلماء حضرت علامہ

صاحبزادہ محمد عبدالمالک زیدہ مجدہ و شرفہ

الحمد لله الذی علم الانسان مالم یعلم ۔ والصلوة والسلام علی النبی الکریم الذی اعلم الخلق و یعلم ما لا نعلم و علی آله و صحبه ذوی الجود والکرم۔ قال النبی صلی الله علیه وسلم من یرد الله به خیر ایفقهه فی الدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال الله تبارك و تعالیٰ فی القرآن

نرفع درجت من نشاء و فوق کل ذی علم علیم۔

ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں اور ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے

دین اسلام کے عرش پر کئی چاند ستارے اور سورج ہیں۔ جنھوں نے اس کائنات کو نور الٰہی سے منور کیا۔ ایسے باکمال لوگ جنھوں نے اپنی صلاحیتوں سے امت مرحومہ کی اصلاح فرمائی۔ اس سلسلہ کی اہم کڑی تبلیغ دین وہ فریضہ ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے۔

سب سے آخر میں حضور رحمتِ کائنات سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔ رشد و ہدایت والا فریضہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے علماء و اولیاء کاملین کے سپرد فرمایا۔ خطبہ حجۃ الوداع میں بلغو اعنی ولو آیة کا فرمان و

عہدو پیاں اس ذمہ داری کو آگے سپرد کرنے کا واضح اعلان موجود ہے۔خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس کا حق ادا کرنے میں مصروف عمل ہیں کیونکہ یہ عظیم الشان سعادتیں ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتیں۔ بلکہ اللہ رب العزت کے فضل وکرم پر منحصر ہے۔کہ جسے چاہے اس عظیم فریضہ کی خدمت کیلیے منتخب فرمالے، ذالك فضل الله يؤ تيه من يشاء۔

اس میں سلسلہ چشتیہ کے بزرگان دین نے برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے جس قدر لگن، محنت اور جانفشانی سے خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ اسلام کی روشن پیشانی پر مرتسم ہیں اس روحانی سلسلہ کے سرخیل حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پاک و ہند میں اس سلسلے کو آگے بڑھایا، پنجاب میں اس کا سہرا حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اور حضور اعلیٰ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے سر جاتا ہے۔انہی تونسوی پھولوں کی مہک خواجہ احمد میروی (میرا شریف ضلع اٹک) تک پہنچی۔آپ کے خلفاء اور مریدین نے جس طرح اس گلشن کی آبیاری کا فریضہ سرانجام دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت خواجہ محمد اکبر علیؒ اسی گلشن نور کے گل ہائے رعنا تھے۔جن کے فضائل وکمالات اور جن کی تعلیمات نے ہزاروں لوگوں کے مشام جان وایمان کو معطر کیا۔

حضرت خواجہ کی حیثت اپنی ذات میں ایک ادارے کی سی تھی۔آپ نے اس دور میں میانوالی میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی جب مسلمانان برصغیر کی تعلیمی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی۔بالخصوص تعلیمی میدان میں تو مسلمان یہاں بسنے والی دوسری قوموں سے کوسوں پیچھے تھے۔اس دارالعلوم میں تمام روحانی علوم کے ساتھ علوم قدیم وجدید کا اہتمام کیا

گیا۔ یہاں ہزاروں کی تعداد میں تشنگان علم وسلوک آکر علم کی روشنی سے ذہنوں اور دلوں کو منور کرتے اور توحید ورسالت کے نور سے سینوں کو سیراب کرتے رہے۔ گویا حضرت خواجہ صاحب کی حیات مبارکہ تعلیم وعمل اور جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ آپ جامع العلوم بھی تھے اور عارف کامل بھی۔ اہل میانوالی پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوا کہ آپ کی دینی خدمات سے اہل وطن آج تک بلکہ انشاء اللہ قیامت تک مستفیض ہوتے رہیں گے۔ آپ ایسے آفتاب وماہتاب ہدایت تھے جس کی کرنوں اور ضیا پاشیوں سے پورے ملک کو منور فرمایا ایسے پھول چمن میں بڑی دیر بعد پیدا ہوتے ہیں۔

بقول اقبال، ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

صاحبزادہ محمد عبد المالک زید مجدہ وشرفہ انہی پاکیزہ ہستی کے چشم و چراغ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم وعرفان کا پیکر بنا کر الحاج غلام جیلانی علیہ الرحمۃ کے گھر بہار کی صورت میں بھیجا۔

آپ کی پیدائش نومبر 1951ء میں بہادر نوجوانوں کے شہر میانوالی میں ہوئی۔ جب آپ شعور کی عمر کو پہنچے تو آپ کی خوابیدہ صلاحیتں بیدار اور روشن ہوئیں۔ تو تعلیم کی ابتدا قرآن پاک سے کی۔ ابتدائی کتب فارسی، نحو وصرف اپنے عظیم باپ سے پڑھیں۔ مزید تحصیل علم کے لیے 1965ء میں استاذ العلماء والفضلاء حضرت علامہ ابوالفتح اللہ بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ضلع میانوالی کے مشہور شہر واں بھچراں جامعہ مظفریہ رضویہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے شھادۃ الفراغ درجہ عالیہ تک کی کتابیں پڑھی۔ پھر آپ نے اس

وقت کے امام الصرف والنحو اور مجدد وقت حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمۃ سے شھادۃ العالمیۃ اور دورۃ تفسیر القرآن تک پڑھنے کا اعزاز حاصل کیا۔

آپ 1975ء پاکستان کے محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی سند حاصل کی۔ اس طرح آپ کو صرف تیس (۲۳) سال کی مختصر مدت میں صرف ونحو، منطق، ادب، معانی، اصول فقہ، فقہ، حدیث، اصول حدیث، اسماء الرجال، تفسیر، عقائد، تاریخ، تصوف، رسم الافتا، علم الکلام، بلاغت، فلسفہ وغیرہ میں مہارت حاصل ہوگئی۔

تاریخ اسلام، اور تاریخ انسانی گواہ ہے کہ اتنے علوم کم ہی کسی ایک شخص میں جمع ہوتے ہیں۔ اتنے علوم کے حصول کے لیے ایک عمر نہیں بلکہ کئی عمریں درکار ہوتی ہیں۔ اللہ جل شانہ نے آپ کو فضاء علم میں ایسا کشف وعرفان عطا کر رکھا ہے، آپ کتاب دیکھتے چلے جاتے ہیں اور مسائل ذہن میں نقش ہوتے چلے جاتے ہیں۔

حصول علم وفراغت کے بعد جامعہ اکبریہ میں مسند درس وتدریس کو آپ نے رونق بخشی۔ آج تقریباً 31 سال علم وحکمت کے دریا بہاتے گزر گئے۔ ملک وبیرون ملک کی درسگاہیں آپ کے سینکڑوں تلامذہ ومستفیدین علم سے مالا مال ہیں جن کی فہرست نہایت طویل ہے۔

تدریسی و تنظیمی ذمہ داریاں فارغ التحصیل ہونے کے بعد بے پناہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے آپ نے جامعہ اکبریہ درجہ ابتدائیہ سے درجہ عالمیہ تک بڑی خوداعتمادی کے ساتھ درس بھی دیا اور تعمیری ذمہ داریاں بھی خوب نبھائیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ادارہ کے نظم ونسق کو بہتر چلانے کے لیے ناظم اعلیٰ کا عہدہ بڑا اہم ہوتا ہے وہی لوگ اسے باحسن چلا سکتے ہیں جو کام میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔ اہل میانوالی نے دیکھا کہ قلیل عرصہ میں جامعہ اکبریہ کا پاکستان کے بہترین مدارس میں شمار ہونے لگا۔ یہ آپ کی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار ہے۔ مدرسہ کے ہر شعبہ کی خودنگرانی فرماتے ہیں۔ اس کے ساتھ آپ تادم حیات سجادہ نشینی کے اہم منصب پر بھی فائز ہیں۔ حضرت علامہ خواجہ غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے 1984ء میں اپنی رحلت سے قبل عرس مبارک کے موقع پر آپ کو امامت وخلافت سپرد فرمائی اور اپنا وصیت نامہ پڑھ کر سنایا اس وقت آپ ادارہ وخانقاہ کے دونوں اہم عہدوں پر فائز ہو کر ترویج وارتقاء کے سلسلہ میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ بحمدہ تعالی آپ کی مستحکم قیادت میں جامعہ اکبریہ ان دنوں تعلیمی، تعمیری، اشاعتی اور تبلیغی ہر محاذ پر پوری طرح سرگرم عمل ہے۔ بلاشبہ یہ ادارہ دنیائے سنیت ہی کا نہیں بلکہ عالم اسلام کے ان چند اداروں میں سے ایک ہے جو اہلسنت وجماعت کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

حلیہ مبارک درمیانہ قد، گندم گوں، خوبرو، خنداں جبیں، مسکراتا چہرہ، کشادہ سینہ، علم وعرفان کا مخزن، موتیوں جیسے دانت مزید برآں تبسم فرماتے ہوئے تلامذہ ومعتقدین سے ملنا دلکشی میں نمایاں فرق کا سبب۔

اخلاق خوش خلق، ہنس مکھ، حلیم بردبار، منکسر المزاج، کریم طبع، تلامذہ پر نہایت مشفقانہ برتاؤ، عالم باعمل، فقیہہ، متبع سنت، دوران گفتگو واسباق ضحک وتبسم کا مظہر ہمیشہ یاد۔

طلبہ سے محبت و پیار عارفین، علماء وفضلاء اور تلامذہ سے سراپا شفقت و

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پیکر محبت آپ کے مہربان اور مشفق اساتذہ نے آپ کو صرف کتابوں کا ہی درس نہیں دیا بلکہ قلب کی بھی تطہیر کی اور اسے شفقت و محبت کا گنجینہ بنا دیا۔ جامعہ اکبریہ سے ایسی محبت کی اور اس کو سنوارنے اور نکھارنے میں منہمک ہوئے کہ اسی میں فنا ہو کر رہ گئے۔ تلامذہ کے ساتھ شفقت و محبت کی کوئی انتہا نہیں۔ ان کی علمی ترقی دیکھ کر اتنا خوش ہوتے کہ پھولے نہیں سماتے۔ فراغت کے بعد اپنے شاگردوں کو مناسب جگہ اور صلاحیت کے مطابق کام سے لگا دینے میں بڑی دلچسپی کا مظاہر فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جامعہ اکبریہ کا ہر فاضل آپ کی ذات سے وابستہ، آپ کی اور ادارہ کی خدمت کر کے فخر محسوس کرتا ہے۔ باہر کی ساتھیوں میں سے کوئی زیارت کو آتا ہے تو ان کی رہائش و خورد و نوش کا پورا خیال کرتے ہیں۔ آپ کی شفقتوں نے کتنے زروں کو آفتاب بنایا اور خصوصاً ان کی مجھ جیسے ناکارہ و نالائق سے محبت تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ہماری دعا ہے کہ! اللہ تعالیٰ آپ کے روحانی فیوض و برکات کو عام کرے، آپ کے مشن کو زندہ رکھے، جس چمن کو خون و جگر سے سیراب کیا وہ ہمیشہ سدا بہار رہے اور ان کی اولاد امجاد کو ہر حال میں خوش و خرم اور ان کے راستے پر گامزن رکھے۔

تعمیری سرگرمیاں قبلہ استاذ یم نے حیرت انگیز تعلیمی انقلابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ تعمیر پر بھی بھرپور توجہ دی، پرانی عمارتوں کو مکمل کروایا اور اکثر کمرہ جات کی تعمیر از سرے نو کرائی۔ حال ہی میں ایک عالیشان زینب آڈیٹوریم، حال، برآمدہ اور اس پر ڈبل سٹوری بنا کر اساتذہ کے لئے رہائشی کوارٹر بنائے گئے۔ الغرض مدرسہ کی تعمیر ہو یا مسجد کی بناوٹ تعمیر و ترقی کا شہکار

ہے۔اور مسجد کا مینار تو جماعت اہلسنت کی بلندی وحقانیت کا اعلان کر رہا ہے۔ 1975ء تا ہنوز تعمیرات کا سلسلہ جاری ہے۔ جامعہ اکبریہ للبنات کی نئی عمارت اور جامعہ اکبریہ نیو کیمپس کی تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے۔" اللھم بارك وزدفزد"

شعبہ تصنیف و تالیف عصر حاضر کیا ہر دور میں تصنیف و تالیف کا مشغلہ دشوار طلب رہا ہے۔تصنیف و تالیف جیسی خارزار وادی میں قدم رکھنا اور ہر موڑ پر دامن بچاتے ہوئے مصنفین اور مفتیان عظام کی اس کاوش کو قارئین کے ہاتھوں تک پہنچا دینا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ،کوئی معیاری کام کرنا مشکل ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ مشکل طباعت کی تمام تر خوبیوں کے ساتھ اس کاوش کو منظر عام پر لانا ہے۔خوشی کی بات یہ ہے کہ قبلہ استاذ یم صاحب تصنیف و تالیف سے صرف دلچسپی ہی نہیں رکھتے بلکہ طباعات کی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اسے شائع کرنے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں۔ شاید انہی وجوہ کے پیش نظر جامعہ اکبریہ میں با قاعدہ ایک ادارہ دار الاشاعت کا قیام عمل میں لایا جا چکا ہے۔جس کا مقصد عصر حاضر کے سلگتے ہوئے مسائل کا شرعی حل پیش کرنا ہے۔

دینی خدمات و خطابات 1975ء میں زمانہ طالب علمی ہی سے آپ نے خطابت وتقریر کا سلسلہ شروع فرما دیا تھا۔اور فراغت علمی کے بعد مادر علمی جامع مسجد اکبریہ میں مبلغ کے طور پر بلا معاوضہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔صرف شہر ہی میں نہیں بلکہ ضلع بھر کیا کثر مذہبی جلسہ جات میں آپ اہلسنت کی سرپرستی تشریف لے جاتے ہیں۔سنی مسلک کی ترویج واشاعت کے لیے اور بد مذہبوں کے رد میں جلسے ،اجتماعات وعرس کی محافل میں خالصتاً علمی لوگوں کے خطابات کو

پسند کیا جاتا ہے۔ یہ آپ کی انتھک محنت اور کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ سنی مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کے لئے آپ کئی کئی دن وراتوں کے پروگراموں میں نہ صرف شرکت فرماتے ہیں بلکہ اپنے خطاب سے بھی حاضرین کے سینوں کو قرآن، حدیث واقوال امت سے منور فرماتے ہیں۔

آج جہاں بدمذہبوں نے پیسے کے زور سے کرائے کے چند خطیبوں سے میانوالی کی نورانی فضا کو خراب کرنے کی سعی لاحاصل کی وہاں آپ نے بروقت محافل میلاالنبی ﷺ گھر گھر انعقاد کر کے ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملاکر مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت فرمائی۔ آپ نے اپنی بھرپور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اور بے انتہا مصروفیات کے باوجود مساجد و مدارس کے علاوہ سرکاری ونیم سرکاری اور نجی اداروں میں محافل میلاشریف میں تقاریر فرماکر نہ صرف ان کے اثر کو زائل کیا بلکہ اپنی خداداد صلاحیتوں سے اپنے خطبات کالوہا منوایا۔

آپ کے خطبات کی خصوصیات آپ نامور، شریں بیان خطیب اور فکرانگیز علمی وتحقیقی اوراچھوتے موضوعات پر بے تکان بولنے اور اظہار خیال کرنے والے ہیں۔ اس ضلع کے وہ واحد عالم دین ہیں جن کے زور بیان، اسلوب خطابت اور انداز تفہیم نے علاقہ کے لوگوں کوان کا گرویدہ بنادیا ہے۔ اللہ رب العزت نے انہیں حسن خطاب کا ایسا نایاب ملکہ اور بیش بہاجوہر عطا کیا ہے کہ ان کی زبان اگر مشکل ترین موضوع اور کوئی پیچیدہ علمی مسئلہ بھی ایک مترنم آبشار کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور سامعین کے ذہن میں اس طرح اتر جاتا ہے جیسے اس سے آسان اور کوئی بات نہ ہی ہو اس خصوصیت نے ان کا حلقہ سامعین بہت وسیع کر دیا ہے۔ آپ پورے ملک کے علمی سماجی حلقوں میں محبوب شخصیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ ملکی سطح

کے وہ خطیب، مفکر انقلابی اور مسلمہ عالم دین ہیں۔ جنہیں انتہائی شوق، انہماک، دلچسپی اور توجہ کے ساتھ وقت نکال کر سنا جاتا ہے اور ایمان اور روح کی تازگی کا سامان کیا جاتا ہے۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ آپ کے چاہنے والے نوجوان، بوڑھے، خواتین، تعلیم یافتہ، ان پڑھ، سیاستدان، مدرسین، ڈاکٹر، وکلا، جج، علماء، فضلاء، انجنیئر، غرض ہر سطح اور درجے کے لوگ آپ کے معتقدین میں شامل ہیں اور آپ کے حسن بیان سے یکساں محضوظ ہوتے ہیں۔ سامعین آپ کو ڈوب کر سنتے ہیں اور دل ودماغ پر ایک مثبت اور گہرا اثر لیکر گھروں کو لوٹتے ہیں اور پھر پہروں عالم تصور میں اس خطاب کے مزے لوٹتے رہتے ہیں۔

قبلہ استاذ یم صاحب کا شمار ان خطباء ومقررین میں ہوتا ہے جو محض واہ واہ کے طالب نہیں بلکہ دلوں کہ اتھاہ گہرائیوں تک لے جانے والی شاہراہ کے آرزومند ہیں۔ فقط جذبات کو ہی نہیں ابھارتے بلکہ نظریات کے آنگن کو سنوارتے اور دلوں کی تاریک بستیوں کو اجالتے ہیں۔ الغرض یوں کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ اہلسنت کے گلشن کے تحفظ کے لیے اپنے خون وجگر سے رخ برگ گلاب کو نکھارنے کی سعی میں مصروف کار ہیں۔ خدا کرے یہ مشن جاری رہے۔

شب بیداری اولیاء وعرفاء فرماتے ہیں، کہ اللہ کے بندوں کے لے ان کی رات تخت سلطنت کی طرح ہوتی ہے۔ کیونکہ جو احوال وہ دن میں طے نہیں کرتے رات کی تنہائیوں میں کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرب کے لمحے اور قبولیت کی ساعتیں بھی رات ہی کے دامن میں رکھی گئی ہیں۔

جوانوں کو میری آہ سحر دے

پھر ان شاہیں بچوں کو بال وپر دے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خدایا آرزو میری یہی ہے

میرا نور بصیرت عام کر دے

آہ سحر گاہی اللہ رب العزت اور رسول اکرم صلی اللہ علی وآلہ وسلم کے عشق کا قابل فخر روگ ہی تو ہے۔ آہ سحر اپنے محبوب حقیقی کو منانے کا جتن ہے۔ آہ سحر گاہی سے اغماض برت کر ہماری حالت بے منزل مسافر کی سی ہو جاتی ہے۔ اگر دلوں کی اجڑی نگری بسانی ہے۔ فنا کی کھیتی آباد کرنی ہے۔ تو آنکھوں کو تر کرنا ہوگا۔ تر آنکھیں بخشش کا وسیلہ اور رب کو منانے اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ طالبان انقلاب کو تر آنکھوں سے فکر کی خوراک ملتی ہے۔ آہ سحر گاہی ماضی کی پشیمانیوں سے نجات، حال کی پرشانیوں سے آزاد اور مستقبل کی اندیشوں سے چھٹکارا دلاتی ہیں۔

سحر خیزی خوشنودی الٰہی اور بلندیوں کا ذریعہ ہے۔ بقول اقبال،

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

و من طلب العلا سحر اللیالی

شب خیزی کی حلاوت کو وہی محسوس کر سکتے ہین جن کے دل محبت کی لذتوں سے آشنا ہوتے ہیں۔ شب زندہ داروں کے انداز نرالے ہوتے ہیں۔ انہیں سکون مسکرانے میں نہیں بلکہ رونے میں ملتا ہے۔ انہیں راحت سونے میں نہیں بلکہ محبوب کی یاد میں شب کو جاگنے میں ملتی ہے۔ انہیں اطمینان جسم کے چین میں نہیں بلکہ محبوب کی خاطر تڑپنے میں ملتا ہے۔ انہیں آرام اپنے پہلوؤں کو نرم

نازک بستر پر نہیں بلکہ بار بار اٹھ کر قیام و سجود میں رہنے سے ملتا ہے۔

انسان کو لذت آشنائی رات کے پچھلے حصے کی گریہ زاری سے یہی نصیب ہوتی ہے۔ پھر وہ محبوب حقیقی کے حسن لازوال میں اس قدر کھو جاتا ہے کہ دو جہاں بھی نگاہوں میں نہیں جچتے اور پھر کردار میں نکھار آ جاتا ہے۔ علم لدنی حاصل ہوتا ہے۔ اور یہی کردار اس مرد عارف کی شناخت اور پہچان بن جاتا ہے۔ اس لذت آشنائی کو تقسیم کرنے کیلیے جامعہ اکبریہ نے ایک مرد قلندر کے ہاتھوں اپنے سفر کا آغاز کیا۔ اور یہی آہ سحر گاہی اس مشن کی اصل طاقت بھی ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں قبلہ استاذیم کی زندگی میں ہم نے ان کی تہجد، صلاۃ الاوابین، اودیگر وظائف کا ناغہ کبھی نہیں ہوا۔ آہ سحر گاہی میں درسی کتب و تاریخ اسلامی کا مطالعہ، فتویٰ نویسی اور دیگر بیشمار وظائف شامل ہیں۔ قبلہ استاذیم صاحب جامع الصفات شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ مفتی، مدرس، بلند پایہ محقق، شیخ کامل ادیب منتظم، ناظم اعلیٰ ان گوناگوں اوصاف کے ساتھ ساتھ جواد مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے بہرور فرمایا۔ اگرچہ عملاً سیاست سے دور رہتے ہیں۔ مگر دین کی سربلندی کے لئے قربانیوں کا موقع تو اہل میانوالی نے آپ کو مجاہد کی صف اول میں دیکھا تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر چکے ہیں۔ تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر آج تک آپ کو مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، نوراللہ مرقدہ کا نائب سمجھا جاتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو، مجاہد ملت نے جس سفر کا آغاز 1936ء سے جامعہ اکبریہ میں فرمایا تھا 30 اپریل 2000ء کو اختتام بھی وہاں فرمایا۔ تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ، عامر جابر قوتوں کے خلاف جہاد میں مسلسل آپ مجاہد ملت کے ہمراہ شانہ بشانہ شریک

رہے اور قید و بند کی صعوبتیں بھی خندہ پیشانی سے برداشت فرمائیں۔مولانا نیازی نے میانوالی سکونت کے دوران جامعہ مسجد اکبریہ ہی کے سٹیج کو ہمیشہ استعمال فرمایا۔

آپ بطور ناظم اعلیٰ مدرسہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہر دور میں رہے ہیں اور تا قیامت موجود رہیں گے۔اور جب روئے زمین پر کوئی ولی اللہ موجود نہ ہوگا تو پھر قیامت آئے گی۔قبلہ استاذیم انہی بزرگ ہستیوں میں سے ہیں،جنہوں نے اپنی زندگی کو درس توحید و رسالت کیلیے وقف کر دیا تھا۔آپ ہر لحہ اشاعت دین میں مصروف نظر آتے ہیں۔اور کلمہ حق کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے۔آپ کی پاکیزہ زندگی و کردار سے صاف عیاں ہے کہ آپ کی نگاہ میں جاہ و حشمت کی کوئی اہمیت نہ ہے۔ضلعی بیت المال ضلع زکوۃ کمیٹی کی چیئرمینی کا استعفیٰ اس بات کی واضح دلیل ہے۔آپ نے مال وزر اور دنیاوی وجاہت کے کو اپنا مطمع نظر نہ بنایا۔اور ہر دم اللہ تعالیٰ اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی میں کوشاں نظر آئے۔

جماعت اہلسنت ضلع میانوالی کے روح رواں علماء وعوام اہلسنت کو ایک لڑی میں پرونے والے دارالعلوم جامعہ اکبریہ کی بہتری کے لیے اپنا خون جگر صرف کرنے والے۔مسلک اعلحضرت کے نقیب بے شمار مدارس،مساجد اور دینی تنظیموں کے بانی و سرپرست مختلف رسائل ومضامین کے مصنف اپنے اسلاف کے طریقوں پر عمل کرتے ہوئے حضرت علامہ خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے دین مبین کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل ہیں۔آج کے اس مادیت زدہ دور میں علم ومعرفت کی نعمت کو عام کرنے،خشک و ویران آنکھوں کو سیراب کرنے اور مردہ قلوب وارواح کو حیات جاوداں بخشنے کے لیے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اصل

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ جامعہ اکبریہ پاکستان کی مشہور ترین دینی درسگاہ ہے۔ جس میں بیک وقت کئی شعبے کام کر رہے ہیں۔ شعبہ درس نظامی، شعبہ حفظ مع تجوید، شعبہ افتاء، شعبہ ناظرہ قرآن پاک، شعبہ اکبریہ للبنات، شعبہ اکبریہ ہائی سکول، شعبہ کمپیوٹر سنٹر۔ اسی طرح عورتوں کی تعلیم وتربیت کا ادارہ اکبریہ ووکیشنل سکول شامل ہیں۔

اس کے علاوہ مدرسہ کی عالیشان ٹرپل سٹوری خوبصورت بلڈنگ بڑے مینار و گنبد والی مشہور جامع مسجد واقع شاہراہ بلوخیل روڈ۔ اس کے علاوہ قبلہ استاذیم صاحب میانوالی کی مرکزی عید گاہ کے متولی، منتظم اعلیٰ بھی ہیں۔ نماز عیدین وجنازہ اہلیان میانوالی وہاں پڑھتے ہیں۔

جس کو استاذیم صاحب نے اپنی محنت شاقہ سے جملہ سہولیات سے آراستہ کیا ہوا ہے۔ اب اسکی تزئین کا کام جاری ہے۔

عشق رسول و سفر حج حضرت علامہ الحاج صاحبزادہ محمد عبدالمالک صاحب دام اقبالہ ایک بلند پایہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت متقی وپرہیزگار اور عشق رسول ﷺ کے نشہ میں مخمور بھی ہیں۔ قبلہ استاذیم صاحب ہر وقت مدینہ طیبہ کی یادوں میں گم رہتے ہیں۔ آپ کو مدینہ سے بے پناہ عشق ومحبت ہے۔ جب عشق کو محبت والی آگ گرماتی ہے تو دیار حبیب کو چلے جاتے ہیں۔ **سفر حج و زیارات** دینی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے 1977 میں پہلی دفعہ پھر 1991 کو دوسری دفعہ حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ 1996، 1998، 2005 کو تین دفعہ زیارات وعمرہ کرنے کا موقع ملا۔ مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھنے کی سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی۔ ایران، عراق، ہندوستان متعدد بار سفر زیارت اختیار فرمایا۔

(فتاویٰ اکبریہ) علم فقہ سے قبلہ استاذیم کو خصوصی شغف ہے اور فتاویٰ نویسی محبوب مشغلہ، افتا کے اندر بھی تحقیق کا جلال و جمال عیاں ہے۔ خلاق عالم جل وعلا نے بہت مضبوط قوت حافظہ آپ کو عطا فرمایا ہے۔ ہزاروں جزئیات زبانیں یاد رکھنے والے اس فن کی منفرد شخصیت ہیں۔ جس کا اعتراف اکثر و بیشتر معاصر علماء وفضلاء کرتے رہتے ہیں، بلکہ علماء ومحققین نے آپ کو فقیہہ العصر کا لقب دیا ہے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہماری دعا ہے کہ قبلہ استاذیم کو عمر خضر، علم نافع اور بہترین جزا خیر عطا فرمائے ان کے ظل ہمایوں و در آزے دراز تر فرمائے اوان کے فیض کو عام و تام کرے۔

آمین ثم آمین

ابو العرفان حافظ محمد علی اعظمی

فاضل جامعہ اکبریہ میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تقریظ

﴿فتاویٰ اکبریہ مشعل راہ﴾

جلالۃ العلم شیخ العرب و العجم محدث اعظم حضرت

علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی محدث بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیر طویل عرصہ سے صاحب فراش ہے۔ اندریں دوران کوئی کام دلچسپی سے سرانجام نہیں ہو رہا۔ حضرت علامہ مولانا محمد عبدالمالک صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا مکتوب گرامی پہنچا۔ فقیر کے لیے حکم تھا کہ فتاویٰ اکبریہ کے لیے کچھ لکھوں۔ تعمیل ارشاد کی عدم تکمیل سوء ادب سمجھا۔ اس وقت عوارض امراض کی میں ہوں اور پھر سالانہ دورۂ تفسیر قرآن کی تدریس کا کام زوروں پر ہے۔ علامہ موصوف مدظلہ کے ارشاد کے پیش نظر فتاویٰ اکبریہ کے کتاب العقائد اور باب الامامت کا مطالعہ کیا اور ابواب کے بعض مقامات باصرہ نواز ہوئے تو خوب سے خوب تر محسوس ہوئے، بالخصوص مقدمہ فتاویٰ اکبریہ جو مولانا موصوف کا اپنا لکھا ہوا ہے خوب ہے۔ فتاویٰ کے مندرجات اور ترتیب بھی موضوع ہے۔ فتاویٰ اکبریہ علماء کے مطالعہ کی چیز ہے، ویسے ہی مفتیوں کے لیے بھی مشعل راہ ہے اور عوام کے استفادہ و استفاضہ کا بہترین سرمایہ ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس فتویٰ کے ترتیب کرنے والے میرے دورۂ تفسیر القرآن کے شاگرد حافظ محمد علی اعظمی ہیں۔ دعا ہے کہ مولانا موصوف مدظلہ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر ان کے اور ان کے معاونین کے لیے سرمایہ آخرت بنائے۔

(آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اجمعین)

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی

رضوی غفرلہ بہاولپور

۸ شعبان المعظم بروز ہفتہ

☆☆☆

صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تقریظ

﴿فتاویٰ اکبریہ ایک انمول تحفہ﴾

فاضل جلیل عالم نبیل رئیس المتکلمین

حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری لاہور

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين و على اله

و آصحابه اجمعين

بسم الله الرحمن الرحيم

اس عالم ہستی کے وجود سے لے کر اب تک نہ جانے کتنے افراد آئے محدود وقت گذار کا عالم بقا کو چلے گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی یادیں لوگوں کے دلوں سے محو ہو گئیں۔ لیکن اس عالم وجود کو کچھ ایسے پاکیزہ نفوس نے زینت بخشی جنہوں نے اپنے بلند پایہ افکار و خیالات کی بنا پر علوم و فنون کی دنیا میں چار چاند لگا دیئے اور مسلمانوں کی زمام قیادت اپنے ہاتھوں میں لے کر مذہب و ملت کی وہ عظیم خدمات انجام دیں جسے عالم اسلام کبھی فراموش نہ کر سکے گا۔ ملت اسلامیہ میں بے شمار ہر دور میں علماء گزرے ہیں جنہوں نے خداداد صلاحیت اور استعداد سے مذہب حق اہلسنت و جماعت کی تبلیغ اور اس کی ترویج و اشاعت پر اپنے جگر کا خون بھی نچھاور کر دیا۔ ملک پاکستان کی تاریخ میں چند علماء نے احیا علوم اسلامیہ کے محاذ پر پورے اخلاص و تندہی اور صبر و استقلال کے ساتھ کام کیا اور تاریخ ساز کارنامے انجام دیئے۔ انہی اکابر علماء اہلسنت میں سے فاضل اجل عالم باعمل محمد عبد المالک صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ذات بھی ہے۔ آپ ایک عالم عظیم القدر فقیہ اور صاحب فکر و نظر محقق بھی ہیں۔ آپ کے فتوے کا مجموعہ فتاویٰ اکبریہ تمام مراحل سے گزر کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مجموعہ بہت ساری خوبیوں کا حامل ہے جو ایک مشک کی طرح ہے جس کی خوشبوں مشام جان معطر کر دیتی ہے۔اس کے تعارف کے لیے کسی عطاری شہادت کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔**فتاویٰ اکبریہ** کے چند فتاویٰ جات کو دیکھنے کی توفیق ہوئی یہ فتاویٰ مدلل اور آسان ترین طریقے سے لکھ کر آنے والے مفتی صاحبان کے لئے آسانی پیدا کر دی۔یہ آپ کا احسان عظیم ہے۔جس کی صاحبان علم کو ضرورت تھی۔اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے۔میا نوالی کی سر زمین سے ہم کو اس وجہ سے بھی پیار ہے کہ اس میں مجاہد ملت محمد **عبد الستار خان** نیازی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مدفن ہے۔اور اس میں جامعہ اکبریہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

حضرت مولانا علامہ صاحبزادہ عبدالمالک صاحب دامت برکاتہم العالیہ اس وقت کے اکابر اور معتبر علماء میں سے ہیں۔علاقہ بھر کے لوگ دینی مسائل میں فتویٰ حاصل کرنے کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور الحمدللہ! ان کے فتوے کو عوام وخواص اعتماد کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ان کے جاری کردہ فتاویٰ کی دو جلدیں طباعت کے لیے تیار ہیں اور اس وقت ایک جلد میرے سامنے ہے جس میں عقائد کے باب سے لے کر جماعت کے باب تک کے مسائل میں نے دیکھے ہیں۔ان کا ہر فتویٰ مضبوط دلیل سے مزین ہے۔

اللہ کرے کہ ان کی یہ کوشش زیور طباعت سے آراستہ ہو کر مفید عام بنے۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری

لاهور

۲۷-۵-۰۶

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حسن انتخاب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ نمبر	کتاب العقائد	صفحہ نمبر
۱	کیا اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ حاضر و ناضر ہے	٦٠
۲	اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے لفظ عاشق کا استعمال کرنا کیسا ہے	٦١
۳	اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے اوپر، نیچے والا بولنا کیسا ہے	٦٣
۴	کیا حضور علیہ السلام حاضر و ناضر ہیں	٦٣
۵	کیا آپ ماکان و مایکون کا علم رکھتے ہیں	٦٤
٦	کیا انبیاء سے گناہ کبیرہ کا صدور ہوتا ہے	٦٥
۷	اللہ تعالیٰ کی طرح حضور علیہ السلام عالم الغیب ہیں	٦٦
۸	کیا خواب میں آپ علیہ السلام کی زیارت ہوسکتی ہے	٦٧
۹	جو زمین کا حصہ آپ علیہ السلام کے جسم اقدس کے ساتھ ہے وہ کعبہ سے افضل ہے	٦٨
۱۰	تلاوت کرنے والے کے کان میں آپ علیہ السلام کا نام پہنچا وہ درود پاک پڑھے یا تلاوت جاری رکھے۔	٦٩
۱۱	شفاعت رسول علیہ السلام کے منکر امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے	٦٩
۱۲	حضور علیہ السلام کا نام سنکر انگوٹھا چوم کر درود پاک پڑھنا کیسا ہے	۷٠
۱۳	گستاخ رسول کی سزا	۷۱
۱۴	گستاخ رسول کے متعلق امت مسلمہ کا اجماع	۷۳
۱۵	آپ علیہ السلام کے والدین مؤمن تھے یا نہ	۷۵

۱۶	چہار بنات کا ثبوت (شیعہ کتب سے)	۸۷
۱۷	کیا حضرات انبیاء واولیا سے مدد مانگنا شرک ہے	۹۲
۱۸	کیا حضرت سیدنا امیر معاویہؓ پر لعنت کرنا جائز ہے	۹۶
۱۹	علماء ومشائخ کے ہاتھ چومنا کیسا ہے	۹۸
۲۰	کیا مردے قبروں میں سنتے ہیں	۹۹
۲۱	شرک اور بدعت کیا ہے	۱۰۰
۲۲	جو سنی مولوی شیعہ کی مجالس میں شریک ہو	۱۰۳
۲۳	نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا کیسا ہے	۱۰۵
۲۴	یزید کو کافر کہنا کیسا ہے	۱۰۶
۲۵	پیر فوت ہونے کے بعد دوسری جگہ بیعت ہونا کیسا ہے	۱۰۸
۲۶	شیعہ کافر کیوں؟	۱۰۹
۲۷	مرتد کی شرعی سزا کیا ہے	۱۱۳
۲۸	ماہ صفر کی چوری کی شرعی حیثیت	۱۱۷
۲۹	آپ ﷺ کے والدین کے متعلق امام اعظم کا عقیدہ	۱۱۸
	کتاب الطہارت	
۳۰	کاغذ سے استنجا کرنا کیسا ہے	۱۲۱
۳۱	حوض اور ٹینکوں کو کس طرح پاک کیا جائے	۱۲۱
۳۲	بازو پر چوٹ لگی خون نہ نکلا کیا وضو باقی ہے	۱۲۳
۳۳	وضو کے استعمال سے پانی کی چھینٹیں اگر کنویں میں گریں تو	۱۲۴

۳۴	کنویں میں استعمالی جوتا گر جائے اور اس پر نجاست بھی لگی ہوئی ہو تو	۱۲۴
۳۵	مٹکا یا گھڑے کو کس طرح پاک کیا جائے	۱۲۴
۳۶	روزے سے مشت زنی کرنا کیسا ہے	۱۲۵
۳۷	نئے کپڑے سے نماز پڑھنا کیسا ہے	۱۲۶
۳۸	استنجاء کے بغیر نماز پڑھنے کا حکم	۱۲۶
۳۹	ساڑھی میں نماز پڑھنے کا حکم	۱۲۷
۴۰	کیا نیت زبان سے کرنا ضروری ہے	۱۲۷
۴۱	نجاست والے حصہ کو تین بار دھونے کا حکم	۱۲۸
۴۲	دودھ پیتے بچے کے پیشاب کا حکم	۱۲۸
۴۳	چوہے کی میگن کھانے کی اشیاء میں مل جانے کا حکم	۱۲۸
۴۴	موٹے کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ	۱۲۹
۴۵	گھریلو کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کے پاک کرنے کا حکم	۱۲۹
۴۶	فرش کو پاک کرنے کا حکم	۱۳۰
۴۷	خون آلود گوشت کھانے کا حکم	۱۳۰
۴۸	کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا حکم	۱۳۱
	باب الغسل	
۴۹	غسل جنابت میں پلید کپڑا لپیٹ کر غسل کرنا کیسا ہے	۱۳۳
۵۰	جسم پر تیل لگا ہوا ہو تو	۱۳۴
۵۱	دانتوں میں چاندی کی میخیں بوقت غسل پانی کا پہنچانا کیسا ہے	۱۳۴

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۵۲	جماع کے بعد پیشاب نہ کرے کیا غسل درست ہوگا	۱۳۴
۵۳	غسل جنابت کے لیے تمام بدن اور سر کے بالوں کے تر کرنے کا حکم	۱۳۵
۵۴	غسل کا اسلامی طریقہ	۱۳۵
۵۵	حائضہ عورت کے لیے غسل جنابت کا حکم	۱۳۶
۵۶	بغیر غسل کے جماع کا حکم	۱۳۶
۵۷	نجس کپڑے پہن کر غسل کا حکم	۱۳۷
۵۸	میت کو غسل دینے والے کے غسل کا حکم	۱۳۷
۵۹	وفات کے بعد مرد بیوی کو اور بیوی مرد کو دیکھ سکتے ہیں	۱۳۸
	باب الوضو	
۶۰	نماز کی حالت میں پیشاب کے قطرے گر جانے کا حکم	۱۴۰
۶۱	زیب و زینت بناؤ سنگھار کا حکم	۱۴۰
۶۲	وضو میں گھنی داڑھی کے خلال کا حکم	۱۴۱
۶۳	نماز کے فوت ہونے کی صورت میں وضو کے اختصار کا حکم	۱۴۲
۶۴	آنکھ سے پانی بہنے کی صورت میں وضو کا حکم	۱۴۲
۶۵	بواسیر کی رطوبت کپڑے کو لگی اس صورت میں وضو باقی ہے یا نہ	۱۴۳
۶۶	شہوت سے بیوی کو ہاتھ لگانے اور نظر کرنے سے وضو ٹوٹ جانے کا حکم	۱۴۴
۶۷	غسل جنابت کے وضو کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم	۱۴۴
۶۸	عورتوں کے سر کے مسح کا حکم	۱۴۵
۶۹	مسواک کی جگہ ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کرنے کا حکم	۱۴۶

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۷۰	موئے زیرناف کا شرعی حکم	۱۴۷
۷۱	زخم سے مواد کے خارج ہونے کی صورت میں وضو کا حکم	۱۵۰
	باب تیمم	
۷۲	گوبر مٹی والی دیوار سے تیمم کرنا کیسا ہے	۱۵۳
۷۳	سردی کی وجہ سے تیمم کا حکم	۱۵۳
۷۴	تیمم سے نماز جنازہ میں شریک ہوا کیا اُسی تیمم سے فرض نماز ادا کر سکتا ہے	۱۵۴
۷۵	کیا بیماری کے خوف سے تیمم کر سکتا ہے	۱۵۴
۷۶	تیمم کر کے قرآن پاک پڑھنا کیسا ہے	۱۵۵
۷۷	فالج کا مریض تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے	۱۵۶
۷۸	زخم والے حصہ پر مسح کر کے تیمم کرنا کیسا ہے	۱۵۶
۷۹	مرض جریان میں کپڑے پاک رکھنا مشکل ہو تو وضو کا حکم	۱۵۷
۸۰	نماز کا وقت تنگ ہو تیمم کر کے نماز پڑھنے کا حکم	۱۵۷
	باب الاذان	
۸۱	اہل تشیع کی اذان	۱۶۰
۸۲	نابالغ کی اذان کا حکم	۱۶۱
۸۳	فاسق کی اذان کا حکم	۱۶۲
۸۴	جمعہ کی اذان مسجد کے اندر دینے کا حکم، اذان کے بعد صلوٰۃ کہنا کیسا ہے	۱۶۳

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۸۵	حی الفلاح پر قیام کا حکم	۱۶۵
۸۶	اذان میں حضورﷺ کا نام چومنا کیسا ہے	۱۶۸
۸۷	تثویب کا حکم	۱۷۰
۸۸	نوعمر لڑکے کی اذان کا حکم	۱۷۲
۸۹	تلاوت قرآن کے وقت اذان کا جواب دینے کا حکم	۱۷۲
۹۰	صبح کی اذان کا وقت کیا ہے	۱۷۳
	باب المساجد	
۹۱	سود کے مال سے مسجد وعیدگاہ بنانے کا حکم	۱۷۵
۹۲	مسجد کے گاڈروٹی آئرن فروخت کرنے کا حکم	۱۷۵
۹۳	کیا کافر مسجد میں داخل ہوسکتا ہے	۱۷۶
۹۴	مسجد گرا کر حکومت تفریحی پارک بنائے تو	۱۷۹
۹۵	مسجد کی باقی ماندہ زمین کا حکم	۱۸۳
۹۶	مسجد کے لیے زمین کا وقف ہونا ضروری ہے	۱۸۳
۹۷	فوت ہوتے وقت وصیت کی میرا گھر اور گھریلو اشیاء مسجد کے لیے وقف ہیں	۱۸۵
۹۸	مسجد کے قریب آبادی نہ رہی مسجد کا سامان اپنے گاؤں کی مسجد میں لگانے کا حکم	۱۸۶
۹۹	کیا امام مسجد، مسجد کی اشیاء اپنے مصرف میں لاسکتا ہے	۱۸۷
۱۰۰	مسجد کے پیسے سے امام مسجد کا کوارٹر تعمیر کرنے کا حکم	۱۸۸
۱۰۱	حکومت کی اراضی پر مسجد بنائی گئی ہو تو	۱۸۹
۱۰۲	مسجد کے مین گیٹ پر بورڈ لکھوانا کیسا ہے	۱۹۰

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰۳	مسجد میں بچوں کو قرآن پاک پڑھانے کا حکم	۱۹۰
۱۰۴	مدرسہ کے اوپر مسجد بنانے کا حکم	۱۹۱
۱۰۵	مسجد کی نئی تعمیر میں قبریں موجود ہوں تو	۱۹۲
۱۰۶	پرانی مسجد کو ویران کر کے نئی مسجد بنانے کا حکم	۱۹۳
۱۰۷	مسجد کے لیے زبانی وقف درست ہے یا نہیں	۱۹۴
	باب الجماعت	
۱۰۸	نماز کی جماعت کے لیے کتنے مقتدیوں کا ہونا ضروری ہے	۱۹۶
۱۰۹	نماز کا وقت ہو گیا ایک نمازی سنتیں پڑھ رہا ہے انتظار کیا جائے یا نہ	۱۹۶
۱۱۰	امام داہنی یا بائیں جانب سلام پھیر رہا ہے جماعت میں شامل ہونے کا حکم	۱۹۷
۱۱۱	نمازیوں کو جماعت کے لیے کب کھڑا ہونا چاہیے	۱۹۸
۱۱۲	نمازیوں کو جماعت کے لیے کب کھڑا ہونا چاہیے	۱۹۹
۱۱۳	بیس سال عمر کے لڑکے کی اقتدا میں نماز پڑھی جائے تو	۲۰۷
۱۱۴	امام مسجد نماز پڑھانے اور قرآن پاک پڑھنے، پڑھانے کی تنخواہ لے تو	۲۰۸
۱۱۵	امام کے پیر کے انگوٹھے اور انگلی زمین پر نہ جمے تو	۲۰۹
۱۱۶	آیت سجدہ کا نماز میں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم	۲۱۰
۱۱۷	نماز کے لیے دو جائے نماز بچھائے جانے کا حکم	۲۱۰
۱۱۸	اما وتر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھے بغیر رکوع میں چلا جائے تو	۲۱۱
۱۱۹	ایک آدمی مسجد میں آیا جماعت ہو رہی تھی شامل ہونے کی بجائے علیحدہ نماز شروع کر دی تو	۲۱۱

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲۰	قضائے حاجت کرے یا جماعت میں شامل ہو	۲۱۲
۱۲۱	بوجہ حفاظت گھر جماعت میں حاضر نہ ہونے کا حکم	۲۱۲
	باب الامامۃ	
۱۲۲	فاسق کی اقتدا کا حکم	۲۱۴
۱۲۳	امام ایک سورۃ کے ساتھ دوسری سورۃ ایک ہی رکعت میں پڑھے تو	۲۱۷
۱۲۴	تنخواہ، نذرانہ کو تنخواہ تصور کرلے اور کئی ماہ سے تنخواہ نہیں ملی تو کیا سمجھنا چاہیے	۲۱۸
۱۲۵	صبح کی نماز نہ پڑھنے والا امامت کرائے تو	۲۱۹
۱۲۶	امام کے منکوحہ عورت کے نکاح پڑھنے کا حکم	۲۱۹
۱۲۷	داڑھی منڈوانے و کتروانے والا امامت کرائے تو	۲۲۰
۱۲۸	جماعت بھر میں کوئی شخص قرآن نہیں پڑھا ہوا صرف داڑھی منڈا قرآن پڑھا ہوا ہو تو	۲۲۰
۱۲۹	بالغ مگر داڑھی نہیں نکلی جماعت کرانے کا حکم	۲۲۱۰
۱۳۰	صبح کی نماز ہمیشہ چھوڑنے والے کا حکم	۲۲۱
۱۳۱	داڑھی کی شرعی حد کیا ہے	۲۲۲
۱۳۲	داڑھی کتروانے والے حافظ کی اقتداء میں نماز تراویح پڑھنے کا حکم	۲۲۳
۱۳۳	امام صاحب کی زبان لقوہ کے سبب ماری گئی صحیح حروف ادا نہ کرسکے تو	۲۲۴
۱۳۴	کوئی سنی بدعقیدہ کی اقتداء میں نماز پڑھے تو	۲۲۴
۱۳۵	امام صاحب سجدہ کرتے وقت پیر کی انگلیوں کے پیٹ زمین پر نہ لگائے تو	۲۲۶
۱۳۶	امام فلمیں دیکھے، زنا کرے، نمازیں قضاء کرے تو	۲۲۷
۱۳۷	امام جلدی سے سجدہ یا رکوع کرے، مقتدی تین مرتبہ تسبیح نہ کہہ سکے تو	۲۲۹

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳۸	ایک رکعت میں دو سورتیں علیحدہ علیحدہ پڑھیں تو	۲۲۹
۱۳۹	مستقل امام کی موجودگی میں دوسرے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے جبکہ مستقل امام اجازت نہ دے تو	۲۳۰
۱۴۰	ایک امام کی امامت پر اگر اہل محلہ متفق نہ ہوں تو	۲۳۰
۱۴۱	ایک امام کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص کو امام مقرر کرنا کیسا ہے	۲۳۱
۱۴۲	امام صاحب کو تنخواہ دی جاتی ہو اور وہ کبھی کبھی ناغہ کرتے ہوں تو	۲۳۱
۱۴۳	امامت اور اذان کے فرائض ایک ہی شخص انجام دینے کا حکم	۲۳۲
۱۴۴	نابینا شخص کی امامت کا حکم	۲۳۲
۱۴۵	امام کے شطرنج و تاش وغیرہ کھیلنے کا حکم	۲۳۳
۱۴۶	بواسیر کی بیماری میں مبتلا امام کا حکم	۲۳۳
۱۴۷	امام سنی لڑکے کا نکاح بد مذہب لڑکی سے پڑھوا دے تو	۲۳۴
۱۴۸	امام مسجد کم تولے اور جھوٹ بولے تو	۲۳۴
۱۴۹	امام مقتدیوں کو منافق، آوارہ، الزام تراشی کرے تو	۲۳۵
۱۵۰	جو امام نمازیوں کو کتا، فصلی بٹیرے، کنجر کہے تو	۲۳۵
۱۵۱	امامت کے لیے قاری افضل ہے یا عالم	۲۳۷
۱۵۲	والدین کا گستاخ مستقل امام کی اجازت کے بغیر جماعت کرائے تو	۲۳۹
۱۵۳	اکثر نمازی امام مسجد کے مخالف ہوں تو	۲۴۰
۱۵۴	امام مسجد پر زنا کی تہمت لگی ہو تو	۲۴۱

کتاب الصلوٰۃ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۵۵	ٹیلی ویژن پر نماز پڑھی جا رہی ہو تو کیا اس امام کی اقتدا میں نماز پڑھی جا سکتی ہے	۲۴۴
۱۵۶	مصور کپڑوں میں نماز پڑھنا کیسا ہے	۲۴۵
۱۵۷	ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم	۲۴۵
۱۵۸	سفر شرعی کی مسافت کا حکم	۲۴۷
۱۵۹	باریک کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم	۲۴۸
۱۶۰	امام کا محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانے کا حکم	۲۵۰
۱۶۱	مقتدی کا غلط لقمہ دینے کا حکم	۲۵۱
۱۶۲	ایڑی کو رکوع میں سرین سے علیحدہ کرنے کا حکم	۲۵۱
۱۶۳	قرآت میں قرآن پاک زیر لب پڑھنے کا حکم	۲۵۳
۱۶۴	عورت کا بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے	۲۵۳
۱۶۵	نماز کے دوران نگاہ کا حکم	۲۵۴
۱۶۶	نماز کے دوران نگاہ گھڑی پر پڑ جانے کا حکم	۲۵۵
۱۶۷	سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنی چاہیے یا نہیں	۲۵۶
۱۶۸	نماز تراویح میں سورۃ اخلاص کے تکرار کا حکم	۲۵۸
۱۶۹	سجدہ میں ناک زمین پر نہ لگنے کا حکم	۲۵۹
۱۷۰	سجدہ کی حالت میں انگوٹھوں کا زمین پر نہ لگنے کا حکم	۲۵۹
۱۷۱	امام نے بھول کر تراویح میں لفظ محمد، صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا تو	۲۶۰
۱۷۲	طویل دعا مانگنا کیسا ہے	۲۶۱
۱۷۳	مسافر سنت مؤکدہ ادا کرے یا نہ	۲۶۲

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۷۴	رمضان المبارک میں صبح کی نماز جلدی پڑھنا کیسا ہے	۲۶۵
۱۷۵	نماز مغرب کا وقت کتنا ہے	۲۶۵
۱۷۶	نوافل اور تحیۃ المسجد صبح کے بعد پڑھنا کیسا ہے	۲۶۶
۱۷۷	بعد از نماز عصر نوافل کا پڑھنا کیسا ہے	۲۶۶
۱۷۸	امام صاحب فرض نماز کے بعد دعا مانگتے ہیں مگر سنت و نوافل میں منع کرتے ہیں۔	۲۶۷
۱۷۹	تسبیح، تراویح پڑھنا کیسا ہے	۲۶۹
۱۸۰	بعد از نماز ذکر بالجہر کا حکم	۲۷۰
۱۸۱	مروجہ شبینہ پڑھنا کیسا ہے	۲۷۱
۱۸۲	سجدہ شکر کا حکم	۲۷۳
۱۸۳	عورت کا نماز میں بلند آواز سے قرآۃ کا حکم	۲۷۳
۱۸۴	معذور کی نماز کا حکم	۲۷۴
۱۸۵	نیت کرتے وقت ظہر کے بجائے منہ سے عصر نکل جائے تو	۲۷۵
۱۸۶	اللہ اکبر کی بجائے اللہ اکبار نکل جائے تو	۲۷۵
۱۸۷	محلّہ کی مسجد چھوڑ کر نماز ادا کرنے کا حکم	۲۷۶
۱۸۸	نماز میں بیوی کے برابر کھڑا ہونا کیسا ہے	۲۷۶
۱۸۹	آذان سن کر مسجد میں نماز نہ پڑھنا کیسا ہے	۲۷۷
۱۹۰	تکبیر اولی کا ثواب کب تک رہتا ہے	۲۷۸
۱۹۱	اہلسنت کی نماز میں بدعقیدہ کا نماز پڑھنا کیسا ہے	۲۷۸
۱۹۲	نابالغ لڑکے کا جماعت کی صف میں شامل ہونے کا حکم	۲۷۸

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۹۳	جماعت میں خالی جگہ چھوڑ دی، اس کے پُر کرنے کا حکم	۲۷۹
۱۹۴	بے ریش کا پہلی صف میں کھڑا ہونا کیسا ہے	۲۷۹
۱۹۵	نماز میں قہقہہ لگانا کیسا ہے	۲۸۰
۱۹۶	امام سے پہلے رکوع کرنے کا حکم	۲۸۰
۱۹۷	حالت نماز میں خیالات میں گم ہونا کیسا ہے	۲۸۱
۱۹۸	دعائے قنوت کی جگہ سورۃ اخلاص پڑھنا کیسا ہے	۲۸۱
۱۹۹	صبح کی سنتیں کب تک پڑھی جا سکتی ہیں	۲۸۲
۲۰۰	صلوٰۃ اوابین کتنی رکعتیں ہیں	۲۸۲
۲۰۱	حالت بیماری میں کچھ نمازیں رہ گئی اور مریض فوت ہو گیا انکا حکم	۲۸۳
۲۰۲	روزہ اور قضاء نمازوں کے کفارہ کا حکم	۲۸۴
۲۰۳	حالت سفر میں وتر اور سنتیں پڑھنے کا حکم	۲۸۵
۲۰۴	بعد از نماز فرض ذکر بالجہر (ایک تحقیق)	۲۸۵
۲۰۵	پانچ نمازوں کا ثبوت	۲۸۸
۲۰۶	حالت نماز میں موبائل کی گھنٹی بجنا شروع ہو جائے تو	۲۸۹
	باب مفسدات نماز	
۲۰۷	نماز کے اندر اپنے جسم کو بار بار کھجلانے کا حکم	۲۹۲
۲۰۸	ایک آیت کو چھوڑ کر دوسری آیت پڑھنے کا حکم	۲۹۲
۲۰۹	پینٹ و بوشرٹ پہن کر نماز پڑھنے کا حکم	۲۹۳
۲۱۰	حالت نماز میں پاؤں کا انگوٹھا امام سے آگے ہو جانے کا حکم	۲۹۳

۲۱۱	نماز میں امام کے سینہ کا بٹن کھلا تھا، نماز پڑھا دینے کا حکم	۲۹۴
۲۱۲	عینک لگا کر سجدہ کرنے کا حکم	۲۹۵
۲۱۳	تانبہ، پیتل، اور لوہے کے زیورات پہن کر نماز پڑھنے کا حکم	۲۹۵
۲۱۴	قعدہ اخیرہ میں بھول کر کھڑے ہونے کا حکم	۲۹۵
۲۱۵	ضاد کو ظاء پڑھنا کیسا ہے	۲۹۶
	باب سجدہ تلاوت	
۲۱۶	سجدہ تلاوت کا حکم	۳۰۱
	باب التراویح	
۲۱۷	نماز تراویح مسجد میں نہ پڑھی گھر میں پڑھنے کا حکم	۳۰۴
۲۱۸	نماز تراویح چھوٹ جانے کا حکم	۳۰۴
۲۱۹	نابالغ امام کے پیچھے تراویح پڑھنے کا حکم	۳۰۵
۱۲۰	ختم قرآن حافظ اور سامع کو پیسے وغیرہ دینے کا حکم	۳۰۵
۲۲۱	تراویح پڑھانے کے لیے کتنی عمر کا ہونا ضروری ہے	۳۰۶
۲۲۲	حافظ کو غلط لقمہ دیکر پریشان کرنے کا حکم	۳۰۶
۲۲۳	حافظ تراویح پڑھا رہا ہے سامع نے اسی وقت نیت باندھ کر لقمہ دیا پھر نماز توڑنے کا حکم	۳۰۷
۲۲۴	امام کے پیچھے عورتیں اقتدا کر سکتیں ہیں	۳۰۷
۲۲۵	نماز تراویح میں سامع قرآن پاک کھول کر سماعت کر سکتا ہے یا نہیں	۳۰۷
۲۲۶	تراویح میں ایک بار ختم قرآن سنت ہے	۳۰۸

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۲۷	غیر مقتدی کا لقمہ دینا کیسا ہے	۳۰۹
۲۲۸	تراویح میں چھوٹا ختم قرآن پاک پڑھنا کیسا ہے	۳۰۹
	باب النوافل	
۲۲۹	فرائض کے بعد نوافل پڑھنا ضروری ہیں	۳۱۲
۲۳۰	صلوٰۃ التسبیح کی جماعت کا حکم	۳۱۲
۲۳۱	وتر کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھنا افضل ہیں	۳۲۲
	باب الصلوٰۃ المسافر	
۲۳۲	حالت سفر میں سنتیں پڑھنے کا مسئلہ	۳۲۵
۲۳۳	چلتی ٹرین پر نماز پڑھنے کا حکم	۳۲۵
۲۳۴	مسافر سفر پر نکلنے والا کب شرعی مسافر ہوگا، نیز فرض نماز جماعت سے نہ پڑھنے والا جماعت وتر میں شامل ہوسکتا ہے	۳۲۷
	باب العیدین	
۲۳۵	عید کی نماز کا سلام پھیر کر فوراً خطبہ پڑھنا چاہیے یا کچھ دیر بعد	۳۳۰
۲۳۶	عید کی نماز کی پہلی رکعت میں امام تکبیرات زوائد کو بھول گیا اور سورۃ فاتحہ ختم کر دی تو	۳۳۱
۲۳۷	نماز عید میں بھول کر کچھ تکبیرات واجبہ چھوڑ کر رکوع میں چلا گیا	۳۳۳
۲۳۸	ایام تشریق میں تکبیر پر فرض نماز کے بعد کہی جانے کا حکم	۳۳۴
۲۳۹	ایام تشریق کی تکبیریں نہ کہی جائیں تو	۳۳۵
۲۴۰	عید کی نماز جامع مسجد میں پڑھنے کا حکم	۳۳۵

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۴۱	علامہ محمود علیہ الرحمۃ کا ایک صدی پرانا فتویٰ	۳۳۶
	باب الجمعہ	
۲۴۲	نماز جمعہ کی شرائط نہ پائی جانے کا حکم	۳۴۲
۲۴۳	بعد ادائے جمعہ سنتوں کا حکم	۳۴۲
۲۴۴	نماز جمعہ کی شرائط	۳۴۳
۲۴۵	ایک مرتبہ خطبہ پڑھا گیا، ایک اور امام نے کہا پھر پڑھونگا	۳۴۵
۲۴۶	امام خطبہ ونماز جمعہ کے درمیان بات کرسکتا ہے	۳۴۵
۲۴۷	دوسری آذان کے بعد دعا مانگنے کا حکم	۳۴۶
	باب صلوٰۃ الجنائز	
۲۴۸	خودکشی کرنے والے کی نماز کا حکم	۳۵۲
۲۴۹	نماز جنازہ زوال کے وقت پڑھنے کا حکم	۳۵۲
۲۵۰	مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم	۳۵۳
۲۵۱	جنازہ گاہ کے لیے بدمذہب سے رقم لینے کا حکم	۳۵۴
۲۵۲	قبر پر اذان کا حکم	۳۵۴
۲۵۳	قبر پر اجرت طے کرکے قرآن پاک پڑھوائے جانے کا حکم	۳۵۵
۲۵۴	میت کا کفن کتنا ہونا چاہیے نیز کفن پہنانے کا طریقہ	۳۵۸
۲۵۵	شوہر کا بیوی کے جنازے کو کندھا دینا کیسا ہے	۳۶۰
۲۵۶	غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے	۳۶۰

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۵۷	دوبارہ نماز جنازہ بیٹا پڑھائے تو	۳۶۲
۲۵۸	چالیسواں میں محلہ والوں اور رشتہ داروں کو دعوت دینا کیسا ہے	۳۶۲
۲۵۹	موت کے موقع پر فضول رسم ورواج کا حکم	۳۶۳
۲۶۰	قل خوانی اور تیجہ وغیرہ کے موقع پر دعوت نامے جاری کرنا کیسا ہے	۳۶۵
۲۶۱	قبرستان لے جاتے وقت میت کا سر کس طرف ہو	۳۶۷
۲۶۲	نماز جنازہ میں تاخیر کرنا کیسا ہے	۳۶۸
۲۶۳	غیر محرم مردے کو عورتوں کے دیکھنے کا حکم	۳۶۹
۲۶۴	میت کے قریب قرآن خوانی کا حکم	۳۶۹
۲۶۵	بے نمازی کا نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے	۳۶۹
۲۶۶	نجس جگہ پر نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے	۳۷۰
۲۶۷	کیا ہیجڑے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی	۳۷۰
۲۶۸	دو میتوں کی نماز جنازہ اکٹھی پڑھی جانے کا حکم	۳۷۱
۲۶۹	دعا بعد از نماز جنازہ کا ثبوت	۳۷۱
	باب الزکوٰۃ	
۲۷۰	جی۔ پی فنڈ پر زکوٰۃ کیا واجب ہوگی	۳۷۵
۲۷۱	فکس ڈیپازٹ کی رقم پر زکوٰۃ کب دینا ہوگی	۳۷۵
۲۷۲	چاندی، سونا کا نصاب پورا نہیں، مگر رقم ہے تو کتنی رقم پر صاحب نصاب مانا جائے گا	۳۷۵
۲۷۳	کیا غلہ کی پیداوار میں زکوٰۃ نکالنا واجب ہے	۳۷۶
۲۷۴	زکوٰۃ اور چرم قربانی قریبی رشتہ داروں کو دینے کا حکم	۳۷۷

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۷۵	سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینے کا حکم	۳۷۷
۲۷۶	صدقہ فطر، چرم قربانی اور زکوٰۃ کی رقم کہاں کہاں صرف ہوسکتی ہے	۳۷۷
۲۷۷	مال پر ابھی سال نہیں گزرا، اگر زکوٰۃ ادا کرے تو	۳۷۹
۲۷۸	کتنے غلہ پر نصاب عشر واجب ہے	۳۸۰
۲۷۹	سبزیوں میں زکوٰۃ ہے یا نہ، اگر ہے تو کس حساب سے	۳۸۰
۲۸۰	بھیک مانگنے والوں کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے	۳۸۱
۲۸۱	زکوٰۃ نوٹوں اور سونے چاندی پر ہے	۳۸۲
۲۸۲	کل آمدنی پر زکوٰۃ ہے یا خرچہ نکال کر	۳۸۳
۲۸۳	مشینری پر زکوٰۃ ہے یا نہ	۳۸۴
۲۸۴	جنگلات کے درختوں پر زکوٰۃ ہوگی یا نہ	۳۸۴
۲۸۵	گھر کے برتنوں پر زکوٰۃ ہے یا نہ	۳۸۵
۲۸۶	جانوروں پر زکوٰۃ کا حکم	۳۸۵
	باب الصوم	
۲۸۷	روزہ کی نیت رات کو کرنے کا حکم	۳۸۸
۲۸۸	بغیر سحری کے روزہ رکھنا کیسا ہے	۳۸۸
۲۸۹	روزہ کی حالت میں انجیکشن لگوانا کیسا ہے	۳۸۹
۲۹۰	روزہ افطار کرنے کی دعا کب پڑھی جائے	۳۹۲
۲۹۱	کول گیٹ یا منجن کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں	۳۹۳
۲۹۲	میت کی طرف سے نماز اور روزہ کا فدیہ نکالنے کا مسئلہ	۳۹۴

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۹۳	صدقہ فطر کس شخص پر واجب ہے نیز صدقہ اور زکوۃ کے نصاب میں کیا فرق ہے	۳۹۵
۲۹۴	روزہ نہ رکھنے والے پر صدقہ فطر واجب ہے یا نہ	۳۹٦
۲۹۵	صدقہ فطر کب ادا کیا جائے	۳۹٦
	باب الاعتکاف	
۲۹٦	اعتکاف کا مفہوم کیا ہے	۳۹۸
۲۹۷	اعتکاف کے بنیادی مسائل	۳۹۹
	کتاب الحج	
۲۹۸	حج وعمرہ کی شرائط کیا ہیں (بنیادی مسائل)	۴۰۴
۲۹۹	احرام باندھنے کا طریقہ	۴۰۷
۳۰۰	حج کے موقع پر عورتوں کے پردہ کا حکم	۴۰۹
۳۰۱	امام کا ایام حج کی تنخواہ کا مطالبہ کرنے کا حکم	۴۱۲
۳۰۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر دعا کرنا اور سلام عرض کرنا کیسا ہے	۴۱۳
۳۰۳	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا کیسا ہے	۴۱۸
۳۰۴	بغیر محرم کے عورت حج پر نہ جائے	۴۲۳
	باب الذبائح	
۳۰۵	حلال جانوروں کے کپوروں کے کھانے کا حکم	۴۲۷
۳۰٦	قربانی کا بکرا کتنی عمر کا ہونا لازمی ہے	۴۲۷
۳۰۷	قربانی کے جانور سے بچہ نکلے تو	۴۲۸

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۰۸	خرگوش کا گوشت کھائے جانے کا حکم	۴۲۸
۳۰۹	پانی سے زندہ مچھلی پکڑی بعد میں مرگئی تو	۴۲۹
۳۱۰	جو جانور ذبح سے پہلے مرجائے تو	۴۲۹
۳۱۱	برائلر مرغی کا کھانا کیسا ہے	۴۳۱
۳۱۲	گابھن گائے ذبح کی مرا ہوا بچھڑا نکلا، گوشت کھانے کا حکم	۴۳۶
۳۱۳	طوطا حلال ہے یا نہ	۴۳۷
۳۱۴	ذبح کا شرعی طریقہ	۴۳۸
	کتاب الاضحیہ	
۳۱۵	عشرِ ذوالحجہ کے فضائل	۴۴۰
۳۱۶	قربانی صرف بڑا بھائی کرے یا تمام	۴۴۴
۳۱۷	قربانی نہ کرسکا ایام قربانی گذر گئے تو	۴۴۵
۳۱۸	دسویں ذوالحجہ کو بعد از نماز فجر عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا کیسا ہے	۴۴۵
۳۱۹	دسویں ذوالحجہ کو کرفیو لگ جانے کا حکم	۴۴۶
۳۲۰	بیوی صاحب نصاب مگر قربانی نہ کرسکی تو	۴۴۷
۳۲۱	مال نہیں مگر زمین کا مالک ہے، کیا قربانی واجب ہوگی	۴۴۷
۳۲۲	چھ آدمی ساتواں حصہ حضور ﷺ کے نام کی قربانی کرلیں تو	۴۴۸
۳۲۳	مسجد کی تعمیر میں چرم قربانی کی رقم لگانا کیسا ہے	۴۴۸
۳۲۴	جس جانور کی پیدائشی دم نہ ہو، قربانی کرنا کیسا ہے	۴۵۱
۳۲۵	خصی جانور کی قربانی کرنا کیسا ہے	۴۵۱

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

٣٢٦	ایک تھن والی گائے کی قربانی کا مسئلہ	٤٥٢
٣٢٧	قربانی کی نیت سے دنبہ خرید امگر اس کی قربانی نہ کر سکا اس کا حکم	٤٥٣
٣٢٨	بکرا صحت مند ہے مگر سال میں سے 15 دن کم قربانی کا حکم	٤٥٤
٣٢٩	قربانی کے جانوروں کی عمر کی حد نیز بھینس کی قربانی کا حکم	٤٥٤
٣٣٠	بکری کا بچہ کتیا کا دودھ پی لیتا ہے اس کی قربانی کا حکم	٤٥٦
	باب الحجاب	
٣٣١	عورتوں کو پردے کا حکم ہے اگر نہ کریں تو	٤٥٩
٣٣٢	بے پردہ عورتوں کے اجتماع سے خطاب کرنا کیسا ہے	٤٦١
٣٣٣	جس کی عورت بازار میں بغیر حجاب پھرے کیا خاوند شریک گناہ ہوگا	٤٦٢
٣٣٤	بوڑھی عورت کے پردے کا حکم	٤٦٢
٣٣٥	اجنبی عورت کو دیکھنا کیسا ہے	٤٦٣
٣٣٦	غیر محرم کے پاس عورتیں بغیر حجاب کے آئیں تو	٤٦٣
٣٣٧	عورتوں کا لاؤڈ سپیکر پر محفل میلاد پڑھنا کیسا ہے	٤٦٤
٣٣٨	عدت والی عورت کن لوگوں سے پردہ کرے	٤٦٤
	باب الوراثت	
٣٣٩	پہلی عورت کے لڑکوں سے شادی کا مسئلہ	٤٦٦
٣٤٠	خاوند ملازم تھا فوت ہو گیا اس کی وراثت کی تقسیم کا حکم	٤٦٦
٣٤١	کوثر فاروق کانسٹیبل کی وراثت کی تقسیم	٤٦٧

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۴۲	طارق اعجاز انسپکٹر کی وراثت کی تقسیم	۴۶۸
۳۴۳	محمد ریاض ملازم کی وراثت کی تقسیم	۴۶۸
۳۴۴	جی،پی فنڈ یا دیگر انعامات کی تقسیم	۴۶۹
۳۴۵	بیوی،بیٹوں،بھائی،بہن کی وراثت	۴۷۰
۳۴۶	سگی بہن،علاقائی بہن میں وراثت کی تقسیم	۴۷۰
۳۴۷	بیوہ دو بھائی تین بہنوں کی وراثت	۴۷۱
۳۴۸	بیوہ،ماں،بیٹی سگے بھائی،علاقائی بھائی کی وراثت کی تقسیم	۴۷۲
۳۴۹	مرد کی وفات کے بعد عورت کے تحالف کا حکم	۴۷۲
۳۵۰	بیوہ،لڑکوں اور بھائی کی وراثت کی تقسیم	۴۷۳
۳۵۱	گل محمد کی وراثت کی تقسیم	۴۷۴
۳۵۲	مسماۃ گلاں کی وراثت کی تقسیم	۴۷۵
۳۵۳	ظفر حسین شہید کی وراثت کی تقسیم	۴۷۵
۳۵۴	کلالہ کی وراثت کی تقسیم	۴۷۵
۳۵۵	سگے بھائی بہنوں کی موجودگی میں مادری بھائی کی وراثت کی تقسیم	۴۷۷
۳۵۶	اصل بانو کی وراثت کی تقسیم	۴۷۷
۳۵۷	چچا،چچازاد بھائی اور بہنوں کی وراثت کی تقسیم	۴۷۸
۳۵۸	دودھ شریک بچی کے نکاح کا حکم	۴۷۸
	باب [illegible]	
۳۵۹	مانع حمل ادویات کا فروخت کرنا اور استعمال کرنا کیسا ہے	۴۸۱

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۶۰	خاندانی منصوبہ بندی کے لیے اسقاط حمل جائز ہے	۴۸۲
۳۶۱	کیا شریعت میں عزل جائز ہے	۴۸۳
۳۶۲	کیا بیوی کی اجازت کے بغیر عزل جائز ہے	۴۸۵
۳۶۳	زیادہ بچے ہوں گے تو معاشی حالات خراب ہوں گے یہ نظریہ کیسا ہے	۴۸۶
۳۶۴	کیا اسقاط حمل جائز ہے	۴۸۷
	باب الرسومات	
۳۶۵	سہرا باندھنا کیسا ہے	۴۹۰
۳۶۶	کیا شادی کے موقع پر ڈھول، گانا وغیرہ جائز ہے؟	۴۹۰
۳۶۷	دعوت ولیمہ کا حکم.	۴۹۱
۳۶۸	دعوت ولیمہ میں اگر عقیقہ کا گوشت ملا کر مہمانوں کا کھلایا جائے تو	۴۹۲
۳۶۹	کھڑے ہو کر کھانا کیسا ہے	۴۹۳
۳۷۰	کیا گانا بجانا، سننا جائز ہے	۴۹۳
	مسائل شتّی	
۳۷۱	غیر ممالک سے آنے والے صابن پاک ہیں یا نہیں	۴۹۸
۳۷۲	بینک کی ملازمت کرنا کیسا ہے	۴۹۹
۳۷۳	محفل میلاد میں جوتے چوری ہو گئے	۵۰۰
۳۷۴	قرآن سر پر اٹھا کر جھوٹا حلف دیا تو	۵۰۱
۳۷۵	داڑھی منڈے نعت خوان کا میلاد شریف پڑھنا کیسا ہے	۵۰۱

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۷۶	حرام کمائی سے نذرانے قبول کرنا کیسا ہے	۵۰۳
۳۷۷	بلاارادہ منہ سے توہین امیز کلمات نکل جائیں تو	۵۰۴
۳۷۸	قرآنی اوراق کو جلایا جائے یا دفن کیا جائے	۵۰۵
۳۷۹	پاگل آدمی کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرے تو	۵۰۶
۳۸۰	صفائی لینے سے پہلے قانونی کارروائی کرنا کیسا ہے	۵۰۶
۳۸۱	قرآن کی بے حرمتی کرنا کیسا ہے	۵۰۷
۳۸۲	لوگوں سے جرمانہ وصول کر کے مسجد میں لگانا کیسا ہے	۵۰۷
۳۸۳	حلف بالقرآن کو توڑنا کیسا ہے	۵۰۸
۳۸۴	چیئرمین عشر وزکوٰۃ، زکوٰۃ کی رقم استعمال کرسکتا ہے یا نہیں	۵۰۹
۳۸۵	غلط طریقے سے امتحان پاس کرنا اور اس پر ملازمت کرنا کیسا ہے	۵۱۰
۳۸۶	عورتوں کے حقوق کیا ہیں	۵۱۰
۳۸۷	مساجد میں کلینڈر لگانا کیسا ہے	۵۱۳
۳۸۸	مصنوعی بالوں کا لگانا کیسا ہے	۵۱۳
۳۸۹	کبوتر بازی کا حکم	۵۱۴
۳۹۰	گھوڑا ریس کا حکم	۵۱۵
۳۹۱	شطرنج و چوسر کا کھیلنا کیسا ہے	۵۱۶
۳۹۲	دانتوں میں چاندی بھروانے کا حکم	۵۱۷
۳۹۳	جانوروں کو میڈیکل ریسرچ کے لیے استعمال کرنا کیسا ہے	۵۱۷
۳۹۴	ڈاکٹر حضرات کا فیس لینا کیسا ہے	۵۱۸

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۹۵	کمیشن ایجنٹ شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہ	۵۱۸
۳۹۶	سینٹ کا استعمال کرنا کیسا ہے	۵۱۹
۳۹۷	حلف کا شرعی حکم کیا ہے	۵۲۰

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب العقائد

(عقیدے کے بیان)

﴿۱﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں کافی دنوں سے یہ بحث ہو رہی ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ حاضر و ناظر ہے یا نہیں ہے۔ کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات حاضر و ناظر تو ہے مگر ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔ قبلہ صاحبزادہ صاحب ہماری راہنمائی فرمائیں اور اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) اگر حاضر و ناظر بہ معنی شہید و بصیر اعتقاد رکھتے ہیں۔ یعنی ہر موجود اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اور وہ ہر موجود کو دیکھتا ہے تو یہ عقیدہ حق ہے مگر اس عقیدہ کی تعبیر لفظ حاظر و ناظر سے کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کرنا نہیں چاہیے۔ لیکن اگر پھر بھی کوئی شخص اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بولے تو وہ کفر نہ ہوگا۔ جیسا کہ درمختار مع شامی جلد سوم ص ۳۰۷ میں ہے یا حاضر یا ناظر لیس بکفر واللہ اعلم۔

(۲) جب لوگ ایک جگہ بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں تو ان کے درمیان خدا موجود ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہنا چاہیے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے۔ عقائد نسفی میں ہے "لا یمکن فی مکان" کے تحت شرح عقائد نسفی میں ص ۳۲ پر ہے "اذا لم یکن فی مکان لم یکن فی جهة لا علو ولا سفل ولا غیر هما" اور پارہ ۲۸ رکوع ۲، میں ہے " مایکون من نجوی ثلثة الاهو رابعهم" تو اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مشاہدہ فرماتا ہے اور ان کے رازوں کو جانتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے درمیان خدا تعالیٰ موجود ہوتا ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تفسیر جلالین میں ہے" ھو رابعھم بعلمہ " اور علامہ صاوی نے فرمایا قول بعلمہ ای وسمعہ وبصرہ و متعلق بھم قد رتہ وارادتہ ۔ اور تفسیر مدارک میں اس آیت کریمہ کے تحت ہے " یعلم ما یتناجون بہ ولا یخفیٰ علیہ ما ھم وقد تعالیٰ عن المکان علو اکبیرا ۔

﴿۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اللہ تعالیٰ کو عاشق کہنا جائز ہے ۔ یہ لفظ نعت خوان و شعراء حضرات کے کلام میں وارد ہوا ہے۔بینوا توجروا۔ سائل اکرم خان میانوالی

الجواب: دور حاضر میں الحمدللہ نعت خوانوں اور شعراء کی بہتات ہے۔یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان بلند و بالا کرنے کے لئے بہت اسباب بنائے ہیں۔لیکن جو نعت خواں اور شعراء حدود شرعیہ کو پھلانگ لگا رہے ہیں۔انہیں اپنی عاقبت بخیر کی فکر کرنی چاہیے۔داڑھی منڈانا بے وضو ہو کر پڑھنا اور اشعار لکھنا اور دنیاوی لالچ میں صرف اسی کو پیشہ بنانا بجائے فائدے کے خود کو مجرموں میں شامل کرنا ہے۔اگر صرف اور صرف رضائے خدا اور رسول ﷺ مدنظر ہو تو سیدنا حسان رضی اللہ عنہ اور دیگر مداحین رسول ﷺ کے ساتھ اٹھنا نصیب ہو گا۔اللہ پر لفظ عاشق کا اطلاق ناجائز ہے۔امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ سے سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو عاشق اور حضور پر نور ﷺ کو معشوق کہنا کیسا ہے۔؟ اس کے جواب میں آپ نے لکھا ناجائز ہے۔کہ معنی عشق اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے اور ایسا لفظ بے ورود شرعی حضرت کی شان میں بولنا ممنوع قطعی ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ ص ٦) کتاب انوار اعمال

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

البرار میں علمائے شوافع واحناف سے نقل کیا گیا ہے، لو قال انا اعشق اللہ او یعشقنی فمبتدع (ترجمہ) اگر کہے کہ میں اللہ کا عاشق ہوں یا کہے اللہ تعالیٰ کا معشوق ہوں تو ایسا شخص بدعتی ہے۔ چونکہ زمخشری معتزلی بد مذہب ہے اس کا مذہب جواز کا ہے۔ اگر کسی سنی شاعر کو اس بد مذہب کے ساتھ قیامت میں اٹھنے کا شوق ہو اور اس کا مذہب پیارا لگتا ہو تو بے شک کہے۔ دور حاضر میں کچھ شعراء جاہل ہونے کے ساتھ ساتھ ضدی بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عشق لفظ محبت کے معنی میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ محبت وحب بولنا جائز ہے تو پھر اس پر لفظ عشق کیونکر نا جائز ہے۔؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یہی دلیل اسی بد مذہب زمخشری نے دی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دلیل ایسے شاعروں کے دلوں میں ابلیس نے ڈالی ہے ورنہ ان جاہلوں کو کیا معلوم کہ زمخشری کون تھا؟ زمخشری مذکور نے تفسیر کشاف میں دلیل میں لکھا ہے کہ ثم اذا ثبت اجزاء محبة العبد للہ تعالیٰ علی حقیقتها لغة فالمحبة فی اللغة اذا تاکدت سمیت عشقا الخ (ترجمہ) جب اللہ تعالیٰ پر لغت میں حقیقی معنی پر محبت کا اطلاق جائز ہے۔ تو عشق بھی جائز ہے۔ کیونکہ محبت زیادہ مؤکد ہو تو وہ عشق ہی ہے۔

ہمارے علماء کرام احناف وشوافع وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس اطلاق کی سخت مخالفت فرمائی ہے۔ اس کے رد میں تصریح ہے چنانچہ "الانتصاب" میں علامہ احمد محمد بن المنیر نیز مخشری کی خوب خبر لی اور اس اطلاق کا انکار استاذ الحرمین علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ سے "الاعلام" میں بھی منقول ہے۔ علامہ اویسی محدث بہاولپوری نے فتاویٰ اویسیہ میں بھی نقل کیا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ اعلم

﴿۳﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اوپر والا بولنا کیسا ہے؟ بینو اتو جروا۔ سائل محمد اشرف قریشی محلہ نور پورہ میانوالی۔

الجواب: خدائے تعالیٰ کی ذات کے لئے اوپر والا بولنا کفر ہے کہ اس لفظ سے اس کے لئے جہت کا ثبوت ہوتا ہے اور اس کی ذات جہت سے پاک ہے جیسا کہ حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں، اذالم یکن فی مکان لم یکن فی جھتہ لا علو لا سفل ولا غیرھما (شرح عقائد نسفی ص ۳۳) اور حضرت علامہ ابن نجیم مصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں یکفر بوضفه تعالیٰ بالفوق او بالتحت تلخیصاً (بحرالرائق جلد پنجم ص ۱۲۰) لیکن اگر کوئی شخص یہ جملہ بلندی و برتری کے معنی میں استعمال کرے تو قائل پر حکم کفر نہ کریں گے مگر اس قول کو برا ہی کہیں گے اور قائل کو اس سے روکیں گے۔

﴿۴﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک شخص زید یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جناب سرور کائنات ﷺ و میرے پیرو مرشد ہر حال میں حاضر و ناظر ہیں وہ ہمارے احوال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کو امداد کے لیے پکارا جائے تو امداد بھی کر سکتے ہیں۔ ایسے شخص نے اپنی بیوی کو سہ طلاق مغلظہ دیں اس میں مقامی علماء کا اختلاف ہے ایک گروہ کہتا ہے۔ اس پر طلاقیں واقعہ نہیں ہوئیں کیونکہ زید کا عقیدہ مشرکانہ ہے۔ اس کا نکاح بھی درست نہ تھا۔ طلاقیں کیسی۔ جب کہ دوسرا گروہ کہتا ہے۔ وہ کلمہ گو مسلمان ہے اس کی طلاقیں نافذ ہیں۔ کلمہ گو کو کافر و مشرک کہنا جائز نہیں۔ بینو اتو جروا۔ سائل میاں فلک شیر محلہ میانہ میانوالی۔

الجواب: دوسرے فریق کا عقیدہ درست و صحیح ہے۔ وہ مسلمان ہے اس کی طلاقیں نافذ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ عورت بعد از عدت کسی دوسرے شخص کے نکاح میں جائے گی۔ دوسرے گروہ کا نظریہ درست وصحیح ہے۔

﴿۵﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماکان وما یکون کا علم رکھتے تھے، کیا یہ عقیدہ درست ہوگا۔ اس میں شرک لازم نہیں آئے گا؟۔ بینوا توجروا۔

سائل حکیم غلام حسن میانوالی

الجواب: اللہ تعالیٰ کی عطا سے مخلوق کا علم تسلیم کرنا شرعاً درست قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ تمام مخلوقات کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایک قطرہ کی مانند ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا علم سمندر ناپیدا کنار ہے۔ حواشی بیضاوی سے علامہ قرطبی نے نقل فرمایا ہے، ان معلومات اللہ تعالیٰ لا نہایۃ لہا و غیب السمٰوٰت والارض و ما یکتمانہ قطرۃ منہا۔

کیمیائے سعادت میں امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ جناب حضور علیہ السلام ﷺ کی ذات کو اللہ تعالیٰ کے علم سے ایک قطرہ عنایت ہوا اور آپ ﷺ ما کان وما یکون جان گئے۔ صاحب تفسیر روح البیان نے لکھا ہے، قد قال رسول ﷺ فی لیلۃ المعراج قطرت فی حلقی قطرۃ علمت ما کان وما یکون۔ علم کی تفصیلی بحث صاحب روح البیان نے اس طرح کی ہے کہ تمام اولیاء کا علم انبیاء کے علم کی مقابلہ بمنزلہ قطرہ کے ہے۔ جملہ انبیاء کا علم بمقابلہ سرور کائنات قطرہ کی مانند ہے۔

علامہ بوصیری رحمہ اللہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں،

و کلہم من رسول اللہ ملتمس ☆ غرفاً من البحر اور شفاً من الدیم

تمام انبیا علیہ السلام آپ ﷺ کے دریائے مغفرت و باران رحمت سے ایک چلو

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پانی کے ایک قطرہ کا سوال کرتے ہیں۔یعنی حضور رحمت کائنات ﷺ کا علم ورحمت اتنا بیکراں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی جو معرفت علم ومرتبہ حاصل ہوا وہ آپ ﷺ کے صدقہ ہے۔

و و اقفو ن لد یہ عند حد ھم☆من نقطة العلم او من شکلة الحکم

تمام انبیاء علیھم السلام ہمارے نبی ﷺ کے سامنے ایسے ہیں جیسے پورے علم میں ایک نقطہ ہوتا ہے۔ یا پوری کتاب میں ایک زیر، زبر، پیش ہوتا ہے۔یعنی تمام انبیا علیہم السلام ہمارے حضور رحمت کائنات ﷺ کے درِ اقدس پر سائل کی مثل ہیں۔تو ہمارے پیارے نبی ﷺ سب انبیاء علیم السلام کے آقا وسردار وقاسم انوار ورحمت ہیں۔

﴿٦﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے گاؤں کے امام مسجد محمد عطا اللہ قاسمی اپنے آپ کو عالم فاضل کہتا ہے۔لوگوں کو مسائل بتاتا ہے۔ایک دن کہہ رہا تھا انبیاء کرام سے گناہ کبیرہ کا صدور ہوتا ہے۔اور یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔میری آپ سے استدعا ہے کہ ہمارے گاؤں کے مولوی کی بات درست ہے کہ نہیں؟۔قرآن و حدیث سے جماعتِ اہلسنت کا عقیدہ لکھ کر دیں تا کہ ہم اپنا ایمان محفوظ کر سکیں۔بینوا توجروا۔سائل محمد رمضان ولد عطا اللہ نزد داؤ دخیل میانوالی

الجواب: انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے گناہ کبیرہ کا صدور ہرگز نہیں ہوا کہ وہ سب معصوم ہیں ان سے گناہ کبیرہ کے صدور کو اسلامی معتقدات کے عین مطابق بتانا شریعت مطہرہ پر افتراء اور جھوٹ ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت ملا علی قاری علیہما الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں الانبیاء علیھم السلام کلھم منزھون ای

الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

معصومون عن الصغائر والکبائر یعنی جملہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام صغیرہ اور کبیرہ تمام گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں۔ (شرح فقہ اکبر ص ٦٨) اور حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں الانبیاء معصومون یعنی انبیاء معصوم ہیں (شرح عقائد نسفی) اور علامہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ''نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لیے حفظ الٰہی کا وعدہ ہو گیا۔ جس کے سبب ان سے صدور گناہ محال ہے۔ انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت اور جہل و غیرہ صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں۔ قبل نبوت او بعد نبوت معصوم ہیں۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ١٤) اور اسی حصہ کے صفحہ ٢٢، ٢٣ پر تحریر فرماتے ہیں ''انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں ان کا ذکر تلاوت قرآن اور روایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے۔

انتہی بحروفہ۔ لہٰذا امام مسجد پر علانیہ توبہ و استغفار کرنا لازم ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کو امامت سے معزول کر دیں اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں۔

﴿٧﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ محمد جنید چشتی کہتا ہے کہ، اللہ تعالیٰ کی طرح حضور ﷺ عالم الغیب ہیں اور اللہ کی طرح حی و قیوم ہیں کیا محمد جنید چشتی کا عقیدہ قرآن و سنت اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہے؟ ۔ بینوا توجروا۔

سائل محمد افلاطون ساکن گندہ نزد داؤد خیل میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم غیب یعنی غیب داں ضرور ہیں لیکن عالم الغیب کا اطلاق حضور پر جائز نہیں۔ کذاقال العلماء من اھل السنۃ والجماعۃ اور بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ ''حی'' یعنی زندہ ہیں۔حدیث شریف میں ہے، ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق (مشکوۃ) مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیوم کہنا جائز نہیں۔کہ یہ خدائے تعالیٰ کے اسمائے خاصہ سے ہے۔جیسے رحمٰن۔

﴿۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میں بروز جمعرات کو نہایت صاف ستھرے کپڑے پہن کر درود پاک پڑھتے ہوئے سویا۔کئی ماہ سے وظیفہ کر رہا تھا کہ کاش مجھے حضور ﷺ کی زیارت ہو جائے۔الغرض میری قسمت کا ستارا جاگ اٹھا آپ ﷺ کی زیارت اس طرح کہ کوئی کہہ رہا تھا یہ آپ ﷺ ہیں۔مجھے بتایا جائے کہ یہ زیارت صحیح تھی۔ سائل عبدالرؤف خان نیازی میانوالی

الجواب: رحمۃ للعلمین کی کمال شفقت ہے کہ اپنے کسی غلام کو زیارت سے مشرف فرمائیں۔ بے شک حضور ﷺ کی زیارت خواب میں بہت بڑی سعادت ہے۔لیکن حضور ﷺ کی زیارت کرنے والا اپنے قلب وروح کی صفائی نہیں رکھتا تو اس کے باطن میں پوری پوری صفائی اور نورانیت نہیں ہوتی۔ کچھ تکدر اور ظلمت ان کے اندر موجود ہے تو شرف زیارت کے ساتھ اسے یہ تنبیہ بھی فرما دی گئی ہے کہ ابھی تک صفائی باطن کے معاملہ میں تیری حالت خستہ ہے اور تیرا مقام ابھی تک صفائی باطن اور روح کی روشنی کے رتبہ میں قابل اصلاح ہے۔حضور اکرم ﷺ کی زیارت خواب میں ہونا بڑی خوش قسمتی کی علامت ہے۔قسمت والوں کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے ورنہ بہت بڑے بڑے زہاد اور عباد اسی میں مر گئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نعمت سے نوازے۔حضور ﷺ کی

زیارت حقیقی زیارت ہے اور بڑی خوش قسمتی ہے۔حدیث میں ہے،جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ دوزخ میں ہرگز نہیں جائے گا۔ایک اور مقام پر فرمایا،من رانی فقد رالحق فان الشیطان لایتمثل فی صورتی۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا پس بیشک شیطان میری صورت کی مثل نہیں ہوسکتا۔عبدالروف آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ کو زیارت نصیب ہوئی۔

﴿۹﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے دوست محمد امان اللہ خان ساکن میانوالی کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے جسم اقدس سے زمین کا جو حصہ لگا ہوا ہے وہ کعبہ شریف سے اعلیٰ و افضل نہیں ہے۔جب کہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ حصہ یقیناً اعلیٰ و افضل ہے۔ہمیں یہ بتائیں کہ ہم سے کس کا عقیدہ درست ہے۔بینوا توجروا۔سائل محمد ادریس خان میانوالی

الجواب: سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم انور سے زمین کو جو حصہ لگا ہوا ہے وہ کعبہ شریف سے بلکہ عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔بیشک یہ عقیدہ حق ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ تربت اطہر یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے۔کعبہ شریف بلکہ عرش سے بھی افضل ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ٦٨٧)

اور درمختار مع شامی جلد دوم ص ٦٥٧ میں ہے۔ماضم عضائه علیه الصلاة والسلام فانه افضل مطلقا حتی من الکعبة و العرش و الکرسی

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ اعلم

﴿۱۰﴾ فتویٰ شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک شخص قرآن شریف پڑھ رہا ہو اس کے کان میں حضور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی پہنچا تو کیا وہ شخص درود شریف پڑھے یا تلاوت قرآن جاری رکھے؟ بینوا توجروا۔ سائل عبدالمنعم میانوالی

الجواب: اسے چاہیے کہ قرآن مجید کی تلاوت جاری رکھے اس پر اسم گرامی سننے پر دورد شریف پڑھنا ضروری نہیں ہاں بعد فراغت درود شریف پڑھ لے تو بہتر ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ رجل يقرا القرآن و سمع اسم النبی ﷺ ذكر الناطفي انه لا يجب ﷺ لان قراة القرآن على النظم والتاليف افضل من الصلوة على النبی ﷺ فاذا فرغ من قرآن و صلى عليه كان حسنا و ان لم يصل لا شیء عليه (فتاویٰ قاضی خان اور فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۴۲۲)

ترجمہ: اگر کسی نے قرآن پڑھا اور دوسرے شخص نے نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی سنا اس پر درود شریف پڑھنا واجب نہیں کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت اور ساعت نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے سے افضل ہے تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد درود پڑھ لے تو بہتر ہے۔

﴿۱۱﴾ فتویٰ شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے محلّہ کے امام مسجد شفاعتِ رسول ﷺ کے منکر ہیں کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ وضاحت کریں۔؟ بینوا توجروا۔ سائل خالد مسعود

الجواب: مطلق شفاعت کا منکر مرتد وکافر ہے۔ اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ محقق علی الاطلاق حافظ ابن الہمام محمد بن عبدالواحد الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ فرماتے ہیں کہ شفاعت اور اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تعالیٰ کا دیدار اور عذاب قبر اور کرام کاتبین کے انکار کرنے والے کی اقتداء مین نماز نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ مرتد ہے اس لیے کہ یہ امور شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ (فتح القدیر۔جلد نمبر ۱ ص ۲۴۸ طبع مصر) اور اہل کبائر کے لیے شفاعت، رویئت باری تعالیٰ، عذاب قبر اور کرام کاتبین کا انکار کرنے والا شخص کافر ہے۔(رسائل بحر العلوم ص۹۹ مصنف مولانا عبد العلی بحر العلوم الحنفی المتوفی ص ۱۲۳۵ھ) شفاعت کا ثبوت قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ ترجمہ: وہ کون ہے جو اس کے ہاں سفارش کرے مگر اس کے حکم سے۔اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بندے رب کے ہاں ضرور شفاعت فرمائیں گے۔دوسرے یہ کہ ان کی شفاعت دھونس (ڈرا دھمکا کر) کی نہ ہوگی بلکہ اذن خداوندی سے ہوگی۔لہٰذا جو بالکل شفاعت کا انکاری ہے وہ بے ایمان ہے یعنی کافر ہے۔قرآن میں ایک اور مقام پر ہے،ولا تنفع الشفاعة عنده الالمن اذن له ، ط ترجمہ: اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لیے وہ اذن فرمائے اس سے معلوم ہوا کہ شفیع اور مشفوع دونوں کے لیے اذن الٰہی ضروری ہے۔ لہٰذا شفاعت صرف صالحین کریں گے اور صرف مومنوں ہی کی کریں گے۔

﴿۱۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اذان میں حضور کریم ﷺ کا نام سننے پر چوم کر درود پڑھنا اور آنکھوں پر لگانا کیسا ہے؟۔میرا دوست اس کو باعث اجر عظیم کہتا ہے۔سائل محمد شمشاد احمد ھمدانی میانوالی

الجواب: آپ کے دوست کا قول فقہ وحدیث کے موافق ہے،علامہ شامی قہستانی سے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ناقل ہیں، یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشهادة یا رسول الله صلی الله علیه و سلم و عند الثانیة منها قرت عینی بك یا رسول الله ثم یقول اللهم متعنی بالسمع و البصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین فانه علیه السلام یکون قائداله الی الجنة۔ (شامی مصری ج۱ ص۲۷۹) مستحب ہے اذان میں پہلی شہادت کے سماع کے وقت صلی اللہ علیک یارسول اللہ پھر آنکھوں پر انگوٹھے رکھ کر کہے، اللهم متعنی بالسمع والبصر تو اس کو حضور ﷺ جنت میں لے جائیں گے۔ اسی طرح طحطاوی کنز العمال میں ہے۔

﴿۱۳﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، گستاخ نبوت کا کیا حکم ہے جن لوگوں کو گستاخ سمجھا جاتا ہے ان میں علماء بھی ہیں ان کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟۔ بالخصوص حضور ﷺ کے والدین کو کافر کہنے والے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: علامہ اویسی کی تحقیق﴾ مراقی الفلاح میں ہے: الفاسق العالم تجب اهانته شرعا فلا یعظم امام فخر الدین زیلعی تبین الحقائق میں اور علامہ سید ابوسعود ازہری فتح المعین میں اور علامہ سید احمد مصری حاشیہ درمختار پر بالاتفاق تصریح فرماتے ہیں۔ قد وجب علیهم اهانته شرعا ایسے فاسق عالم کی شرعاً اہانت وتوہین وتذلیل کرنا مسلمانوں پر واجب لازم ہے۔ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ مقاصد وشرح مقاصد میں تصریح فرماتے ہیں۔ حکم المبتدع البغض والعداوة والاعراض عنه والطعن واللعن۔ یعنی بدمذہب شخص کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس سے بغض ودشمنی کی جائے اس کو دشمن دین قرار دیا جائے اسے کوئی مسلمان منہ نہ لگائے اس کی توہین وتذلیل کی جائے اوراس پر لعن وطعن روا رکھی جائے۔ الغرض ایسے لوگوں سے

جہاد کرنا فرض ہے کہ یہ منافق اور تمام بدمذہبوں سے بدتر ہیں جب عالم فاسق اور بدمذہب کے لیے یہ حکم ہے تو شر پسند اور فتنہ انگیز منافقوں کافروں مرتدوں کا جو شجرہ پاک مصطفوی پر شرک و کفر کا اتہام کر کے سیدالانبیا محمد ﷺ کو گالیاں لکھتے، چھاپتے، نشر کرتے اور بیان کرتے ہیں کا حکم تو سب کفار سے زیادہ سخت ہے۔ کیونکہ یہ فتنہ سب فتنوں سے بدتر ہے۔ لہٰذا ایسے فتنہ بازوں کے لیے حکم ہے کہ: یقتل ولا یستتاب یعنی وہ خلافت اسلامیہ کے حکم سے قتل کیے جائیں گے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔

جو اسلام پر طعن کریں وہ آئمہ کفر ہیں تو جو بانی اسلام اور معلم کائنات ﷺ پر طعن کریں ان کے آباء اجداد و امہات کو شرک و کفر اور عذاب و دوزخ سے نسبت کر کے ملامت کریں۔ مصطفی ﷺ کی ایذاء و اہانت و تحقیر و استخفاف کریں اور اہل اسلام کا دل جلائیں ان سے بدتر آئمہ کفر کون ہوگا؟۔ بیشک وہ سب کافروں اور مرتدوں سے بڑھ کر دشمن ایمان و دین ہیں۔ ایسوں کا دعویٰ، تصنیف و تحریر سب مردود اور نا قابل اعتبار ہیں۔ کتاب یا روایت کی سند صحیح اور شہرت ایسے کفری مضمون کی قبولیت کا موجب نہیں دودھ کے برتن میں پیشاب یا شراب یا گندگی ہو تو برتن کی وجہ سے اسے پاک تصور کرنا کسی مسلمان اور صاحب علم و عقل والے کا کام نہیں ہے۔ یوں ہی ایسے کفری مضمون والی کتاب اور روایت سند صحیح و شہرت کی وجہ سے لائق اعتبار اور قابل قبول نہیں بلکہ مردود و باطل ہے اسے خوب سمجھ لو کہ ایسوں کا حکم دنیائے اسلام کے قاضی اور مفتی امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں یہ بیان فرمایا ہے:

ایما رجل مسلم سب رسول اللہ ﷺ او کذبہ او نفصہ فقد کفر باللہ وبانت منہ

امـراتـه جس مدعی اسلام نے رسول خدا ﷺ کو گالی دی یا آپ ﷺ کی تکذیب کی یا کوئی عیب لگایا یا آپ ﷺ کی طرف نقص کو منسوب کیا تو بے شک اللہ کی قسم وہ کافر ہو گیا اور اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی۔ مجمع الفتاویٰ میں ہے: من تكلم بكلمة الكفر و ضحك به غيره كفر اولـو تـكـلـم به واعظ وقبل القوم ذلك كفروا۔ یعنی جو کلمہ کفر بولے دوسرا اس پر ہنسے یعنی برضا سنے اسے رد نہ کرے دونوں کافر ہوئے۔ اور واعظ نے دوران تقریر کلمہ کفر کہا سننے والوں نے اسے قبول کیا اور رد نہ کیا سب کافر ہو گئے کتاب الام میں ہے من تلفظ بلفظ الكفر يكفر و كل من استحسنه او رضى به يكفر جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے اور جو اسے اچھا بتائے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے۔ لہٰذا خلاصہ تحریر یہ ہے کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے ابوین کی گستاخی کرنے والا بالاتفاق کافر ہے۔ متفقہ فتویٰ مولانا خواجہ محمد اکبر علی، حضرت غلام محی الدین، حضرت عبدالحکیم کا مشترکہ فتویٰ جاری ہوا۔

﴿۱۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، گستاخ رسول ﷺ کا از روئے شرع کیا حکم ہے، وضاحت فرمادیں؟ **بینوا توجروا۔**

سائل محمد قاری اشرف مدرس جامعہ اکبریہ میانوالی

الجواب: حضور رحمت کائنات شفیع معظم ﷺ کی شان اقدس میں توہین و تنقیص کرنے والا، گالی دینے والا، اسلام سے خارج، کافر، مرتد اور ابدی لعنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان قرآن پاک میں ہے، ان الذين يؤذون الله و رسوله لعنهم الله فى الدنيا والاخرة و اعد لهم عذابا مهينا۔ (پ ۲۲) یعنی جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ان پر خدا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی لعنت ہے دونوں جہان میں ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قرآن پاک میں پارہ ۲۹ سورۃ نون آیت نمبر ۱۲۔ آپ کا گستاخ ولد الزنا ہے۔ مراقی الفلاح میں ،الفاسق العالم تجب اهانته ، شرعا فلا يعظم۔ آپ کے گستاخ مولوی کی اہانت، تذلیل و یہی بات علامہ سید احمد مصری حاشیہ درمختار پر لکھی ہے۔ دیکھئے شرح شفا شریف میں جلد۴ ص ۳۲۸، الصارم المسلول ص ۵۲۵، ۔ خلاصۃ الفتاویٰ جلد۴ ص ۳۸۶، شفاء شریف جلد۲ ص ۱۸۹، شرح مقاصد علامہ تفتازانی نے علماء کا اتفاق لکھا ہے **تمام آئمہ و علماء کا اتفاق**

قال محمد بن سهنون اجمع العلما ان شاتم النبی ﷺ المتنقص له كافر قال ابو حنيفة و اصحابه والثوری و اهل الكوفه والا و زاعی هی ردة۔ امام اعظم سمیت تمام علماء کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والا اور آپ ﷺ کی شان اقدس میں تنقیص کرنے والا کافر و مرتد ہے۔ فتاویٰ خیریہ، فتاویٰ بزازیہ، درمختار، الصارم المسلول میں ہے، والكافر سبب نبی من الانبياء فانه يقتل حد الاتقبل توبته مطلقا و من شك فی عذابه و كفره كفر۔ انبیاء علیہ السلام میں سے کسی کو گالی دینے کی وجہ سے کافر ہوا اسے بطور حد قتل کیا جائے اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں۔ اور جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

گستاخ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا واجب

دیکھئے معتبر کتب میں فیصلہ لکھا ہے، فتح القدیر جلد۴ ص ۴۰۷، الصارم المسلول، ص۴ شفا شریف جلد۲ ص ۲۰۸۔ تفسیر روح البیان جلد۳ ص ۲۶۸ میں ہے، لا اعلم احد من المسلمين اختلف فی وجوب قتله اذا كان مسلما۔

یعنی جو گستاخ رسول اللہ ﷺ جب کہ مسلمان ہو تو اس کے وجوب قتل میں مسلمانوں میں کوئی بھی اختلاف نہ ہے۔ قاضی امام ابو یوسف کتاب الخراج ص ۲۸۸ پر یہی فرماتے ہیں،

ایما رجل مسلم سب رسول اللہ ﷺ او کذبہ او نقضہ فقد کفر باللہ و بانت امرأتہ۔ جو دائی اسلام آپ ﷺ کو گالی دے یا آپ ﷺ کی تکذیب کرے یا عیب لگائے یا آپ ﷺ کی طرف کسی نقص کو منسوب کرے تو اللہ کی قسم وہ کافر ہے۔ اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ گستاخ رسول اللہ ﷺ کے کفر میں شک کرنے والا کافر ہے۔ مجمع الفتاویٰ ص ۱۸۶، کتاب الام ۱۹۸ میں ہے، من تلفظ بلفظ الکفر یکفر و کل من استحسنہ اورضی بہ یکفر، یعنی جس نے (گستاخ رسول ﷺ) کے کفر میں شک کیا اور جو اچھا بتائے یا اس سے راضی ہو وہ بھی کافر ہے۔

﴿تمام امت کا اتفاق﴾ درج بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے دور اقدس سے لے کر آج تک پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کا گستاخ کافر و مرتد ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔

﴿۱۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے والدین مومن تھے یا نہیں۔ یہاں ایک امام مسجد دیو بند عقیدہ کا آیا ہے۔ وہ کہتا ہے وہ مؤمن موحد نہیں تھے اور ان کا انتقال کفر پر ہوا وہ شرح فقہ اکبر، اور مسلم شریف جلد دوم اور ابن ماجہ کی روایت پیش کرتا ہے۔ براہ کرم مکمل و مفصل جواب دے کر ہمارے عقیدے و ایمان کی حفاظت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ سائل حافظ مولوی عنایت اللہ چکڑالہ میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: بلا شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے والدین کریمین ہرگز ہر گز کافر نہیں تھے۔ اس دعوی پر قرآن وحدیث سے کثیر دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں، بطور نمونہ چند دلائل پیش کرتا ہوں **دلیل اول** قرآن کریم میں ہے، ولعبد مؤمن خير من مشرك بیشک مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے۔ اور بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب باب صفۃ النبی میں یہ حدیث مروی ہے، بعثت من خير قرون بني ادم قرنا فقرنا حتى كنت من القرن الذى كنت منه (بخاری مصطفائی جلد ۱ ص ۵۳۰) یعنی میں قرون بنی آدم کے ہر طبقہ اور قرن کے بہتر میں بھیجا۔ یہاں تک کہ اس قرن میں جس میں پیدا ہوا۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ ہر قرن وزمانہ کے بہترین زمانہ اور خیر قرن میں پیدا ہوئے اور آیت کریمہ نے بتایا کہ کافر مسلمان غلام سے خیر و بہتر نہیں ہوسکتا تو اب صاف طور پر نتیجہ نکل آیا کہ حضور کے آباؤ امہات کسی قرن وطبقہ میں کافر نہیں ہو سکتے ورنہ اس آیت اور حدیث دونوں کا انکار لازم آئے گا۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ والدین کریمین ہرگز کافر و مشرک نہیں تھے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں، ان آباء محمد ﷺ ما كانوا مشركين۔ نقله السيوطى فى كتابه التعظيم و المنة۔ علامہ قسطلانی مواہب اللدنیہ میں تصریح کرتے ہیں، فوجب ان لا يكون احد من اجداده مشركاً (مواهب اللدنيه مصری ج ۱ ص ۲٤) یعنی یہ واجب ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد سے کوئی بھی مشرک نہ ہو، اور بلاشک وہ مشرک نہیں تھے۔ بالجملہ اب قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ امت سے ثابت ہو گیا کہ حضور کے والدین کریمین ہرگز ہرگز کافر و مشرک نہیں تھے۔

دلیل دوم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، انما المشرکون نجس .یعنی مشرک وکافرتو ناپاک ہیں۔ اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، لم یزل اللہ عزوجل یتقلنی من اصلاب طیبۃ الی ارحام طاھرۃ صافیا مھذ بالا تشعب شعبتان الاکنت فی خیرھما۔ (دلائل النبوۃ ص ۱۱)

یعنی ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے پاک پشتوں سے پاک شکموں کی طرف نقل فرماتا رہا۔ صاف ستھرا آراستہ۔ اب دوشاخیں پیدا ہوئی تو میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے تمام آباء وامھات جب پاک ہیں تو وہ کافرومشرک نہیں ہوئے کہ کافرتو ناپاک ہوتا ہے۔ ورنہ اس آیت و حدیث کی مخالفت لازم آئے گی۔ اسی بنا پر زرقانی میں علامہ سنوسی محقق تلمسانی محشی شفا کا قول منقول ہے،

لم یتقدم لوالدیہ ﷺ شرک و کانا مسلمین لا نہ علیہ الصلوۃ والسلام انتقل من الاصلاب الکریمۃ الی الارحام الطاھرۃ لا یکون ذلک الامع الایمان باللہ تعالیٰ۔ (زرقانی مصری ج ۱ ص ۱۷٤) یعنی حضور کے والدین کا شرک ثابت نہیں ہوا تو وہ مسلمان ہوئے اس لیے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام بزرگ پشتوں سے پاک شکموں کی طرف منتقل ہوئے اور یہ بات اللہ پر ایمان کے ساتھ ہی ہوسکتی ہے۔ الحاصل ان آیات واحادیث و اقوال ائمہ ملت سے ثابت ہوگیا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین ہرگز کافرومشرک نہیں تھے بلکہ یہ حضرات مسلمان مواحد تھے اس دعوے پر دلیل اول یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے، و تقلبک فی السـاجدین، یعنی تمہارا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنے والوں میں۔ علامہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سیوطی الدرج النیفۃ میں آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں، معناه انه كان ينقل نوره من ساجد الى ساجد ولهذا التقرير فالا ية دالة على ان جميع آباء محمد كانو امسلمين۔ یعنی آیت کے معنی یہ ہیں کہ حضور کا نور ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا تھا تو اس تقریر کی بنا پر آیت نے اس بات پر دلالت کی کہ نبی کریم ﷺ کے تمام آباء مسلمان تھے۔ حضرت علامہ سیوطی الدرج المنیفۃ میں خاص والدین کریمین کے لئے تصریح کرتے ہیں، انما كانا على التوحيد و دين ابراهيم عليه السلام كما كان على ذالك طائفة من العرب كزيد بن عمر و بن نفيل و قيس بن ساعدة و ورقة بن نوفل و عمير بن حبيب الجهني و عمر و بن عتبة۔ یعنی والدین کریمین توحید اور دین ابراہیمی پر تھے جیسے کہ عرب کا ایک گروہ زید بن عمر و بن نفیل۔ قیس بن ساعدہ۔ ورقہ بن نوفل، عمیر بن حبیب الجہنی۔ عمر و بن عتبہ تھے۔ **دلیل سوم** :ولسوف يعطيك ربك فترضى۔ یعنی بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں، من رضا محمد ﷺ ان لا يدخل احد من اهل بيته النار۔ (ازالة الخفاء ص ۹۳) یعنی رسول اللہ ﷺ کی رضا یہ ہے کہ ان کے اہل بیت سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو اس سے ثابت ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کی رضا کا طالب تو ان کے آباء و امہات پھر کیسے اہل نار سے ہو سکتے ہیں۔ نیز احادیث ملاحظہ ہوں۔ مسلم شریف میں باب شفاعة النبی ﷺ لا بی طالب میں حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول الله هل نفعت اباطالب بشئی فا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نہ کان یحوطك و یغضب لك قال ﷺ نعم هو فی ضحضاح من نار ولو لا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار۔ یعنی یارسول اللہ ﷺ کیا آپ نے ابو طالب کو کچھ نفع پہنچایا کہ وہ آپ ﷺ کی حفاظت کرتے اور آپ ﷺ کی حمایت میں غضبناک ہوتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے نفع پہنچایا کہ وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ہوتے۔ حدیث مسلم شریف کے اسی باب میں انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اھون اھل النار عذابا ابو طالب و هو متنعل بنعلین یغلی منهما دماغه۔ (مسلم مع نووی ص ۱۱۵) یعنی دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ابو طالب ہے کہ وہ آگ کی دو جوتیاں پہنے ہوئے ہے جن سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔ ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ دوزخیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والے ابو طالب ہیں اور ظاہر ہے کہ ابو طالب پر سب سے ہلکا عذاب ہونا خود ان کے اعمال کی بنا پر تو ہو نہیں سکتا کہ کافر کے اعمال ہی برباد ہو جاتے ہیں تو پھر ان پر یہ تخفیف عذاب ہمارے نبی ﷺ کی نسبت قرابت اور خدمت وحمایت ہی کی بنا پر تو ہوئی بلکہ حضور کی شفاعت سے ان پر اس قدر ہلکا عذاب ہوا باوجودیکہ انہوں نے زمانہ اسلام پایا۔ انہیں دعوت اسلام دی گئی اور انہوں نے قبول اسلام سے صاف انکار کر دیا۔ اور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین نے تو نہ زمانہ اسلام ہی پایا۔ نہ ان کو دعوت ہی پہنچ سکی۔ پھر ان کو جو نسبت جزئیت حاصل ہے اس کا کوئی خدمت اور قرابت مقابلہ نہیں کر سکتی نیز ان کے حق میں جس قدر شفاعت ہو سکتی تھی وہ کسی اور کے لیے متصور نہیں ہو سکتی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر جو رعایت وعنایت کرے وہ کسی غیر کیلئے ہو نہیں سکتی کہ اس میں محبوب کا اعزاز و

اکرام تھا۔ تو اگر بقول مخالف یہ اہل نار سے ہوتے تو پھر ابو طالب سے بھی بہت زیادہ ہلکا عذاب ہونا چاہئے تھا۔ لہٰذا اہل نار میں سب سے ہلکے عذاب والے یہی ہوتے اور یہ مسلم شریف کی حدیث کے خلاف ہے کہ اس میں ابو طالب کا عذاب سب سے ہلکا ہونا مذکور ہے۔ اور یہ بات جب ہی متصور ہوسکتی ہے کہ والدین کریمین ہرگز ہرگز اہل نار سے نہیں ہوئے بلکہ بلا شبہ اہل جنت سے ہیں۔ حدیث حاکم نے بسند حاکم نے بسند صحیح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہ ﷺ سئل عن ابویہ فقال ما سألتهما ربی فيعطيني فيهما و انی نقائم المقام المحمود۔ (المقامة السندسيه للسيوطی ص ٨) یعنی حضور ﷺ سے آپ کے والدین کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا میں نے ان کے لیے اپنے رب سے جو کچھ طلب کیا تو اس نے ان کے حق میں مجھے عطا فرمایا بیشک میں مقام محمود پر قائم ہونگا۔ حدیث ابو سعید نے شرف النبوۃ میں اور حافظ محب الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ میں ابو القاسم نے اپنی امالی میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سألت ربی ان لا يدخل احد من اهل بيتی النار فاعطانيها۔ (جامع صغير مصری ج ١ ص ٢٤) یعنی میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میرے اہل بیت سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو تو اس نے مجھے یہ بات عطا فرمادی۔ بالجملہ اس قدر آیات و احادیث سے آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہوگیا کہ نبی ﷺ کے والدین کریمین ہرگز ہرگز کافر و مشرک نہیں تھے۔ بلکہ بلا شک مومن و موحد تھے اور بلا شبہ اہل جنت تھے۔ اور ان کی وفات بھی اسی ایمان و توحید پر ہوئی۔ علامہ سیوطی السبل الجلیہ میں فرماتے ہیں، قد ماتا فی حداثة السن فان والده رضی الله عنه صحح الحافظ الصلاح الدين العلا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ئی انہ عاش من العمر نھو ثمان عشرہ سنة ووالدته ماتت فی حدود العشرین تقریبا و مثل ھذا العمر لا یسع الفحص عن المطلوب فی ذالك الزمان وحکم من لا تبلغه الدعوة انه یموت ناجیا ولا یعذب و یدخل الجنة۔ یعنی والدین کریمین نے نوعمری میں وفات پائی اور حافظ صلاح الدین علائی نے اس کی تصحیح کی کہ حضور ﷺ کے والد اٹھارہ سال کی عمر تک زندہ رہے اور آپ کی والدہ نے تقریباً بیس سال میں وفات پائی اور اس جیسی عمر والا اس جیسی نوعمری کے زمانہ میں کسی مقصد کی تلاش کی وسعت نہیں رکھتا تو جس کو دعوت نہ پہنچے اس کا حکم یہ ہے کہ وہ بیشک ناجی ہوکر مرے گا اور عذاب نہ دیا جائے گا اور جنت میں داخل ہو گا۔ یہی علامہ التعظیم والمنہ میں فرماتے ہیں، انا ندعی انھما کانا من اول امرھما علی الحنفیة دین ابراھیم علیه السلام و انھما لم یعبدا صنما قط (التعظیم والمنه ص ٤٠) بے شک ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ والدین کریمین اپنی ابتدا ہی سے دین ابراہیمی پر تھے اور بے شک ان دونوں نے بت کی کبھی عبادت نہیں کی۔ ردالمحتار میں ہے، واما الاستدلال علی نجاتھما بانھما ماتا فی زمن الفترة فھو منبی علی اصول الاشاعرة ان من مات و لم تبلغه الدعوة یموت ناجیا و اما الماتریدیة فان مات قبل مضی مدة یمکنه فیھا التامل و لم یعتقد ایمانا ولا کفرا فلا عقاب علیه۔

پھر چند سطر کے بعد ہے، فالظن فی کرم اللہ تعالیٰ ان یکون ابواہ ﷺ من احد ھذین القسمین بل قیل ان اباہ ﷺ کلھم موحدین۔ (ردالمختار مصری ج ٢ ص ٣٩٦)

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین کی وفات توحید پر ہوئی اور ان سے کفر وشرک

ثابت ہی نہیں ہوسکا تو انہوں نے ناجی ہوکر وفات پائی تو ان پر نہ کسی طرح کا عذاب اور وہ بلا شبہ جنتی ہیں۔عبارت فقہ اکبر و شرح فقہ اکبر امام مذکور کی پیش کردہ عبارات فقہ اکبر مصر کے مطبوعہ فقہ اکبر میں ہے نہ دائرۃ المعارف حیدآباد کے مطبوعہ فقہ اکبر میں ہے۔

نیز امام اہل سنت علامہ بومنصور ماتریدی کی شرح فقہ اکبر میں نہیں ہے نہ اس کی شرح میں کہیں اس مضمون کا ذکر نہیں۔خود انہیں علی قاری کی شرح فقہ اکبر مصری میں دیکھ لیجئے نہ اس میں یہ عبارت فقہ اکبر ہے اور نہ یہ عبارت شرح فقہ اکبر ہے تو ثابت ہوگیا کہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ لاہور میں یہ تحریف ہے۔اور محرف کتاب قابل حجت نہیں۔باقی رہا علامہ علی قاری کا خود اس بارے میں کیا مسلک تھا تو پہلے ان کا یہی مسلک تھا جو امام مذکور کا مسلک ہے اور اسمیں انہوں ے نے ایک رسالہ بھی تصنیف کیا پھر انہیں علامہ علی قاری نے اس مسلک سے رجوع کیا ہے چنانچہ علامہ مذکور شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں،ابو طالب لم یصح اسلامه و اما اسلام ابو یه ففیه اقوال و الا صح اسلامهما علی ما اتفق علیه الا جلّة من الامة کما بینه السیوطی فی رسائله الثلاث۔(آخر فصل معجزاته تفجیر الماء ببرکة شرح شفاء مصری ج ۱ ص ۶۰۱)یعنی ابوطالب کا اسلام لانا صحیح نہیں۔لیکن حضور کے والدین کے اسلام لانے میں کئی قول ہیں زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ ان دونوں کا مسلمان ہونا ثابت ہے۔اس پر اجلۂ امت کا اتفاق ہے جیسا کہ اس کو علامہ سیوطی نے اپنے تین رسالوں میں بیان کی) پھر انہیں علامہ علی قاری نے حدیث احیاء ابوین کو بھی صحیح ٹھہرایا اور جمہور کے نزدیک اس کو مطابق واقع بتایا۔چنانچہ اس شرح شفاء جلد اول کی فصل احیاء موتی میں یہ تصریح کی،و اما ما ذکروا من احیائه علیه الصلوة

والسلام ابویہ فالا صح انہ وقع علی ما علیہ الجمہور الثقات کما قال السیوطی فی رسائلہ الثلاث (شرح شفا مصری ص ٦٤٨) یعنی حضور کے والدین کے زندہ کرنے کا محدثین نے ذکر کیا تو زیادہ صحیح قول یہی ہے۔

ایسا واقع ہوا اور اسی پر جمہور ثقہ راوی وعلماء ہیں جیسے کہ علامہ سیوطی نے اپنے تین رسائل میں ذکر کیا ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ علامہ علی قاری نے والدین کریمین کے اسلام کے قول کو زیادہ صحیح قرار دیا اور اس پر اجلہ امت کا اتفاق ثابت کیا یہاں تک کہ ان کے حق میں حدیث احیاء کو صحیح ٹھہرایا اور جمہور ثقہ کے نزدیک اس کو مطابق واقع مانا تو یہ ان علامہ کا اپنے پہلے مسلک سے رجوع ہی تو ہوا تو اس امام مذکور کا ان کے پہلے قول کی عبارت کو حجت لانا فریب ہے لہٰذا شرح فقہ اکبر کی عبارت سے اس کا استدلال کرنا غلط اور باطل قرار پایا۔

حضرت ملا علی قاری نے توبہ کی اور اپنے اس عقیدے سے رجوع کیا۔ دیکھئے حاشیہ نبراس علی شرح العقائد ص ٥٢٦۔ علی بن السلطان القاری فقد اخطاء وزل لا یلیق ذالک لہ و نقل توبتہ عن ذالک فی قول المستحسن علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری نے اس مسئلہ سے خطا کھائی اور راہ راست سے پھسل گیا اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور قول مستحسن میں اس عقیدے سے توبہ کرلی۔

☆ جوابات احادیث ☆

جواب اول سوال میں جن کتابوں کی احادیث کا ذکر کرتا ہے وہ صحیح ہے لیکن حدیث صحیح کا جب کوئی معارض ہو تو پھر وہ قابل عمل نہیں ہوتی۔ چنانچہ سیوطی مسالک الحنفاء میں فرماتے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں،لیس کل حدیث فی صحیح مسلم یقال بمقتضاہ لو جود المعارض لہ۔ جیسے صحیح حدیث بخاری ومسلم ہے کہ جب کتا کسی برتن کو چاٹ لے تو اس کو سات بار دھویا جائے لیکن ہمارا عمل اسپر نہیں اسی طرح کثیرا احادیث مسلم وبخاری میں ہیں جن کی معارض احادیث موجود ہیں تو معارض پر عمل کیا جاتا ہے اور مسلم وبخاری کی احادیث پر عمل نہیں کیا جاتا۔ تو جب اس حدیث کا معارض موجود ہے تو یہ حدیث مسلم قابل عمل نہ رہی اور معارض کا ذکر آگے آتا ہے۔

جواب دوم یہ حدیث مسلم منسوخ ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں،احابو الا حادیث اللتی بعضھافی صحیح مسلم بانھا منسوخۃ بالا دلۃ اللتی بنوا علیھا قاعدۃ شکر المنعم و قد اور دوا علی ذالك من التنزیل اصولا منھا۔ قولہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ ثم استدل بالا یات السبعۃ۔ (از المقامۃ السندسیہ ص۷) اسی میں ہے،اما قول المنکر انہ وردت احادیث کثیرۃ فی عذابھما فقذ وقفت علیھا باسرھا۔ و بالغت فی جمعھا و حصرھا۔ و اکثرھا ما بین ضعیف و معلول و الصحیح منھا منسوخ بما تقدم من النقول۔ او معارض فیطلب التر جیح علی ما تقرر فی الاصول۔(المقامۃ السندسیہ ص ۱۷) انہیں علامہ سیوطی نے السبل الجلیۃ فی الاباء الطیبۃ میں فرمایا،فالضواب عن الاحادیث الوار دۃ فی الابوین بما یخالف ذلك انھما و ردت قبل ورود الایات المشار الیھا فیما تقدم دوسطر کے بعد میں ہے،قال بعض الائمۃ المالکیۃ فی الجواب عن تلك الاحادیث الواردۃ فی الابوین انھا اخبارا حاد فلا تعارض القاطع وھو قولہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نبعث رسولا و نحو هامن الایات فی معنا ها۔ (السبل الجلیه ص ۷) ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ حدیث مسلم منسوخ ہے اور جب یہ منسوخ ہے تو پھر اسے امام مذکور کا استدلال کرنا سخت جہالت ونادانی ہے۔

﴿**جواب سوم** اس حدیث مسلم میں حضرت آمنہ کا ذکر ہے اوران کی وفات توحید و ایمان پر ہوئی ہے۔علامہ سیوطی التعظیم والمنہ میں فرماتے ہیں،و قد ظفرت باثر یدل علی انها ماتت وهی موحدة اخرج ابو نعیم فی دلائل النبوة من طریق الزهری عن ام سماعة بنت ابی رهم عن امها قالت شهدت آمنه ام رسول الله ﷺ فی علتها التی ماتت فیها و محمد ﷺ غلام یقع له خمس سنین عند راسها فنظرت الی وجهه ثم قالت،

با رك الله فيك من غلام	یا ابن الذی من حومة الحمام
نجا بعون الملك المنعام	فودی غداة الضرب باسها
بمائة من اهل سوام	ان صح ما ابصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام	من عند ذی الجلال و الاکرام
تبعث فی الحل و فی الحرم	تبعث بالتحقیق و الاسلام
دین ابیك البرابر اهام	فالله انهاك عن الاصنام

هذالقول من ام النبی ﷺ صریح فی انها موحدة اذ ذکر دین ابراهیم و بعث ابنها ﷺ واله و سلم بالاسلام۔ من عند ذی الجلال و الاکرام ۔ و نهیه عن عبادة الا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صنام۔ و هل التوحيد شئی غير هذا التوحيد الا عتراف بالله والوهيته وانه لا شريك له والبرأة من عبادة الاصنام و نحو ها و هذا القدر کا ف فی التنزيه من الكفر لثبوت صفه التوحيد فی الجاهلية قبل البعث و انما يشترط قد ر زائد علی هذا بعد البعثة۔ (التعظيم او المنه ص ١٩)

اس حدیث مسلم کے خلاف خود حضرت آمنہؓ کا یہ صریح قول موجود ہے۔ جس میں دین ابراہیمی حضور کی اسلام پر بعثت۔ بتوں کی عبادت سے ممانعت کا صاف ذکر ہے تو یہ توحید کا اقرار۔ کفر اور عبادت اصنام سے بیزاری وانکار ہے تو ان کی وفات توحید وایمان پر ہوئی۔ لہٰذا حدیث مسلم قابل تاویل ہے۔

جواب چہارم اس حدیث مسلم میں یہ فرمایا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت آمنہؓ کے حق میں استغفار کا اذن نہیں ملا تو اس سے ان پر کفر لازم نہیں آتا کہ ممکن ہے کہ اہل فترت کے حق میں استغفار ابتدائے اسلام میں ممنوع تھا پھر اس کی اجازت ہوئی۔ چانچہ سیوطی التعظیم والمنہ میں فرماتے ہیں۔ واما حدث عدم الاذن فی الاستغفار فلا يلزم من الكفر بدليل انه ﷺ كان ممنوعا فی اول الاسلام من الصلوة علی من عليه دين لم يترك له و فاء و من الاستغفار له هو من المسلمين۔ (التعظيم والمنه ص ٢١) اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت آمنہ کے لیے استغفار کا اذن نہ ملنے کو دلیل کفر قرار دینا غلط و باطل ہے۔ تو امام مذکور کا استدلال حدیث مسلم سے غلط و باطل ثابت ہوا۔ حدیث دوم جس کو نہ فقط ابن ماجہ بلکہ مسلم شریف نے روایت کیا روایت مسلم کے الفاظ یہ ہیں، حدثنا ابو بكر نا شيبة قال نا حما

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دو سلمة عن ثابت عن انس ان رجلا قال یا رسول الله دین ابی قال فی النار قال فلما قفی دعاہ فقال ان ابی وابا ك فی النار (مسلم مع نووی ج ۱ ص ۱۱٤)

ترجمہ: ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن ابی شیبہ نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی حماد بن سلمہ نے وہ روایت کرتے ہیں ثابت سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت انس سے کہ ایک شخص نے عرض کہ یارسول اللہ ﷺ میرے باپ کہاں ہیں۔ فرمایا دوزخ میں پھر جب وہ شخص واپس ہوا تو حضور ﷺ نے اس کو بلا کر فرمایا بیشک میرے باپ اور تیرے باپ دوزخ میں ہیں) اس حدیث کو امام مذکور نے اپنے استدلال میں پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ حضور ﷺ کے والد دوزخ میں ہیں اس کے بھی چند جوابات دیتا ہوں۔

﴿۱۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کی تعداد کتنی ہے؟ وضاحت قرآن و حدیث سے فرمائیں۔ بینوا توجروا۔　　سائل ملک جاوید اقبال طرہ باز ٹاؤن میانوالی

الجواب: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۲۵ برس کی عمر میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی اور بعثت سے قبل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آپ کی تین بیٹیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں، اور بعثت کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ سیدہ زینبؓ کا نکاح آپ نے ابو العاصؓ سے کیا۔ رقیہؓ اور ام کلثومؓ کا نکاح بالترتیب آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا۔ تیسری صدی ہجری تک کسی بھی شخص نے آپ ﷺ کی مذکورہ بالا چاروں بیٹیوں میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہیں کیا اور فریقین کی معتبر کتب میں ان بنات

کا تذکرہ موجود ہے۔ چوتھی صدی ہجری میں ایک غالی شیعہ ابو القاسم علی بن احمد بن موسیٰ المتوفی ۳۵۲ھ نے اپنی بدنام زمانہ کتاب ''الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ'' میں اس بات کا انکار کیا اور کہا کہ یہ آپ ﷺ کی حقیقی بیٹیاں نہیں تھیں۔ بلکہ ربیبہ بیٹیاں تھیں۔ یعنی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے تھیں۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا اور اس ایک لڑکی ہندہ پیدا ہوئیں۔ پھر اس کے بعد دوسرا نکاح ابو ہالہ تمیمی سے ہوا جس سے ایک لڑکا ھند اور ایک لڑکی ھالہ پیدا ہوئیں اور اس کے بعد پھر آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ آپ سے حضرت خدیجہ کی چار بیٹیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں۔ نسب کی یہ تفصیل کتاب نسب قریش ص ۳۳، ص ۲۲۸ کشف الغمہ فی معرفتہ الائمہ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب اور جمہرۃ الانساب وغیرہ میں موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اپنے پہلی خاوندوں سے زینب، رقیہ اور ام کلثوم نامی کوئی بیٹی نہیں۔ یہ شیعہ کا دجل و تلبیس ہے۔ لیکن شیعہ محدثین میں سے مشہور شیعہ عبداللہ مامقانی نے اپنی کتاب ''تنقیح المقال'' ص ۷۹ پر ابو القاسم کوفی کی اس بات کا رد کیا ہے۔ تنقیح المقال شیعہ کے رجال پر بڑی معروف کتاب ہے) چنانچہ عبد اللہ مامقانی شیعہ نے ص ۷۹ پر لکھا ہے، ابو القاسم کوفی کا ''الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ'' میں یہ قول کہ زینب اور رقیہ آپ ﷺ کی بیٹیاں نہیں تھیں بلکہ ربیبہ تھیں۔ قول بلا دلیل ہے۔ یہ ابو القاسم کی اپنی رائے محض ہے۔ جس کی حیثیت نصوص کے مقابلہ می مکڑی کے جالے کے برابر بھی نہیں۔ کتب فریقین میں رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیوں پر نصوص موجود ہیں اور شیعوں کے پاس اپنے آئمہ کے اقوال موجود ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔ یہ

بات بھی یاد رہے کہ اکثر علمائے شیعہ نے ابوالقاسم شیعہ کی ھفوات پر نقد کیا ہے بلکہ اسے بے دین قرار دیا ہے۔ جیسا کہ معروف شیعہ عالم شیخ عباس قمی نے ''تتمۃ المنتھی ص ۲۹ پر لکھا ہے،''

ابوالقاسم کوفی علی بن احمد بن موسی وفات یافت واودر آخر عمر مذ ہبش فاس شده بود وکتابها بسیار تالیف کرد ہم از کتابهائے ابوالقاسم کوفی کتاب الاستغاثه است'' ابوالقاسم کوفی فوت ہوا تو آخر عمر میں اس کا مذہب فاسد ہوگیا تھا۔ اور اس نے کئی کتابیں تحریر کیں ہیں۔ اس کی کتابوں میں سے ایک کتاب الاستغاثہ بھی ہے۔ اس طرح شیعہ عالم آقا میر نے نقد الرجال ص ۲۲۶ پر لکھا ہے، ابوالقاسم کوفی رجل من اهل الكوفته كان يقول من ال ابی طالب و غلا فی اخر عمره وفسد مذهبه و صنف كتبًا كثيرة اكثر ها على الفساد۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابوالقاسم کوفی جو غالی شیعہ تھا اور کئی فساد پر مبنی کتابوں کا مصنف تھا اس نے سب سے پہلے بنات الرسول ﷺ کا انکار کیا۔ پھر اس کی پیروی میں بعد والے شیعوں نے انکار کیا۔ حالانکہ قرآن مجید کتب احادیث اور فریقین کی کتب سے یہ بات تواتر کی حد تک ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے چار بیٹیاں تولد ہوئیں۔ اب نصوص ملاحظہ کریں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، یا ايها النبی قل لا زواجك و بنأتك و نساء المومنين يد نين عليهن من جلا بيبهن و ذلك ادنی ان يعرضن فلايئو ذين و كان الله غفوراً رحيما ۔ (احزاب ۵۹) اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی بڑی چادریں لٹکا لیا کریں یہ کم تر ہے کہ وہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پہچانی جائیں۔ پس وہ ایذا نہ دی جائیں اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ میں لفظ ازواج، زوجہ کی بنات بنت کی اور نساء امراۃ کی جمع ہے اور جمع کا طلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے اور اس آیت سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹیاں تین سے زائد تھیں اور فریقین کی کتب سے اس بات کی تعیین ہو جاتی ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی تعداد چار ہے۔

قرآن کی اس آیت میں پردے کے احکام بیان کئے جا رہے ہیں اور احکام شرعیہ کا مکلف بالغ ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نزول آیت کے وقت آپ کی تین سے زائد بالغ بیٹیاں موجود تھیں۔ جنہیں پردے کا حکم دیا گیا ہے۔ اہل سنت کے ہاں تو یہ بات متفقہ ہے کہ آپ ﷺ کی چار بیٹیاں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ اس لیے کتب اہل سنت کے حوالے نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں جو لوگ اس بات کے منکر ہیں ہم ان کی معتبر کتابوں کے حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں،

۱۔ عبداللہ مامقانی شیعہ نے اپنی کتاب " تنقیح المقال فی احوالہ الرجال ص ۷۷ طبع نجف میں لکھا ہے، ان كتب الفريقين مشحونته بانها ولدت للنبی صلی الله عليه وسلم اربع بنات زينب و ام كلثوم و فاطمه و رقيه۔ و بناته ادركن الالسلام وهاجرن معه واتبعنه۔ بے شک فریقین کی کتب اس بات سے بھری پڑی ہیں کہ آپ ﷺ کی سیدہ خدیجہؓ سے چار بیٹیاں زینب، ام کلثوم، فاطمہ اور رقیہ پیدا ہوئیں اور انہوں نے اسلام کو پایا اور آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور آپ کی پیروی کی۔ ۲۔ مشہور شیعہ محدث محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی باب التاریخ ص ۲۷۸ پر لکھا ہے، و تزوج خديجه وهو ابن بضع و عشرين سنته فولد له منها قبل مبعثه القاسم و رقيه و زينب و ام كلثوم

وولد له بعد المبعث الطيب و الطاهر والفاطمه۔ آپ ﷺ نے ۲۵ برس کی عمر میں خدیجہؓ سے شادی کی اور خدیجہؓ سے بعثت سے پہلے آپ کے ایک بیٹا قاسم اور تین بیٹیاں رقیہ، زینب اورام کلثوم پیدا ہوئیں اور بعثت کے بعد طیب وطاہر اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔

۳۔ شیخ صدوق نے اپنی کتاب خصال ج ۲ ص ۱۶۸ پر لکھا ہے، و قال رسول الله صلى الله عليه و سلم يا حميرا فان الله تعالىٰ بارك في الولود فان خديجه حمها الله ولدت منى طاهرا و هو عبدا لله وهوا المطهر ولدت منى القاسم و فاطمه و رقيه و ام كلثوم و زينب۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے حمیرا (عائشہؓ) بیشک اللہ تعالیٰ نے بچے دینے والی میں برکت رکھی ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے طاہر کو جنم دیا اور وہ عبداللہ اور مطہر ہے۔ اور اس نے مجھ سے قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم اور زینب کو جنم دیا۔ اس حوالہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ خود اپنی چار بیٹیوں کا اقرار کرر رہے ہیں، جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔

٤۔ مناقب ابن شهر اشوب ج۱ ص ۱٦۱ ، واولاد وصلى الله عليه وسلم من خديجه القاسم و عبد الله وهما الطاهر و الطيب و اربع بنات زينب و رقيه و ام كلثوم و فاطمه۔ آپ ﷺ کی خدیجہ سے اولاد قاسمؓ اور عبداللہؓ تھی اور وہ دونوں طاہر وطیب تھے اور چار بیٹیاں زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ تھیں۔

۵۔ تذکرۃ المعصومین ص ٦ میں ہے، تزوج خديجه وهو ابن بضع و عشرين سنته فولدت له قبل مبعثه رقيه وام كلثوم و زينب رضى الله عنها۔ جب رسول ﷺ کی عمر ۲۰

برس سے کچھ زائد تھی تو آپ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی اور بعثت سے پہلے خدیجہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بیٹیاں رقیہ ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنھن تھیں۔

۶۔شیعہ کی معروف ترین کتاب تحفۃ العوام ص ۱۱۶ پر ہے، اللھم صلی علی رقیہ بنت نبیك والعن من اذی نبیك فیھا اللھم صلی علی ام کلثوم و بنت نبیك والعن من اذی نبیك فیھا۔ اے اللہ اپنے نبی ﷺ کی بیٹی رقیہؓ پر رحمت نازل فرما اور جس نے تیرے نبی کو اس کے بارے میں تکلیف دی۔ اس کو لعنت کر۔ اے اللہ اپنے نبی ﷺ کی بیٹی ام کلثومؓ پر رحمت نازل فرما اور جس نے تیرے نبی ﷺ کو اس کے بارے میں تکلیف دی اس پر لعنت کر۔ اس کے علاوہ شیعہ مذہب کی معتبر کتب حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲۷، جلاء العیون ص ۱۷۵، تہذیب الاحکام الاستبصار، مراۃ العقول، فروع کافی، صافی شرح کافی، کشف الغمہ، قرب الاسناد، مجالس المومنین، اعلام الوری، منتخب التوارخ ص ۲۴، مناقب ال ابی طالب، امالی شیخ طوسی صفحہ ۳۸ رجال کشی، اور انوار نعمانیہ جلد اول صفحہ ۳۶۶ وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ کی سیدہ خدیجہؓ سے چار بیٹیوں کا ذکر موجود ہے۔

﴿۱۷﴾ **فتویٰ شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کیا حضرات انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے؟ ۔سائل نصیر خان مظفر گڑھ

الجواب: انبیاء واولیاء کی استمداد سے وسیلہ مراد ہے اور وسیلہ مراد لیکر مدد مانگنے کا محاورۃ قرآن وحدیث میں بکثرت ہے ﴿**قرآنی آیات**☆ یا یھا الذین امنو استعینو ا بالصبر والصلوۃ ☆ وتعاونو اعلی البر و التقوی ولا تعاونو اعلی الاثم والعدوان ☆ من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ ☆ یایھا الذین امنو ا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کونوا انصار الله☆ان تنصر الله ینصرکم☆والمئومنون والمئومنات بعضهم اولیاء☆فان الله هو موله وجبریل و صالح المئومنین والملیئکة بعد ذلك ظهیر☆اعینونی بقوة

☆نحن اولیاء کم فی الحیوة الدنیا و فی الاخرة۔

﴿احادیث مبارکہ﴾ حضور اکرم ﷺ نے بھی بندگان خدا سے وسیلہ سمجھ کر مدد چاہیے کی تصریح فرمائی (۱) ان لله عباداً تعالیٰ عبادا اختصهم بحوائج الناس۔ اللہ تعالیٰ کے یہ بندے حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لیے خاص ہیں ان کا کام ہی لوگوں کی حاجتیں پوری کرنا ہے۔

(۲) اطلبوا الحوائج عند حسان الوجوه النبی یا محمد انی اتوجه بك الی ربی لتقضی لی حاجتی (۳) تفسیر کبیر میں ان لفظوں سے ہے اعینونی یا عبادا الله یرحمکم الله (٤) بهم ترزقون و بهم تمطرون و بهم ترحمون و بهم تنظرون (٥) قال سیدنا عبد الله بن عمر رضی الله عنهما یا محمد (٦) کانت عادة اصحاب النبی ﷺ اذا اشتدت بهم الحروب نادوا یا محمد اه یا رسول الله یا نصر الله انزل امت الکفار۔ مذکورہ بالا آیات واحادیث میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے مدد مانگنے کا ثبوت ہے اور ہمارے اسلاف صالحین رحمہم اللہ بھی یہی مراد لیتے ہیں چنانچہ چند عبارات حاضر ہین۔ (۱) حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ احیاء العوم میں فرماتے ہیں من یستمد فی حیاته یستمد بعد وفاته یعنی جس سے زندگی میں مدد مانگنا جائز ہے اس سے بعد وفات بھی جائز ہے (۲) حضرت شیخ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوئے درحیات استمداد کردہ میشود بوئے بعد از وفات یکے از مشائخ گفتہ دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے ایشاں درحیات خود یا بیشتر یعنی زندگی میں جس سے مدد مانگی جاتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائے جائز ہے ایک بزرگ نے فرمایا کہ چار بزرگوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ حضرات اپنی قبروں میں بھی وہی عمل درآمد کرتے ہیں جو کہ اپنی زندگی میں کرتے تھے اس سے بھی زیادہ تصرف کرتے ہیں۔ (۳)

حضرتِ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اولیاء راہست قدرت از الہ ۔ تیر جستہ باز گرد انند زراہ۔

(۴) جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی کتاب تذکرۃ الموتی و القبور مطبوعہ نظامی کانپور ص ۳۶ میں اور تفسیر مظہری جلد اول صفحہ ۱۷۵ میں لکھتے ہیں وارواح ایشاں از زمین و آسمان وبہشت ہرجا کہ خواہند میروند ودوستان و معتقدان رادردنیا و آخرت مدد گاری فرمایند ودشمناں راہلاک می سازند
یعنی اولیائے کرام کی ارواح مبارکہ زمین وآسمان و جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی اوراپنے خدام وغلام ومریدوں کی دنیا وآخرت میں مدد فرماتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں۔ (۵) جناب شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں کہ اذاانتقلو االی البرزخ کانت تلک الاوضاع والعادات والعلوم معھم لا تفارقھم یعنی حضرات اولیائے کرام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جب دنیا سے برزخ کو منتقل ہوتے ہیں تو ان کی یہ دنیوی شان اور تصرف کی قوتیں اور مدد کرنے کی عادتیں اور علوم وکمالات سب ان کے ساتھ باقی رہتے ہیں یہ صفتیں ان سے جدا نہیں ہوتیں۔

(۶) شاہ صاحب لکھتے ہیں اذامات ھذا البارع لاَ یفقد ھوَ ولا براعته بل ذلك بحاله یعنی جب بندہ کامل انتقال کرتا ہے تو وہ گم نہیں ہوتا اور نہ اس کے کمالات گم ہوتے ہیں بلکہ وہ اور اس کے کمالات بدستور ویسے ہی باقی رہتے ہیں جیسے دنیا میں تھے (۷) قال الصوفیة احساد نا ارواحنا قدتواتر عنکثیر من الاولیاء انھم ینصرون اولیاء ھم ویدمرون اعداء ھم ویھدون الی الله تعالیٰ من یشاء الله تعالی وقدذکر المحددرحمة الله تعالیٰ ان ارباب کمالات النبوة بالوراثة ھم الصدیقون والمقربون فی لسان الشرع فیعطیھم الله تعالیٰ وجودامو ھوبا۔

یعنی حضرات اولیاء کرام نے ارشاد فرمایا ہماری روحیں ہمارے جسم ہوگئیں اور ہمارے جسم کثافت بدنی دور کر کے ہماری روح بن گئے اور یقیناً تواتر کے ساتھ بے شمار حضرات اولیاء کرام سے ثابت ہے کہ اولیائے کرام اپنے دوستوں نیازمندوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک وتباہ کرتے ہیں اور کافروں کو اسلام کی ہدایت کرتے۔ تبلیغ اسلام میں حصہ لیتے ہیں اور حضرات صدیقین اور مقربین کو اللہ تعالیٰ نے اس خاص وجود عطا فرمایا ہے۔ (۸) قاضی صاحب کے شیخ ومرشد حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہر تعویز کے آخر میں یہ عبارت لکھا کرتے یا حضرت مجدد صاحب رضی الله تعالی عنه صاحب ایں حرزدرضمن توسپردم معمولات مظھریه ص ۸۶ اور مقامات مظھریه۔ (۹) مولوی اسمٰعیل

دہلوی صراط مستقیم ص ۱۰۱ میں لکھا چنانکہ اصحاب ایں مراتب عالیہ و راباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالم مثال و شہادت می باشندایں کبار اولی الایدی والا بصاررا میرسدکہ تمامی کلیات رابسوئے خود نسبت نما یند مثلاایشاں رامیر سد کہ گویند کہ از فرش تا عرش سلطنت ما است یعنی ان بلند و بالا مراتب و مناصب والے اولیائے کرام عالم شہادت کو یہ حق ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف نسبت دیں۔

فائدہ درج کردہ قرآنی آیات احادیث رسول ﷺ اور علماء کرام کی عبارات سے واضح ہوا کہ اولیاء کرام کو تصرف عام ہے اور ان سے مدد مانگنا جائز ہے۔

﴿۱۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بعض لوگ لعنت کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟۔اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ لڑی اس کا صحیح جواب لکھئے۔

الجواب: حضور علامہ تفتازانی قدس سرہ لکھتے ہیں لا یجوز اللعن علی المعاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان علیا صالح معہ وفیہ انالحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما صالح معہ ولو کانامستحقااللعن لکان لا یجوز الصلح معہ یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لعن جائز نہیں کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح کر لی تھی اور اسی حاشیہ میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ سے مصالحت فرمائی تھی اور اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن کے مستحق ہوتے تو البتہ ان کے ساتھ صلح جائز نہ تھی اور

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایاوفی الانوار لا یجوز الطعن فی المعاویة لانه من کبارالصحابة رضی الله تعالیٰ عنه حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں طعن جائز نہیں کیوں کہ وہ کبائر صحابہ میں سے ہیں اور علامہ نووی شارح مسلم رقمطراز ہیں واما معاویه رضی الله تعالیٰ عنه فهو من العدول الفضلاء والصحابة النجباء (نووی شرح مسلم جلد۲ ص ۲۸۲ و تمته مظاهر حق ج ٤ ص ٥٢) یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضلاء عادلین اور صحابہ اخیار میں سے ہیں اور صاحب تاریخ الخلفاء چند واقعات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے چونکہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ اس لیے مجال دم زدنی نہیں۔ بہر کیف اگر ذاتی عداوت ان باہمی لڑائیوں کا سبب ہوتی تو صلح مشکل تھی۔ بلکہ اہلسنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ نسفی تحریر فرماتے ہیں۔

واما الحروب التی جرت بین الصحابة فکانت لکل طائفة شبهة اعتقدت تصریب انفسها و کلهم عدول و متاولون فی حروبهم و غیر ها ولم یخرج شیء من ذالك احدامن العدالة لانهم مجتهدون اختلفوا فی مسائل من محل الاجتهاد کم یختلف المجتهدون بعد هم فی مسائل و غیر ها ولم یلزم من ذالك نقص احد منهم (نووی ج ۳ ص ۲۸۲ مظاهر حق ص ۸٦) اور بہر حال وہ لڑائیاں جو مابین صحابہ واقع ہوئیں پس ہر گروہ کے لیے شبہ تھا جس کے سبب سے ہر شخص نے اپنے کو حق پر سمجھا اور سب کے سب عادل ہیں۔ اور

اپنے حروب وغیرہ میں متاول ہیں اوران اشیاء میں سے کوئی شئے عدالت سے ان کونہیں نکالتی۔اس واسطے کہ صحابہ مجتھد ہیں۔مسائل اوراختلاف محل اجتھاد میں فرمایا ہے جیسا کہ ائمہ مجتھدین صحابہ کے بعد دعا وغیرہ کے مسائل میں مختلف ہوئے ہیں اوراس اختلاف سے ان میں سے کسی کا نقص نہیں۔اوراس کے علاوہ شیعہ کی مشہور کی کتاب جلا العیون ،منتی الاعمال ،تاریخ یعقوبی ،قرب الاسنادص ۴۵ اورشرح ابن میثم میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ پرلعن کرنا جائزنہیں کیونکہ انہون نے حضرت امام حسنؓ سے صلح کرلی تھی۔ان کے اختلافات صرف دم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھے۔

﴿۱۹﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماءکرام اس مسئلہ کے بارے میں،کہ علماء اورمشائخ کے ہاتھ چومنا کیسا ہے؟بعض لوگ اس کوناجائزوحرام کہتے ہیں؟بینوا توجروا۔

سائل ملک جاوید اقبال طرہ باز ٹاؤن میانوالی

الجواب: علماءاورمشائخ کے ہاتھ چومنا جائز ہے۔اسے ناجائزوحرام کہنا جہالت ہے۔درمختار باب استبراء میں ہے، لا باس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرك ،یعنی برکت کے لئے عالم پرہیز گارآدمی کا ہاتھ چومنا جائز ہے۔اور اشعتہ اللمعات جلد چہارم ص ۲۱ پرہے،بوسہ دادن دست عالم متورع راجائز ست۔ بعضے گفتہ اند مستحب است۔ یعنی پرہیزگارعالم کا ہاتھ چومنا جائز ہے۔اوربعض لوگوں نے کہا کہ مستحب ہے یہاں تک کہ مخالفین کے پیشوامولوی رشیداحمد گنگوہی فتاوی رشیدیہ جلداول کتاب الحظروالاباحۃ ص ۵۴ میں لکھتے ہیں،تعظیم دین دارکوکھڑاہونا درست ہے اورپاؤں چومنا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے۔ لہٰذا علماء اور مشائخ کے ہاتھوں کو برکت کے لیے چومنا جائز ہے۔

﴿۲۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، مردے قبروں میں سنتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کو خطاب ہوا لا تسمع الموتی۔ اے نبی تم مردوں کو نہیں سنا سکتے جب نبی کریم ﷺ نہیں سنا سکتے تو عام آدمی کس طرح اپنی گفتگو سنا سکتا ہے۔

بینوا توجروا۔ سائل حافظ محمد سلطان میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں قرآن کی آیت کا مطلب غلط بیان کیا گیا ہے، یہ خطاب ابوجہل، ابولہب وغیرہ کافروں کے متعلق ہے۔ کہ کافر مطلق جو آپ ﷺ کی بات سننے پر تیار نہیں آپ ﷺ زبردستی اپنی بات ان کو نہیں سنا سکتے۔ کما قال المفسرون اس سے مراد قبروں والے ہیں ہی نہیں۔ جہاں تک سماع موتی کا تعلق ہے حضور ﷺ کی صحیح حدیث ہے، ما من مسلم یمر علی قبر اخیه المسلم و یسلم علیه و هو یرد السلام علیه (جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے وہ اس پر سلام بھیجتا ہے تو وہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور اس کا جواب بھی دیتا ہے) حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ نبی الله حی یرزق اللہ کا نبی قبر میں زندہ ہوتا ہے۔ اسے رزق دیا جاتا ہے، من صلی علی عند قبری سمعته، جو میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے میں اس کا درود سنتا ہوں تعرض علی اعمال امتی مجھ پر میری امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ میں اعمال دیکھ کر خوش ہوتا ہوں بُرے اعمال پر مغفرت کی دعا کرتا ہوں (کنز العمال) مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ سماع موتی برحق ہے خصوصاً سرکار عالم ﷺ آپ قبر میں امت کے احوال سے بھی واقف کیے جاتے ہیں۔

﴿۲۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے محلہ میں ایک مولوی آیا ہے جو اپنے آپ کو توحید پرست کہتا ہے۔ اور ہم کو بدعتی اور مشرک کہتا ہے۔ ہمیں یہ بتائیں کہ شرک اور بدعت کیا ہے؟۔ وضاحت فرمائیں حضرت علامہ صاحب جواب جلدی عنائت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ سائل چوہدری علم الدین ولد چوہدری غلام یٰسین ساکن سرائے مہاجر ضلع بھکر۔

الجواب: شرک کی دو قسمیں ہیں (۱) شرک جلی (۲) شرک خفی۔ عمل میں ریا کاری کرنا شرک خفی ہے۔ اسی کو شرک اصغر بھی کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے الریاء شرک خفی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ہر عملے کہ بریا کند شرک است۔ غایت آنکہ شرک جلی ست و خفی شرک جلی آشکارا بت پرستی کردن و مرائی کہ برائے غیر خدا عمل می کند نیز بت پرستی می کند لیکن پنہانی " (اشعتہ اللمعات شرح مشکوۃ جلد چہارم ص ۶۵۰) اور شرک جلی جس کو شرک اکبر بھی کہتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو بھی واجب الوجود ٹھہرانا شرک اکبر ہے۔ جیسے آریہ جو خدائے تعالیٰ کے سوا روح اور مادہ کو بھی واجب الوجود مانتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی اور کو خالق اور مؤثر بالذات ماننا یہ بھی شرک اکبر ہے۔ جیسے ستارہ پرستوں کا عقیدہ کہ عالم کے تغیرات ستاروں کی تاثیرات سے ہیں اور ستارے مؤثر بالذات ہیں کسی کے محتاج نہیں۔ تیسرے یہ کہ خدائے عزوجل کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا یا اسے مستحق عبادت سمجھنا جیسے بت پرست جو بتوں کی

عبادت کرتے ہیں اور ان کو پرستش کا مستحق سمجھتے ہیں یہ بھی شرک اکبر ہے اور جب مطلق شرک بولا جاتا ہے تو اکثر یہی شرک اکبر ہی مراد ہوتا ہے۔ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

شرک سہ قسم است در وجود، در خالقیت در عبادت (اشعتہ اللمعات جلد اول ص ۷۲) اور حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں

الاشراك هو اثبات الشريك الا لوهية بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما (شرح عقائد نسفی ص ٦١) اور بدعت وہ اعتقاد یا اعمال ہیں جو حضور ﷺ کے زمانہ حیات ظاہر میں نہ تھے بعد میں ایجاد ہوئے۔ یعنی بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت اعتقادی اور بدعت عملی۔ بدعت اعتقادی وہ برے عقائد ہیں جو حضور ﷺ کے بعد اسلام میں ایجاد ہوئے جیسے وہابیوں، دیو بندیوں کا یہ عقیدہ کہ خدائے تعالیٰ جھوٹ پر قادر ہے۔ بدعت اعتقادی ہے اور بدعت عملی ہر وہ کام ہے جو حضور ﷺ کے زمانہ پاک کے بعد ایجاد ہوا خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی اور خواہ وہ کام صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں ہو یا ان کے بعد۔ اشعتہ اللمعات جلد اول ص ۱۲۵ میں ہے، بداں کہ ہر چیز پیدا شدہ بعد از پیغمبر علیہ السلام بدعت است'' یعنی ہر وہ چیز جو حضور ﷺ کے بعد پیدا ہوئی وہ بدعت ہے۔

چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت مقرر کرنے کے بعد فرمایا نعمت البدعة هذه (مشکوۃ ص ۱۱۵) لیکن عرف عام میں ایجادات صحابہ کو سنت صحابہ کہتے ہیں بدعت نہیں کہتے۔ '' اشعتہ اللمعات میں ہے''

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آنچه خلفائے راشدین کرده باشند اگرچه بآں معنی که درزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوده بدعت است ولیکن قسم بدعت حسنه خواهد بود بلکه درحقیقت سنتست ۔ بلکہ وہ بدعت ہے جو قرآن وحدیث کے اصول وقواعد کے مطابق ہو اور نہی پر قیاس کیا گیا ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ **اول** بدعت واجبہ جیسے قرآن وحدیث سمجھنے کے لیے علم نحو کا سیکھنا اور گمراہ فرقوں پر رد کے لیے دلائل قائم کرنا۔ **دوم** بدعت مستحبہ جیسے مدرسوں کی تعمیر اور ہر وہ نیک کام جس کا رواج ابتدائی زمانہ میں نہیں تھا۔ جیسے محفل میلاد شریف وغیرہ۔ **بدعت سیئه** وہ بدعت ہے جو قرآن وحدیث کے اصول وقواعد کے مخالف ہو۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ **اول** بدعت محرمہ جیسے پاکستان کی مروجہ تعزیہ داری اور ماتم وغیرہ۔ **دوم** بدعت مکروہہ جیسے خطبہ کی اذان مسجد کے اندر پڑھانا۔ اور بدعت مباحہ وہ بدعت ہے جو حضور علیہ السلام کے ظاہری زمانہ میں نہ ہو اور جس کے کرنے نہ کرنے پر ثواب وعذاب نہ ہو۔

اشعۃ اللمعات میں ہے۔ ’’آنچه موافق اصول و قواعد سنت اوست وقیاس کرده شده براں۔ آں رابدعت حسنه گویند۔ وآنچه مخالف آن باشدبدعت ضلالت گویند وکلیت کل بدعة ضلالة محمول بریں ست۔ و بعض بدعتہما ست که واجب ست چنانچه تعلیم وتعلم صرف و نحو که بداں معرفت آیت و احادیث حاصل گرد دو حفظ غرائب کتاب و سنت و دیگر چیز ہائے که حفظ دین وملت برآن موقوف بود۔ و بعض مستحسن و مستحب مثل بنائے رباطہا و مدرسہا وبعض مکروه مانند

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نقش و نگار کردن مساجد و مصاحف بقول بعض ۔ و بعض مباحِ مثل فراخی در طعا مہائے لذیذہ و لبا سہائے فاخرہ بشرطیکہ حلال با شند و باعث طغیان و تکبر و مفاخرت نشوند ومباحات دیگر کہ درزمان آنحضرت ﷺ نبودن چنانکه غربال و مانند آن وبعض حرام چنانکه مذہب اہل بدع برخلاف سنت و جماعت ' اورردالمحتار جلداول ص۳۹۳ میں بھی یہی تفصیل موجود ہے۔اس کے علاوہ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کریں آپ کے محلّہ میں جومولوی آیا ہے اپنے آپ کوتوحید پرست ظاہر کرتا ہے حالانکہ وہ خود بدعتی ہیں۔

﴿۲۲﴾فتوی شرعی کیافرماتے ہیں علماءکرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے علاقہ میں رافضیوں کی مجالس ہوتی ہیں عوام تو خیر شریک ہوتی ہے اور ہمارے گاؤں کا ان پڑھ مولوی جو اپنے آپ کوسنی کہتا ہے وہ شریک ہوکران کی مجالس کورونق بخشتا ہے اور کہتا ہے یہ لوگ وہابیوں سے بہتر ہیں کیا یہ ان کا طریقہ صحیح ہے۔؟ سائل محمد نعیم ولدغلام یٰسین ساکن محمد یاروالاضلع میانوالی

الجواب: جس طرح وہابیوں دیو بندیوں کے جلسے مین شریک ہوکر ان کے جلسے کو بڑھانے والاسنی مولوی فاسق ہے۔یونہی رافضیوں کے جلسے میں شریک ہوکران کی جتھا بڑھانے والاسنی مولوی رافضیوں کے جلسے میں شریک ہوکرتبرا سنے اور خاموش چلا آئے وہ فاسق معلن ہے اور جوسنی مولوی یہ بکے کہ رافضی تو وہابی سے اچھا ہے وہابی تو خدائے وحدہ قدوس کی ذات پر کذب کا امکان عائد کرتا ہے اور رافضی تو محض خلفائے ثلثہ ہی کو برا کہتا ہے وہ گمراہ بددین ہے بلکہ حسب ارشاد کتب فقہیہ اس پر کفر عائد ہوتا ہے جس طرح امکان کذب باری کا عقیدہ کفر ہے یونہی حضر

ت سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہنا ان پر تبرا کرنا بھی کفر ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ردالرفضہ ص ۹ میں تحریر فرماتے ہیں الرافض اذا سب ابا بکرو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما اولعنھما یکون کافراوان فضل علیھما علیا لا یکفر و ھو مبتدع۔ یعنی شیعہ اگر شیخین (صدیق اکبرو فاروق اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہے یا ان پر تبرا بکے تو کافر ہوجائے گا۔ اور اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان دونوں حضرات سے افضل کہے تو کافر نہیں گمراہ و بدمذہب ہے۔ (بشرطیکہ صرف تفضیل ہی کا عقیدہ رکھے اگر ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا منکر نہ ہو۔) جب خلفائے ثلثہ میں حضرات شیخین داخل ہیں اور حضرات شیخین کو برا کہنے والا کافر و مرتد ہے تو خلفائے ثلثہ کو برا کہنے والا رافضی بھی حسب فتویٰ کافر ہوگا۔ پھر اس کو وہابی سے اچھا بتانے والا یا تو نرا جاہل ہے یا شدید گمراہ ہے۔ واقعی مرتدوں بد مذہبوں کی صحبت ایمان کے حق میں زہر ہلاہل ہے۔ جبھی تو رافضیوں کی صحبت سے متاثر ہر کرسی مولوی نے کہا کہ رافضی تو محض خلفائے ثلثہ ہی کو برا کہتا ہے گویا خلفائے ثلثہ کو برا کہنا کوئی بڑی بات نہیں۔ حالانکہ آج کا شیعہ خلفاء ثلثہ سمیت سوائے چار کے تمام صحابہ کرام کو مرتد و گمراہ کہتا ہے، ملاحظہ ہو شیعہ کتابیں رجال کشی ص ۴، تفسیر البرھان جلد اول ص ۲۳، تفسیر مراۃ الانوار جلد اول ص ۲۵۸، ترجمہ مقبول ص ۵۶۲، اسرار آل محمد ص ۷۷، انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۰۶، عن ابی جعفر قال کان الناس اھل الردۃ بعد النبی الا ثلثۃ فقلت و من الثلثتہ فقال المقداد بن الاسود وابو ذر الغفاری و سلمان الفارسی ثم عرف الناس، امام باقر نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد تین آدمیوں کے بغیر سارے لوگ مرتد ہوگئے، میں نے پوچھا وہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کون ہیں ،فرمایا، مقداد، ابوذر، سلمان ہیں معاذ اللہ رب العالمین ۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ تمام مسلمانوں کو عموماً اور آج کل کے نوعمر نا تجربہ کار مولویوں کو خصوصاً شیعوؤں کے مکر و کید سے بچائے ۔لہٰذا اس مولوی کے پیچھے اس وقت تک نماز پڑھنا جائز نہیں جب تک کہ توبہ نہ کرلے ۔

﴿۳۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر دعا مانگنے کا ثبوت احادیث مبارکہ میں ہے یا یہ بدعت ہے ۔؟

بینوا توجروا۔ سائل عبدالستار

الجواب: احادیث مبارکہ سے ثابت ہے چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ (۱) ان النبی ﷺ صلی علی جنازہ فلما فرغ جاء عمر و معه قوم فاراداان یصلی ثانیاً فقال له النبی ﷺ الصلوة علی الجنازة ولا تعاد ولکن ادع للمیت وا ستغفر له وهذا الفوزالمبین۔ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی جس وقت آپ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مع قوم حاضر ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوبارہ نماز پڑھنے کا رادہ کیا تو نبی کریم , نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا نماز جنازہ کا اعادہ نہیں ہوتا لیکن میت کے لیے دعا و استغفار کرلو۔ (۲) روی عن ابن عباس و ابن عمر رضی الله عنهم فاتتهما الصلوة علی جنازة لما حضر امازاد علی الاستغفار له مروی ہے حضرت ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہ ان دونوں سے نماز جنازہ فوت ہوگئی جب وہ تشریف لائے تو انہوں نے میت کے لئے فقط استغفار ہی کی ۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) روی عن عبدالله ابن سلام انه فاتته الصلوة علی جنازة عمر فلما حضر قال ان سبقتمونی بالصلوة علیه فلا تسبقونی بالدعاء له (البدائع) حضرت عبداللہ ابن سلام سے مروی ہے کہ آپ سے حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ فوت ہوگئی۔ جب آپ تشریف لائے تو حاضرین کو فرمایا اگر تم نے اس پر نماز پڑھنے میں سبقت کر لی تو دعا میں مجھ سے سبقت نہ کرو۔

(٤) عن عمیر ابن سعید قال صلیت مع علی علی یزید بن مکفف فکبر علیه اربعا ثم مشی حتی اتاه فقال اللهم عبدك وابن عبدك نزل بالهم فاغفرله ووسع علیه مدخله انا لا نعلم به الاخیر اوانت اعلم به۔ حضرت عمیر ابن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی حضرت علیؓ نے چار تکبریں پڑھیں۔ یعنی نماز پڑھائی پھر چلے یہاں تک کہ میت کے پاس آئے اور اس کے لیے دعائے مذکور فرمائی۔ تو ان چار احادیث مبارکہ سے جنازہ کے بعد دعا مانگنا معلوم ہوا یہ کوئی بدعت نہیں بلکہ سنت رسول ﷺ اور سنت صحابہ کرام ہے۔

﴿۲۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے محلہ کے صوفی اور پڑھا لکھا طبقہ کہتا ہے۔ یزید کافر تھا اور ان کو کافر ہی کہا جائے کیونکہ حضرت امام حسین اور ان کے رفقا کو شہید کرنا۔ واقعہ حرہ اور مسجد نبوی ﷺ کی بے حرمتی کفر کے افعال ہیں لیکن چند دیوبندی خیال کے لوگ یزید کو جنتی اور محبِّ رسول ﷺ کہتے ہیں۔ اب آپ ہی ہمیں صحیح مسئلہ بتائیں کہ آیا ہمارا عقیدہ صحیح ہے یا کہ دیوبندیوں کا؟۔ محمد نواز خان ولد اللہ داد خان کالا باغ میانوالی

الجواب: امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی بنا پر یزید پلید سخت گنہگار، حق العبد میں

گرفتا، لائق عذاب قہار اور مستحق عذاب نار ہے۔ بے شک یزید خبیث کو برا کہنا جائز ہے۔

یزید کے بارے میں اعلحضرت پیشوائے اہلسنت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ یذید پلید علیہ ما یستحقه من العزیز المجید قطعاً یقینا با جماع اهلسنت فاسق و فاجر و جری علے الکبائرها۔ اس قدر پر ائمہ اہلسنت کا اطباق واتفاق ہے صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اوران کے اتباع موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیت کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم اولئك الذین لعنهم الله فاصمهم واعمی ابصارهم۔ کیا قریت ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا۔ اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں (پ ۲۶ ع ۷) شک نہیں کہ والی ملک ہو کر زمین میں فساد کیا حرمین طیبین و کعبہ معظّمہ و روضۂ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں۔ مسجد نبوی ﷺ میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبی ﷺ بے اذان و نماز رہی۔ مکہ و مدینہ و حجاز میں دس ہزار صحابہ تابعین بے گناہ شہید کئے کعبہ معظّمہ پر پتھر پھینکے، غلاف کعبہ شریف پھاڑا اور جلایا۔ مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفے ﷺ کے گود کے پالے ہوئے تین نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور

ہوئے۔ سرانور کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھیرایا۔ حرم محترم قید کئے گئے اور بے حرمتی سے اس خبیث کے دربار میں لائے گئے۔ اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا۔ ملعون ہے۔ وہ جوان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لعنھم اللہ فرمایا۔ لہٰذا امام اوران کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں۔ اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن وتکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق وفجور تواتر ہیں۔ کفر متواتر نہیں اور بحرحال لعنت کرنا جائز ہے، نہ کہ تکفیر اور وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں۔ لقوله تعالیٰ فسوف يلقون غيا الامن تاب اور توبہ نادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کا عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط واسلم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۰۷) شرح عقائد میں یزید اوران کے معاونین کو کافر لکھا ہے۔

﴿۲۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ پیرو مرشد فوت ہوگئے ہیں۔ اب میرا جی چاہتا ہے کہ میں کہیں دوسری جگہ بیعت کرلوں کیا یہ میرے لیے روا ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔ سائل ملک شاہد اقبال ضلع میانوالی۔

الجواب: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ اپنے معروف رسالہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں عن الصوفية اما من الخصلين فان كان بظهور خلل فيمن بايعه فلاباس و كذلك بعد موته او غيبته المنقطعة واما بلاعذر فانه يشبه المتلاعب و يذهب بالبر كاة لو يصرف قلوب الشيوخ عن تعهده۔ اور اس طرح حضرات صوفیہ سے لیکن دو پیروں سے بیعت کرنا اگر بسبب ظہور خلل کے ہو اس پیر میں جس پیر سے بیعت کر چکا ہے تو

الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کچھ مضائقہ نہیں اسیطرح اس کی موت کے بعد یا اس کی غیبت منقطعہ کے بعد کہ اس کی توقع ملاقات کی باقی نہیں رہی اور بلا عذر تو دوسرے مرشد سے بیعت کرنا کھیل کے مشابہ ہے اور ہر جگہ بیعت کرنا برکت کو کھوتا ہے۔ اور مرشدوں کے دلوں کو اس کی تعلیم اور تہذیب سے پھیرتا ہے۔ یعنی اس کو ہر جائے اور دم خیالی سمجھ کر کچھ التفات نہیں فرماتے۔

﴿۲۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، روافض کافر کیوں؟۔ بینوا توجروا۔ محمد نعیم محلہ عالم خیل میانوالی

الجواب: بعض فقہاء نے سب صحابہ کو کبائر سے لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہوتا۔ (نووی جلد۲ ص ۳۱۰) میں قاضی عیاض فرماتے ہیں وسب احدھم منلامعاصی الکبائر و مذھبنا و مذھب الجمھور انہ یعزر ولا یقتل کہ کسی صحابہ کو گالی دینا کبائر سے ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اسے تعزیر لگائی جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔ حضرات فقہاء علیہم الرحمتہ نے تو سب شیخین بھی کفر لکھا ہے خلاصہ میں ہے۔ الرافضی اذا کان یسب الشیخین و یلعنھما العیاذ باللہ تعالیٰ فھو کافر یعنی رافضی جو شیخین کو برا کہے کافر ہے۔ (غنیۃ شرح منیہ میں ہے ص ۵۱۴) میں اما لو کان مودیا الی الکفر فلا یجوز اصلا کالغلاۃ من الروافض الذین یدعون الالوھیۃ لعلی رضی اللہ عنہ او ان لا نبوۃ کانت لہ فغلط جبریل و نحو ذلک مما ھو کفرو کذا من یقذف الصدیقۃ او ینکر صحبۃ الصدیق او خلافتہ او یسب الشیخین۔ یعنی بدمذہب کا عقیدہ اگر کفر تک پہنچ جائے تو اس کا اقتداء اصلاً جائز نہیں جیسے غالی رافضی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا کہتے ہیں ملاحظہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہوں شیعہ کتابیں جلاالعیون مترجم ص ۸۵، تذکرہ آئمہ ص ۶۶، اسلام پر کیا گزری ص ۱۱۸ وغیرہ، یا یہ نبوت ان کے لیے تھی جبریل نے غلطی کی ملاحظہ ہوں شیعہ کتابیں انوارنعمانیہ جلد دوم صفحہ ۲۳۷، تذکرہ آئمہ صفحہ ۵۳، قالو محمد بعلی اشبه من الغراب بالغراب و الذباب بالذباب فبعث الله جبرئيل الى على عليه السلام فغلط جبرئيل فى تبليغ الرسالة من على الى محمد خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جیسے کوا کوئے کے، مکھی مکھی کے مشابہ ہوتی ہے اسی طرح حضرت محمد ﷺ اور حضرت علیؓ مشابہ تھے، تو حضرت جبرئیلؑ نے حضرت علیؓ کو نبوت دینے کے بجائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے گئے۔ اور اسی قسم کی اور باتیں کہ کفر ہیں اور اسی طرح جو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت ملعون کی طرف نسبت کرے یا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا منکر ہو یا خلافت کا انکار کرے یا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہے۔

مراقی الفلاح کی شرح (طحطاوی ص ۱۹۸) میں ہے۔ ولا تجوز الصلوة خلف منكر المسح على الخفين او صحبة الصديق و من يسب الشيخين او يقذف الصديقة ولا خلف من انكر بعض ما علم من الدين ضرورة لكفره فلا يلتفت الى تاويله واجتهاده

عقود الدریہ میں ہے کہا الروافض كفرة جمعوا بين اصناف لا كفر عنها انهم ينكرون خلافة الشيخين و منها انهم يسبون سود الله وجوههم فى الدارين فمن اتصف بهذاه الاوصاف فهو كافر مطلق یعنی روافض کافر ہیں اس لیے کہ ان میں کئی قسم کے کفر جمع ہیں بعض ان میں یہ ہے کہ وہ شیخین کو گالی دیتے ہیں اور بعض ان میں یہ ہیں کہ شیخین کی خلافت کے منکر ہیں خدا دونوں جہانوں میں ان کا منہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کالا کرے شرع کا قاعدہ ہے جس میں یہ امور ہوں وہ کافر ہے اس طرح تنویر درمختار میں ہے۔ یادر ہے کہ شیعہ مذہب کے ارتداد کے وجوہ بہت ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ سوائے چند صحابیوں کے باقی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو مرتد اور خارج از اسلام کہتے ہیں چنانچہ (فروع کافی ج ۳ ص ۱۱۰، انوار نعمانیہ جلد ۲ ص ۲۵، جلا العیون جلد ۲، حیات القلوب جلد ۲) میں ھے عن ابی جعفر علیہ السلام قال کان الناس اھل ردۃ بعدٌ انبی ﷺ الا ثلاث و من الثلاۃ فقال مقداد بن الاسود و ابو ذر غفاری و سلمان الفارسی امام محمد باقر علیہ السالم سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد صحابہ مرتد ہو گئے سوائے تین صحابیوں کے راوی کہتا ہے میں نے پوچھا وہ کون ہیں فرمایا مقداد بن الاسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رضی اللہ عنھم۔ تفصیل کے بجائے ہم اور وجوہ اجمالاً لکھتے ہیں۔ بعض تو صرف ان کے غلط مذہب کا نمونہ ہیں او بعض کفر کے وجوہ، مثلاً قرآن مجید کا انکار، ملاحظہ ہو شیعہ کتابیں تفسیر صافی جلد اول ص ۳۵، تفسیر قمی جلد اول ص ۴۰، تفسیر عیاشی جلد اول ص ۹، تفسیر البرھان جلد اول ص ۲۹، احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۲۶، اصول کافی جلد دوم، فصل الخطاب صفحہ ۲۸۱ پر لکھا ہے کہ تحریفِ قرآن کی روایات متواترہ ہیں۔ الاخبار متواترۃ بالمعنیٰ علی النقض و التغیر فی الجملۃ لکن لا یمکن الجزم فی مخصوص موضع و امرنا بقراتہ و العمل بہ علی ما ضابطہ القراء الی ان یظہر القائم ترجمہ: تحریف

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن کی روایات متواترہ بالمعنی قرآن میں کمی ہونے اور تبدیلی ہونے پر دلالت کرتی ہیں، لیکن یقینی طور پر یہ کہنا ممکن نہیں کہ فلاں فلاں جگہ تحریف ہوئی ہے اور ہمیں اسی قرآن کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک امام مہدی کا ظہور نہیں ہوتا۔ انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۶۳ پر ہے، ترجمہ: آئمہ کرام نے شیعہ حضرات کو وقتی طور پر موجودہ قرآن کو نماز وغیرہ میں پڑھنے کا حکم دیا اور دیگر احکام پر عمل کو کہا ہے۔ جب تک کہ امام مہدی اصلی قرآن لے کر نہیں آتے۔ جب وہ آئیں گے اصلی قرآن حضرت علی والا لے آئیں گے اور لوگوں کو اس کے پڑھنے اور عمل کرنے کو فرمائیں گے۔ امامت نبوت سے افضل، توحید و رسالت کیطرح امامت پر ایمان واجب، حضرات شیخین کو کافر و منافق۔ حضور علیہ السلام کی بیویوں کو غیر مومن اور منافق سمجھتے ہیں وغیرہ۔ لہٰذا ان عبارات سے واضح ہوا کہ شیعہ کافر ہیں۔

﴿امام احمد رضا فاضل بریلوی کا فتویٰ﴾

اہلسنت مسلک کے مشہور مقتدر امام احمد رضا خان قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ تحقیق مقام و تفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین (حضرت ابو بکر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کو اور ان میں سے کسی ایک کی شان میں گستاخی کرے اگر صرف اس قدر کہ امام و خلیفہ برحق نہ مانے کتب معتبرہ فقہ حنفی کی تصریحات اور علامہ آئمہ ترجیح وفتویٰ کی تصحیحات پر مطلقا کافر ہے۔ (ردالرفضہ ص ۳) (۲) رافضی اگر مولیٰ کرم اللہ وجہہ کو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل جانے بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافت صدیق رضی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ عنہ کا منکر ہوتو کافر ہے۔ (ایضاً ص۳) (۳) اسی طرح خلافت فاروق اعظمؓ کا منکر معتبر قول میں وہ کافر ہے۔ (ایضاً ص۵) (۴) جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے بالاجماع مسلمین کافر ہے بے دین ہے۔ (ایضاً ص۱۸) جب کہ شیعہ آئمہ کو تمام انبیاء سے افضل مانتے ہیں، دیکھئے تفسیر مراۃ الانوار ص۲۰ تفسیر البرحان جلد دوم ص ۳۶۸، اصول کافی کتاب الحجہ ص ۸۷، کنز الفوائد ص ۲۵۹، اعلام الوریٰ ص ۳۸۸، حیات القلوب ص ۷۸۷ جلد دوم، انور نعمانیہ جلد اول صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے، و کـــون ائمتنا علیهم السلام افضل من سائر الانبیاء هو الذی لا یرتاب فیه من تبتع اخبار هم علی وجه الاذعان والیقین والاخبار فی ذلک اکثر من ان نتحص و علیه عمدة الامامیة، ہمارے شیعہ اماموں کا تمام انبیاء سے افضل ہونا تو حقیقت ہے کہ جس نے شیعہ احادیث کو پورے یقین سے پڑھا وہ اس میں شک نہیں کرسکتا، اس بارے میں اتنی حدیثیں ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا اور اسی عقیدے پر امامیہ فرقہ کا مدار ہے۔ مرتبئه امامت برتر نبوة است حیات القلوب جلد سوم ص ۲

﴿۲۷﴾ فتـــوی شـرعـی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، مرتد کسے کہتے ہیں اور مرتد کی شرعی سزا کیا ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل ملک خالد محمود میانوالی۔

الجواب: مرتد اسم فاعل ہے ارتد یرتد ارتدادا سے جس کا لغوی معنی ہے پھرنے والا پلٹنے والا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ان الذین ارتد و ا علی ادبار هم (محمد ۲۵) بے شک وہ لوگ جو اپنی پیٹھ کے بل الٹے پھر گئے۔ اس طرح ایک مقام پر فرمایا قال ذلك ما کنا نبغ فارتدا علی اثارهما قصصا (کهف ٦٤) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) یہی تھا جس کی تلاش میں ہم تھے چنانچہ وہیں سے اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے واپس پلٹے۔

ایک اور مقام پر فرمایا یا ایھا الذین امنو من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ (الایتہ ۔ المائدہ) اے ایمان والو جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہو گی ۔ ان تین آیات میں ارتد فارتد اور یرتد ایک ہی بات کے مختلف صیغے ہیں ۔ جس کا بنیادی مادہ رد ہے اور اس کا معنی ہے پھیرنا، واپس کرنا وغیرہ اور اصطلاحی طور پر اس کی تعریف یہ ہے ایسا مسلمان جو اپنے اسلام کو اختیار کرنے والا ہو اور اس کا کسی قول فعل، کفریہ، عقیدہ یا ضروریات دینیہ سے کسی کے ساتھ شک کی بنیاد پر دین اسلام سے کٹ جانا مرتد ہو جانا ہے ۔ (عقوبۃ الاعدام ص ۳۴۹)

بعض ائمہ نے اس کی تعریف یہ کی ہے، الراجع عن دین الاسلام الی الکفار (القاموس الفقھی ص ۱۴۷) دین اسلام سے کفر کی طرف پلٹنے والا، گویا مرتد ایسا شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد واپس کفر کی طرف پلٹ گیا ۔ یہ ارتداد اس کے اندر خواہ عقیدے کی بنا پر پیدا ہو یا کسی قول، فعل اور شک وشبہ کی بنا پر ۔ خواہ سنجیدگی سے ہو یا مذاق وٹھٹھہ سے کیونکہ ارتداد جیسے سنجیدگی سے ہوتا ہے ۔ استہزاء اور ہزل، ٹھٹھہ ومذاق سے بھی واقع ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

قل أ باللہ وایاتہ و رسؤلہ کنتم تستھزؤن لا تعتذ رو ا قد کفر تم بعد ایمانکم (التوبۃ ۲۵:۶۶) کہہ دیجئے کیا اللہ تعالیٰ اس کی آیات وراس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمہاری ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں؟ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً اپنے ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو ۔

مرتد آدمی پکا جہنمی ہو جاتا ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، و لا یزالون یقاتلو نکم حتی یردو کم عن دینکم ان استطاعوا و من یر تدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فأولئک

حبطت اعمالهم فی الدنيا والا خرة وأوليك اصحاب النار هم فيها خالدون (البقرہ:۲۱۷) یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑائی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہوسکے تو تمہیں تمہارے دین سے مرتد کر دیں گے اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور اسی کفر کی حالت میں مرگیا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہو جائیں گے یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔ مرتد کی دنیوی سزا قتل ہے۔

﴿**پہلی دلیل** حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، عن عكرمة ان عليا رضی الله عنه حرق قوما فبلغ ابن عباس فقال لو كنت انا لم احرقهم لان النبی صلی الله علی وسلم قل لا تعذبو ابعذاب الله ولقتلتهم كما قال النبی صلی الله عليه وسلم من بدل دينه فاقتلوه (بخاری کتاب الجهاد والسير (۳۰۱۷) و كتاب الستتابة المرتدين والمعاندين و قتالهم باب حكم المرتد والمرتدة واستتابعتهم، مسند حميدی، بهيقی، ابن ماجة كتاب الحدود باب المر تدعين دينه ، مسند احمد ، دار قطنی، ابو داؤد كتاب الحدود باب الحكم فيمن ارتد، نسائی كتاب تحريم الدم، ترمذی كتاب الحدود باب ما جاء فی الحكم المرتد، شرح السنته ، مسند ابی يعلی ۔ علی بن ابی طالبؓ نے ایک قوم کو آگ میں جلایا۔ یہ بات عبداللہ بن عباس کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا اگر میں ہوتا تو انہیں آگ میں نہ جلاتا اس لیے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب نہ دو۔ البتہ میں انہیں قتل کر دیتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنا دین بدل لیا اسے قتل کردو۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسری دلیل عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لا یحل دم امری مسلم یشهد ان لا اله الا الله و انی رسول الله الا باحدی تلك النفس بالنفس والثیب الزانی والمفارق لدینه التارك للجماعة ۔ مسند حمیدی، بهیقی، ابن ماجة کتاب الحدود باب المر تدعین دینه ، مسند احمد ، دار قطنی، ابو دائود کتاب الحدود باب الحکم فیمن ارتد، نسائی کتاب تحریم الدم، ترمذی کتاب الحدود باب ما جاء فی الحکم المرتد، شرح السنته ، مسند ابی یعلیٰ جو شخص لا الٰـه الا الله اور میرے رسول ہونے کی گواہی دے اس کا خون حلال نہیں مگر تین کاموں میں سے کسی ایک کی بنا پر نفس کے بدلے (یعنی قاتل کو مقتول کے بدلے قصاص میں قتل کرنا) ۲۔شادی شدہ زانی (یعنی اسے رجم کر کے مار دیا جائے) ۳۔اپنے دین کو چھوڑنے والا جماعت کو ترک کرنیوالا یعنی مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہوکر کافروں کی جماعت مین شامل ہوجائے اور دین اسلام ترک کر بیٹھے مرتد ہو جائے۔

تیسری دلیل سیدنا علیؓ فرماتے ہیں، کل مرتد عن الاسلام مقتول اذالم یرجع ذکرا او انثی دار قطنی ۔اسلام سے مرتد ہونے والا ہر شخص قتل کیا جائے گا جب وہ واپس نہ پلٹے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔اس اثر کی سند حسن ہے عبداللہ بن مسعود اور عثمان بن عفانؓ کا موقف بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔المحلی لابن حزم ۱۱۲/۳۱ امام ابوالمظفر یحییٰ بن محمد بن ہبیرہ فرماتے ہیں،

واتفقوا علی ان المرتد عن الاسلام یجب علیه القتل ۔ الافصاح عن معانی الصحاح ۱/۱۸۷ اس باب پر ائمہ دین کا اتفاق ہے کہ اسلام سے مرتد ہونے والا واجب القتل ہے۔

امام بن قدامہ فرماتے ہیں، ترجمہ: اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ مرتد واجب القتل ہے اور یہ بات ابوبکر، عمر، معاذ، ابوموسیٰ، عبداللہ بن عباس خالد وغیرہم سے مروی ہے۔ اس پر انکار نہیں کیا گیا پس اس پر اجماع ہو گیا۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن وسنت، اجماع صحابہ کرام اور اجماع اہل علم فقہاء محدثین کی رو سے مرتد واجب القتل ہے۔

﴿۳۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ماہ صفر میں آخری چہار شنبہ کو بہت لوگ چوری بنا کر اور میٹھی روٹی حلوہ پکا کر کھاتے وتقسیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی روز حضور ﷺ کا مرض صبح کے وقت شدت سے تھا۔ مشرکین نے خوشی منائی اور بعد از نماز ظہر صحت یاب ہو گئے تو حضرت فاطمۃ الزہرا نے چوری بنا کر تقسیم کی اور خوشی کا اظہار کیا۔ جبکہ ہمارے ہاں اس کا مکمل رواج ہو چکا ہے۔ لوگ چوری حلوہ اور میٹھی روٹی پکا کر کھاتے ہیں۔ کیا اس واقعہ کی کچھ اصل ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل ملک شاہد اقبال میانوالی۔

الجواب: یہ واقعہ بالکل بے اصل ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ خلاف واقع ہے جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب بہار شریعت جلد نمبر ۱۶ کے ص ۲۱۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے۔ لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں۔ سیر وتفریح وشکار کو جاتے ہیں۔ پوریاں وغیرہ پکتی ہیں اور نہاتے، دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی روز غسل صحت فرمایا تھا اور بیرون مدینہ طیبہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں بلکہ ان دنوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شدت کے ساتھ

تھا۔خلاصہ تحریر یہ ہے کہ یہ ایشیاء کی رسم ہے۔اس کا کسی مشہور کتاب میں ذکر نہیں ہے۔

﴿۲۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ امام اعظمؒ ان کے ایمان کے قائل نہ تھے، کیا یہ بات صحیح ہے۔بینوا وتوجروا۔سائل محمود احمد میانوالی

الجواب: جماعت اہلسنت کے مقتدر علماء نے اس کی پرزور تردید کی ہے۔اور فقہ اکبر کی اصل عبارت کو تسلیم نہیں کیا۔دیکھئے طحطاوی جلد دوم صفحہ ۸۰ میں ہے، وما فی الفقه من ان والدیه صلی الله علیه و آله وسلم ما تا علی الکفر فمد سوس علی الامام و علی السنخ المعتمدة لیس بها شئی من ذالك ۔ فقہ اکبر میں جو یہ الفاظ کہیں ملتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین امام اعظم کے بقول کفر پر مرے تو یہ الفاظ امام اعظمؒ پر بطور افتراء منسوب کردیئے گئے ہیں۔کیونکہ قابل اعتماد نسخہ جات فقہ اکبر میں ان الفاظ کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔امام اہلسنت امام احمد رضا فرماتے ہیں، المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد ص ۱۷۵، (ترجمہ) یہ قول حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔علامہ طحطاویؒ نے حاشیہ ردالمختار میں کہا کہ یہ کہنا کہ حضور ﷺ کے والدین کا نکاح کفر کے ساتھ ہوا یہ بے ادبی ہے اور والدین رسول ﷺ کے بارے میں ایک مسلمان کا جو عقیدہ ہونا چاہیے وہ یہ کہ ان دونوں حضرات کو کفر سے محفوظ سمجھا جائے۔علامہ موصوف فرماتے ہیں، فقہ اکبر کے حوالہ سے جو یہ کہا جاتا ہے کہ امام اعظمؒ نے کہا، حضور ﷺ کے والدین کا حالت کفر میں انتقال ہوا یہ کہنا امام اعظم پر ایک تہمت سے کم نہیں ہے۔اور اس کے تہمت ہونے پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ فقہ اکبر کے جو نسخے قابل

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اعتماد ہیں ان میں ایسے الفاظ کا قطعاً وجود تک نہیں ملتا۔ علامہ ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ فقہ اکبر کے حوالہ سے جو یہ عبارت " ما تا علی الکفر" پیش کی جاتی ہے وہ ابو حنیفہ محمد بن یوسف بخاری کی ہے۔ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظمؒ کی نہیں ہے اسی کی وضاحت مہر انور صفحہ ۷ میں بھی موجود ہے۔ الحمویۃ الکبریٰ صفحہ ۲۸ پر بھی یہی وضاحت کی گئی ہے۔ تفسیر مظہری جلد ۷ صفحہ ۸۹ پر قرآن پاک کی آیت " وتقلبك في الساجدين " کے تحت لکھتے ہیں، المراد منه تقلبك من اصلاب الطاهرين الساجدين لله الى ارحام الطاهرات الساجدات و من ارحام الساجدات الى اصلاب الطاهرين اى الموحدين و الموا حدات حتى يدل على ان آباء النبى صلى الله عليه و آله وسلم كلهم كانوا مومنين۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ پاکیزہ اور اللہ کو سجدہ کرنے والے مردوں کی پشت سے ان عورتوں کے رحم کی طرف منتقل ہوئے جو طاہر اور سجدہ کرنے والی تھیں۔ اور پھر ان طاہرات و ساجدات کے رحم سے ایسے پاکیزہ افراد کی طرف منتقل ہوئے۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم تھے۔ یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اباء اجداد صاحبان ایمان توحید پرست تھے۔ روح المعانی جلد ۱۹ صفحہ ۱۳۷، تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۹۸، تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۱۸۳، تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۶۸، مسالک الحنفاء ص ۶۸، تفسیر ان جریر طبری جلد اول صفحہ ۱۸۳ پر بھی یہی وضاحت کی گئی ہے۔

اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الطہارت

(طہارت کے مسائل)

﴿۳۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے ساتھی طالبعلم محمد یٰسین کاغذ سے استنجا کرتے ہیں اور جائز بھی کہتے ہیں۔ مجھے بتایا جائے کہ از روے شرع کاغذ سے استنجاء کرنا کیسا ہے؟۔سائل قاری محمد الطاف متعلم جامعہ اکبریہ میانوالی

الجواب کاغذ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ کاغذ ایک گراں قدر چیز ہے جو علوم و فنون کی امین اور خود اسلام اور اس کی تعلیمات کے لیے ایک بلند پایہ ریکارڈ ہے۔ علامہ شامی نے اس کی کراہت کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔ لصقالته و تقومه وله احترامه ایضا لکونه اٰلة لکتابة العلم ترجمہ: اس لیے کہ وہ چکنا ہوتا ہے (جس سے نجاست کے پھیل جانے کا اندیشہ ہے) اور قیمتی ہوتا ہے نیز علم کی تحریر کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے قابل احترام بھی ہے۔

﴿۳۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ حوض اور ٹینکوں کو کس طرح پاک کیا جائے۔ مکمل طریقہ لکھ دیں تاکہ ہم عمل کر کے اپنی زندگی کو پاکیزہ رکھ سکیں۔ بینوا توجروا۔سائل محمد بلال نیازی میانوالی

الجواب: اس سلسلہ میں پہلے دو فقہی اصول سمجھ لینے چاہیں پانی دو طرح کا ہوتا ہے۔ بہتا ہوا، یعنی، جاری، اور ٹھہرا ہوا یعنی، راکد، پھر یہ ٹھہرا ہوا پانی بھی یا تو زیادہ مقدار میں ہوگا اگر کم ہے تو تھوڑی سی بھی نجاست گر جائے پانی ناپاک ہو جائے گا، چاہے اس نے پانی کے اوصاف، رنگ، بو، مزہ میں کوئی تبدیلی پیدا کی ہو یا نہ۔ اور اگر پانی جاری یا کثیر مقدار میں ہے تو تھوڑی نجاست گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ ہاں اگر اتنی مقدار میں نجاست گر جائے

کہ پانی کے اوصاف ہی بدل جائیں تو اب پانی ناپاک ہو جائے گا۔ پھر پانی کی کثیر یا قلیل مقدار کا تعین ایک مشکل بات تھی۔ اس لیے فقہاء احناف نے اس کے لیے ایک مخصوص اور واضح حد متعین کر دی کہ اگر حوض دس ہاتھ لمبا اور چوڑا ہو یا دوسرے لفظوں میں دہ در دہ ہو تو یہ کثیر ہو گا اور اتنی مقدار میں نہ ہو تو قلیل ہو گا۔ اس پر فتویٰ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ا ص ۱۰)

اب یہ پانی کی ٹینکیاں دو طرح کی ہوتی ہیں ایک وہ جس میں دو طرف سے پمپ ہوں ایک طرف سے پانی کی آمد اور دوسری طرف پانی کی نکاسی کا سلسلہ ہو۔ اگر ایسا نہ ہو بلکہ کسی ایک طرف سے ٹینکی بند ہو۔ صرف پانی کی آمد یا پانی کی نکاسی کا سلسلہ ہو لیکن مقدار میں دہ در دہ ہو تو اب بھی پانی کثیر ہونے کی وجہ سے ناپاک نہ ہو گا۔ سوائے اس کے کہ اوصاف ہی بدل جائیں۔ ہاں اگر ٹینکی مقدار میں بھی چھوٹی ہو اور پانی کی آمد و رفت کا تسلسل بھی نہ ہو تو تھوڑی سی بھی نجاست کیوں گرنے سے پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اس کو پاک کرنے کا طریقہ ہے جس ٹینکی میں نجاست گری ہے اس میں ایک طرف سے پانی داخل کیا جائے اور دوسری طرف سے نکال دیا جائے۔ جوں ہی پانی نکل جائے ٹینکی پاک ہو جائے گی۔ البتہ اگر کوئی ذی جسم نجاست گری ہو مثلاً مردہ جانور وغیرہ تو ضروری ہو گا کہ اس عمل سے پہلے اس نجاست کو نکال لیا جائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اذا کان الحوض صغیرا یدخل فیه الماء من جانب ویخرج من جانب جاز الوضوء فیه من جمیع جوانبه حوض صغیره متنجس ماء ہ فدخل الماء الطاهر فیه من جانب و سال ماء الحوض من

جانب اخر کان الفقیہ ابو جعفر یقول کما سال ماء الحوض من الجانب الاخر یحکم بطھارۃ الحوض ترجمہ: جب حوض چھوٹا ہواس میں ایک طرف سے پانی داخل ہوا اور دوسری طرف سے نکلے تو ہر طرف سے وضو کرنا درست ہوگا۔ چھوٹا حوض جس کا پانی ناپاک ہو پھر اس میں ایک طرف سے پاک پانی داخل ہوا اور دوسری جانب سے بہہ جائے تو فقیہہ ابو جعفر کہتے تھے کہ جیسے ہی پانی دوسری طرف سے بہہ جائے حوض کے پاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

﴿۳۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، حضرت صاحبزادہ صاحب میں باوضو تھا۔ میرے بازو پر چوٹ لگی مگر خون نہ نکلا میرا وضو باقی ہے یا پھر سے وضو کرنا ہوگا۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد اختر خان میانوالی۔

الجواب: چوٹ والے عضو سے خون نہ نکلا تو دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں۔ کما ھو الظاھر۔ اور کٹے ہوئے عضو پر پانی بہانا لازم نہیں۔ لان الغسل فی محلہ وقع طھارۃ حکمیۃ للبدن کلہ من لاحدیث لا یکتص بذلك المحل فلا یزول حکمہ بزوالہ کما ھو مصرح فی الکتب الفقھیۃ۔ اسی لیے وضو یا غسل کے بعد کسی نے اگر اپنے ہاتھ پاؤں وغیرہ کے کسی حصہ سے کچھ چمڑا کاٹ کر نکال لیا اور خون نہیں بہا تو اس حصہ پر پانی بہانا بھی ضروری نہیں۔ جیسا حضرت علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہی تحقیق ہے۔

﴿۳۳﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ وضو کے استعمال سے پانی کی چھینٹیں اگر کنوئیں میں واقع ہو جائیں تو کنواں مذکور پاک ہے یا نہیں؟۔اگر ناپاک ہے تو کتنے ڈول نکالے جائیں۔اس کا جواب بحوالہ کتب فقہی عطا کیا جائے۔بینوا توجروا۔

الجواب: کنوئیں میں جب ماء مستعمل کی چھینٹیں واقع ہو جائیں تو وہ کنواں پاک ہے۔فتاوی عالمگیری میں ہے: الماء المستعمل اذا وقع فی البیر لا یفسده الا اذا غلب وهو الصحيح (عالمگیری) ظاہر ہے کہ چند چھینٹیں کنوئیں کے پانی پر غالب نہیں آسکتیں۔ لہٰذا کنوئیں میں ماء مستعمل کی چند چھینٹوں کے گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

﴿۳۴﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کنوئیں میں استعمالی جوتا گر جائے اور اس پر نجاست کا لگنا یقینی نہیں تو کنواں مذکور پاک ہے یا نہیں؟۔اس کا جواب بحوالہ فقہ عطا فرمایا جائے بینوا توجروا۔

الجواب: جب استعمال شدہ جوتا کنوئیں میں گر جائے اور اس پر نجاست کا یقین نہ ہو تو محض تسکین قلب کیلیے احتیاطً بیس ڈول پانی نکالے جائیں۔اور اگر نہ نکالیں اور وضو کر لیں تو جائز ہے۔شامی میں ہے، فينزح ادنى ماورد به الشرع وذلك عشرون دلواً احتياطا كذاقال فى الفتاوى العالمگیریه حتى لو لم ينزح و توضا جاز كذا فى فتاوى قاضى خان۔

﴿۳۵﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ایک مٹکا یا گھڑا پانی ناپاک ہو جائے تو شریعت نے اس کے پاک کرنے کے کیا طریقہ لکھے

ہیں ۔

الجواب: جب مٹکا یا گھڑا لوٹا یا ایک پیالا بھر پانی ناپاک ہوجائے اور اس کے رنگ یا بو یا ذائقہ کسی ایک میں کچھ تغیر نہ ہو تو اس کے پاک کرنے کا ایک نہایت سہل اور آسان طریقہ یہ ہے کہ اس میں پاک پانی اس قدر پہنچائیں کہ وہ کناروں سے ابل کر خوب بہہ جائے تو وہ پاک ہوجائے گا۔ فتاویٰ عالمگیر میں ہے، حوض صغیر متنجس مائوہ فدخل الماء الطاھر فیه من جانب و سال ماء الحوض من جانب آخر کان الفقیه ابو جعفر یقول لما سال ماء الحوض من الجانب الاخر یحکم بطھارة الحوض وھو اختیار الصدر الشھید و فی النوازل وبه نا خز کذافی التاتار خانیه" (عالمگیری ص ۹)

﴿۳۶﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کسی سے کئی بار ایک غلطی ہوئی کہ میں مشت زنی کرتا ہوں اور روزے بھی رمضان میں رکھتا ہے اور کئی بار روزہ کی حالت میں یہ غلطی ہوئی ۔ کیا غسل واجب ہوجاتا ہے۔ نیز روزہ تو نہیں ٹوٹتا۔ بیان کر کے میری راہنمائی فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ سائل حافظ محمد صدیق محلہ ہیبت خیل شہباز خیل میانوالی

الجواب: استمنا بالید یعنی جلق اور مشت زنی کے سبب اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کیساتھ جدا ہوکر عضو سے نکلی تو غسل واجب ہے اور روزہ یاد ہوتے ہوئے اگر ایسا کیا گیا تو روزہ جاتا رہا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۱۴ میں ہے، المعانی الموجبة للغسل ثلاثه منھا الجنابة وھی تثبت بسببین احد ھما خروج المنی علی وجه الدفق والشھوة من غیرا یلاج بالمس اوالنظر اوالا حتلام اوالا سمتناء کذا فی محیط السر خسی تلخیصاً اور عالمگیر کی اس جلد کے ص ۱۹۱ میں ہے،

الصائم اذا عالج ذكره حتى امنى فعليه القضاء وهو المختار وبه قال عامة المشائخ كذا في البحر الرائق۔ روزہ جاتا رہا۔ روزوں کی قضا کرے اور آئندہ کے لیے توبہ کرے۔

﴿۳۷﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، بالکل نئے کپڑے پہن کر نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل اسلم سوانسی میانوالی

الجواب: بالکل نئے کپڑے سے سوائے دھوئے نماز درست ہے اشباہ والنظائر ص ۵۷ پر ہے، اليقين لا يزول بالشك ۔ اس لیے کہ کپڑا پاک ہے۔ اس سلسہ میں شک کا کوئی اعتبار نہیں۔ درمختار ص ۱۴۰ جلد اول۔ خلاصہ تحریر یہ ہے کہ نئے کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے۔

﴿۳۸﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کیا پاخانہ یا پیشاب کرنے کے بعد استنجاء نہ کیا اور وضو کر لیا کیا نماز پڑھ لے اگر استنجاء کرنا وضو کرنے کے بعد یاد آیا تو کیا کرے؟۔ بینوا توجروا۔ سائل نجیب اللہ میانوالی

الجواب: اگر ڈھیلے سے استنجاء کر لیا تھا اور نجاست مخرج سے بقدر درہم متجاوز نہ تھی تو سوائے پانی سے استنجا کرنے کے اس کی نماز ہو گئی، و عفى الشارع عن قدر درهم وان كره تحريما فيجب غسله وما دونه تنزيها فيسن وفوقه مبطل فيفرض (الدر المختار ص ۲۹۱ جلد ۱) ذكر في الذخيرة اذا كانت النجاسة في موضع الاستنجاء اكثر من قدر الدرهم فاتجمر اى استنجى بثلثة احجار وانقاه اى موضع الاستنجاء ولم يغسله بالماء قال الفقيه ابو الليث في فتاويه يجزيه يعني من غير كراهة و كان الغسل افضل خلاصہ تحریر یہ ہے کہ اگر ڈھیلے سے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

استنجا کرلیا اور نجاست مخرج سے بقدر سکہ والا روپیہ سے متجاوز نہیں تو سوائے پانی استنجا کرنے سے اس کی نماز مکمل ہوگئی۔ لیکن پانی سے دھونا افضل ہے۔

﴿۳۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کیا عورت ساڑھی پہن کر نماز پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ ۔ سائلہ نسیم بی بی محلہ میانہ میانوالی

الجواب: اگر رواج یہی ہے کہ عورتیں ساڑھی پہنتی ہیں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے نماز ہو جاتی ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ جسم پورا ڈھانپنا چاہیے، والرابع ستر عورته ووجوبه عام ولو فی الخولة علی الصحیح الا لفرض صحیح (ردالمحتار) ووجوبه عام ای فی الصلوٰۃ وخارجها (ردالمحتار ص ۳۷٤ جلد ۱)

﴿٤٠﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کیا نیت زبان سے کرنا ضروری ؟ نیت دل سے بھی کی جاسکتی ہے۔ وضاحت فرمائیں؟

بینوا توجروا۔ سائل انور خان چشمہ میانوالی

الجواب: صحیح یہ ہے کہ زبان سے الفاظ نیت کہنے میں کچھ حرج نہیں بلکہ مستحب ہے لیکن ضروری ہے کہ دل میں بھی ارادہ کرے۔ حنفیہ کا محقق مذہب یہی ہے، والخامس النیة بالاجماع وهی الارادة لا العلم والمتبر فیها عمل القلب الازم للارادة والتلفظ بها مستحب وهو المختار۔ خلاصہ تحریر یہ ہے کہ اگر دل سے نیت کرلی تو ٹھیک ہے نماز ہو جائے گی۔

واللہ اعلم بالصواب

﴿۴۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، جو نجاست بدن پر لگی ہو کیا اس کو تین بار دھونا لازم ہے یا اس پر محض پانی ڈالنا ہی کافی ہے؟

بینوا توجروا۔ سائل محمد قیصر حیات محلہ میانہ میانوالی۔

الجواب: جس جگہ نجاست لگی ہوئی ہو اس کا ازالہ ضروری ہے ملنے سے ہو یا رگڑنے سے جس طرح بھی ممکن ہو اس کو دور کر کے پاک کرنا ضروری ہے، یحوز رفع نجاسته حقیقیة عن محلها بماء ولو مستعملا و بکل ماء طاهر قالع و یطهر منی ای محله یا بس بفرك والا فیغسل بلا فرق بین منیه و منییها ولا بین ثوب و بدن علی الظاهر (رالدر المختار ص۲۸۴ ج ۱)

﴿۴۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، وضاحت کر دیں کہ کیا دودھ پیتے بچے کا پیشاب نجس ہے؟ میری بیوی کہتی ہے کہ چھوٹے بچوں کا پیشاب پاک ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد اسامہ نیازی میانوالی۔

الجواب: محمد اسامہ صاحب آپ کی بیوی غلط کہتی ہے۔ حدیث میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ، استنزهوا عن البول ۔خواہ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا پیشاب تمام کا ناپاک ہوتا ہے۔ بول صبی نحس است۔ کذا فی الفتاوی۔

﴿۴۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ چوہے کی مینگن کے بابت مفصل حکم کیا ہے، کھانے پینے کی چیزوں میں اگر پائی جائے تو کس حالت میں وہ چیز ناپاک ہوگی اور پھولنے اور ریزہ ریزہ ہو جانے سے نجاست کا کچھ اثر ہوگا یا نہیں؟۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بینوا توجروا۔ سائل حکیم محمد اسلم خان زادے خیل میانوالی

الجواب: کھانے پینے کی اشیاء میں چوہے کی مینگنوں کے متعلق درمختار میں ہے، ان خرء ھا لا یفسد مالم یظھر اثرہ ،(الدر المختار جلد اول ص ۲۹٤) یعنی چوہے کی مینگنی کسی چیز کو ناپاک نہیں کرتی جب تک کہ اس کا اثر ظاہر نہ ہو یعنی زیادہ نہ ہوں کہ ان کا اثر ذائقہ اور رنگ وغیرہ پر ظاہر و غالب ہو جائے۔ ولا یفسد خرء الفارۃ الدھن ولا ماء والحنطۃ للضرورۃ الا اذا ظھر طعمہ اولونہ فی الدھن و نحوہ لفحشہ وامکان التحرز حنفیذ،(الدر المختار علی جلد اول ص ۲٤٠) ۔ پس کھانے پینے کی چیزوں میں چوہے کی مینگنی سے ناپاکی نہیں ہوتی۔ جب تک کہ کثیر فاحش ہو کر ان کے رنگ یا مزہ کو نہ بدل دے۔ اور ریزہ ریزہ ہونا یا پھولنا اور نا پھولنا اس بارہ میں برابر ہے۔

﴿٤٤﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، موٹا کپڑا اگر تھوڑا سا ناپاک ہوا اور نچوڑنے میں تکلیف نہ ہو تو کیا اس کے نچوڑنے سے کپڑا پاک ہوگا یا نہیں؟۔ بینوا توجروا۔ سائل اظہر خان میانوالی

الجواب: اس صورت میں تین دفعہ دھونے اور نچوڑنے سے وہ کپڑا پاک ہو جائے گا، وان کانت غیر مرئیۃ یغسلھا ثلاث مرات کذا فی محیط ویشترط العصر فی کل مرۃ فیما ینعصر و یبالغ فی المرۃ الثالثہ (عالمگیری جلد اول ص ٤٠)

﴿٤٥﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، میرے گھر میں کتا ہے بعض اوقات برتن میں منہ ڈال دیتا ہے پیشاب کر جاتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا۔ سائل قاسم خان میانوالی

الجواب: مٹی کا برتن کتے کے پانی پینے سے اور پیشاب کرنے سے ناپاک ہوجاتا ہے اور پھر دھونے اور خوب مٹی مل کر دھونے سے پاک ہوجائے گا۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا شرب الكلب فی اناء احد کم فيغسله سبع مرات متفق عليه و فی رواية السملم و طهور اناء اهد کم اذاولغ فيه الكلب ان يغلسه ثلث مرات اولا هن بالتراب۔ (مشكوٰة ص ۵۲)

﴿۴۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ہمارے گھر میں چپس والا فرش ہے اگر وہ ناپاک ہوجائے اور وہاں دو تین دفعہ پانی بہادیا جائے تو ہو پاک ہوجاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل ظہور احمد میانوالی

الجواب: فرش سے نجاست دھویں تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔ و كذا يطهر محل نجاسة مرئية بعد جفاف كدم بقلعها ای بزوال عينها و اثرها ولو بمرة - - ويطهر محل غيرها ای غيرمرئية بغلبة ظن غاسل طهارة محلها بلا عدد به يفتی وقدر ذلك لموسوس بغسل و عصر ثلاثا فيما ينعصر الخ و بتثليث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غيره ای غير منحصر (الدر المختار ص ۳۰۲ ج ۱)

﴿۴۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ خون آلود گوشت کو کس طرح پاک کریں؟ بینوا توجروا۔ سائل انور خان میانوالی۔

الجواب: تین دفعہ دھونے سے پاک ہوجائے گا۔ شامی میں ظہیریہ سے منقول ہے،

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولـو صبـت الـخـمـرة فی قدر فیها لحم ان کانت نقبل الغلیان یطهر اللحم بالغسل ثلاثا ص۲۲۳ جلد اول شامی)

﴿۴۸﴾ فتــوی شــرعــی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا کیسا ہے؟ ۔بینوا توجروا۔ ۔سائل اسماعیل خان میانوالی۔

الــجــواب: کھڑے ہوکر پیشاب کرنا بلاعذر مکروہ ہے اور حضور علیہ السلام نے بلاعذر کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔، حضرت حذیفہؓ کی حدیث کے بعد صاحب مشکوٰۃ نے صراحت کی ہے، قیـل کـان ذلك لـعـذر (مشـكـوة ص۴۳) قال السید جمال الدین قیل فعل ذلك لانه لم یجد مـکـانا للقعود لامتلاء الموضع بالنجاسة روی ابوهريرة كما اخرجه الحاكم والبیهقی ان الـنبی ﷺ بـال قائما لحرج مابضده ۔ ۔ اذلم یتمکن من القعد (مرقاة شرح مشكوٰة ۲۹۶ جلد اول) جیسا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھکو ایک دفعہ حضور ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، یا عـمـر لا تبـل قائما فما بلت قائما بعد یعنی اے عمرؓ کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرو تو اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا منع ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الغسل

(غسل کے مسائل)

﴿۴۹﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ پلید و نجس کپڑا لپیٹ کر غسل جنابت کرنا کیسا ہے؟۔ کیا غسل ہو جائے گا۔ سائل محمد اسلم خان میانوالی۔

الجواب: نجس کپڑا پہن کر غسل کرنے کے بارے میں حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اگر غسل کرنے والے نے اپنے کپڑے پر بہت پانی ڈالا تو وہ پاک ہو جائیگا اور جب کپڑا پاک ہو جائے تو وہ صحتِ غسل کو مانع نہ ہوگا۔

فتح القدیر جلد اول ص ۱۸۵ میں ہے، قال ابو یوسف فی ازار الحمام اذا صب علیه ماء کثیر وهو علیه یطهر بلاعصر اس لیے کہ غسل میں بہت زیادہ پانی ڈالنا یقیناً تین بار دھونے اور نچوڑنے کے قائم مقام ہو جائے گا۔ جیسا کہ بحر الرائق جلد اول ص ۲۳۸ میں ہے لا یخفی ان لازار المذکور اذ کان متنجسا فقد جعلو االصب الکثیر بحیث یخرج ما اصاب الشوب من الماء و بخلفه غیره ثلاثا قائما مقام العصر،

لیکن لوگ عموماً بہت زیادہ پانی نہیں ڈالتے جس سے نجاست اور پھیل جاتی ہے بلکہ ہاتھ میں نجاست لگ جاتی ہے پھر بے احتیاطی سے سار بدن یہاں تک کہ برتن بھی نجس ہو جاتا ہے۔ اس لیے پاک ہی کپڑا پہن کر غسل کرنا چاہیے یا باپردہ مقام پر ننگے نہانا چاہیے۔ ہاں اگر ندی وغیرہ میں غسل کرے اور نجاست ایسی ہو کہ بغیر ملے زائل نہ ہو تو اسے مل کر دھوئے۔ اور اگر ایسی نہ ہو تو پانی کے دھکے او بہاؤ سے کپڑا خود بخود پاک ہو جائے گا۔

شامی جلد اول ص ۲۲۲ میں ہے، الجریان بمنزلة التکرار والعصر هو الصحیح ۔

واللہ اعلم بالصواب

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۵۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر پورے جسم پر تیل لگا ہوا ہو تو کیا غسل ہو جائے گا۔ سائل محمد زمان ولد محمد قمر میانوالی

الجواب: جب کہ عضو کے ہر حصہ پر پانی گزر جائے تو طہارت حاصل ہو جائے گی اگر چہ تیل کے سبب عضو پانی کو قبول نہ کرے۔

جیسا کہ شرح وقایہ جلد اول مجیدی ص ۷۳ میں ہے، اذا ادهن فامر الماء فلم يصل يجزی۔

﴿۵۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میں نے اپنے دانتوں میں چاندی کی میخیں جڑوائی ہیں آیا غسل کے وقت وہاں پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے میرا غسل صحیح ہوگا یا نہ؟۔ بینوا توجروا۔ سائل حاجی محمد رفیق زرگر میانوالی

الجواب: اگر دانتوں کو تار سے باندھنے کی وجہ سے پانی نہ پہنچے تو غسل نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر میخیں لگائی گئی تو لازم ہے بوقت غسل جنابت اتار لیا جائے ورنہ غسل نہ ہوگا۔ صاحب منیہ کی یہی تحقیق، وقيل ان صلبا منع وهو الاصح۔ درمختار جلد اول ص ۱۴۳)

﴿۵۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ جماع کرنے کے بعد جب تک پیشاب نہ کرے گا غسل نہ ہوگا یہ بات کہاں تک درست ہے؟۔

بینوا توجروا۔ سائل محمد جمیل چشتی میانوالی

الجواب: غسل کے لیے پیشاب کرنا لازم نہیں البتہ کر لینا بہتر ہے۔ صحبت کرنے کے بعد غسل کرنا البتہ فرض ہے، پیشات کرنے پر پاکی کا دارومدار نہیں ہے

وفرض الغسل عنه خروج منی من العضو و عند ايلاج حشفة (ردالمحتار،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ردالمحتار البحاث الغسل ص۱۴۸ ج۱)

﴿۵۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ غسل جنابت کے لیے تمام بدن اور سر کے بال جڑ تک تر کرنے ضروری ہیں کیا عورت کو بھی جڑ تک سر کے بال تر کرنے ضروری ہیں۔؟ **بینوا توجروا۔** سائل محمد عثمان خان میانوالی۔

الجواب: عورت کو بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا چاہیے، اور مرد کو بال کھول کر دھونے چاہیئے وکفی بل اصل ضفیرتھا ای شعر المراة المضفور للحرج اما المنقوض فیفرض غسل کله اتفاقاً لولم یبتل اصلها یجب نقضها مطلقا هو الصحیح ولو ضرها غسل راسها ترکته (در مختار)

﴿۵۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، غسل کا اسلامی طریقہ لکھ دیں تاکہ مجھے اور اہل خانہ کو غسل کو طریقہ آ جائے بڑی شفقت ہوگی۔

بینوا توجروا۔ سائل محمد انور قادری میانوالی۔

الجواب: طریقہ غسل جنابت وغیرہ کا یہ ہے کہ اول ہاتھوں کو دھوئے اور بدن پر اگر نجاست ہو اس کو دور کرے، پھر پورا وضو کرے۔ پھر تمام بدن پر تین بار پانی بہادے۔ اس طرح کہ اول داہنے مونڈھے پر، پھر بائیں مونڈھے پر، پھر سر پر تین بار پانی بہادے۔ اور شارح نے فرمایا کہ اول سر پر تین بار پانی ڈالے، پھر باقی بدن پر تین بار پانی بہادے۔ الغرض تمام بدن پر تین دفعہ پانی بہادے۔ تاکہ غسل بطریق سنت ادا ہو جائے گا۔

غنیۃ میں ہے، وسنته الغسل ان یقدم الوضو علیه کو ضوا الصلوٰۃ الخ وان یزیل

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

النجاسة الحقيقة كالمنى و نحوه عن بد نه ان كانت الخ ثم يصب الماء على راسئه و سائر جسده ثلاثا كما فى الصحيحين عن حديث ابن عباس قال قالت ميمونةؓ وضعت للنبى صلى الله عليه وسلم غسلا فسترته بثوب فصب على يديه فغسلهما ثم ادخل يمينه فى الاناء فافرغ بها على فرجه ثم غسله بشماله ثم ضرب۔ بشماله الارض فد لكها د لكا شديدا ثم غسلها فمضمض واستنشق و غسل وجهه و ذراعيه ثم افرغ على راسه ثلاث حثيات ملاء كفيه ثم غسل سائر جسده ثم تنحى فغسل قد ميه۔ فنا و لة ثو بافلم يا خذه فانطلق وهو ينقض يديه۔

﴿۵۵﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک شخص اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا۔ صبح کو اس کی بیوی حائضہ ہوگئی۔ تو اس کی بیوی پر غسل جنابت فرض ہوا یا نہیں؟۔ بینوا توجروا۔ سائل قمر الزمان خان میانوالی۔

الجواب: غسل جنابت اس پر فرض نہیں رہا حیض سے پاک ہو کر غسل کرے جیسا کہ در المختار صفحہ ۱۵۳ میں ہے، وفرض الغسل عند القطاع حيض و نفاس اى يجب عنده عند تحقق الا نقطاع و نحوه والمراد بعده (كذا فى البحر الرائق)

﴿۵۶﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ جس شخص نے ایک شب میں کئی بار جماع کیا ہو اور صبح اٹھ کر ایک بار غسل کر لے تو کیا درست ہے؟۔ بینوا توجروا۔ سائل مشتاق میانوالی

الجواب: ایک غسل کافی ہے، عن انس قال كان النبى صلى الله عليه وسلم

یطوف علی نسائہ بغسل واحد رواہ مسلم (مشکوۃ باب فحالطۃ الجنب، ما یباح لہ ص ۴۹)

﴿۵۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میں نے نجس کپڑا پہن کر غسل جنابت کیا اور غسل کے درمیان کپڑا تن سے جدا نہیں کیا غسل ہو گیا یا نہیں؟۔بینوا توجروا۔سائل غلام مرتضٰی انصاری میانوالی

الجواب: نجس کپڑا پہن کر غسل کرنے کے بارے میں حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر غسل کرنے والے نے اپنے کپڑے پر بہت پانی ڈالا تو وہ پاک ہو جائے گا اور جب کپڑا پاک ہو جائے تو وہ صحت غسل کو مانع نہ ہوگا۔فتح القدیر جلد اول ص ۱۸۵ میں ہے،

قال ابو یوسف فی ازارالحمام اذاصب علیہ ماء کثیر وھو علیہ یطھر بلا عصر اس لیے کہ غسل میں بہت زیادہ پانی ڈالنا یقیناً تین بار دھونے اور نچوڑنے کے قائم مقام ہو جائے گا۔جیسا کہ بحرالرائق جلد اول ص ۲۳۸ میں ہے، لا یخفی ان الا زار المذکور وان کان متنجسا فقد جعلوا الصب الکثیر بحیث یخرج ما اصاب الثوب من الماء و یخلفہ غیرہ ثلاثا قائما مقام العصر۔

﴿۵۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، جس شخص کو میت کے غسل کا علم نہ ہو اور وہ غسل دے دے تو کیا حکم ہے؟ سائل محمد احسن محلہ گئوشالہ میانوالی۔

الجواب: اس پر شرعاً کوئی گناہ نہیں ہے۔لیکن حتی الوسع غسل میت اس شخص سے کرنا چاہیے جو طریق سنت کے موافق میت کو غسل دے سکے۔میت کو غسل دینے کا طریقہ کسی صاحب علم آدمی سے سیکھنا چاہیے۔

﴿۵۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر کسی کی بیوی مرجائے تو کیا وہ اپنی بیوی کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور بیوی کے لیے کیا حکم ہے اگر اس کا شوہر فوت ہوجائے تو کیا وہ اسے دیکھ سکتی ہے یا نہیں؟۔ سائل غلام احمد علو والی میانوالی

الجواب: اگر زوجہ مرجاوے تو اس کے شوہر کو اس کا دیکھنا جائز ہے لیکن ہاتھ نہ لگائے۔ اسی طرح عکس اس کا درست ہے۔ جیسا کہ الدرالمختار صفحہ ۸۰۲ جلد اول میں ہے، و یمنع زوجها من غسلها و مسها لا من النظر اليها على الاصح وهى تمنع من ذالك و لو ذمية۔

الله

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الوضوٴ

(وضو کے مسائل)

﴿۶۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے والد ضعیف العمر ہیں نظر بھی کمزور ہوگئی ہے۔ فالج نے مفلوج کر دیا ہے۔لیکن نماز کے پابند ہیں۔نماز کے وقت روتے ہیں کہ میری نماز قضاء ہو جائے گی۔انکی بیماری کا کافی علاج کرایا ہے کہ ان کو ہر وقت پیشاب کے قطرے آتے ہیں وہ نماز کیسے ادا کریں۔بینوا توجروا۔ سائل محمود احمد خان ولد سردار خان میانوالی

الجواب: وہ شخص کہ جسے ہر وقت پیشاب کا قطرہ آنے کی بیماری ہے اگر نماز کا ایک وقت پورا ایسا گذر گیا کہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا تو وہ معذور ہے اس کا حکم یہ ہے کہ فرض نماز کا وقت ہو جانے پر وضو کرے اور آخر وقت تک جتنی نمازیں چاہے اس وضو سے پڑھے اس قت میں پیشاب کا قطرہ آنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ پھر اس فرض نماز کا وقت چلے جانے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۳۸ میں ہے۔ المستحاضة و من بہ سلس البول والاستطلاق البطن والانفلات الریح والرعاف الدائم والجرح لا یرقأ یتوضون لوقت کل صلوۃ و یصلون بذلک الوضو فی الوقت ما شاء ومن الفرائض والنوافل ھکذا فی البحر۔ ویبطل الوضوء عند خروج الوقت المفروضة بالحدث السابق ھکذا فی الھدایۃ وھو الصحیح ھکذا فی المحیط فی نواقض الوضو۔

﴿۶۱﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، میری شادی کو چھ ماہ گزر چکے ہیں میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے نماز کی پابند ہوں۔ میں خوبصورتی کے لیے ناخن پالش لگاتی ہوں۔میرے سسر کہتے ہیں اس کے استعمال سے نہ وضو ہوتا ہے اور نہ غسل کیا میرے سسر سچ کہتے ہیں۔از روئے شرع میری راہنمائی فرمائی جائے۔

سائلہ: آئلہ غلام سکینہ بی بی میانوالی۔

الجواب: ناخن جسم کے ان حصوں میں ہے جسے وضو کرتے وقت دھونا ضروری ہے اور اعضاء وضو پر کسی واقعی ضرورت کے بغیر ایسی چیز لگا لینا جو پانی کو جسم تک پہنچنے نہ دے وضو کے درست ہونے مین رکاوٹ ہے۔ وضو اسی وقت صحیح ہوگا جب اس کو کھرچ دیا جائے۔ اس لیے وضو کرتے وقت ضروری ہوگا کہ ناخن کی تہہ تک پانی پہنچایا جائے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ: اولزق باصل ظفره طين يا لبس اورطب لم يجز۔ اگر اس کے اصل ناخن سے خشک یا مرطوب مٹی چمٹی ہوئی ہو اور اس پر سے پانی گزار دیا جائے تو کافی نہ ہوگا۔ الفتاویٰ ہندیہ جلد ا صفحہ ۴

﴿۶۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ وضو میں گھنی داڑھی کا دھونا فرض ہے یا نہیں؟ ۔بینوا توجروا۔ سائل محمد ذیشان نیازی میانوالی

الجواب: درمختار میں ہے، وغسل جميع اللحية فرض يعني عملياً ايضا على المذهب المفتى به المرجوع اليه وما عد اهذاه الرواية مرجوع عنه كما فى البدائع الخ (درمختار) قوله و ماعدا هذه الرواية اى من رواية مسح الكل اوالربع اوالثلث اوما يلاقى البشرة او غسل الربع اوالثلث ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کل داڑھی کا دھونا فرض ہے۔ مسح کرنا کافی نہیں۔ اور گھنی داڑھی ہو تو نیچے جلد تک پانی کا پہنچانا ضروری نہیں ہے۔ البتہ ہلکی ہو تو ضروری ہے کہ چمڑے تک پانی پہنچایا جائے۔ درمختار میں ہے،

ثم الاخلاف ان المسترسل لا يجب غلسه ومسحه بل يسن وان الخفيفة التى ترى بشر تها يجب غسل ما تحتها كذا فى النهر فى البرهان يجب غسل

بشرة لم يسترها الشعر كحاجب و شارب ۔

اور قاضی خان میں ہے، ولا يجب ايصال الماء الىٰ منابت الشعر الا ان يكون الشعر قليلا يبدى المنابت ۔ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جو داڑھی کے بال چہرے سے ملتے ہیں انکا دھونا اور چمڑے تک پانی پہنچانا ضروری ہے مسح کافی نہیں ۔

﴿۶۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ جماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو فرض وضو ادا کر کے شریک ہونا چاہیے یا تمام سنتیں پوری کر کے علیحدہ نماز پڑھنی چاہیے۔　　　　بینوا توجروا۔ سائل ظفر اللہ خان میانوالی۔

الجواب: سنن وضو کا پورا کرنا ضروری ہے اگر چہ جماعت ختم ہو جائے، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسبغو الوضوء رواه مسلم (مشكوة باب سنن الوضو، فصل اول) اى اتموه باتيان جميع فرائضه و سننه او اكملو او اجباته (مرقاة ص ۳۱۰ ج ۱)۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ وضو میں فرائض وسنتوں کا پورا کرنا ضروری ہے۔

﴿۶۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میری آنکھ میں ضرب لگی پانی بہنا شروع ہو گیا ہمارے امام صاحب نے کہا وضو ٹوٹ گیا ہے۔ کیونکہ آنکھ سے نکلنے والا پانی ناپاک ہوتا ہے۔ حضرت صاحب آپ اس مسئلہ کے بارے میں وضاحت کریں؟۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد سفیر اللہ خان میانوالی

الجواب: آنکھ دکھنے میں جو پانی نکلتا ہے اس میں تحقیق یہ ہے کہ وہ پانی کسی مرض کی وجہ سے آرہا ہے۔ یعنی پیپ ہے تو ناقص وضو ہے اگر پیپ وغیرہ نہیں صرف پانی ہے تو وہ ناقص وضو نہ

ہے۔ علامہ ابن ہمام علیہ الرحمۃ کی یہی تحقیق ہے۔ حسب قاعدہ مذکورہ شامی میں ہے غنیۃ سے منقول ہے، وعن لحمد اذا كان فی عينيه رمد و تسيل الدموع منها المره بالوضو لوقت كل صلوٰة لانی اخاف ان يكون مايسيل منها صديدا فيكون صاحب العذر اه قال فی الفتح و هذا التعليل يقتضی انه امر استحباب فان الشك و الاحتمال لا يوجب الحكم بالنقض اذا ليقين لا يزول بالشك ،

پس اس تحقیق کی بنا پر وہ پانی جو دکھتی آنکھ سے نکلے جب تک متغیر نہ ہو مثلا اس میں سرخی وغیرہ نہ ہو بلکہ صاف پانی ہو تو وہ ناقص وضو نہ ہوگا اور نجس بھی نہ ہوگا، اگر کپڑے یا جسم پر لگے تو وہ بھی ناپاک نہ ہوں گے۔

﴿٦٥﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، مجھے بواسیر ہے۔ کبھی کبھی اٹھتے بیٹھتے رطوبت کپڑے کو لگتی ہے تو اس صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اور کپڑا ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد اویس خان نیازی میانوالی۔

الجواب: جو رطوبت زخم سے باہر نہ بہے اور سائل نہ ہو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا،

وينقضه خروج كل خارج نحس منه الخ الی ما يطهر الخ ثم المراد بالخروج من السبيلين محرد الظهور و فی غير هما عين السيلان ولو بالقوة قالو ومسح الدم كلما خرج ولو تركه لسال نقيض والا لا كما لو سال في باطن عين اوجرح الخ (در مختار) و فی السراج عن الينا بيع الدم السائل على الجراحة اذالم تجاوز و قال بعضهم هو طاهر حتی لو صلی رجل بحنبه دصابه منه اكثر من قدر الدرهم

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جازت صلوٰته و هذااخذ الكرخی وهو الاظهر الخ (ردالمختار، مطلب نواقض الوضو ص ۱۳۴ ج ۱)

اور کپڑا ابھی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ قاعدہ کلیہ فقہاء لکھتے ہیں ما لیس بحدث لیس بنجس۔

پس جوصورت آپ نے تحریر فرمائی ہے اس میں وضوٹوٹتا ہے اور نہ کپڑا ناپاک ہوتا ہے۔

﴿٦٦﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میں نے وضو کیا۔ اپنی بیوی کی طرف شہوت کی نظر سے دیکھا پھر اسے ہاتھ لگایا کیا ایسا کرنے سے وضو ٹوٹ گیا یا نہیں؟۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد اکرم ملک میانوالی

الجواب: نظر بالشہوت سے اگر خروج مذی وغیرہ نہ ہوا ہوتو وضو نہیں ٹوٹتا، لا ینقضه مس ذكر الخ ومراة وامرد (الدر المختار، ردالمحتار نواقض الوضو ص ۱۳۶ ج ۱)

لہٰذا ذکر اور بیوی کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

﴿٦٧﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میں نے غسل جنابت کیا اور ساتھ ہی وضو بھی کرلیا کیا اسی وضو سے نماز ادا کرسکتا ہوں یا نہیں؟۔

بینوا توجروا۔ سائل جنید خان میانوالی۔

الجواب: جائز ہے۔ نماز فرض اور نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں عن عائشة قالت كان النبی صلى الله عليه وسلم لا يتوضا بعد الغسل رواه الترمذی (مشکواۃ باب الغسل ص ٤٨) لا يتو ضائبعد الغسل ای اكتفاء بوضوءه الاول فی الغسل وهو سنة (مرقاة ص ۳۳۸ ج ۱)

لہٰذا آپ نے بوقت غسل وضو کیا اسی وضو سے آپ نماز وغیرہ پڑھ سکتے ہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۶۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ عورتیں وضو میں سر کا مسح کس طرح کریں۔ پیر صاحب پوری وضاحت سے لکھ دیں؟ سائلہ انعم گل میانوالی۔

الجواب: وضو میں سر کا کے مسح کا مستحق طریقہ دو طرح ہے، اول یہ کہ پوری ہتھیلیاں انگلیوں کے سرے تک تر کر کے پھر انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے سوا ایک ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کا سرا دوسرے ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کے سرے سے ملائے اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گدی تک مسح کرتا ہوا اس طرح لے جائے کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں پھر وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتا ہوا آگے تک واپس لائے جیسا کہ جوہرہ نیرہ، عنایہ اور کفایہ میں ہے،

واللفظ للكفاية كيفيته ان يضع من كل واحدة من اليدين ثلاث اصابع على مقدم راسه ولا يضع الابهام والمسبحة ويجافي كفيه و يمد هما الىٰ القفاثم يضع كفيه على موخر راسه و يمد هما الىٰ المقدم۔

فتاویٰ رضویہ میں مسح کے اس طریقہ کو بہتر فرمایا اور بہار شریعت میں اسی طریقے کو بیان کیا گیا۔ اور مسح کا دوسرا مستحب طریقہ یہ ہے کہ سب انگلیاں سر کے اگلے حصے پر رکھے اور ہتھیلیاں سر کی کروٹوں پر اور ہاتھ جمائے ہوئے گدی تک کھینچتا لے جائے بس جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان اور عالمگیری میں ہے، واللفظ للهندية يضع كفيه واصابعه على مقدم راسه و يمدهما الىٰ قفاه علىٰ وجه يستوعب جميع الراس۔ شرح وقایہ اور عمدۃ الرعایہ میں اسی دوسرے طریقے پر جزم کیا اور فتاویٰ رضویہ میں فرمایا کہ سر کے مسح میں ادائے سنت کا یہ طریقہ بھی کافی ہے۔

ردالمحتار اور بحرالرائق میں ہے، قال الزيلعي تكلموا في كيفية المسح والاظهر ان يضع

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کفیہ واصابعہ علی مقدم راسہ و یمد هما الی القفا علی وجہ یستوعب جمیع الراس، طحطاوی علی المراقی میں فرمایا، وقال الزاهدی هکذا روی عن ابی حنیفة و محمد رحمهما الله تعالیٰ ۔ لہٰذا عورتیں اور مرد بھی اگر پوری انگلیاں اور ہتھلیاں سر کے اگلے حصے پر جما کر گدی تک لے جائیں اور پھر ہاتھ پیشانی پر واپس نہ لائیں تو ادائے مستحب کے لئے یہ طریقہ بھی کافی ہے،

﴿٦٩﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ مسواک کی جگہ ٹوتھ پیسٹ اور برش استعمال کیا جائے تو کیا سنت ادا ہو جائے گی ۔ از روئے شرع جواب دیں تاکہ میری تسلی ہو جائے ۔بینوا توجروا ۔سائل محمد مطیع اللہ محلہ میانہ میانوالی

الجواب: مسواک کے دو پہلو ہیں ایک مسواک کا اصل مقصود اور یہ ظاہر ہے کہ نظافت اور صفائی ستھرائی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ اتنے دنوں تک مسواک نہ کرنا کہ منہ میں بد بو پیدا ہو جائے اور دانتوں پر زردی آجائے یہ مکروہ ہے ۔دوسرا پہلو سنت مسواک کا ہے وہ چیز جس کے ذریعے دانتوں کی صفائی کا کام لیا جائے ۔ٹوتھ پیسٹ، برش اور منجن کے ذریعہ مسواک کی پہلی سنت ادا ہو جائے گی شیخ سید سابقؒ کہتے ہیں ۔ وان کانت السنة تحستصل بکل مایزیل صفة الاسنان فینظف الفم کالفرشة ونحوها (فقه اسنة جلد ١ ص ٤٥) دوسری سنت اسی وقت پوری ہوگی جب کہ مسواک لکڑی کی ہو اور اسی ہیئت کی ہو جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ۔

واللہ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۷۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، موئے زیرناف کا شرع میں کیا حکم ہے؟ ان کی حد کیا ہے ان کی صفائی کے لیے مقررہ مدت شرعی کیا ہے۔؟

بینوا توجروا۔ سائل کریم بخش میانوالی۔

الجواب: زیرناف بالوں کا صاف کرنا انبیاء و مرسلین کی سنت ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور ان کے ترک پر بھی وعید نازل ہوئی ہے۔ روی الشیخان عن ابی ہریرة ان رسول اللہ ﷺ قال خمس من الفطرة الختان، والا مستحداد و قص الشارب، و تقلیم الاظافر و نتف الابط (متفق علیہ (ابوداؤد، الترجل، ترمذی) نسائی ۱/۱۴۱، ۷/۱۲۹ ابن ماجہ (۲۹۲)، احمد ۲/۲۲۹، حمدی (۹۳۶)، عبدالرزاق (۲۰۲۴۳) ابو عوانہ ۱/۱۹۰، ابن ابی شیبۃ ۱/۱۹۵/۱۱۹/۵۸۱، بخاری الادب المفرد (۱۲۹۳،۱۲۵۷) سبل الھدی والرشاد (۷/۳۴۹) زرقانی شرح موطا ۴/۲۸۴) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ چیزیں سنت ہیں، ختنہ کرنا، زیرناف بالوں کا ازالہ، کبیں تراشنا، ناخن اتارنا اور بغلیں صاف کرنا۔ ہر ہفتے میں ایک مرتبہ زیرناف بالوں کو مونڈنا اور سارے جسم کی صفائی کرنا مستحب ہے۔ جمعہ کے دن افضل، چالیس یوم سے زائد چھوڑنا مکروہ ہے اور باعث گناہ

(ردالمحتار ج ۶ ص ۴۰۶)

عالمگیری میں ہے، الافضل ان یقلم اظفارہ و یحفی شاربه و یحلق عنته و ینظف بدنه بلا غتسال فی کل اسبوع مرة، فان لم یفعل ففی کل خمسة عشر یوما ولا یعذر فی ترکه وراء الاربعین، فالا سبوع هو الافضل و الخمستة عشر الاوسط

والاربعون الابعد ولا عذر فیما و راء الاربعین و یستحق الوعید۔

(عالمگیری ج ٥ ص ٣٥٧)

طبرانی کی ایک ضعیف روایت میں مرفوعاً حضرت علیؓ سے بیان کیا گیا ہے کہ ناخن اتارنے، بغلیں صاف کرنے اور موئے زیرناف کیلئے جمعرات کا دن ہے اور غسل، خوشبو اور لباس بدلنے کے لیے جمعہ کا دن مخصوص ہے۔ اور فضائل میں ضعیف احادیث پر یقین کرلیا جاتا ہے۔

مرزا خان البرکی اپنی کتاب سیرت میں حدیث نقل فرماتے ہیں، من احتجم او اطلی یوم السبت والدر بعاء فلا یلومن الانفسه فی الوضح (نظم الدررو لمر جان فی تلخیص سیر سید الانس والجان، باب ذکر حجامنته صلی الله علیه و سلم)

حضور علیہ ﷺ نے فرمایا جس نے ہفتہ اور بدھ کر پچھنے لگوائے یا نورہ لگایا (زیرناف بال صاف کرنے کے لیے) اگر وہ برص میں مبتلا ہو تو اپنے آپکو ملامت کرے۔

ہر ہفتے ناپسندیدہ بالوں کا ازالہ ذہن کی آسودگی لاتا ہے۔ بالوں کو چھوڑے رکھنا گھٹن، شکستہ دلی اور کبیدگی کا باعث ہوتا ہے۔ حکماء کی رائے میں بدن سے ان بالوں کا جلد دور کرنا قوت باہ میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے، عن انس بن مالك قال انس مرقت لنافی قص الشارب و تقليم الاظفارو نتف الاطبر و حلق العاته ان لا نترك اكثر من اربعين ليلة (صحيح و مسلم ج ١، ص ١٢٩ ترمذی (٢٧٥٨) ، ابن ماجة (٢٩٥) بهيقی ج ١ ص ١٥٠)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے فرماتے ہیں، کہ مونچھیں اور ناخن ترشوانے اور بغل کے بال اکھیڑنے اور موئے زیرناف مونڈنے میں ہمارے لیے یہ وقت مقرر کیا گیا ہے کہ چالیس رات دن

سے زیادہ نہ چھوڑیں (یعنی چالیس دن کے اندر اندر ضرور کرلیں) یہ حد اکثر ہے اور حد اقل کا کوئی بیان نہیں۔ ہر جمعہ کو مستحب ہے (اکمال اکمال المعلم شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶)

صاحب بہار شریعت نے مسلم شریف کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو موئے زیر ناف کو نہ مونڈے اور ناخن نہ تراشے اور مونچھ نہ کاٹے وہ ہم میں سے نہیں۔ مرد کے لیے سیفٹی ریزر یا استرا کا استعمال بہتر ہے کیونکہ یہ مرد کے لے باعث تقویت ہے اور یہی مقصود ہے۔ تاہم حضور پاک ﷺ سے نورہ (پاؤڈر) لگانا بھی ثابت ہے۔ اسی طرح مونڈنے کی بجائے ہرتال، یا بال صاف کرنے والا صابن بھی استعمال کرنا جائز ہے۔ امام نووی نے بلیڈ کے استعمال کو افضل قرار دیا ہے۔ الغرض ناگوار بالوں کے ازالہ کے لیے کوئی طریقہ بھی استعمال کرے سنت ادا ہو جائے گی۔ کیونکہ اصل مقصود نظافت ہے۔ احادیث میں حلق کے الفاظ اغلبیت کی بناء پر آئے ہیں (مرقاۃ ج ۸ ص ۲۹۸) ناف کے نیچے سے شروع کرے یاد رہے جنابت کی حالت میں بال صاف کرنا ممنوع ہے۔

روی خالد مرفوعا من تنور قبل ان یغتسل جاء ته کل شعرة فتقول یا رب سله لم ضعینی ولم یغلسنی کزافی شرح شرعة الاسلام عن مجمع الفتاویٰ (طحطاوی برمراقی الفلاح ۴۱ ۳)

عورت کے لیے بال اکھیڑ ڈالنا سنت ہے (عالمگیری ورد المختار)

لان النتف یضعف الشهوة والحق یقویها فا جلدر لمراة تنضعیفها وللمرء تقویتها۔ (الادب المفرد) تاهم تستحد المغیبة والی روایت سے پتہ چلتا ہے عورت کے

لیے استحداد بھی جائز ہے۔

زرقانی نے ابن عربی کے حوالے سے لکھا ہے، فقال ان كانت شابة فالنتف اولى في حقها لانه يربو مكان النتف و ان كانت كهلة فالاولى لها الحلق لان النتف يرخى المحل و لو قيل في حقها مطلقا لما بعد (زرقانی شرح مئوطا ج ٤ ص ٢٨٥)

دبر کے بال صاف کرنے کے بارے میں اگرچہ حدیث شریف اور سنت صحابہ میں کوئی چیز نہیں ملتی (نیل الاوطار) تاہم استنجا کے دوران غلاظت سے محفوظ رہنے کے لیے لازمی ہے کہ پاخانہ کے مقام کے اردگرد کے بالوں کو ضرور صاف کرے۔ یہ مستحب ہے۔

سینہ اور پشت کے بالوں کو اتارنا خلاف ادب ہے۔ تاہم پیٹ کے بالوں کی رخصت ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ غسل خانہ یا پاخانہ میں موئے زیرناف مونڈ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسا کرنا درست نہیں بلکہ ان کو ایسی جگہ ڈال دیں کہ کسی کی نظر نہ پڑے، یا زمین میں دفن کر دیں۔

﴿۷۱﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، میری پنڈلی میں ایک پھوڑا تھا جس میں سوراخ ہو کر مواد خارج ہو گیا وہ سوراخ ابھی باقی ہے اور اس میں سے اب بھی پانی کی طرح مواد خارج ہو رہا ہے۔ زخم کی شکل نہیں ہے۔ اس پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ تو کیا میں ظہر کے وضو سے عصر اور عصر کے وضو سے مغرب کی نماز پڑھ سکتا ہوں؟۔

بینوا توجروا۔ سائل محمد ایوب خان میانوالی۔

الجواب: اگر اس سوراخ میں سے ہر وقت کچھ نہ کچھ مواد نکلتا رہتا ہے تو وہ شخص معذور ہے۔ اس کو ایک وضو سے دوسرے وقت کی نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ وقت کے نکلنے سے اس کا

وضوٹوٹ جاتا ہے۔دوسرے وقت کے لیے پھرتازہ وضوکرنا چاہیے۔درمختار میں ہے،

وحکمه الوضوء لکل فرض فاذا خرج الوقت بطل اورمعذورکی تعریف یہ ہے کہ ابتداء اس کوایسی نوبت آئی ہوکہ تمام وقت اتنی دیرکوبھی موادنکلنا نہ رکا ہوجس میں وضوکرکے نماز پڑھ سکے۔درمختار میں ہے وصاحب عزر من به سلسل البول (ای ولیسیل من الدمع شامی) ان استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة بان لا یحد فی جمیع وقتهااز منا یتوضا ویصلی فیه خالیا عن الحدث وهذا فی حق الابتداء وفی حق البقاء کفی وجوده فی جزء من الوقت ولومرة ۔ (الدرالمختار ص ۲۸۱ ج ۱)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب التیمم

(تیمّم کے مسائل)

﴿۷۲﴾ فتویٰ شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے گاؤں کی عورتیں گوبر اور مٹی سے دیواروں کو لیپا دیا کرتی ہیں۔ اور ہماری مسجد کے امام نے کہا ہے کہ لیپا والی مٹی پاک ہے کیا اس دیوار سے تیمم درست ہے۔ سائل محمد یار ولد غلام یٰسین میانوالی

الجواب: مٹی کے ساتھ گوبر ملا کر لیپا جائز نہیں ہے۔ کہ وہ نجاست غلیظہ ہے۔ بہار شریعت حصہ دوم طبع لاہور ص ۹۸ پر ہے گائے بھینس کا گوبر اور بکری اونٹ کی مینگنی سب نجاست غلیظہ ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۴۳ پر ہے، اخثاء البقر نجس نجاسۃ غلیظۃ ھکذافی فتاویٰ قاضی خان اور اس سے تیمم کرنا بھی جائز نہیں کہ تیمم کے لیے مٹی کا پاک ہونا ضروری ہے۔

﴿۷۳﴾ فتویٰ شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، مجھے سردی کے اثر سے نزلہ ہو جاتا ہے تو میں ایام سرما میں صبح یا اور کسی سخت سردی کے وقت بخوف نزلہ و زکام بجائے غسل جنابت تیمّم کرنا اور اس تیمّم سے نماز فجر یا اور کسی اور نماز کو ادا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ ۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد فاروق چوہدری میانوالی۔

الجواب: تیمّم کرنے کے لئے پانی سے عاجز ہونا شرط ہے۔ خواہ وہ اس وجہ سے ہو کہ پانی نہ ہے یا اس وجہ سے کہ پانی کے استعمال سے مرض کی زیادتی و امتداد کا خوف ہ یا سردی کی وجہ سے ہلاکی یا بیماری کا اندیشہ ہے اور پانی نہیں مل سکتا۔ پس اگر ان امور میں سے کوئی امر پایا جاوے تو تیمّم جائز ہے۔ ورنہ جائز نہیں۔ صورت مسئولہ میں اگر سرد پانی سے مرض کا اندیشہ ہو تو گرم پانی سے غسل کرنا چاہیے۔ اگر گرم پانی سے بغلبۂ ظن یا مستند ڈاکٹر اندیشہ مرض کا ہے تو تیمّم جائز ہے

ورنہ نہیں۔او لـمـرض يشتـد او يـميتد بغلبة ظن او قول حاذق مسلم ولو تبجرب او برد يهلك الحنب و يمرضه (الدر المختار ص ۲۱۵ ج ۱، ص)

﴿۷۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، اسلم بوجہ جلدی تیمم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو گیا تھا بعد فرض نماز بھی اسی تیمم سے پڑھ سکتا ہے یا باقاعدہ وضو کرنا پڑے گا؟۔　　بینوا توجروا۔ سائل محمد اکرم خان نیازی میانوالی۔

الجواب: اس تیمم سے نماز فرض وقتیہ نہیں پڑھ سکتا۔ وضو کر کے نماز وقتیہ پڑھنی چاہیے البتہ نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ هـكذا فی كتب الفقه، وجاز التيمم، لخوف فوت صلاة جنازة (الدرالمختار ص ۲۲۳ ج ۱)

﴿۷۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے عزیز کو احتلام زیادہ ہوتا ہے اور بوجہ سردی کے غسل کرنے سے زکام ہو کر بخار ہو جاتا ہے اور اگر دس بجے دن غسل کیا جائے تو زیادہ نقصان نہیں ہوتا۔ اس حالت میں تیمم سے صبح کی نماز ادا کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ اور تیمم غسل اور وضو کا کرے یا صرف غسل کا؟ سائل محمد ایوب انصاری میانوالی

الجواب: مرض کے خوف سے جبکہ گرم پانی بھی مضر ہو یا گرم پانی میسر نہ ہو تیمم کر کے نماز پڑھنا درست ہے، اولـمـرض يشتـد اويـمـتـد بـغلبه ظن اوقول حاذق مسلم الخ اوبرد يهلك الحنب او يمرضه الخ تيمم لهذه الاعذار كلها

(الدرالمحتار ص ۲۱۶ ج ۱)

اور تیمم غسل اور وضو کا ایک ہی ہے ایک تیمم دونوں کے لیے کافی ہے پھر نو یا دس بجے جبکہ غسل مضر نہیں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے غسل کر کے ظہر وعصر وغیرہ کی نمازیں پڑھے، اور احتلام اور نجاست کی جنابت کا ایک ہی حکم ہے (یعنی دونوں موجبات غسل ہیں۔ والمعانی الموجبة للغسل انزال المنی علی وجه الدفق والشهوة من الرجل وامراة حالة النوم و اليقظة (هدايه ص ۳۷) ۔

﴿۷۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میری بیوی اپنے بچہ کو دودھ پلاتی ہے بچے کا پاخانہ پیشاب اکثر ان کے کپڑوں پر گرتا ہے اس خوف سے کہ متواتر غسل سے بچہ بیمار ہو جائے گا یا میں خود بیمار ہو جاؤں گی نہاتی نہیں تو اس وجہ سے کیا اس کو قرآن پڑھنا جائز ہو گا یا نہیں؟۔ سائل محمد انور خان ایڈووکیٹ میانوالی

الجواب: اگر بار بار کے غسل سے اس کو اپنے یا بچہ کی بیماری کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لیا کرے، پھر دھوپ کے وقت یا گرم پانی سے غسل کر کے ان نمازون کا اعادہ واجب ہے۔ اور تیمم کے بعد تلاوت قرآن شریف بھی درست ہے۔ یہاں پر عورت کو جنبی فرض کر لیا گیا ہے۔ ورنہ صرف بچہ کے پیشات یا پاخانہ سے نہانا واجب نہیں ہوتا، جس حصہ میں نجاست لگی ہے اس کو دھو لینا اور کپڑا بدل لینا کافی ہے فقہاء نے ہلاکت اور بیماری یا پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں جنبی (ناپاک) کو تیمم کی اجازت دی ہے، من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلا او برد يهلك الجنب اويمرضه (درمختار) ای من ثوب يلبسه او مكان ياويه قال فی البحر فصار الاصل انه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لا یباح له التیمم اجماعا(ردالمحتار ۲۱۶ ج ۱)

﴿۷۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، میرے والد فالج کا مریض ہے اور کوئی ملازم بھی نہیں ہے۔ وضو کرنے سے مجبور ہو اور گرم پانی کے بغیر وضو نہیں کر سکتا ہے تو کیا وہ تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے، نیز موزے پر مسح درست ہے؟

سائل محمد سرور زرگر میانوالی

الجواب: وہ شخص تیمّم کر سکتا ہے اور وضو کرنے کے بعد اگر چڑے کے موزے پہنے تو ایک دن رات یعنی مقیم پانچ نمازوں کے وضو میں سے ان موزوں پر مسح کر سکتا ہے۔ اور اگر موزے پہنے ہوئے تیمّم کی ضرورت ہوئی مثلاً وضو کرانے والا موجود نہیں یا گرم پانی موجود نہیں جس کی وجہ سے تیمّم درست ہے تو موزہ پہنے ہوئے تیمّم کر سکتا ہے تیمّم کے لئے موزہ نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ درمختار میں، ان اعذار میں جن میں تیمّم جائز ہے یہ بھی لکھا ہے،

اولم یجد من یوضیه فان وجد ولو باجر مثل وله ذلك لا یتیمم ۔الدر المختار ص ۲۱۵ ج ۱)

﴿۷۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر کسی عضو پورے پر یا اس سے کم وبیش پر زخم ہو اس پورے کا مسح کرنا چاہیے یا محض اتنی ہی جگہ پر جہاں پر زخم ہے۔ اگر پورے حصہ پر مسح کیا جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟ ۔سائل غلام رسول میانوالی

الجواب: ان سب صورتوں میں مسح صرف اسی مقدار پر کرنا چاہیے جس جگہ زخم ہے اور اچھی طرح جگہ کو دھونا چاہیے۔ لیکن اگر صحیح حصہ کے دھونے سے زخم پر پانی پہنچے اور اس کو مضر ہو تو کل پر مسح کرنا درست ہے۔ پس جس عضو پر زخم ہے اس کے اس خاص حصہ کا مسح کرنا چاہے باقی کو

دھونا چاہیے۔ درمختار میں ہے، ویمسح نحو مفتصد وجریح علی کل عصابۃ مع فرجتھا فی الاصح۔ (الدر المختار ص ۲۵۸ ج ۱)

﴿۷۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، میں مرض جریان میں مبتلا ہوں اور ایسی حالت ہے کہ ہر وقت کپڑا خراب رہتا ہے نہا کر بھی پاک رہنا مشکل ہے اب وضاحت فرمائیے کہ میں نمازیں کیسے ادا کروں؟۔

بینوا توجروا۔ سائل محمد مشتاق احمد خان قادری میانوالی۔

الجواب: آپ اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لیا کریں غسل کی ضرورت نہیں۔ یہ ودی ہے منی نہیں۔ اس میں وضو لازم ہوتا ہے اور نماز کے لیے دوسرا کپڑا رکھیں۔ اگر نماز کی حالت میں بھی قطرہ آجائے تو نماز پوری کرلیں نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ بعد نماز کے اس کپڑا کو اگر قطرہ لگا ہو، دھو کر رکھ دیں دوسرے نماز کے وقت پھر اس کو پہن کر وضو کر کے نماز پڑھیں بہرحال نماز اسی حالت میں پڑھتے رہیں وہ نماز صحیح ہے۔

﴿۸۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر کوئی شخص صبح اس وقت اٹھے کہ نماز کے قضاء کا وقت بہت قریب ہو غسل بھی کرنا ہو۔ تو کیا وہ تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ سائل اجمل زرگر میانوالی۔

الجواب: نماز کا وقت اتنا قریب ہو گیا کہ جلدی سے غسل کر کے نماز نہیں پڑھ سکتا تو اگر جسم پر کہیں نجاست لگی ہو تو اسے دھو کر غسل کی جگہ تیمم کرے اور وضو بنا کر نماز پڑھ لے بعد میں غسل کرے اور سورج بلند ہونے کے بعد نماز دوبارہ پڑھے۔ ایسا ہی

الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۵۸۴ میں ہے۔ مگر یہ اس صورت میں ہے جب کہ کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے اور سارے بدن پر پانی بہانے کے بعد دو رکعت فرض پڑھنے کا بھی وقت نہیں۔ اور اگر اتنا وقت تو ہے لیکن صابن وغیرہ لگا کر اہتمام سے نہانے کا وقت نہیں صابن وغیرہ کے بغیر غسل کر کے نماز پڑھے۔ اس صورت میں اگر تیمم کر کے نماز پڑھی تو سخت گنہگار رہو گا۔



الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الاذان

(اذان کا بیان)

﴿۸۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، اہل تشیع حضرات اذان میں چند الفاظ مثلاً اشھد ان علیا ولی اللہ، اشھد ان امیر المومنین وغیرہ زیادہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ الفاظ آئمہ اہل بیت سے منقول ہیں، کیا واقعی صحیح ہے۔

بینوا توجروا۔ سائل مولوی محمد اکرم تونسوی کلورکوٹ

الجواب: تحقیق یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے لے کر حضرت موسیٰ بن جعفرؒ کے زمانہ تک وہی اذان ہوتی تھی جو اہلسنت دیتے ہیں اور یہی حکم آئمہ کا ہے۔ شیعہ حضرات دعویٰ تو انکی محبت کا کرتے ہیں مگر عقائد و تعلیمات میں ان کے مخالف ہیں۔ ثبوت اہل تشیع کی مشہور و معتبر ترین کتب سے ملاحظہ ہوں، وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۶۴۷، من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۸، فقہ امام جعفر صادق جلد اول ص ۱۶۶ عن موسیٰ بن جعفر عن ابائه عن علی علیهم السلام فی حدیث تفسیر الاذان انه قال فیه الله اکبر، الله اکبر، الله اکبر، الله اکبر، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمد ارسول الله صلی الله علیه و سلم، اشهد ان محمد ارسول الله صلی الله علیه و سلم، حی علی الصلوٰة، حی علی الصلوٰة، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، الله اکبر، الله اکبر۔ لا اله الا الله۔

جناب موسیٰ بن جعفر اپنے اباء اجداد کے ذریعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اذان کی تفسیر میں حدیث بیان کرتے ہوئے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں، الله اکبر چار مرتبہ، اشهد ان لا اله الا الله دو مرتبہ، اشهد ان محمد ارسول الله دو مرتبہ، حی علی الصلوٰة دو مرتبہ،

حی علی الفلاح دومرتبہ، الله اکبر دومرتبہ اورایک مرتبہ لا الہ الا اللہ۔

درج بالا حوالا جات کی روشنی میں با آسانی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ اذان وہی حق ہے جو اہلسنت کی مساجد سے ہوتی ہے۔ کیونکہ شیعہ حضرات کی اذان حضرت علیؓ کے دور کے بہت بعد ایجاد کی گئی ہے، جس کا حقیقیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جیسا کہ خود اہل تشیع کی کتب میں درج ہے کہ حضرت علیؓ سے لیکر حضرت موسیٰ کاظمؒ تک یہی اہلسنت والی اذان ہوتی رہی۔ بلکہ اذان میں زیادتی کرنے والا لعنتی ہے، جیسا کہ شیعہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہہ جلد اول ص ۱۸۸ میں امام جعفر صادقؓ کا فرمان منقول ہے۔

﴿۸۲﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے محلہ کی مسجد میں نابالغ لڑکے اذان دیتے ہیں۔ قبلہ مفتی صاحب ہماری راہنمائی فرمائی جائے آیا از روئے شرع نابالغ بچے کی اذان ہو جاتی ہے۔ سائل محمد عقیل الرحمٰن خان میانوالی

الجواب: نابالغ لڑکا اگر سمجھدار ہے تو اس کی اذان درست ہے۔ بہار شریعت میں ہے کہ سمجھ والا بچہ غلام، اندھے اور ولد الزنا کی اذان صحیح ہے۔ درمختار میں ہے، و یجوز بلا کراھۃُ اذان صبی مراھق ۔ردالمحتار میں ہے، المرادبه العاقل وان لم يراهق كماهو ظاهر البحر و غيره۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے اذان الصبی العاقل صحیح من غیر کراھۃ فی ظاھر الروایۃ و لکن اذان البالغ افضل ۔یعنی ظاہر روایت میں سمجھدار بچہ کی اذان بلا کراہت درست ہے لیکن بالغ کا اذان پڑھنا افضل ہے اور اگر لڑکا سمجھدار نہیں تو اس کی اذان درست نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے، اذان الصبی الذی لا یعقل لا یجوز ویعا

دو کذا المجنون ھکذا فی النھایۃ ۔ اور سمجھدار بچہ کی پہچان یہ ہے کہ لوگ اس کی اذان کو اذان سمجھیں کھیل نہ سمجھیں۔

﴿۸۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کیا فاسق آدمی اذان دے سکتا ہے اگر دے دے تو کیا لوٹائی جائے۔ مکمل وضاحت فرمائیں۔ تاکہ ہمارے محلہ کے لوگوں میں جو انتشار ہے وہ ختم ہو جائے ۔بینوا توجروا۔ نوٹ عربی کتابوں کے حوالے نقل کر کے ہماری تسلی فرمائیں۔ سائل محمد اطلس خان میانوالی

الجواب: فقہاء کرام نے بالاتفاق فاسق کی اذان کو مکروہ فرمایا ہے۔ تنویر الابصار اور درمختار میں ہے، یکرہ اذان جنب و امرئۃ و فاسق ولو عالما یعنی جنبی، عورت اور فاسق کی اذان مکروہ ہے۔ اگرچہ وہ عالم ہو۔ کنز الدقائق و بحر الرائق میں ہے، کرہ اذان الجنب والمرائۃ والفاسق ۔یعنی جنب، عورت اور فاسق کی اذان مکروہ ہے فتح القدیر جلد اول ص ۲۱۶ میں ہے، صرحوابکراھۃ اذان الفاسق من غیر تقید بکونہ عالما او غیرہ ۔یعنی عالم غیر عالم کی قید کے بغیر اذان فاسق کے مکروہ ہونے کی فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے۔ پھر چونکہ اذان شعائر اسلام ہے اور فاسق کی اذان سے بھی اقامت شعار کا مقصد حاصل ہے اس لیے بعض فقہائے کرام نے فرمایا کہ فاسق کی اذان صحیح ہے۔ مگر اذان کا مقصود اصل چونکہ دخول وقت کا اعلام ہے اور فاسق کی خبر دیانات میں معتبر نہیں اس لیے بعض فقہائے کرام نے فرمایا کہ فاسق کی اذان صحیح نہیں۔ درمختار میں ہے، جزم المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون و معتوہ و صبی لا یعقل قلت و فاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات تنویر الابصار کے مصنف نے مجنون،

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

معتوہ اور نا سمجھ بچے کی اذان کے صحیح نہ ہونے پر یقین کیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ فاسق کی اذان بھی صحیح نہیں۔ اس لیے کہ اس کا قول دیانات میں قابل قبول نہیں۔ بحر الرائق جلد اول ص ۲۶۴ میں ہے، اذان الفاسق و المراۃ والجنب صحیح۔ فاسق کی اور عورت کی اور جنب کی اذان صحیح ہے مگر اسی صفحہ پر چند سطر بعد فرمایا فاسق کا قول اور اس کی خبر امور دینیہ میں قابل قبول نہیں اس لیے مناسب ہے کہ فاسق کی اذان صحیح نہ ہو۔ بحر الرائق کے اصل الفاظ یہ ہیں، ینبغی ان لا یصح اذان الفاسق بالنسبۃ الی قبول خبرہ والاعتماد علیہ لما قد مناہ انہ لا یقبل قولہ فی الامور الدینیۃ۔ لہٰذا معلوم ہوا فاسق کی اذان صحیح ہے لیکن اس کو فسق سے منع کیا جائے۔

﴿۸۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، (۱) جمعہ میں خطبہ سے پہلے اذان ثانی مسجد سے باہر ہونا سنت ہے یا مسجد کے اندر؟۔ (۲) اذان کہنے کے بعد جماعت کھڑے ہونے کے وقت صلوٰۃ کہنا کیسا ہے؟۔ سائل محمد اشرف میانوالی

الجواب: (۱) جمعہ میں اذان کا مسجد کے باہر ہونا سنت ہے۔ ابوداؤد شریف میں ہے جس کے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ راوی ہیں، قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر و عمر فلما کان فی خلافۃ عثمان و کثر الناس امر عثمان یوم الجمعۃ بالاذان الثالث فاذن بہ علی الزوراء فثبت الامر علی ذالک۔ (ابوداؤد مجتبائی ج اص ۱۶۳) اس حدیث کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بروز جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو دروازہ مسجد پر حضور کے سامنے اذان دی جاتی تھی اور اسی طرح خلافت اول اور دوم میں ہوتا

رہا۔ پھر جب خلافت سوم ہوئی اور لوگ زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی اذان کا اور اضافہ کیا تو یہ اذان مقام زوراء (جو بازار مین ایک گھر کی چھت) پر کہی جاتی پھر عمل اسی طرح ہوتا رہا۔ اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک بات یہ ہے کہ جمعہ کی اذان اول کا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک اور خلافت اول ودم میں وجود نہ تھا۔ اس کا حضرت عثمانؓ نے اضافہ فرمایا ہے اور یہ اذان بازار کے ایک گھر زوراء کی چھت پر ہوتی تھی۔ تو یہ اذان مسجد سے کچھ فاصلہ پر ہوتی تھی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ خطبہ والی اذان دوم زمانہ اقدس سے برابر خطبہ سے پہلے دروازۂ مسجد پر منبر کے مقابل ہوتی رہی۔ کسی خلافت مین اس کے اندر کسی طرح کا کوئی تغیر نہیں ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ دروازۂ مسجد سے خارج ہوتا ہے تو اس اذان کا بھی مسجد سے باہر ہونا سنت قرار پایا۔ اسی بنا پر فقہاء نے مسجد کے اندر اذان کہنا ممنوع ٹھہرایا۔ فتاویٰ قاضی خان اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے، و ینبغی ان یوذن علی المنارة او خارج المحسد ولا یوذن فی المسجد کذا فی فتاوی قاض خان۔ (عالمگیری مجید ی ص ۲۹) یعنی منارہ یا خارج مسجد میں اذان کہنا مستحب ہے اور مسجد میں اذان نہ کہی جائے۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ اذان مسجد میں کہنا ممنوع ہے اور حکم تمام اذانوں کو عام ہے تو جمعہ کی یہ اذان دوم بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ پھر جو اس کو اس میں داخل نہ مانے اور اس کو مسجد میں بلا کراہت جائز جانے وہ دلیل خصوص اپنے دعویٰ پر قائم کرے۔ اب رہا رواج کو دلیل ٹھہرانا تو رواج حجت شرعی نہیں۔ (۲) اذان کے کچھ دیر بعد دوسرے اعلان کو تثویب کہتے ہیں۔ فقہاء کرام نے اس تثویب کو جائز قرار دیا۔ جس کی تصریح اکثر کتب فقہ میں موجود ہے۔ لیکن اس کے لیے کوئی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خاص الفاظ مقرر نہیں۔ بلکہ اس کو ہر مقام کے عرف پر موقوف کیا گیا ہے۔ اورتثویب میں صلوٰۃ وسلام کے الفاظ ۷۸۱ھ میں جاری ہوئے۔ فقہاء نے انہیں بہتر و مستحسن قرار دیا ہے۔

فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے، التسليم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر سنة سبعمائة و احدی و ثمانين فی عشا ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث فی الکل لاالمغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة۔ (درالمختار مصبر ج ۱ ص ۲۷۳)

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ ربیع الاخر ۷۸۱ھ کی شب دوشنبہ کی نماز سے شروع۔ پھر جمعہ کے دن۔ پھر دس سال بعد سوائے مغرب کے سب اذانوں کے بعد شروع ہوا۔ پھر مغرب میں بھی دوبار۔ تو یہ صلوٰۃ وسلام (بدعت حسنہ) امر مستحسن ہے۔ لہٰذا اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ اذان کے بعد جماعت کے کھڑے ہونے سے کچھ دیر پہلے صلوٰۃ سلام کہنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔

﴿۸۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ محترم صاحبزادہ صاحب زید مجدہ وشرفہ چند مسائل قابل جواب ہیں میں آپ کی طرف خط لکھ کر ارسال کر رہا ہوں وضاحت سے جواب دے کر ہمارے محلہ کے لوگوں کے اختلافات ختم کریں

(۱) تکبیر کے وقت باتین کرنا جائز ہیں؟۔

(۲) اذان ہونے کے بعد مسجد سے نکلنا کیسا ہے؟۔

(۳) اقامت کے وقت کب کھڑا ہونا چاہیے۔؟ (سائل محمد اکرم خان ولد محمد نواز خان ضلع میانوالی)

الجواب: (۱) تکبیر کے وقت باتیں کرنا جائز نہیں۔ بہار شریعت ج ۳ ص ۳۶ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ جو اذان کیوقت باتوں میں مشغول رہے تو معاذ اللہ خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور حدیث شریف میں اقامت کو اذان کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ وہ بھی نماز کے اعلام کے لیے ہے اور گفتگو کی آواز اعلام میں مخل ہوگی۔ (۲) جس شخص نے نماز نہ پڑھی ہو اسے اذان ہونے کے بعد مسجد سے نکلنا جائز نہیں اس لیے کہ ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجته وهو لا يريد الرجوع فهو منافق یعنی اذان کے بعد جو شخص مسجد سے چلا گیا اور کسی شرعی حاجت کے لیے نہیں گیا اور نہ واپس ہونے کا ارادہ ہے تو وہ منافق ہے۔ لیکن جو شخص کسی دوسری مسجد کی جماعت کا منتظم ہو مثلاً امام یا مؤذن اس کے ہونے سے لوگ ہوتے ہیں۔ ورنہ متفرق ہو جاتے ہیں ایسے شخص کو اجازت ہے کہ اذان ہونے کے بعد اپنی مسجد کو چلا جائے اگر چہ یہاں اقامت بھی شروع ہو گئی ہو۔ تنویر الابصار اور درالمختار شامی ج۱ص۹ ۴۷ میں ہے کرہ تحریما خروج من لم یصل من مسجد اذن فیه الا ان ینتظم به امر جماعة اخرىٰ او كان الخروج لمسجد حيه ولم يصلوا فيه اور اگر ظہر یا عشا کی نماز تنہا پڑھ چکا ہے تو اقامت شروع ہونے سے پہلے جا سکتا ہے جب اقامت شروع ہوگئی تو بہ نیت نفل جماعت میں شریک ہو جائے اور عصر و مغرب و فجر میں مسجد سے چلا جائے۔ فتاویٰ عالمگیری ج۱ص۱۱۲ میں ہے ان كان قد صلى مرة ففي العشاء والظهر لا باس بالخروج مالم يا خذ المؤذن فی الاقامة فان اخذ فی الاقامة لم یخرج حتی قضاهما تطوعاً و فی العصر والمغرب والفجر یخرج (۳) اقامت کے وقت امام اور مقتدی سب کو بیٹھے رہنے کا حکم ہے۔ کھڑا رہنا مکروہ ومنع ہے پھر جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح پر پہنچے تو اٹھیں اور صفوں کو درست کریں جیسا کہ فقہائے کرام اور شارحین حدیث

کے اقوال سے ثابت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۵۳ میں مضمرات سے ہے اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائما و لكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المئوذن قوله حي على الفلاح اگر کوئی شخص تکبیر کے وقت آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے تو اس وقت کھڑا ہو۔ درمختار میں ہے دخل المسجد والمئوذن يقيم قعد یعنی جو شخص تکبیر کہے جانے کے وقت مسجد میں آئے تو وہ بیٹھ جائے۔ اسی عبارت کے تحت شامی جلد اول ص ۲۶۸ میں ہے يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المئوذن هي على الفلاح اس لیے کہ کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو اٹھے۔ مولوی عبدالحئی صاحب فرنگ محلی، عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول مجیدی ص ۱۳۶ میں لکھتے ہیں اذا دخل المسجد يكره له انتظار الصلوة قائما بل يجلس موضعا ثم يقوم عند حي على الفلاح یعنی جو شخص مسجد میں داخل ہو اسے کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ کسی جگہ بیٹھ جائے پھر حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہو۔ ان تمام حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ امام و مقتدی جو لوگ مسجد میں موجود ہیں سب اقامت کے وقت بیٹھے رہیں جب مکبر حي على الصلاة حي على الفلاح پر پہنچے تو اٹھیں۔ جس مفتی نے یہ فتویٰ دیا کہ شروع تکبیر میں کھڑا ہونا روا جی ہے نہیں ہے۔ یہ مسئلہ فقہ کی تمام کتابوں میں مذکور ہے۔

دیوبندی جو عام طور پر اس مسئلہ کی مخالفت کرتے ہیں ان کے پیشوا مولوی کرامت علی جونپوری نے اپنی کتاب مفتاح الجنہ ص ۳۳ پر لکھا کہ جب اقامت میں حي على الصلاة کہے تب امام اور سب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لوگ کھڑے ہو جائیں۔ یہاں تک کے دیوبندیوں کی کتاب راہ نجات ص ۱۴ میں ہے کہ
حی علی الصلاۃ کے وقت امام اٹھے۔

﴿۸۶﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ
اذان میں حضور اکرم ﷺ کے نامی اسم گرامی کو سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں سے لگانا کیسا ہے۔
دیہات کے چند لوگ اس کو بدعت کہتے اور کچھ لوگ باعث برکت وثواب سمجھتے ہیں۔

سائل اللہ داد ولد محمد مواز ساکن موچھ میانوالی

الجواب: اذان میں حضور پرنور ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنا اور آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ردالمحتار جلد اول ص ۲۶۷ میں تحریر فرماتے ہیں، یستحب ان یقال عند سماع الاولی عن الشھادۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ و عند الثانیہ منھا قرت عینی بک یا رسول اللہ ثم یقول اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھا مین علی العینین فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون قاعد الہ الی الجنۃ کذافی کنزالعباد اہ قھستانی و نحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ یعنی مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشھد ان محمد رسول اللہ سنے تو صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہے اور جب دوسرے بار سنے تو قرت عینی بک یا رسول اللہ اور پھر کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر اور یہ انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھنے کے بعد ہو۔ سرکار دو عالم ﷺ اپنی رفاقت میں اسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنزالعباد میں ہے۔ یہ مضمون جامع الرموز علامہ قہستانی کا ہے اور اسی کے مثل فتاویٰ صوفیہ میں ہے۔ اور رسید العلماء

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سید احمد طحطاوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے طحطاوی علی مراقی مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۱۱۱ میں علامہ شامی کے مثل لکھنے کے بعد فرمایا، وذکر الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعا من مسح العین بباطن انملة السبابتین بعد تقبیلهما عند قول المؤذن اشهد ان محمد ارسول الله وقال اشهد ان محمد ا عبده ورسوله رضیت بالله ربا وبا لاسلام دینا ولبحمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نبیا حلت له شفاعتیاه و کذاروی عن الخضر علیه السلام و بمثله یعمل بالفضائل۔ یعنی دیلمی نے کتاب الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع کو ذکر فرمایا۔ سرکار اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مؤذن کے اشھد ان محمد ارسول اللہ کہتے وقت شہادت کی انگلیوں کے پیٹ کو چومنے کے بعد آنکھوں پر پھیرے اور اشهد ان محمد اعبده ورسوله۔ رضیت بالله زبا وبالا سلام دینا و بمحمد صلے الله تعالیٰ علیه وسلم نبیا کہے تو اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ ایسے ہی حضرت خضر علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے اور اس قسم کی حدیثوں پر فضائل میں عمل کیا جاتا ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ موضوعات کبیر میں تحریر فرماتے ہیں اذا ثبت رفعه الی الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه فیکفی للعمل به لقوله علیه الصلاة والسلام علیکم بسنتی و سنتة الخلفاء الراشدین یعنی جب اس حدیث کا رفع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لیے کافی ہے اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے اور احادیث کریمہ میں تکبیر کو بھی اذان کہا گیا ہے۔ لہٰذا تکبیر

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں بھی انگوٹھا چومنا جائز و باعث برکت ہے اور اذان و تکبیر کے علاوہ بھی نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنا جائز و مستحسن ہے کہ اس میں حضرت ﷺ کی تعظیم بھی ہے اور حضور ﷺ کی تعظیم جس طرح بھی کی جائے باعث ثواب ہے۔ لہٰذا جو لوگ بدعت کہتے ہیں وہ اسلام کے اصولوں سے ناواقف ہیں۔

﴿۸۷﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ تثویب جو اذان اور اقامت کے درمیان پڑھی جاتی ہے کیا از روئے شرع اس کی کوئی حیثیت ہے

سائل صوفی محمد کمال الدین میانوالی۔

الجواب: تثویب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تثویب قدیم دوسرے تثویب جدید۔ تثویب قدیم الصلوٰۃ خیر من النوم ہے جو اذان کی مشروعیت کے بعد فجر کی اذان میں بڑھائی گئی۔ جیسا کہ بحر الرائق جلد اول ص ۲۶۰ میں ہے، وهو نوعان قديم و حادث فالا ول الصلوة خير من لنوم والثانی احد ثه علما ئالكوفة بين الاذان والا قامة۔ اور جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، ان بلا لا اذن لصلاة الفجر ثم جاء الی باب حجرة عائشة رضی الله تعالیٰ عنها فقال الصلاة يا رسول الله فقالت عاشته رضی الله تعالیٰ عنها الرسول نائم فقال بلال الصلاة خير من النوم فلما انتبه اخبرته عائشة فاستحسنه رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم و قال اجعله فی اذانك (عنايه مع فتح القدير جلد اول ص ۲۱۲) اور جب لوگوں کے اندر امور دینیہ میں سستی پیدا ہوئی تو اذان و اقامت کے درمیان تثویب جدید کا اضافہ کیا گیا۔ تثویب قدیم سنت ہے اور فجر کی اذان کے ساتھ خاص ہے دوسری اذان کے ساتھ پڑھنا مکروہ و ممنوع ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے عن بلال رضی

اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تثوبن فی شئی من الصلوات الا فی صلاۃ الفجر۔ یعنی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ فجر کے علاوہ کسی دوسری نماز میں تثویب ہرگز مت کہو۔ (مشکوۃ شریف ص ۶۳)۔ تثویت جدید حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھی۔ مگر اس تثویب کو متاخرین نے سب نمازوں کے لیے مستحسن قرار دیا ہے۔ درمختار مع شامی جلد اول مطبوعہ دیوبند ص ۲۶۱ میں ہے، نور الایضاح کی شرح مراقی الفلاح ص ۱۱۴، طحطاوی مصری ص ۱۱۵، عینی مصری ص ۲۷ جلد ۱، ردالمحتار جلد اول ص ۲۶۲، غایۃ الاوطار ص ۱۸۱، ان کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ مسلمان امور دین میں سست ہو گئے ہیں اس وجہ سے متاخرین نے اذان و اِقامت کے درمیان تثویب کو مقرر کیا اور تثویب مغرب کے علاوہ ہر نماز کے لیے جائز ہے۔ اور مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ اور تثویب کے لیے کوئی الفاظ خاص نہیں ہیں۔ لوگ جو الفاظ بھی مقرر کرلیں جائز ہے۔ آج کل تثویب میں **الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** وغیرہ کلمات مخصوصہ عموماً کہے جاتے ہیں اس لیے کہ ان سے اعلام کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی عظمت کا اظہار بھی ہوتا اور اسی لیے جو لوگ حضور ﷺ کی عظمت کے مخالف ہیں وہ تثویب کی مخالفت کرتے ہیں۔ ورنہ تثویب کو جائز و مستحسن ہونا جبکہ تمام کتب متداولہ مین مذکور ہے اس کی مخالفت کی کوئی وجہ نہیں اور تثویب میں **الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** پڑھنا ماہ ربیع الآخر ۷۸۱ھ میں جاری ہوا جو بہتر عمل ہے۔ جیسا کہ درمختار مع شامی اول مطبوعہ دیوبند ص ۲۶۱ میں ہے۔ التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ سبع مائۃ واحدیٰ و ثمانین۔

وھو بدعة حسنة اھ۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند الله تعالیٰ و رسوله جل جلاله و صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

﴿۸۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرا بھائی جس کی عمر ۹ سال کی ہے کیا وہ اذان دے سکتا ہے۔ وہ نماز پڑھتا ہے اور پاکی و ناپاکی کا خیال رکھتا ہے۔ سائل جمشید اعوان چٹہ وٹہ میانوالی

الجواب: لڑکا اگر مراہق یعنی قریب البلوغ ہے تو اس کی اذان بلا کراہت بالاتفاق صحیح ہے۔ اور غیر مراہق عاقل ہو تب بھی ظاہر الروایت میں کراہت نہیں ہے۔ اور بعض روایات میں مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے، و یجوز بلا کراھة اذان صبی مراھق و فی الشامی قوله صبی مراھق المراد به العاقل وان لم یواھق کما ھو ظاھر البحر وغیرہ وقیل یکرہ لکنه خلاف ظاھر الروایة۔ اور ردالمحتار جلد ا ص ۲۶۳ پر ہے خلاصہ تحریر یہ ہے کہ آپ کا بھائی جس کی عمر ۹ سال کے لگ بھگ ہے۔ عاقل اور پاکی ناپاکی جانتا ہے تو اسکی اذان درست ہے۔

﴿۸۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ قرآن پاک پڑھتے وقت جب اذان ہو رہی ہو تو کیا اذان کا جواب دینا چاہیے یا نہیں؟۔

سائل غلام حسن خان میانوالی

الجواب: اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔ اگر قرآن شریف کو بند کر کے جواب اذان کا دے گا تو اچھا ہے۔ اور اگر قرآن ہی پڑھتا رہے اور جواب نہ دے تو کچھ گناہ نہیں، الدرالمختار ص ۳۵۷ ج ا میں ہے، و یجیب وجوبا و قال الحلوانی ندبا والواجب الاجابة

القدم من سمع الاذان ولو جنبا لا حائضا و نفسا و سامع خطبة الخ بخلاف قرآن

(در مختار)

﴿۹۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ صبح کی اذان کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ سائل عاصم نواز ابا خیل میانوالی

الجواب: اسی قسم کے سوال کا جواب فتاوی جات میں ہے کہ صبح کی اذان کا وقت صبح صادق ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ کیونکہ آج کل روزے ہیں ان دنوں میں صبح صادق ۵ بج کر ۳۵ منٹ پر ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے اذان نہ کہنی چاہیے۔ وقت سے پہلے اذان نہیں ہوتی۔ اگر وقت سے پہلے اذان کہی جائے تو لوٹائی جائے گی۔ درمختار میں ہے، فیعاد اذان وقع قبله اور نیز درمختار میں ہے، دانما یستحق ثواب الموذنین اذا کان عالما بالسنة والا وقات یعنی اذان کا ثواب اسی وقت حاصل ہوتا ہے کہ اذان طریق سنت کے موافق کہنا جانتا ہو اور وقت کو پہچانتا ہو۔

صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب المساجد

(مساجد کے مسائل)

﴿۹۱﴾ فتــوی شــرعــی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ سود کے مال سے مسجد بنانا یا عیدگاہ بنانا عندالشرع جائز ہے یا ناجائز ہے؟۔سائل محمد نصراللہ خان میانوالی

الجواب: مسجد پاک مکان ہے اور سودی روپیہ مال خبیث ہے۔لہٰذا مال خبیث سے مسجد کی تعمیر ممنوع ہے۔شامی میں ہے، لو انفق فی ذلک مالا خبیثا ومالا سببه الخبیث والطیب فیکره لان الله تعالیٰ لا یقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بمالا یقبل۔

﴿۹۲﴾ فتــوی شــرعــی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، جب مسجد کی ٹی آئرن، گارڈر یا اینٹ وغیرہ اس مسجد کی عمارت سے سے جدا کر دیئے گئے ہوں اور پھر ان کے تعمیر میں لگانے کی ضرورت باقی نہ رہے تو انہیں متولی فروخت کرسکتا ہے یا نہیں اور خریدار انہیں اپنے مکان یا دوکان میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟۔بینوا توجروا۔سائل عبدالروف خان مستی والا میانوالی

الجواب: مسجد کی ٹی آئرن، گارڈر یا اینٹ یا جملہ وغیرہ جب اس مسجد میں پھر نہ لگ سکے یا اس کے پڑے رہنے میں ضائع ہونے یا خراب ہوجانے کا خوف ہو تو انہیں فروخت کرسکتے ہیں اور اس کی قیمت مسجد کی عمارت میں صرف کی جائے گی۔صاحب درمختار، درالمنتقی شرح ملتقی میں فرماتے ہیں، ونقض الوقف ای لمنقوض من خشب وحجر واجر وغیرھا یصرف الی عمرته ان احتاج الیها بالفعل والا حفظ الی وقت الحاجة الیها وان تعذر صرف عینه بان لا یصلح لذلک یباع ای باعه القاضی والمتولی ویصرف ثمنه الیها اقامة للبدل مقام المبدل۔ پھر جب شرعاً ان کی بیع جائز قرار پائی تو خریدار ان کو جہاں چاہے لگا سکتا ہے۔ہاں انکا یہ احترام چاہیے کہ انہیں ناپاک مقام پر نہ لگائیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۹۳﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کیا کافر مسجد میں داخل ہوسکتا ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

﴿سائل انجم خان میانوالی﴾

الجواب: ردالمحتار شامی میں ہے کہ،ولا بائس ان یدخل الکافر و اھل الذمه المسجد الحرام و بیت القدس و سائر المساجد لمصالح المسجد و غیر ھا من المھمات، کافراورذمی کے مسجد حرام، بیت المقدس اور باقی مسجدوں میں مسجد کی تعمیر ومرمت یا دیگر وجوہ سے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔و مفھومه ان فی دخوله لغیر مھمة بأسا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر کا بلا وجہ مسجد میں داخل ہونا درست نہیں۔(ردالمحتار شامی ص ۲۷۸ ج ۴)

﴿ قرآن کریم کی روشنی میں یا یھا الذین امنو انما المشر کون نجس فلا یقربو ا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا۔(التوبہ ۹ :۲۸) اے ایمان والو!مشرک نرے ناپاک ہیں،تو اس سال کے بعدوہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں۔ان الامام الاعظم یقول بالمنع عن الحج والعمرة و یحمل النھی علیه ولا یمنعون من دخول المسجد الحرام و سائر المساجد عنده۔ امام اعظم رحمتہ اللہ فرماتے ہیں،مشرکین کو حج اور عمرہ سے منع کیا جائے گا اور نہی کا یہی مفہوم مراد لیتے ہیں۔آپ کے نزدیک مشرکین کا مسجد حرام اور دوسری مسجدوں میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا۔امام خازن کے نزدیک کافر ذمی ہو، مستامن ہو مسجد حرام میں کسی صورت داخل نہیں ہوسکتا۔امام شافعی کے نزدیک مسجد حرام کے علاوہ باقی مسجدوں میں داخل ہوسکتا ہے۔امام مالک کے نزدیک مسجد حرام سمیت کسی مسجد میں داخل نہیں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہوسکتا۔(علامہ آلوسی،تفسیر روح المعانی ص ۷۷ ج ۱۰)

امام ابوحنیفہ اوران کے اصحاب نے کہا یہود ونصاریٰ کو مسجد حرام یا دیگر مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا۔صرف بت پرست مشرکوں کو مسجد حرام سے منع کیا جائے گا۔،امام شافعی نے حاجت کا اعتبار کیا ہے اور حاجت کے باوجود مسجد حرام میں داخل نہیں ہوسکتا۔حضرت قتادہ کے نزدیک مشرک مسجد کے قریب نہیں آسکتا۔ہاں جزیہ دینے والا آسکتا ہے۔یعنی ذمی،یا مسلمان کا فر غلام ﴿**حدیث پاک کی روشنی میں** حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ سوار نجد کی طرف بھیجے۔وہ بنی حنیفہ کے قبیلہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا رسول اللہ ﷺ نے اس کے پاس آکر فرمایا ثمامہ کو کھول دو وہ مسجد کے قریب کھجوروں کے پاس گیا۔ فاغتسل ثم دخل المسجد فقال اشهد ان لا اله الا اللـه و ان محمد رسول اللـه ﷺ۔ اس نے غسل کیا پھر مسجد میں آیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے دوسری جلد میں یہ حدیث زیادہ تفصیل سے بیان فرمائی ہے،سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف کچھ سوار روانہ فرمائے۔وہ بنی حنیفہ کے ایک شخص جسے ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا۔پکڑ لائے اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے۔فرمایا ثمامہ! تیرے پاس کیا ہے اس نے کہا اے محمد! ﷺ میرے پاس بہتری ہے۔اگر مجھے قتل کروگے تو قاتل کو قتل کروگے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان تنعم تنعم علی شاکر اگر احسان کرو گے تو شکر گزار پر کرو گے۔ اور اگر مال چاہیے تو جتنا چاہے مانگو، آپ ﷺ نے اسی حال میں چھوڑ دیا۔ تیسرے دن پھر وہی سوال فرمایا ثمامہ! تیرے پاس کیا ہے؟ بولا وہی جو میں نے آپ کو بتایا تھا کہ احسان کرو گے تو شکر گزار پر کرو گے۔ آپ نے پھر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اگلے دن پھر فرمایا ثمامہ تیرے پاس کیا۔ (تیرا کیا خیال ہے) بولا میرے پاس وہی جو آپ کو بتا دیا۔ فرمایا اطلقو اثمامة، ثمامہ کو آزاد کردو۔ پھر وہ مسجد کے قریب کھجوروں کے جھنڈ میں گیا۔ غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہو کر کہا، اشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ۔ اے محمد! بخدا روئے زمین پر میری نظر میں آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے کوئی چہرہ ناپسند نہ تھا۔ فقد اصبح و جھك احب ولو جوہ الی، اب آپ کا چہرہ اقدس مجھے تمام چہروں سے بڑھ کر محبوب لگتا ہے۔ اور آپ کے دین سے بڑھ کر کوئی دین مجھے ناپسند نہ تھا، فاصبح دینك احب الدین الی اب حقیقت یہ ہے آپ کا دین مجھے سب سے بڑھ کر محبوب ہے۔ بخدا آپ کے شہر سے بڑھ کر مجھے کوئی شہر برا نہیں لگتا تھا۔ مگر اب آپ کا شہر مجھے تمام شہروں سے بڑھ کر محبوب ہے۔ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑ لیا میں عمرہ کی نیت سے آیا تھا۔ اب آپ کی کیا رائے ہے، فبشرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ﷺ نے اسے مسلمان ہونے کی مبارکباد دی، اور عمرہ کرنے کا حکم فرمایا۔ جب مکہ مکرمہ آیا کسی نے کہا بے دین ہو گئے ہو؟ بولا نہیں ولکن اسلمت مع محمد رسول اللہ ﷺ بلکہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مسلمان ہو گیا ہوں۔ لا واللہ لا تا تیکم من الیمامة حبة حنطة حتیٰ یاذن فیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ بخدا تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نبی کریم ﷺ کی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اجازت کے بغیر نہیں آئے گا۔ (صحیح بخاری ص ۶۲۸ ج ۲)

شیخ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن العینی شرح صحیح البخاری ص ۲۳۷ ج ۴ میں فرماتے ہیں،

الاولی جواز دخول الکافر المسجد صحیح یہ ہے کہ کافر مسجد میں داخل ہوسکتا ہے۔

قال ابو حنیفه یحوز الکتابی دون غیره امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کتابی کافر (یہودی، عیسائی) مسجد میں داخل ہوسکتا ہے۔ دوسرا نہیں۔ (ایضاً) علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری شرح البخاری میں اس حدیث کے فوائد میں لکھتے ہیں، مسجد میں کافر قیدی کو رکھنا اور کافر قیدی پر احسان کرنا اور گناہگار کو معاف کرنے کی عظمت اس لیے ہے کہ ثمامہ نے قسم اٹھا کر کہا جب رسول اللہ ﷺ نے اس سے معافی کا برتاؤ فرمایا اور بغیر بدلے کے اس پر احسان فرمایا تو لمحہ بھر میں اس کا بغض محبت سے بدل گیا۔ (فتح الباری شرح بخاری ص ۸۸ ج ۸)

صحیح ابن خزیمہ کی روایت ہے کہ، قبیلہ ثقیف کے وفد کو رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں ٹھہرایا تھا۔ تاکہ اس سے ان کے دل نرم ہوں۔ جبیر بن مطعم (جب کافر تھے) فرماتے ہیں، میں مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نماز مغرب پڑھا رہے تھے آپ نے سورۃ الطور پڑھی۔ میں نے قرآن سنا تو گویا میرا سینہ کھل گیا۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ص ۲۳۸ ج ۴)

﴿۹۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ،

۱۔ کسی ایسی مسجد کو جس میں عرصہ دراز سے باجماعت نماز، جمعہ وعیدین پابندی سے ادا کی جارہی ہو، کیا حکومت اپنے کسی توسیعی وتفریحی پروگرام کی بناء پر اللہ کے اس گھر کو گرا کر شہید کرنے کا اختیار رکھتی ہے؟ (۲۔) اگر اس مسجد کو شہید کر کے اس کے متبادل کسی جگہ پر حکومت مسجد تعمیر کردے تو کیا

اس کی گنجائش ہے؟ (۳۔) اگر شرعی طور سے مسجد کو حکومت شہید کرنے کی مجاز نہیں ہے تو کیا اس صورت میں حکومت کو ان کے مکروہ عزائم سے روکنے کے لیے اگر کوئی شخص مدافعت کرے اور اللہ کے گھر کو شہید ہونے سے بچانے کے لیے خود اپنی جان دیدے تو اس کی موت کا کیا حکم ہوگا؟ آیا یہ شہید کہلائے گا؟ یا حکومت کے خلاف آواز اٹھانے کی بنا پر مردار مرے گا؟

بینوا توجروا۔ سائل محمد شوکت خان سرگودھا

الجواب: واضح رہے کہ مساجد شعائر اسلام میں سے ہیں، مساجد کی تعظیم و تقدیس اور شرف و فضل نیز احکام و آداب کو شریعت نے بالکل واضح انداز میں مختلف جہات سے بیان فرمایا ہے، جس کا حاصل نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے سمویا ہوا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب جگہوں سے پسندیدہ جگہ مساجد ہیں اور مبغوض ترین جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بازار ہیں۔ (مشکوۃ شریف صفحہ نمبر ۶۸)

اس کے علاوہ مساجد کی اہمیت و فضیلت کے بارے میں بہت سی روایات موجود ہیں جو دینی شغف رکھنے والے مسلمانوں کے لیے محتاج بیان نہیں۔ دوسری طرف اسلامی تاریخ کا ذخیرہ مساجد کے ساتھ مسلمانوں کے تعلق و ربط کے بیان سے بھرا ہوا ہے۔

جو قطعہ زمین شرعی مسجد قرار پائے وہ حصہ تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ تک مسجد کے نام خاص ہونے کے وقت سے قیامت تک مسجد کہلاتا ہے۔ اور پھر مسجد کا یہ احاطہ مسجد کے علاوہ کسی اور مصرف میں قطعاً استعمال نہیں ہوسکتا، علماء شریعت اور فقہاءِ امت نے پوری وضاحت کے ساتھ یہ تصریح فرمادی ہے کہ اگر بستی کی آبادی اجڑ جائے اور مسجد کا کوئی نمازی نہ بھی رہے یا مسجد اہل محلہ کے لیے تنگ ہو

جائے اور اس پرانی مسجد کو کھلی جگہ منتقل کرنے کی ضرورت پیش آرہی ہو یا مسجد کو کوئی پڑوسی اپنی ضرورت کے توسیعی پروگرام میں شامل کرنا چاہے اور اس کے بدلے مسجد کے لیے وسیع جگہ کا بندوبست کرنا چاہے تو ایسا کرنا اور اس مقصد کی خاطر پرانی مسجد کو ہٹانے اور منہدم کرنے کی جسارت کرنا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں، بلکہ ناجائز وحرام ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، و من اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه و سعٰی فی خرابها۔ الایة۔ (سورة البقرة آیت ۱۱۴) اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے اور ان کے اجاڑنے کی کوشش کی۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین عظام فرماتے ہیں کہ مسجد کو اجاڑنے اور خراب کرنے کی کوشش کرنا دو طرح سے ہے، اس کا ایک معنی تو ہے ویرانی لوگوں کو مسجد میں نماز ادا کرنے سے روکنا، جس کے نتیجہ میں مسجد ویران ہو جائے جیسے مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے روکا کرتے تھے۔ اور دوسرا معنی وہ ہے جس کی انجام دہی کے لیے بخت نصر اور نصاریٰ نے کردار ادا کیا کہ انہوں نے بیت المقدس کی توہین اور تخریب جیسے کرتوتوں کا ارتکاب کیا اور نعوذ باللہ اس مقدس جگہ اور انبیاء کی مسجد کو کوڑا گھر بنا کر رکھ دیا اور اس کی در و دیوار ہلا کر رکھ دی تھیں، مفسرین عظام اسی دوسرے معنی کو سعی فی خرابها کا حقیقی معنی بتاتے ہیں۔

لہٰذا وہ مساجد جن میں عرصہ پچاس / پچیس برس سے نماز جمعہ اور عیدین باقاعدگی سے ادا ہو رہی ہیں، ان مساجد کے شرعی وقانونی مساجد ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی ذرا بھر گنجائش نہیں، اس لیے ان مساجد کو بند کر کے یا خدانخواستہ شہید کر کے ان کو کسی توسیعی وتفریحی پروگرام میں شامل کرنا

قطعاً جائز نہیں، قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت کی رو سے ایسی جسارت کا مرتکب خدا تعالیٰ کا مجرم اور سب سے بڑا ظالم ہے۔

(۲۔) جس جگہ مسجد تعمیر ہو جائے اس جگہ کو تا قیامت کسی دوسرے مصرف میں استعمال نہیں کیا جا سکتا، حتیٰ کہ کوئی فرضی و امکانی صورت بھی ایسی نہیں ملتی کہ مسجد کی جگہ کو کسی اور کام میں لایا جا سکے۔ رہا متبادل جگہ پر مسجد تعمیر کرنے کا عندیہ تو یہ اس لیے فضول و بے کار بلکہ شرعی احکام سے ناواقفیت کی دلیل ہے، کہ مساجد اور عام املاک، دکانوں، مکانوں اور مارکیٹوں کے احکام یکساں نہیں ہیں، بلکہ مساجد وغیرہ کے احکام جدا ہیں اور دوسری املاک کے احکام جدا ہیں اگر کوئی فرد یا ادارہ لاعلمی کی بنا پر غلط فہمی کا شکار ہو اور اس طرح کی غیر شرعی فکر کا حامل ہو تو اس کی غلط فہمی کو دور کرنا مسلمانوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں کی ذمہ داری ہے۔

(۳۔) قرآن و سنت کی رو سے کسی بھی شرعی مسجد کو شہید کرنا جائز نہیں، اگر کسی ادارے یا فرد کی نا سمجھی اور غلط فہمی کی بناء پر خدانخواستہ مملکت خداداد ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں ضابطہ اسلام نظریہ پاکستان کے خلاف مسلمانوں کے مذہبی تشخص کو تہ تیغ کرنے کی جسارت کی جائے تو مسلمان حکومت کے ہر سرکاری و غیر سرکاری فرد کو اس ظلم و جبر کے خلاف احتجاج کا پورا پورا حق حاصل ہوگا اور شعار اسلام (مسجد) کا دفاع و تحفظ مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہوگا، اگر کوئی مسلمان اس مذہبی فریضہ کی ادائیگی کرتے ہوئے کام آ جائے تو وہ شرعاً شہید کہلائے گا اور مرتبہ شہادت پر فائز شمار ہوگا، نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کے شہیدوں کی فہرست میں وہ لوگ بھی گنوائے ہیں جو اپنی عزت و آبرو اور مال و متاع کا دفاع کرتے ہوئے مارے جائیں تو جو شخص اپنے مذہبی و روحانی سرمایہ اور

شعائرِ اسلام کے دفاع میں جان دیدے، وہ بدرجہ اولیٰ عنداللہ شہید کہلائے گا۔(فتح الباری ۵/۱۰۰)

﴿۹۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ گورنمنٹ نے 18 کنال رقبہ برائے مسجد دیا۔ جس میں مسجد تعمیر شدہ اور احاطہ کے بعد بچا ہوا رقبہ پڑا ہے۔ تو باقی ماندہ پر عیدگاہ یا دینی ادارہ بن سکتا ہے یا نہیں امام مسجد کے لئے بنے ہوئے مکان غیر آباد کی اینٹیں دینی ادارہ پر خرچ ہو سکتی ہیں۔ حافظ عبد الحمید چک نمبر 2DB میانوالی۔

الجواب: مسجد تعمیر شدہ کے بچے حصے پر مسجد کی افادیت کے لئے اور بچوں کو مسجد سے الگ تھلگ رکھنے کے لیے کوئی حجرہ یا چبوترہ یا وضو یا غسل خانے استنجا خانے بنانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے اور مسجد کا وہ حصہ جو محدود ہو چکا ہے اس حصہ مسجد کے قبضہ سے خارج کرنا جائز نہ ہوگا۔ البتہ ضرورت کے پیش نظر خارجی حصہ کو مسجد کے اندر داخل کر لینا جائز ہے۔ مگر خوب ذہن نشین ہو کہ یہ رقبہ مسجد ہی کے نام پر رہے گا۔ کسی شخص کو اپنے نام پر منتقل کرنے کی شرعا اجازت نہ ہو گی۔ البتہ کاروبار مسجد چلانے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مکانوں کی اینٹیں دینی اداروں پر لگ سکتی ہیں۔ مسجد کے بچے ہوئے رقبہ پر دینی درسگاہ بنانا جائز ہے۔

﴿۹۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک شخص نے اپنے زرعی ٹیوب ویل کے نزدیک کافی عرصہ قبل اپنی نمازوں کی ادائیگی کے لیے ایک علیحدہ جگہ (تھڑا) بنایا تھا۔ تاکہ اس جگہ اپنی نماز ادا کر سکے۔ پھر اس تھڑا کو ایک ساتھ والی دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا۔ جب کہ زمین کی جگہ کھاتہ مشترک میں تھی۔ جس میں پانچ/چھ آدمی اور بھی حصہ

دار ہیں۔ چونکہ یہ زرعی ٹیوب ویل شہر کے نزدیک واقع ہے۔اس لیے مویشیوں کے پاخانہ سے بچاءٔ اور سردی گرمی کے بچاؤ کی خاطر اس پر ایک چھوٹا سا کمرہ بھی تعمیر کر دیا گیا۔لیکن کسی بھی مالک نے اس جگہ کو مسجد کے لئے وقف نہ کیا تھا۔لیکن پھر بھی اسے مسجد کا نام دے دیا گیا۔لیکن اس میں کبھی بھی نماز پنجگانہ با جماعت ادا نہ ہوئی۔ کیونکہ یہ ذاتی نمازوں کی ادائیگی کے لیے مصلیٰ گاہ بنائی گئی تھی۔اب اس شخص نے اپنا ٹیوب ویل وغیرہ ختم کر دیا ہے۔اور وہاں رہائشی مکان تعمیر کرلیا ہے۔مسجد اس کی حویلی کے اندر چلی گئی ہے۔آپ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت کریں۔

(۱) مسجد کے لیے زمین کا وقف ہونا ضروری ہے۔

(۲) یہ مسجد خاص ہوگی یا مسجد عام کا حکم ہوگا۔جگہ تھڑا بناتے ہوئے نیت صرف اپنی ذاتی نمازوں کی ادائیگی کے لیے تھی۔(۳) کیا اس مسجد کو ایک سے دوسری جگہ بنایا جا سکتا ہے۔بینوا توجروا۔

سائل محمد زائد آصف ولد ملک محمد شیر علو والی۔

الجواب: مسجد شرعی تب بنتی ہے کہ جب جگہ مخصوص کو اس کے تمام حقوق سمیت اپنے ملک سے مکمل جدا کر دیا جائے۔اس کا راستہ الگ کر دیا جائے۔اور واقف وقف عام کر کے اذن عام کر دے تو ان امور کے بعد اگر کوئی ایک بھی اس مخصوص جگہ میں نماز پڑھ لے تو وہ مسجد شرعی ہے۔اس میں بیع وشراء تبدیلی کوئی بھی اس میں جائز نہ ہوگا۔اس میں نہ ہی وراثت کا اور نہ ہی کرایہ کا تعلق ہوگا۔اگر مذکورہ بالا شرائط نہ پائی جائیں تو وہ فقہ کی اصطلاح میں مسجد نہیں ہے۔لہٰذا سوال میں مذکورہ کا تھڑا مسجد شرعی نہ ہے۔ایسی مسجد میں تبدیلی، بیع، شرائط کرایہ کے امور جائز ہیں۔ اگر چہ تھڑا پر چھپر یا کچہ پکہ کمرہ ہو تب بھی وہ مسجد شرعی نہ ہے۔ بلکہ ان تمام مالکان کا اس میں حقوق

وابستہ ہیں۔اس مسئلہ کی تمام تفصیل کنز الدقائق ص ۲۰۶ اور ھدایہ ص ۴۴۹ پر موجود ہے۔

﴿۹۷﴾ **فتویٰ شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک شخص نے مرنے سے قبل وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا مکان، جگہ، سفیدہ اور مکان کی تمام گھریلو اشیاء بیچ کر رقم کو مسجد کی تعمیر و مرمت پر خرچ کیا جائے۔اس وقت مسجد کی کمیٹی کے ممبران نے اس کے مرنے کے بعد سرعام بولی دے کر مکان کی جگہ اور تمام گھریلو اشیاء کو فروخت کر دیا اور رقم مسجد کی تعمیر و مرمت پر خرچ کر دی گئی۔ جب کہ ممبران کمیٹی کے بیان حلفی موجود ہیں۔کیا یہ جگہ، مکان و سفیدہ ، مکان کی تمام گھریلو اشیاء فروخت کرنا شریعت محمدی کی روح سے روا ہے یا نہیں؟۔اور کیا جس شخص نے رقم ادا کر کے مکان، سفیدہ، سامان وغیرہ بولی پر خرید کیا اس کے لئے جائز ہے یا نہیں ہے۔شریعت محمدی کی روح مبارک سے حکم صادر فرمایا جائے۔بینوا توجروا۔

سائل اسماعیل خٹک میانوالی

الجواب: بمطابق سوال موصی کی وصیت پر عمل کر دیا گیا ہے۔مکان زمین و جملہ سامان بحق مسجد کمیٹی کی نگرانی میں فروخت ہوا بمطابق لف شدہ بیانات حلفی رقم مسجد کی تعمیر و مرمت پر خرچ ہوئی تو اس جگہ ذاتی مکان بنانا تصرف میں لانا جائز اشیاء کا استعمال پر بھی کوئی پابندی نہیں۔وہ اس کی ملکیت ہو چکی ہے۔ ہمارے علاقہ کا رواج ہے کہ مرنے والا وصیت کرتا ہے کہ میرا سامان مسجد کو دے دینا اس سے مراد سامان یا اس کی قیمت دونوں ہو سکتی ہیں۔کیونکہ گھریلو سامان کی مسجد میں ضرورت نہیں ہوتی۔اس کی رقم دے دینا یہ طریقہ اچھا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

﴿۹۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ہمارے تھل کے علاقہ میں ایک جگہ پر کوئی آبادی نہیں ہے وہاں پر موجود مسجد میں کوئی نماز بھی نہیں پڑھتا۔ کیا ہم اس مسجد کے سامان کو اپنے گاؤں کی مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں ؟ - بینوا توجروا۔ سائل اشرف خان میانوالی۔

الجواب: اگر مسجد مذکورہ واقعی ویران ہو چکی ہے کہ اس میں کوئی نماز پڑھنے والا نہیں تو اس گاؤں والے اس مسجد کا سامان اپنے علاقہ کی مسجد پر صرف کر سکتے ہیں۔

شامی ص ۵۱۴ جلد ۳ میں ہے، والذی ینبغی متابعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد او حوض کما افتی به الامام ابو شجاع والامام الحلوانی وکفی بهما قدوة لا سیما فی زماننا فان المسجد او غیره من رباط او حوض اذا لم ینقل یاخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون کما هو مشاهد وکذلك اوقافه یاکلها النظار او غیرهم ویلزم من عدم النقل خراب المسجد الاخر المحتاج الی النقل الیه (الیٰ ان قال) ثم رایت الآن فی الذخیره قال وفی فتاویٰ النسفی سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة رحلوا او تداعیی مسجد ها الیٰ الخراب و بعض المتغلبة یستولون علی خشبه و ینقلون الیٰ دورهم هل لواحد لاهل المحلة ان یبیع الخشب بامر القاضی و یمسك

الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الشمن لیصرفه الیٰ بعض المساجد والیٰ هذا المسجد قال نعم الیٰ اخره۔

﴿۹۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کیا امام مسجد اپنے گھر میں مسجد سے کوئی شئے لے جا کر استعمال کر سکتا ہے۔ مثلاً پنکھا وغیرہ۔ شرعی لحاظ سے جائز ہے یا نہیں وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا۔ سائل اجمل احمد نگی میانوالی

الجواب: آباد مسجد کے لیے وقف شدہ شئے چراغ، پنکھا وغیرہ جو مسجد میں استعمال کی جاتی ہو وہ اور کسی جگہ بھی استعمال کرنی جائز نہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد مبین ہے، ان المساجد لله کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں، تو بلا اجازت شرعیہ کوئی شخص بھی مسجد کی کسی چیز کو کسی جگہ استعمال نہیں کر سکتا۔ فقہائے کرام نے بطور تمثیل تصریح فرمادی ہے کہ کوئی شخص مسجد کا چراغ اپنے گھر نہیں لے جا سکتا۔ خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۲۹ جلد اول فتاویٰ عالمگیر ص ۵۸ جلد اول میں ہے، والنظم منها ولا یحمل الرجل سراج المسجد الیٰ بیته بلکہ یہاں تک بھی تصریح فرمادی کہ متولی مسجد کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ کسی کو استعمال کی اجازت دے، فتاویٰ قاضی خان ص ۱۳۷، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۴۲۳، بحرالرائق ص ۲۵۰ جلد ۵، فتاویٰ عالمگیر ص ۳۴۹ جلد ۲ میں ہے، متولی المسجد لیس له ان یحمل سراج المسجد الیٰ بیته تصریح فرمادی کہ چراغ مسجد جو مسجد میں نمازیوں کے لیے جلایا گیا اس کی روشنی میں کتب شرعیہ کا درس دینا جائز ہے مگر فرماتے ہیں کہ یہ صرف رات کی پہلی تہائی تک جائز ہے۔ اور اس کے بعد رات میں چراغ مسجد پر مسجد میں بھی درس نہیں ہے سکتا۔ لہٰذا امام مسجد اپنے استعمال میں مسجد کا پنکھا وغیرہ نہیں لا سکتا ہے۔

﴿۱۰۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اہل محلّہ نے مسجد کی تعمیر کے لئے رقم جمع کی، کیا اس رقم سے امام مسجد کا رہائشی کوارٹر تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲) ہمارے علاقہ کا پرانا طریقہ چلا آرہا ہے کہ قربانی کی کھالیں امام مسجد کو دیتے ہیں کیا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد شکیل الرحمٰن ساکن گلمیری میانوالی

الجواب: مسجد کے امام صاحب کا رہائشی مکان بنا سکتے ہیں، کیونکہ تکمیل تعمیر کے بعد ضروریات مسجد میں سے سب سے اول نمبر میں امام ہے۔ کیونکہ مسجد کی صرف ظاہری تعمیر کا کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ اس کی معنوی اور حقیقی تعمیر نہ ہو حتی کہ مسجد کے لیے روشنی پانی وغیرہ کے وسیع تر انتظام سے امام کی ضروریات مقدم ہیں۔ فتاویٰ عالمگیر ص ۳۲۰ جلد ۲ میں ہے، الذی یبد امن ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف ام لا ثم الیٰ ما هو اقرب الی العمارة واعم للمصلحة کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة یصرف الیهم بقدر کفا یتهم ثم السراج والبسط کذلك الیٰ اخر المصالح فتاویٰ شامی ص ۵۲۰ جلد ۳ میں ہے، وهو عمارته المعنویه التی هی قیام شعائره (ثم کا فی الهندیة)

بحرالرائق ص ۲۱۳ جلد ۵ میں بھی اسی طرح ہے، پھر ۲۱۵ جلد ۵ میں ہے، ان لشعائر التی تقدم فی التصرف مطلاقا بعد العمارة الامام والخطیب (الیٰ ان قال) و یلحق بثمن الذیت والحصر ثمن ماء الوضوء او اجرة حمله اوکفة نقله من البئر الیٰ المیضئة۔

(۲) قربانی کی کھالیں غنی اور غریب دونوں کو دے سکتے ہیں جبکہ دینا مزدوری کے طور

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر نہ ہوا۔ اور اگر مزدوری یا تنخواہ کے طور پر ہو تو جائز نہیں۔ تو آپ لوگ غور کرلیں کہ امام مسجد کو کس نیت سے دیا کرتے ہیں۔ اگر معاوضہ بمعنی تنخواہ ہے تو جائز نہیں ہے۔ اور جس نے اس نیت دی ہے اس کی قربانی میں نقص پڑ گیا۔ جس کا دور کرنا ضروری ہے۔ اور اگر معاوضہ بایں معنیٰ ہو کہ ہمارے امام صاحب مسجد کی خدمت اچھی کرتے ہیں اور ہمارے بچوں کو دینی تعلیم دیتے ہیں کسی اور شخص کی نسبت امام کو عطیہ اور ہبہ کے طور پر دینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ایسا دیندار شخص اس امداد سے نیکی کریگا تو یہ تعاون علیٰ البر بن گیا جو یقیناً جائز ہے۔ جس کا حکم قرآن کریم میں ہے، و تعاونو اعلیٰ البر والتقویٰ پ٦ ع٥۔

اورفرمایا "ھل جزاء الاحسان الا الاحسان پ٢٧ ع١٣۔"

اور بالخصوص قربانی کے متعلق ہے، فکلو امنھا واطعموا القانع والمعتر پ١٧ ع١٢

اور جب کہ قربانی کے گوشت اور چرم کا ایک ہی حکم ہے تو امام مسجد کو بھی دے سکتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری ص١٨ جلد٤ میں ہے، و یھب منھا ما شاء للغنی و الفقیر یعنی انسان اپنی قربانی میں سے جو چیز چاہے (چرم ہو یا گوشت) فقیر اور غنی کو ہبہ کرسکتا ہے۔

﴿١٠١﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے شہر داؤدخیل میں چند نشہ باز نوجوانوں نے حکومت کی مملوکہ زمین میں مسجد تعمیر کردی ہے کیا یہ مسجد صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل عبدالغفور خان داؤدخیل میانوالی۔

الجواب: وقف کے لئے وقف کرنے کے وقت مالک ہونا شرط ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ص٣١٥ جلد٢ میں شرائط وقف میں ہے، و منھا الملك وقت الوقف لہٗ ذا کسی کی زمین میں

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد کی شکل بنا کر مسجد کہنے سے شرعاً مسجد نہیں بن سکتی مگر مالک اٹھا دینے کا یقیناً حق رکھتا ہے۔ سرکاری زمینوں پر بلا اجازت تعمیر شدہ مساجد میں نماز ہو جائے گی بوقت ضرورت حکومت گرا سکتی ہے۔

﴿۱۰۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ مسجد کے دروازے پر مسجد اہلسنت والجماعت بریلوی اور الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ لکھنا کیسا ہے؟ نیز مساجد کی غیر اللہ کی طرف نسبت کرنا کیسا ہے وضاحت سے لکھیں نیز حوالہ بھی دیں۔ نوازش ہوگی۔

سائل صالح محمد کندیاں میانوالی۔

الجواب: مساجد کی نسبت غیر اللہ کی طرف بلا شبہ جائز ہے۔ جیسا کہ تفسیر جمل جلد ۴ ص ۴۲۱ میں آیت کریم ان المسجد للہ کے خلاف نہیں، اضافة المسجد الی اللہ تعالیٰ اضافة تشریف و تکریم و قد تنسب الیٰ غیرہ تعریفا قال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاۃ فی مسجدی ھذا خیر من الف صلاۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام۔ اسی لیے مکہ معظمہ میں مسجد عائشہ، مسجد جن، مسجد کبش وغیرہ اور مدینہ طیبہ میں مسجد علی، مسجد ابوبکر، مسجد بنی قریظہ اور مسجد ابراہیم وغیرہ بے شمار مساجد غیر اللہ کی نسبت کے ساتھ مشہور ہیں۔ اور مسجد کے صدر دروازہ یا محراب وغیرہ کی نمایاں مقام پر مسجد اہلسنت لکھنا بھی جائز ہے۔ اور اگر اس مسجد پر کسے دوسرے گروہ کا قبضہ کرنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں اس پر مسجد اہل سنت کے ساتھ ساتھ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ لکھنا ضروری ہے۔

﴿۱۰۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ہمارے چکڑالہ میں ایک امام صاحب نے کہا ہے کہ مسجد میں بچوں کو پڑھانے کی ممانعت ہے۔

کیاان کا یہ کہنا صحیح ہے۔اکثر مساجد میں ہی درس قرآن ہوتا ہے۔ہماری راہنمائی فرمائیں۔

بینواتوجروا۔　　　　(سائل ملک محمد ظفراللہ چکڑالہ میانوالی)

الجواب: اگر بچے ناسمجھ ہیں توان کومسجد میں پڑھانا منع ہے۔کہ ان کومسجد میں لے جانے کی اجازت ہی نہیں وہ اداب مسجد سے ناواقف ہوتے ہیں اگر مدرس تنخواہ لے کر مسجد میں پڑھاتا ہوتو بھی ناجائز ہے۔خواہ بچے ناسمجھ ہوں یا بڑی عمر والے سمجھدار۔اس لیے کہ تنخواہ لے کر پڑھانا دنیاوی کام ہے اور مسجدیں دنیاوی کاموں کے لیےنہیں ہیں۔الاشباہ والنظائر ص ۳۷۰ میں ہے، تکره الصناعة فيه من خياطته و كتابة باجر و تعليم صبيان باجر لا بغيره۔

اوراعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد میں ناسمجھ بچوں کے لے جانے کی ممانعت ہے۔

حدیث میں ہے، جنبو امساجد من كم صبيانكم و مجانينكم۔خصوصاًاگر پڑھانے والا اجرت لے کر پڑھاتا ہوتو اور بھی زیادہ ناجائز کہ اب کاردنیا بھی ہوگیا اور دنیا کی بات کے لیے مسجد میں جانا حرام ہے۔۔(فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۴۶)

﴿۱۰۴﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میں نے زمین اس نیت سے خریدی تھی کہ نیچے عالیشان مسجد ہوگی اوپر مدرسہ تعمیر کرونگا کیا ایسا کرسکتا ہوں؟ بینواتوجروا۔سائل قاری ابرار احمد چک 32 ضلع میانوالی

الجواب: برادرم قاری ابراراحمد صاحب آپ مسجد کے اوپر مدرسہ نہیں بناسکتے کہ مسجد ہوجانے کے بعداس کی چھت پر مسجد کے علاوہ کسی قسم کی دوسری عمارت بنانا جائزنہیں۔بہارشریعت

الصلوۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حصہ دہم ص ۷۸ ''مسجد کی چھت پر امام کے لیے بالا خانہ بنانا چاہتا ہے اگر قبل تمام مسجدیت ہو تو بنا سکتا ہے او مسجد ہو جانے کے بعد نہیں بنا سکتا۔ اگر چہ کہتا ہو کہ مسجد ہونے کے پہلے سے میری نیت بنانے کی تھی بلکہ اگر دیوار مسجد پر حجرہ بنانا چاہتا ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں یہی حکم خود واقف اور بانی مسجد کا ہے۔ لہٰذا جب اسے اجازت نہیں تو دوسرے بدرجہ اولیٰ نہیں بنا سکتے اگر اس قسم کی کوئی نا جائز عمارت چھت یا دیوار پر بنادی گئی تو اسے گرادینا واجب ہے۔ اور درمختار میں ہے،

لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاترخانیۃ فاذا کان ھذا فی الوقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد۔

﴿۱۰۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے نوجوانوں نے چندہ اکٹھا کیا ہے۔ پرانی مسجد کو شہید کر کے اس کی جگہ نئی مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس نئی تعمیر میں کچھ قبریں آتی ہیں ان کا کیا کیا جائے وضاحت فرمادیں۔

بینوا توجروا۔ سائل مولوی محمد رمضان و جملہ اراکین مسجد غوثیہ ہرنولی میانوالی

الجواب: دوچار قبروں کے مسجد میں آجانے کے سبب مسجد قدیم کی مسجدیت ختم نہیں ہو جائے گی۔ بلکہ وہ اب بھی عندالشرع مسجد ہے۔ جہاں پر قبریں نہ ہوں اس حصہ پر نماز پڑھنا اور اس مسجد کی امامت کرنا جائز ہے۔ البتہ جو لوگ قبروں کو مسجد میں شامل کردیے وہ سخت گنہگار ہوئے۔ اس لیے کہ قبروں کو مسجد بنانا اور اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ الرحمان تحریر فرماتے ہیں، لا یحل اتخاذ القبور مساجد ولا تناح الصلوٰۃ علیھا (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۴۴۰)۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہٰذا مسجد بنانے والوں پر لازم ہے کہ جتنے حصے میں قبریں ہیں ان کے چاروں طرف سترہ کی مقدار دیوار کھڑی کر دیں تاکہ اوپر چھت ڈال دیں کہ چھت کا اوپر والا حصہ مسجد کے فرش سے ملا دیں اور چھت کا نچلا حصہ قبر سے نہ ملائیں بلکہ دونوں کے درمیان تھوڑی جگہ خالی چھوڑ دیں۔ اس طرح قبروں کی بے حرمتی بھی نہیں ہوگی۔ اوران کی چھت پر نماز پڑھنا بھی جائز ہو جائے گا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ تحریر فرماتے ہیں، بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کر کے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کر چھت کو صحن مسجد سابق سے ملا کر مسجد کر دینا چاہتا ہے۔ اس طرح کہ اس چھت کے ستون قبور مسلمین پر واقع نہ ہوں۔ بلکہ حدود مقبرہ سے باہر ہوں تو اس میں حرج نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۹۹)

یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ قبرستان وقف نہ ہو اور زمین کے مالک کی اجازت سے قبرستان کا بعض حصہ داخل مسجد کر لیا گیا ہو۔ اور اگر قبرستان وقف ہو تو اس کی جتنی زمین پر مسجد بنائی گئی ہو اس حصہ کا انہدام ضروری ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے، لا یجوز تغییر الوقف) اور فتح القدیر میں ہے، الواجب ابقاء الوقف علیٰ ما کان علیہ۔

﴿۱۰۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ہمارے شہر میں ایک قدیم مسجد ہے۔ امام مسجد کا شہر کے لوگوں کے ایک محلہ کے لوگوں سے جھگڑا ہو گیا ہے انہوں نے اسے امامت سے فارغ کر دیا۔ کچھ لوگوں نے اسے سرکاری شاملات کی ۵ مرلہ جگہ دے دی اور چندہ کر کے تعمیراتی سامان بھی خرید دیا اب اس امام مسجد کی صلح ہوئی ہے۔ جو سامان خریدا گیا ہے اس کا کیا حکم ہے۔ وقف زمین کا کیا حکم ہے؟

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سائل سمیع اللہ خان میانوالی۔

الجواب: قدیم مسجد کا ویران کرنا درست نہ ہے۔ امام مسجد کو جو زمین دی گئی ہے وہ بھی شاملات دیہہ کی ہے۔ وقف کرنے والے کی ملکیت نہ ہے۔ غیر مملوکہ زمین کا وقف درست نہ ہے۔ جو چندہ مسجد کے نام پر جمع کیا گیا ہے وہ شہر کی قدیمی واحد مسجد کو دے دیا جائے۔ سامان اسی مسجد پر یا قریب زیر تعمیر کو دے دیں۔ زمین کا وقف تام بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ نہ اس پہ مسجد تعمیر ہوئی ہے نہ نماز پڑھی گئی ہے۔ جب تک مسجد کو نماز کے لیے نہ کھولا جائے وقف تام نہیں ہوتا، وہ جگہ استعمال میں لائی جاسکتی ہے۔

﴿۱۰۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ہمارے گاؤں میں ایک شخص نے اپنی زرعی زمین اور مکان زبانی طور پر مسجد کے لے وقف کیا۔ قبضہ، انتقال نہ کرایا کہ فوت ہو گیا۔ یہ جائیداد ورثا بھتیجوں کے نام محکمہ مال نے منتقل کر دی ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ زبانی وقف درست ہو گا یا نہیں؟ اس کی بیوہ موجود ہے اس کو کیا ملے گا؟

بینوا توجروا۔ سائل نجیب اللہ میانوالی۔

الجواب: شرعاً زبانی وقف بھی کافی ہے۔ لیکن مرنے سے قبل وصیت صرف 1/3 حصہ پر نافذ ہو گی۔ وقف تام نہیں ہوا۔ اگر ورثاء 1/3 حصہ مسجد کو دے دیں انہیں بھی اجر ملے گا۔ بیوہ مکان میں رہائش پذیر ہے اس کا کل جائیداد میں 1/4 حصہ سے وہ اپنے اخراجات چلائے۔ مرنے کے بعد بمطابق تحریر متوفی وہ مکان مسجد میں شامل کر دیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الجماعت

(جماعت کا بیان)

﴿۱۰۸﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ فرض نماز کی جماعت کے لیے کتنے مقتدیوں کا ہونا ضروری ہے؟ ۔بینوا توجروا۔ سائل محمد ساجد اللہ خان

الجواب: جمعہ اور عیدین کے علاوہ دیگر نمازوں کی جماعت کے لیے امام کے ساتھ کم از کم ایک مقتدی کا ہونا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے،" اقلھا اثنان واحد مع الامامہ" اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے،" اذا زاد علی الواحد فی غیر الجمعة فهو جماعة كذا فی السراجية ۔"

﴿۱۰۹﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

(۱) نماز کا وقت ہو گیا۔ ایک آدمی درمیان صف میں سنتیں پڑھ رہا تھا۔ آیا باقی آدمی انتظار کریں یا سنتیں پڑھنے والا آدمی مکمل کر کے اسی جگہ پر فرض نماز میں شامل ہو جائے۔؟

(۲) پہلی صف میں بالغ آدمی کھڑے ہیں ۔ دوسرے صف میں چھوٹے بچے نابالغ کھڑے ہیں بعد میں آنے والا آدمی کہاں کھڑا ہو گا۔؟ بینوا توجروا۔ سائل حافظ شمس الدین متعلم جامعہ اکبریہ میانوالی۔

الجواب: (۱) اس کا انتظار نہیں ہو گا۔ اس کے پڑھتے ہوئے دوسرے لوگ نماز کی نیت باندھ لیں گے اور وہ شخص اپنی نماز پوری کر کے شامل ہو جائے گا۔ اور یہ صورت قطع صف میں داخل نہیں ۔(۲) بعد میں آنے والے بالغ حضرات لڑکوں کی صف میں کھڑے ہوں کہ اس مسئلہ میں نابالغ بالغ کے حکم میں ہے۔"لأن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم صلی بانس والیتیم و اقامهما خلفه"

مشکوٰۃ شریف باب المواقیت میں ہے،" عن انس قال صلیت وانا ویتیم فی بیتنا خلف

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وام سلیم خلفنا۔"

"رواہ مسلم" بحرالرائق میں ہے، "ظاھر حدیث انس انہ یستوی بین الرجل والصبی ویکونان خلفہ فانہ قال فصفت انا والیتیم ورائہ والعجوز من ورائنا ویقتضی ایضا ان للصبی الواحد لا یکون منفرداً عن صف الرجال بل یدخل فی صفھم۔

تو جب ایک بالغ اور نابالغ کی صف قائم ہوسکتی ہے۔ اور ایک نابالغ مردوں کی صف کے درمیان کھڑا ہوسکتا ہے تو صورت مسئولہ میں چند بالغ نابالغوں کے برابر بھی کھڑے ہوسکتے ہیں اور یصف الرجال ثم الصبیان کا حکم وجوبی نہیں۔

﴿۱۱۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ امام داہنی یا بائیں جانب سلام پھیر رہا ہے۔ آنے والا جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟۔ آنے والا جماعت میں شریک ہونے کے لیے تکبیر تحریمہ کہہ چکا ہے۔ جماعت نہ ملنے کی صورت میں دوبارہ تکبیر تحریمہ کہے یا وہی کافی ہے؟۔ بینوا توجروا۔ سائل شریف میانوالی

الجواب: اگر امام پر سجدہ سہو واجب تھا جس کے لیے وہ اپنی داہنی جاب سلام پھیر رہا تھا یا اس سہو ہونا یاد نہ تھا اس لیے وہ بہ نیت قطع داہنی جانب بھول کر سلام پھیرنے کے بعد بائیں جانب کے سلام میں مصروف تھا پھر کوئی فعل منافی نماز کرنے سے پہلے سجدہ کر لیا تو ان دنوں صورتوں میں سلام پھیرنے کے وقت آنے والا جماعت میں شریک ہوگا۔

تو اس کا اقتدا صحیح ہوجائے گی۔

درمختار مع شامی جلد اول ص ۵۰۲ میں ہے۔ "سلام من علیہ سجود سھو یخرجہ، من

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ خروجا موقوفا ان سجد عاد الیها و الا لا وعلی هذا فیصح الاقتداء به ۔
اور اگر سجدہ سہو واجب نہ تھا مگر نماز کی تکمیل کے بعد سلام پھیر رہا تھا اور سہو نہیں تھا تو ان صورتوں میں سلام پھیرنے کے وقت آنے والا اگر جماعت میں شریک ہوگا تو اس کی اقتدا صحیح نہ ہوگی ۔ اس لیے کہ سلام میں مشغول ہوتے ہیں وہ نماز سے خارج ہوگیا ۔ اور اس صورت میں ظاہر یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ دوبارہ کہے گا ۔

﴿۱۱۱﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ مکبر جب اقامۃ کہے تو حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا چاہیے یا اول اقامۃ میں کھڑا ہو جائے ۔ فقہ اور حدیث میں اس کا کیا حکم ہے ۔ بینوا توجروا ۔ سائل ملک دوست محمد محلہ میانہ میانوالی ۔

الجواب: مستحب امر ہے کہ مکبر جب اقامۃ حی علی الصلوۃ تک کہے مقتدی کھڑے ہوں لیکن صفیں درست کرنا پہلے ضروری ہے ۔ حضور نبی کریم ﷺ سے یہی ثابت ہے ۔ اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ۔

پہلی صورت : امام صاحب موجود نہ ہوں مقتدی موجود ہیں اور اقامت شروع ہو جائے ۔ تو سنت یہ کہ مقتدی بیٹھے رہیں ۔ اور امام کے مصلے کی طرف آنے پر کھڑے ہوں ۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے ۔ " اذا اقیمت للصلوۃ فلا تقوموا حتی ترونی " جب نماز کی اقامت کہی جائے تو مت کھڑے ہو جایا کرو جب تک مجھے اپنی طرف آتا نہ دیکھو ۔

دوسری صورت : یہ کہ امام اور مقتدی دونوں موجود ہوں ۔ اس صورت میں قد قامت الصلوۃ پر یا ذرا پہلے یعنی حی علی الصلوۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑے ہونا سنت ہے ۔ اور اقامت کے شروع میں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کھڑے ہو جانا جیسا کہ آج کل رواج بن گیا ہے۔ خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

چنانچہ امام بیہقی اور دیگر محدثین نے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ "حضرت بلالؓ جب قد قامت الصلوۃ کہنے لگے تو رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے اور تکبیر کہتے۔"

امام بخاری کے دادشیخ محدث عبدالرزاق اپنے مصنف میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عطیہ تابعی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو جونہی اقامت شروع ہوئی تو ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ تو حضرت عبداللہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ جب قد قامت الصلوۃ کہنے لگے تو کھڑے ہونا۔

فقہ کا متفقہ فیصلہ فتاویٰ عالمگیری جلد ا ص ۱۱۲، عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ ص ۱۳۶، شامی جلد ا ص ۲۶۸، فیض الرسول، فتاویٰ امجدیہ، فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ نوریہ، بہار شریعت،

ردالمختار میں ہے،" اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الا نتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح۔"

﴿۱۱۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اقامت جب پڑھی جائے تو حی علی الفلاح کے بعد کھڑا ہونا سنت ہے یا کہ مستحب۔؟ اس کا جواب بحوالہ کتب فقہ معہ عبارت مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ سائل عبدالرحمٰن خان میانوالی

الجواب: اسی قسم کے سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ شاہ محمد اجمل قادری فتاویٰ اجملیہ میں تحریر فرماتے ہیں آج کل اکثر جگہ یہ رواج پڑ گیا ہے کہ بوقت تکبیر لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بعض جگہ تو یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ جب تک امام مصلی پر کھڑا نہ ہو جائے اس وقت تک

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تکبیر ہی نہیں کہتے تو یہ بات مکروہ اور خلاف سنت ہے اور تصریحات کتب فقہ اور اقوال فقہاء احناف بلکہ خود قول امام الائمہ سراج الامتہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے خلاف ہے بلکہ عمل صحابہ کرام وحدیث خیرالانام علیہ التحیتہ والسلام کے بھی خلاف ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے غلط فعل اور بلا دلیل عمل سے پرہیز کریں۔ مکروہ اور خلاف سنت رواج سے بچیں اور شروع تکبیر سے کھڑے نہ ہوں۔ کتب فقہ مین تو یہاں تک تاکید موجود ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں آیا کہ تکبیر ہو رہی تھی تو وہ فوراً بیٹھ جائے اور جب تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو یہ شخص کھڑا ہو۔

(۱) چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے، ”اذادخل الرجل عند الاقامة یکرہ له الانتظار قائما ولکن بقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قوله حی علی الفلاح۔ کذافی المضمرات۔ (ص ۴۰ ۴)“ جب کوئی شخص تکبیر کے وقت آئے تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ بیٹھ جائے پھر جب تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح پر پہنچے تو کھڑا ہو ایسے ہی مضمرات میں ہے۔

(۲) جامع الرموز میں ہے، ”لو دخل المسجد احد عند الاقامة یقعد لکراهة القیام والانتظار (ج ۱ ص ۷۲) “اگر کوئی شخص تکبیر کے وقت مسجد میں داخل ہو تو قیام اور انتظار کے مکروہ ہونے کی وجہ سے بیٹھ جائے۔

(۳) ردالمحتار میں ہے، ”یکرہ له الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح۔ (ردالمحتار ص ۲۸۰) “(تکبیر کے وقت آنے والے کو) کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ بیٹھ جائے پھر تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح پر پہنچے تو وہ کھڑا ہو۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے، "واذا اخذ المؤذن فی الاقامة و دخل رجل المسجد فانه یقعد ولا ینتظر قائما فانه مکروه کما فی المضمرات وقهستانی ویفهم منه کراهة القیام ابتداء الاقامة والناس عنه غافلون۔ (طحطاوی مصری ص ۱۲۱)

جب تکبیر کہنے والا تکبیر شروع کرے اور کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے۔ جیسا کہ مضمرات اور قہستانی میں ہے اور اس سے شروع تکبیر سے کھڑے ہونے کی کراہت معلوم ہوئی اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ جب تکبیر میں آنے والے کو تھوڑی دیر کے لیے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے تو شروع تکبیر سے کھڑے ہو کر انتظار کرنا تو بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوا۔ اب باقی رہا یہ امر کہ مقتدیوں کو تکبیر میں کس وقت کھڑا ہونا چاہیے اس کی چند صورتیں فقہاء نے لکھی ہیں۔ جنہیں بہ تفصیل ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) امام محراب کے قریب نہیں ہے اور تکبیر ہو رہی تھی کہ مسجد میں صفوں کے آگے سے داخل ہوا تو سب مقتدی امام کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دارمی، طبرانی وغیرہا کتب احادیث میں یہ حدیث مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

(۱) اذااقیمت الصلوٰة فلا تقو موا حتی ترونی۔ (بخاری شریف ص ۸۸)

جب نماز کے لیے تکبیر کہی جائے تو تم کھڑے نہ ہونا یہاں تک کہ تم مجھے دیکھ لینا۔

(۲) درمختار میں ہے" وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرهم علیه"

اگر امام صفوں کے آگے سے آئے تو اسے مقتدی جس وقت دیکھیں کھڑے ہو جائیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے، " وان دخل من قدامهم قاموا حين راوه (طحطاوی ص ۱۶۱) " اگر امام صفوں کے سامنے داخل ہو تو مقتدی اسے دیکھتے ہی کھڑا ہو جائیں۔ (۴) عینی شرح کنز الدقائق میں ہے، وان دخل من قدام يقومون حين يقع بصرهم عليه (عين ص ۳۱) "

اور اگر امام سامنے سے آئے تو مقتدیوں کی اس پر جب نگاہ پڑے کھڑے ہو جائیں۔

(۵) بدائع میں ہے، ان دخل الامام من قدام الصفوف فكما رواه قامو الانه كما دخل المسجد قام مقام الامامة۔ (بدائع ص ۴۰۰)

اگر امام صفوں کے آگے سے آیا تو اس کو جب مقتدی دیکھیں کھڑے ہو جائیں اس لیے کہ وہ مسجد میں داخل ہوا تو امامت کی جگہ پر قائم ہو گیا۔

(۶) امام محراب کے قریب نہ ہو اور مسجد میں صفوں کے پیچھے سے داخل ہوا تو امام جس صف پر گذرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے۔ یہ مضمون اس حدیث شریف سے مستفاد ہوتا ہے اور بکثرت کتب فقہ سے ثابت ہے۔

مراقی الفلاح اور طحطاوی میں ہے، وان لم يكن حاضرا يقوم كل صف حين ينتهي اليه الامام فى الاظهر وفى عبارة بعضهم فلما جاوز صفا قام ذلك الصف

(طحطاوی ص ۱۶۱)

"وان لم يكن حاضر الايقوم القوم كل صف حيں ينتهي اليه الامام فى الاظهر وفى عبارة بعضهم فكلما جاوز صفا قام ذلك الصف۔ (طحطاوی مصری ۱۶۱)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اگر امام مسجد میں موجود نہ ہو تو وہ امام جس صف تک پہنچے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور یہ قول ظاہر تر ہے اور بعض فقہا کی یہ عبارت ہے کہ امام جس صف پر گذرے وہی صف کھڑی ہو جائے۔

عینی شرح کنز الدقائق میں ہے، "وان لم يكن امام بقريب المحراب بان كان في موضع آخر في المسجد وخارجه ودخل من خلف فيقوم كل صف ينتهي اليه الامام على الاظهر ملخصا۔ (ردالمحتار ص ٣٣)

اگر امام محراب کے قریب نہ ہو اور مسجد کی کسی دوسرے جگہ میں ہو یا مسجد سے باہر ہو اور صفوں کے پیچھے سے داخل ہو تو امام جس صف تک پہنچے وہی صف کھڑی ہوتی جائے بنا بر قول ظاہر تر ہے۔

ہدایہ میں ہے، "وان كان خارج المسجد لا يقومون مالم يحضر لقول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا تقوموا في الصف حتى تروني خرجت (وفيه ايضا) وان دخل من وراء لصفوف فالصحيح انه كلما جاز فصار في حقهم كانه اخذ مكان۔

(بدائع ج ١ ص ٢٠٠)"

اگر امام مسجد سے باہر ہو تو مقتدی اس کے آنے تک کھڑے نہ ہوں جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، تم صف میں کھڑے نہ ہو یہاں تک کہ مجھ کو نکلتا ہوا دیکھو۔ (اور اسی میں ہے) اگر امام صفوں کے پیچھے سے آیا تو صحیح قول یہ ہے کہ جب وہ کسی صف سے گذر گیا تو ان کے حق میں ایسا ہو گیا کہ گویا کہ وہ اپنی جگہ پہنچ گیا۔

امام مسجد میں محراب کے قریب موجود ہے تو امام و مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح تک پہنچے۔ علامہ قاری علی علیہ رحمتہ الباری مرقات میں اس حدیث شریف

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے تحت میں فرماتے ہیں جو کہ نمبرا پر منقول ہے، "ولعله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يخرج من الحجرة بعد شروع الموذن فى الاقامة و يدخل فى محراب المسجد عند قوله حى على الصلاة ولذاقال ائمتنا و يقوم الامام والقوم عند حى على الصلاة (حاشيه مشكوة شريف ص ٦٤)"

شاید کے حضور علیہ السلام حجرے شریف سے تکبیر کہنے والے کی تکبیر شروع کرنے کے بعد نکلتے تھے اور محراب مسجد میں حی علی الصلوٰۃ کہنے کے وقت تشریف لاتے اس لیے ہمارے ائمہ نے فرمایا کہ امام ار مقتدی حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں۔

نووی شرح مسلم میں: "كان انس رحمة الله تعالىٰ يقوم اذا قال المئوذن قد قامت الصلاة و به قال احمد رحمه الله تعالى عليهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب تکبیر کہنے والا قد قامت الصلاۃ کہتا اور یہی امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کتاب الآثار میں ہے، "عن الامام الاعظم عن طلحة عن مطرف عن ابراهيم انه قال اذا قال المئوذن حى على الفلاح فينبغى للقوم ان يقوموا للصلوة قال محمد و به ناخذ وهو قول ابى حنيفة۔

(صحيح البهارى ص ٤٦٩)"

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ جب تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو قوم کے لیے کھڑا ہونا مناسب ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ ہم اسی کو دلیل بناتے ہیں اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے۔

شرح وقایہ میں ہے،" ویقوم الامام و القوم عند حی علی الفلاح" (شرح وقایہ ص۱۶۸)

امام اور مقتدی حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں۔

ملتقی الابحر میں ہے،" واذ قال حی علی الصلاۃ قام الامام و الجماعۃ۔

(شرح وقایہ فارسی ص۶۸)

جب تکبیر کہنے والا حی علی الصلوۃ کہے تو امام اور جماعت کھڑی ہو۔

کنزالدقائق میں ہے،" القیام حین قیل حی علی الفلاح (کنز قیومی ص۱۳)

اور کھڑا ہونا جس وقت حی علی الفلاح کہی جائے

نورالایضاح میں ہے:" والقیام حین قیل حی علی الفلاح۔(نورالایضاح مطبوعہ قاسمی ص۲۸)

اور کھڑا ہونا جب حی علی الفلاح کہی جائے

تنویرالابصار میں ہے،" والقیام حین قیل حی علی الفلاح ان کان الامام یقرب "

مراقی الفلاح میں ہے،:" ومن الادب القیام ای قیام القوم والامام ان کان حاضراً یقرب المحراب حین قیل ای وقت قول المکبر حی علی الفلاح لانه امر له فیجاب۔ (طحطاوی ص ۱۶۱)

اگر امام محراب کے قریب موجود ہو تو تکبیر کہنے والے حی علی الفلاح کے وقت امام اور مقتدیوں کا کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اس لیے کہ اس نے حی علی الفلاح سے قیام کا حکم کیا تو اس کی اجابت کی جائے۔ درمختار میں ہے:" والقیام للامام والموتم حین قبل حی علی الفلاح خلافاً لزفر فعنده عند حی علی الفلاح۔(حاشیہ ردالمحتار ص ۳۳۶)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور امام اور مقتدی کو حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا چاہیے اور امام زفر سے اس کی مخالفت مروی ہے ان کے نزدیک حی علی الصلوٰۃ پر۔

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے، " قوله والقیام حین قیل حی علی الفلاح لانه امربه فیستحب المسارعة الیه۔" (ص ۱۰۸)

صاحب کنز کا یہ قول کہ حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا چاہیے اس کی علت یہ ہے مکبر حی علی الفلاح کہہ کر حکم دیتا ہے تو قیام کی طرف مسارعت مستحب ہے۔

بحرالرائق شرح کنزلدقائق میں ہے، "قوله والقیام حین قیل حی علی الفلاح لانه امر به فیستحب المسارعة الیه اطلقه فشمل الامام والماموم ان کان الامام یقرب المحراب"۔(ص ۳۲۱)

طحطاوی المراقی الفلاح صفحہ ۱۶۱ میں ہے، صاحب کنز کا یہ قول کہ حی علی الفلاح پر قیام ہو اس کی علت یہ ہے کہ مکبر نے حی علی الفلاح سے قیام کا حکم کیا تو قیام کی جانب عجلت مستحب ہے اور صاحب کنز نے قیام کو مطلق کہا تو یہ حکم امام اور مقتدی کو شامل ہے جب کہ امام محراب کے قریب موجود ہو۔

اگر مکبر امام کے علاوہ ہو اور قوم امام کے ساتھ مسجد میں موجود ہو تو ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک جب تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح کہے اس وقت امام اور قوم کھڑے ہوں۔ مفتیٰ بہ صحیح مذہب یہی ہے۔ ان عبارات اور احادیث جو ابتداء میں نقل ہوئی سے نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ حی علی الفلاح پر کھڑے ہونا مستحب ہے۔ اور یہ خود امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان سے ثابت ہے۔ بلکہ جب مکبر حی علی الصلوٰۃ کو تمام کر کے حی علی الفلاح پر پہنچے تو کھڑے ہو جائیں۔

بالجملہ اس تفصیل سے ظاہر ہوگیا کہ مقتدیوں کو شروع سے کھڑا ہونا یقیناً مکروہ ہے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔

﴿۱۱۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ محمد انور کی عمر ۲۰ سال کی ہے جو بالغ حافظ قرآن خوش آواز صحت کے ساتھ پڑھنے والا ہے۔ البتہ اس کے ابھی تک داڑھی نہیں نکلی ہے۔ مونچھیں نمودار ہیں اور سوا اس کے اور کوئی صحت سے پڑھنے والا بھی نہیں ہے۔ تو ایسی صورت میں از روئے شرع شریف محمد انور کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، اس کی وضاحت کی جائے؟ بینوا توجروا۔ سائل والد محمد انور میانوالی

الجواب: شخص مذکور کی جب اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر ہے تو وہ بلا شبہ یقیناً بالغ ہے کہ شرح میں پندرہ برس کا بالغ قرار دیا گیا ہے۔

کنزالدقائق میں ہے، " ویفتی بالبلوغ فقها بخمس عشرة سنة۔"

درمختار و تنویر الابصار میں ہے، " فان لم يوجد فيها شئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة و به يفتى۔" ان عبارات سے واضح ہوگیا کہ قول مفتٰی بہ یہی ہے کہ جب پندرہ برس کی عمر ہو جائے تو وہ شرعاً بالغ ہے اور سوال میں اسکی عمر ۲۰ برس کی ظاہر کی گئی ہے لہٰذا اس کے بالغ ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ اب باقی رہا یہ کہ وہ بے ریش ہے کی امامت تو فقہاء نے اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی یہ علت لکھی کہ وہ ایسا خوبصورت ہو کہ محل فتنہ اور شہوت بن جائے۔

شامی میں ہے، " تكره خلف امرد الظاهر انها تنزيهة ايضا والظاهر كما قال الرحمتي ان المراد الصبيح الواجه لانه محل الفتنه۔"

اور سائل نے اپنے بیٹے کو فتویٰ طلب کرتے وقت پیش کیا تو وہ ایسا خوبصورت نہیں ہے جو محل شہوت اور فتنہ ہو۔لہٰذا اس کی امامت مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے۔

حاصل جواب یہ ہے کہ شخص مذکور یقیناً بالغ ہے اور اس کی امامت صحیح ہے۔

﴿۱۱۴﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ امام کے لئے تنخواہ لینا جائز رکھا گیا ہے۔اگر قرآن شریف پڑھ کر اس کا ثواب بخش دینے کے بدلے میں کچھ لینا جائز ہو تو فبہا اور اگر نا جائز ہے تو امام کے لیے تنخواہ دینا جائز قرار دیا گیا۔وہ بھی نا جائز ہونا چاہیے۔کیونکہ ادھر قرآن شریف پڑھنے کا عوض ہے اور ادھر نماز پڑھانے کا عوض ہے۔بینوا توجروا۔اسلم خان میانوالی۔

الجواب: امامت،اذان،تعلیم القرآن پر تنخواہ لینا متاخرین نے ضرورۃً جائز قرار دیا۔چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں،"وبعض مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ استحسنو االا ستيجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التوانى فى الامور الدينية ففى الامتناع تضيع حفظ القرآن وعليه الفتوىٰ وزاد متن المجمع الامامة وبعضهم الاذان والاقامة والوعظ۔"(ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس وقت تعلیم قرآن پر اجرت لینا اچھا سمجھا کہ امور دینیہ میں سستی ظاہر ہے۔تو منع کرنے میں حفظ قرآن کا ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔اسی پر فتویٰ ہے اور متن مجمع میں امامت کو اور بعض فقہا نے اذان اور تکبیر اور وعظ کو بھی شامل کیا)اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہار شریعت حصہ ۱۴ میں یہی لکھا ہے:اور میت کے ایصال ثواب کی غرض سے تلاوت پر اجرت وتنخواہ کوئی ضروری چیز نہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چنانچہ ردالمحتار میں ہے، "وقد ذكرنا مسئلة تعليم القرآن علىٰ الاستحسان يعني للضرورة۔ ولا ضرورة في الاستيجار على القراة على القبر۔

(ردالمحتار ص۳۶ ج ۵)"

ہم نے مسئلہ تعلیم قرآن بضرورت استحسان کا ذکر کیا اور قبر پر پڑھنے کی اجرت لینے میں کوئی ضرورت نہیں۔ تو میت کے ایصال ثواب کی غرض سے تلاوت کا امامت وغیرہ پر قیاس مع الفارق ہے کہ یہاں ضرورت داعی الی الجواز اور وہاں ضرورت ہی نہیں پائی جاتی تو اس کو امامت وغیرہ پر قیاس نہیں کر سکتے۔

﴿۱۱۵﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کسی آدمی کے پیر کے انگوٹھے اور انگلی زمین سے نہیں جمتے یعنی انگوٹھہ اور انگلیاں پیر کی ان کا پیٹ نہیں بھرتا۔ ایسے شخص کیلیے کیا حکم ہے کہ نماز پڑھائے یا نہیں؟۔ وہ شخص اپنی معذوری بتلاتے ہیں تو کیا ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟۔ بینوا توجروا۔ محمد رفاقت علی میانوالی

الجواب: نماز میں بحالت سجدہ پاؤں کے انگوٹھوں اور انگلیوں کے پیٹ کا زمین پر لگانا بلکہ جمانا شرعاً ضروری شرط ہے۔ صرف انگلی کی نوک زمین سے لگ جانا کافی نہیں۔ اگر شخص مذکور فی الواقع معذور و مجبور ہے تو اس کی نماز تو ہو جائے گی لیکن وہ غیر معذور لوگوں کا امام نہیں بن سکتا۔ کہ ایسے معذور امام کے پیچھے غیر معذور مقتدیوں کی نماز درست نہیں۔ لہٰذا نہ ایسے معذور شخص کو امام نہ بنایا جائے نہ غیر معذور مقتدی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔

واللہ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۱۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ آیت سجدہ فرض نماز میں پڑھنی چاہیے یا نہیں؟۔ اگر پڑھی جائے تو سجدہ کیا جائے یا نہیں؟۔ اگر سجدہ کیا جائے تو فرض نماز میں کیا نقص ہوتا ہے؟۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد سلیم اللہ مسلم کالونی میانوالی

الجواب: آیت سجدہ کو امام کا پڑھنا مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے " ویکرہ للامام ان یقرأھا فی مخافته ونهو جمعة وعید الا ان تکون بحیث تودی برکوع الصلوٰة اوسجو دھا"۔ (درمختار مصری ص ٥٤٧)

اور امام کو آیت سجدہ کا آہستہ پڑھنا یا جمعہ وعیدین جیسے مجمع میں اس آیت کی تلاوت کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر وہ رکوع یا سجدہ میں ادا ہو سکے تو آیت سجدہ کا پڑھنا مکروہ نہیں۔

تو امام اگر آیت سجدہ پڑھ کے سجدۂ تلاوت نہیں کرتا ہے تو اس مین ترک واجب لازم آتا ہے او اگر سجدۂ تلاوت کرتا ہے تو مقتدی اشتباہ میں پڑ جائیں گے۔ ہاں اگر آیت سجدہ آخر آیت تھی اور اس نے فوراً بعد رکوع وسجدہ کرلیا تو اس میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔

﴿۱۱۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ نماز کے واسطے اگر دوھرا یعنی دو جانماز بچھائے تو نماز میں کوئی کراہت نہ ہوگی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ نماز نہیں ہوتی ہے۔ بینوا توجروا۔ امجد خان میانوالی

الجواب: دو جانمازوں کے بچھالینے سے کسی طرح کی کراہت پیدا نہیں ہوتی۔ اور جب کراہت ہی نہیں تو نماز کے نہ ہونے کا خطرہ ہی پیدا نہ ہوا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس سے نماز نہیں ہوتی انکا یہ حکم غلط ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۱۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک امام صاحب ۲۴ رمضان المبارک نماز تراویح کے وتروں کی رکعت میں بغیر دعائے قنوت پڑھے رکوع میں جھک گئے۔ لیکن امام صاحب کو فوراً خیال آ گیا۔ اور کھڑے ہو کر دعائے قنوت پڑھ لی اور سجدہ سہوا ادا کر لیا بعدہ سلام پھیر دیا۔ سوال یہ ہے کہ وتر ہو گئے یا نہیں؟۔ بینوا توجروا۔

(احمد سعید متعلم جامعہ اکبریہ میانوالی)

الجواب: ورت مسئولہ میں امام کو رکوع میں پہنچ جانے کے بعد قیام کی طرف نہ لوٹنا تھا وہ آخر میں سجدہ سہو کر لیتا تو ترک دعائے قنوت کا نقصان پورا ہو جاتا وتر ادا ہو جاتے۔ لیکن جب امام غلطی سے قیام کی طرف لوٹ ہی گیا اور آخر میں اس نے سجدہ سہو کر لیا تو وتر بلاشک ادا ہوئے۔ کہ سجدہ سہو کی غرض ہی اسی قسم کی غلطیوں کی اصلاح کرنا ہے۔ درالمختار میں ہے، ”لانہ لا صلاح مافات ای ترک من الواجبات فی محلہ۔“

﴿۱۱۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر کوئی مسجد میں آیا۔ جماعت ہو رہی ہے لیکن اس نے علیحدہ نماز پڑھنا شروع کر دی۔ کیا اس کی نماز ہو گئی یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔ سائل محمد مصعب نیازی میانوالی

الجواب: نماز ہو گئی مگر وہ شخص گنہگار و فاسق ہوا۔ جماعت کی حاضری واجب تھی اس کا ترک لازم ایا۔ ” الجماعتہ سنة مئو کدة للرجال قال الزاھدی ارادو ابالتا کید الواجب (درمختار) ان ھذا یقتضی الاتفاق علی ان ترکھا مرة بلا عذر یوجب اثما وقال فی شرح السُنة والاحکام تدل علی الوجوب من ان تارکھا بلا عذر یعزرو نردشھا دته ویا

ثم الجیران بالسکوت عنه (ردالمحتار ص۵۱٦ ج ۱)۔

﴿۱۲۰﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میں صبح نماز پڑھنے کو اٹھا۔ پاخانہ کی حاجت تھی ۔لیکن اگر میں بیت الخلا جاتا تو میری جماعت قضاء ہو جاتی۔کیا میں پاخانہ سے فارغ ہوتا یا پہلے جماعت میں شامل ہو جاتا؟ بینوا توجروا۔

(سائل محمد ظفر مظہری میانوالی)

الجواب: پہلے قضاء حاجت کرے پھر قضاء نماز پڑھے ۔اسی طرح فتاوٰی جات میں مذکور ہے۔

﴿۱۲۱﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ بوجہ حفاظت گھر اگر کوئی جماعت سے نماز نہ پڑھ سکے تو گناہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(سائل محمد طارق بلوخیل میانوالی۔)

الجواب: اعت کا ترک کرنا اور علی الدوام تارک جماعت ہونا کبائر میں سے ہے اور فسق ومعصیت ہے۔ جماعت کا ضرور اہتمام کرنا چاہئے۔ و الجماعة سنة مئوكدة الرجال ۔ ۔قويل واجبة و عليه العامة ۔ قال فى البحر وهو الراجح عند اهل المذ هب ۔ ۔ ثمرته تظهر فى الاثم بتر كها مرة ۔ ۔ (الدالمحتار ص ۵۲۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الصلوۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الامامة

(امامت کا بیان)

﴿۱۲۲﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

(۱) کہ داڑھی منڈانے والے کے پیچھے داڑھی منڈانے والوں کی نماز ہوسکتی ہے۔؟

(۲) نماز جمعہ کے لیے اگر باشرع آدمی نہ ملے تو کیا فاسق امامت کرا سکتا ہے۔؟

(۳) کیا داڑھی فرض ہے یا سنت۔؟ بینوا توجروا۔

سائل حافظ خلیل الرحمٰن متعلم جامعہ اکبریہ میانوالی۔

الجواب: داڑھی منڈانا حرام ہے جیسا کہ درمختار میں ہے، یحرم علی الرجل قطع لحیتہ یعنی مرد کو داڑھی منڈانا حرام ہے اور فتح القدیر جلد ثانی ص ۲۷ درمختار مع شامی جلد ثانی ص ۱۱۶ ردالمحتار جلد ثانی ص ۱۱۷ بحرالرائق جلد ثانی ص ۲۸۰ اور طحطاوی علی مراقی ص ۴۱۱ میں ہے، واللفظ للطحطاوی الاخذ من اللحیۃ وھو دون ذلك (ای بقدر المسنون وھو القبضہ) کما یفعلہ بعض المغاربۃ و مخنثۃ الرجال لم یحہ احد واخذ کلھا فعل یھود الھند و محوس الاعجم۔

یعنی داڑھی جب کہ ایک مشت سے کم ہو تو اس کا کاٹنا جس طرح کہ بعض مغربی اور زنانے زنخے کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں اور کل داڑھی کا صفایا کرنا یہ کام تو ہندوستان کے یہودیوں اور ایران کے مجوسیوں کا ہے۔ اور حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں، داڑھی کترانا منڈانا حرام ہے فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۲۷۲۔ اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تحریر فرماتے ہیں داڑھی بڑھانا سنن انبیائے سابقین سے ہے منڈانا یا ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے بہار شریعت حصہ ۱۶ ص ۱۹۷۔

الصلوۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور محدث کبیر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،

حلق کردن لحیه حرام ست وروش افرنج وہنوود وجوالقیان ست که ایشان راقلندریه گو یند و گذاشتن آن بقدر قبضه واجب است وآنکه آنراسنت گویند بمعنی طریقه مسلوك دردیں ست یا بجہت آن که ثبوت آں بسنت ست چنانکه نماز عید راسنت گفته اند۔

ترجمہ داڑھی منڈانا حرام ہے انگریزوں، ھندوؤں اور قلندریوں کا طریقہ ہے اور داڑھی کی ایک مشت تک چھوڑ دینا واجب ہے جن فقہا نے ایک مشت داڑھی رکنے کو سنت قرار دیا تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ ان کے نزدیک واجب نہیں بلکہ اس وجہ سے کہا) تو سنت سے مراد دین کا چالو راستہ ہے یا اس وجہ سے کہ ایک مشت کا وجوب حدیث شریف سے ثابت ہے۔ جس طرح نماز عید واجب ہے اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۲۲۲ لہٰذا بار بار داڑھی منڈانے والا مرتکب حرام اور فاسق ہے اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی۔ غنیۃ شرح منیہ میں ہے

لو قدموافاسقا یثون بناء علی ان کراهة تقدیمه تحریم لعدم اعتنائه باموردینه وتساهل فی الاتیان بلوانز مه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلاة و فعل ما ینافیها بل هو الغالب بالنظر الیٰ فسقه **ترجمہ** اگر فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھائیں تو گنہگار رہوں گے کہ اس کو مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے کہ وہ دینی امور کا لحاظ نہیں کرتا اور ان کی ادائیگی میں سستی برتتا ہے۔ لہٰذا وہ نماز کی بعض شرطوں کو چھوڑے یا کوئی فعل منافی نماز کرے تو بعید نہیں بلکہ فاسق کا ایسا کرنا بہت ممکن ہے۔ لہٰذا داڑھی منڈانے والے فاسق معلن کے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پیچھے داڑھی منڈانے والوں کی نفس نماز تو ہو جائے گی مگر پڑھنے والے گنہگار رہوں گے۔ اور نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ ایسی نماز اگر دوبارہ نہ پڑھیں گے تو گنہگار رہوں گے۔

طحطاوی علی مراقی میں ہے الکراھة فی الفاسق تحریمية یعنی فاسق میں کراہت تحریمی ہے۔

درمختار میں ہے کل صلاة ادیت مع کراھة التحریم تجب اعادتھا

یعنی ہر وہ نماز جو مکروہ تحریمی ہو جائے اس کا اعادہ واجب ہے۔ اور فاسق کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھنے کا حکم صرف اس صورت میں ہے جب کہ دوسری جگہ صالح امامت متقی کے پیچھے جمعہ نہ پا سکے۔ ورنہ جمعہ کی نماز پڑھنا بھی جائز نہیں۔

ردالمختار جلد اول ص ۳۷۶ میں ہے، فی المعراج قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الافی الجمعة لانه فی غیر ھا یجد اماما غیرہ قال فی الفتح وعلیه فیکرہ فی الجمعة اذا تعد دت اقامتھا فی المصر علی قول محمد المفتی به ۔

معراج میں ہے ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ جمعہ کے علاوہ کسی دوسری نماز میں فاسق کی اقتداء مناسب نہیں۔ اس لیے کہ دوسری نمازوں کیلئے دوسرا امام مل جائے گا۔ اسی پر فتح القدیر میں فرمایا کہ امام محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول مفتیٰ بہ پر جب کہ شہر میں متعدد جگہ جمعہ قائم ہو تو اس صورت میں فاسق کے پیچھے جمعہ پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ اور صالح متقی امام نہ ملنے کی صورت میں فاسق کے پیچھے جمعہ پڑھنے کا حکم اس لیے ہوا کہ اس کی اقتداء مکروہ تحریمی او جمعہ فرض ہے۔ جس کے لیے جماعت شرط۔ تو مکروہ تحریمی کے سبب فرض کو ترک نہ کیا جائے گا۔ اور جماعت فرض نہیں ہے۔ بلکہ عام مشائخ کے قول پر واجب ہے۔

فتاویٰ عالمگیر جلد اول مصری ص ۷۷ میں ہے، الجماعة سنة موكدة كذا في المتون والخلاصة والمحيط ومحيط السرخسي و في الغية قال عمة مشايخنا انها واجبة وفي المفيد و تسميتها سنة لو جوبها بالسنة ۔ یعنی جماعت سنت مؤکدہ ہے ایسا ہی متون میں ہے۔ **خلاصہ** : محیط سرخسی اور غایہ میں ہے کہ ہمارے عام مشائخ نے یہی فرمایا ہے جماعت واجب ہے اس کا نام سنت اس لیے رکھا گیا کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔ اور داڑھی رکھنا سنت نہیں بلکہ واجب ہے جس کا ترک فسق وحرام ہے اور فاسق جس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور جماعت واجب۔ لہٰذا واجب کے لیے مکروہ تحریمی کا ارتکاب نہ کیا جائے گا کہ مکروہ تحریمی کا اجتناب واجب سے اہم واعظم ہیالاشباہ النظائر ص ۹۹ میں ہے

اعتناء الشرع بالمنهيات اشد من اعتنائه بلما مورات۔

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "جب مبتدع یا فاسق معلن کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو منفرداً تنہا، تنہا پڑھیں کہ جماعت واجب ہے اور اسکی تقدیم ممنوع بکراہت تحریم اور واجب ومکروہ تحریمی دونوں ایک مرتبہ میں ہیں۔ ورد ء المفاسد اهم من جلب المصالح ہاں اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو جمعہ پڑھیں گے کہ وہ فرض ہے اور فرض اہم ہے" (فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ص ۲۷۳)۔

﴿۱۴۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک امام صاحب نے صبح کی نماز پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ کا آخری رکوع پڑھ کر اس کے متصل دوسری سورۃ ال عمران کا پہلا پورا رکوع پڑھا۔ ایسا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کرنے سے لوگوں کی نماز ہو جاتی ہے یا کہ نہیں اور کیا نماز میں نقص واقع ہوتے ہیں ؟ ۔ مع فقہ کی کتاب یا حدیث سے جواب بتائیں ۔بینوا توجروا۔ سائل ساجد اقبال میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں بلاشک نماز ہو جائے گی لیکن یہ خلاف اولیٰ ہے۔

اذا جمع بین سورتین فی رکعة رایت فی موضع انه لا باس به وذکر شیخ الامام لا ینبغی له ان یفعل علی ما هو ظاهر الروایة (ردالمحتار مصری ج ۱ ص ۳۸۳)

شرح المنیہ میں ہے، الاولی ان لا یفعل فی الفرض ولو فعل لا یکره ۔(غنیته مطبوعه فکر المطابع لکھنو ص ٤٦٢) لہٰذا اس صورت میں صرف اولویت کا خلاف لازم آتا ہے اور کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔

﴿۱۲٤﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ پیش امام جو امامت کی خدمت انجام دے رہا ہے اور جو کچھ نذرانہ ان کو ملتا ہے وہ اس کو تنخواہ تصور کرلے اور یہ کہے میری تنخواہ کئی ماہ سے نہیں ملی تو اگر امامت کے نذرانہ کو تنخواہ کہہ کر لیتا ہے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟۔ بینوا توجروا۔ خرم شہزاد میانوالی

الجواب: امام اپنی امامت پر تنخواہ طے کرکے ماہ بعد مطالبہ کرسکتا ہے۔

درمختار میں ہے، و یفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والا مامة والاذان (شامی مصری ج ٥ ص ٣٦) فتاویٰ خیریہ میں ہے، و اخذ الاجرة علی الامامة لا یقول به المتقدمون اصلا واستحسنه المتاخرون لا شتغال الناس بمعا شهم و قلة من یعمل حسنة لوجه الله تعالیٰ۔

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحب مجمع الانہر ذخیرہ وروضہ سے ناقل ہیں، یجوز الا ستیجار علی التعلیم والفقہ والامامۃ۔ (مجمع النھر مصری ج ۲ ص ۳۸۵)

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ امامت کی اجرت اور تنخواہ لینا جائز ہے۔ متاخرین فقہاء کرام نے اس کو مستحسن قرار دے کر فتویٰ جواز دیا۔ تو جب امامت کی تنخواہ لینا جائز ثابت ہوئی تو اب اس امام مذکور کا یہ مطالبہ تنخواہ کوئی فعل ناجائز نہیں ہوا۔ لہٰذا اس بنا پر اس کی امامت جائز ثابت ہو گی۔

﴿۱۲۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے بھائی حافظ محمد اکرم ایک مسجد میں امامت کراتا ہے، لیکن اکثر میں نے دیکھا طلوع سورج بجے کے قریب اٹھتا ہے صبح کی نماز نہیں پڑھاتا۔ کیا ایسا شخص امامت کے قابل ہے؟۔ سائل محمد انور بھائی محمد اکرم

الجواب: علانیہ اور عمداً ترک نماز و جماعت کے سبب محمد اکرم فاسق معلن ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھی جائے تو اس کا اعادہ واجب۔ لما صرحوبہ من کراھۃ الصلوٰۃ خلف الفاسق المعلن وان کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ تحریمۃ فانھا تعادو جوبا۔ لہٰذا مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا کہ آپ کے بھائی محمد اکرم امامت جیسے اہم عہدہ کے قابل نہیں ہیں۔

﴿۱۲۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک امام مسجد نے ایک ایسی عورت کا نکاح پڑھایا جس کو اغواء کر کے لایا گیا تھا۔ مغوی نے امام مسجد کو کہا کہ میری بیٹی کا نکاح پڑھانا ہے۔ نکاح پڑھیں۔ نکاح خواں نے نکاح پڑھا دیا۔ اب لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کر دی ہے۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں کہ ایسے امام کی امامت میں شرعاً نماز درست ہے۔　　　بینوا توجروا۔ سائل محمد یوسف خان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: نکاح پڑھنے میں شرعاً حرج نہیں ہے۔ جب تک کوئی مدعی نکاح سابق سامنے نہ آئے۔ عورت کا بیان حلفی کافی ہے۔ کہ میرا نکاح پہلے نہیں پڑھایا گیا۔ امام مسجد کے پیچھے نماز جائز ہوگی۔ کیونکہ نکاح کرانے میں عاقلہ بالغہ خود مختار ہے۔

﴿۱۲۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ داڑھی شرعی کتنی ہونی چاہیے۔ داڑھی منڈانا کترانا اور حد شرعی سے کم رکھنا کیسا ہے۔ ایسا آدمی فاسق ہے یا نہیں اور اس کی اذان و اقامت اور امامت کا کیا حکم ہے۔ نیز محشر کے دن ایسا آدمی کس گروہ میں ہو۔ جواب مع دستخط و مہر تحریر فرمائیں۔ سائل محمد اشفاق جلالی جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر السلام (داروغہ والا لاہور)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں احقر کا نظریہ یہ ہے کہ داڑھی میں قبضہ طولاً عرضاً ہو۔ جو سینہ کے بلائی حصہ کو ڈھانپے۔ منڈانا، کترانا حد شرعی سے کم کرنا یہ فسق اعلانیہ ہے۔ اذان اقامت میں تو شرعاً جائز ہے۔ البتہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمہ ہے۔ بروز محشر فاسق مجرم ہے۔ تو وامتازالیوم ایھا المجرمون میں شامل ہوگا۔ اس مسئلہ کا پورا مالھا یا ما علیھا فتاویٰ رضویہ صفحہ ۵۸۴، ۵۸۷ ج نمبر ۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور شرح صحیح مسلم علامہ سعیدی نمبر، ایک فنی بحث کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۱۲۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایسی حالت میں داڑھی منڈانے والا نماز پڑھا سکتا ہے جب کہ جماعت بھر میں کوئی شخص قرآن مجید نہیں پڑھا ہوا صرف داڑھی منڈا قرآن مجید بھی پڑھا ہوا ہے۔ بینوا توجروا۔ سائل حافظ محمد رفیق میانوالی۔

الجواب: بہارِ شریعت جلد ۱۶ص ۱۹۷ میں ہے داڑھی بڑھانا سنن انبیائے سابقین سے ہے۔ مونڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ لہٰذا داڑھی منڈانے والا نماز نہیں پڑھا سکتا۔ اگر کوئی دوسرا نماز پڑھانے والا نہ مل سکے تو سب لوگ تنہا تنہا پڑھیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۵۲ میں ہے، اگر اعلانیہ فسق و فجور کرتا ہے اور دوسرا کوئی امامت کے قابل نہ مل سکے تو تنہا نماز پڑھیں۔

فان تقديم الفاسق اثم والصلوة خلفه مكروهة تحريما والجماعة واجبة فهما فى درجة واحدة ودرع المفاسد اهم من جلب المصالح ۔

﴿۱۲۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے بیٹے عزیز الرحمٰن بالغ ہے۔ نماز کے مسائل جانتا ہے مگر ابھی داڑھی نہیں نکلی کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔　　　بینوا توجروا۔ سائل والد حافظ عزیز الرحمٰن میانوالی۔

الجواب: اگر عزیز الرحمٰن بالغ صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القرآت ہے اور اس میں کوئی اور وجہ مانع امامت نہیں تو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اگرچہ ابھی داڑھی نہیں نکلی ہے۔ ہاں اگر آپ کا بیٹا حسین وجمیل اور خوبصورت ہو کہ فساق کے لیئے محلِ شہوت ہو تو اس کی امامت خلافِ اولیٰ ہے۔ (كما فى الفتاوىٰ الرضوية ج ۳ ص ۲۲۰۔)

﴿۱۳۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے گاؤں کے مولانا صاحب جو کہ سند یافتہ ہیں۔ آپنے آپکو علامہ و مفتی کہتے ہیں۔ لیکن صبح کی نماز قضاء پڑھتے ہیں کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں؟۔ سائل چوہدری حفظ الرحمٰن کندیاں ضلع میانوالی۔

الجواب: جس مولوی کی فجر کی نماز اکثر بغیر عذر شرعی قضا ہو جاتی ہے وہ فاسق ہے اس

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۵۳ میں ہے تقدیم الفاسق اثم والصلوٰۃ خلفه مکروهة تحريما والجماعة واجبة فهيما درجة واحدة ودرء المفاسد اهم من جلب المصاله۔اور غنیة شرح منیه میں هے لو قدمو افاسقا یاثمون ۔لہٰذا ایسے مولوی کے پیچھے نماز نہ پڑھیں جب تک کہ وہ صبح کی نماز کی پابندی نہ کرے۔اور جان بوجھ کر قضاء کردے۔

﴿۱۳۱﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ داڑھی کی شرعی حد کیا ہے اور جو شرع سے کم یا زیادہ رکھنے والوں پر عندالشرع کیا حکم ہے؟-بینوا توجروا۔سائل قاری ابرار احمد تونسوی میانوالی

الجواب: بخاری اور مسلم کی حدیث ہے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ انهکوا الشوارب واعفوا اللحیٰ۔یعنی مونچھوں کو خوب کم کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں

که گذاشتن آن بقدر قبضه واجب ست و آنکه آں راسنت گونید بمعنیٰ طریقه مسلوك دردین ست یا بجهت آن که ثبوت آن بسنت ست چنانکه نماز عید را سنت گفته اند

یعنی داڑھی کو ایک مشت تک چھوڑ دینا واجب ہے اور جن فقہا نے ایک مشت داڑھی رکھنے کو سنت قرار دیا (تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ ان کے نزدیک واجب نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ) یا تو یہاں سنت سے مراد دین کا چالو راستہ ہے یا اس وجہ سے کہ ایک مشت کا وجوب حدیث شریف سے ثابت ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ نماز عید کو مسنون فرمایا (حالانکہ نماز عید واجب ہے اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۲۱۲) اور فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں، داڑھی بڑھانا سنن انبیائے سابقین سے ہے مونڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے (بہار شریعت حصہ سولہ ص ۱۹۷) لہٰذا ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے مونڈانے یا ایک مشت سے کم کرانے والا سخت گنہگار فاسق معلن مردود الشہادۃ ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز ہرگز درست نہیں۔ اگر پڑھ لی تو اعادہ واجب ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے کرہ امامۃ الفاسق لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعا فلا يعظم بتقديمه للامامة واذا تعذر منعه ينتقل عنه الىٰ غير مسجده للجمعة و غيرها۔ طحطاوی میں ہے۔ تبع فيه الزيلعي ومفاده كون الكراهة فى الفاسق تحريمية۔

حد شرع یعنی ایک مشت سے کچھ زائد داڑھی رکھنا جائز ہے۔ لیکن ہمارے ائمہ اور جمہور علماء کے نزدیک اس کا طول فاحش کہ بیحد بڑھایا جائے جو حد تناسب سے خارج اور باعث انگشت نمائی ہو مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔

﴿۱۳۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ داڑھی کتروانے والے حافظ کے پیچھے نماز وتراویح پڑھنا کیسا ہے؟۔ بینوا توجروا

سائل قاری نور احمد چشتی متعلم جامعہ اکبریہ میانوالی۔

الجواب: ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے ایک مرتبہ بھی کٹوا کر ایک مشت سے کم کرنے والا گنہگار ہے۔ اور اسے کٹوا کر ایک مشت سے کم رکھنے کی عادت کر لینے والا فاسق معلن ہے۔ لہٰذا حافظ مذکور جب کہ داڑھی کٹوا کر ایک مشت سے کم رکھنے کا عادی ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ تراویح سنت مؤکدہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے لیکن ایسے شخص کے پیچھے پڑھنے کے بعد دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ ماخذ خلاصة ما فی الکتب الفقه۔

﴿۱۲۳﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے امام صاحب کی زبان لقوہ کے سبب ماری گئی اور صحیح حروف ادا نہیں کر سکتے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں۔؟ **بینوا توجروا**۔ سائل سرفراز احمد خان نیازی میانوالی۔

الجواب: اس امام کی زبان لقوہ سے ماری گئی ہے اگر پڑھنے میں ان کے حروف صحیح نہیں ادا ہوتے تو صحیح پڑھنے والوں کی نماز ان کے پیچھے نہیں ہوگی۔ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ درمختار میں تو تلے کے پیچھے فساد نماز کا حکم لکھ کر فرماتے ہیں ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ و کذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف۔

﴿۱۲۴﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے محلہ میں اکثریت سنیوں کی ہے لیکن وہابی وشیعہ لوگ بھی آباد ہیں۔ جو بھی پہلے مسجد میں آتا ہے جماعت کرادیتا ہے۔ کیا ہم سنیوں کی نماز شیعہ و وہابی امام کے پیچھے ہو جاتی ہے یا نہیں؟۔

بینوا توجروا۔ سائل محمد عثمان آف شادیہ ضلع میانوالی۔

الجواب: سنی مسجد کے لیے امام کا ہونا ضروری ہے کہ اہل سنت و جماعت کے علاوہ دوسرے فرقہ باطلہ کے پیچھے نماز پڑھنا باطل محض ہے۔ اور گمراہ یعنی جن کی بد مذہبی حد کفر کو پہنچی ہو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

بحرالرائق جلد اول ص ۳۴۹ میں ہے، لا تجوز الصلاة خلف من ینکر شفاعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم او ینکر الکراما لکا تبین او ینکر الرویة لا نه کافر۔ والرافضی ان

فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر۔

اورغنیۃ ص ۴۷۹ میں ہے، یکرہ تقدم المبتدع لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل۔ والمراد بالمبتدع من یعتقد شیأً علی خلاف ما یعتقدہ اھل السنۃ والجماعہ ۔ وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھہ اذالم یکن ما یعتقدہ یودی الی الکفر عند اھل السنۃ امالوکان مودیا الی الکفر فلا یجوز اصلا کالغلاۃ من الروافض الذین یدعون الالوھیۃ لعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوان النبوۃ کانت لہ فغلط جبرئیل و نحوذالک مما ھو کفر اہ تلخیصا۔

اوردرمختارمع شامی جلداول ص ۳۰۷ میں ہے، کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا۔ اوربہار شریعت حصہ سوم ص ۱۱۱ میں ہے ،وہ بدمذہب کہ جس کی بدمذہبی حد کفر کوپہنچ گئی ہو جیسے رافضی اگر چہ صرف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت یا صحابیت سے انکار کرتا ہو یا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان اقدس میں تبرا کہتا ہو، جوقرآن کومخلوق بتاتا ہے اور وہ جوشفاعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دیدارالٰہی یا عذاب قبر یا کراماً کاتبین کا انکار کرتا ہے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی۔

حضوراکرم ﷺ کاارشادمبارک ہے، ان مرضو افلا تعودوھم و ان ماتوا فلا تشھدو ھم وان لقیمتوھم فلا تسلمو علیھم ولا تجالسوھم ولا تشار بوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحووھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلو امعھم۔ شفاشریف جلددوم یعنی بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو پوچھنے مت جاؤ اور اگر وہ مرجائیں تو جنازہ پر حاضر نہ ہوں اور جب ان سے ملوتو

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلام نہ کرو اور ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، کھانا نہ کھاؤ ان سے شادی بیاہ نہ کرو، او ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ حضور اکرم ﷺ سے لے کر آج تک تمام اہل اسلام کا ہر دور میں اتفاق رہا ہے کہ رافضی کافر ہیں۔ فتح القدیر میں ہے، تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ حضرات شیخین کو سب کرنے والا کافر ہے اور یہی بات امام اہلسنت نے فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں لکھی ہے۔ لہٰذا سنیوں کی نماز رافضی یا وہابی امام کے پیچھے نہیں ہوتی۔

﴿۱۲۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہماری مسجد کے امام سجدہ کرتے وقت پیر کی انگلیوں کے پیٹ زمین پر نہیں لگاتے۔ ان سے کہا گیا وہ کہتے ہیں انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگانا کوئی ضروری ہے؟۔ وضاحت فرما کر ہماری پریشانی دور فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد اسلم خان ولد خلاص خان ضلع میانوالی۔

الجواب: ہدایہ جلد اول زیر بیان سجدہ ص ۷۶ میں ہے، یوجه اصابع رجليه نحو القبلة یعنی نمازی سجدہ کرتے وقت اپنے دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب کر دے اور یہ بالکل واضح مطابق مشاہدہ ہے کہ جب تک سب انگلیوں کا پیٹ زمین سے نہ لگا دیا جائے اس وقت تک انگلیوں کو رخ قبلہ کی طرف نہ ہوگا۔ اعلحضرت شیخ الاسلام شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد اول کتاب الطہارات باب المیاہ ص ۵۵۶ میں تحریر فرماتے ہیں، سجدہ میں فرض ہے کہ کم از کم پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگا ہو۔ اور ہر پاؤں کی اکثر انگلیوں کا پیٹ زمین پر جما ہونا واجب ہے۔ سجدہ میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا سنت ہے اور ہر پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا واجب اور دسوں کا قبلہ

زو ہونا سنت ۔ان حوالہ جات کی روشنی میں ثابت ہو گیا کہ امام صاحب جس کا یہ کہنا کہ سجدہ میں پیر کی صرف انگلی زمین پر لگی رہے تو کافی ہے نماز ہو جائے گی ۔ صحیح نہیں ہے ۔ سائل امام صاحب کے سامنے ان حوالوں کو پیش کرے ۔ امید یہی ہے کہ امام صاحب جب صحیح مسئلہ سے آگاہ ہو جائیں گے تو اس پر ضرور عمل کریں گے ۔ اگر امام صاحب اس مسئلہ کو تسلیم کر کے سجدہ میں اپنے ہر پاؤں کی کم از کم تین تین انگلیوں کا پیٹ زمین پر جماتے رہیں تو ان کی اقتدا میں نماز ہو جائے گی ۔ اگر معاذ اللہ امام صاحب اس مسئلہ پر عمل کرنے کو تیار نہ ہوں تو ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں ۔

﴿۱۳۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے دیہات کے امام میں چند بری عادتیں ہیں جو درج ذیل ہیں ۔ کیا انکے ہوتے ہوئے ان کی اقتداء میں نماز صحیح ہے ۔؟

(۱) انگریزی تعلیم حاصل کرتا ہے اور بازار میں آواروں لڑکوں کے ساتھ گھومتا ہے ۔

(۲) جیل میں قید بھی رہ چکا ہے کسی جرم میں اور کبائر سے اجتناب نہیں کرتا ۔

(۳) قوم لوط (علیہ السلام) والا کام کرتا ہے ۔

(۴) داڑھی منڈواتا ہے بعض اوقات کترواتا ہے ۔

(۵) سینما میں جاتا ہے ۔

(۶) تارک الصلوٰۃ و شارب الخمر میں مبتلا ہے ۔ بینوا توجروا ۔

سائل عبدالشکور دستی میانوالی ۔

الجواب: داڑھی منڈانا، نمازوں کا قضا کرنا، فلمیں دیکھنا، زنا کرنا، اور جرم کی وجہ سے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیل بھی رہنا یہ بہت بڑے عیب ہیں۔ ورنہ انگریزی تعلیم حاصل کرنا کوئی عیب نہیں ہے۔

اگر مندرجات سوال صحیح اور واقعی ہیں تو شخص مذکور اپنے عادات شنیعہ اور حرکات قبیحہ کے سبب وبدکار وفاسق ہے۔ امامت نماز کے منصب رفیع کا سزاوار نہیں اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے اس کا امام بنانا گناہ ہے۔ امام بنانا تعظیم ہے اور وہ شرعاً تعظیم کا مستحق نہیں بلکہ واجب الاہانۃ ہے فتاوی رضویہ، تبیین الحقائق ص ۱۳۴ جلد ۱، مراقی الفلاح ص ۱۸۱، شامی ص ۵۲۳ جلد ۱ میں ہے والنظم للزیلعی لان فی تقدیمه للامامته تعظیمه وقدوجب ولیهم هانته شرعاً ۔ اور شامی ص ۵۲۳ جلد ۱ میں ہے، والنظم للطحطاوی ومفاده کون الكراهة فی الفاسق تحریمیة)

غنیہ میں اضافہ فرمایا وفیه اشارة الی انهم لو قدموافاسقا یثمون،

ایسے بدکار کو مسلمان برا جانتے ہیں۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ اس شخص کی نماز بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں جو قوم کا امام ہے وہ اسے برا جانتے ہیں۔ سب گنہگار ہیں'' ان رسول الله صولی الله تعالیٰ علیه وسلم كان يقول ثلثة لا یقبل الله منهم صلٰوة من تقدم قوما وهم له كارهون۔ (الحديث) رواه ابوداؤد ص ۸۸ جلد ۱ عن عبد الله بن عمر و رضی الله تعالیٰ عنهما وسكت عليه و كذاابن ماجة ص ۶۹ "

سنن ترمذی ص ۵۷ جلد ۱ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے نہیں گزرتی (یعنی قبول نہیں ہوتی) ان تینوں سے ایک یہ بیان فرمایا، امام قوم وهم له كارهون۔ لہٰذا ایسا بدکار آدمی امامت کے قابل نہیں جس کو لوگ ناپسند کریں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۳۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر امام جلدی سے سجدہ یا رکوع کرتا کہ مقتدی کو وقت نہیں ملتا کہ وہ تین مرتبہ تسبیح پڑھے تو کیا مقتدی کی نماز ہو جائے گی؟　　　　بینوا توجروا۔ غضنفر خان میانوالی

الجواب: امام کو ایسی جلدی نہیں کرنی چاہیے کہ جس سے مقتدیوں کی تسبیح رہ جائے۔ اگر مقتدیوں کی تین بار تسبیح پوری نہ ہوئی تب بھی مقتدیوں کی نماز جائیگی اس میں کچھ نقصان نہیں ہوا۔ جیسا کہ درمختار جلد ا ص ۴۲۳ میں ہے، لو رفع الامام راسه من الركوع والسجود قبل ان يتم الماموم التسبيحات الثلاث وجب متابعته (درمختار) يسبح فيه ثلاثا فانه سنة على المعتمد المشهور فى المذهب لا فرض ولا واجب كما مرفلا يترك المتبعة الواجبة لا جلها۔

﴿۱۳۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ امام صاحب کے ایک رکعت میں دوسورتوں کے پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سائل جعفر اعوان چٹہ وٹہ میانوالی

الجواب: ایک رکعت میں دوسورتیں پڑھنا خلاف اولیٰ ہے۔ نماز ہو جاتی ہے۔ اور خلاف اولیٰ سے مراد کراہت تنزیہی ہے۔ قال فى الشامى و ذكر شيخ الاسلام لا ينبعى له ان يفعل على ما هو ظاهر الرواية و فى شرح المنية الاولىٰ ان لا يفعل فى الفروض ولو فعل لا يكره اى لا يكره تحريما۔ اس عبارت سے پہلے یہ ہے، اذا جمع بين سورتين فى ركعتة رايت فى موضع انه لا باس به (درالمحتار ص ۵۱۰ جلد اول)۔

خلاصہ تحریر یہ ہے کہ ایک رکعت میں دو سورتیں علیحدہ علیحدہ جگہ سے پڑھنا خلاف اولیٰ ہے لیکن نماز ہو جاتی ہے۔

﴿۱۳۹﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ مستقل امام کی موجودگی میں دوسرے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔ جبکہ مستقل امام اجازت نہ دے۔ وضاحت فرمادیں؟ بینوا توجروا۔ سائل عبدالرؤف خان میانوالی

الجواب: امام مسجد کی موجودگی مین دوسرے کو امام بنانا بلاضرورت اور بلا وجہ شرعی اچھا نہیں ہے۔ لیکن جس شخص کو اہل مسجد نے امام بنادیا اس کے پیچھے بھی نماز صحیح ہے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے، واعلم ان صاحب البیت و مثله امام المسجد الرائب اولی بالامامة من غیره مطلقاً و قال قبیله والخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبرا اکثر همن ولو قدموا غیر الاولیٰ اوائو ابلا اثم۔ (الدرالمحتار ص ۵۲۲، ج ۱)

﴿۱۴۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ہمارے محلہ کی مسجد میں امام کی وجہ سے بہت جھگڑا چل رہا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا مقرر کیا ہوا امام ہو گا اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ہمارا مقرر کیا ہوا امام ہوگا۔ آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

(سائل عبدالتواب داؤدخیل میانوالی)

الجواب: جس کو جماعت کے اکثر اشخاص امام مقرر کریں وہی امام رہے گا۔

او الخیارالی القوم فان اختلفو اعتبا کثر هم ایضاً۔ (درمختار ص ۵۲۲ ج ۱)

والله اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۴۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر کسی مسجد میں امام موجود ہو اور نماز وغیرہ پڑھاتا ہو۔ لیکن اس کی موجودگی میں کوئی اور امام آئے اور کچھ اشخاص اس کو امام مقرر کر دیں اور اس کو جماعت کرنے کا کہیں بغیر اجازت لیے پہلے امام سے تو کیا یہ درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل عبدالرحمٰن مظہری میانوالی

الجواب: مسجد کا جو امام ہو اور اس میں امامت کی اہلیت بھی ہو تو وہ امام مقرر ہی دوسرے شخص کی نسبت امامت کا زیادہ مستحق ہے۔

اگرچہ دوسرا شخص افضل واعلم اور اقراء ہو۔ لیکن اگر چند مقتدیوں نے اس دوسرے شخص کو امام بنا دیا تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ درمختار مع شامی میں ہے،

واعلم ان صاحب البيت و مثله امام المسجد الراتب اولى بالا مامة من غيره مطلقا۔ قال الشامى قوله مطلقا اى وان كان غيره من الحاضرين من هوا اعلم واقرامنه و فى التاتر خانيه جماعة اضياف فى دار يريد ان يتقدم احد هم ينبغى ان يتقدم المالك فان قدم واهد امنهم لعلمه و كبره فهو افضل۔ (ردالمحتار ص ۵۲۲ ج ۱)

درج کردہ عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر زیادہ فضیلت والے کو کسی مقتدی نے امام بنا دیا تو مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ بغیر اجازت امام معین کے امامت نہ کی جائے۔

﴿۱۴۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ امام صاحب کو اگر تنخواہ دی جاتی ہو اور وہ کبھی کبھی ناغہ کر دیتے ہوں تو اس کے بارے میں کیا حکم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل قاری غلام یٰسین میانوالی۔

الجواب: اسی قسم کے سوال کا جواب دیتے ہوئے شامی جلد ثالث کتاب الوقف میں ہے، اما یترك الامامة لزيارة اقربائه فى الراسا تيق اسبوعا او نحوه او لمصيبة اولا ستواهة لا باس و مثله عفو فى العادة والشرع۔ ا(ردالمحتار ص ٥٦٤ ج ٣)

اس کا حاصل یہ ہے کہ امام کو اپنی ضروریات یا راحت کے لیے ایک ہفتہ یا اس سے کم تک عادتاً، غیر حاضری معاف وشرعاً جائز ہے۔ آگے تصریح کی ہے کہ سال بھر میں ہفتہ دو ہفتہ غیر حاضر ہو تو معاف ہے۔ پس صورت مسئولہ کا مطلب بھی اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ گاہے گاہے کی غیر حاضری امام کی معاف ہوگی۔ لیکن متبادل انتظام کرے۔

﴿١٤٣﴾ فتـــوی شـــرعـــی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، امامت اور اذان کے فرائض ایک شخص انجام دے سکتا ہے؟۔ سائل حافظ حمید الرحمٰن چک نمبر 36 میانوالی۔

الجواب: برادرم حافظ حمید الرحمٰن آپ کے امام صاحب درست کہتے ہیں یہ طریقہ شریعت میں درست ہے۔ بلکہ اس میں ثواب زیادہ ہے، کہ اذان وامامت ایک مقررہ شخص سرانجام دے۔ الافضل كون الامام هوا لمئوذن و فى الضياء انه عليه السلام اذن فى سفر بنفسه و اقام و صلى الظهر و قد حققناه (الدرالمحتار ص ٣٧٣ ج ١)

﴿١٤٤﴾ فتـوی شـرعـی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ نابینا امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل خالقداد خان نیازی میانوالی

الجواب: اگر نجاست سے محفوظ رہتا ہو اور مسائل صلوٰۃ سے واقف ہے تو امامت اس

کی درست ہے۔ بشرطیکہ علم وتقویٰ میں اس سے بہتر امام میسر نہ ہو۔

درمختار جلداول صفحہ ۱۸ میں ہے، قید کراھة امامة الاعمی فی المحیط و غیرہ بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولیٰ ورد فی الاعمی نص خاص ھو استخلافہ صلے اللہ علیہ و سلم لا بن مکتوم و عتبان علی المدینة و کان اعمیین لانہ لم یبق من الرجال من ھوا صلح منھما ۔ (ردالمحتار ص ۵۳۳ ج ۱)

﴿۱۴۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، اگر کوئی امام شطرنج وتاش وغیرہ جیسے کھیل کھیلتا ہواس کی امامت کیسی ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد نصر خان میانوالی

الجواب: تاش وشطرنج کے ساتھ کھیلنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ پس اگراس کی عادت ہے تو وہ امام بنانے کے لائق نہیں ہے۔

﴿۱۴۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، اگر کسی امام کو بواسیر کی بیماری ہو۔ اس کی امامت میں کیا کوئی حرج پیدا ہو جائے گا یا نہیں؟ اس کو ہر وقت خون کے جاری ہونے کا خوف بھی رہتا ہے۔ بینوا توجروا۔ سائل عظمت اللہ خان سوانس میانوالی۔

الجواب: خون جاری ہونے کے خوف سے وہ شخص معذور شرعاً نہیں ہوسکتا ہے۔ معذور شرعاً اس وقت ہوتا ہے کہ اس کو تمام وقت نماز میں اتنا موقع نہ ملے کہ وضو کر کے بدون اس حدث کے نماز پڑھا سکے۔ جب کہ وہ ابھی معذور نہیں ہوا۔ امامت اس کی درست ہے۔ اس وجہ سے اس کو امامت میں دقت نہ۔ اور جس وقت وہ معذور ہوگا اس وقت وہ امام تندرستوں کا نہیں ہوسکتا۔ اس کی امامت بوقت عذر بالکل ناجائز ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال فی الدرالمحتار وصاحب عذر من به سلس البول ان استوعب عذره تامام وقت صلوٰة مفروضة بان لا يحد فی جمعی اقتها زمناً يتو ضاً و يصلی فيه خالياً عن الحد ث وهذا شرط العذر فی حق الايداء و فی حق البقاء كفی وجوده فی جزء من الوقت و لو مرة (درمختار۔ شامی جلد اول ص٢٠٣ وفی باب الامامت منه ولا طاهر مبعذور هذا ان قارن الوضوء الحدث ۔۔ و صح لو توضا علی الانقطاع و صلی كذلك كا قتداء بمفتصد من خروج الدم ۔۔ شامی جلد اول ص٣٨٩)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۴۷﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ امام مسجد اگر حنفی لڑکے کا نکاح رافضی لڑکی سے پڑھوائے تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔ سائل محمد یوسف نقشبندی میانوالی

الجواب: رافضیہ لڑکی جو تبرا گو ہے اس سے مسلمان لڑکے کا نکاح درست نہیں ہے اور اگر نکاح ہوگیا ہے تو علیحدگی کردی جائے۔ اور جو امام مسجد باوجود علم کے ایسا کرے وہ امام بنانے کے لائق نہیں ہے۔ اگرچہ نماز اس کے پیچھے ہوجاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے۔ اور اگر ایسا امام توبہ نہ کرے تو لائق معزول کرنے کے ہے، ويكره امامة عبد ۔ ۔ و فاسق (درمختار) بل مشی فی شرح المنية ان كراهة نقديمه كراهة تحريم (ردالمحتار ص٥٢٣ ج١)

﴿۱۴۸﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ہمارے محلہ کے امام مسجد دوکاندار ہے اور لوگ اکثر اس سے کم تولنے کی وجہ سے جھگڑا کرتے ہیں کیا وہ امامت کے قابل ہیں یا نہیں؟ نیز جھوٹ بھی بولتا ہے اور کبھی کبھی نماز بھی قضاء کردیتا ہے

اورسودی دستاویز بھی لکھتا ہے۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد افضل نارو میانوالی

الجواب: ایسا شخص امام بنانے کے لائق نہیں ہے۔ اور نماز اس کے پیچھے بحالت مذکورہ مکروہ تحریمی ہے۔ وان کراهة تحريمة ای لفسق کراهة تحريم (ردالمحتار ص ۵۲۳ ج ۱)

پس اہل محلہ واہل مسجد کو چاہئے کہ اس کو معزول کر کے کسی لائق بالا مامتہ کو امام بنادیں۔

نعم اخرج لاحاكم فى مسند مرفوعا ان سركم ان يقبل الله صلوٰتكم۔ فليومكم خيار كم فانهم و فد كم فيما بينكم و بين ربكم (ردالمحتار ص ۵۲۵ ج ۱)

﴿۱۴۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، اگر کوئی امام کسی مقتدیوں کو منافق بتائے اور الزام تراشی کرے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد بخش کالا باغ میانوالی۔

الجواب: اس امام کی بڑی جہالت ہے اور وہ سخت عاصی ہے۔ ایسے امام کو معزول کر دینا چاہیے۔ اس کی پیچھے نماز مکروہ ہے۔

ويكره تقديم العبد والاعرابى ۔ ۔ والفاسق (هديه ص ۱۱۰ ج ۱)۔

﴿۱۵۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے امام مسجد کی قرأت درست نہیں ہے۔ اور ہر جمعہ کو خطبہ دیکھ کر پڑھنے کے باوجود بھول جاتے ہیں۔ (۲) نمازی لوگوں کو فصلی بٹیرے کہہ کر پکارتے ہیں۔

(۳) مسجد کمیٹی کے دس ممبروں میں سے پانچ کو کتا کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مجھے خواب آیا ہے کہ میں مسجد میں کھڑا ہوں اور پانچ کتے مجھے کاٹ رہے ہیں اور پھر

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف اے الہام ہوا ہے کہ یہ پانچ کتے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

(۴) اہل محلّہ کو کنجر کے بچے اور سور کہہ کر پکارتے ہیں کیا ایسا امام امامت کے لائق ہے۔ یا برطرف کرنے کے لائق ہے۔ سائل عمر خان میانوالی عبدالقدوس، رحمت گل، بشیر احمد، نعیم احمد، ظہور احمد۔

الجواب: حدیث شریف میں ہے کہ بہت سے قاری ایسے ہوتے ہیں کہ قرأت کے وقت قرآن ان پر لعنت کر رہا ہوتا ہے۔

حدیث شریف ہے ''جو شخص قرآن تجوید (صحت لفظی) سے نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے۔''

صورۃ مسئولہ میں شِق نمبر (۱) اس کا جواب مندرجہ ذیل چند سطور پر مشتمل ہے۔ یعنی جس امام کی قرات درست نہ ہو وہ قابل امامت نہ ہے۔

صورۃ مسئولہ میں شِق نمبر (۲) اس کا جواب یہ ہے کہ نمازیوں کو فصلی بٹیرا کہنا یہ گالی گلوچ کے مترادف ہے اور حدیث میں ہے سب المسلم فسوق کہ مسلمان (پھر نمازی بھی ہو) کو گالی دینا بدعملی ہے۔ اور ایسا شخص قابل امامت نہیں ہے۔

صورۃ مسئولہ میں شِق نمبر (۳) اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان، نمازی جو اشرف المخلوقات سے ہے۔ کتا ارذل المخلوقات سے کہنا بدترین عمل ہے تو ایسا امام کا مقتدیوں کے لئے اللہ کی بارگاہ مین نمائندہ بنانا ظلم ہے۔ خواب شرعاً اپنے لیے بھی حجت نہ ہے۔ چہ جائیکہ دوسرے کے لیے حجت ہو۔ البتہ خواب / الہام بیان کر کے مسلمان نمازیوں کی دل آزاری کر رہا ہے جو کہ کینہ کی ایک شاخ ہے۔ اور کینہ دار قابل امامت نہیں۔ ہوسکتا اسے خود برطرف ہو جانا چاہیے یا بزورِ بازو برطرف کر دیا

جائے ۔کسی بھی مسلمان بھائی سے کینہ نہ رکھے جس کے دل میں حسد ہو، کینہ ہو، یا بغض ہو اس کو امام نہ بنایا جائے وہ کسی کے عیب کی تلاش میں نہ ہو اور فتنہ پرور شخص امامت کے لائق نہیں ہے ۔

صورۃ مسئولہ میں شق نمبر (۴) ایسے لوگوں کی امامت نہ کرے جو اس کو پسند نہیں کرتے اگر مقتدیوں میں کچھ لوگ اس کی امامت کو پسند اور کچھ نہ پسند کرتے ہیں تو ناپسند کرنے والوں کی تعداد اگر زیادہ ہے تو امام کو خود بخود محراب و ممبر چھوڑ دینا چاہیے ۔ بشرطیکہ مقتدیوں کی ناپسندیدگی حقانیت اور علم و آگہی پر مبنی ہو۔امام جھگڑنے والا زیادہ قسمیں کھانے والا اور لعنت کرنے والا نہ ہو۔اگر کوئی دوسرا اسے جان بوجھ کر اٹھانا چاہتا ہے تو اس سے اس معاملہ میں جھگڑا نہ کرے۔امام (گالی گلوچ دینے والا نہ ہو)

﴿۱۵۱﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، امامت کے لیے قاری افضل ہے یا عالم؟ بینوا توجروا۔ سائل انجم خان میانوالی

الجواب: ''حنفی مسلک کے مطابق ترجیح فقہی عالم کو ہے صرف قاری کو نہیں ہے''

ھدایہ میں ہے، اولیٰ الناس بالا مامة اعلمهم بالسنة۔

اگر صرف قاری کو عالم پر ترجیح ہوتی تو نبی اکرم ﷺ حضرت ابی بن کعب ؓ کو امام مقرر فرماتے جو صحابہ کرام میں سب سے اچھے قاری تھے ۔

جن کے بارے خود حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

'' واقرئهم ابی '' کہ صحابہ میں سب سے اچھے قاری حضرت اُبَیّ بن کعب ہیں عالم کے اقتداء میں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نماز کی فضیلت۔طبرانی شریف میں ایک مرفوع حدیث موجود ہے ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیئومکم اعلم کم کانهم وفدکم ما بینکم و بین ربکم"

یعنی اگر تمہیں یہ بات بھلی لگتی ہو کہ تمھاری نمازیں قبول ہوں تو تمھارے علماء تمھارے امام ہوں۔ کیونکہ وہ تمھارے اور تمھارے رب کے درمیان تمھارے نمائندے ہوتے ہیں۔

صورۃ مسئولہ میں چند ابتدائی باتوں پر غور وخوض کرنا یا کرالینا ضروری سمجھتا ہوں۔

منصب امامت اسلامی مناصب میں سے ہے۔ بلکہ اہم ترین منصب ہے۔امام اللہ اور بندوں کے مابین ایک رابطہ کا ذریعہ ہوتا ہے۔وہ لوگوں کے وکیل،نمائندہ،سفیر کی حیثیت سے بارگاہ الٰہی میں میں سرگوشیاں کرتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے۔"اجعلوا ائمتکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم (کنز العمال)" یعنی تم میں جو اچھے اور بہتر ہوں ان کو اپنا امام بناؤ۔کیونکہ وہ امام تمھارے اور تمھارے رب کے درمیان نمائندے ہوتے ہیں۔دیلمی کی روایت کے الفاظ بھی اس سلسلہ میں قابل توجہ ہیں کہ یعنی مسجد میں سب سے اچھی وہ جگہ ہے جو امام کے پیچھے ہے۔اور اللہ کی رحمت جب نازل ہوتی ہے تو اس کی ابتداء امام سے ہوتی ہے۔پھر وہ رحمت اس شخص پر نازل ہوتی ہے جو امام کے پیچھے ہوتی ہے پھر اس پر جو دائیں جانب ہوں اور پھر بائیں جانب والوں پر پھر پوری مسجد والوں پر پہنچ جاتی ہے۔صحیح مسلم میں ہے " انما الامام جنة"امام ڈھال ہوتا ہے الامام ضمناء یعنی امام ضامن ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ امام کے اوصاف میں ذکر فرماتے ہیں،

(۱) اس شخص کو امام بناؤ جو خود امامت کی خواہش نہ رکھتا ہو۔

(۲) جب اس سے افضل موجود ہو تو امامت سے خود بخود علیحدہ ہو۔

(۳) امام قاری ہو۔ دین کی باتیں سمجھتا ہو۔ سنت سے خوب آگاہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے۔

اپنا دینی معاملہ تم اپنے علماء کے سپرد کر دو اور قاریوں کو اپنا امام بناؤ۔

(۴) امام لوگوں کو عیب جوئی اور غیبت سے اپنی زبان کو روکے

(۵) امام کو لازم ہے کہ بیکار گفتگو نہ کرے۔

﴿۱۵۲﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ موضع پھاتھی پٹھانوالی کی جامع مسجد میں 4 یا 5 سال قبل سے ایک امام مقرر ہے۔ 14 رمضان المبارک کو نماز ظہر کے وقت وہ اپنے گھر جو بالکل ملحقہ مسجد ہے میں موجود تھے۔ ایک ایسا شخص جو اپنے والدین کا گستاخ اور علانیہ بے ادب ہے۔ مقرر امام صاحب کی موجودگی کا علم ہوتے ہوئے بے اجازت جماعت شروع کر دی۔ ابھی تکبیر تحریمہ ہوئی اور امام صاحب بھی آگئے۔ باقی مقتدی جنہوں نے اس کے پیچھے اقتداء نہ کی تھی باآواز بلند کہا استاد جی صاحب آگئے ہیں کچھ نے یہ کہا نماز آپ پڑھائیں۔ اور کچھ نے سلام پھیر کر اقتداء توڑ دی۔ امام صاحب نے کہا ابھی رکوع سجود نہیں ہوا۔ سلام پھیر سکتے ہو۔ بعد میں خود متفقہ طور پر جماعت کروائی۔

(۱) جناب عالی قابل طلب امر یہ ہے کہ کیا مذکورہ شخص بے اجازت امام مقرر کے جماعت کروا سکتا ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) کیا مقتدی سلام پھیر کر نماز توڑ سکتے تھے اور امام مقرر کی اقتدا میں متفقہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(۳) کیا امام کہہ سکتا تھا کہ سلام پھیر دو۔ بینوا توجروا۔ سائل حافظ محمد انور موضع پھاتھی پٹھانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ کا جواب باصواب یہ ہے کہ امام مقرر کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بھی جماعت کرانے کا مجاز نہیں ہے۔ جب دوسرا شخص امام مقرر کی اجازت کے بغیر جماعت کرائے تو اس کے پیچھے مقتدیوں کی اقتداء صحیح نہیں ہے۔ اگر امام مقرر آ جائے تو اسے جماعت کرانے کا حق ہے اور پہلی جماعت کو چھوڑنا اور اصل امام کی اقتداء میں باجماعت ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر امام مقرر نماز توڑنے کا نہ کہے پھر بھی نماز توڑنا ضروری ہے۔ اگر امام مقرر نماز توڑنے کا کہہ دے تو پھر بطریق اولیٰ سابقہ جماعت کو چھوڑنا ضروری ہے۔ امام مقرر کا توڑنے کا اعلان کرنا اس میں کچھ قباحت نہ ہے۔ خصوصاً یہ امور اس وقت امام مقرر کو لازم ہیں جب کہ بے اجازت امام مقرر جماعت کرانے والا فاسق معلن ہو چکا ہے جیسا کہ صورت مسئولہ میں مذکور ہے کہ امام بننے والا بے ادب اور گستاخ والدین ہے کہ مقتدیوں پر اصل امام کا انتظار لازم ہے اور امام مقرر کی طرف سے یہ واضح ہو کہ اگر میں اتنے وقت تک نہ پہنچوں تو آئے فلاں تم جماعت کروا دیا کرو تا کہ لوگ انتشار کا شکار نہ ہوں۔

﴿۱۵۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر ایک گاؤں کی اغلب آبادی گاؤں کے مولوی صاحب کے خلاف ہو اور گاؤں کے زیادہ لوگوں کی باجماعت نماز صرف مذکورہ مولوی صاحب کی وجہ سے چھوٹ جاتی ہو۔ کچھ لوگ گھر میں نماز پڑھ لیتے ہوں اور کچھ جماعت کے بعد مسجد میں تو مذکورہ مولوی صاحب کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا۔ سائل فصیح اللہ میانوالی۔

الجواب: اگر کسی مسجد کی آبادی کی اکثریت مولوی (امام) صاحب کے خلاف ہو جائے تو اس کی نماز مقبول نہیں۔

حدیث شریف میں ھے "عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ثلاثۃ لا تقبل منھم صلاتھم من تقدم قوما وھم لہ کارھون (الحدیث رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ)"

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین آدمیوں کی نماز مقبول نہیں ان میں سے ایک وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرواتا ہو حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں۔

فتاویٰ قاضی خان کی عبارت ملاحضہ ہو، **ترجمہ:** حضرت حسن بصریؒ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے لکھتے ہیں، کہ انہوں نے فرمایا جو شخص کسی قوم کی امامت کراتا ہے اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس کی نماز ہنسلی سے آگے تجاوز نہیں کرتی۔

﴿۱۵۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

محلہ کے کچھ لوگوں نے امام مسجد پر زنا کی تہمت لگائی ہے اور وہ لوگ امام مسجد سے صفائی مانگتے ہیں ورنہ نماز وغیرہ اس کے پیچھے پڑھنے کو تیار نہیں شرعا اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(سائل مسعود خان میانوالی۔)

الجواب: شرعاً زنا کی تہمت کے لیے چار گواہ ضروری ہیں اگر گواہ موجود نہ ہوں تو امام مسجد پر کوئی حلف نہیں بلکہ تہمت لگانے والے جھوٹے متصور ہوں گے۔ اور عندالشرعیہ حد قذف کے مستحق ہوں گے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے، "قال اللہ تعالیٰ، " لو لا جاؤ علیہ باربعۃ

شہداء فاذ لم یا توا بالشہداء فاؤلئک عند اللہ ہم الکاذبون۔ "

(سورۃ نور آیت نمبر ۱۲ پارہ ۱۸)



الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الصلوٰۃ

(نماز کا بیان)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۵۵﴾ فتویٰ شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر ٹیلی ویژن پر نماز پڑھائی جارہی ہو اور یہ نشریات Live آرہی ہوں تو کیا ایسے امام کے پیچھے جماعت ہوجائے گی؟　　　بینوا توجروا۔ سائل خان زمان خان میانوالی

الجواب: نماز کوئی مشینی عمل نہیں ہے بلکہ ایک عبادت ہے جس میں انسان اپنے پورے وجود، ظاہری اور باطنی کیفیت، قلب و روح، دل و دماغ، زبان، اعضاء و جوارح اور حرکات و سکنات کے ساتھ خدا کے حضور بچھ جاتا ہے۔ یہ خدا سے ہمکلامی (مناجات) اور قلب کے خوف و عاجزی سے لبریز ہونے (خشوع) کا اظہار اور نشان ہوتا ہے۔ امام جو کچھ بولتا ہے وہ گویا غایت درجہ احترام و ادب اور خوف و محبت کے ساتھ اپنے مقتدیوں کی بات خدا تک پہنچانے کا کام کرتا ہے۔ ٹیلی ویژن کی امامت میں جو نماز ہوگی وہ محض ایک مشینی حرکت ہوگی۔ اس میں وہ خوف و خشیت، تواضع و انکسار، ادب و شائستگی اور خوف و رجاء کہاں ہوسکتا ہے۔ اس لیے فقہی نقطہ نظر سے ہٹ کر عبادت و بندگی کی روح اور اس کی شان و کیفیت بھی اس کے مغائر ہے کہ انسان ان مصنوعی کل پرزوں کی اقتداء میں نماز ادا کرنے لگے۔

فقہی اعتبار سے اقتداء صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان شارع عام بڑی نہر یا کسی پل وغیرہ فاصل نہ ہو، اتنے فاصلہ کی موجودگی میں اقتداء درست نہ ہوگی۔

(الفتاویٰ الندیہ ج ۱ ص ۴۵)

یہی حکم ٹیلی ویژن میں بھی ہے کہ اگر اصل امام اور مقتدیوں کے درمیان صفوں کے تسلسل کے بغیر اس قدر فصل ہو تو اقتداء درست نہ ہوگی۔ اور اگر بڑا مجمع ہو، صفوں کا تسلسل بھی قائم ہو۔ البتہ نماز گاہ

میں آسانی اور نقل وحرکت کے اندازہ کے لیے مختلف جگہ ٹیلی ویژن لگا دیئے جائیں تو نماز ہو جائے گی۔لیکن یہ عمل کراہت سے خالی نہ ہوگا۔اس لیے کہ ٹی وی کی فقہی حیثیت سے قطع نظر نماز کے سامنے اس طرح صورتوں کا آنا بجائے خود بھی مکروہ ہے اور اس لیے بھی کہ اس سے خشوع متاثر ہو گا۔جہاں تک نقل وحرکت کی اطلاع کا مسئلہ ہے تو وہ لاؤڈ سپیکر سے بھی ممکن ہے۔

﴿۱۵۶﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کیا مصورہ کپڑوں میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔سائل اختر خان میانوالی

الجواب: اس زمانے میں تصویر کشی اور فوٹو گرافی کے رجحان میں جو اضافہ ہوا ہے۔اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ مصور کپڑے بھی تیار ہونے لگے ہیں۔ان کپڑوں کا استعمال بجائے خود تو مکروہ ہے ہی نمازوں میں ان کا استعمال کچھ زیادہ ہی ناپسندیدہ ہے۔پہلے زمانے میں ایسے کپڑے پہننے کا رواج تو نہ تھا لیکن ازراہ زینت بچھانے اور لٹکانے کا رواج تھا۔فقہاء نے اس صورت کو صراحۃً مکروہ قرار دیا ہے۔

علامہ علاء الدین حصکفی نماز میں مکروہ باتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ان یکون فوق راسه او بین یدیه او بحذائه یمنة او یسرة او محل سجوده تمثال۔ مکروہات نماز میں سے یہ بھی ہے کہ سر کے اوپر یا سامنے یا دائیں یا بائیں جانب یا اس کے سجدہ کی جگہ تصویر ہو۔

لہٰذا جب مصورہ فرش اور پردوں کا یہ حکم ہے تو اس کا پہننا بھی مکروہ قرار پائے گا۔

﴿۱۵۷﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ننگے سر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔سائل اشرف میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: آج کل ننگے سر نماز پڑھنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ اسلام میں ٹوپی یا عمامہ وغیرہ کی حیثیت ایک طرحِ اہل تقویٰ کے شعار کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کا عام معمول عمامہ پہننے کا تھا۔ گو بعض روایتیں ایسی موجود ہیں کہ آپ ﷺ نے صرف ایک کپڑے میں نماز ادا فرمائی ہے۔ لیکن آپ کے عام معمول کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ عمل کسی عذر کی بنا پر ہوگا۔ علامہ آلوسی، روح المعانی ج ۸ ص ۱۰۹ پر لکھتے ہیں، "و کان نبی صلی الله علیه وآله وسلم بامر بستر الراس فی الصلوٰة بالعمامة او انقلنسوة و ینهی عن کشف الراس فی الصلوٰة۔" نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

یہی بات شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادۃ ص ۴۳۶ میں نقل فرمائی ہے۔

ایک سوال کے جواب میں امام اہلسنت لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی سنت کریمہ نماز مع کلاہ و عمامہ ہے اور فقہاء کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے،

۱۔ اگر یہ بہ نیت تواضع و عاجزی ہو تو جائز

۲۔ بوجہ کسل (سستی) ہو تو مکروہ

۳۔ اگر معاذ اللہ نماز کو بقدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر

بلا عذر کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔ (درمختار ص ۸۷)

چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں؛ "و صلوٰته حاسرا ای کا شفا رأسه للتکاسل ولا باس للتذلل و اما لـلا هانة بها فکفرو لو سقطة قلنسوته فاعادتها افضل الا اذا احتاجت لتکریر

او عمل کثیر۔" از راہ سستی کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر تواضع مقصود ہو تو مضائقہ نہیں اور اگر توہین نماز مقصود تھی تب تو کفر ہے۔ نیز اگر نماز میں ٹوپی گر جائے تو اگر عمل کثیر وغیرہ کے بغیر پہن لینا ممکن ہو تو نماز ہی میں دوبارہ ٹوپی پہن لینی چاہیے۔

ننگے سر نماز پڑھنے میں غیر مقلدین کا مؤقف: مجلہ اہل حدیث جلد ۱۵ شمارہ ۲۲ میں لکھتے ہیں، ننگے سر نماز ہو جاتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جواز ملتا ہے مگر بطور فیشن لاپرواہی اور تعصب کی بنا پر مستقل اور ابدالآباد کے لیے یہ عادت بنا لینا جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جا رہا ہے، ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود یہ عمل نہ کیا ہے۔

قرآن پاک میں ہے، یبنی آدم خذو از ینتکم عند کل مسجد (اعراف)

ترجمہ: اے اولاد آدم تم ہر نماز کے وقت زینت (خوبصورت لباس) پہن لیا کرو۔

روایت ہے کہ جب حضرت امام حسنؓ نماز پڑھنے جاتے تو نہایت عمدہ لباس پہنتے، ان سے کہا گیا ابن رسول ﷺ آپ اس قدر عمدہ لباس کیوں پہنتے ہیں، "اللہ جمیل و یحب الجمال "فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے تو میں اپنے رب کے لیے جمال اختیار کرتا ہوں۔

(ہفت روزہ الاعتصام جلد ۱۱ شمارہ ۱۸)

﴿۱۵۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ سفر شرعی کی مسافت کیا ہے؟　　　　بینوا توجروا۔ سائل امجد خان میانوالی

الجواب: سفر شرعی کے سلسلہ میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ کم از کم چار برید کی مسافت ہونی چاہیے۔　　　(جواہر الفقہ ص ۴۳۸)

اور امام اہلسنت" صاحب کی رائے ہے کہ ایک برید ۱۲ میل کے مساوی ہے۔ اس طرح مسافت سفر ۴۸ میل ہوئی۔ امام ابو حنیفہ" کے یہاں اس معاملہ میں مسافت کا اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ وقت کا ہے کہ اتنا طویل راستہ جسے تین دونوں میں اونٹ یا اس رفتار کی سواری سے طے کیا جا سکے اور وہ بھی اس طرح کہ صرف دن میں معمول کے مطابق ٹھہرتے ہوئے چلا جائے اور رات میں چلنا موقوف کر دیا جائے۔ (فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ ہندیہ) احناف نے ایک متعین مسافت کی بجائے اوقات کے ذریعہ مسافت سفر کا تعین اس لیے کیا ہے کہ راستہ کے لحاظ سے ایک ہی مسافت اپنی دشواری کے لحاظ سے یکساں برقرار نہیں رہتی۔ مثلاً ۴۸ میل کا سفر پہاڑی علاقوں میں اور ہموار خطوں میں رفتار کے اعتبار سے بڑا فرق رکھتا ہے۔

تین دنوں کے سفر کی مسافت کا تعین ہر آدمی کے کے لیے دشوار ہے دوسرے ہندو پاک میں اور موجودہ سڑکوں کے نظام میں راستوں کا یہ فرق نہیں یا بہت کم رہ گیا ہے۔ اس لیے علماء ہند نے اسے ۴۸ میل کی مسافت پر فیصلہ کیا ہے۔ ۴۸ میل سے کم مسافت پر سفر شمار نہیں ہوگا اور نہ قصر کی گنجائش ہوگی۔ یہ مسافت نہ صرف عام سواریوں میں ہے بلکہ تیز رفتار ذرائع مواصلات ٹرینوں، ہوائی جہازوں اور سمندری جہازوں کے سلسلہ میں بھی ہے۔ چاہے یہ مسافت ان کے ذریعہ کتنے ہی کم وقت میں کیوں نہ طے پا جائے۔ سفر ہوگا۔ نماز میں قصر کیا جائے گا۔ روزہ نہ رکھنا درست ہوگا اور تمام احکام مسافروں کے ہوں گے۔

﴿۱۵۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ خصوصاً گرمیوں کے موسم میں لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ باریک کپڑے پہن کر نماز پڑھتے ہیں نیز

عورتیں بھی باریک کپڑے زیب تن کر کے نماز پڑھتی ہیں کیا ان کپڑوں میں نماز ہو جاتی ہے۔؟

بینوا توجروا۔ سائل محمد سلیم اللہ خان میانوالی

الجواب: مرد کو ناف سے گھٹنوں تک بدن چھپانا فرض ہے۔ لہٰذا اتنی باریک دھوتی یا لنگی پہن کر نماز پڑھی کہ جس سے بدن کی رنگت جھلکتی ہے تو نماز بالکل نہیں ہوتی۔ اور بعض لوگ جو دھوتی اور لنگی کے نیچے جانگھیا پہنتے ہیں تو اس سے ران کا کچھ حصہ تو چھپ جاتا ہے مگر پورا گھٹنا اور ران کا کچھ حصہ باریک دھوتی اور لنگی کے نیچے سے جھلکتا ہے تو اس صورت میں بھی نماز نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ گھٹنے کا چھپانا بھی فرض ہے۔

حدیث شریف میں ہے الرکبۃ من العورۃ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۵۴ میں ہے، العورۃ للرجل من تحت السرۃ حتی تجاوز رکبتیہ فسرتہ لیست بعورۃ عند علمائنا الثلاثۃ ورکبتہ عورۃ عند علمائنا جمیعا ھکذا فی المحیط۔

پھر اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ہے الثوب الرقیق الذی یصف ما تحتہ لا یجوز الصلاۃ فیہ کذا فی التبیین اور اتنا باریک دوپٹہ اوڑھ کر عورتوں کی نماز نہیں ہوتی کہ جس سے بال کا رنگ جھلکے۔ اس لیے کہ عورتوں کے لیے بالوں کا چھپانا فرض ہے۔ بلکہ منہ، ہتھیلی اور پاؤں کے تلوؤں کے علاوہ پورے جسم کا چھپانا ضروری ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۵۴ میں ہے۔ بدن الحرۃ عورۃ الا وجھھا وکفیھا وقدمیھا کذا فی المتون وشعر المراۃ ما علی راسھا عورۃ واما المسترسل ففیہ روایتان الاصح انہ عورۃ کذا فی الخلاصۃ وھو الصحیح وبہ احسن الفقیہ ابو اللیث وعلیہ الفتوی کذا فی معراج

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الـــــدرایۃ۔ اور بہار شریعت حصہ سوم ص ۴۳ پر ہے اتنا باریک دوپٹہ جس سے بال کی سیاہی چمکے عورت نے اوڑھ کر نماز پڑھی نہ ہوگی جب تک کہ اس پر کوئی ایسی چیز نہ اوڑھے جس سے بال وغیرہ کا رنگ چھپ جائے۔

﴿۱۶۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے امام صاحب محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے ہیں۔ ہمارے محلّہ کے یہ نے کہا گر امام صاحب کے پاؤں محراب کے اندر ہوں تو نماز مکروہ ہوگی کیا یہ درست کہتے ہیں۔؟ بینوا توجروا۔

(سائل غلام قادر خان ولد غلام حسن خان میانوالی)

الجواب: امام کو بلا ضرورت محراب میں اس طرح کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہوں مکروہ ہے۔ ہاں اگر پاؤں باہر اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح امام کا در میں کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے۔ لیکن پاؤں باہر اور سجدہ در میں ہو تو کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ در کی کرسی بلند نہ ہو اس لیے کہ اگر سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے چار گرہ زیادہ اونچی ہو تو نماز بالکل نہ ہوگی۔ اور اگر چار گرہ یا اس سے کم بقدر ممتاز بلند ہے تو بھی کراہت سے خالی نہیں۔ اور بے ضرورت مقتدیوں کا در میں صف قائم کرنا سخت مکروہ ہے و باعث قطع صف ہے اور قطع صف ناجائز ہے۔ ہاں اگر کثرت جماعت کے سبب جگہ میں تنگی ہو اس لیے مقتدی در میں اور امام محراب میں کھڑے ہوں تو کراہت نہیں۔ اسی طرح اگر بارش کے سبب پچھلی صف کے لوگ دروں میں کھڑے ہوں تو کوئی حرج نہیں کہ یہ ضرورت ہے اور "الـــضــرورات تبیح المحظورات" رہا تنہا نماز پڑھنے والا تو وہ بلا ضرورت بھی محراب و در میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا

ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۴۲)

﴿۱۶۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ امام نے نماز پڑھائی، مقتدی نے اپنے غلط خیال سے یا بھول سے لقمہ دیا لیکن امام نے اپنے صحیح خیال کے مطابق مقتدی کا لقمہ رد کرتے ہوئے نماز ختم کی۔ تو اس لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز میں نقص ہوا یا نہیں؟۔ اگر نقص ہو تو نماز کے اعادہ کی ضرورت ہے یا نہیں۔؟۔(بینوا توجروا۔ سائل محمد شفقت اللہ خان میانوالی۔)

الجواب: اپنے امام کو بوقت حاجت لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز میں کوئی نقص نہیں آتا اگرچہ لقمہ دینے میں اس سے سہواً غلطی ہوگئی ہو۔ اس کو نماز کے اعادے کی بھی حاجت نہیں۔

﴿۱۶۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے میں ایڑی کو رکوع میں سرین سے علیحدہ کرنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل قمر الزمان میانوالی

الجواب: رکوع میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی حالت میں جھکنے کی انتہا تصریحات کتب فقہ سے اس قدر ثابت ہے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ فان رکع جالسا ینبغی ان تحاذی جبهته رکبتین لیحصل الرکوع ولعل مراده انحناء الظهر عملا بالحقیقة لا انه یبالغ فیه حتی یکون قریبا من السجود له۔ (طحطاوی مصری ص۱۳۳ ج۱)

اگر بیٹھ کر رکوع کیا تو لائق یہ ہے کہ اپنی پیشانی کو اپنے دونوں گھٹنوں کے مقابل کرے تاکہ رکوع حاصل ہو۔ اس سے مراد پشت کا جھکانا ہے۔ حقیقت پر عمل کرتے ہوئے نہ یہ بات کہ رکوع میں اتنا مبالغہ کرے کہ سجدہ کے قریب ہو جائے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ ابن عابدین برجندی سے ردالمحتار میں ناقل ہیں (ردالمحتار مصری ص ۳۱۳ ج ۱)

اگر بیٹھ کر رکوع کیا تو لائق یہ ہے کہ اپنی پیشانی کو اپنے دونوں گھٹنوں کے مقابل کرے تاکہ رکوع حاصل ہو۔ میں کہتا ہوں شاید کہ اسے تمام رکوع پر عمل کیا جائے ورنہ تو نے جان لیا کہ رکوع کا حصول پشت کے جھکانے اور سر کے نیچے کرنے سے ہو جاتا ہے۔

میری نظر میں ایڑی کو سرین سے جدا کرنے کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ لیکن ان عبارات پر غور کرنے کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں رکوع کی فرضیت تو صرف پشت کے جھکا دینے سے ادا ہو جائے گی اور اس جھکنے کی انتہا یہ ہے کہ پیشانی کو گھٹنوں کے مقابل کر دیا جائے اور یہ تقابل سرین کو ایڑی سے جدا کئے ہوئے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ تو پھر سرین کو ایڑی سے علیحدہ کرنے کی کونسی ضرورت داعی ہے۔ نیز اگر سرین کو ایڑی سے جدا کر کے پیشانی کو گھٹنے کے مقابل کیا جاتا ہے تو اقرب من السجود ہو جاتا ہے اور اس کی ممانعت عبارت طحطاوی سے گزری۔ اور سرین کو ایڑی سے بغیر جدا کئے ہوئے جب پیشانی کو گھٹنوں کے مقابل کیا جاتا ہے تو ہیت سجدہ سے بالکل امتیاز ہو جاتا ہے اور رکوع سجود کا امتیاز شرعاً مطلوب ہے۔

طحطاوی میں ہے، وجعل ایمائه للسجود اخفض من ایمائه للرکوع تمیزا بینهما۔

تو مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ سرین کو ایڑی سے جدا نہ کیا جائے۔ اس میں کسی حکم شرعی کی مخالفت بھی لازم نہیں آتی ہے۔ تو بلا کسی تصریح کے کس طرح سرین کو ایڑی سے جدا کرنے کا حکم دیا جائے۔

لہٰذا خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ایڑھی کو سرین سے جدا نہ کیا جائے۔ جھکنا پایا جائے رکوع ہو جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

﴿۱۶۳﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ قرآن پاک کو آہستہ پڑھنے کی مقدار کیا ہے۔ کیا صرف ہونٹ ہلانے سے نماز ہوگی یا نہ؟۔

(بینوا توجروا۔ ظفر اللہ خان نیازی میانوالی)

الجواب: قرآن آہستہ پڑھنے کا ادنی درجہ یہ ہے کہ خود سنے۔ اگر صرف ہونٹ ہلائے یا اس قدر آہستہ پڑھے کہ خود نہ سنے تو نماز نہ ہوگی۔ بہار شریعت حصہ سوم ص ۶۹ میں ہے" آہستہ پڑھنے میں بھی اتنا ضروری ہے کہ خود سنے۔ اگر حروف کی تصحیح تو کی مگر اس قدر آہستہ کہ خود نہ سنا اور کوئی مانع مثلاً شور وغل یا ثقل سماعت بھی نہیں تو نماز نہ ہوئی۔

فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۶۵ میں ہے ان صحح الحروف بلسانه ولم يسمع نفسه لا يجوزوبه اخذ عامة المشائخ هكذا في المحيط وهو المختار هكذا في السراجية وهو الصحيح هكذا في التقاية۔

﴿۱۶۴﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ایک ضروری مسئلہ کی وضاحت کر دیں کہ کیا عورتیں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتی ہیں۔ اکثر عورتیں بیٹھ کر فرض اور نوافل ادا کرتی ہیں۔ کیا ان کی نماز ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل ظفر اللہ خان ولد دلدار خان میانوالی

الجواب: فرض، وتر، عیدین اور سنتِ فجر میں قیام فرض ہے یعنی بلا عذرِ صحیح یہ نمازیں بیٹھ کر پڑھی گئیں تو نہ ہوں گی۔ بحر الرائق ص ۲۹۲ میں ہے، "وهو فرض في الصلاة للقادر عليه في الفرض وما هو ملحق به ـ" فتاویٰ عالمگیری ص ۶۴ جلد اول میں ہے" وهو فرض في صلاة الفرض والوتر هكذا في الجوهرة النيرة والسراج الوهاج ـ"

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شامی جلد اول ص ۲۹۹ میں ہے "وسنة الفجر لا تجوز قاعدا من غير عذر بإجماعهم كما هو رواية الحسن عن أبي حنيفة كما صرح به في الخلاصة۔"

اور بہار شریعت حصہ سوم ص ۶۹ میں غنیۃ سے ہے اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔ اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے اگر چہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔ جس طرح نماز میں قیام مردوں کے لیے فرض ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی فرض ہے۔ لہٰذا فرض و واجب تمام نمازیں جن میں قیام ضروری ہے بغیر عذر صحیح بیٹھ کر نہیں ہو سکتیں۔ جتنی نمازیں باوجود قدرت قیام بیٹھ کر پڑھی گئیں ان سب کی قضا پڑھنا اور توبہ کرنا فرض ہے۔ اگر قضا نہیں پڑھیں گی اور توبہ نہیں کریں گی تو سخت گنہگار اور مستحق عذاب نار ہوں گی۔ ہاں نفل نمازیں بیٹھ کر پڑھی جا سکتی ہیں مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ اس لیے کہ کھڑے ہو کر پڑھنے میں بیٹھ کر پڑھنے سے دگنا ثواب ہے اور وتر کے بعد جو دو رکعت پڑھی جاتی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔

﴿۱۶۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ نماز پڑھتے وقت خیال کس طرف ہونا چاہے اور نگاہ کس مقام پر ہونی چاہے اور آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔ اور اگر ضروری ہے تو کس طریقے سے آنکھیں کھول کر پڑھنے سے کیا تصور کریں؟۔ (بینوا توجروا۔ سائل کریم نواز خان میانوالی)

الجواب: نماز میں آنکھیں کھلی ہوئی رکھی جائیں۔ اور نگاہ قیام میں سجدہ کی جگہ کی طرف اور رکوع میں قدم کی پشت کی طرف اور سجدہ میں ناک کی طرف اور قاعدہ میں گود کی طرف۔ اور

پہلے سلام میں داہنے کندھے اور دوسرے سلام میں بائیں کندھے کی طرف رکھے۔ اور آنکھوں کو بند رکھنا مکروہ ہے۔ مگر جب آنکھیں کھلی ہوئی رکھنے میں خیالات منتشر ہوتے ہوں اور خشوع نہ ہوتا ہو تو بند رکھ سکتا ہے بلکہ ایسے شخص کے لیے اولیٰ یہ ہے کہ انہیں بند ہی رکھے۔

اب باقی رہا خیال تو اس کی پوری توجہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رہے۔ اور ارکان نماز ادا کرنے مین حضور علیہ السلام کے افعال کی مطابقت کا پورا خیال کرے۔ اور قرآت وتشہد اور درود شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب توجہ کرے کہ وہ درگاہِ الٰہی کا واسطہ ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال کا لے جانا اللہ تعالیٰ کی طرف خیال لے جانے کے منافی نہیں۔ جیسے حضور کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ حدیث شریف میں ہے، جعلت ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی نقلہ القاضی فی شفائہ۔

﴿١٦٦﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے گھر میں گھڑی ہے۔ جب میں نماز پڑھتی ہوں تو بعض اوقات اچانک نظر پڑ جاتی ہے بعض اوقات خود اس کی طرف نظر کر کے ٹائم دیکھ لیتی ہوں۔ کیا ایسا کرنے سے میری نماز ٹوٹ جاتی ہے، نیز نماز میں تحریر پڑھ لینے کا کیا حکم ہے؟ (بینوا توجروا۔ سائلہ پروین اختر میانوالی۔)

الجواب: نماز دراصل اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور مخاطبت کا وقت ہے اس قت کسی اور طرف توجہ کرنا بالکل اس طرح ہے کہ ایک شخص کو آپ اپنی طرف متوجہ کریں اور پھر آپ کسی اور کام میں مشغول اور اس کی طرف سے بے توجہ ہو جائیں۔ اسی لیے نماز جیسی عبادت کا صحیح تقاضہ تو یہ ہے کہ اس وقت آدمی اپنے آپ کو کلیتہً خدا کی طرف یکسو کر لے اور قصداً وقت وغیرہ نہ دیکھے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن اگر کوئی شخص وقت دیکھ ہی لے اور سمجھ لے، البتہ زبان سے اس کا تلفظ نہ کرے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ چانچہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۵۳ میں ہے، "لو نظر فی کتاب من الفقه فی صلوٰۃ وفهم لا تفسد صلوته بالا جماع كذافی التا تار خانیه و اذا كان المكتوب علی المحراب غير القرآن فنظر المصلی الى ذالك وتامل وفهم فعلى قول ابی یوسف لا تفسد و به اخذ مشائخنا۔"

اگر کوئی شخص دوران نماز فقہ کی کسی کتاب میں سے کچھ حصہ دیکھ لے اور سمجھ لے تو بالا جماع نماز فاسد نہیں ہو گی۔ فتویٰ تاتار خانیہ میں ایسے ہی لکھا ہے اور جب محراب پر قرآن کے علاوہ کوئی دوسرے چیز لکھی ہو نمازی اسے دیکھے اس پر غور کرے اور پھر سمجھ لے تو امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ نماز فاسد نہیں ہو گی۔ اور مشائخ احناف نے اسی رائے کو قبول کیا ہے۔

﴿۱۶۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کیا نماز میں الحمد امام کے پیچھے پڑھنی چاہیے یا نہیں؟۔ کچھ لوگ احادیث کا حوالہ دیکر یہ بات ثابت کرتے ہیں۔ وضاحت سے جواب عنایت فرمائیں (بینوا توجروا۔ سائل بشیر احمد میانوالی)

الجواب: ہمارے ملک میں امام کے پیچھے بھی الحمد پڑھنے والے بالعموم غیر مقلدین ہیں۔ قرآت خلف الامام کا مسئلہ لیجئے اس میں جس قدر احادیث وارد ہیں اور جو حکم قرآنی موجود ہیں سب پر نظر رکھ کر فیصلہ کرنا آج تک نہ کسی غیر مقلد کو نہ میسر آ سکا۔ بغیر تطبیق احادیث پر عمل ممکن نہیں۔ مشکوۃ شریف میں بروایت مسلم لائے ہیں، "عن ابی هريره و قتادة فالا قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا قرء فانصتوا۔" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ وقتادہ سے

مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب امام قرات کرے تو خاموش رہو۔

حضرت شیخ محقق اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ "هذا دليل على مذهب ابی حنيفة فی مع قراة الفاتحة عليه سواء كانت الصلوة جهرية او سرية۔"

یعنی یہ حدیث دلیل ہے مذہب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مقتدی کو امام کے پیچھے قرات سے منع کرنے اور اس پر فاتحہ قرأت کے واجب نہ ہونے میں۔ ابوداؤد ونسائی، ابن ماجہ، احمد، بزار، ابن عدی وغیرہ محدثین روایت کرتے ہیں، "عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انما جعل الامام ليوتم به فاذا اكبر فكبر و افاذا قرأنا نصتوا (نسائی جلد اول صفحه ١٤٦)" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے تو وہ جب تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تم خاموش رہو۔ مرقات المفاتیح اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں، یعنی الاہتمام فی القرأۃ اقتدا اور امام کی پیروی قرأت میں خاموش رہنے سے ہوسکتی ہے نہ کہ پڑھنے میں۔

مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں ہے، "عن جابر بن عبدالله قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من صلى خلف امام فان قراءة الامام له قرأة۔"

ترجمہ: جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ فرمایا حضور ﷺ نے جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو بیشک امام کا قرأت کرنا اس کا قرأت کرنا ہے۔ "وفيه ايضا عن وائل قال سئل عبدالله ابن مسعود عن القرأة خلف الامام قال انصت فان فی الصلوة شغلا سيكفيك ذالك الامام۔" ترجمہ: ابووائل سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرأۃ خلف الامام کا مسئلہ پوچھا گیا فرمایا خاموش رہو (یعنی امام کے پیچھے قرأۃ نہ کر) بیشک نماز میں ایک شغل ہے امام کا قرأۃ کرنا تیرے لیے کافی وافی ہے۔

"ایضاً حدیث۔ان عبدا للہ ابن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فی ما یجھر فیہ و فیما یخافت فیہ فی الاولین ولا فی الاخرین۔"

ترجمہ: یعنی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ جہری نماز میں نہ سری نماز میں نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ پچھلی دو رکعتوں میں۔

طحاوی نے بروایت علقمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔"قال لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئی فماہ ترابا۔" ترجمہ: جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے کاش کہ اس کا منہ خاک سے بھر دیا جائے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،"قال لیت فی فم الذي یقرأ خلف الامام حجر۔" ترجمہ: کاش کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں پتھر بھر دیئے جاتے۔ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے بلکہ خاموش رہنا چاہیے۔صحابہ کرام کا عمل یہی تھا۔

﴿۱۶۸﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ رمضان المبارک میں تراویح کے اندر ختم کلام پاک کے وقت تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی جاتی ہے تو آیا یہ تین مرتبہ پڑھنا شرع شریف سے ثابت ہے یا محض حفاظ کا طریقہ؟۔

(بینوا توجروا۔ سائل عبدالرزاق متعلم جامعہ اکبریہ میانوالی)

الجواب: قل ھو اللہ شریف کا ختم تراویح میں تین مرتبہ پڑھنا محض حفاظ کا طریقہ نہیں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بلکہ متاخرین نے امر مستحب قرار دیا ہے۔

چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب غنیۃ میں ہے "وقرأۃ قل ھو اللہ احد ثلث مرات لم یستحسنھا بعض المشائخ وقال الفقیۃ ابو الیث ھذا شی استحسنہ اھل القرآن وائمۃ الامصار فلاباس بہ۔"

﴿۱۶۹﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ سجدہ میں اگر ناک زمین پر نہ لگے تو نماز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ سائل حافظ محمد سلیمان میانوالی

الجواب: سجدہ میں ناک زمین پر لگا کر ہڈی تک دبانا واجب ہے تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ اسکی ناک زمین پر نہ لگی یا زمین پر تو لگی مگر ناک کی ہڈی تک نہ دبی و نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی۔ اسی طرح فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۵۵۶ اور بہار شریعت حصہ سوم ص ۷۱ میں ہے۔

﴿۱۷۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ سجدہ میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے یا صرف انگلیوں کا سر زمین سے لگا رہا اور ان کا پیٹ نہ لگا تو کیا نماز ہوگی یا نہ؟۔ (بینوا توجروا۔ سائل قاری افضل احمد متعلم جامعہ اکبریہ)

الجواب: اگر سجدہ میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے یا صرف انگلیوں کے سرے زمین سے لگے اور کسی انگلی کا پیٹ بچھا نہیں تو اس صورت مین نماز بالکل نہیں ہوگی۔ اور اگر ایک دو انگلیوں کے پیٹ زمین سے لگے اور اکثر کے پیٹ نہیں لگے تو اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہوگی۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۹۴ میں ہے۔ "اگر ہر دو پائے بردارد

اللھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

نماز فاسد ست و اگر یک پائے بردار و مکروہ ست۔"

درمختار مع ردالمحتار جلد اول ص ۳۱۲ میں ہے "وضع اصبع واحدۃ منهما شرط۔"

اسی جلد کے ص ۳۵۱ پر ہے "فیه یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلة لم تجزوا الناس عنه غافلون۔"

فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۵۵۶ پر ہے، سجدے میں فرض ہے کہ کم از کم پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگا ہو اور ہر پاؤں کی اکثر انگلیوں کا پیٹ زمین پر جما ہونا واجب ہے۔

اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ الرحمان تحریر فرماتے ہیں، پیشانی کا زمین پر جمنا سجدہ کی حقیقت ہے۔ اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط۔ تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے نماز نہ ہوئی بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی جب بھی نہ ہوئی، اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں۔

﴿۱۷۱﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے امام مسجد بھول کر نماز میں آواز تراویح میں جہاں لفظ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتا ہے وہاں صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیتے ہیں۔ کیا نماز صحیح ہوتی ہے۔؟ سائل حاجی عبدالرؤف خان محلہ نور پورہ میانوالی۔)

الجواب: بلاشک وشبہ نماز صحیح ہوئی کہ درود شریف ایسا کلام نہیں کہ نماز کا نقصان کردے۔ بدائع صنائع ص ۱۶۴ جلد ۱ بحرالرائق ص ۹۷ میں ہے۔ "والنظم من البدائع ولا یعقل تمکن النقصان فی الصلوٰۃ بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم"

غنیۃ ص ۴۲۰، شامی ص ۵۸۱ جلد ۱ میں ہے "لان نفس تعظیم اللہ تعالیٰ والصلوۃ علی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

النبی علیه السلام لا ینفی الصلوٰة فلا یفسدها"

بلکہ آیۂ کریمہ صلوا علیہ و سلموا کا اطلاق مجوز ہے اور رعایت ترتیب کلمات قرآن کریم کا تقاضا ہے کہ یہاں نہ پڑھا جائے تو نہ پڑھنا افضل ہوا۔

توامام مسجد صاحب کا یہ درود شریف پڑھنا ارادہ سے ہوتا تب بھی حرام یا مکروہ تحریمیہ نہیں بنتا بلکہ صرف خلاف اولیٰ ہی ہوتا چہ جائکہ بلا قصد ہی پڑھا گیا۔ بہرحال یہ نماز بالاتفاق ائمہ دین صحیح ہوئی۔

﴿۱۷۲﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، فرض نمازوں میں امام مسجد لمبی دعائیں مانگتا ہے اور بعد فرض بھی جس سے ضعیف اور کمزور نمازیوں کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے شرعاً کیا کرنا چاہیے۔ (بینوا توجروا۔ سائل سلیمان آرائیں میانوالی)

الجواب: ارے پیارے رؤف الرحیم رحمۃ للعالمین ﷺ نماز میں مقتدیوں کی رعایت فرمایا کرتے تھے حتی کہ رونے والے بچے کی ماں کی رعایت سے اور زیادہ تخفیف فرمادیتے تھے۔ صحیح بخاری ص ۹۸ جلد ا صحیح مسلم ص ۱۸۸ جلد ا کی حدیث حضرت انس پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

" والنظم من البخاری ما صلیت وراء امام قط اخف صلوٰة ولا اتم من النبی صلی الله علیه وسلم وان کان یسمع بکاء الصبی فیخفف مخافته ان تفتن امه۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ، **ترجمہ:** میں نے نہیں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کو کسی وعظ میں اس دن سے زیادہ غضب فرمایا ہو پس فرمایا اے لوگو! بے شک بعض تمہارے لوگوں کو نفرت دلانے والے یا بھگانے والے ہیں تم سے لوگوں کا جو امام بنے پس چاہے کہ اختصار کرے۔ اس لیے کہ بے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شک اس کے پیچھے بوڑھے، کمزور اور ضرورت مند ہوتے ہیں۔

﴿۱۷۳﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ مسافر مئوکدہ سنتیں ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟۔ بعض لوگ ادا کرتے ہیں۔ بینوا تو جروا۔ سائل حافظ محمد علی اعظمی میانوالی

الجواب: سفر میں ادائے سنن بلا شبہ مستحسن و مسنون ہے۔ اس پر جمہور علمائے کرام اور ائمہ عظام کا اتفاق ہے۔ پہلے ہم حضور اکرم ﷺ کے فرامین نقل کرتے ہیں۔

حضرت سیدتنا ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں مسلم شریف ص ۲۵۱ جلد ۱ ترمذی شریف ص ۶۶ جلد ۱، نسائی ص ۲۵۶ جلد ۱، صحیح مستدرک ص ۳۱۱ جلد ۱، سنن ابی داوٗد ص ۱۷۸ جلد ۱، مسند ابی داوٗد طیالسی ص ۲۲۲، ابن ماجہ ص ۸۱، سنن بیہقی ص ۴۷۲ جلد ۲ کنز العمال ص ۱۶۶ جلد ۴ اور ایسے ہی حضرت سیدتنا ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی ص ۶۵ جلد ۱، سنن نسائی ص ۲۵۶، سنن ابن ماجہ ص ۸۱، کنز العمال ص ۱۶۶ جلد ۴ میں ہے،

"والنظر من الترمذی عن الصدیقة رضی الله تعالیٰ عنها قال رسول الله صلی الله علیه و سلم من ثابر علی ثنتی عشرة رکعة من السنة بنی الله له بیتافی النحنةاربع رکعات قبل الظهر و رکعتین بدها و رکعتین بعد المغرب و رکعتین بعد العشائورکعتین قبل الفحر و نحوه عن ام المومنین ام حبیبه رضی الله تعالیٰ عنها و فی بعض روایتهم رکعتیں قبل اعصر بدل رکعتیں بعد العشاء وفی بعض الروایت رکعتین بعد اعشاء نحو الروایة المازة وفی صدر رو ایاتها ما من عبد یصلی عند مسلم فمن صلی ایضاً عن مسلم وغیره و فی بعض الروایات من رکع"

ترجمہ: فرمایا! یارسول اللہ ﷺ نے وہ شخص جو پابندی کرے بارہ رکعتوں پر سنت سے بناتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لئے بہشت میں مکان، چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو اس کے پیچھے اور دو مغرب کے پیچھے اور دوعشاء کے پیچھے اور دو فجر سے پہلے صرف بعض احادیث قولیہ مثبتہ جمیع سنن رواتب پر ہی اختصاراً اقتصار کیا جاتا ہے ورنہ وہ احادیث جلیلہ بکثرت صحاح ستہ وغیرہا میں ہیں جن سے سنن رواتب فعلاً عموماً اور قولاً وفعلاً فردائی فرادٰی روز روشن کی طرح واضح طور پر ثابت ہیں بلکہ فجر ومغرب کی سنتیں بالخصوص قرآن کریم سے ثابت ہیں۔

معالم تنزیل ص ۱۹۹ جلد ۶" و سبحد بحمد ربك قبل طلوع الشمس و قبل الغروب ومن الليل فسبحه وادبار السجود۔"

بہرحال احادیث مبارکہ کا اطلاق وعموم حاضر ومسافر دونوں کو شامل اور احادیث دونوں کے لیے وعدہ ثواب کی حامل اور عمومات قطعاً یقیناً بلاگنجائش شکوک وشبہات استدلال واثبت کے لیے وافی وکافی ہیں۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی ص ۸۳ جلد ۲ سنن ابوداؤد ص ۱۷۲ جلد ۱، صحیح مستدرک ص ۳۱۵ جلد ۱، سنن بیہقی ص ۱۵۸، کنز العمال ص ۱۸۹ جلد ۴ میں ہے۔

"صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم ثمانيته عشر سفرا فما رايته ترك الركعتين اذازاغت الشمس قبل الظهر"

یعنی میں حضور پرنور ﷺ کی خدمت میں اٹھارہ سفروں میں حاضر رہا تو میں نے نہ دیکھا کہ آپ ﷺ نے ظہر سے پہلی دو رکعتوں کو ترک فرمایا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے بحوالہ سنن ترمذی ص ۸۳ (ترجمہ) یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنا چشم دید بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت محمد ﷺ نے سفر میں ظہر کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں اور ایسے ہی مغرب کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں اور خود اپنا بھی ادا کرنا بیان فرماتے ہیں۔ اور حضرت ابوعیسیٰ ترمذی اس حدیث کی تحسین فرماتے ہیں اور امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ انہیں امام ابن ابی لیلیٰ کی سب حدیثوں سے یہ حدیث زیادہ پسندیدہ ہے اور امام طحاوی نے اسی روایت میں عشا کے بعد دو رکعتیں ادا فرمانا بھی زیادہ کیا ہے۔ اس حدیث سے ظہر اور مغرب اور عشاء کے بعد سنن کا ادا فرمانا صراحۃً ثابت ہوا اور سنت فجر کا سفر میں ادا فرمانا تو "احادیث کثیرہ لیلۃ التعریس" سے ثابت ہے۔

حضرت ابوقتادہ سے صحیح مسلم ص ۲۳۹ جلد ۱، سنن بیہقی ص ۲۱۶ جلد ۲، طحاوی شریف ص ۲۳۳ جلد ۱ میں بالفاظ متقاربہ ہے، "فلما ارتفعت الشمس صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین الفجر ثم صلی الفجر۔" حضرت عمران بن حسین سے سنن ابی داؤد ص ۶۴ جلد ۱، صحیح مستدرک ص ۲۷۴ جلد میں ہے۔ "فصلوا رکعتین قبل الفجر ثم اقام ثم صلی الفجر۔"

ان تمام روایات کا حاصل یہی ہے کہ آپ ﷺ نے سفر میں فجر کی سنتیں پڑھی ہیں نیز حضرت ابوقتادہ سے سنن ابوداؤد ص ۶۳ جلد میں ہے، "فصلو رکعتی الفجر ثم صلوا الفجر۔"

ان تمام فرامین کا خلاصہ یہ ہے کہ مسافر کو سنتوں کے ترک کرنے کی رخصت نہیں۔ مسافر سنتوں کو ادا کرے اور بلا عذر ترک نہ کرے اور مختار یہ ہے کہ مسافر اگر امن وقرار کے حال میں ہے تو سنتیں ادا کرے اس لیے کہ فرائض کے لیے تکمیل کرنے والی بنائی گئی ہیں۔ اور مسافر تکمیل کا محتاج ہے اور اگر حالتِ خوف میں ہو تو ترک کر سکتا ہے۔ یہ ترک عذر سے ہے۔ سبحان اللہ ہمارے مشائخ کرام کا نظریہ کس قدر بلند ہے۔ مزید تفصیل کے لیے فتاویٰ نوریہ جلد اول ص ۶۰۶ پر دیکھئے۔

﴿۱۷۴﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ نماز فجر رمضان میں صبح سویرے پڑھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟۔ (بینوا توجروا۔ سائل عرفان خان میانوالی)

الجواب: کچھ حرج نہیں ہے، "وقت صلوۃ الفجر من اول طلوع الفجر الثانی الخ الی قبیل طلوع ذکاء الدر المختار علی هامسش ردالمحتار کتاب الصلوۃ ص ۳۳۱ ج ۱ وعن قتادة عن انس ان النبی صلی الله وعلیه وسلم رزید بن ثابت تسحرا فلما فرغا من سحور هما تام نبی الله صلی الله علیه وسلم الی الصلوٰ ۃ فصلی قلنا لانس کم کان بین فراغهما من سحور هما ودخولهما فی الصلوة قال قدر ما یقرء الرجل خمسین ایة رواه البخاری۔

(مشکوۃ باب تحیل الصلوٰۃ فصل اول ص ۶۰)

﴿۱۷۵﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ مذہب حنفی مین غروب آفتاب یعنی مغرب کی نماز کے بعد اور اول وقت عشاء میں کسفا صلہ ہونا ضروری ہے۔؟ (بینوا توجروا۔ سائل منصب خان میانوالی)

الجواب: عشاء کا وقت غیوبیۃ شفق کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اور شفق کے بارہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ اور صاحبین کا اختلاف ہے۔ صاحبین کے نزدیک شفق احمر کے چھپ جانے پر عشاء کا وقت ہوتا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیگ شفق ابیض کی غائب ہونے پر عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قول امام اعظم ابوحنیفہ پر عمل کرنا زیادہ مناسب ہے یہ ٹائم کے لحاظ سے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مختلف ہوتا ہے کم از کم ایک گھنٹہ 5 منٹ دیکھا گیا ہے۔

فتاویٰ شامی کتاب الصلوۃ جلد اول ص ۳۳۵، ہدایہ شریف جلد اول ص ۸۷، اسی پر جمہور علماء کا اتفاق وعمل ہے۔

﴿۱۷۶﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ نوافل اور تحیۃ المسجد صبح صادق کے بعد پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل عبدالحمید انصاری میانوالی

الجواب: طلوع صبح صادق کے بعد کوئی نفل نماز سوائے دو سنت صبح کے جائز نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس وقت میں تحیۃ المسجد کی نفلیں بھی جائز نہیں ہیں، "وكذا الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره لا فرض و واجب لعينه بعد طلوع فجر سوى سنتة لشغل الوقت به تقديرا (الدرالمختار ص ۳۴۹، ج ۱)"

﴿۱۷۷﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا کیسا ہے کیا یہ بھی فجر کی نماز کی طرح منع ہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل ظفراللہ چشمہ میانوالی

الجواب: عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا درست نہیں جیسا کہ فجر کی نماز کے بعد پڑھنا مکروہ ہیں۔ درمختار میں ہے، "وكره نفل الخ ولو سنة الفجر بعد صلوٰة فجر وصلوٰة عصر ولا يكره قضاء فائتة ولو وترًا" اور اس کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے۔" قال في الشامي والكرهة ههنا تحيرمية ـ ايضاً ـ كما صرح به في الحلية ولذا قال في الخانية والخلاصة بعدم الجواز والمراد عدم الحل لاعدم الصحه كما لا يخفى۔

(ردالمحتار ص ۳۴۸ ج ۱)"

﴿۱۷۸﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ایک امام صاحب ہر فرض نماز کے بعد دعا مانگتے ہیں مگر سنت اور نفل کے بعد دعا مانگنے کو منع کرتے ہیں۔ اس کی وضاحت کریں؟ بینوا توجروا۔ سائل غلام مرتضی انصاری وانڈھا شاہ خیل میانوالی

الجواب: جن فرض نمازوں کے بعد سنن ونوافل ہیں ان فرائض کے بعد صرف وہ دعا مانگ کر جو حدیث شریف میں مروی ہے سنن ونوافل کو فرائض سے متصل کر دینا چاہیے۔

مراقی الفلاح میں ہے، ''کل صلوۃ بعدھا سنۃ یکرہ القعود بعد ھا والدعاء بل یشتغل بالسنۃ کی لا یفعل بین السنۃ والمکتوبۃ۔ وعن عائشۃ ان انبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یعقد مقدار مایقول:الھم انت السلالم ومنک السلام کما تقدم فلا یزید علیہ اوعلی قدرہ۔'' ہر نماز جس کے بعد سنت ہو تو اس کے بعد دعا اور بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہے بلکہ سنت پڑھنے میں مشغول ہو جائے تاکہ سنت اور فرض میں فصل نہ ہو۔

اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضورﷺ مقدار۔ ''الھم انت السلالم ومنک السلام والیک یرجع السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام۔'' پڑھنے کے لئے بیٹھتے تھے۔ تو اس پر یا اس مقدار پر زیادہ نہ کرے۔ لہٰذا اب اس حدیث اور عبارات فقہ کی بنا پر ظہر اور مغرب اور عشاء کی نمازوں میں طویل دعا بعد سنت ونفل نہیں ہونی چاہیے کہ سنت کا فرض سے متصل کرنا مستحق ہے۔ نورالایضاح میں ہے، '' القیام الی السنتۃ متصلا بالفرض مسنون''، یعنی فرض سے سنت کی طرف متصل کھڑا ہونا مسنون ہے۔

تو سنن ونوافل سے بعد دعا کا انکار سخت جہالت ہے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اولاً: یہ دعا جو سنن ونوافل کے بعد کی جائے گی وہ حقیقۃً فرض ہی کے بعد ہے

شامی میں ہے،" ورد من الاحادیث فی الاذکار عقیب الصلوۃ فلا دلالة فیه علی الاتیان بها قبل السنة بل یحمل علی اتیان بها بعدها۔ لان السنة من لواحق الفریضه وتوابعها ومکملاتها لم تکن اجنبیة عنها فما یفعل بعدها یطلق علیه انه عقیب الفریضة۔" مراقی الفلاح میں ہے،"لا یقتضی وصلها بالفرض بل کونها عقیب السنة۔" خلاصہ مضمون ان عبارات کا یہ ہے کہ احادیث میں جن اذکار وادعیہ کا بعد فرض نماز پڑھنا وارد ہوا تو ان کو قبل سنت پڑھنے پر کوئی دلالت نہیں اور ان کو فرض سے ملانے کا حکم نہیں بلکہ ان کو پڑھنا مابعد سنت پر محمول ہے۔اس لیے کہ سنت فرض کے توابع اور لواحق اور مکملات سے ہے تو سنت فرض ہے سے اجنبی نہیں ہوئی۔ پس جو ذکر ودعا سنت کے بعد کیا جائے گا اس پر یہی اطلاق کیا جائے گا کہ وہ بعد فرض ہے۔

ثانیا: دعا کو فرض کے ساتھ خاص کر دینا۔ یا کسی وقت کے ساتھ ایسا معین کر دینا کہ اس کے سوا اور کسی وقت میں منع کرے یہ خود مکروہ وممنوع ہے۔

ثالثا: نوافل کے بعد دعا کرنا مستحب ہے یہ وقت اجابت ہے۔

شامی میں ہے،" اذا ابتلی المسلم بالقتل یستحب ان یصلی رکعتین یستغفر الله تعالیٰ بعدها۔"یعنی جب کوئی مسلمان قتل میں مبتلا ہو جائے تو اسے یہ مستحب ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر اس کے بعد استغفار کرے، اگرچہ فرض کے بعد کی دعا نفل کے بعد کی دعا سے ضرور افضل ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے" اخرج الطبرانی من روایة جعفر بن محمد لصادق۔ فالدعاء بعد المکتوبة افضل من الدعا ء بعد النافلة کفضل المکتوبة علی النافلة۔"

یعنی طبرانی نے بروایت حضرت جعفر بن محمد صادق تخریج کی کہ فرض کے بعد کی دعا نفل کے بعد کی دعا سے افضل ہے جس طرح فرض کی نفل پر فضیلت ہے۔

لہٰذا یہ امام سخت نا واقف ہے۔ سنت ونوافل کے بعد کی دعا کا انکار کرتا ہے اور فرض کیساتھ دعا کو خاص کرنا شریعت کے مسائل میں اپنی رائے دخل دیتا ہے۔

﴿۱۷۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر کوئی شخص تراویح کے اندر یا ترویحہ پر دعا مسنون "سبحن ذی الملك و الملکوت۔۔۔" الخ۔۔ پڑھنے کے بعد صلوۃ خمسہ کی طرح ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے تو از روئے قرآن وحدیث وفقہ جائز ودرست ہوگا یا نہیں؟۔ (بینوا توجروا۔ سائل محمد اختر محلہ میانہ میانوالی)۔

الجواب: ہر نماز فرض ونفل کے بعد دعا کرنا سنت ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔

حافظ ابو نعیم کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی "قال ما یفوت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه سلم فی دبر صلوۃ مکتوبة و لا تطوع الا سمعته یقول اللهم اغفرلی خطایا ی کلها، اللهم احد نی الصالح الاعمال والاخلاق ۔" اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جس طرح فرائض کے بعد دعا سنت ہے اسی طرح سنن ونوافل کے بعد بھی سنت ہے اور آداب ومستحبات دعا سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔"ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و سلم کان اذادعا فرفع

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یدیہ۔(مشکوۃ شریف)"

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ سنت ونوافل کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا دسنت ہے اور تراویح کا سنت ہونا کس پر پوشید ہے تو ہر ترویحہ پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا سنت ہونا انہیں احادیث سے ثابت ہو گیا ہے۔

﴿۱۸۰﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، بعد نماز فرض جماعت پنجگانہ بآواز بلند سہ مرتبہ کلمہ طیب پڑھنا کیسا ہے؟۔بعض لوگ منع کرتے ہیں۔ جواب فرمائیں تاکہ تسلی ہو۔(بینوا توجروا۔سائل محمد نصراللہ گلمیری میانوالی۔)

الجواب: اعت فرض کے بعد بآواز بلند کلمۂ طیبہ کا ذکر کرنا سنت ہے اور یہ افضل الذکر ہے۔چنانچہ مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،

"کان رسول الله ﷺ اذا سلم من صلوتة یقول بصوتة الاعلی لا اله الا الله وحده لا شریك له الملك وله الحمد وهو علی کل شئی قدیر الحدیث"(مشکوۃ شریف ص۸۸)

نبی کریم ﷺ جب اپنی نماز کا سلام پھیرتے تو بلند آواز سے یہ فرماتے تھے۔

"لااله الا الله وحده لا شریك له الخ۔"اس حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کہ کلمہ شریف۔لا اله الا الله کا بعد نماز بآواز بلند پڑھنا خود حضور اکرم ﷺ کا فعل ہے بلکہ یہ زمانہ اقدس میں جماعت فرض کے ختم ہو جانے کی علامت تھا۔چنانچہ مسلم ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،"ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علی عهد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، قال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفو

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بذلک اذا سمعته۔" (مسلم شریف معہ نودی مجتبائی ص۲۱۷ ج۱)

زمانہ نبی کریم ﷺ میں جب لوگ نماز فرض سے فارغ ہوتے تو بآواز بلند ذکر کرتے تھے، حضرت ابن عباس نے فرمایا جب میں ذکر کی آواز سن لیتا تو جان لیتا تھا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے۔

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام فرضوں کی جماعت سے فراغت کے بعد بہ التزام بآواز بلند ذکر کیا کرتے تھے۔ جبھی تو یہ ختم جماعت کی علامت قرار پایا تھا۔

اسی بنا پر علامہ سید احمد طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں یہ استدلال کیا،" وتستفاد من الحدیث الاخیر جواز رفع الصوت بالذکر و التکبیر عقیب المکتوبات بل من السلف من قال باستحبابہ و جزم بہ ابن حزم (طحطاوی جلد اول ص ۱۸۱)

فرضوں کے بعد ذکر و تکبیر کے بلند آواز سے پڑھنے کا جواز اور اس کا اہتمام کرنا موجب اجر و ثواب سمجھتے ہیں۔ حدیث اخیر سے مستفاد ہوا بلکہ سلف میں سے بعض نے اس کا مستحب ہونا بیان کیا اور ابن حزم نے اسی پر جزم کیا۔ ہم مسلمانوں کا عمل یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کا بعد جماعت فرض بآواز بلند پڑھنا سنت جانتے ہیں۔ اور اس کا التزام کرنا موجب اجر و ثواب سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ذکر کے مخالفین کو چشم بینا عطا فرمائے اور انہیں قبول حق کی توفیق دے جو ایسا کرنے سے روکتے ہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۸۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ہمارے محلّہ کی مسجد میں ہر سال شبینہ ہوا کرتا ہے اور اس طرح پر کہ سات، آٹھ حفاظ تراویح میں ایک ہی شب میں پورا قرآن مجید ختم کرتے ہیں۔ کیا ایسا شبینہ جائز ہے؟ محمد انجم ترّی خیل میانوالی۔

الجواب: ایک شب یا ایک دن میں ختم قرآن کریم کر لینا سلف کرام سے ثابت ہے۔ حضرت امام وکیع بن جراح ہر شب میں ایک قرآن ختم کرتے، ردالمحتار میں ہے، "و کیع بن الجراح بن مليح بن عدى الكوفى شيخ الاسلام واحد الائمة الاعلام قال يحیٰ بن اكتم كان و كيع يصوم الدهر و يختم القرآن كل ليلة۔ (ردالمحتار مصری ج ١٧ ص ٤٢)" خود ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ رمضان میں اکسٹھ قرآن کریم ختم فرماتے۔ ایک ہر دن میں اور ایک ہر رات میں اور ایک ختم لوگوں کیساتھ یہاں تک کہ حضرت امام نے تو صرف دو رکعتوں میں ایک ختم قرآن کریم کیا۔ مراقی الفلاح میں ہے، "عن ابى حنيفة رحمة الله انه كان يختم فى رمضان احد و ستين ختمة فى كل يوم ختمة و فى كل ليلة ختمة و فى كل التراويح ختمة و صلى بالقرآن فى الركعتين۔ (هامش طحطاوى مصرى ص ٢٤١)" تو ایک شب میں ختم قرآن کریم کرنے کا جواب فعل سلف سے ثابت ہوا اور نوافل میں خصوصا تراویح میں قرآن کریم کا پڑھنا مسنون بھی ہے۔ کبیری میں ہے، "و فى النوافل بالليل له ان يسرع بعد ان يقرا كم يفهم و ذلك مباح الا يرى ان ابا حنيفة رحمه الله كان يختم القرآن فى الليلة الواحدة۔ (كبيرى ٤٦٣)

ردالمحتار میں ہے، " قراءة الختم فى صلاة التراويح سنة۔ (ردالمحتار ج ١ ص ٤٩٦)

جن فقہا نے ایک دن مین ختم قرآن پاک کو ناجائز لکھا ان کی مراد جب صحتِ لفظی کا خیال نہ ہو قرآن پاک جلدی پڑھا جائے یا نوافل پڑھنے والے کا خشوع وخضوع باقی نہ رہے تو ایسا شبینہ ناجائز ہوگا۔ ثابت ہوگیا کہ ایک شب میں قرآن کریم صرف تراویح کی جماعت میں کر لینا بلا شبہ جائز ہے۔ اسی کا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نام شبینہ ہے۔اب اس میں بجائے ایک حافظ کے چند حافظوں کے ختم کر لئے میں کوئی حرج لازم نہیں آتا۔ہاں موسم گرما کی راتیں بہت چھوٹی ہوتی ہیں ان میں صبح صادق سے قبل اگر ختم ہو سکے تو جب صبح صادق قریب ہو جائے تو اس سے پہلے بعجلت باقی رکعات تراویح کو چھوٹی سورتوں سے پوری کریں اور آخر میں وتر پڑھ لیں۔کیونکہ صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد نہ تراویح پڑھ سکتے ہیں اور نہ وتر پڑھ سکتے ہیں۔

﴿۱۸۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ سجدہ شکر کرنا کیسا ہے وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا سائل اجمل ملک واں ڈھا غیرت والا میانوالی

الجواب: وہ شکر عند تجدد النعمت مستحب ہے۔الدر المختار جلد اص ۱۳۱ ۷ میں ہے، و سجدۃ الشکر مستحبۃ اور بعد نماز کے بلاوجہ مکروہ ہے۔کما فیہ ایضا لکنھا تکرہ بعد الصلوٰۃ لا ن الجھلۃ یعتقد ونھا سنۃ اوواجبۃ و کل مباح یودی الیہ فھو مکروہ ۔ خلاصہ تحریر یہ ہے کہ سجدہ شکر مستحب ہے نماز کے بعد بلا وجہ مکروہ ہے۔جب ناواقف لوگ اس کو واجب سنت کی طرح سمجھیں۔

﴿۱۸۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میری بیوی حافظہ قرآن ہے۔اگر گھر پر میرے اور گھر والوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہ ہو تو کیا وہ بلند آواز قرأۃ کیساتھ نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔(سائل اسماعیل ملک کوٹ بیلیاں میانوالی)

الجواب: وعورت حافظہ قرآن ہو نماز میں جہر نہیں کر سکتی۔اس واسطے کہ " کلام عورت عند البعض عورت" ہے۔شامی جلد اول (ردالمختار ص ۳۷۷ جلد اول) خلاصہ تحریر یہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے کہ عورت بلند آواز سے جہر نہیں کرسکتی جس آواز کو غیر محرم مرد سماعت کریں کیونکہ عورت کی آواز کو عورت (ستر) کہا گیا ہے۔ اگر کسی کمرہ میں بلند آواز سے قرآن پڑھے کہ اس کی آواز حویلی سے باہر نہ جائے تو شرعاً کوئی مضائقہ نہیں یہی حکم نعت خوانی وتلاوت کا ہے۔

﴿۱۸۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے والد کی عمر ۷۵ سال ہے اور مفلوج بھی ہو گئے تھے۔ وہ نماز کے پابند ہیں۔ لیکن قطرہ قطرہ پیشاب ہر وقت آتا رہتا ہے۔ وضاحت فرمائیں کہ وہ نماز کسطرح ادا کریں گے۔ بینوا توجروا۔ سائل غلام فرید چٹہ وٹہ میانوالی

الجواب: وہ شخص کہ جسے ہر وقت پیشاب کا قطرہ آنے کی بیماری ہے اگر نماز کا ایک وقت پورا ایسا گذر گیا کہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کرسکا تو وہ معذور ہے اس کا حکم یہ ہے کہ فرض نماز کا وقت ہو جانے پر تازہ وضو کرے اور آخر وقت تک جتنی نمازیں چاہے اس وضو سے پڑھے اس وقت میں پیشاب کا قطرہ آنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ پھر اس فرض نماز کا وقت چلے جانے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۳۸ میں ہے، "المستحاضة و من به سلس البول او استطلاق البطن او انفلات الريح او رعاف دائم او جرح لا يرقأ يتوضون لوقت كل صلوٰة و يصلون بذلك الوضو فى الوقت ما شاء وامن الفرائض والنوافل هكذا فى البحر۔ ويبطل الوضوء عند خروج الوقت المفروضة بالحدث السابق هكذافى الهداية وهو الصحيح هكذا فى المحيط فى نواقض الوضو۔"

واللہ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۸۵﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میں نے ظہر کی نماز پڑھنی تھی لیکن غلطی سے منہ سے لفظ عصر نکل گیا تو ظہر کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟۔

(سائل غلام فرید گمہار میانوالی)

الجواب: دل کے ارادے کا نام نیت ہے۔لہٰذا جب دل میں ظہر کی نماز پڑھنے کا رادہ ہو اور زبان سے لفظ عصر نکل جائے تو ظہر کی نماز ہو جائے گی۔اس طرح اگر فرض پڑھنے کا ارادہ ہو مگر بھول کر سنت کہہ دے تو فرض نماز ہو جائے گی۔خلاصہ یہ کہ نیت میں زبان کا اعتبار نہیں ہوتا۔بلکہ دل میں جو ارادہ ہو اس کا اعتبار ہوتا ہے۔درمختار میں ہے،"المعتبر فیها عمل القلب اللازم للا رادة فلا عبرة للذکر باللسان ان خالف القلب لانه کلام لا نیة۔ اسی کے تحت شامی جلد اول ص ۲۷۸ میں ہے، لو قصد الظهر و تلفظ بالعصر سهواً اجزائه کما فی الزاهدی قهستانی هذا ما عندی۔"

﴿۱۸۶﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے علاقہ میں کچھ لوگ اللہ اکبر کو اللہ اکبار کہتے اس سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟۔

بینوا توجروا۔(سائل وقار احمد قاسمی میانوالی)

الجواب: کلمۂ جلالت یا لفظ اکبر میں ہمزہ کو مد کے ساتھ آللہ اکبر یا اللہ آکبر تکبیر تحریمہ میں کہا تو نماز شروع ہی نہیں ہوئی اور اگر درمیان نماز تکبیرات انتقالیہ میں کہیں ایسا کہہ دیا تو نماز باطل ہوگئی۔اس لیے کہ ایسا کہنے سے استفہام پیدا ہو جاتا ہے جو مفسد نماز ہے،اور اللہ اکبار کہنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے اس لیے کہ اکبار کبر کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ڈھول۔اور یا تو اکبار

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حیض یا شیطان کا نام ہے۔ شامی جلد اول مطبوعہ ہند ص ۳۰۴ پر درمختار کی عبارت "عن مدھمزات کے تحت ھے ای ھمزۃ اللہ و ھمزۃ اکبر اطلا قا للجمع علی ما فوق الواحد لا نہ یصیر استفھا ما و تعمدہ کفر فلا یکون ذکراً فلا یصح الشروع بہ و یبطل الصلوٰۃ بہ لو حصل فی اثنا ئھا فی تکبیرات الانتقال ۔" اور اسی سے متصل پھر درمختار کی عبارت باء باکبر کے تحت ہے، "ای و خالص عن مدباء اکبر لا نہ یکون جمع کبر وھو الطبل فیخرج عن معنی التکبیر اوھو اسم للحیض او للشیطان فتثبت الشرکۃ ۔"

﴿۱۸۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ہمارے محلہ کی مسجد میں جماعت کا انتظام نہیں ہے۔ آیا ہم محلہ والے دوسرے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ (بینوا توجروا۔ (سائل محمد اشرف خان نیازی میانوالی۔)

الجواب: اپنے محلہ کی مسجد کا حق زیادہ ہے۔ پس آپ کو اپنے محلہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں نہ جانا چاہیے۔ شامی میں خانیہ سے منقول ہے کہ اپنے محلہ کی مسجد میں اگر تنہا نماز پڑھنی پڑے تو وہیں اذان کہہ کر نماز پڑھے اور اس کو چھوڑ کر دوسرے مسجد میں نہ جاوے۔

" لان لہ حقا علیہ فھو یردیہ ۔ بل فی الخانیۃ لو لم یکن لمسجد منزلہ مئوذن فانہ یذھب الیہ و یؤذن فیہ و یصلی و لو کان وحدہ لان لہ حقا بلیہ فیودیہ "

(ردالمختار ص ۶۱۷ جلد ۱)

﴿۱۸۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کیا میں فرض نماز اپنی بیوی کے ساتھ پڑھ سکتا ہوں؟

اور بیوی کا فصلہ کتنا ہونا چاہے؟ بینوا توجروا۔ (سائل محمد فاروق خان میانوالی)

الجواب: اگر اکٹھے پڑھیں تو بیوی کو پیچھے کھڑا کریں نماز ہو جائیگی چاہے ایک قدم کی مقدار بھی پیچھے کھڑی ہو۔ جیسا کہ ردالمحتار ص ۵۳۵ ج ا میں ہے، "و قال المراة اذا صلت مع زوجها فی البیت ان کان تدمها بخداء قدم الزوج لا تحوز صلاتهما بالحماعة و ان کان قدما ها خلف قدم الزوج الخ حازت صلاتهما الخ۔ لو اقتدت به متاخرة عند قد مها صحت صلاتهما۔

﴿۱۸۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر کوئی شخص اذان سن کر مسجد میں نماز کے لیے نہیں آتا کیا اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (سائل محمد تنویر پائی خیل میانوالی)

الجواب: جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے اس کا تارک فاسق ہے۔ اہل محلہ کو چاہیے کہ اس کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ تارک جماعت قصداً کے لیے بہت سخت احکام ہیں۔ یہاں تک کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ بغیر کسی عذر کے تارک جماعت کو تعزیر کی جائے۔ اور اس کی شہادت معتبر نہیں، لیکن اس کی نماز ہو جاتی ہے قضا کرنے کی ضرورت نہیں۔ "فتسن او تحب ثمرته تظهر فی الاثم بتر کها مرة علی الرحال العقلاء البالغین الاحراد القادرین علی الصلاة بالحماعته من یمر حرج ولو فاتته ندب طلبها فی مسجد اخرالا المسجد الحرام و نحوه ۔ درمختار۔ قال فی النهر الا ان هذا یقتضی الاتفاق علی ان ترکها مرة بلا عذر یوحب اثما الخ و

قال في شرح النية والاحكما تدل على الواجوب من ان تاركها بلا عذر يعزرو ترد شهادته و يا ثم الجيران بالسكوت عنه" (ردالمحتار ص ٥٢٠ ج ١)

﴿١٩٠﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک رہتا ہے؟ بینوا توجروا۔ (سائل محمد اکرم ملک میانوالی)

الجواب: پہلی رکعت کے رکوع تک شامل ہو جانے سے تکبیر اولیٰ کا ثواب حاصل ہو جاوے گا۔ "كما في الشامي و قيل با دراك الركعته الاولیٰ و هذا اوسع وهوا الصحيح۔" (ردالمحتار ص ٤٩١ ج ١۔)

﴿١٩١﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر جماعت ہو رہی ہے اور شیعہ سنیوں کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ تو نماز میں کوئی نقص تو نہیں آئے گا؟ بینوا توجروا۔ (سائل محمد اسلم محلہ رمضان آباد میانوالی)

الجواب: سنیوں کی نماز میں اس صورت میں کچھ نقصان اور خلل نہ ہوگا لیکن آئندہ اس رافضی سے کہہ دیں کہ یا وہ اپنے مذہب سے توبہ کرے ورنہ مسلمانوں کی جماعت میں نہ آیا کرے۔ اور اس کو مسلمان اپنے قبرستان میں دفن نہ کریں کیونکہ س۔ سَبّ شیعہ کو کافر کہا گیا ہے۔

﴿١٩٢﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، اکیلا نابالغ لڑکا اگر نماز ہو رہی ہے تو صف میں کہاں کھڑا ہو؟

بینوا توجروا۔ سائل عبدالغفار آرائیں میانوالی۔

الجواب: اکیلا لڑکا مردوں کی صف میں شریک ہو جاوے۔ جیسا کہ شامی میں ہے،

ثم "الصبیان ظاھرہ تعدد ھم فلو داحد دخل الصف"۔

(الدارلمحتار ص٥٣٤ ج١)۔

﴿١٩٣﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ اگر کوئی شخص پہلی قطار میں جگہ خالی چھوڑ کر پیچھے بیٹھ گیا اور کوئی شخص اس کو پھاند کر آگے آ گیا کیا

یہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (سائل افضال احمد میانوالی۔)

الجواب: کوئی شخص پہلی قطار میں خالی جگہ دیکھ کر آگے پھلانگ گیا اس پر کوئی گناہ نہیں

اور جس نے باوجود آگے جگہ خالی ہونے کے پیچھا بیٹھنا اختیار کیا اس نے خلاف اولیٰ کیا۔

"لوود حد فوحة فی الاول لا الثانی له مزق الثانی لتقصیر ھم و فی الحدیث من

سد فرجة غفرله (درمختار) وفی الفنیة قام فی اخر صف و بنیه و بین المصفوف

مراضع خالیة فللداخل ان یمربین یدیه لیصل الصفوف لانه اسقط حرمة نفسه فلا

یاثم المار بین یدیه دل علیه ما فی الفردوس عن ابن عباس عنه صلی الله علیه

وسلم من نظر الی فرجة فی صف فلیسد ھا بنفسه فان لم یفعل فمر مار فلیتخط

علی رقبته فانه لا حرمة له ای فلیتخط المر علی رقبة من لم یسد الفرجة"

(ردالمحتار ص٥٣٣ ج١)

﴿١٩٤﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کیا

ایسے لڑکے پہلی صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں جن کی ابھی داڑھی نہ نکلی ہو

؟بینوا توجروا۔ (سائل اکرام اللہ خان میانوالی)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: نابالغ لڑکوں کو مردوں سے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے۔ لڑکا بالغ ہو تو اس کو مردوں کی برابر صف میں کھڑا ہونا درست ہے۔ درمختار میں ہے، "ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحدا ـ دخل الصف" ـ (الدرالمحتار ص ٥٣٤ ج ١)۔

﴿۱۹۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ نماز اگر پڑھ رہے ہوں اور کوئی قہقہہ سے ہنسے تو کیا اس کا وضو اور نماز دونوں فاسد ہو جائیں گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (سائل عظمت اللہ خان میانوالی)

الجواب: نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو اور نماز دونوں فاسد ہو جاتی ہیں۔

ردالمحتار میں ہے، "القهقهة بالغ ینقضان یصلی بطهارة صغریٰ مستقلة فی الصلوٰة کاملاة ولو عند السلام عمداً انتهیٰ ملخصاً ـ" (الدارلمحتار ص ١٣٤ ج ١)

﴿۱۹۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ایک مقتدی غلطی سے امام قیام کے وقت میں ہے وہ رکوع کرتا رہا اور جب امام رکوع سے فارغ ہو کر سجدہ کی طرف جانے لگا تو مقتدی قومہ کرتے ہوئے شریک فی السجدہ ہو گیا کیا اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (سائل محمد خالد مجددی میانوالی)

الجواب: اس قسم کی سوال کا جواب دیتے ہوئے شامی میں ہے، "ولو رکع و سجد بعده صح و کذالو قبله وادرکه الامام فیهما لکنه یکره"

(ردالمحتار ص ٥٨٩ ج ١)

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نماز اس کی فاسد نہ ہوگی۔ اور عمداً ایسا کرنا مکروہ ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن امی معذور ہے تو معصیت سے دور ہے۔

﴿۱۹۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کچھ لوگ بظاہر نماز میں مصروف ہوتے ہیں لیکن ان کا دماغ بھولی بسری اور وسوسوں باتوں میں مصروف ہوتا ہے کیا ان کی نماز باطل نہیں ہوتی؟ بینوا توجروا۔ (سائل خادم بلوچ میانوالی)

الجواب: ماز فاسد و باطل نہیں ہوتی، ”عن ابی هريرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تجاوز عن امتى ما وسوست صدر ها مالم تعمل به اوتتكلم متفق عليه (مشكوة ص١٨)۔ عن عثمان ن ابي العاص قال قلت يا رسول الله ان الشيطان قد حال بيني و بين صلوٰتي و بين قراء تي يلبسها على فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذالك شيطان يقال له خنزب فاذا حسسته فتعوذ بالله منه واتفل على يسارك ثلثا ففعلت ذالك ناذ هبه الله عنى“ (رواه مسلم (مشكواة ص١٩) ۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے میری امت سے دل کے وساوس کو معاف فرما دیا جبکہ اس پر عمل نہ کریں۔

﴿۱۹۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر کسی شخص کو دعائے قنوت نہ آتی ہو یا اس وقت اس کو بھول گئی ہو تو کیا وہ سورۃ اخلاص پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (سائل محمد امیر خان نیازی میانوالی۔)

الجواب: اس قسم کا جواب فتاوی شامی میں ہے، کہ جس کو دعائے قنوت نہ آتی ہو تو وہ ”ربنا اتنا فى الد نيا حسنة“ الاية۔ پڑھے اور فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں

"الھم اغفرلی" تین بار پڑھے۔اور بعض علماء نے فرمایا کہ یارب تین بار کہے۔اور چونکہ یہ قابل ادا ہے۔لہٰذا سورۃ اخلاص اس کے قائم مقام نہ ہوگی مگر نماز ہو جاتی ہے۔

﴿۱۹۹﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، فجر کی نماز کی سنتیں کس وقت تک پڑھی جا سکتی ہیں؟ بینوا توجروا۔(سائل محمد بلال نیازی میانوالی۔)

الجواب: اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہو تو اگر ایک رکعت کے ملنے کی امید ہے تو سنتیں صبح کی علیحدہ ہو کر پڑھ لے پھر جماعت میں شریک ہو جاوے۔اور اگر پہلے نہ پڑھ سکا تو بعد فرضوں کے قبل طلوع آفتاب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی دن زوال سے پہلے تک قضاء کر سکتا ہے۔

"واذا خاف فوت ركعتي الفجر لا شتغاله بستنها تركها لكون الجماعة اكمل والا بان رجا ادراك ركعة لا يدركها، بل يصليها عند باب المسجد ان وجد مكانا" (الدارلمحتار ص ٦٧٠ ج ١)۔

"ولا يقضيها الا بطريق التبعية لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده فی الصح (درمختار) واما اذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع لكراهة النفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فكذالك عند هما و قال محمد احب الى ان يقضيها الى الزوال" (ردالمحتار ص ٢٦٧ ج ١)۔

﴿۲۰۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ صلوۃ اوابین کتنی رکعت پڑھنی چاہیے وضاحت فرمادیں؟ بینوا توجروا۔(سائل منیر نیازی میانوالی۔

الجواب: صلوٰۃ اوابین چھ رکعت پڑھ سکتے ہیں اور بیس بھی پڑھ سکتے ہیں۔دونوں امر

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صحیح ہیں۔مگر اکثر علماء کا مذہب چھ رکعت پر ہے،" وان تطوع بعد المغرب بست رکعات کتب من الاوابین (غنیته المستملی ص۳۶۹ و بعدا لمغرب دو رکعت سنت و بعداذانں شش رکعت دیگر مستحب است آن را صلوٰۃ الاوابن گو یند و بزوایتی بعد مغرب بست رکعت آمده۔ (مالا بدمنه ص۶۷)

"عن عائشةؓ قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى بعد المغرب عشرين ركعة بنى الله له بيتا فى الجنة رواه الترمذى" (مشكوٰة ص ۱۰۴)۔

﴿۲۰۱﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے والدصاحب دو (۲) ماہ تک بیمار رہے اسی بیماری میں وفات پائی۔دو ماہ کی نمازیں رہ گئیں۔اب کیا کروں کفارہ کے طور پر گندم دوں یا نقد دے دوں۔آ گاہ فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

(سائل محمد فراز خان میانوالی)

الجواب: کفارہ نمازوں کا بعد وفات دینا چاہیے۔زندگی میں کفارہ نمازوں کا حکم نہیں ہے۔کفارہ ایک نماز کا پونے دو سیر گندم ہے۔دن رات میں چھ نمازیں وتر سمت شمار کرنی چاہیں۔

"ولو مات و عليها صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلوٰة نصف صاع من بركا لفطرة و كذا احكم الوتر والصوم و انما يعطى من ثلث ماله الخ ولو فدى عن صلاته فى مرضه لا يصح بخلاف الصوم" (الدرالمختار ص ۶۸۵ ج ۱)۔

اس طرح ایک دن کی نماز کا کفارہ ساڑھے دس سیر گندم ہو جائیگا۔اسے اختیار ہے کہ گندم صدقہ کرے یا نقد۔نقد بہتر ہے کہ اس سب حوائج پوری ہوسکتی ہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"قولہ نصف صاع من برای از من دقیقہ او سویقہ او صاع تمر ادزبیب او مشعیر او قیمتہ وھی افضل عند نالا سر اعھا بسد حاجۃ الفقیر۔(ردالمحتار ص٦٨٦ ج١)۔

اوراگر دینی کتب خرید کر دینا چاہیں تو یہ بھی درست ہے۔ پھر یہ ضروری ہوگا کہ وہ کتب مستحق طلبہ کو تقسیم کر دی جائیں۔ مدارس میں جس طرح کتب پڑھنے کے لئے وقف رہتی ہیں اس طریق سے جائز نہیں ہے۔اس میں کفارہ ادا نہ ہوگا۔

﴿٢٠٢﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میری بیوی نے دو ماہ کی علالت کے بعد فوت ہوئی۔ مرتے وقت اس نے وصیت کی مجھے کہ میری نمازیں اتنے عرصہ کی قضاء ہوئیں اور روزہ بھی ان کا کفارہ ادا کرنا۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟ نمازوں کا فدیہ دوں اور روزے اس کی جگہ رکھ لوں؟ بینوا توجروا۔ (سائل نسیم اللہ خان میانوالی

الجواب: نمازوں اور روزوں کا فدیہ خواہ نقد دیا جاوے یا غلہ وغیرہ درست ہے۔ ایک نماز کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے۔اسی طرح ایک روزہ کا فدیہ بھی اسی قدر ہے۔ پس جملہ نمازوں کا مع وتر کے حساب کر لیویں۔ اور تیس روزوں کا حساب کر لیویں۔ ایک دن رات کی نماز چھ ہوئیں۔ پس ایک دن رات کی نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس سیر گندم یا ان کی قیمت ہوئی۔ مساکین کو تقسیم کر دی جاوے اور تیس روزوں کا ایک من ساڑھے بارہ سیر گندم یا ان کی قیمت ہوئی اور اسکی طرف سے روزہ رکھنا یا نماز پڑھنا جائز نہیں۔ فدیہ ہی اسکا بدل ہے۔"ولو مات و علیھا صلوات فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوٰۃ نصف صاع من بر کا لفطرۃ و کذا احکم الو تر والصوم و انما یعطی من ثلث مالہ "(ردالمحتار ص٦٨٥ ج١)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۰۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کیا سفر کی حالت میں وتر اور سنتیں پڑھنا معاف ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل ملک محمد حیات کندیاں میانوالی۔

الجواب: وتر واجب ہیں ان کا ترک کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ مسافر ہو یا مقیم اور سنن کے بارہ میں افضل یہ ہے مسافر حالت امن وقرار میں پڑھے۔ اور عجلت میں ترک کر دے۔ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ "ویاتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن و قرار بان کان فی خوف وقرار لا یاتی بها هوالمحتار (الدالمحتار ص۷۸۲ ج۱)

﴿۲۰۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ فرض نمازوں کے بعد ذکر بالجہر کے بارے میں قرآن وحدیث اور اقوال علماء کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔ بعض دیوبند حضرات اعتراض کرتے ہیں، بینوا توجروا۔ سائل نجیب اللہ خان میانوالی

الجواب: قرآن پاک میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے،

"فاذکروا اللہ کذکرکم اباء کم او اشد ذکرا" (البقرہ ۲، ۲۰۰) اللہ کا خوب ذکر کیا کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا (بڑے شوق سے) ذکر کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ شدت شوق سے (اللہ کا) ذکر کیا کرو۔" دراصل کفار مکہ حج سے فراغت کے بعد مجمعوں میں اپنی قومی خوبیاں اور نسبی عظمتیں بیان کرتے تھے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا اور اس کی جگہ اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا۔ وہ اپنے آباؤ اجداد کا بلند آواز سے تذکرہ کرتے تھے، اس کو چھوڑ کر ان اجتماعات میں ذکر الٰہی کرنے کا حکم دیا گیا پس یہ ذکر بالجہر کا حکم ہے،" و من اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیها اسمه و سعی فی خرابها (البقرہ ۲، ۱۱٤) اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے سے روک دے اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے۔ ایک اور جگہ قرآن پاک میں ہے، "انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ و جلت قلوبھم" (الانفال ۸، ۲) ایمان والے (تو) صرف وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل اس کی عظمت وجلال کے تصور سے) لرز جاتے ہیں۔

اہل علم وعقل جانتے ہیں کہ ان آیت کریمہ سے بھی ذکر بالجہر کا ثبوت ملتا ہے کہ جب کسی کے سامنے ذکر کیا جائے اور اس ذکر کا اثر اسی صورت قبول کرسکتا ہے جب ذکر بالجہر ہو کیونکہ خفی ذکر تو وہ سن نہیں سکتا اور جو ذکر سنا جاتا ہے وہ ذکر بالجہر ہی ہے۔

﴿احادیث سے ذکر بالجہر کا ثبوت﴾

"عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال اکثر واذکر اللہ تعالیٰ حتی یقولونا مجنون (مسند احمد بن حنبلؒ ص۶۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔

اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے پر لوگ تبھی دیوانہ کہیں گے جب لوگ سنیں گے اور سن اسی وقت سکتے ہیں جب ذکر بالجہر ہوگا۔ "عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذکرو اللہ ذکر یقول المنافقون انکم تراؤون ۔(تفسیر ابن کثیر ص۹۰۶ ٤)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر اس قدر کرو کہ منافق تمہیں ریاکار کہیں۔ اس حدیث پاک میں بھی واضح طور پر ذکر بالجہر ہی کی بات کی گئی ہے۔ جس پر منافق ریاکار کہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی بلند آواز سے ذکر کیا کرتا تھا۔ایک آدمی نے کہا اگر یہ آدمی اپنی آواز پست رکھتا (تو بہتر ہوتا) حضور ﷺ نے فرمایا وہ مست ہے راوی کہتا ہے کہ وہ شخص انتقال کر گیا پس ایک شخص اس کی قبر میں روشنی دیکھ کر اس کے قریب آیا رسول اللہ ﷺ وہاں (پہلے سے) موجود تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اس ساتھی کی طرف آؤ جو بلند آواز سے ذکر کیا کرتا تھا۔بیہقی شریف ص ۲۱۸۔

﴿اقوال علماء سے ذکر بالجہر کا ثبوت﴾

تفسیر روح البیان میں آیت:"ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار ہے،(الذکر برفع الصوت جائز بل مستحب اذا لم یکن عن ریاء لیغتنم الناس باظهار الدین ووصول برکة الذکر الی السامعین فی الدور والبیوت و یوفق الذکر من سمع صوته و یشهد له یوم القیامة کل رطب و یابس سمع صوته۔) بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے جب کہ ریا سے نہ ہو،تا کہ دین کا اظہار ہو ذکر کی برکت گھروں میں سامعین تک پہنچے اور جو کوئی اس کی آواز سے ذکر میں مشغول ہو جاوے اور قیامت کے دن ہر خشک وتر ذاکر کے ایمان کی گواہی دے۔اس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر میں بہت سے دینی فائدے ہیں۔شامی جلد اول"مطلب فی احکام المسجد "میں ہے کہ،"اجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المسجد الا ان تشوش جهرهم علی نائم او مصل او قاری" متقدمین اور متاخرین علماء نے اس پر اتفاق کیا کہ مسجدوں میں جماعتوں کا بلند آواز سے ذکر مستحب ہے مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی سونے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

والے یا نمازی کو پریشانی نہ ہو۔ شامی میں اسی جگہ مذکور ہے، "فقال بعض اهل العلم ان لاجهر افضل لانه اكثر عملا و لتعدى فائدته الى المسامعين و يوقظ قلب الغافلين فيجمع همه الى الذكر و يصرف سمعه اليه و يطرد النوم و يديد النشاط" بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا افضل ہے۔ کیونکہ اس میں کام زیادہ ہے اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے اور یہ غافلوں کے دل کو بیدار کرتا ہے، ان کے خیالات اوران کے کاموں کو ذکر الٰہی کی طرف کھینچتا، نیند کو بھگاتا اور خوشی بڑھاتا ہے۔

قرآن وحدیث کے دلائل اور اقوال علماء کے بعد یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ذکر بالجہر کرنا مستحب ہے اور قرآن وحدیث وعمل صحابہ سے ثابت ہے کہ اس کو بدعت کہنا ہرگز درست نہیں۔

ایسا ہی امام اہلسنت نے فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ٦١٩ میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں زیادہ سے زیادہ اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿٢٠٥﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نمازیں پانچ ہیں لیکن ان کا وقت تین ٹائم ہے۔ وہ قرآن مجید کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں ہماری راہنمائی فرمادیں؟ بینوا توجروا سائل ملک محمد حیات کندیاں میانوالی۔

الجواب: حضرت ابن عباس، قتادہ اور دیگر مفسرین کے نزدیک چار نمازیں (مغرب، صبح، عصر اور ظہر) سورہ روم کی آیتا (١٧، ١٨) سے ثابت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، "فسبحن الله حين تمسون و حين تصبحون ہ وله الحمد فى السموات والارض عشيا و حين تظهرون)

تمسون (مغرب)، تصبحون (فجر)، عشیا (عصر)، تظهرون (ظہر اور عشاء کی نماز کا وقت سورہ ھود کی آیت (۱۱۴) میں (زلفا من اللیل) سے ثابت ہے۔ سورہ نور کی آیت (۵۸) میں بھی نماز فجر اور عشاء کا ذکر آیا ہے۔ (قرطبی" الجامع لا حکام لقرآن" ج ۹ ص ۱۱۰، ۱۲ / ۳۰۶، ۱۴ / ۱۴، ضیاء القرآن ۳ / ۵۶۷)

یہاں تسبیح اور حمد سے مراد نماز ہے اور ابن عباس کی یہ تفسیر ہی سب سے زیادہ مناسب ہے اور آیت (لدلوك الشمس: اسراء / ۷۸) سے تین نمازیں ثابت کرنا درست نہیں (ضیاء القرآن) جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نمازیں پانچ ہیں۔

فی الحقیقت قرآن کریم میں صرف نماز قائم کرنے کا حکم ہے۔ دیگر امور کی وضاحت احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔ حدیث امامت جبرائیل میں نماز کے اوقات کا بیان ہے۔ اگر سنت کو ترک کر دیا جائے تو لفظ صلاۃ کا صحیح مفہوم سمجھنا ہی ہمارے لیے محال ہے کیونکہ لغت عرب میں یہ لفظ متعدد معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

﴿۳۰۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ آج کل موبائل ٹیلیفون عام ہو چکے ہیں، اگر نماز کے دوران گھنٹی بجنا شروع ہو جائے تو کیا نماز کی حالت میں موبائل بند کیا جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل عزیز الرحمٰن محلہ ختکی خیل میانوالی۔

الجواب: اگر نماز میں موبائل کی گھنٹی بجنا شروع ہو جائے تو ایک ہاتھ سے بند کر دیں اس عمل سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ عمل قلیل ہے۔ فقہ کی کتب میں یہ جزی موجود ہے، "ولو حك المصلی جسده مرة او مرتین متوالیتین لا تفسدو لو فعل ذالك مرارا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

متواليات اى فى ركن واحد تفسد صلوته لا نه كثير ۔“

نمازی نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یکے بعد دیگرے کھجایا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اگر ایسا عمل مسلسل کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ یعنی کسی ایک رکن میں کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔

”عمل كثير نماز را فاسد كند و عمل كثير آنست كه دو آن محتاج شود بهر دو دست و نزد بعضے آنچه بنيندئه عامل اورا داند كه در نماز نيست و بعضے گفتئه آنچه كه مصلى آن را كثير داند۔“(مالا بد، صفحه ۳۸)

تنبیہ !　　مسجد میں داخل ہوتے ہی موبائل بند کر دیا کریں تا کہ نماز سکون سے ادا کر سکیں۔

باب مفسدات الصلوٰۃ

(نماز فاسد ہونے کے مسائل)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۰۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کچھ لوگوں کو دیکھا گیا ہے نماز کے اندر اپنے جسم کو بار بار کھجلاتے ہیں ایسا کرنے سے کیا نماز ہو جاتی ہے۔؟ بینوا توجروا۔ (عبدالقیوم میانوالی)

الجواب: ایک قیام میں تین بار کھجلانے سے نماز جاتی رہے گی۔ اس طرح کہ کھجلا کر ہاتھ ہٹایا پھر کھجایا پھر ہٹایا اسی طرح تین بار کیا۔ یہ عمل کثیر شمار ہو گا اگر ایک مرتبہ ہاتھ رکھ کر کئی بار حرکت دی تو یہ ایک ہی مرتبہ کھجلانا ہوا اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۹۷ میں ہے، ''اذا حك ثلاثا في ركن واحد تفسد صلاته هذا اذا رفع يده في كل مرة۔ اما اذا لم يرفع في كل مرة فلا تفسد كذافي الخلاصة۔

﴿۲۰۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے امام کی اکثر عادت ہے کہ ایک آیت کو شروع کر کے اس کو چھوڑ کر پھر دوسری جگہ سے شروع کر دیتا ہے۔ کیا ایسا کرنے سے نماز ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا سائل محمد سلیم اللہ خان گلمیری میانوالی

الجواب: امام صاحب نے اگر ایسا غلط پڑھا کہ جس سے معنیٰ فاسد ہو گیا تو اسے چھوڑ کر دوسری آیت کریمہ پڑھنے اور سجدہ سہو کرنے سے بھی نماز نہیں ہوئی اور اگر معنیٰ فاسد نہ ہوئے تھے تو سجدہ سہو کی بھی ضرورت نہیں۔ سب کی نماز ہو گئی۔ لیکن جس مقتدی کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئی تھیں اگر وہ امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک رہا حالانکہ امام پر سجدہ سہو واجب نہ تھا تو فعل لغو میں اتباع کے سبب اس کی نماز باطل ہو گئی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے" اذا ظن الامام ان علیه سهواً فسجد للسهو و تابعه المسبوق فی ذالك ثم علم ان الا مام لم یكن علیه سهواً لا شهر ان صلاته تفسد ـ"

﴿۳۰۹﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ پینٹ و بوشرٹ پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ـبینوا توجروا۔(سائل ملک محمد اسلم ارائیں ـ)

الجواب: پینٹ شرٹ اور تنگ کپڑا پہننا مکروہ ہے اس سے انتقالات میں حرج ہوتی ہے اور ستر بھی قائم نہیں رہتا ـ ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ جو یہود و نصاری کا لباس خاص ہو۔ یہ اعانت علی المعقیت کے حکم میں ہوگا۔

فتاویٰ رضویہ جلداول ص ۴۲۶ پر فتاویٰ قاضی خاں سے ہے" الخیاط اذااستوجر علی خیاطة شیء من ذی الفساق و یعطی له فی ذلك كثیر اجر لا یستحب له ان یعمل لا نه اعانة علی المعصیة ـ"

﴿۳۱۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے امام صاحب کہتے ہیں اگر حالت نماز میں مقتدی کا پاؤں امام سے آگے ہو جائے تو نماز فاسد ہوتی ہے؟ نیز امام سے آگے بڑھنے کی مقدار کیا ہے ـ؟ ـ بینواتوجروا سائل محمد نسیم اللہ خان یارو خیل میانوالی

الجواب: داہنے پاؤں کا انگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو کوئی حرج نہیں لیکن مقتدی کا انگوٹھا دائیں بائیں یا آگے پیچھے اتنا ہٹے کہ جس سے صف میں کشادگی پیدا ہو یا سینہ صف سے باہر نکلے مکروہ ہے کہ احادیث کریمہ میں صف کے درمیان کشادگی رکھنے اور صف سے سینہ کو باہر نکالنے سے منع کیا گیا ہے ـ اور اگر ایک مقتدی جو امام کے برابر میں تھا وہ اتنا آگے بڑھا کہ اس کے قدم کا

اکثر حصہ امام کے قدم سے آگے ہوا تو مقتدی کی نماز فاسد ہوئی ورنہ نہیں۔

جیسا کہ ردالمختار جلد اول ص ۳۷۱ میں ہے "الاصح مالم یتقدم اکثر قدر المقتدی لا تفسد صلاته کمافی المجتبیٰ۔"

﴿۲۱۱﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، اگر امام نماز پڑھانے کے لے کھڑا ہوا۔ سینہ کا بٹن کھلا تھا یا کف کھلا تھا اور اسی حالت میں نماز پڑھا دی کیا مقتدیوں کی نماز صحیح ہوئی یا مکروہ وضاحت کریں؟ ۔بینوا توجروا۔(سائل حافظ نجم الرحمٰن میانوالی

الجواب: میں کرتے کا بٹن کھلا رہنے کی چند صورتیں ہیں۔ کرتے کے اوپر یا نیچے کوئی دوسرا کپڑا مثلاً صدری، شیروانی یا بنیان وغیرہ پہنے ہوئے تھا ایسی صورت میں اگر اوپر یا نیچے والے دوسرے کپڑے کی وجہ سے سینہ ڈھکا ہوا تھا تو کرتے کے بٹن کا کھلنا نماز میں کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔ اور اگر کرتے کے اوپر یا نیچے دوسرا کپڑا نہیں تھا جس سے سینہ ڈھکا رہے۔ اس صورت میں یا تو صرف اوپر والا بٹن کھلا ہوا تھا یا اس کے ساتھ نیچے والا بھی۔ الحاصل اگر بٹن اس طرح کھلے ہوئے تھے (خواہ ایک ہی یا زیادہ) جس سے سینہ ظاہر ہے تو نماز قطعاً مکروہ ہوگی۔ اور اگر صرف اوپر کا بٹن اس طرح کھلا ہوا ہے جس سے صرف گلے کے پاس کا خفیف حصہ نظر آرہا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ یہ احکام فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ص ۴۴۷ کی مندرجہ ذیل عبارت سے ماخوذ ہیں، اور کسی کپڑے کا ایسا خلاف عادت پہننا جسے مہذب آدمی مجمع یا بازار میں نہ کرسکے اور اگر کرے تو بے ادب خفیف الحرکات سمجھا جائے یہ بھی مکروہ ہے۔ یہی حکم قمیض کے کفوں کو کھلا رکھنے کا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۱۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ عینک لگائے ہوئے سجدہ کرنے سے نماز ہوگی یا نہ؟ بینوا توجروا سائل قاری ظفر اللہ متعلم جامعہ اکبریہ میانوالی

الجواب: اگر چشمہ (عینک) سجدہ کرنے میں ہڈی تک ناک کے دبنے میں رکاوٹ نہیں پیدا کرتا ہے تو نماز بلا کراہت ہو جائے گی اور اگر رکاوٹ پیدا کرتا ہے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب ہوگا۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں، ناک ہڈی تک نہ دبی تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی۔ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۷)۔

﴿۳۱۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ آج کل عورتیں تانبہ، پیتل اور لوہے وغیرہ کے زیورات پہننے لگی ہیں۔ تو ان کو پہن کر نماز ہوگی یا نہیں؟. بینوا توجروا۔ صوفی عبدالرزاق چشتی میانوالی۔

الجواب: تانبہ، پیتل اور لوہے کے زیورات پہن کر پڑھنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۴۲۲ میں ہے۔ اور ہر وہ نماز جو مکروہ تحریمی ہو اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے،" کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" عورتوں کو سونا چاندی کے زیورات پہننے کی اجازت ہے دیگر دھاتوں کی نہیں۔

﴿۳۱۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام اگر بھول کر قعدہ اخیرہ میں کھڑا ہو گیا تو مقتدی کیا کریں وضاحت فرمائیں۔؟ سائل قاری عطاالرحمٰن میانوالی

الجواب: اگر قعدہ اخیرہ میں بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد امام بھول کر کھڑا ہو گیا تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دیں۔ بلکہ بیٹھے ہوئے انتظار کریں۔ اگر سجدہ کرنے سے پہلے امام لوٹ آئے تو

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مقتدی اس کے ساتھ سجدہ سہو کرنے کے بعد تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دیں۔ اور اگر امام نہ لوٹے یہاں تک کہ سجدہ کرے تو مقتدی تنہا سلام پھیرلیں۔

اور اگر قعدہ اخیرہ میں بقدر تشہد بیٹھے بغیر امام بھول کر کھڑا ہو گیا اور لقمہ دینے پر واپس نہ ہوا یہاں تک کہ سجدہ کرلیا تو اس کی فرض نماز باطل ہوگئی۔ اور جس نے امام کے سجدہ کرنے سے پہلے سلام پھیر دیا اس کی بھی باطل ہوگئی۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۶۹)

﴿۳۱۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ ضاد کی صورت میں اختلاف کرتے ہیں اس کی وضاحت فرمادیں تاکہ نماز میں ادائیگی درست ہوسکے؟ **بینوا توجروا۔** سائل ملک جاوید اقبال طرہ باز ٹاؤن میانوالی

الجواب: ضاد مطلقاً ظاپر پڑھنا یا خالص دال پڑھنا دونوں میں سے کوئی صحیح نہیں، چونکہ ضاد کا مخرج ظا اور زا اور دال سب سے جدا ہے، عربی حروف میں ضاد کا اس کے مخرج و صفات کے ساتھ ادا کرنا نہایت دشوار و مشکل ہے۔ کتب تجوید میں اس کی تصریح ہے۔ نماز اور خارج نماز میں کلام باری تعالیٰ کی تلاوت کے وقت جو شخص ضاد کو اس کے صحیح مخرج وصفات کے ساتھ ادا کرنے پر قادر ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو صحیح مخرج وصفات ہی کے ساتھ ادا کرے، اگر ایسے شخص سے نماز میں ضاد کی جگہ ظا یا دال ادا ہو جائے اس سے جان بوجھ کر معنی میں فساد بھی لازم آتا ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر ایسا شخص نماز میں قصداً ضاد کو ظا یا دال پڑھے، بعض فقہاء نے تحریف اور تغیر کلام باری تعالیٰ لازم آنے پر حکم تکفیر صادر فرمایا ہے۔ جو شخص ضاد کو اس کے صحیح مخرج وصفات کے ساتھ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ شخص فن قرأت کے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ماہرین سے اس کا صحیح مخرج اور ادا کرنے کا صحیح طریقہ معلوم کر کے ضاد کو اس کے صحیح مخرج وصفات کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کرتا رہے، حتیٰ کہ اس کو صحیح طور پر ادا کرنے لگے۔ لیکن اگر ایسا شخص ضاد کو ظا یا دال کے مخرج سے ادا کر دے تو اس کی نماز صحیح ہو گی وہ صحیح ادا کرنے پر قادر نہ ہے۔

غنیۃ المستملی ص ۴۴۸ میں ہے،"(اقرأ) غیر المغظوب بالظاء والذال المعجمتین تفسد اذ لیس لهما معنی ولا الصالین طالظاء المعجمة او الدال المهملة لا تفسد"

"مغظوب" پڑھا یا "مغذوب" پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ ان دونوں کا کوئی معنیٰ نہیں۔"الظالین" یا "الدالین" پڑھا تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔

اسی میں ہے،(ترجمہ) توتلا کے بارے میں حکم لگانے میں علماء کا اختلاف ہے۔ واقعات ناطفی میں ابوالشجاع سے روایت کر کے ذکر کیا کہ اگر توتلے نے رب کی جگہ لب پڑھ دیا یا اس کے مشابہ کچھ پڑھ دیا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ صاحب محیط اور مختار للفتویٰ نے اس طرح کے مسائل کے بارے میں کہا کہ اگر وہ تلفظ درست کرنے میں دن رات کوشش کرتا ہے لیکن درست نہیں ہو پاتا ہے تو اس کی نماز صحیح ہو گی۔ اگر اس نے عمر کے ایک حصے میں کوشش کرنا چھوڑ دیا تو اس کے کئے گنجائش نہیں کہ باقی عمر میں بھی اپنی کوشش کو ترک کر دے۔ اور اگر چھوڑ دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی ہمیشہ تصحیح کی کوشش ہیں لگا رہے ۔ اسی میں ہے،"فانهم عمموا هذا الحكم فی كل من لا يمكنه النطق بحرف "فقہاء نے اس حکم کو ہر اس شخص کے لیے عام کر دیا ہے جس کو حروف کی ادائیگی پر قدرت نہیں۔ شرح فقہ اکبر للملا علی قاری ص ۲۰۵ میں ہے،"و فی المحيط سئل الامام الفضلی عمن يقرأ الظاء المعجمه مكان الضاد المعجمة او يقرأ

اصحاب الجنة مکان اصحاب النار او علی العکس فقال لا نجوز امامته و ان تعمد یکفر قلت اما کون تعمده کفر افلا کلام فیه اذ لم یکن فیه لغتان۔"

محیط میں امام فضلی سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو ضاد کی جگہ ظا پڑھتا ہے یا اصحاب النار کی جگہ اصحاب الجنۃ پڑھتا ہے یا اس کے برعکس پڑھتا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس کی امامت جائز نہیں اور اگر عمداً ایسا پڑھا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ میں کہتا ہوں جہاں تک جان بوجھ کر پڑھنے کا تعلق ہے تو اس کے کفر ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ کیونکہ اس کے اندر دو لغتیں موجود نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری مصری جلد اول ص ۷۴ میں ہے،"و ان جریٰ علیٰ لسانه، او کان لا یعرف التمیز، لا تفسد وهو اعدل الاقاویل و هو المختار هکذا فی الوجیز الکردری و من لا یحسن بعض الحروف ینبغی ان یجهد، و لا یعذر فی ذالك"

اگر اس کی زبان پر غلط ہی جاری ہو گیا یا وہ تمیز کی صلاحیت سے عاری تھا تو نماز نہ فاسد ہو گی۔ یہی سب سے معتدل اور مختار قول ہے۔ جو شخص بعض حروف کو بہتر طور پر ادا نہیں کر پاتا اس کے لیے ضروری ہے کہ کوشش کرتا رہے وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا۔فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۹۳، ۹۴ میں اسی قسم کے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے،اور دال پر ظاہر ہے کہ خود کوئی حرف نہیں ہے، بلکہ ضاد ہی ہے،اپنے مخرج سے پورے طور پر ادا نہیں ہوا تو جو شخص دال خالص یا ظاء خالص عمداً پڑھنے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں،مگر جو شخص دال پر کی آواز میں پڑھتا ہے،آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۱۲،۱۱۳ میں ہے کہ،اصل حرف ضاد ہے اس کو اصلی مخرج سے ادا کرنا واجب ہے،اگر نہ ہو سکے تو بحالت معذوری دال پُر کی صورت سے بھی نماز ہو جائے گی،

ان دونوں جوابوں سے ظاہر ہوا کہ جو شخص عمداً ضاد کی جگہ ظا یا دال نہیں پڑھتا اس کی نماز ہو جائے گی۔ جو لوگ دال پُر پڑھتے ہیں وہ ضاد ہی ہے۔ جو اپنے مخرج سے پورے طور ادا نہیں ہوتا۔

خلاصہ تحریر یہ ہوا کہ ضاد کو صحیح مخرج سے ادا کرنے پر قادر ہونے کے باوجود مغضوب کو مغذوب یا مغظوب کوئی شخص بقصد تحریف پڑھتا ہے تو اس پر حکم کفر منقول ہے، کلام اللہ پر غیر کلام اللہ کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔ عربی پر اردو کو قیاس کرنا درست نہیں۔ دونوں کے قوانین علیحدہ علیحدہ ہیں

واللہ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب سجدة التلاوت

(باب سجدہ تلاوت)

﴿۲۱۶﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں اسلامی مدارس میں جو آیت سجدہ بچوں کو پڑھائی جاتی ہے تو معلم و متعلم پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں۔ استاد اور شاگرد کا بغیر وضو قرآن کریم کو پڑھنا اور چھونا جائز ہوگا یا نہ یا ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، ٹی وی وغیرہ پر آیت سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ ۔بینوا توجروا۔ سائل حافظ محمد ساجد ارائیں میانوالی۔

الجواب: فتاویٰ فیض الرسول میں ہے، طالب علم اگر آیت سجدہ پڑھ رہا ہے اور استاد سن رہا ہے یا استاد پڑھا رہا ہے اور طالب علم پڑھ رہا ہے اور دونوں نابالغ ہیں تو دونوں پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔ اور اگر ان میں سے ایک بالغ ہے تو صرف بالغ پر واجب ہوگا۔ دونوں بالغ ہیں تو سجدہ دونوں پر واجب ہوگا۔ خواہ آیت سجدہ وہ خود پڑھے یا کسی سے سنے اور اگر دونوں بالغ ہیں تو پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہوگا پھر اگر پڑھنے والے نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کو بار بار پڑھا اور سننے والے نے ایک ہی مجلس میں سنا تو دونوں پر ایک ہی بار سجدہ کرنا واجب ہوگا اور اگر پڑھنے والے کی مجلس ہر بار بدلتی رہی اور سننے والے کی مجلس نہ بدلی تو پڑھنے والا جتنی بار پڑھے گا اتنی ہی بار اس پر سجدہ کرنا واجب ہوگا اور سننے والے پر ایک ہی سجدہ کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر پڑھنے والے کی مجلس نہ بدلی اور سننے والے کی مجلس ہر بار بدلتی رہی تو حکم برعکس ہوگا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،'' ولو تبدل مجلس السامع دون التالی یتکرر الوجوب علیه۔ ولو تبدل مجلس التالی دون السامع یتکرر والوجوب علیه لا علی السامع علی قول اکثر المشائخ وبه ناخذ کذافی العتابیه''

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ سجدہ کی ایک ہی آیت کو بار بار پڑھا اور اگر سجدہ کی چند آیتوں کو سنا خواہ ایک ہی مجلس میں تو جتنی آیتوں کو پڑھے گا یا سنے گا اتنی ہی بار سجدہ واجب ہوگا۔

طالب علم نے آیت سجدہ پڑھی اور معلم نے پڑھائی یا سنی اور دونوں نے سجدہ کرلیا پھر اسی مجلس میں طالب علم نے وہی آیت پڑھی اور استاد نے وہی آیت پڑھی یا سنی تو وہی پہلا سجدہ کافی نہ ہوگا۔ اور ایک ہی آیت کو بار بار پڑھنے اور سننے کے بعد آخر میں اگر ایک سجدہ کرلیا تب بھی ایک ہی کافی ہو گا۔ اور تاخیر کرنے سے گنہگار نہ ہوگا۔

(۲) طالب علم اور استاد اگر دونوں نابالغ ہوں تو بے وضو قرآن مجید چھونا بہتر نہیں۔ اور اگر مدرس بالغ اور طالب علم نابالغ نہ ہو تو بالغ کو بغیر وضو کے قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کو چھونا حرام ہے بے چھوئے یا دور سے دیکھ کر یا زبانی پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ کما صرح بہ فی کتب الفقہ۔ آیت سجدہ لاؤڈ سپیکر، ٹیپ ریکارڈ، ریڈیو، ٹی وی پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا یہ اواز ساز کی مانند ہے جس سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سبحانہ وتعالیٰ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب التراویح

(تراویح کے مسائل)

﴿۲۱۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر کوئی شخص نماز تراویح مسجد میں نہ پڑھنے جائے اور وہ گھر پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں؟ سائل احمد نعیم ملک میانوالی

الجواب: نماز تراویح مسجد میں ادا کرنا سنت ہے۔ و ظاهر كلامهم هنا ان المسنون كفاية اقامتها بالجماعة فی المسجد حتى لواقاموها جماعة فی بيوتهم ولم يقم فی المسجد اثم الكل كذا فی الشامی ص ۵۲۱، ثم بعضهم اختار واقل هو الله فی كل ركعة و بعضهم اختار واقراء ة سورة الفيل الى اخر القرآن و هذا احسن القولين لانه و يشتبه عليه عد دالركعات ولا يشتغل قلبه بحفظها كذا فی التجنيس (عالمگیری ص ۱۱۷ ج ۱) لیکن اگر کوئی جماعت سے اس طرح پڑھے کہ مسجد کی جماعت متاثر نہ ہو تو یہ درست ہے۔ مگر یہ لوگ مسجد کی فضیلت سے محروم رہیں گے۔ ردالمحتار ص ۶۶۰ ج ۱ میں ہے، و ان صلى احد ی البيت بالجماعة لم ينا لوا فضل جماعة المسجد۔

﴿۲۱۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر کسی شخص سے تراویح چھوٹ جائیں تو وہ کب پڑھے؟ بینوا توجروا۔ سائل تنویر احمد میانوالی۔

الجواب: اگر درمیان میں موقع ملے امام کے ترویحہ میں بیٹھنے کے وقت اس وقت پڑھ لے ورنہ امام کے ساتھ وتر باجماعت پڑھ کر بعد میں پوری کرے۔

واذا فاتته ترويحة او ترو يحتان فلو اشتغل بها يفوته الوتر بالجماعة يشتغل بالو تر ثم يصلی ما فاته من التراويح وبه كان يفتی الشيخ الامام الاستاذ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ظهير الدين كذا فى الخلاصه (عالمگيرى ص١١٦ ج١)۔

﴿۲۱۹﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کیا نابالغ امام کے پیچھے تراویح پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد نادر خان ہرنولی میانوالی

الجواب: نابالغ کے پیچھے تراویح پڑھنے میں اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

ولا يصيح اقتداء رجل بامراة و خنثى و صبى مطلقا ولو فى جنازة و نفل على الاصح (درمختار) قوله و نفل على الاصح قال فى الهداية فى التراويح والنفل من المطلقه جوزه مشائخ بلخ ولم يجوزه مشائخنا و منهم من حقق الخلاف فى النفل المطلق بين ابى يوسف و محمد والمحتار انه لا يجوز فى الصلوات كلها اه۔ (ردالمحتار ص٥٤٠ ج١)۔ فى المنية و ذكر فى بعض الفتاوىٰ انه لا يحوز لان يوم البالغين فے التراويح۔ (غنية المصلى ص٣٩٠)۔

﴿۲۲۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ رمضان المبارک میں جب قرآن پاک کا ختم ہوتا ہے تو امام اور سامع وغیرہ کو رقم کپڑے وغیرہ دیئے جاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل ولید احمد خان محلہ میانہ میانوالی۔

الجواب: طے شدہ اجرت پر قرآن شریف پڑھنا درست نہیں ہے۔ اور اس میں ثواب نہیں اور بحکم المعروف کالمشروط جن کی نیت لینے دینے کی ہے وہ بھی اجرت کے حکم میں ہے۔ اور نا جائز ہے۔ و ان القراءة بشئى من الدنيا لا تحوز والا خذ و المعطى اثمان لان ذالك يشبه الاستحار على القراءة و نفس الاستيجار عليها لا يحوز (ردالمحتار

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ص ٦٨٧ ج ١)۔اس حالت میں صرف تراویح پڑھنا اور اجرت کا قرآن شریف نہ سننا بہتر ہے۔ اور صرف تراویح ادا کر لینے قائم رمضان کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔لیکن اگر سنانے والا رضائے الٰہی کے لئے سنائے تو لوگ اگر اسکی خدمت کریں تو شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

﴿٢٢١﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ تراویح پڑھانے کے لیے کم سے کم عمر کی حد کیا ہے؟ بینوا توجروا سائل حافظ محبوب الرحمٰن ڈھبہ کرسیال میانوالی

الجواب: اگر دوسری علامت بلوغ کی مثلاً احتلام وغیرہ لڑکے میں موجود نہ ہو تو شرعاً پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم دیا جاتا ہے، بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال فان لم یوجد فیھما شئی فحق یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اھل زماننا (الدرالمحتار ص ١٣٢ ج ٥)۔ پس جس لڑکے کو سولہواں سال شروع ہو گیا ہے اس کے پیچھے تراویح اور فرض نماز سب درست ہے۔اگر چہ بے ریش ہو اور ایسی عمر کا لڑکا اگلی صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔

﴿٢٢٢﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اکثر حفاظ نئے حافظ قرآن کو تراویح کے دوران غلط لقمہ دے کر پریشان کرتے ہیں۔اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔سائل ظفر اللہ خان میانوالی۔

الجواب: یہ بھی انھی اغلوطات میں سے ہے جن کی ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے، محض تنگ کرنے کے لئے لقمے دینے والا گنہ گار ہوگا۔ عن معاویۃ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الاغلوطات رواہ ابو داؤد (مشکواۃ ص ٣٥)۔

﴿۲۲۳﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر کوئی حافظ تراویح پڑھا رہا ہے اور کسی جگہ پر رک گیا ہے۔ سامع نے اسی وقت نیت کر لی اور لقمہ دے کر نیت توڑ دی۔ ایسا بار بار کرنے سے نماز کا کیا حکم ہوگا؟ اور اگر بے وضو ہو کر ایسا کرے تو وضاحت فرمادیں؟ بینوا توجروا۔ سائل وارث نیازی علووالی میانوالی۔

الجواب: اگر نیت باندھ کر بتلا دیں تو قاری کی نماز میں کچھ خلل نہ آئے گا مگر اس کو نیت توڑنے کا گناہ ہوگا اور قضا لازم ہوگی۔ اور جو بے وضو بتلایا یا باوجود پانی کے تیمم کر کے بتلایا اور قاری نے لے لیا تو اس کی نماز فاسد ہوئی اور مقتدیوں کی بھی نماز فاسد ہوئی (عالمگیری ص ۹۰ ج ۱)

﴿۲۲۴﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کسی امام کے پیچھے پردہ کی موجودگی میں عورتیں اقتدا کر سکتیں ہیں یا نہیں؟ بینوا و توجروا سائل محمد یاسر علی میانوالی

الجواب: عورتیں امام کے پیچھے اس صورت میں نماز پڑھ سکتی ہیں جب ان کی عزت نفس کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ اور عورتوں کے لئے باپردہ نماز ادا کرنے کا انتظام۔ کما تکرہ امامۃ الرجل لھن فی بیت لیس معھن رجل غیرہ لا محرم منہ اما اذا کان معھن واحد ممن ذکر اوا مھن فی المسجد لا یکرہ (الدرالمحتار ص ۵۲۹ ج ۱)۔

﴿۲۲۵﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ نماز تراویح میں سامع قرآن حکیم کھول کر پہلی رکعت میں بیٹھ کر سماعت کرتا ہے اور امام کی غلطی کو درست کرتا ہے جب امام رکوع میں جاتا ہے تو سامع نماز میں شریک ہو جاتا ہے کہ یہ درست ہے یا نہیں۔ (سائل محمد علی میانوالی)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: یہ طریقہ شرعاً غلط ہے۔ امام کی لقمہ وہی دے سکتا ہے جو امام کی اقتدا میں نماز ادا کررہا ہو۔ جو شخص نماز میں شامل نہ ہو وہ نماز تراویح میں صف مصلیان میں بیٹھ کر قرآن کریم کھول کر قرآن کریم سنتا رہے اور غلطی بتائے لقمہ دے اور امام قبول کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی فتاویٰ عالمگیری مصری جلد اول ص ۹۳ میں ہے، و ان فتح غیر المصلی علی المصلی فاخذ بفتحہ، فسد کذا فی منیۃ المصلی۔ اگر غیر نمازی نے نمازی کو لقمہ دیا اور اس نے لقمہ لے بھی لیا تو نماز فاسد ہوگئی۔ فساد نماز کا حکم اس صورت میں ہے کہ امام اس غیر مصلی کا لقمہ قبول کرے۔

﴿۲۲۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ تراویح میں قرآن پاک کا ایک بار ختم کرنا سنت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل اظہر خان میانوالی۔

الجواب: تراویح میں ایک بار ختم کلام پاک سنت ہے۔ قوم کی کاہلی اور سستی کی وجہ سے نہ چھوڑا جائے اگر سارے اہل محلہ یا تمام اہل قریہ تراویح کی جماعت کو چھوڑ دیں تو یہ سب کے سب امر ممنوع کے مرتکب اور گنہگار رہوئے۔ فتاوی عالمگیری مصری جلد اول ص ۱۰۸ میں ہے، ولو ترک اهل المسجد کلهم الجماعة فقد اساء و اثموا هکذا فی محیط السرخسی۔ اگر پوری قوم نے تراویح کی جماعت چھوڑ دی تو برا کیا اور سب گنہگار رہوئے ایسا ہی محیط السرخسی میں ہے۔ اسی کے صفحہ ۱۱۰ میں ہے، السنة فی التراویح انما هوا الختم مرة فلا یترک لکسل القوم کذا فی الکافی۔ تراویح میں ایک ختم سنت ہے۔ قوم کی کاہلی کے سبب سے نہ چھوڑا جائے۔ ایسا ہی الکافی میں ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ و بارک وسلم

﴿۲۲۷﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، نماز تراویح میں غیر نمازی امام کو لقمہ دے تو؟ بینوا توجروا۔ سائل عمران اسلم میانوالی۔

الجواب: امام کو لقمہ وہی دے سکتا ہے جو امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو۔ جو شخص نماز میں شامل نہ ہو وہ لقمہ نہیں دے سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد۱ ص۹۳ میں ہے، و ان فتح غیر المصلی علی المصلی فاخذ بفتحه، تفسد کذا فی منیة المصلی اگر غیر نمازی نے نمازی کو لقمہ دیا اور اس نے لقمہ لے بھی لیا تو نماز فاسد ہوگئی۔ فساد نماز کا حکم اس صورت میں ہے کہ امام اس غیر مصلی کا لقمہ لے بھی لے۔

﴿۲۲۸﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، تراویح کی آخری دو رکعتوں میں چھوٹا ختم قرآن کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل اسماعیل خان میانوالی

الجواب: حنفی مسلک میں تراویح میں چھوٹا ختم پڑھنا مستحب و مستحسن ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قل اعوذ برب الناس پڑھتے تو الحمد سے شروع کرتے۔ پھر سورۃ بقرہ میں سے او لئك هم المفلحون تک پڑھتے۔ پھر دعاء ختم قرآن کرتے اور کھڑے ہو جاتے۔ فتاویٰ عالمگیری اور اتقان فی علوم القرآن میں ہے، اخرج الدارمی بسند حسن عن ابن عباس ابی ابن کعب ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم کان اذا قرا قل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرأ من البقرة الیٰ اولئك هم المفلحون ثم دعا بدعاء الختمة ثم قام۔ دارمی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ ابی ابن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قل اعوذ برب الناس پڑھتے تو الحمد

سے شروع کرتے، پھر سورۃ بقرۃ کی ابتداء سے اولئك هم المفلحون تک پڑھتے، پھر دعاء ختم قرآن کرتے۔ ردالمحتار وغنیۃ المستملی وفتاویٰ ولوالجیہ میں ہے، من يختم القرآن فی الصلوٰة اذا فرغ من المعو ذتين فی الركعة الاولیٰ يركع ثم يقرا فی الثانية بالفاتحة و شئی من سورة البقرة لان النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال خير الناس الحال المرتحل ای الخاتم المفتتح۔۔۔ جو نماز میں قرآن ختم کرے۔ پہلی رکعت میں معوذتین سے جب فارغ ہو تو رکوع کرے۔ پھر دوسری میں سورۃ فاتحہ پڑھے۔ اور کچھ سورۃ بقرہ میں سے پڑھے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرآن کو ختم بھی کرتے ہیں اور شروع بھی کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ چھوٹا ختم قرآن پڑھنا حنفاء کے نزدیک مستحب و مستحسن ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

الله أكبر

باب النوافل

(نوافل کے مسائل)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۲۹﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ فرائض کے بعد نوافل پڑھنا ضروری ہیں۔ دلیل کے ساتھ وضاحت کریں۔ سائل قاری محمد بلال اویسی رضوی میانوالی

الجواب: نفل نماز کا پڑھنا بہتر ہے۔ ہاں اگر نفل نماز قصداً شروع کر دے تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے اور قصداً شروع کر کے توڑ دے تو اس کا دوبارہ پڑھنا بھی ضروری ہے۔ درمختار میں ہے، لزم نفل شرع فیه بتكبيرة الاحرام او بقيام الثالثة شروعاً صحيحاً قصداً اولو عند غروب و طلوع واستواء على الظاهر فان افسده حرم لقوله تعالىٰ ولا تبطلو ااعمالكم الا بعذر ووجب قضاءه

﴿۳۳۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، میانوالی اور اس کے گرد نواح میں صلوۃ التسبیح کی جماعت بڑے اہتمام سے کی جاتی ہے۔ کیا ازروئے شرع مروجہ نوافل کی جماعت جائز ہے یا نہیں؟ ۔بینوا توجروا سائل جاوید اقبال میانوالی

الجواب: نوٹ: یہ سوال قبلہ استاذیم سے عیدالفطر کے موقع پر عیدگاہ کے خطاب میں کیا گیا۔ ہم اس کی مکمل تفصیل بیان کرتے ہیں۔ نوافل اور صلوۃ التسبیح کی جماعت علی التداعی (اعلام کیساتھ) مکروہ ہے۔ ایک مسلمان کے لیے عبادات واحکام اور مسائل و معاملات میں رسول اقدس ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اقوال و اعمال ہی بہترین نمونہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وہی عمل بطور عبادت پسند ہے جو اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ مبارکہ کے مطابق ہو اور ایسا عمل ہی قبولیت کے لائق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، قل ان كنتم تحبون الله فاتبعو نى يحببكم الله ۔(اے محبوب ﷺ کہہ دیجئے اگر تم

اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو) عبادات اللہ تعالی اور اس کے حبیب ﷺ کے احکام پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔ حضور ﷺ کی سنت کو چھوڑ کو اپنی من مانی اختیار کرنا ہی وہ ناپسندیدہ عمل ہے جسے بدعت کہتے ہیں۔ آج کل اکثر مساجد میں نفل نمازوں کا باجماعت اہتمام و اعلان کیا جانا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ شب معراج، شب برأت اور لیلۃ القدر جیسی خاص راتوں میں "صلوۃ التسبیح" جیسی اہم عبادت نماز کو اعلانات و اشتہارات کے ذریعے لوگوں کو بلا کر باجماعت ادا کیا جاتا ہے۔ حالانکہ فقہاء کرام نے نوافل کی جماعت اور اس کے لیے اعلان و اشتہار بازی کو بدعت قرار دیا ہے۔ بغیر دعوت و اعلان کے دو یا تین شخص امام کے ساتھ نوافل باجماعت پڑھ لیں تو جائز ہے۔ لیکن اس کو معمول نہ بنایا جائے۔

نوافل احادیث مبارکہ کی روشنی میں۔ ﴿۱﴾ نبی اکرم ﷺ نے کبھی تعلیم کے لیے اور کبھی تبرکا ایسی نماز نفل کسی صحابی کے گھر میں ادا فرمائی ہے، جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ان جدته مليكه رضى الله تعالىٰ عنها دعت رسول الله ﷺ بطعام صنعته فاكل منه ثم قال قوموا افاصلى لكم قال انس بن مالك رضى الله عنه: فقمت الى حصير لنا قد اسود من طول مالبس فضحته بماء فقام عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وصففت انا و اليتيم و راء ه والعجوز من وراٗئنا فصلى لنا رسول الله ﷺ ركعتين ثم--- انصرف (صحیح مسلم جلد اول ص ۲۳۴) ان کی دادی حضرت ملیکۃ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے لئے کھانا پکا کر دعوت کی، کھانا کھانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: چلو میں تم کو نماز پڑھاؤں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں، میں ایک چٹائی لے کر آیا جو کثرت استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو چکی تھی۔ میں نے اس کو پانی سے دھویا، پھر اس چٹائی پر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں اور (ایک) یتیم آپ ﷺ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے اور بڑھیا (ام سلیم رضی اللہ عنہا) ہمارے پیچھے تھیں رسول اللہ ﷺ ہم کو دو رکعت نماز پڑھانے کے بعد تشریف لے گئے۔ امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، پتہ چلا کہ نبی ﷺ نے بعض اوقات نوافل نماز کی جماعت گھر میں کروائی ہے۔ اسی طرح تنہا یا با جماعت (دو یا تین مقتدیوں کے ساتھ) نوافل بھی آپ ﷺ نے گھر ہی میں ادا فرمائے ہیں۔ حدیث پاک میں نوافل اور سنتیں گھر میں ادا کرنے کا حکم آیا ہے۔ ﴿۲﴾ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، عن النبی ﷺ قال: صلوا فی بیوتکم ولا تتخذوها قبورا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں میں (نفل) نماز پڑھو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ۔ سنن مؤکدہ، غیر مؤکدہ اور نوافل گھر میں پڑھنا سنت بھی ہے اور باعث اجر و ثواب بھی۔ ﴿۳﴾ عن زید بن ثابت قال: قال رسول اللہ ﷺ صلوۃ المرء فی بیتہ افضل من صلوتہ فی مسجدی ھذا الا المکتوبۃ۔

(مشکوۃ شریف ص ۱۱۵) حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بندے کے لیے نفل نماز اپنے گھر میں ادا کرنا میری اس مسجد میں ادا کرنے سے بھی افضل ہے سوائے فرض کے۔ ایک اور جگہ ارشاد گرامی ہے، ﴿۴﴾ فصلوا ایھا الناس فی بیوتکم فان افضل الصلوۃ صلوۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۰)

اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو بیشک آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جسے وہ اپنے گھر میں ادا

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کرے، سوائے فرائض کے۔ **﴿امام اہلسنت کا فتویٰ﴾**: ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں، ﴿۵﴾ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک نوافل کی جماعت بتداعی مکروہ ہے، قضائے عمری کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں اس کا پڑھنا اختراع کیا گیا اور اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نماز سے عمر بھر کی اپنی اور ماں باپ کی قضائیں بھی اتر جاتی ہیں، محض باطل و بدعت سیئہ شنیعہ ہے۔ کسی کتاب معتبر میں اصلاً اس کا نشان نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳ ص ۴۸۰)

ضلواۃ التسبیح اور دیگر تمام نفلی عبادات بجائے اعلان واشتہار کے تنہا خفیہ اور گھروں میں ادا کی جانی چاہیں تاکہ ان کے اصل مقصود یعنی قرب الٰہی کے حصول کی صورت میسر آ سکے۔ ہمارے ائمہ احناف اور فقہاء عظام نے نوافل کی جماعت اور اس کے لیے اعلان واشتہار بازی کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ بغیر دعوت و اعلان کے دو یا تین افراد امام کے ساتھ اگر نوافل با جماعت پڑھ لیں تو جائز ہے۔ آیئے فقہاء کرام اور ائمہ ملت کے ارشادات کی روشنی میں اس مسلے کا جائزہ لیتے ہیں۔

﴿۶﴾ الامام الحافظ المجتہد الربانی محمد بن حسن الشیبانی فرماتے ہیں، قلت: و تریفی کسوف القمر صلاۃ؟ قال: نعم، الصلاۃ فیہ حسنۃ قلت فھل یصلون جماعۃ کما یصلون فی کسوف الشمس؟ قال: لا قلت: فھل تکرہ الصلاۃ فی التطوع جماعۃ ما خلا قیام رمضان و صلاۃ کسوف الشمس؟ قال: نعم ولا ینبغی ان یصلی فی کسوف الشمس جماعۃ الا الامام الذی یصلی الجمعۃ فاما ان یصلی الناس فی مساجد ھم جماعۃ فانی لا احب ذلک و لیصلو اوحدانا۔ میں نے حضرت امام اعظم و بو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا) کیا آپ کے نزدیک چاند گرہن کی نماز جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہاں! ایسے میں نماز پڑھنا اچھا ہے۔ میں نے پوچھا کیا سورج گرہن کی نماز کی طرح جماعت سے پڑھا جائے؟ تو امام نے فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ تراویح اور کسوف شمس (سورج گرہن) کے علاوہ نفل نمازوں کی جماعت کو مکروہ سمجھتے ہیں؟ تو امام اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ہاں اور مناسب نہیں کہ سورج گرہن کی نماز سوائے امام جمعہ کے کوئی اور پڑھائے، مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ لوگ اس نماز کو اپنی مساجد میں جماعت سے پڑھیں۔ اور اگر ایسا ہو تو چاہیے کہ الگ الگ ادا کریں۔ (باب الصلوۃ الکسوف ج۱، ص۴۴۳) ﴿۷﴾ امام اجل شمس الائمہ ابوبکر محمد بن ابی سہل السرخی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، و الاصل فی التطوعات ترک الجماعۃ فیھا ما خلا قیام رمضان لا تفاق الصحابۃُ علیہ و کسوف الشمس لورود الاثربہ ۔ ألا تری ان ما یودی بالجماعۃ من الصلوۃ یوذ ن لھا و یقام ولا یوذن للتطوعات ولا یقام فدل انھا لا تودی بالجماعۃ۔(المبسوط ج۲ ص ۷۶) نوافل کی اصل یہ ہے کہ اس میں جماعت کو ترک کیا جائے سوائے تراویح کی نماز کے، کیونکہ اس پر صحابہ کا اتفاق ہے اور نماز کسوف (سورج گرہن) کے کیونکہ اس کے بارے میں اقوال صحابہ وارد ہوئے ہیں۔

﴿۸﴾ حضرت شمس الائمہ مزید فرماتے ہیں، نوافل با جماعت پڑھنا امام شافعی، امام مالک کے نزدیک مستحب ہے اور احناف کے نزدیک مکروہ ہے۔ دیکھئے المبسوط ج۲ ص ۱۴۴۔

﴿۹﴾ امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں، ولا یصلی التطوع بجماعۃ الافی شھر رمضان و عن شمس الائمہ سرخسی، ان التطوع بالجماعۃ انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی، امام لو اقتدی و احدا و اثنان بواحد لا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یکروہ ۔ و اذا اقتدی ثلثة بواحد اختلف فیہ ۔ و ان اقتدی اربعة بواحد کرہ اتفاقا۔خلاصة الفتاویٰ ج۱ ص۱۵۳) نمازنفل سوائے رمضان (تراویح) کے باجماعت ادا نہ کی جائے۔امام سرخسی سے منقول ہے،نوافل کی جماعت اگراعلان واشتہار سے ہوتو مکروہ ہے البتہ ایک یا دومقتدی اگرایک شخص کے پیچھے پڑھیں تو مکروہ نہیں اوراگرتین افراد ایک کی اقتداء کریں تواس میں اختلاف ہے۔اوراگرچارافرادایک (امام) کے پیچھے پڑھیں توبالاتفاق مکروہ ہے۔﴿۱۰﴾اسی طرح امام قدوری علیہ الرحمۃ نے بھی یہی لکھا ہے،﴿۱۱﴾حضرت امام ابوبکر الکاسانی حنفی فرائض ونوافل کے مابین فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،دوسرافرق یہ ہے کہ نفل نمازسوائے رمضان المبارک کے دوسرے ایام میں باجماعت اداکرنا جائزنہیں ہیں جب کہ فرض نمازمیں جماعت واجب ہے۔یاسنت مؤکدہ۔اس لیے کہ فرمان نبوی ﷺ ہے،

صلاة المرء فی بیته افضل من صلاته فی مسجده الاالمكتوبة۔

فرض نماز کے سوا باقی تمام نمازیں مرد کے لیے گھر میں ادا کرنا مسجد میں ادا کرنے سے افضل ہے۔(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج۱ص۹۲۵)﴿۱۲﴾امام فخرالدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی علیہ الرحمۃ کی شرح کے حاشیہ میں ہے، ان النفس التراویح سنة اداؤها بجماعة مستحب قال فی البدائع اذا صلوالتروایح ثم ارادو ان یصلوها ثانیا یصلون فرادی لا بجماعة لا ن الثانیة تطوع مطلق والتطوع المطلق بجماعة مکروہ۔(شرح کنز الدقائق ص۱۷۸) تراویح بذات خودسنت ہےاوراسے باجماعت اداکرنامستحب ہے۔

﴿۱۳﴾صاحب بدائع الصنائع کہتے ہیں، جب تراویح کی نمازاداکرچکیں اورپھردوبارہ پڑھنا

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چاہیں تو انفرادی طور پر ادا کریں نہ کہ با جماعت، کیونکہ دوسری بار پڑھنا نفل مطلق ہے اور نوافل مطلق کو با جماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ ﴿۱۴﴾ امام عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان شیخ زادہ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں، (یوتر) ای یصلی الوتر (بجماعة فی رمضان فقط) لا نعقاد الاجماع علیه کما فی الهدایة و فیه اشارة الی انه لا یو تر بجماعة فی غیر شهر رمضان لانه نفل من وجه و الجماعة فی النفل فی غیر رمضان مکروه۔ (مجمع الانہر ج۱ ص۱۳۷)

یعنی وتر کی نماز صرف رمضان میں با جماعت ادا کرے کیونکہ اس پر اجماع واقع ہو چکا ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ رمضان کے علاوہ وتر جماعت سے نہ پڑھے کیونکہ ایک اعتبار سے نفل ہیں اور نفل کی جماعت رمضان (تراویح) کے علاوہ مکروہ ہیں۔

﴿۱۵﴾ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں، یکره الاقتداء فی صلاة الرغائب و صلاة البراءة ولیلة القدر الا اذا قال نذرت کذا رکعة بهذا الامام بالجماعة، کذا فی البزازیة (الاشباه والنظائر ص۸۶) رجب، شب برأت اور لیلۃ القدر کی نفل نمازیں جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ سوائے اس کے کہ کسی امام کی اقتداء میں کچھ رکعتیں پڑھنے کی نذر مان کر کہے کہ میں اس امام کے پیچھے اتنی رکعات پڑھوں گا۔ فتاویٰ بزازیہ میں ایسا ہی ہے،

﴿۱۶﴾ علامہ امام حسن بن عمار شرنبلالی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں، و ندب احیاء لیالی العشر الاخیر من رمضان و احیاء لیلتی العیدین و لیالی عشر ذی الحجة و لیلة النصف من شعبان و یکره الاجتماع علی احیاء لیلة من هذا اللیالی فی المساجد (نور الایضاح ص ۱۶۷) یعنی رمضان کی آخری دس، عیدین، ذوالحجہ کی پہلی دس اور شب برأت کی

راتوں کو زندہ رکھنا مستحب ہے۔ البتہ ان راتوں کو زندہ رکھنے کے لیے مساجد میں اجتماع مکروہ ہے۔

﴿۱۷﴾ علامہ امام ابراہیم حلبی حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، (ترجمہ): جان لو کہ نفل کی جماعت اعلان و اشتہار کے ساتھ مکروہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا، ماسوائے تراویح نماز کسوف اور استقاء کی نماز کے، معلوم ہوا کہ صلاۃ الرغائب۔ (رجب کے پہلے جمعہ کی رات کی نماز) صلوۃ البرأۃ نصف شعبان کی رات اور شب قدر یعنی ستائیس رمضان کی رات والی نمازوں کو جماعت سے ادا کرنا ناپسندیدہ بدعت ہے۔ (حلبی کبیر ص ۴۳۲) ﴿۱۸﴾ حضرت حافظ الدین الیزازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، اگر دو افراد نفل شروع کریں اور وہ فاسد ہو جائیں پھر دونوں نوافل کی ادائیگی کے لیے ایک دوسرے کی اقتدا کریں تو یہ اسباب (فساد) کے مختلف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔ ایسے ہی دو نذر (منت) ماننے والوں کی جماعت جائز نہیں۔ (علی ھذا القیاس) اسی کلیہ کے تحت رجب، شعبان اور لیلۃ القدر (رمضان) کی نمازیں با جماعت جائز نہیں ہیں۔

﴿۱۹﴾ فقہ حنفی کی نہایت اہم کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے، التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعي يكره (فتاوىٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۳) نوافل کی جماعت اگر دعوت و اعلان کے ساتھ ہو تو مکروہ ہے۔ ﴿۲۰﴾ علامہ طحطاوی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں، والجماعة في النفل في غير التراويح مكروة فالا حتياط تركها في الوتر خارج رمضان۔ (حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح ص ۲۱۱) تراویح کے علاوہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت بھی احتیاطاً نہیں کرنی چاہیے۔

﴿۲۱﴾ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مکتوبات امام ربانی دفتر الاول ص ۲۸۸ میں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لکھتے ہیں (ا) جاننا چاہیے کہ نوافل با جماعت ادا کرنا بعض فقہی روایات میں مطلقاً مکروہ ہے۔ اور بعض دوسری فقہی روایات میں یہ کراہت تداعی اور اجتماع کے ساتھ مشروط کی گئی ہے۔ پس اگر تداعی کے بغیر ایک دو آدمی مسجد کے کونہ میں نوافل با جماعت ادا کریں تو یہ بلا کراہت جائز ہے۔ اور اگر نفلوں کی جماعت میں تین افراد جمع ہو جائیں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اگر چار افراد شریک ہو جائیں تو بعض روایات کے مطابق باتفاق فقہاء کرام مکروہ ہے اور بعض دوسری روایات میں ہے کہ چار افراد کامل کر نوافل با جماعت ادا کرنا زیادہ صحیح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔

(ب) فتاوی سراجیہ میں ہے، کرہ التطوع بالجماعة بخلاف التراويح و صلوٰة الكسوف۔ نفل نماز با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے بخلاف نماز تراویح اور سورج گرہن کی نماز کے (کہ اسے با جماعت ادا کرنا مکروہ نہیں) (ج) فتاوی غیاثیہ میں شیخ الاسلام سرخسی رحمۃ اللہ سبحانہ علیہ فرماتے ہیں، التطوع بجماعة خارج رمضان انما يكره اذا كان على سبيل التداعى اما اذا اقتدى و احد او اثنان لا يكره۔ و فى الثلاث اختلاف و فى الاربع يكره بلا خلاف۔ غیر رمضان میں نوافل با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔ جب تداعی کے طور پر ہو لیکن اگر ایک مقتدی یا دو ہوں تو مکروہ نہیں اور تین میں اختلاف ہے اور چار مقتدیوں کی صورت میں بلا اختلاف مکروہ ہے۔ (د) فقہ کی مشہور کتاب خلاصہ میں مذکورہ ہے، التطوع بالجماعة اذا ان على سبيل التداعى يكره اما اذا صلوا بجماعة بغير اذان و اقامة فى ناحية المسجد لا يكره ۔ نفلوں کی جماعت جب کہ تداعی کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔ لیکن اگر بغیر اذان و اقامت مسجد کے ایک کونے میں با جماعت نفل پڑھ لیں تو مکروہ نہیں۔

(ز) شمس الائمہ الحلوانی فرماتے ہیں، اذا کان سوا الامام ثلاثة لا یکرہ بالاتفاق و فی الاربع اختلاف والا صح انه مکروہ۔ جب امام کے سوا تین افراد ہوں تو نوافل کی جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور چار میں فقہا کا اختلاف ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ مکروہ ہے۔

(ح) فتاویٰ شافیہ میں ہے، ولا یصلی التطوع بالجماعة الا فی شهر رمضان و ذلك انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی یعنی باذان و اقامة اما لو اقتدی واحد او اثنان لا علی سبیل التداعی فلا یکرہ و اذا اقتدی ثلاثة اختلاف المشائخ رحمهم الله تعالیٰ و ان اقتدی اربعة کرہ اتفاقاً کوئی شخص بھی نوافل جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے سوائے رمضان شریف کے مہینہ کے اور نوافل با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔ جب کہ اذان اور اقامت کے ساتھ ان کی جماعت کرائی جائے اور اگر ایک آدمی یا دو آدمی اذان اور اقامت کے بغیر اقتداء کریں تو مکروہ نہیں۔ اور جب تین مقتدی ہوں تو اس میں مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہے اور اگر مقتدی چار ہو جائیں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔

﴿۲۲﴾ خاتم المفسرین حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں، جماعت در نفل مکروہ است۔ وسوائے رمضان و تر بجماعت مکروہ است۔ نماز نفل کی جماعت مکروہ ہے۔ رمضان کے علاوہ وتر بھی جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ (مالا بد منہ، ص ۶۹)

﴿۲۳﴾ علامہ بحر العلوم انصاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں، والاصل فی النوافل ان لا یصلی بجماعة۔ (رسائل الارکان ص ۱٤۲) نوافل کی بنیاد اس بات پر ہے کہ انہیں با جماعت ادا نہ کیا جائے۔

﴿۲۴﴾ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، ان خاص راتوں میں تنہا نفل نماز پڑھنی چاہیے (بہار شریعت ج ۴ ص ۱۶) خلاصہ تحریر یہ ہے کہ احادیث مبارکہ اور ارشادات فقہاء کی روشنی میں ثابت اور واضح ہو گیا کہ صلوٰۃ التسبیح اور دیگر تمام نفلی نمازیں انفرادی طور پر الگ الگ ادا کی جانی چاہیں اور نوافل کا گھروں میں ادا کرنا زیادہ فضیلت اور ثواب کا باعث ہے۔ آجکل میانوالی اور اس کے گردنواح میں باجماعت تداعی صلوۃ التسبیح کا جو رواج ہو چکا ہے فقہاء عظام کی تحقیق سے مکروہ ہے۔

﴿۲۳۱﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، وتر کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھنا افضل ہیں یا کھڑے ہو کر۔ بینوا توجروا سائل محمود احمد طرہ باز ٹاؤن میانوالی

الجواب: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد وتر دو رکعت نفل بیٹھ کر ادا فرمایا کرتے تھے۔ شرح سفر السعادت ص ۱۴۰ میں ہے، (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) دو رکعت نماز یکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم بعد از وتر می گذار بروایات صحیحہ ثابت شدہ، وتر کے بعد دو رکعت نفل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادا فرماتے تھے۔ صحیح احادیث سے اس کا ثبوت ہے۔ ﴿**احادیث مبارکہ ھے**﴾ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصلی رکعتین وھو جالس خفیفتین بعد الوتر (ترمذی، سنن ابن ماجہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت نفل مختصر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ مراقی الفلاح مصری صفحہ ۲۴۰ میں ہے، لکن لہ ای للمتنفل جالسا نصف اجر القائم لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی قائما فھو افضل و من صلی قاعدافلہ نصف اجر القام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(نفل پڑھنے والے کے لیے بیٹھ کر پڑھنا کھڑے ہو کر پڑھنے والے کے مقابلے میں نصف اجر ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، یہی افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر پڑھی اس کے لیے نصف اجر ہے۔) لیکن خالص اتباع فعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ کر کے افضل یہی معلوم ہوتا ہے کہ وتر کے بعد دو رکعت نفل کو بیٹھ کر ادا کرے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری ص ۲۵۱ میں ہے، يجوز النفل قاعداً مطلقا من غير كراهة كما فى مجمع الانهر، نفل بیٹھ کر مطلقاً بغیر کراہت کے جائز ہے، مراقی الفلاح مصری ص ۲۴۲ میں ہے،

لانه صلى الله عليه و آله وسلم كان يصلى بعد الوتر قاعدا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اتباع نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ کرتے ہوئے وتر کے بعد دو رکعت نفل کا ادا کرنا بیٹھ کر پڑھنا ہی افضل ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الصلوۃ المسافر

(مسافر کی نماز)

﴿۳۳۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ حالت سفر مسافر سنتیں ادا کرے گا یا چھوڑے گا۔ بینوا توجروا۔ سائل قمر زمان خان میانوالی

الجواب: حالتِ اطمیان میں مسافر کو سنن مئوکدہ پڑھنی چاہیئے اگر عین سفر میں ہو اور جلدی ہو تو نہ پڑھے جیسا کہ درمختار علی ھامش درالمختار باب صلوٰۃ المسافر میں ہے" و یاتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن و قرار والا لایاتی بھا اسی طرح فتاویٰ عالم گیر میں ہے۔" وبعضھم جوزوا للمسافر ترك السنن والمختار انه لا یاتی بھافی حال القرار والا من فتاویٰ عالمگیری ص ۱۷) اور رسول اللہ ﷺ سے دونوں طرح ثابت ہے۔ جیسا ترمذی شریف باب ما جاء فی التطوع فی السفر میں ہے۔ وروی عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کان لا یتطوع فی السفر قبل الصلوۃ و بعد ھا وروی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم انه کان یتطوع فی السفر۔ ترمذی شریف صفحہ ۹۲ ج ۱، ترمذی شریف میں اسی حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔" ومن تطوع فلہ فی ذالك فضل کثیر وھو قول اکثر اھل العلم یختارون التطوع فی السفر۔

﴿۳۳۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کیا چلتی ٹرین میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اس نماز کو پھر لوٹانا چاہے یا نہیں۔ مکمل وضاحت کردیں تاکہ ہماری تسلی ہو۔ بینوا توجروا۔ سائل ملک محمد زمان محمد یار والا ضلع میانوالی۔

الجواب: چلتی ہوئی ٹرین میں نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ مگر فرض، واجب اور سنت فجر

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پڑھنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ نماز کے لے شروع سے آخر تک اتحاد مکان اور جہت قبلہ شرط ہے اور چلتی ہوئی ٹرین میں شروع نماز سے آخر تک قبلہ رخ رہنا اگرچہ بعض صورتوں میں ممکن ہے لیکن اختتام نماز تک اتحاد مکان یعنی ایک جگہ رہنا کسی طرح ممکن نہیں۔ اس لیے چلتی ہوئی ٹرین میں فرض نماز پڑھنا صحیح نہیں۔ ہاں اگر نماز کے اوقات میں نماز پڑھنے کی مقدار ٹرین کا ٹھہرنا ممکن نہ ہو تو چلتی ہوئی ٹرین میں نماز پڑھ لے پھر موقع ملنے پر اعادہ کرے۔ ردالمحتار جلد اول ص ۴۷۲ میں ہے،

الحاصل ان کلا من اتحاد لامکان واستقبال القبلة شرط فی صلاة غیر انافلة عند الامکان لا یسقط الا بعذر ۔یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ نفل نماز کے علاوہ سب نمازوں کے لیے اتحاد مکان اور استقبال قبلہ ایک جگہ ٹھہرنا اور قبلہ رخ ہونا آخر تک بقدر امکان شرط ہے جو بغیر عذر شرعی ساقط نہ ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ ٹرین نماز کے اوقات میں کہیں نہ کہیں اتنی دیر ضرور ٹھہرتی ہے کہ دو یا چار رکعت نماز فرض آسانی سے پڑھ سکتا ہے کہ ٹرین ٹھہرنے سے پہلے وضو سے فارغ ہو کر تیار رہے اور ٹرین ٹھہرے ہی اتر کر یا ٹرین ہی میں قبلہ رخ کھڑے ہو کر پڑھ لے اگر اتنی قدرت کے باوجود کاہلی اور سستی سے چلتی ہوئی ٹرین میں نماز پڑھے گا تو وہ شرعاً معذور نہ ہوگا اور نماز نہ ہوگی۔ اور بعض لوگ جو ٹرین کو کشتی پر قیاس کر کے چلتی ہوئی ٹرین میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں وہ صحیح نہیں اس لیے کہ ٹرین خشکی کی سواری ہے اور کشتی دریا کی اگر کشتی کو بیچ دریا میں ٹھہرایا بھی جائے تو پانی ہی پر ٹھرے گی اور زمین اسے میسر نہیں ہوگی اور ٹھہرنے کی حالت مین بھی دریا کی موجوں سے ہلتی رہے گی۔ بخلاف ٹرین کے کہ وہ زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مستقر رہتی ہے تو اس کو کشتی پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر ٹرین اوقات نماز میں عام طور پر جگہ جگہ ٹھہرتی ہے تو

اس پر سے اتر کر یا اس میں کھڑے ہو کر نماز بخوبی پڑھ سکتے ہیں اور کشتی جہاز و اسٹیمر نماز کے اوقات مین جا بجا نہیں ٹھہرتے ہیں۔ بلکہ خاص مقام ہی پر جا کر ٹھہرتے ہیں اور کبھی کنارے سے دور ٹھہرتے ہیں کہ اس سے اتر کر کنارے پر جانے اور واپس آنے کا وقت نہیں ملتا۔ اس لیے ٹرین کو کشتی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں کشتی کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ اگر زمین پر اس کا ٹھہرنا ٹھہرانا یا اس پر سے اتر کا نماز پڑھنا ممکن ہو تو اس پر بھی نماز پڑھنا صحیح نہیں۔ مراقی الفلاح میں (خلاصہ) کہ چلتی ہوئی ٹرین میں فرض، واجب اور سنت فجر پڑھنا جائز نہیں۔ بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۹ میں ہے چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض و واجب اور سنت فجر نہیں ہوسکتی اور اس کو جہاز و کشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی ہے۔ لہٰذا جب اسٹیشن پر گاڑی ٹھہرے اس وقت یہ نمازیں پڑھے۔ اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پڑھ لے پھر جب موقع ملے اعادہ کرے۔

﴿۳۳۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک شخص نے اپنے گھر سے ارادہ پینتالیس کوس کے سفر کا کر لیا لیکن پندرہ کوس پر چل کر قیام کیا اور وہاں پر اپنے کام میں مصروف رہا اور رکنے کا ارادہ بھی اس نے گھر ہی سے اپنے دل میں کر لیا تھا اور اسی طرح متعدد مقامات پر اپنے کاموں کی وجہ سے رکا رہا اور اپنے کام پورا کرتا رہا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ شخص مسافر رہا یا نہیں؟۔ اور اس پر احکامات مسافر واجب ہوں گے یا نہیں؟۔

(۲) ایک شخص نے رمضان المبارک میں فرض جماعت کے ساتھ ادا نہیں کیئے۔ البتہ تراویح ضرور جماعت کے ساتھ ادا کیں تو یہ شخص وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟۔ سائل قمر علی میانوالی

الجواب: مسافر جبکہ پینتالیس کوس تک اپنے گھر سے جانے کا ارادہ کر کے چلا۔ یا اپنے

شہر اور بستی کی آبادی سے اس نے تجاوز کیا تو اس پر مسافر کے احکام جاری ہو گئے اور یہ احکام اتنے تک رہیں گے کہ جب تک کہ اپنے شہر پر واپس نہ آئے یا وہاں پندرہ ایام یا زیادہ کی اقامت کی نیت نہ کرے۔ پس شخص مذکور کو مسافر کے احکام کے مطابق نماز ادا کرنی ہوگی۔ شرح وقایہ میں ہے

هو من قصد سيرا وسطا ثلثة ايام وليا ليها وفارق بيوت بلده

اور ہدایہ میں ہے واذا فارق المسافر بيوت المصر صلى ركعتين ولا يزال على حكم السفر حتى ينوى الاقامة فى بلدة او قرية۔ (۲) وتر جماعت سے ادا کرنے چاہیے اگرچہ فرض جماعت سے ادا نہ کئے ہوں۔ درمختار میں ہے، ولو لم يصلها اى التراويح بالامام او صلاها مع غيره له ان يصلى الوتر معه ۔ لہٰذا اگر کوئی آدمی فرض با جماعت سے رہ جائے تو علیحدہ فرض ادا کرلے بعد میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب العیدین

(عید کے مسائل)

﴿۲۲۵﴾ فتویٰ شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ عید کی نماز کا سلام پھیر کر فوراً امام کو خطبہ پڑھنا چاہیے یا سلام کے بعد کوئی دعا پڑھنے کے بعد خطبہ کے لیے کھڑا ہونا چاہیے؟۔بینوا توجروا۔　محمد اکرم زرگر میانوالی

الجواب: نماز عید کا سلام پھیرنے کے بعد امام کو خطبہ پڑھنا چاہیے کہ نماز اور خطبہ کے درمیان کوئی دعا واجب نہیں۔ بخاری شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے "کان النبی ﷺ یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی فاول شئی یبدأ الصلاۃ ثم ینصرف فیقوم مقابل الناس والناس جلوس علی صفوفهم فیعظهم ویوصیهم ویامرهم۔۔ (صحیح البخاری ص ۵۸۱ ض ۱) حضور نبی کریم ﷺ عید الفطر اور عید الضحیٰ کے روز عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے اور سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ صف بہ صف بیٹھے ہوتے اور حضور ﷺ انہیں نصیحت فرماتے اور وصیت کرتے اور حکم فرماتے۔طبرانی اور مسند امام احمد میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کنا جلوسا ننتظر رسول اللہ ﷺ یوم الاضحی فجاء فسلم علی الناس وقال ان اول من نسك یومکم هذا الصلاة فتقدم فصلی بالناس رکعتین ثم سلم فاستقبل القوم بوجهه ثم اعطی قوسا او عصافا تکاء علیها فحمد الله واثنی علیه فامرهم ونهاهم۔ (صحیح البخاری ص ۵۸۲) ہم عید قربانی کے دن رسول اکرم ﷺ کے انتظار میں بیٹھے تھے تو حضور ﷺ تشریف لائے اور لوگوں کو سلام کیا اور فرمایا آج کے دن کا پہلا کام نماز ہوگا نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے اور لوگوں کو

دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر کر لوگوں کیطرف متوجہ ہوئے اور کمان یا لاٹھی حاضر کی گئی تو اس پر اعتماد کیا پھر اللہ کی حمد وثنا کی اور لوگوں کو بعض چیزوں کا حکم دیا اور بعض سے منع فرمایا۔ کتاب الآثار میں خود امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کانت الصلاۃ فی العیدین قبل الخطبۃ ثم یقف الامام علی راحلتہ بعد الصلاۃ فیدعو الخ۔ (صحیح البخاری ص ۵۷۳ ج ۱) دونوں عیدوں میں نماز خطبہ سے پہلے ادا فرماتے۔ پھر بعد نماز امام اپنی سواری پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر دعا مانگتے۔ ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ نماز عید کی فراغت کے بعد امام کو خطبہ ہی پڑھنا چاہیے اور دعا بعد خطبہ کے مانگے اور نماز وخطبہ کے درمیان کسی دعا کا مانگنا ثابت نہیں۔

﴿۲۳۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عید کی پہلی رکعت میں امام تکبیرات زوائد کو بھول گیا اور سورۃ فاتحہ ختم کر دی پھر تکبیرات زوائد کہہ کر سورۃ فاتحہ دوبارہ پڑھی اور نماز مکمل کی۔ ہمارے محلّہ کے امام صاحب نے کہا ہے کہ نماز ہو گئی۔ آپ صحیح مسئلہ بتائیں کہ نماز ہو گئی یا نہیں؟۔ بینوا توجروا سائل محمد شعیب چشتی رضوی کالا باغ میانوالی

الجواب: عیدین کی پہلی رکعت میں اگر امام تکبیریں بھول گیا اور قرآت شروع کر دی تو حکم یہ ہے کہ الحمد شریف اور سورت پڑھنے کے بعد تکبیرات رکوع میں کہے یا قرآت کا کیا آخر میں کہہ لے۔ اسی طرح طرح بہار شریعت حصہ چہارم میں ہے اور فتاویٰ عالمگیر جلد اول مصری ص ۱۴۲ پر ہے، وذا نسی الامام تکبیرات العید حتی قراء فانہ یکبر بعد القرائۃ او فی الرکوع مالم یرفع راسہ کذافی الفتاوی الخانیۃ، یعنی جب امام تکبیرات عید کو بھول گیا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اورقرآت شروع کردی تو قرات کے بعد تکبیر کہے یا رکوع میں کہے جب کہ سر نہ اٹھایا ہو ایسے ہی تارتارخانیہ میں ہے۔لہٰذا الحمد شریف پڑھنے کے بعد سورہ ملانے سے پہلے ہی بھولی ہوئی تکبیریں کہنا اور دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھنا دونوں باتیں غلط ہیں۔فتاویٰ عالمگیری کی عبارت مذکور بالا میں واضح طور پر موجود ہے کہ فانه يكبر بعد القراة او فى الركع پھر چونکہ امام تکبیرات عید بھول گیا اور محل غیر میں کہا اس لیے سجدہ سہو کرنا واجب ہوا فقہ حنفی کی مشہور کتاب بہار شریعت جلد چہارم ص ۵۳ پر ہے کہ عیدین کی سب تکبیریں یا بعض بھول گیا یا زائد کہیں یا غیر محل میں کہیں ان سب صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہے۔اور فتاویٰ ہندیہ جلد اول مصری ص ۱۲۰ پر ہے، قال فى البدائع اذا تركها راوى تكبيرات العيد) او نقص منها اوزاد عليها اواتى بها فى غير موضعها فانه يبج عليه السجود كذا فى البحر الرائق پھر امام نے ایک ہی رکعت میں سورۂ فاتحہ دوبار پڑھی حالانکہ سورۃ سے پہلے ایک ہی بار الحمد شریف پڑھنا واجب ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری فصل واجب الصلوٰۃ میں ہے، يجب الاختصار فى الركعتين الاولين على قراة الفاتحه مرة واحدة فى كل ركعة منهما هكذا فى الفقه لہٰذا سورت سے پہلے قصداً دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھنے سے واجب ترک ہوا اور قصداً ترک واجب سے نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ بہار شریعت جلد چہارم ص ۴۹ پر ہے قصداً واجب ترک کیا تو سجدہ سہو سے وہ نقصان دفع نہ ہوگا بلکہ اعادہ واجب ہے۔ ردالمحتار المعروف بشامی جلد اول ص ۵۱۹ میں ہے،العمد لا يجبره سجود الهو بل تلزم فيه الاعادة اور سہواً سورۃ سے پہلے دوبارہ الحمد شریف پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔فتاویٰ ہندیہ جلد اول مصری ص ۱۱۸ میں

ہے،لو کررھا رای الفاتحۃ فی الاولین یجب علیہ سجود السھو بخلاف مالو اعادھا بعد السورۃ او کررھا فی الاخریین کذا فی البیین ،یعنی سورۃ سے پہلے الحمد شریف کی تکرار سے سجدہ واجب ہوتا ہے لیکن جمعہ اور عیدین میں اگر جماعت کثیر ہو تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ سہو نہ کرے۔ھکذا فی الجزء الرابع من بہار شریعت نا قلا عن رد المھتار وغیرہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۱۲۰ میں ہے، قالو الایسجد للسھو فی العیدین اولجمعۃ لئلا یقع الناس فی فتنۃ کذا فی المضمرات نا قلا عن المحیط۔

یعنی مشائخ کرام نے فرمایا کہ عیدین اور جمعہ میں سجدہ سہو نہ کرے اس لیے کہ لوگ فتنہ میں پڑ جائیں گے اسی طرح مضمرات میں محیط سے منقول ہے۔لہٰذا صورت مستفرہ میں اگر امام نے قصداً دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھی تو نماز کا اعادہ کرنا واجب اور سہوا کی صورت میں اگر جماعت کثیر نہ تھی اور لوگوں کے فتنہ میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ تھا تو امام پر سجدہ سہو کرنا واجب اور نہ کرنے پر نماز کا اعادہ واجب اور اگر جماعت کثیر تھی اور لوگوں کے فتنہ میں پڑ جانے کا اندیشہ تھا تو سجدہ سہو نہ کرنا بہتر ہے، ماخذ فتاویٰ فیض الرسول۔

﴿۳۳۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ امام نماز عید میں بھول کر کچھ تکبیرات واجبہ چھوڑ کر رکوع میں چلا جائے یا رکوع سے لوٹ کر سیدھا کھڑا ہو کر چھوڑی ہوئی تکبیرات کہے اور پھر رکوع کرے۔کیا اس صورت میں نماز عید ہو جائے گی یا اعادہ واجب ہے۔بینوا توجروا۔ سائل عبدالغفار موسیٰ خیل میانوالی۔

الجواب: صحیح یہ ہے کہ نماز ہوگئی۔مگر ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔درمختار میں ہے، کما

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لورکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبرفي الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاهر الروایة فلوعاد ینبغی الفساد ۔شامی میں اس پر کہا ہے۔ و قد علمت ان العود روایة النوادز علی انه یقال علیه ما قاله ابن الهمام في ترجیح القول بعد الفساد فیما لو عاد الی القعود الاول بعد استتم قائما بان فیه رفض الفرض لا جل الواجب وهو وان لم یحل فهو بالصحة لا یخل ۔(ردالمحتار جلد اول ص ۷۸۲) شامی ص ۵۶۱ ۔اور تکبیرات کا بالکل چھوٹ جانا یا بطریق مذکور قومہ میں ادا کرنا باعتبار ترک واجب برابر ہے۔اور نماز دونوں صورتوں میں ہو جاتی ہے۔ایسے امور کے ترک پر دراصل سجدہ سہو لازم ہوتا ہے۔لیکن جمعہ اور عیدین میں فقہاء نے ترک سجدۂ سہو کو اختیار فرمایا ہے۔

جیسا کہ درمختار میں والسهو في صلاة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمه في الاولیین لدفع الفتنة ۔(الدارالمختار ص ۷۰۵ ج ۱) و هکذا في الشامي۔ اور تحقیق سے یہ بھی واضح ہوا کہ ترک فرض الی الواجب مفسد صلوۃ نہیں ہے۔اوراس صورت میں سجدہ سہو لازم نہ ہوا اور غلطی اور شبہ سے سجدہ کرلیا جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔

﴿۲۲۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کیا ایام تشریق میں تکبیر ہر نماز فریضہ کے بعد کہی جاتی ہے یا نہیں؟ کتنی مرتبہ کہنا واجب ہے؟

(سائل طاہر رؤف میانوالی)

الجواب: تکبیر تشریق ایک دفعہ کہنا واجب ہے اس سے زیادہ واجب نہیں اور درمختار

میں عینی سے نقل کیا ہے کہ زیادہ کہنے میں فضیلت اور ثواب ہے کچھ حرج نہیں ہے۔ لیکن شامی میں ابو السعود سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ سے زیادہ کہنا خلاف سنت ہے۔ پس بہتر ہے کہ ایک دفعہ پر اکتفاء کیا جائے۔ عبارت شامی کی یہ ہے، ان الاتیان بہ مرتین خلاف السنۃ ویصلی الامام بھم رکعتین مثنیا قبل الزوائد وھی ثلاث تکبیرات فی کل رکعۃ ولو زادتا بعد الی ستتہ عشر لانہ ما ثور (الدر المختار ص۷۷۹ جلد اول)

﴿۲۳۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کیا ایام تشریق کی تکبیریں نہ کہنے سے نماز میں کچھ نقصان ہوتا ہے یا نہیں وضاحت فرمادیں؟

سائل محمد خالد مظہر پپلاں میانوالی

الجواب: ایام تشریق کی تکبیریں ان لوگوں پر واجب ہوتی ہیں جو جماعت سے نماز ادا کریں اور اگر کوئی شخص تنہا نماز پڑھے تو اس پر تکبیر کہنا واجب نہیں ہے۔ تکبیریں چھوڑ دینے سے نماز میں نقصان نہیں ہوتا۔ الدرالمختار ص۷۸۴ جلد اول میں ہے، و یجب تکبیر التشریق مرۃ عقب کل فرض بلا فصل ادی جماعۃ مستحبۃ ۔

﴿۲۴۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ محلہ کی جامعہ مسجد میں نماز عید پڑھی اور مجھے کچھ لوگ کہنے لگے کہ جامعہ مسجد میں نماز عید نہیں ہوتی قبلہ مفتی صاحب آپ ہی وضاحت کردیں کہ جامع مسجد میں نماز عیدین ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا عیدگاہ میں جانا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد عمران ساکن کالاباغ میانوالی

الجواب: عید کی نماز مسجد شہر میں بھی ادا ہو جاتی ہے مگر سنت متوارثہ یہ ہے کہ عیدین کی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نماز باہر کھلے میدان میں جا کر ادا کی جائے۔ کما فی الدرالمختار والخروج الیھا الی الجبانة لصلوٰة العید سنة وان وسعھم المسجد الجامع ھو الصحیح درمختار ج اص ٦٧٧ اور شامی میں ہے، و فی الشامی تحت قولہ ای الجبانة وھی المصلی العام۔ ای فی الصحراء۔(ردالمحتار ص ٧٧٦ جلد ١)

رسائل ارکان ص ١٢٢ میں ہے،ثم افضل الصلوٰة فی المصلی خارج المصر للتوارث و یجوز ان یصلی فی المسجد ولا باس بہ عیدین کی نماز عیدگاہ میں افضل ہے۔ مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ درمختار جلد اول صفحہ ٦٨٨ میں ہے،و تودی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقا یعنی نماز عیدین کا ایک شہر کے مختلف مقامات میں ادا کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

﴿٣٤١﴾ **فتوی شرعی** نوٹ: سراج الفقہا حضرت علامہ غلام محمود علیہ الرحمۃ کا ایک صدی پرانا فتویٰ (پپلاں ضلع میانوالی) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ خروج الی المصلے یعنی عید کی نماز عیدگاہ میں جا کے ادا کرنا سنت ہدی اور سنت مؤکدہ ہے یا سنت زائدہ اور مستحب یا سنت کفایہ بقول بعض متفقہ مثل نماز تراویح کے اور جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین و تبع تابعین وسلف صالحین و جماہیر علمائے دین کا عمل اس بارے میں کس طرح رہا ہے۔ عیدگاہ میں مجتمع ہو کے ادا کرتے رہے۔ یا متفرق طور پر مساجد میں۔ اور باوجود ہونے مصلین کے گنجائش جامع مسجد میں اور نہ

ہونے عذرات شرعی بارش و بیماری وضعف پیری وغیرہ کے عیدگاہ کی نماز ترک کر کے متفرق طور پر مساجد میں کاہلی وسستی سے ادا کرنا غیر ضروری تصور کر کے کسی قباحت شرعی کو ملتزم ہے یا نہیں۔؟　　　سائل محمد انوار احمد سعید شاہ اسکندر آباد میانوالی

الجواب: نماز عیدین کی عیدگاہ میں ادا کرنا سنت متوارثہ ہے۔یعنی جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب اور تابعین رضوان اللہ اجمعین وعامہ مومنین سلف سے خلف تک کا عمل اسی پر چلا آیا ہے اور آنحضرت ﷺ علی سبیل المواظبت یعنی ہمیشہ باوجود فضیلت مسجد نبوی کے عیدگاہ میں نماز ادا فرماتے رہے۔صرف ایک مرتبہ بعذر بارش مسجد نبوی میں ادا فرمائی۔ روایات ذیل مثبت اس مدعا کے ہیں۔ **علامہ قسطلانی** شارح صحیح بخاری صحیحین کی حدیث ،و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج یوم الفطر والا ضح الی المصلی ای الجبانة کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں،وانه افضل من صلو تها فی المسجد لمواظبة صلی اللہ علیہ وسلم علی ذالك مع فضل مسجد و علی هذا عمل الناس فی الامصار۔اور نیز اسی کے قریب منقول ہے،قال ابن لقیم ولم یصلی العید بمسجده الا مرة واحدة اصابهم مطر فصلے بهم العید فی المسجد انته۔ و صلوتها فی المسجد علی مذهب مالکؒ بدعة الا ان تکون ثم ضرورة داعیة الی ذالك فلیس ببدعة لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یفعلها ولا واحد من الخلفاء بعده۔

پس رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کا عید کی نماز ہمیشہ عیدگاہ میں ادا فرمانا دلیل واضح سنت مؤکدہ ہونے خروج الی المصلے کی یعنی عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنے کی ہے۔کیونکہ سنت مؤکدہ کی یہی

تعریف ہے کہ جس فعل کو نبی علیہ السلام نے ہمیشہ بر سبیل عبادت کیا ہو۔ نہ بطریق عادت اور کبھی اتفاقاً ترک ہی فرمایا ہو وہ سنت ہدیٰ اور سنت مؤکدہ ہے۔ جس فعل کو نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ نہ کیا ہو وہ مستحب اور مندوب ہے۔ جو فعل بر سبیل عبادت نہ ہو بلکہ بر سبیل عادت ہو وہ سنن زائدہ سے ہے۔ جیسا کہ داہنہ ہاتھ سے کھانا داہنے ہاتھ کی طرف سے لباس پہننا شروع کرنا اور داہنا پیر پہلے مسجد میں داخل کرنا، چنانچہ کتب معتبرہ میں اس کی صراحت مذکور ہے۔ شرح وقایہ میں اور شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں یہی لکھا۔

دوسری دلیل دوسری سنت مؤکدہ ہونے عید کی نماز عیدگاہ میں یہ ہے کہ عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنے کو فقہ کی کتب معتبرہ میں صاف لفظوں میں سنت کہا ہے۔ اور اس کے تارک کو تارک سنت لکھا ہے۔ درمختار میں مذکور ہے، والخروج الیها ای الجبانة لصلوة العید سنة و ان وسعهم المسجد الجامع ۔ اورنہر الفائق میں ہے، فی التجنیس و غیره الخروج الی الجبانة سنة و ان کان یسعهم المسجد الجامع عند عامة المشائخ و هو الصحیح و علیه الفتویٰ۔ و هکذا فی الفتاویٰ الهندیه ، بحرالرائق اور فتح القدیر میں مذکور ہے کہ امام عیدگاہ کو واسطے نماز عید کو جاوے۔ اور شہر میں ضعفاء کو نماز پڑھانے کے واسطے کسی کو خلیفہ کر جائے۔ اور اس کی عبادت یہ ہے۔ السنة ان یخرج الا امام الی الجبانة و یستخلف من یصلی بالضعفاء فی المصر ۔ یہاں تک کہ کتب معتبرہ میں عیدگاہ کی نماز کو ترک کرکے جامع مسجد میں عید کی نماز ادا کرنے والوں کو تارک سنت قرار دیا ہے۔

چنانچہ بحرالرائق میں مذکور ہے، صلوة العید واجبة حتی لو صلی العید فی الجامع و لم

یتوجہ الی المصلی فقد ترک السنۃ ،

تیسری دلیل خروج المصلے کی سنت مؤکدہ کی یہ ہے کہ تنویر البصار متن درمختار میں عید کے مستحبات کو بالتفصیل شمار کیا ہے۔ اور مستحبات مذکورہ سے خروج الی المصلے کو علیحدہ کر کے سنت کے لفظ سے یوں تعبیر کیا ہے، والخروج الیھا سنۃ، اگر یہ بھی مستحبات میں داخل ہوتا تو مستحبات کے تحت سے علیحدہ نہ کیا جاتا۔ تنویر الابصار کی عبارت یہ ہے، و ندب یوم الفطر اکلہ قبل صلوتھا واستیاکہ واغتسالہ ولطیبہ والبس احسن ثیابہ واداء فطرتہ ثم خروجہ ماشیا الی الجبانۃ والخروج الیھا سنۃ۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ کتاب مدخل میں خروج الی المصلے کو صاف سنت مؤکدہ کہا ہے، عبارت اس کی یہ ہے، السنت فی صلوۃ العیدین ان تکون فی المصلی لان النبی ﷺ قال صلوۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلوۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام ثم مع ھذا الفضیلۃ العظیمۃ خرج الی الی المصلی و ترک المسجد فھو دلیل واضح علی ناکدا لخروج الی المصلی لصلوۃ العیدین فھی سنۃ۔

پانچویں دلیل کتاب مدخل میں مذکورہ ابتدائی جواب جس میں عیدگاہ کی نماز کے ترک کو بدعت کہا ہے۔ فی الواقع سنت متوارثہ کا ترک بدعت کا مصداق ہے۔ یہی دلیل سنت مؤکدہ ہونے کی خروج المصلے کی ہے۔ پس جب کہ سنت مؤکدہ ہونا خروج المصلے کا براہین واضحہ ثابت و متحقق ہو گیا تو مستفتی کا شبہ اور استفسارات سنت زائدہ ہونے خروج المصلے یا سنت کفایہ ہونے کے مدفوع اور مرتفع ہو گیا۔ سنت زائدہ ہونے کا رفع اس وجہ سے کہ نماز عیدگاہ عبادت محض ہے نہ از قبیل

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عادات نبوی ﷺ جو اس کو سنت زائدہ کہا جا سکے۔ اور سنت زائدہ ہونے کا رفع اسطور ہے کہ نماز تراویح سنت کفایہ نہیں ہے۔ کہ بعض ادا کرنے سے اوروں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے بلکہ ہر مکلف پر بنظر سنت مؤکدہ ہونے کے لازم ہے۔ پس مستفتی کا شبہ اور قیاس کشیدہ کا قیاس کرنا نماز عید گاہ کو تراویح پر صحیح نہ ہوا۔

چھٹی دلیل عید گاہ میں جو کثرت سے مسلمان جمع ہو کے نماز ادا کریں گے تو ہر نمازی کو ثواب جماعت کا بقدر کل مصلین کے مضاعف ہوگا۔ بحکم اس روایت کے،

فضل صلوۃ الجماعة علی صلوۃ الواحد خمس وعشرون درجة فان کانو اکثر فعلے عدد من فی المسجد فقال رجل و ان کانو عشرة الاف قال نعم و ان کانوا اربعین الفاھذ ایدل علی ان التضعیف المذکور فی الجماعة مرتب علی اقل عدد یحصل به الجماعة فیزید بزیادة المصلین ۔ اور عید گاہ میں جمع ہو کہ نماز ادا کرنے میں سوائے حصول ثواب ادائے سنت کے عظمت وشوکت اسلام کا اظہار بھی ضمناً مقصود ہے۔

اسی مصلحت شرعی کو بھی شارع علیہ السلام نے ملحوظ فرمایا ہے، جس کی فی زمانہ بوجہ ضعف اسلام کے مثل زمانہ ابتداء اسلام کے زیادہ ضرورت ہے۔ اظہار شوکت اسلام کے لحاظ عید گاہ کو ایک راہ سے آنحضرت ﷺ تشریف لیجاتے تھے اور واپسی دوسری راہ سے فرماتے تھے۔

علامہ مفتی محمود علیہ الرحمة

مصدق: (قدوة السالکین) حضرت علامہ خواجہ محمد اکبر علیؒ

۱۰ شوال المکرم ۱۳۴۳ھ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الجمعۃ

(جمعہ کا بیان)

﴿۲۴۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، نماز جمعہ کے جائز ہونے کے لیے چند شرائط ہیں۔ جن میں سے ایک شہر ہونا ہے۔ شہر کی تعریف اہل علم نے مختلف بیان فرمائی ہے۔ تاہم شہر کی تعریف کوئی تعریف بھی لی جائے۔ ڈیرہ جات پر نماز جمعہ جائز نہیں ہے۔ گاؤں کا چھوٹا بڑا ہونا علیحدہ بات ہے۔ ڈیرہ جات سے مراد انفرادی قبیلے کے چند لوگ ہیں۔ ہمارے شہر پائی خیل ضلع میانوالی کے پہاڑی علاقہ میں چند قبائل علیحدہ ڈیرہ جات کی صورت میں آباد ہیں مثلاً ڈیرہ ملوخیل، ڈیرہ سرمت خیل، ڈیرہ مصری خیل، ڈیرہ زمان خیل، ڈیرہ مہاراں والا، ڈیرہ مہربان خیل، ڈیرہ راجوخیل، ڈیرہ بائیاں والا ۔ یہ تمام ڈیرہ جات علیحدہ علیحدہ فاصلہ پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا ان تمام ڈیرہ جات کی آبادی بہت قلیل ہے جس میں کوئی بھی اتنی آبادی پر مشتمل نہیں ہے۔ جس میں نماز جمعہ ادا ہو سکے۔ حال ہی میں سنا ہے کہ ڈیرہ ملوخیل پر ایک انتہائی ان پڑھ انگوٹھا چھاپ امام مسجد نے نماز جمعہ پڑھانا شروع کر دیا ہے۔ کیا ایسی جگہ پر نماز جمعہ ہوگی یا نہ؟

بینوا توجروا۔　　　　سائل سلطان احمد قادری میانوالی

الجواب: ڈیرہ ملوخیل پر نماز جمعہ کا اجرأ شرعاً جائز نہیں ہے۔ اور محمد اصغران پڑھ ہونے کے ناطے نماز جمعہ پڑھانے کا مجاز نہیں ہے۔ لہٰذا اس علاقہ میں رہنے والے مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ڈیرہ ملوخیل میں نماز جمعہ نہ پڑھیں۔ ان پڑھ امام نماز جمعہ پڑھانے کا مجاز نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی نماز ضائع نہ کرے۔

﴿۲۴۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ بعد ادائے جمعہ کے دو سنتیں پہلے پڑھی جائیں یا چار پہلے پڑھی جائیں؟ ۔ سائل محمد وقاص نقشبندی

الجواب: بعد از جمعہ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمتہ کے نزدیک چار رکعتیں سنت ہیں جو ایک سلام کیساتھ یعنی چار اکٹھی پڑھی جائیں اور امام ابو یوسف علیہ الرحمتہ سے چھ رکعتیں آئی ہیں لہٰذا چھ پڑھنی اچھی ہیں کہ چھ میں چار بھی آجائیں گی مگر یوں پڑھے کہ چار پہلے ایک سلام کے ساتھ پڑھ لے اور بعد ازاں دو پڑھے۔ غنیۃ شرح غنیۃ ص۳۷۲ میں ہے والا فضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف ۔ بدائع الصنائع ص۲۸۵ جلدا میں ہے قال ابو یوسف ینبغ ان یصلی اربعاثم رکعتیں ۔ لہٰذا ادائے جمعہ کے بعد چار سنتیں پھر دو سنتیں پڑھی جائیں۔

﴿۳۲۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

(۱) آیا نماز جمعہ کی ادائیگی میں خطبہ ہونا ضروری ہے یا واجب یا سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ یا مستحب ہے؟۔(۲) آیا نماز مذکور میں خطبہ نہ پڑھا جائے تو نماز کی ادائیگی میں کچھ فرق آئے گا یا نہیں؟۔(۳) آیا خطبہ کا نماز جمعہ سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ یا بعد میں بھی ہوسکتا ہے اور پیش امام اور خطیب کا ایک ہونا ضروری ہے یا علیحدہ علیحدہ بھی ہوسکتے ہیں؟۔(۴) جو نماز بکراہت تحریمی ادا ہوئی تو اس کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟۔بینوا توجروا۔ سائل محمد اسلم خان پی اے ایف میانوالی

الجواب: اسی قسم کے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے علامہ مفتی محمد اجمل قادری فتاویٰ اجملیہ میں لکھتے ہیں،(۱) خطبہ نماز جمعہ کے لئے فرض ہے اسی لیے شرائط جمعہ میں اس کا شمار ہے، تنویر الابصار میں ہے، والرابع الخطبة یعنی چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہے اور اس سے واضح تصریح درمختار میں ہے، و کفت تحمیدہ وتهلیله اوتسبیحه للخطبة ۔ المفروضة مع

الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الکراھة ۔یعنی کافی ہے خطبہ کے لیے ایک بار " الحمد لله یا لا اله الا الله یا سبحان الله " کہنا مگرانہی الفاظ پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ باوجودیکہ فرضیت ادا ہو جائے گی۔ کیونکہ سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں۔ جیسے تنویر الابصار میں ہے، ویسن خطبتا بجلسة بینھما ۔اور مسنون ہیں دو خطبے مع ایک جلسہ۔لہذا نفس خطبہ جمعہ کے لیے فرض ہوا۔

(۲) جب خطبہ نماز جمعہ کی صحت کے لیے شرط ہے جیسا کہ تنویر الابصار اور اس کی شرح میں ہے، و یشترط لصحتھا سبعة اشیاء ۔یعنی جمعہ کی صحت کے لیئے سات چیزیں شرط ہیں اور منجملہ ان کے چوتھی شرط جمعہ کی خطبہ ہے۔تو جمعہ بغیر خطبہ کے ہرگز نہ ہوگا۔ کیونکہ شرط کی نفی سے مشروط کی نفی ہوتی ہے۔درمختار میں ہے، فلو خطب قبله و صلی فیه لم تصح۔ یعنی اگر کسی نے خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز وقت میں پڑھی تو جمعہ درست نہیں ہوگا۔ لہذا جمعہ کی صحت کے لے خطبہ کا ہونا ضروری ہے۔

(۳) خطبہ قبل نماز ہی ہوگا۔درمختار میں ہے، کونھا قبلھا لان شرط السی سابق علیه۔ یعنی پانچویں شرط صحت جمعہ کی خطبہ کا نماز جمعہ سے پہلے ہونا ہے۔ اس لیے کہ شرط چیز کی اس سے پیشتر ہوا کرتی ہے۔ رہا پیش امام اور خطیب کا ایک ہونا تو یہ کوئی شرط نہیں ہے۔اسی میں ہے، لا یشترط اتحاد الامام و الخطیب ،یعنی خطبہ پڑھنے والے اور نماز پڑھانے والے کا ایک ہونا شرط نہیں ہے۔علامہ تمرتاشی صاحب تنویر الابصار نے اس کی اور زیادہ تصریح فرمائی ہے۔

لا ینبغي ان یصلی بالقوم غیر الخطیب فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز۔ یعنی مناسب نہیں خطبہ پڑھنے والے کے علاوہ دوسرا شخص آدمیوں کو نماز

پڑھائے۔ پس اگر ایسا کیا جائے کہ امام جدا ہو اور خطیب جدا اس طرح کہ خطبہ ایک نا بالغ لڑکا سلطان کی اجازت سے پڑھے اور نماز کوئی بالغ پڑھائے تو نماز جائز ہوگی۔ صاحب درمختار لفظ جائز کے بعد لکھتے ہیں، وھو المختار، یعنی یہی قول علماء کا اختیار کیا ہوا ہے۔ لہٰذا مذہب مختار میں امام اور خطیب علیحدہ علیحدہ ہو سکتے ہیں اور ہرگز اس نماز میں کسی قسم کی کراہت یا خرابی نہیں ہوگی۔

(۴) شامی وغیرہ نے تصریح کر دی ہے کہ جو نماز بکراہت تحریمی ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔

﴿۳۴۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ امام نے خطبہ پڑھا اور جب پڑھ چکا دوسرے شخص سے کہا آپ نماز پڑھایئے۔ اس شخص نے کہا میں خطبہ دوبارہ پڑھوں گا ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ امام نے کہا کہ اگر دوبارہ پڑھو گے تو گنہگار ہوگے ان دونوں میں کون صحیح ہے؟ ۔بینوا توجروا۔   محمد اختر چوہدری ہرنولی میانوالی

الجواب: امام اور خطبہ پڑھنے والے کا ایک ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ درمختار میں ہے، لا یشرط اتحاد الامام والخطیب طحطاوی میں قنیہ سے نقل کیا گیا ہے، اتحاد الخطیب والامام لیس بشرط علی المختار نہر۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں دوبارہ خطبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں پہلا خطبہ کافی ہے۔

﴿۳۴۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ امام جمعہ کے دن خطبہ پڑھ کر نماز سے قبل یعنی خطبہ اور نماز کے درمیان میں بات چیت کر سکتا ہے یا نہیں؟ ۔بینوا توجروا۔ سائل محمد انور بلوخیل میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجــواب: خطبہ اور نماز کے دوران دنیاوی باتیں کرنا مکروہ ہیں، ہاں کوئی دینی امر/ اعلان جس کا تعلق دین سے متعلق ہو تو حرج نہیں، جیسا کہ کتب فقہ میں ہے، اما المتعلق بامور الدنیا مکروہ اجماعا وھکذا کلہ قبل الخطبۃ او بعدھا اسی طرح درمختار اور سراج اور بحر اور عنایہ اور نہایہ وغیرہا میں بھی ہے،

﴿۲۴۷﴾ **فتــوی شرعـی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ جب خطیب منبر پر ہو اور موذن اذان پڑھے تو اذان کے بعد امام ومقتدیوں کو ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھنی چاہیے یا نہیں؟۔ اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔ بینوا توجروا سائل منصور احمد محلہ میانہ میانوالی

الجواب: جمعہ کے دن خطیب کے روبرو موذن اذان ثانی کہہ کر فارغ ہو تو خطبہ شروع کردے۔ چنانچہ ابوداؤد شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے،

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخطب خطبتین کان یجلس اذا صعد المنبر حتی یفرغ اراہ المؤذن ثم یقوم فیخطب ثم یجلس فلا یتکلم ثم یقوم فیخطب۔ (ابوداؤد شریف مجتبائی ج ۱ ص ۱۶۳) حضور نبی کریم ﷺ دو خطبے پڑھتے تھے اور جب منبر پر تشریف لے جاتے اور خطبہ پڑھتے پھر بیٹھ جاتے اور کوئی کلام نہ فرماتے پھر کھڑے ہو جاتے اور خطبہ پڑھتے۔ ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں حضرت ابن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، بلغنا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یبداء فیجلس علی المنبر فاذاسکت المؤذن قام فخطب فیخطب الخطبۃ الاولیٰ ثم جلس شیاء یسیرا ثم قام فخطب الخطبۃ الثانیۃ حتی اذا قضاھا اسغفر اللہ ثم نزل

فصلی ۔(صحیح البھاری ج۲ ص۵۳۳)

ہمیں یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ شروع کرتے اور منبر پر جلوس فرماتے پس جب موذن خاموش ہو جاتا تو کھڑے ہو جاتے اور خطبہ اولیٰ پڑھتے پھر کچھ دیر بیٹھتے پھر کھڑے ہو جاتے اور خطبہ دوسرا پڑھتے یہاں تک کہ جب اسے پورا فرما لیتے تو استغفار کرتے پھر منبر سے نیچے تشریف لاتے اور نماز پڑھاتے ۔ابن مندہ نے حضرت سعید بن خاطب رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یخرج فیجلس علی المنبر یوم الجمعة ثم یوذن المئوذن فاذفرغ قام یخطب ۔ (صحیح البخاری ج۲ ص۵۳۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور جمعہ کے دن منبر پر جلوس فرماتے پھر جب موذن اذان کہہ کر فارغ ہو جاتا تو حضور ﷺ کھڑے ہو جاتے اور خطبہ فرماتے ۔

طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذدخل احذ کم المسجد والامام علی المنبر فلا صلاة ولا کلام حتی یفرغ الامام۔ (صحیح البھاری ج۲ ص۵۴۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارا کوئی شخص مسجد میں پہنچے اور امام منبر پر ہو تو اس کے فارغ ہونے تک نہ کوئی نماز پڑھے نہ کوئی کلام۔ پہلی تین احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ موذن کے اذان سے فارغ ہونے اور خاموش ہو جانے کے بعد خطبہ کے لیے کھڑے ہو جاتے اور خطبہ شروع کر دیتے تھے۔ لہٰذا فعل شارع علیہ السلام میں اذان اور خطبہ کے درمیاں دعا کرنے کی تسریح مذکور نہیں ہے اور حدیث چہارم میں حضور ﷺ نے صاف طور پر یہ فرمایا کہ امام کے منبر پر پہنچنے سے فارغ ہونے تک کوئی کلام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور نماز نہیں اور ظاہر ہے کہ کلام کا عموم دعا کو بھی شامل تو اس حدیث سے دعا کی ممانعت مستفاد ہو رہی ہے اسی طرح فقہ میں اس دعا کا ثبوت نہیں ملتا۔

فقہ کی مشہور کتاب درمختار اور وہ قدسی سے ناقل ہیں۔ اذا فرغ المؤذن قام الامام (ردالمحتار ض ۱ ص ۵۷۷) جب اذان کہنے والے فارغ ہو جائیں تو امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو جائے۔ ہدایہ کے متن بدایہ اور قدوری میں ہے، اذا خرج الامام یوم الجمعة ترك الناس الصلاة والكلام حتى يفرغ من خطبته۔ (هدایه جلد اول ص ۱۵۱)

جب امام جمعہ کے دن نکلے تو لوگ نماز اور کلام چھوڑ دیں یہاں تک کہ امام اپنے خطبہ سے فارغ ہو جائے۔

علامہ شامی قولہ الی تمامھا کے تحت میں محیط اور غایۃ البیان سے ناقل ہیں، انہا یکرھان من حین یخرج الامام الی ان یفرغ من الصلاة۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۷٤)

نماز اور کلام امام کے نکلنے کے وقت سے نماز سے فارغ ہونے تک مکروہ ہے۔ ان عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ امام موذن کی اذان سے فارغ ہونے کے بعد ہی خطبہ کے لیے کھڑا ہو جائے تو اذان کے بعد اگر دعا ہوتی تو فقہاء کرام اس کی تصریح فرماتے معلوم ہوا اذان و خطبہ کے درمیان کوئی دعا مسنون نہیں۔ نیز متون فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ خروج امام سے فراغت خطبہ تک کوئی کلام و نماز نہیں۔ شارحین فرماتے ہیں کہ عین خطبہ میں تو مطلق کلام ممنوع حتی کہ قرات و ذکر بھی ناجائز اب رہا خطبہ کے ماقبل و بعد تو اس میں کلام دنیوی تو بالاجماع مکروہ ہے۔ لیکن اجابت موذن و ذکر و تسبیح اور جواب وسلام وغیرہ کلام اخروی انہیں بھی لفظ کلام کے عموم داخل کر کے نفی کر دیا گیا تو دعا کلام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہوئی اور کلام کا خروج امام سے فراغت نماز تک مکروہ ہونا تصریح فقہ ثابت ہے۔ اور یہ دعا خروج کے بعد یا کہ اذان کے بعد میں ہے اس دعا کا مکروہ ہونا انہیں عبارات سے ہے۔ بلکہ اس دعا کی کراہت خود قول امام اعظم علیہ الرحمۃ سے مستفاد ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے، کان ابو حنیفة رحمة الله علیه یکره تشمیت العاطس ورد السلا م اذا خرج الامام حتی یفرغ من صلاته۔ (طحطاوی ص ۳۰۱) امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ چھینکنے والے کیلیے دعا کو اور سلام کے جواب کو خروج امام سے فراغت نماز تک مکروہ قرار دیتے تھے۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جب خروج سے فراغت نماز تک جواب سلام مکروہ جو شرعاً ضروری بھی ہے خطبہ کی اذان کے بعد دعا تو نہ شرعاً ضروری ہے نہ سنت۔ وقت اجابت جس میں دعا کی بکثرت احادیث میں ترغیب موجود ہے لیکن اس وقت میں زبان سے دعا کرنے کی اجازت نہیں۔ صرف قلب سے دعا کرنا مسنون سنت قرار دیا جائے۔ یہی حکم درود شریف کا ہے، اور اشھد کے وقت انگوٹھے چومنے کا ہے۔

چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں، و فی هذاه لساعة اقوال اصحها او من اصحها انها فیما بین ان یجلس الامام علی المنبر الی ان یقضی الصلاة کما هو ثابت فی صحیح مسلم عنه صلی الله علیه و سلم ایضا حلیه قال فی المعراج سن الدعا بقلبه لا بلسانه لا نه ما مور بالسکوت۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۵۷۸)

ساعت اجابت میں چار اقوال ہیں۔ اصح قول یہ ہے کہ وہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے فراغت نماز تک کے درمیان ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے مروی ہے اس معراج میں کہا گیا کہ دعا قلب سے مسنون ہے زبان کے ساتھ نہیں کیونکہ سکوت کا حکم کیا گیا ہے۔ جب دعا ہی نہیں ہاتھ اٹھانے کی اجازت بھی نہ ہے۔

الله أكبر

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب صلوٰۃ الجنائز

(نماز جنازہ کے مسائل)

﴿۲۴۸﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک شخص نے اپنے آپ کو خودکشی کر کے مار ڈالا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟۔ بینوا توجروا۔ محمد اکرم اللہ خان ڈھیر یارو والا میانوالی

الجواب: ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ چنانچہ درمختار میں ہے، من قتل نفسہ ولو عمدا یغسل ویصلی علیہ و بہ یفتی وان کان اعظم وزرا من قتل غیرہ ،یعنی جس شخص نے اپنے آپ کو عمداً قتل کیا تو اسکو غسل دیا جائے اور اس کی نماز پڑھی جائے اسی پر علماء نے فتویٰ دیا اگرچہ یہ دوسرے کے قتل کرنے سے زیادہ گناہ ہے۔

﴿۲۴۹﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زوال کے وقت نماز جنازہ کا پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل ملک جاوید اقبال طرہ باز ٹاؤن میانوالی

الجواب: اگر زوال کے وقت میں جنازہ آجائے تو اسی وقت نماز جنازہ پڑھ لی جائے، اس مین کوئی کراہت نہیں۔ وقت زوال کے گزر جانے کا انتظار نہ کیا جائے ،البتہ قبل زوال جنازہ آنے کے باوجود تاخیر کر کے وقت زوال میں پڑھی جائے تو یہ مکروہ وممنوع ہے،

درمختار میں ہے،فی التحفۃ الافضل ان لا تو خرا الجنازۃ تحفۃ الفقہاء میں ہے،افضل یہ ہے کہ جنازہ مؤخر نہ کیا جائے۔ ردالمحتار میں ہے،اذا کان الافضل عدم التاخیر فی الجنازۃ فلا کراھۃ اصلاً وما فی التحفۃ اقرہ فی البحر و النھر و الفتح و المعراج لحدیث ثلاث لا یو خرن منھا الجنازۃ اذا حضرت۔ جنازہ میں تاخیر نہ کرنا ہی افضل ہے۔

زوال کے اوقات میں نماز جنازہ میں کوئی کراہت نہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۵۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ جس مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہو اس جگہ نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟۔ بینوا وتوا جرو

سائل حاجی محمد اسلم خان دلے والی میانوالی۔

الجواب: مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے۔ میت اور امام مسجد سے باہر ہوں تو اس میں فقہا کا اختلاف ہے۔ بوقت ضرورت جواز کا قول موجود ہے۔ حدیث شریف میں ہے، من صلی علی میت فی المسجد فلا صلوۃ له۔ رواہ ابن ابی شیبه و فی روایته احمد وابی دائود وفلا شئیٌ له وفی الروایة ابن ماجه فلیس له شئی۔ (شامی ج ۱ ص ٦٢) یعنی جس نے میت پر مسجد میں نماز پڑھی تو اس کی نماز ہی نہیں دوسری روایت میں ہے کہ اسے کچھ اجر نہیں۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے، و کرهت تحریما وقیل تنزیها (فی مسجد جماعته هو) ای المیت (فیه) وحده او مع القوم والاختلاف فی (الخارجة) عن المسجد وحده او مع القوم (والمختار الکراهة) مطلقا۔ (درمختار ج۱ص٦١٩) شامی میں ہے، ان لاحدیث مؤید للقول المختار من اطلاق الکراهة الذی هو ظاهر الروایة کما قد مناه فاختنم هذا التحریر الفرید۔ (شامی ص ٦٢) علامہ خرم علی غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں لکھتے ہیں، حدیث مذکور مؤید قول مختار کی ہے کہ نماز (جنازہ) مسجد کے اندر ہر صورت مکروہ ہے۔

(غایۃ الاوطار ج اص ۴۱٦) اس حدیث اور فقہ کی عبارات سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ مسجد میں نماز جنازہ مطلق مکروہ ہے۔ یہ ایسی صورت میں ہو گا کہ میت اور مقتدی دونوں مسجد میں ہوں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۵۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ انیکشن کے موقع پر اہل محلہ نے یہ شرط لگائی کہ جو امیدوار ہمیں جنازہ گاہ کے لیے رقم دے گا یا جگہ خریدے گا ہم اسے ووٹ دیں گے۔ تو ایک گستاخ شیعہ امیدوار نے اہل محلہ کو بلا کر مبلغ بیس ہزار روپے دے دیئے۔ جس سے اہل محلہ نے جنازہ گاہ تعمیر کر لی۔ دریافت طلب امر یہ ہے جنازہ گاہ مذکورہ میں نماز پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے۔ بینوا توجروا۔ سائل حافظ محمد عطا رسول والد حافظ محمد حیات چاہ میانہ ضلع میانوالی

الجواب: قبل از جواب ایک اصول ذہن نشین رہے کہ اصل مسئلہ کو نظر انداز کر دینا اور فرع پر عمل کرنا دانشمندی کے خلاف ہے۔ پوچھنے کے لائق یہ تھا کہ ووٹ جو ایک قومی امانت ہے تو امانت کسی غیر مستحق کو لالچ کے لئے دینا نا جائز ہے۔

مسلمانوں کو انفراداً اور اجتماعاً غیر مسلم سے امداد لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔ خصوصاً امور دین میں زیادہ اجتناب ہونا چاہیے۔ شیعہ تبرائی ہو یا شیخین کریمین کا سبی ہو تو مطلقاً کافر ہے۔ ایسے شیعہ سے نا جائز بیس ہزار روپے امداد کا خواہاں ہونا غیر صحیح ہے۔ خصوصاً جنازہ گاہ کے لیے لینا جو امور دین سے متعلق ہے۔ اگر تبرائی سبی نہ ہے تو پھر بھی یہ کام مسلمانوں کے لیے زیبا نہیں ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود جنازہ گاہ میں نماز جنازہ جائز ہے۔ نماز ہو جانے میں کوئی شک نہ کیا جائے۔ ووٹ کے بدلے زمین پر تعمیر شدہ جنازہ گاہ میں نماز جنازہ ہو جائے گی۔ ووٹ کے لئے سودہ بازی شرعاً مناسب نہیں ہے۔

﴿۲۵۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کہنے کا حکم ہے یا نہیں۔ کیونکہ یہاں پر بہت سے آدمی منع کرتے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ محمد شفقت شہباز خیل میانوالی

الجواب: بعض فقہاء نے قبر میں میت کو اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت قرار دیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کی سنیت میں کلام فرمایا ہے۔ ردالمحتار میں ہے، قیل و عند انزال المیت القبور قیاسا علی اول خروجه للدنیا و لکن رده ابن حجر (ردالمحتار مصر ۲۲۹ ج۲) علماء کرام کا اختلاف قبر پر آذان سنت ہونے نہ ہونے میں تھا۔ اذان کا قبر پر کا جائز ہونا تو اس میں فقہاء کرام کا کوئی اختلاف نظر سے نہیں گزرا۔ تو بعد دفن میت قبر پر اذان کہنا یقیناً جائز ہے۔ شریعت سے اس کی ممانعت کی کوئی دلیل صریح ثابت نہیں ہوئی۔ پھر جو شخص منع کرتا ہے وہ اس کی ممانعت پر کوئی صریح دلیل شرعی قائم کرے، ورنہ شرع پر افتراء باندھنے سے اجتناب کیا جائے۔

احادیث پر نظر کرنے کے بعد اس اذان سے میت کے لیے چند منافع مستفاد ہوتے ہیں۔

(۱) اذان کی وجہ سے شر شیطان سے پناہ حاصل ہوگی۔

(۲) تکبیر اذان کی بدولت عذاب نار سے امان پائیگا۔

(۳) اذان سے جوابات سوالات منکر نکیر کے سوالات کے جوابات میں آسانی ہوگی۔

(۴) اذان کے باعث عذاب قبر سے نجات پائے گا۔

(۵) اذان میں ذکر رسول ﷺ کی برکت سے نزول رحمت ہوگی۔

(۶) اذان کے سبب سے زوال غم اور حصول سرور و فرحت حاصل ہوگا۔

﴿۳۵۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اجرت مقرر کر کے چند شخصوں کو قرآن خوانی کے لیے مقرر کرنا کئی روز برابر اجرت طے کر کے قبر پر

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس طرح پڑھوانا کہ کوئی شخص رات میں پڑھے کوئی دن میں پڑھے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟۔

بینوا توجروا۔　　　محمد عنصر خان زادے خیل میانوالی

الجواب: قبر پر قرآن کریم پڑھنے کے دام مقرر کر کے پڑھنا اور پڑھوانا ناجائز ہے۔

شامی میں ہے کہ علامہ خیر الدین رملی نے حاشیہ بحر میں فرمایا ہے، اقول المفتی بہ جواز الا خذ استحسانا علی تعلیم القرآن لا علی القراۃ المجردۃ کما صرح بہ فی التاتار خانیۃ حیث قال لا معنی لھذاہ الوصیۃ ولصلۃ القاری بقرانہ وھی بدعۃ ولم بفھلھا احد من الحنفاء وقد ذکرنا مسلۃ تعلیم القرآن علی لاستحسان ۔ تعنی للضرورۃ ولا ضرورۃ فی الاستیجار علی القراۃ علی القبر۔ (ردالمحتار مصری ج ۵ ص ۳۶)

میں کہتا ہوں کہ مفتی بہ قول تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز واستحسان ہے۔ قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کا جواز واستحسان ہے صرف قرآن پڑھنے پر اجرت لینا جائز نہیں جیسے کہ تاتارخانیہ میں اس کی تصریح کی فرمایا کہ قرآن پڑھنے کی وصیت اور قرآن خواں کی تلاوت پر اجرت کے کوئی معنی نہیں اس لیے کہ یہ دینا بمنزلہ اجرت کے ہیں کہ اس مین اجارہ باطل ہے اور یہ بدعت ہے اس کو خلفاء میں سے کسی نے نہیں کیا اور ہم نے جو مسئلہ تعلیم قرآن کی اجرت واستحسان کا ذکر کیا تو وہ ضرورت کے لیے ہے اور قبر پر اجرت سے قرآن پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے، انما اجزوہ فی محل الضرورۃ کالاستیجار لتعلیم القرآن اوالفقہ اوالاذان اوالامامۃ خشیۃ التعطیل لقلۃ رغبۃ الناس فی الخیر ولا ضرورہ فی لاالستیجار شخص یقرء علی القبر او غیرہ ۔ اقول ھذا ھو الصواب

وقد اخطاء فی مسلة جماعة ظنا منهم ان لامفتی به عندالمتاخرین جواز الاستیجار علی جمیع الطاعات (ردالمحتار ص ٤٥٧)

تعلیم قرآن وامامت پر اجرت کی جو فقہاء نے اجازت دی ہے وہ صرف محل ضرورت میں ہے تعلیم فقہ اذان یا امامت کی اجرت لینا معطل ہونے کے خوف سے جائز ہے کیونکہ لوگوں میں تعلیم قرآن کی طرف رغبت کم ہے قرآن خوانی کے لئے اجرت لینے میں کوئی ضرورت نہیں۔

اس مسئلہ میں ایک جماعت نے اس گمان پر خطا کی ہے کہ متاخرین کے نزدیک مفتی بہ قول تمام نیکیوں پر اجرت لینا کا جواز ہے۔

باقی اس کی ایک یہ صورت ہوسکتی ہے کہ حفاظ کو اپنے دیگر کاموں کے لیے ملازم رکھے اور ایک وقت ان سے یہ کام بھی لے لے۔ بلا اجرت مشروط و معروف کے قرآن مجید کا قبر پر پڑھنا جائز ہے صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے۔ چنانچہ امام المحققین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح الصدور میں جامع خلال سے روایت نقل فرمائی ہے عن الشعبی قال کانت الانصار اذامامت لهم المیت اذهبوا الی قبره اختلفو االی قبره یقرؤن له القرآن (شرح الصدور ص ١٣٠) اما شعبی سے مروی ہے کہ انصار میں سے جب کوئی مرجاتا تو اس کی قبر کی طرف جاتے اور اس کے لیے قرآن کریم پڑھتے۔

علامہ حسن شرنبلالی نور الایضاح میں فرماتے ہیں، لا یکره الجلوس للقرأة علی القبر فی المختار۔(نور الایضاح ص ٦٦) مذہب مختار میں قبر پر قرآن پڑھنے کے لیے بیٹھنا مکروہ نہیں۔ علامہ ابراہیم غنیۃ المستملی میں فرماتے ہیں، وا ختلفوا فی اجلاس القارئین لیقرو

اعند القبرو المختار عدم الکراھۃ۔ (غنیۃ لکھنو ص ٥٦٤) قبر پر قرآن پڑھنے کے لیے قرآن خواں کے بٹھانے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے اور مذہب مختار عدم کراہت ہے۔

علامہ محمد علاء الدین حصکفی درمختار میں فرماتے ہیں، لا یکرہ الدفن لیلا و لا اجلاس القارئین عند القبر ھو المختار۔ (شامی ج ۱ ص ٦٣٣) میت کا رات میں دفن کرنا اور اس کی قبر کے پاس قرآن پڑھنے والوں کا بٹھانا مذہب مختار میں مکروہ نہیں۔ حاصل جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کا قبر پر پڑھنا یا پڑھوانا ممنوع نہیں یہ تو ایسا ہے جو صحابہ کرامؓ کا معمول ہے لوگوں کی بجائے اعزو اقارب خود قرآن خوانی کیا کریں ممنوع اس نیک کام پر اجرت طے کرنا ہے اور دام ٹھرانا ہے۔

﴿٢٥٤﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں عورت، مرد اور نابالغ بچہ کا کفن از روئے شرع کتنا ہونا چاہیے۔ نیز کفن پہننانے کا طریقہ لکھ دیں تو بہت مہربانی ہوگی۔ بینوا توجروا۔   سائل محمد عطاء اللہ آف شادیہ ضلع میانوالی۔

الجواب: (۱) کفن مرد کے لیے سنت تین کپڑے ہیں جیسا کہ عالمگیری میں ہے، کفن الرجل سنۃ ازار و قمیص ولفافۃ یعنی مرد کا کفن سنت تہبند، قمیص اور لفافہ ہے۔ اور عورت کے پانچ کپڑے ہیں، درع وازار وخمار ولفافۃ و خرقۃ تربط بھا ثدیاھا (عالمگیری) یعنی قمیص، تہبند، اوڑھنی، لفافہ اور سینہ بند۔ اور نابالغ اگر حد شہوت کو پہنچ چکا ہو جس کا اندازہ لڑکوں میں بارہ سال اور لڑکیوں میں نو ہے تو وہ بالغ کے حکم میں ہے۔ یعنی بالغ کو کفن میں جتنے کپڑے دیئے جاتے ہیں اسے بھی دیئے جائیں۔ چھوٹے لڑکے اور ایک کپڑا اور چھوٹی لڑکی کو دو کپڑے کفن میں دے سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں کو پورا کفن دیں اگر چہ ایک دن کا بچہ ہو۔ لفافہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اسقدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں۔ اور تہبند چوٹی سے قدم تک ہونا چاہیے یعنی لفافہ سے اتنا چھوٹا جو بندش کے لئے زیادہ تھا۔ قمیص جس کو کفنی کہتے ہیں گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے دونوں برابر ہوں اور بعض لوگ پیچھے کم رکھتے ہیں یہ غلطی ہے۔ چاک اور آستین اس میں نہ ہوں۔ مرد کی کفنی مونڈھے پر چیریں اور عورت کیلیے سینہ کی طرف اور اوڑھنی نصف پشت ہے۔ سینہ تک ہونا چاہیے جس کا اندازہ تین ہاتھ یعنی ڈیڑھ گز ہے۔ اور عرض ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک اور جو لوگ زندگی کی طرح اوڑھنی رکھتے ہیں یہ بیجا اور خلاف سنت ہے۔ اور سینہ بند پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔ عالمگیری میں ہے، والا ولی ان تکون الخرقة من الثد یین الی الفخذ کذا فی الحوهرة النیره یعنی اور بہتر یہ ہے کہ سینہ بند سے پستان تک ہو جوہرہ نیرہ میں اسی طرح ہے۔

(۲) کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد بدن کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں تاکہ کفن تر نہ ہو اور کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار معطر کر لیں اس سے زیادہ نہیں ۔ پھر کفن یوں بچھائیں کہ پہلے لفافہ پھر تہبند پھر کفنی پھر میت کو اس پر لٹائیں اور کفنی پہنائیں اور داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں۔ اور موضع سجود یعنی ماتھے، ناک، ہاتھ، گھٹنے اور قدم پر کافور و خوشبو لگائیں۔ پھر تہبند لپیٹیں پہلے بائیں جانب سے پھر داہنی طرف سے پھر لفافہ لپیٹیں پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے تاکہ داہنا اوپر رہے اور سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں تاکہ اڑنے کا اندیشہ نہ رہے۔ عورت کو کفنی پہنانے کے بعد اس کے بال کے دو حصے کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈال دیں اور اوڑھنی نصف پشت کے نیچے سے بچا کر سر پر لا کر منہ پر مثل نقاب ڈال دیں کہ

سینہ پر رہے۔ پھر مرد کی طرح عورت کو بھی تہبند اور لفافہ لپیٹیں۔ پھر سب کے اوپر سینہ بند بالائے پستان سے ران تک لاکر باندھیں۔ عالمگیری جلد اول ص ۸۲ میں ہے، ثمن الخرقة بعد ذلك تربط فوق الاكفان فوق الثديين كذافي المحيط یعنی پھر سینہ بند سب کپڑوں کے اوپر بالائے پستان باندھیں محیط میں اسی طرح او فتح القدیر میں ہے فی شرح الكنز فوق الاكفان یعنی شرح کنز الدقائق میں اس کی جگہ سب کپڑوں کے اوپر مذکور ہے۔

﴿۲۵۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خاوند بیوی جنازے کو کندھا دے سکتا ہے یا نا محرم عورت کے جنازہ کو کندھا دینا درست ہے یا نہیں؟ نیز مرنے کے بعد منہ دیکھنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد عبداللہ خان محلہ عادل شاہ میانوالی

الجواب: بیوی کے جنازے کو کندھا دینا بلاشبہ جائز ہے۔ نامحرم کے جنازہ کو کندھا دینا بھی مستحب و درست ہے۔ اور ثواب ہے۔ اور چاروں پاؤں کو اٹھانا ہر ایک پائے کو دس قدم اٹھانا سنت ہے۔ ورنہ جیسے میسر ہو۔ واذاحمل النازة وضع ند با مقدمها على يمينه عشر خطوات ثم مو خر ها الخ ثم مقدمها على يساره موحرها (الدرالمحتار ص ۸۳۳ ج ۱) اس کی ممانعت ثابت نہیں۔ اسکا منہ دیکھنا غیر محرم کے لئے منع ہے۔

﴿۲۵۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کیا حنفی مذہب میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد قیصر محمود میانوالی۔

الجواب: مذہب حنفی میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا اور پڑھانا ناجائز ہے کہ حضور پر نور علیہ نماز جنازہ کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر کسی وقت

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اندھیری رات یا دوپہر کی گرمی وغیرہ کے سبب صحابۂ کرام حضور ﷺ کو اطلاع نہ دیتے اور دفن کر دیتے تو حضور ان پر غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھتے بلکہ ارشاد فرماتے لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم یعنی ایسا نہ کیا کرو مجھے اپنے جنازہ کے لے بلا لیا کرو (ابن ماجہ) یہاں تک کہ صحابۂ کرام کے کئی علماء کو کفار نے فریب سے شہید کر دیا تو حضور اکرم ﷺ کو اس واقعہ کا سخت رنج ہوا کہ ایک مہینہ تک ان کافروں پر خاص کر نماز میں لعنت فرماتے رہے مگر غائبین پر حضور اکرم ﷺ کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا ہرگز منقول نہیں۔ اس لیے کہ جنازہ کا نمازی کے سامنے ہونا شرائط جنازہ میں ہے جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے، شرطها وضعه امام المصلى اور درمختار میں ہے، شرطها حضوره فلا تصح على غائب۔ یعنی جنازہ کا حاضر ہونا نماز کی شرط ہے۔ لہٰذا کسی غائب پر نماز جنازہ صحیح نہیں۔ اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے میں عموماً نماز جنازہ کی تکرار بھی پائی جاتی ہے جس کے ناجائز و گناہ ہونے پر مذہب حنفی کا اجماع ہے۔ جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے، تکرارها غیر مشروع، یعنی نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ یہ دلیل پیش حضور اکرم ﷺ نے حضرت بادشاہِ حبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غائبانہ نماز جنازہ غائبانہ پڑھی تو اس لیے کہ ان کا انتقال دارالکفر میں ہوا تھا وہاں پر ان لوگوں نے نماز جنازہ نہ پڑھی تھی بغیر جنازہ دفن کر دیا تھا۔

(فتاویٰ رضویہ ماخذ فتاویٰ فیض الرسول)

واللہ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۵۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک میت جو کہ اپنے وطن سے دور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی پھر اس کی میت کو اپنے گاؤں لایا گیا۔ وہاں کے لوگ اور خود اس کے بیٹے نے دوسری نماز جنازہ پڑھائی تو کیا دوسری نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟۔ بینوا توجروا۔　　　　سائل انور خان میانوالی

الجواب: تکرار نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے، تکرارھا غیر شروع نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں ہے۔ اسی طرح غنیۃ میں ہے۔ تکرار الصلوۃ علی میت واحد غیر مشروع ''ایک میت پر دوبار نماز جنازہ ناجائز ہے۔ اگر ولی نماز جنازہ پڑھنے سے محروم رہا ہو تو اس کا حق ہے کہ اب نماز پڑھے، بحرالرائق میں ہے۔ کسی میت پر دوبار نماز نہ پڑھو ہاں اگر ولی آئے تو حق اس کا ہے کہ کوئی دوسرا اس کا حق ساقط نہیں کرسکتا ہے۔ ردالمختار میں ہے۔ اس لیے کہ اس کا اعادہ ہر طرح نفل ہی ہوگا۔ اور یہ جائز نہیں ہے۔ بخلاف ولی کہ وہ صاحب حق ہے۔ لہٰذا مسئولہ صورت میں اپنے گاؤں میں دوبارہ نماز جنازہ اس کے اپنے بیٹے نے پڑھوائی یہ اس کا حق ہے۔ اس کے حق کو کوئی ساقط نہیں کرسکتا۔ لہٰذا اس کی نماز جنازہ جائز ہے۔

﴿۲۵۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قیصر کے بھائی کا چالیسواں ہے اسمیں اس نے قرآن پڑھنے والے طلباء کے علاوہ محلے والوں کو بھی دعوت دی۔ اس میں رشتہ دار بھی آئے اور کھانے پینے کا خوب انتظام تھا کیا ایسا کرنا جائز ہے؟۔

بینوا توجروا۔　　　　سائل محمد قیصر محمود میانوالی

الجواب: (۱) چالیسواں کا کھانا فقراء و مساکین کے لئے ہے برادری، رشتہ داری

، محلے والے اور اغنیاء کو شادی کی طرح دعوت دے کر کھانا کھلانا اور فقرا کو نہ دینا ممنوع و ناجائز ہے۔ دعوت خوشی کی علامت ہے یہ بدعت سیۂ ہے۔ شامی جلد اول ص ۶۲۹ ہے، یکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اھل المیت لانه شرع فی السرور لا فی السرور وھی بدعة اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۱۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو طعام کہ عوام ایام موت میں بطور دعوت کرتے ہیں ناجائز و ممنوع ہے۔ لان الدعوة انما شرعت فی السرور لا فی السرور کما فی فتح القدیر وغیرہ۔ اغنیاء کو اس کو کھانا جائز نہیں۔ اور پھر صفحہ ۲۲۳ میں فرماتے ہیں کہ سوم تیجہ اور چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں یہی لکھا ہے۔ انتظام کرنے والے اور پکانے والے اغنیاء کے لیے چہلم کو کھانا جائز ہے لیکن نہ کھانا بہتر ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ انتظام کرنے کی نیت سے انہیں جمع کیا گیا ہو۔ اور اگر دعوت کے سبب جمع کیا تو ناجائز و ممنوع ہی رہے گا۔

﴿۳۵۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ہمارے ہاں دیہاتوں میں کسی فرد کی موت کے بعد بہت ہی فضول خرچی سے کام لیا جاتا ہے۔ ورثاءِ میت کھانا پکانے اور چائے شربت وغیرہ پلانے کے انتظامات میں شروع ہو جاتے ہیں یہ رسم و رواج عرصہ دراز سے ہیں کیا یہ شرعاً درست ہیں یا نہیں؟

بینوا توجروا۔ سائل محمد فصیح الدین قریشی دلیوالی میانوالی

الجواب: ہمارے ہاں جس طرح کئی فضول رسمیں اور بدعات روزمرہ قدم قدم پر

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دیکھنے میں آتی ہیں۔ اسی طرح غمی وشادی کے مواقع پر بھی ان کا دور دورہ ہوتا ہے اور مسلمان نیکی سمجھ کر بسا اوقات گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں ان میں ایک رسم یہ بھی ہے کہ کسی کے مرنے پر تمام گاؤں بلکہ مضافات والوں کو میت کے گھر والے کھانا کھلاتے ہیں، اسے خیرات کہا جاتا ہے۔ کوئی اچھی خیرات کھلا دے تو اس کے گن گاتے ہیں اور نہ کھلائے تو مرنے والے اور اس کے خاندان کے خلاف بدگوئی اور طعن وطنز کی بھرپور مہم چلاتے ہیں، سادہ عوام ان جملوں سے بچاؤ کے لیے ادھار لے کر خیرات کا بندوبست کر کے جان چھڑاتے ہیں۔ کم لکھے پڑھے لوگ فرقہ ورانہ تعصبات پھیلانے کے لیے ان باتوں کو خوب اچھالتے ہیں۔ حالانکہ ایک شخص کے مرنے سے گھر میں قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ بیوی، بیوہ اور بچے یتیم ہو جاتے ہیں، عزیزوں کی جدائی ہو جاتی ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان کو صبر کی تلقین کے ساتھ ساتھ ان کی ہر ممکن مدد کرے، لیکن ہمارے ہاں ظلم کا یہ عالم ہے کہ اہل خانہ کی مدد تو کیا کریں گے ان پر اتنا مالی بوجھ ڈال دیتے ہیں کہ وہ اپنے عزیز کی جدائی کا صدمہ بھول جاتے ہیں، مہمانوں کی خدمت کا مسئلہ ان کے اعصاب پر بھوت بن کر سوار ہو جاتا ہے۔ ہمیں اس کا احساس نہیں ان مسائل کی طرف بھی دھیان دینا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں من عزی مصابا فلہ مثل اجرہ ﴿جس نے کسی مصیبت زدہ کی دلجوئی کی اس کے لیے اتنا ہی اجر ہے جتنا مصیبت زدہ کے لیے (ترمذی ابن ماجہ)﴾ پہلے بزرگوں کا رواج تھا کہ جس گھر مرگ ہوتی وہاں محلّہ کے ہر گھر سے کھانا بھیجا جاتا تھا جس سے ان کی امداد بھی ہو جاتی اور سنت پر بھی عمل ہو جاتا۔ پھر فرمایا من عزی ثکلی کسی بردا فی الجنة جس نے غمزدہ کی دلجوئی کی اس کو جنت میں چادر اوڑھائی جائے گی۔ (جامع ترمذی ج ۱، ص ۱۲۷) اہل

میت کو کھانا کھلاؤ حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا،

اصنعو الا ل جعفر طعاما فقد اتاهم ما يشغلهم جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو

کہ ان پر صدمہ آیا ہے جس نے ان کی توجہ اس سے ہٹا دی ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن جامہ)

آج کل بعض شہروں میں کمیٹیاں قائم کی ہوئی ہیں۔ جو ایسے مواقع پر اہل میت کے لیے کھانا تیار کر کے حکم نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہیں۔ رشتہ داروں اور دوستوں کا حق ہے کہ وہ اپنے گھر سے کھانا بھجوائیں ایسے موقع پر اہل میت کے مسائل میں اور اضافہ کرنے کی بجائے انہیں کم کرنا چاہیے اور ان کی مدد کرنی چاہیے۔ ایسے رسم ورواجوں کو ختم کرنا چاہیے جن کی بدولت اہل میت کے غم اور مشکلوں میں اور زیادہ اضافہ ہو۔ یہ رسم ورواج بالکل غلط ہیں۔ (ماخذ فتاویٰ فیض الرسول

﴿۳۶۰﴾ فتوی شرعی میانوالی میں رواج ہے کہ قل خوانی کے موقع پر لوگ (حلوہ) مٹھائی تقسیم کرنا ضروری سمجھتے ہیں بعض جگہ تیسرے دن لمبی چوڑی خیرات کی جاتی ہے جبکہ منکرین اسے حرام کہتے ہیں شرعی مسئلہ سے ہمیں آگاہ فرمائیں۔ سائل قاری جہان خان شہباز خیل میانوالی

الجواب: میت کے قل ایصال ثواب کا اجتماعی طریقہ ہے اس کا اصل حضور علیہ السلام کی وہ حدیث ہے کہ کسی میت کا سوگ تین دن سے زیادہ جائز نہیں ہاں بیوی اپنے خاوند کا سوگ عدت موت کی صورت میں چار ماہ دس دن منائیگی۔ تیسرے دن اجتماعی ایصالِ ثواب محفل سوگ کو ختم کرنے کے لئے بزرگوں نے یہ طریقہ اپنایا ہے جو مستحب ومستحسن امر ہے۔ رہا (حلوہ) مٹھائی یا خیرات کے نام پر عودت لازم ٹھرانا بدعت ہے اگر مرنے والے کی نابالغ اولاد ہو تو ان کا مال امانت ہے قل پر ہرگز ہرگز خرچ نہ کریں۔ اگر اس کے ورثاء اپنی طرف سے کھانے کا اہتمام کرتے ہیں تو

سادہ طریقے سے گھر میں صرف بیرونی مہمانوں کے لئے کریں دعوت ضیافت کا اہتمام نہ کریں۔

جیسا کہ محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، یکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعة مستقبحة۔

(میت والوں کی طرف سے کھانے کی دعوت ناجائز ہے۔ کہ شرع نے دعوت خوشی میں رکھی ہے۔ نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعت قبیحہ ہے) اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں صراحتاً موجود ہے'' کہ تیسرے دن بھی ضیافت کرنا جائز نہیں۔'' فتاویٰ امجدیہ صفحہ ۳۳۵ پر مرقوم ہے'' بعض جگہ دستور ہے میت کے کھانے کو برادری اپنا حق سمجھتی ہے اگر نہ کھلائیں تو عیب لگاتے ہیں یقیناً یہ بدعت قبیحہ ہے ہاں ایصال ثواب کے لئے فقرا کو کھلائیں تو جائز ہے۔

فتح القدیر میں ہے جلد دوم صفحہ ۱۰۲، اور مراقی الفلاح، طحطاوی ص ۳۳۹ پر حضرت حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں، تکرہ الضیافة من اہل المیت لا نہا شرعت فی السرور لا فی الشرور و ھی بدعة مستقبحة اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۱۵۸ میں ہے، لا یباح اتخاذ الضیافة عند ثلاثة ایام کذا فی التتار خانیة یعنی غم کے موقع پر تیسرے دن دعوت کرنا جائز نہیں ہے، ایسا ہی تتارخانیہ میں ہے، فتاویٰ شامی جدل اول ص ۶۶۰ میں یہی لکھا ہے۔ امام اہلسنت اعلحضرت تحریر فرماتے ہیں، مردے کا کھانا صرف فقراء کے لیے ہو عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے۔ غنی نا کھائیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۶۲۔ اعلحضرت اور مقام پر لکھتے ہیں، رہا میت کے گھر والوں کا رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کو دعوت دے کر کھلانا تو یہ بدعت قبیحہ ہے۔ حضرت صدر الشریعہ تحریر فرماتے ہیں، میت کے گھر والے تیسری (تیجہ) وغیرہ کے دن دعوت

کریں تو نا جائز و بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت اور فقراُ کو کھلائیں تو بہتر ہے۔ فتاوی برکاتیہ ص ۴۶۰، فتاوی فیض الرسول جلد اول ص ۴۶۱ میں بھی یہی لکھا ہے۔ خلاصہ تحریر یہ ہوا کہ میت کے گھر والوں کی طرف سے کھانے پینے کی دعوت نا جائز اور بری بدعت ہے۔ اور جب ایسی دعوت نا جائز ہے تو اس کا قبول کرنا بھی نا جائز ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ شریعت پر عمل کریں اور رسم ورواج و نام ونمود کو چھوڑ دیں کہ ان میں کوئی ثواب نہیں۔

﴿۳۶۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو قبرستان لے جاتے وقت سر کس طرف کرنا چاہیے؟۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر قبرستان مشرقی جانب ہو تو اس میں بے ادبی ہے کہ سر آگے ہو اور پاؤں قبلہ کی طرف ہوں۔

سائل ملک عمر فاروق میانوالی۔

الجواب: سر آگے ہی ہونا چاہیے۔ فتاوی عالمگیر ص ۸۳ جلد ا، بحر الرائق ص ۱۹۳ جلد ۲ میں ہے، والنظم من الھندیۃ و فی حالت المشی بالجنازۃ یقدم الراس کذا فی المضمرات۔ اور یہی اکثر کتب معتبرۂ مذہب مہذب سے صراحۃً مستفاد کہ سنت طریقہ جنازے سے اٹھانے کا کامل یہ بیان فرمایا کہ پہلے جنازے کی اگلی طرف دائیں شانے پر پھر پچھلی طرف دائیں شانے پر پھر اگلی طرف بائیں شانے پر پھر پچھلی طرف بائیں شانے پر یوں اٹھائے کہ میت کی دائیں جانب اور اٹھانے والے کا دایاں شانہ اور میت کی بائیں جانب اٹھانے والے کا بایاں شانہ پر اٹھاتے جائیں۔ ہدایہ مصریہ مع الفتح ص ۹۷ جلد ۲، شرح الوقایہ ص ۲۵۷ جلد ا، کنزلدقائق ص ۲۷

بدائع صنائع ص ۳۰۹ میں ہے، والنظم من الهندية واما كمال السنت فلايتحقق الا فی فواحد وهو ان يبدء الحامل بحمل يمين مقدم الجنازة كذا فی التتار خانية فيحمله على عاتقه الايمن ثم الثو خر الايمن على عاته الايمن ثم المو خر الايمن على عاتقه الايمن ثم المقدم الايسر على عاتقه الايسر ثم المو خر ا ليسر على عاتقه الايسر هكذا فی التبيين اور روز روشن کی طرح واضح ہو کہ اس صورت مسنونہ میں سر آگے ہی ہوگا۔

﴿۲۶۲﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے ہاں دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی جمعہ کے دن فوت ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین میں دیر کی جاتی ہے صرف اس وجہ سے کہ جمعہ کی نماز کے بعد جنازہ پڑھیں گے۔ کیونکہ لوگ زیادہ ہوں گے یا رشتہ داروں کا انتظار کیا جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد نسیم خان بی اے ایف میانوالی

الجواب: تجہیز و تکفین میں جلدی کرنی چاہیے۔ جمعہ کی نماز کا انتظار نہ کرنا چاہیے۔

درمختار ص ۸۳۳ ج ۱ میں ہے، وكره تاخير صلاته و دفنه ليصلى عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة الا اذا خيف فوتها بسبب دفنه (درمختار) والا فضل ان يعجل بتجهيزه كله من حين يموت ۔ (بحر الرائق) میت کی تجہیز و تکفین کا انتظام مرنے کے بعد فوراً کرنا چاہیے۔ فضیلت جمعہ کی دن کے لئے ہے مرنے والا جس وقت فوت ہو دفن کر دیں فضیلت مل جاتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

الحمد للہ و الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۶۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں رواج ہے کہ غیر محرم مردے کو عورتیں دیکھتی ہیں کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوو توجروا

سائل محمد شوکت پٹواری میانوالی

الجواب: غیر محرم عورتوں کو جیسا کہ زندگی میں اجنبی مرد کا چہرہ دیکھنا ممنوع ہے مرنے کے بعد بھی ممنوع ہے۔ اسی طرح مرد بھی مرنے کے بعد غیر محرم عورت کا چہرہ نہ دیکھیں۔

فی حدیث ام مکتوم فعمیاوان انتما الستما تبصر انه۔ (مشکواہ ص ۲۶۹)

﴿۲۶۴﴾ فتویٰ شرعی بعض جگہ میت کے آس پاس جمع ہو کر قرآن خوانی کیجاتی ہے یا سورۃ یٰسین کی تلاوت کی جاتی کیا یہ شرعاً جائز ہے۔　　　سائل محمد مدثر علی شاہ

الجواب: اگر میت کو غسل نہیں دیا تو میت کا جسم ناپاک ہوتا ہے بغیر نہلائے اس کے آس پاس قرآن کی تلاوت یا سورۃ یٰسین پڑھنا منع ہے اس کا حل یہ ہے کہ پہلے میت کو غسل دے دیں کفن دیکر اس کے اس پاس قرآن پڑھا جا سکتا ہے۔

﴿۲۶۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک شخص فوت ہوا۔ کچھ لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا کہ ہم نے اس کو کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا کیا یہ درست ہے؟ کیا اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے؟

سائل محمد عمرا با خیل میانوالی

الجواب: اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز بلکہ ضروری ہے

کیونکہ کلمہ گو مسلمان کا جنازہ ہے۔ والصلوٰۃ واجبة علی کل مسلم برا کان او فاجر اوان

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عمل الکبائر رواہ ابوداؤد (مشکواۃ ص ۱۰۰)

﴿۲۶۶﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہماری مسجد کے باہر والی جگہ پر نجس پڑا رہتا ہے۔لیکن نماز جنازہ وہیں پر پڑھی جاتی ہے کیا یہ درست ہے؟

بینوا توجروا۔ سائل منیر احمد کندیاں میانوالی

الجواب: زمین خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے، (مشکواۃ ص ۲۰۱)۔پس جب کہ زمین خشک ہو اور ظاہر اس پر کچھ نجاست نہ ہو تو وہاں نماز جنازہ درست ہے۔اگر خشک زمین پر کچھ نجاست خشک پڑی ہوئی ہو چاہے کہ اس کو علیحدہ کردیا جاوے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ عید و جنازہ کے لیے پاک و صاف مقام بنائیں۔

﴿۲۶۷﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہیجڑے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور اگر پڑھی جائے تو طریقہ کار کیا ہوگا؟

سائل محمد اکرم محلہ میانہ میانوالی

الجواب: ہیجڑے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔جیسے اور مسلمانوں کی پڑھی جاتی ہے ویسی ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ وھی فرض علی کل مسلم مات خلا بغاۃ وقطاع طریق (الدر المحتار ص ۱۱۴ جلد ۱)۔ جس قسم کا ہیجڑہ ہوگا اسی قسم کی دعائیں پڑھیں۔بالغ کے اعضا مرد یا عورت والے ہوں تو بڑے میت کی دعا مانگ لیں اگر نابالغ ہو تو جس قسم کے اعضا ہو اسی قسم کی دعا پڑھ لیں۔

واللہ اعلم بالصواب

﴿۳۶۸﴾ **فتــوی شــرعــی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے علاقہ میں دو آدمی فوت ہو گئے ۔ امام صاحب نے ان دونوں کی نماز جنازہ اکھٹی پڑھا دی کیا یہ درست تھی یا نہیں؟ اور اگر کوئی آدمی جنازہ میں شامل ہوا اور اس کی کچھ تکبریں رہ جائیں تو کسطرح وہ تکبریں پوری کرے گا۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد محسن نیازی میانوالی

الجواب: ایک ساتھ متعدد جنازوں کی نماز پڑھنا درست ہے۔ اور سب کی نماز ادا ہو جاتی ہے۔ اگر چہ بہتر علیحدہ علیحدہ پڑھنا ہے۔ درمختار میں ہے، واذا اجتمعت الجنائز فافرادا الصلوٰۃ علی کل واحدۃ اولی وان جمع جاز (الدرالمختار ص ۸۲۱) اور جو شخص نماز جنازہ میں بعد میں آ کر شامل ہوا وہ بعد فراغ امام صرف تکبیرات کہہ کر سلام پھیر دے۔ دعا نہ پڑھے۔ اگر جنازہ کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے۔

ردالمختار میں ص ۸۲۰ جلد ا میں ہے، ثم یکبران ما فاتهما بعد الفراغ ان خشیا رفع المیت علی الاعناق ۔

﴿۳۶۹﴾ **فتــوی شــرعــی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں نماز جنازہ کے بعد دعا کا پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل محمود احمد میانوالی۔

الجواب: بدائع الصنائع میں ہے، **ترجمہ:** یعنی ہم احناف کی یہ دلیل ہے جو ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ وہ ایک شخص کی نماز جنازہ سے رہ گئے ۔ جب حاضر ہوئے تو انہوں نے استغفار سے زیادہ کچھ نہ کیا۔ یعنی صرف اس کی بخشش کے لیے دعا کی ۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے اکابر صحابۂ کرام بھی نماز جنازہ کے بعد دعا فرماتے تھے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص پر نماز جنازہ پڑھی اور چوتھی تکبیر کے بعد چلے حتی کہ اس میت کے پاس آئے۔ ثم مشیٰ حتی اقاہ و قال اللھم عبدك و ابن عبدك فاغفرله ذنبه و سع مدخله (مصنف ابن ابی شیبه کتاب الجنائز ص ۱۳۳)

پھر چلے حتیٰ کہ اس میت کے پاس آئے اور کہا اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے اس کے گناہ معاف فرمادے اس کی قبر کو کشادہ فرما۔

یہ دعا سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمائی۔ کیونکہ یہاں ثم مشیٰ کے الفاظ موجود ہیں۔ یعنی جنازہ پڑھا کر میت کی طرف چلے اور نماز جنازہ میں تم نہیں چلا جاتا۔ معلوم ہوا کہ جنازہ کے بعد دعا کرنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین کی بھی سنت ہے۔ اور ان کا بھی معمول تھا۔

پھر اس میں ایک قابل غور امر ہے کہ خاص اس حاضر میت کیلیے دعا فرمائی، اللھم عبدك ۔ یہ بالکل اس حدیث پاک کے مطابق عمل ہے، اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء (مشکوٰۃ شریف) جب تم میت پر جنازہ پڑھ چکو تو پھر میت کیلیے خاص دعا مانگو۔

اگر جنازہ کے اندر والی دعا ہوتی تو وہ مشترکہ دعا ہوتی ہے اللھم اغفر لحینا و میتنا

۳۔ عن نافع کان ابن عمر رضی الله عنھما اذا انتھیٰ الی جنازۃ قد صلی علیه دعا وانصرف ولم یعد الصلوٰۃ قال ابو عمر فی التمهید هذا هو یصح من مذهب ابن عمر۔ط **ترجمہ**: نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اگر ایسے جنازہ پر پہنچے جس پر نماز جنازہ پڑھی جا چکی ہوتی تو صرف دعا کرتے اور لوٹ آتے۔ دوبارہ نماز جنازہ نہ پڑھتے ابو عمر رحمہ اللہ نے تمہید میں کہا کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے مذہب میں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہی صحیح ہے۔صحابی رسول ﷺ کے اس عمل سے بھی ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء عہد صحابہ میں مروج و معمول تھی۔ورنہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو جب پتہ چلتا کہ نماز جنازہ پڑھی جا چکی ہے تو آپ بغیر دعا کے واپس آتے۔حالانکہ الفاظ پر غور کریں تو صاف واضح ہے کہ دعا مانگتے اور واپس آتے۔پس ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنی چاہیے اور یہ جائز ہے۔دعا سے روکنا میت سے دشمنی کے مترادف ہے

صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الزکوٰة

(زکوٰة کا بیان)

﴿۲۷۰﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملازم طبقہ کی جی پی فنڈ کی کٹوتی ہوتی ہے۔ جب وہ ملازمت سے ریٹائرڈ ہوگا یا ملازمت کے دوران وہ جمع شدہ رقم نکلوائے گا؟۔ اس پر زکوٰۃ کب سے واجب ہوگی۔　　　　سائل محمد نصیر میانوالی

الجواب: ملازم اگر مالک نصاب ہے تو دیگر مال زکوٰۃ کے ساتھ فنڈ مذکور میں جب سے رقم جمع ہونی شروع ہوئی ہے اسی وقت سے اس رقم پر بھی زکوٰۃ ہر سال واجب ہوگی اور اگر مالک نصاب نہیں ہے تو جب فنڈ کی رقم ملے گی۔ دوسرے مالوں کے ساتھ جوڑنے سے 52.1/2 (ساڑھے باون) تولہ چاندی کی مالیت کو پہنچ جائے اور حوائج اصلیہ سے بچ کر اس پر سال گزر جائے اس وقت فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور پھر سال بسال واجب ہوتی رہے گی۔

﴿۲۷۱﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بھائی نے جو کہ صاحب نصاب ہے ایک لاکھ روپیہ فکس ڈیپازٹ (بینک یا ڈاکخانہ میں) کیا جو سات سال کے بعد دوگنی رقم ہو کر اس کو ملے گی۔ تو میرا بھائی اس کی زکوٰۃ کس طرح ادا کرے؟۔

بینوا توجروا۔　　　　　　　　سائل محمد علم الدین میانوالی

الجواب: معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ فکس ڈیپازٹ کرنے والا ہر سال ایک متعین نفع کا مالک ہوتا ہے۔ جسے وہ ہر سال نکلوا بھی سکتا ہے اگر یہ صحیح ہے تو فکس ڈیپازٹ کرانے والے پر ہر سال اصل رقم اور نفع کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔ اگرچہ فکس ڈیپازٹ کرانا شرعاً ناجائز ہے۔

﴿۲۷۲﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چاندی کا نصاب 52.1/2 (ساڑھے باون) تولہ ہے۔ اگر کسی کے پاس چاندی کسی شکل میں

نہیں (اور سونا بھی کسی شکل میں نہیں) مگر نوٹ ہیں تو کتنے روپے کے نوٹ ہونے پر وہ صاحب نصاب مانا جائے گا؟۔ **بینوا توجروا**۔ سائل محمد وزیر آرائیں میانوالی۔

الجواب: اگر کسی کے پاس سونا چاندی نہیں ہے اور نہ مالِ تجارت ہے مگر اتنے نوٹ ہیں کہ بازار سے مذکورہ بالا چاندی یا ساڑے سات تولہ سونا خرید سکتا ہے تو وہ مالک نصاب ہے۔ اس پر زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں۔ یعنی کم سے کم ساڑے باون تولے چاندی یا سات تولے سونا کی قیمت کے نوٹ ہوں تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

﴿۳۷۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غلہ کی پیداوار میں زکوٰۃ نکالنا واجب ہے اگر واجب ہے تو دسواں حصہ نکالا جائے۔ یا بیسواں ۔ نیز کٹائی وغیرہ کی مزدوری نکال کر باقی غلہ کی زکوٰۃ نکالی جائے یا کل پیداوار کی؟۔

بینوا توجروا۔　　　　سائل عبدالغفار ولد عبدالجبار میانوالی۔

الجواب: بیشک غلہ کی پیداوار میں زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔ قرآن مجید پارہ ۸ رکوع ۴ میں ہے، واتوا حقہ یوم حصادہ ، یعنی کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر اس شئے میں جسے زمین نے پیدا کیا عشر یا نصف عشر یعنی دسواں یا بیسواں ہے۔ جو کھیت بارش یا نہر نالے کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے اور جس کی آب پاشی مشین سے یا نہر سے ہو اس میں نصف عشر یعنی بیسواں واجب ہے۔ اور پانی خرید کر آبپاشی کی ہو جب بھی نصف عشر واجب ہے۔ ھکذا فی الدر المختار ورد المحتار جس چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہوا اس میں کل

پیداوار کا عشر یا نصف عشر دیا جائے گا۔ مصارف زراعت ہل، تھریشر، وغیرہ کے بعد حساب کرے اسی حساب سے عشر ادا کرے، حفا والوں کی اجرت بیج وغیرہ نکال کر باقی کا عشرہ یا نصف عشر دینے سے پوری زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ ان کے مصارف کو منہا نہ کریں۔

﴿۳۷۴﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ، صدقہ فطر اور چرم قربانی اپنی حقیق بہن، حقیقی پھوپھی اور تایا کو دینا جائز ہے یا نہیں؟۔

سائل محمد بلال خان میانوالی

الجواب: اپنی حقیقی بہن اور حقیقی پھوپھی اور تایا اگر صاحب نصاب ہوں تو زکوٰۃ اور صدقہ فطر دینا جائز نہیں اور اگر صاحب نصاب نہ ہوں تو دے سکتے ہیں۔ لیکن تکیہ دار کو جس سے سال بھر بلا اجرت دیئے ہوئے کام لیتے ہیں پھر انہیں کاموں کے لحاظ اور دباؤ سے زکوٰۃ اور صدقہ فطر نیز چرم قربانی دیتے ہیں کہ جس میں تکیہ دار اس زکوٰۃ و صدقہ فطر کو اپنے لیے اجرت ہی سمجھتا ہے تو یہ ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ تاہم چرم قربانی قریبی غریب رشتہ داروں کو دیئے جا سکتے ہیں۔

﴿۳۷۵﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سوتیلی ماں کو زکوٰۃ کا روپیہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟۔ بینوا و توجروا۔ سائل خان زمان خان میانوالی

الجواب: سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے جیسا کہ ردالمحتار جلد ثانی ص ۶۳ میں تاتار خانیہ سے ہے، یجوز دفعها لزوجة ابیہ۔

﴿۳۷۶﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں صدقہ فطر کا پیسہ کن کن مدوں میں صرف کیا جا سکتا ہے۔؟ نیز چرم قربانی اور زکوٰۃ کا روپیہ کہاں کہاں

صرف کیا جاسکتا ہے۔؟ بینوا توجروا۔ سائل نجیب اللہ خان غنڈی میانوالی

الجواب: زکوٰۃ اور صدقۂ فطر میں جن لوگوں پر صرف کیا جاسکتا ہے ان میں سے چند یہ ہے۔

ا۔فقیر یعنی وہ شخص کہ جس کے پاس کچھ مال ہو لیکن نصاب بھر نہ ہو۔

۲۔مسکین یعنی وہ شخص کہ جس کے پاس کھانے کے لیے غلہ اور بدن چھپانے کے لیے کپڑا بھی نہ ہو۔

۳۔قرض دار یعنی وہ شخص کہ جس کے ذمہ قرض ہو اور اس کے پاس قرض سے فاضل کوئی مال بقدر نصاب نہ ہو۴۔مسافر کے پاس سفر کی حالت میں مال نہ رہا اس پر بقدر ضرورت صرف کیا جاسکتا ہے

اور جن لوگوں پر زکوٰۃ صدقۂ فطر صرف نہیں کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہیں

ا۔مالدار یعنی وہ شخص جو مالک نصاب ہو، سادات کرام، بنی ہاشم یعنی حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل او حضرت عباس و حارث بن عبدالمطلب کی اولاد پر زکوٰۃ و صدقہ فطر نہیں صرف کیا جاسکتا۔اپنی اصل اور اپنی فرع یعنی ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہم اور بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی پر صرف نہیں کیا جاسکتا۔

عورت اپنے شوہر پر اور شوہر اپنی عورت پر اگر چہ مطلقہ ہو تا وقتیکہ عدت میں ہو زکوٰۃ و صدقۂ فطر نہیں صرف کیا جاسکتا۔مالدار مرد کے نابالغ بچے پر نہیں صرف کیا جاسکتا ہے مالدار کی بالغ اولاد پر جب کہ وہ فقیر ہو صرف کیا جاسکتا ہے۔کافر یا کسی دوسرے مرتد اور بد مذہب پر نہیں صرف کیا جاسکتا۔

نیز زکوٰۃ و صدقۂ فطر کا مال مردہ کی تجہیز و تکفین یا مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں نہیں لگایا جاسکتا۔

جیسا کہ انوار الحدیث ص۱۹۲ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۱۷۶ میں ہے، لا یجوز ان

یبنی بالزکاۃ المسجد و کذاالحج و کل مالا تملیکفیہ ولا یجوز ان یکفن بھامیت ولا یقضی بھا دین المیت کذا فی التبین۔ ہاں اگر زکوٰۃ وصدقۂ فطر کا مال مسجد ومدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو دیدیں جو مالک نصاب نہ ہو پھر وہ صرف کرے تو ثواب دونوں کو ملے گا۔ (ردالمحتار، بہار شریعت) صدقہ کی دو قسمیں ہیں۔ صدقۂ واجبہ اور صدقہ نافلہ۔ صدقہ واجبہ مثلاً کسی نے نذر مانی کہ میرا لڑکا تندرست ہو گیا تو میں اتنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کروں گا تو اس مال کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ وصدقہ فطر کے مصارف ہیں۔ اور صدقہ نافلہ سے مردہ کی تجہیز وتکفین اور مدرسہ ومسجد کی تعمیر میں بھی خرچ کیا جاسکتا ہے۔ قربانی کرنے والا چرم قربانی کو بیچنے سے پہلے اپنے استعمال میں لاسکتا ہے اور امیر وغریب کسی کو بھی دے سکتا ہے، لیکن اگر بیچ ڈالا تو اس کی نیت دیکھی جائے گی۔ اگر صدقہ کرنے کی نیت سے بیچا ہے تو امیر وغریب اور مسجد ومدرسہ وغیرہ کی تعمیر پر بھی صرف کرسکتا ہے اور اگر پیسہ کو اپنی ضرورت میں صرف کرنے کے لیے بیچا ہے تو اس صورت میں وہ پیسہ صرف انہیں لوگوں پر صرف کیا جاسکتا ہے جن پر زکوٰۃ وصدقہ فطر صرف کیا جاسکتا ہے۔ اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا۔

﴿۲۷۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص صاحب نصاب ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اور وہ اپنی زکوٰۃ کی رقم نکالنا چاہتے ہیں لیکن ابھی تک اس مال پر پورا سال نہیں گذرا ہے۔ ایک پڑھے لکھے آدمی فرماتے ہیں کہ ان کی زکوٰۃ قبول نہیں۔ کیوں کہ ابھی مال پر ایک سال نہیں گذرا ہے۔ شرع کے مطابق جواب دیں۔

بینوا توجروا۔ (سائل محمد سعید میانوالی)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: شخص مذکور اگر سال گذشتہ مالک نصاب تھا جس پر سال پورا ہو چکا ہے اب نئے سال کے درمیان اسی جنس کا کچھ اور مال حاصل ہوا تو اس نئے مال کا سال جدا نہیں ہوگا بلکہ پہلے مال کا ختم سال اس کے لیے بھی سال تمام ہے۔ اگر چہ سال تمام سے ایک ہی منٹ پہلے ہوا ہو۔ اور اگر سال گزشتہ مالک نصاب نہیں تھا امسال ہوا تو مال پر سال گزرنے کے بعد ادائیگی واجب ہوگی۔ اور مالک نصاب پرانا ہو یا نیا بہرصورت سال تمام سے پہلے پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے۔ اعلحضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں اولیت چاہے تو سال تمام ہونے سے پہلے پیشگی ادا کرے اس کے لیے بہتر ماہ مبارک رمضان ہے جس میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض ستر فرضوں کے برابر (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۴۳۹)

﴿۲۷۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غلہ کے عشر کے لیے نصاب کی کوئی شرط ہے یا نہیں؟۔ اگر نہیں ہے تو کم از کم کتنے غلہ پر عشر واجب ہوتا ہے؟۔ بینوا توجروا۔　　　　(سائل محمد رمضان میانوالی)

الجواب: غلہ کے عشر کے لیے امام صاحب کے نزدیک نصاب کی شرط نہیں۔ کم سے کم ایک صاع بھی پیدا ہو تو عشر واجب ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے، "تجب بلاشرط نصاب ـ" اور ردالمحتار جلد دوم ص ۴۹ میں ہے:" یجب فیما دون النصاب بشرط ان یبلغ صاعاً ـ"

﴿۲۷۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سبزیوں میں زکوٰۃ ہے یا نہیں ؟ ـ اگر ہے تو کس حساب سے نکالنا چاہیے ؟ ـ بینوا وتوجروا۔　　　　(سائل عصمت اللہ خان میانوالی)

الجواب: سبزیوں میں اور تمام ترکاریوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۱۷۴ میں ہے، "یجب العشر عند ابی حنیفة رحمة الله تعالیٰ علیه فی کل ماتخرجه الارض من الحنطة والشعیر والدخن والارز واصناف الحبوب والبقول قل او کثر هکذا فی فتاویٰ قاضی خان ملخصاً۔" یعنی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک گیہوں، جو، باجرا، دھان اور ہر قسم کی غلے اور ہر طرح کی سبزیوں میں عشر واجب ہے۔ تھوڑا پیدا ہو یا زیادہ۔ ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ پھر جو سبزیاں کہ زمین کی نمی یا بارش کے پانی سے پیدا ہوں ان میں کل پیداوار کا عشر یعنی دسواں حصہ زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔ اور جو ٹیوب ویل وغیرہ سے سیراب کر کے پیدا کی جاتیں ہیں ان میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے۔

﴿۳۸۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں بھیک مانگنا کیسا ہے؟ اور بھیک مانگنے والوں کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟۔

بینوا توجروا۔　　　　(سائل عبدالحمید خان میانوالی)

الجواب: بھیک مانگنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک مالدار، فقیر، جوگی اور سادھو۔ ان کے لیے بھیک مانگنا حرام اور انہیں دینا بھی حرام ہے۔ ایسے لوگوں کو دینے سے زکوٰۃ نہیں ادا ہوسکتی۔ دوسرے وہ جو حقیقت میں فقیر ہیں یعنی نصاب کے مالک نہیں ہیں۔ مگر مضبوط و تندرست ہیں، کمانے کی قوت رکھتے اور بھیک مانگنا کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں جو ان کی طاقت سے باہر ہو۔ مزدوری وغیرہ کوئی کام نہیں کرنا چاہتے۔ مفت کھانا کھانے کی عادت پڑی ہے۔ جس کے سبب بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث شریف میں ہے۔" لا تحل الصدقة لغني و لا لذي مرة سوی۔"یعنی نہ کسے مالدار کے لیے صدقہ حلال ہے اور نہ کسی توانا تندرست کے لیے۔ ایسے لوگوں کو بھیک دینا منع ہے یہ گناہ پر مدد کرنا ہے۔لوگ اگر نہیں دیں گے تو وہ محنت مزدوری کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اور بھیک مانگنے والوں کی تیسری قسم وہ ہے کہ جو نہ مال رکھتے ہیں اور نہ کمانے کی طاقت رکھتے ہیں یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کو اپنی حاجت پوری کرنے بھر کی بھیک مانگنا جائز ہے اور مانگنے سے جو کچھ ملے اور وہ ان کے لئے حلال وطیب ہے۔ اور یہ لوگ زکوٰۃ کے بہترین مصرف ہیں۔ انہیں دینا بہت بڑا ثواب ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جنہیں جھڑکنا حرام ہے۔ اسی طرح امام اہلسنت نے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں لکھا ہے۔

﴿۲۸۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس نوٹ ہوں جو آجکل رائج ہیں یا صرف ریزگاری ہو، چاندی سونے کا سکہ ہو تو بقدر نصاب ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد عارف خان سوانسی آف سوانس میانوالی

الجواب: شریعت میں مال کی یہ تعریف ہے کہ جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو اور وہ حاجت کے وقت کے لیے اٹھا رکھنے کے قابل ہو اور مصالح و منافع کے لیے اسے جمع کر کے محفوظ رکھیں اور باختیار خود اس میں تصرف کریں اور وہ قیمت والا ہو۔ چانچہ ردالمحتار میں ہے،" المال ما يميل اليه الطبع و يمكن ادخاره لوقت الحاجة، "اسی میں تلویح سے ناقل ہیں،" المال ما من شانه ان يد خر للا نتفاع وقت الحاجت والتقوم يم يستلزم المالية۔

نوٹ ہوں یا سونا چاندی ہو تو ان سب پر مال کی یہی تعریف صادق آ رہی ہے کہ لوگوں کی طبیعت ان

کی طرف میل کرتی ہے۔اور انہیں وقت کیلئے اٹھایا جاتا ہے انہیں مصالح و منافع کے لیے جمع کر کے محفوظ کیا جاتا ہے۔اور باختیار خود ان میں تصرف کرتے ہیں اور یہ قیمت والی چیزیں ہیں۔

لہٰذا نوٹ، پیسے وغیرہ بحکم شرعی یقیناً حتماً جزماً بلاشبہ مال قرار پائیں گے۔اسمیں نہ کسی طرح کا شک و اشتباہ نہیں۔نا ہی کچھ تردد و تامل ہے۔ اور جب نوٹ پیسے وغیرہ کا مال ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہے تو یہ ظاہر ہے کہ مالیت خود ذکواۃ کے فرض ہونے کا سبب ہے جب نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے۔ردالمحتار مصری ص ۴ جلد دوم "السبب هو المال لا نها وجبت شكر النعمه المال والذا تصاف اليه و يقال زكوٰة المال۔"

تو نوٹ سونا، چاندی میں زکوٰۃ اپنی شرطوں کے ساتھ واجب بلکہ ان میں نیت تجارت کی بھی خاجت نہیں کہ یہ ثمن اصطلاحی ہیں اور ثمن اصطلاحی جب تک وہ رائج ہے اس میں بلانیت تجارت زکوٰۃ واجب ہے۔

﴿۲۸۲﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انور کے پاس دس بیگہ نہری زمین بعوض کرایہ ہے۔اگر وہ اس پر کاشت کرے یا نہ کرے کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے۔اور پانی بھی اگر لگائے یا نہ لگائے تب بھی پانی کا خرچہ دینا پڑتا ہے۔زمین کاشت سے بیکار ہو چکی ہے۔انور نے پانچ ہزار روپے کی کھاد ڈلوائی اور فصل کاشت کی۔اب اس مرتبہ اس کی فصل دو چند ہوئی ہے۔کیا انور اس تمام خرچہ کو وضع کر کے ابتدائی پیداوار سے زکوٰۃ ادا کرے یا پیداوار دو چند کی کاشت کے خرچہ کو وضع کر کے زکوٰۃ ادا کرے؟ بینوا توجروا المقصور احمد میانوالی

الجواب: زمین کی زکوٰۃ سے عشر مراد ہے۔اگر انور کی یہ زمین عشری ہے اور اس میں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایسی چیز کی کاشت ہے جس سے مقصود منافع حاصل کرنا ہے تو اگر اس کی آبپاشی ٹیوب ویل سے کی گئی ہے تو اس میں سے بغیر مصارف کا کاشت وضع کیئے کل پیداوار کا بیسواں حصہ دینا واجب ہے۔ اور اگر آبپاشی نہ کی ہو بلکہ بارش سے یا بلا قیمت نہر اور نالے سے اس کو سیراب کیا گیا تو بغیر مصارف کاشت وضع کئے ہوئے اس کی کل پیداوار کا دسواں حصہ دینا واجب ہے۔ مصارف وضع نہیں کرسکتا فتاوی عالمگیری میں ہے، ”ولا تحسب اجرۃ العمال و نفقۃ البقر و کراء الانھار واجرۃ الحافظ و غیر ذلک فیجب اخراج والواجب من جمیعٌ ماخرجتہ الارض عشر او نصفا کذا فی البحر الرائق۔

﴿۲۸۳﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی فرد کے پاس مشیری ہے۔ جس طرح بس، ٹرک و ٹیوب ویل وغیرہ تو اس بھاری مشینری پر زکوٰۃ دینا ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل کریم خان میانوالی۔

الجواب: بس، ٹرک، ٹریکٹر، مشینری کی تجارت کرتا ہے تو اس کی کل مالیت پر زکوٰۃ ہے۔ اگر استعمال کے لئے ہے تو ان کی مالیت پر زکوٰۃ نہیں، صرف حاصل ہونے والی آمدنی پر زکوٰۃ ہے۔ اسی طرح اقساط پر خریدی جانے والی اشیاء کی مالیت جتنی ادا کر چکا ہے پر زکوٰۃ واجب ہوگی کل پر نہیں۔

﴿۲۸۴﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں جنگلات کے بارے میں عشرہ زکوٰۃ کا کیا تصور ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل اسلم آرائیں میانوالی

الجواب: اگر جنگلات تجارتی مقاصد کے لیے ہیں یا ہو سکتے ہیں تو ان کی پیداوار پر بھی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عشر ہوگا۔ کہ یہ مالی آمدنی اور زمین کی پیداوار شامل ہیں۔ پھل دار درختوں کے پھلوں پر عشر ہے۔ اگر صرف خشک لکڑی ہے تو خود استعمال کرسکتا ہے زکوٰۃ واجب نہیں۔ تجارت کے لئے ہے تو زکوٰۃ واجب ہے۔

﴿۳۸۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں گھر میں جو برتن ضرورت سے زائد ہوں یا ایسے ہوں جو کبھی کبھی استعمال ہوں ان کے بارے میں زکوٰۃ کا کیا تصور ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل شائد اقبال میانوالی۔

الجواب: گھریلو سامان، برتن، بستر، فرنیچر، ملبوسات، ٹی وی، گاڑی وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں جب تک ان کی تجارت نہ کرے۔ یہاں تک کہ کرائے پر چڑھائے گئے سامان پر بھی زکوٰۃ نہیں صرف اس سے ہونے والی آمدنی پر ہے۔

﴿۳۸۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں مختلف تعداد کے حساب سے جانوروں کی زکوٰۃ بتائی گئی۔ اگر جانوروں کی تعداد زکوٰۃ کی حد کم ہو یعنی جانور کم ہوں۔ لیکن جانور زیادہ تر دودھ دینے والے ہوں تو آیا ان کے دودھ پر زکوٰۃ دینی ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل ابراہیم ملک میانوالی

الجواب: جانوروں کی زکوٰۃ میں بنیادی بات یہ ہے کہ صرف سائمہ جانوروں پر نصاب کو پہنچیں اور سال گزر جائے تو زکوٰۃ ہے اور سائمہ وہ جانور ہیں جو سال کا اکثر وبیشتر حصہ مفت چراگاہ میں گذارا کریں۔ اگر سال کا اکثر حصہ ان کو قیمتاً چارہ مہیا کیا جائے تو وہ علوفہ ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں۔ زکوٰۃ سائمہ جانوروں پر ہے۔ دودھ پر نہیں ہاں اگر دودھ، گھی، مکھن وغیرہ کی

تجارت کرتا ہے تو اس سے حاصل ہونے والی آمدنی باقی مال نامی کے ساتھ جمع کر لی جائے گی اور کل مال سے مقررہ شرح کے مطابق زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔

صلی اللہ علیہ وسلم

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الصوم

(روزہ کا بیان)

﴿۲۸۷﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری ہے؟ قبلہ صاحبزادہ صاحب میں نے صبح تقریبا دس بجے تک کچھ نہیں کھایا پیا اور میں نے اسی وقت روزہ کی نیت کرلی تو آیا میرا روزہ ہوگا یا نہیں؟۔

بینوا توجروا۔ (فقیر اللہ بخش تونسوی میانوالی)

الجواب: ادائے رمضان کا روزہ اور نذر معین ونفلی روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری نہیں۔ اگر ضحوۂ کبریٰ یعنی دوپہر سے پہلے نیت کرلی تب بھی یہ روزے ہو جائیں گے۔ اور ان تین روزوں کے علاوہ قضائے رمضان، نذر غیر معین قضا وکفارہ کے روزوں کی نیت صبح عین اجالا شروع ہونے کے وقت یا رات میں کرنا ضروری ہے۔ ان میں سے کسی روزہ کی نیت اگر دس بجے دن میں کی تو وہ روزہ نہ ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۱۳۸ میں ہے،" جاز صوم رمضان ولنذر المعين والنفل بنية ذالك اليوم او بنية مطلق الصوم او بنية النفل من الليل الىٰ ما قبل نصف النهار وهو المذكور فى الجامع الصغير۔ و شرط القضاء والكفارات ان يبت و يعين كذا فى الفتاوىٰ و كذا النذر المطلق هكذا فى السراج الوهاج۔ لہٰذا آپ کا روزہ صحیح ہے۔

﴿۲۸۸﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر سحری کے روزہ رکھنا کیسا ہے؟۔ بینوا توجروا۔ سائل قاری ابرار احمد نقشبندی

الجواب: سحری کے روزہ رکھنا جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری) مگر سنت یہ ہے کہ سحری

کھا کر روزہ رکھے کہ حدیث شریف میں اس کی بہت فضیلتیں آئی ہیں۔

طبرانی اوسط میں اور ابن حبان صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

''اللہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔''

اور امام احمد حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''سحری ساری کی ساری برکت ہے۔ اسے نہ چھوڑنا اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اس لیے کہ سحری کھانے والوں پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔''

﴿۲۸۹﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ (سائل قاری محمد عرفان نیازی)

الجواب: تحقیق یہ ہے کہ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ اس کے بارے میں ضابطہ کلیہ یہ ہے کہ جماع اور اس کے ملحقات کے علاوہ روزہ کو توڑنے والی صرف وہ دوا اور غذا ہے جو مسامات اور رگوں کے علاوہ کسی منفذ سے صرف دماغ یا پیٹ میں پہنچے۔ گوشت میں ٹیکہ لگانے سے دوا مسام کے ذریعے جسم تک پہنچتی ہے اس لئے فاسِد روزہ نہیں، رگ کے ٹیکہ میں اختلاف ہے اس سے پرہیز بہتر ہے فقہا کی تصریحات ملاحظہ فرمالیں درمختار مع شامی جلد دوم ص ۱۰۸ میں ہے،'' الضابط وصول ما فیہ صلاح بدنہ لجوفہ ۔'' ردالمحتار میں ہے،'' الذی ذکرہ المحققون ان معنی لامفطر وصول ما فیہ صلاح البدن الی الجوف اعم منکونہ غذاءً او دواءً''

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اورفتاویٰ عالمگیری جلداول مطبوعہ مصرص ۱۹۱ میں ہے، "اکثر المشائخ علی ان العبرۃ للوصول الی الجوف والدماغ ۔"ان سب عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ غذا اوردوا اسی وقت روزہ توڑے گی جب دماغ یا پیٹ تک کسی منفذ سے پہنچے بلکہ بعض حضرات نے صرف منفذ تک پہنچنے پر اکتفا کیا ہے۔اس لیے کہ ان کی تحقیق پر دماغ سے پیٹ تک براہ راست تعلق ہے۔

شامی جلد دوم ص ۱۰۳ میں بحر سے ہے، "التحقیق ان بین جوف الراس و جوف المعدۃ منفذاً اصلیاً فما وصل الیٰ جوف الراس یصل الیٰ جوف البدن۔"

مسامات اوررگوں کی وساطت کے بغیر پہنچنے کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ عام کتب فقہ میں مذکور ہے کہ اگر دماغ یا پیٹ کے زخم میں دوائی ڈالی تو روزہ اس وقت ٹوٹے گا جب کہ ا در در حقیقت دماغ اور پیٹ میں پہنچ جانے کا ظن غالب ہو۔درمختار مع شامی جلد دوم ص ۱۰۲ میں ہے، "لواقطر نی اذنہ دھناً او داویٰ جائفۃ اوامۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ و دماغہ "لفظ حقیقتاً کا یہی فائدہ ہے کہ دوا اگر زخم کے راستہ سے دماغ یا پیٹ میں پہنچی تو روزہ ٹوٹ گیا اوررگوں یا مسامات کے ذریعہ پہنچی تو نہیں ٹوٹا۔اس لیے کہ جب کوئی دوا خصوصاً تر دوا ڈالی جائے گی تو عروق ومسامات کے ذریعہ ضرور دماغ تک پہنچے گی۔اگر عروق ومسامات کے ذریعہ دوا کا پہنچا روزہ توڑ دیات تو یہ قید بیکا تھی بناء علی یہ تصریح ہے کہ اگر آنکھ میں دوا ڈالی یا سرمہ لگایا تو روزہ نہیں ٹوٹا اگرچہ دوا کا قطرہ حلق میں محسوس ہوکر سرمہ تھوک یا رینٹھ کے ساتھ نکلے۔

فتاویٰ عالمگیری جلداول مطبوعہ مصرص ۱۹۰ پر ہے، "لو اقطر شیئا من الدواع فی عینہ لا یفسد صومہ عند ناوان وجد طعمہ فی حلقہ واذا بزق فرای اثر الکحل و لونہ فی

بزاقه عامة المشائخ على انه لا يفسد صومه كذا فى الذخيرة وهو الاصح هكذا فى التبيين"

درمختار مع شامی جلد دوم ص ۹۸ میں ہے، "اوادهن اواكتحل وان وجد طعمه فى حلقه"

اسی کے تحت شامی میں ہے،" اى طعم الكحل اوالدهن كما فى السراج و كذا لو بزق فوجه لونه فى الاصح بحر۔ قال فى النهر لا ن الموجود فى حلقه اثرد اخل المسام الذى هو خلل البدن والمفطوانما اهو الداخل من المنافذ الا تفاق على ان من اغتسل فى ماء فوجد برده فى باطنه انه لا يفطر۔"

دیکھئے صاحب نہر نے تصریح کردی کہ حلق میں محسوس ہو تھوک میں آجائے وہ چونکہ مسام کے ذریعہ آیا۔ لہٰذا روزہ توڑنے والا نہیں، روزہ توڑنے والا وہ ہے جو منفذ سے دماغ یا پیٹ تک پہنچے۔ اسی طرح کسی نے سوراخ ذکر میں تیل ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اگرچہ تیل مشانہ تک پہنچ جائے اور علت یہ بیان فرمائی کہ سوراخ ذکر اور پیٹ کے درمیان منفذ نہیں۔

ہدایہ جلد اول ص ۲۰۰ میں ہے،" لواقطر فى احليله لم يفطر عن ابى حنيفة وقال ابو يوسف يفطر وقول محمد مضطرب فيه فكانه وقع عند ابيبوسف ان بينه و بين الجوف منه" ردالمحتار جلد دوم ص ۱۰۰ میں ہے "اى قول ابى حنيفة و محمد معه فى الاظهر وقال ابو يوسف يفطر والاختلاف مبنى على انه هل بين المثانة والجوف منفذ اولا وهو ليس باختلاف على الحقيق والاظهر انه لا منفد له وانما يجتمع البول فيها بالترشح كذا يقول الا طباء زيلعى وافادانه لو بقى فى قصبة الزكرلا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یفسد اتفاقاً ولا شك فی ذالك۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم اور امام ابو یوسف کے اختلاف اس پر مبنی ہے کہ سوراخ ذکر اور پیٹ کے درمیان منفذ ہے یا نہیں۔ مسامات کے وجود سے کسی کا انکار نہیں۔ اگر مسامات کے ذریعہ پہنچنا روزہ توڑتا ہے تو سوراخ ذکر میں تیل ڈالنا بالاتفاق روزہ توڑ دیتا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۱۹۰ میں صاف تصریح ہے۔" وما یدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر هكذا فی شرح المجع۔"

ثابت ہو گیا کہ اندرون جسم کسی جگہ دوا یا غذا کا مسام کے ذریعہ سے پہنچا روزہ نہیں توڑتا۔ جب یہ ذہن نشین ہو گیا کہ روزہ توڑنے والی وہ دوا اور غذا ہے جو مسامات کے علاوہ کسی منفذ سے دماغ اور پیٹ تک پہنچے تو اس انجکشن کی حقیقت پر غور کیجئے، جو انجکشن گوشت میں لگتا ہے اس کے بارے میں تو ظاہر ہے کہ وہ پورے جسم میں مسامات ہی کے ذریعہ پہنچتا ہے لہٰذا اس سے روزہ کا نہ ٹوٹنا ظاہر ہے۔ رگ کا انجکشن تو اس کے جسم میں پہنچنے کی کیفیت یہ ہے کہ دوا خون کے ساتھ جسم میں پھیلتی ہے۔ ماہرین تشریح جانتے ہیں کہ خون رگوں سے دل میں جاتا ہے اور وہاں سے پھر واپس رگوں میں آتا ہے دل سے دماغ اور پیٹ تک کوئی منفذ نہیں اس لیے رگوں کے انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ تاہم اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ اس سے بچنے کے لیے رگ کے انجکشن سے پرہیز کریں۔

﴿۲۹۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ افطار کرنے کی دعا (اللھم انی لك صمت) افطار کرنے سے پہلے پڑھنی چاہیے یا بعد میں؟ بینوا توجروا۔　　　　(سائل عرفان خان میانوالی)

الجواب: روزہ افطار کرنے کی دعا افطار کے بعد پڑھی جائے۔ حدیث شریف میں ہے، "عن معاذ بن زهرة قال ان النبی صلی الله عطیه وسلم کان اذاافطر قال اللهم لك صمت و علی رزقك افطرت (مشکوٰة شریف ص ۱۷۵) حضرت ملا علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں، "(کان اذاافطر قال) ای دعا و قال ابن الملك ای قراء بعد الافطار"

﴿۳۹۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کول گیٹ یا گل منجن وغیرہ کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں اور اگر ٹوٹے گا تو اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ بینوا توجروا۔ (سائل قاری فیض الرحمٰن نظامی میانوالی)

الجواب: حالت روزہ میں کسی طرح کا منجن یا ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کا استعمال بلاضرورت مکروہ ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں، منجن وٹوتھ پیسٹ وغیرہ حرام وناجائز نہیں۔ جب کہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہ جائے گا مگر بے ضرورت کراہت ضرور ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۶۱۴) اگر اس کا کچھ حصہ حلق میں چلا گیا اور حلق میں اس کا مزہ محسوس ہوا تو روزہ جاتا رہا مگر اس صورت میں صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں۔ ردالمحتار جلد دوم ص ۹۸ میں ہے، "اکل مثل سمسمة من خارج یفطر الا مضغ بحیث تلاشت فی فم الا ان یجد الطعم فی حلقه۔"

اور حضرت صدالشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ غلطی سے پانی وغیرہ کوئی چیز حلق میں چلی گئی تو صرف قضا واجب ہوگی (بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۱۹)

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۹۲﴾ فتــوی شرعـی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کے طرف سے نماز اور روزوں کے فدیہ نکالنے کا مسئلہ کیا ہے؟۔ سائل محمد شفیع اللہ خان سہراب والا میانوالی

الجواب: حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، "من مات و علیه صوم شهر فلیطعم عنه مکان کل یوم مسکین"

یعنی جو کوئی مر جائے اور اس پر روزے کی قضا باقی ہو تو اس کی جانب سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ حضور ﷺ اور فرماتے ہیں "لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنه" کوئی کسی کی جانب سے روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے ہاں اس کی طرف سے کھانا کھلائے۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۳۸) اور سید العماء حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں، "قد ورد النص فی الصوم باسقاطه بالفدية واتفقت كلمة المشايخ على ان الصلاة كالصوم استحسانا لكونها اهم منه"

یعنی فدیہ دے کر روزہ ساقط کرنے کے بارے میں نص وارد ہے اور مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ اس مسئلہ میں نماز روزہ کی مثل ہے اس لیے کہ وہ روزہ سے اہم ہے۔ (طحطاوی علی مراقی ص ۲۳۷) لہٰذا جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ نماز روزہ کی قضا باقی ہو اور کفارہ کی وصیت کر جائے تو ورثا اسے ادا کریں۔ حضرت علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں، "لو مات و علیه صلوات فائتة واوصیٰ بالکفارة یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر کالفطرة و کذا حکم الوتر و الصوم من ثلث ماله ولو لم یترك مالا یستقرض وارثه نصف صاع مثلا و یدفعه لفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم و ثم حتی یتم۔"

یعنی اگر کوئی قضا نمازیں اپنے ذمہ لے کر مر گیا اور کفارہ کی وصیت کر گیا تو ہر نماز اور ہر روزہ کے بدلے نصف صاع گیہوں صدقۂ فطر کی طرح اس کے تہائی مال میں سے دیئے جائیں۔ اور اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا تو اس کا وارث مثلاً نصف صاع گیہوں لے کر ایک نماز یا ایک روزہ کے بدلے کسی غریب کو دے۔ پھر وہ غریب اسی وارث کو واپس کر دے۔ اور اسی طرح اتنی بار لوٹ پھیر کرے کہ سب نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا ہو جائے۔ اسی کو حیلہ اسقاط بھی کہتے ہیں۔

﴿۲۹۳﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں صدقہ فطر کس شخص پر واجب ہوتا ہے؟۔ نیز زکوٰۃ اور صدقہ فطر کے نصاب میں کیا فرق ہے؟۔

بینوا توجروا۔ (سائل ماسٹر عبدالغفور قاسمی میانوالی۔)

الجواب: صدقہ فطر ہر مرد، عورت مسلمان پر واجب ہوتا ہے جو مالک نصاب ہوں خواہ وہ روزہ رکھیں یا نہ، پاگل، نابالغ۔ گھر میں رہنے والے ملازموں کا صدقہ فطر بھی سرپرست پر ادا کرنا واجب ہوگا۔ درمختار میں ہے، "تجب علی کل مسلم ولو صغیر امجنونا ذی نصاب فاضل عن حاجه الاصلیة وان لم ینم۔"

(۲) زکوٰۃ کے نصاب میں مال کا نامی ہونا شرط ہے۔ یعنی ساڑے سات تولہ سونا، ساڑھے باون تولہ چاندی یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کا سامان تجارت یا روپیہ کا حاجت اصلیہ سے زائد ہونا ضروری ہے۔ اور وجوب زکوٰۃ کے لے صاحب نصاب کا عاقل و بالغ ہونا بھی شرط ہے۔ اور صدقہ فطر کے نصاب میں مال کا نامی ہونا شرط نہیں۔ یعنی اگر کسی کے پاس سونا، چاندی کا نصاب نہ ہو اور نہ ان میں سے کسی ایک کی قیمت کا سامان تجارت روپیہ ہو مگر حاجت اصلیہ سے زائد ہو تو

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صدقہ فطر واجب ہو جائے گا۔ کسی کے پاس تانبہ پیتل کے برتن ہوں مگر تجارت کے لیے نہ ہوں اور حاجت اصلیہ سے زائد ہوں اور ان کی قیمت سونا یا چاندی کے نصاب کے برابر ہو تو ان برتنوں کے سبب صدقہ فطر واجب ہو جائے گا۔ مگر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ اور صدقہ فطر میں صاحب نصاب کا عاقل و بالغ ہونا شرط نہیں۔

﴿٣٩٤﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص روزہ نہ رکھے اس پر صدقہ فطر واجب ہے یا نہیں؟ (سائل محمد نصر اللہ خان ولد ظفر اللہ خان میانوالی

الجواب: صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں۔ لہٰذا جو شخص کہ مالک نصاب ہو اگر کسی عذر مثلاً سفر، مرض، بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھے جب بھی اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ ردالمحتار جلد دوم ص ٧٦ میں ہے، "تجب الفطرة وان افطر عامدًا"۔ پھر آگے لکھتے ہیں "من افطر لکبر او مرض او سفر یلزمه صدقة الفطر۔"

﴿٣٩٥﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کا دن آنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیا تو جائز ہے یا نہیں؟ ۔بینوا وتوجروا۔ سائل محمد ذیشان ساکن میانوالی

الجواب: عید کا دن آنے سے پہلے ماہ رمضان میں بلکہ ماہ رمضان سے پہلے بھی صدقہ فطر ادا کر دیا تو جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ١٧٩ میں ہے، "ان قدموها علی یوم الفطر جاز ولا تفصیل بین مدة ومدة وهو الصحیح۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الاعتکاف

(اعتکاف کے مسائل)

﴿۲۹۶﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، قرآن وسنت کی روشنی میں اعتکاف کا مفہوم واضح فرمادیں؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد اسماعیل میانوالی

الجواب: تفسیر کبیر، تفسیر قرطبی اور لسان العرب میں اعتکاف کا یہ معنی بیان ہوا ہے کہ کسی پر دائمی نگاہ رکھنا اس سے رخ نہ موڑنا، کسی جگہ ٹک جانا، مسجد میں قیام کرنا، ''عاکفون فی المساجد'' کا مطلب ہے، مسجد میں ٹھہر جاتے ہیں، صرف انسانی ضرورت کے لیے باہر نکلتے ہیں۔ آدمی مسجد میں نماز ادا کرتا اور قرآن پڑھتا ہے۔ مسجد میں عبادت کی نیت سے ٹھہرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔ اسی طرح مفردات راغب میں اعتکاف کا یہ معنی درج ہے کہ کسی چیز پر متوجہ ہونا اور بطور تعظیم اس کے ساتھ لگ جانا، شریعت میں اعتکاف کا مطلب ہے بطور عبادت مسجد میں ٹھہرنا۔

﴿قرآن کی روشنی میں﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ''و اذا بوانا لا براھیم مکان البیت ان لا تشرك بی شیئا و طھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود''۔

اور جب ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتادیا اور حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ کرنا اور میرا گھر پاک صرف رکھنا طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے۔ (الحج ۲۲، ۲۶)

﴿حدیث پاك کی روشنی میں﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، ''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ۔''

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ ﷺ رمضان مبارک کا آخری عشرہ اعتکاف بیٹھتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ ﷺ کو وفات دی۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات (پاکیزہ بیویوں) نے اعتکاف کیا۔ (بخاری و مسلم) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، (رسول اکرم ﷺ ہر رمضان میں ایک بار قرآن کا دور ہوتا تھا۔ جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال دو بار قرآن کا دور کیا گیا۔)"و کان یعتکف کل عام عشر افاعتکف عشرین فی العام الذی قبض۔" ہر سال دس دن اعتکاف فرماتے، مگر وفات کے سال بیس دن اعتکاف فرمایا، (بخاری) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتکف ادنی الی راسہ وھو فی المسجد فارجلہ و کان لا ید خل البیت الالحاجہ الانسان۔ "جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف بیٹھتے مسجد میں سے اپنا سر مبارک میرے قریب کرتے، میں آپ کو کنگھی کرتی۔ انسانی حاجت کے علاوہ گھر میں نہیں آتے تھے۔ (متفق علیہ) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا میں نے زمانہ جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کی نذر مانی تھی۔ فرمایا" فاوف بنذرك"، تو اپنی نذر پوری کرو۔ (متفق علیہ)۔

"ان قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے عبادت کے لئے اعتکاف بیٹھنا ثابت ہوتا ہے۔

﴿۲۹۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، اعتکاف کے بنیادی مسائل کی وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ سائل اشرف پائی خیل میانوالی۔

الجواب: اعتکاف کی درجہ ذیل شرائط ہیں، ﴿۱﴾ اعتکاف کی نیت کرنا ﴿۲﴾ مرد کے

لیے ایسی مسجد جہاں باجماعت نماز ادا کرنے کا اہتمام ہو۔ سب سے افضل وہ اعتکاف ہے جو مسجد حرام میں کیا جائے۔ پھر مسجد نبوی میں، پھر مسجد اقصیٰ میں پھر جامع مسجد پھر جہاں زیادہ لوگ ہوں۔ عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف بیٹھے اور بغیر انسانی حاجت کے اس سے باہر نہ نکلے۔ اگر عورت اس مسجد میں اعتکاف بیٹھی جہاں باجماعت نماز کا اہتمام ہے جائز ہے۔ اگر مسجد کی جگہ نہیں تو خود کسی حصہ کو مسجد قرار دے لے اور اس میں اعتکاف بیٹھے۔ اس کو مسجد بیت کہتے ہیں۔ عورت کا مسجد بیعت میں اعتکاف بیٹھنا افضل ہے۔ ﴿۳﴾ واجب اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔ نفلی کے لیے شرط نہیں۔ کم از کم اعتکاف کی کوئی حد نہیں۔ یہاں تک کہ مسجد میں گیا اور مسجد سے نکلتے وقت تک کی نیت اعتکاف کر لی تو یہ بھی جائز ہے۔ ﴿۴﴾ اعتکاف کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ مسلمان ہو، عاقل ہو، جنابت سے پاک ہو، عورت حیض و نفاس سے پاک ہو۔ ﴿۵﴾ صحت اعتکاف کے لیے بالغ ہونا شرط نہیں۔ لہٰذا سمجھدار بچے کا اعتکاف بھی صحیح ہے۔ اسی طرح مرد ہونا ضروری نہیں، عورت بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہے مگر خاوند موجود ہو تو اس کی اجازت سے اعتکاف بیٹھے۔

اعتکاف کے مستحبات (آداب)

فضول باتیں نہ کرے۔ افضل مسجد میں اعتکاف بیٹھے۔ مثلاً مسجد حرام، مسجد نبوی ﷺ، جامع مسجد، تلاوت قرآن کرتا رہے، حدیث کا مطالعہ کرے۔ علمی گفتگو کرے اور علم پڑھے پڑھائے، رسول اللہ ﷺ اور باقی انبیائے کرام کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرے۔ نیک لوگوں کے حالات پڑھے۔ دینی موضوعات پر بات چیت کرے۔ ایسی باتیں کر سکتا ہے جن میں گناہ نہ ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری میں بھی اسی قسم کا حکم ہے)۔

اعتکاف بیٹھنے کی خوبیاں اعتکاف میں بندہ اپنے آپ کوکلی طور پراللہ کی رضا وقرب میں مصروف کرلیتا ہے اوراللہ سے دورکرنے والے امور سے اپنے آپ کودورکرلیتا ہے۔ معتکف اپنا پورا وقت اللہ کی بندگی میں لگا دیتا ہے اوراعتکاف بیٹھنے والا اپنے آپ کوفرشتوں کی طرح کرلیتا ہے۔ جواللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اوروہی کرتے ہیں۔جس کا حکم ہوتا ہے۔جو شب وروز اللہ کی تسبیح وتہلیل کرتے ہیں اور ذرہ بھراکتاہٹ محسوس نہیں کرتے۔روزے داراللہ کا مہمان ہوتا۔(فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۲۱۱)

اعتکاف توڑنے والی چیزیں شرعی عذر کے سوامسجد سے باہرنکلنا،خواہ جان کرہو یا بھول کر،عورت بھی اپنے گھر میں اعتکاف کی جگہ سے نکل کرگھر کے دوسرے حصوں میں بلا وجہ نہیں جاسکتی۔انسانی حاجات کے لیے باہر جاسکتے ہیں۔مثلاً پیشاب وغیرہ۔بغیرغسل حاجت کے نہانا اعتکاف کوتوڑ دیتا ہے۔

علاوہ ازیں کھانا پینا مسجد میں ہی ہوگا۔اگراس مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا تو دوسری مسجد میں نماز جمعہ کے لیے جاسکتا ہے۔اندازے سے اس وقت نکلے کہ وہاں چاررکعت سنتیں پڑھ کرخطبہ سن سکے۔

یونہی جمعہ ادا کرنے کے بعد چھ سنتیں ادا کرنے کے لیے مسجد میں ٹھہرسکتا ہے۔

(عالمگیری ج ا ص ۲۱۲) ﴿۱﴾ اگرکسی عذرکی وجہ سے مسجد سے نکلا،مثلاً مسجد منہدم ہوگئی۔یازبردستی نکال دیا گیااوراسی وقت دوسری مسجد میں چلا گیا۔استحساناً اس کا اعتکاف نہ ٹوٹا۔

(بدائع الصنائع،عالمگیری) ﴿۲﴾ یونہی جان یا مال کے ڈر سے ایسا کیا۔اعتکاف نہ ٹوٹا۔(عالمگیری) ﴿۳﴾ بیمار کی عیادت یا نماز جنازہ کے لیے نکلا تو اعتکاف ٹوٹ گیا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(عالمگیری، بحرالرائق) ﴿۴﴾ اگر رمضان کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف نہیں بلکہ نذر مان کر اپنے اوپر واجب کردہ اعتکاف ہے، خواہ عشرہ اخیرہ کا ہو یا کسی اور وقت کا، اگر نذر مانتے وقت یہ شرط لگالی کہ نماز جنازہ میں شریک ہوگا۔ بیمار کی عیادت کرے گا۔ علمی مجلس میں شرکت کے لیے جائے گا۔ جائز ہے۔ (عالمگیری) ﴿۵﴾ معتکف پر جماع یا اس کی طرف مائل کرنے والے اسباب جیسے بوس وکنار وغیرہ حرام ہیں۔ (عالمگیری)

احتلام سے روزہ نہ ٹوٹتا ہے نہ اعتکاف

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الحج

(حج کا بیان)

﴿۲۹۸﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، حج و عمرہ کیا ہے۔ اس کی کیا شرائط ہیں۔ نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل شفیق خان میانوالی۔

الجواب: حج اسلام کا رکن ہے اور اس کا شمار ضروریات دین میں ہے۔ حج کے واجب ہونے کا اقرار کرنے کے باوجود حج نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور اس کے واجب ہونے سے بھی انکار کر دینا کفر کا موجب ہے۔ ارشاد رب العزت ہے کہ،" وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا و من کفر فان اللہ غنی عن العالمین"

ترجمہ: اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا واجب ہے اگر اس راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو انکار کرے تو خدا تمام عالمین سے بے نیاز ہے۔ (آل عمران ۹۷)

آیت میں حج کے ترک کرنے والوں کو کافر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جو اس کی اہمیت کی عظیم ترین دلیل ہے۔ اگر کسی شخص میں فرضیتِ حج کے شرائط موجود ہوں تو وہ فوراً اس فریضہ کو انجام دے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص حج کئے بغیر مر جائے جو نہ کسی اہم ضروری کام میں مصروف رہا ہو نہ بیماری کی وجہ سے مجبور رہا ہو اور نہ ہی بادشاہ وقت نے اسے حج کرنے سے روکا ہو تو ایسی شخص کی موت یہودی یا نصرانی کی موت ہوگی۔

حج کی شرائط بالغ ہونا، عاقل ہونا، آزاد ہونا، مال، صحت و توانائی، راستہ کی آزادی، حج کے وقت میں گنجائش ہونے کے اعتبار سے مستطیع ہونا

حج کی قسمیں حج کی تین قسمیں ہیں،

حج تمتع، حج قران، حج افراد

عمرہ کی قسمیں: عمرہ تمتع، عمرہ مفردہ، عمرہ تمتع حج تمتع سے پہلے ہوتا ہے۔

عمرہ پانچ اجزاء سے مرکب ہے: میقات میں عمرہ کی نیت سے احرام کا باندھنا (تلبیہ پڑھنا) (کعبہ کا طواف کرنا) (دورکعت نماز طواف ادا کرنا) (صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنا) (تقصیر یعنی سعی کرنے کے بعد بال کٹوانا۔)

اگر عمرہ مفردہ ہو تو بال کٹوانے کے بعد دورکعت نماز طواف بھی پڑھنی ہوتی ہے۔

حج تمتع عمرہ تمتع کے بعد انجام دیا جاتا ہے۔ اور یہ تیرہ چیزوں پر مشتمل ہے۔

(۱) مکہ میں احرام باندھنا، ۲۔ عرفات میں وقوف کرنا، (۳) مشعر الحرام میں وقوف کرنا، (۴) منیٰ میں رمی جمرات (شیطان مردود کو کنکریاں مارنا) کرنا، (۵) منیٰ میں قربانی کرنا، (۶) منیٰ میں قربانی کے بعد سر کا منڈوانا یا تقصیر کرنا، (۷) کعبہ کا طواف کرنا، (۸) دورکعت نماز طواف پڑھنا، (۹) کوہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنا، (۱۰) طواف کرنا، (۱۱) طواف کی دو رکعت نماز پڑھنا، (۱۲) ذی الحجہ کی گیارہویں کی شب منیٰ میں گزارنا، (۱۳) گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ میں تینوں شیطان کو کنکریاں مارنا اور تیرہویں تاریخ کو یہ عمل ان حضرات کے لیے ہے۔ جنہوں نے تیرہویں کی شب منیٰ میں گزاری تھی۔

محرمات احرام اور اس کے کفارات

﴿۱﴾ احرام میں مردوں کو سلے کپڑے پہننا حرام ہے۔ (اس صورت میں کفارہ ایک بکری ہے)

﴿۲﴾ بری یا بحری جانوروں کا شکار کرنا، شکاری کا پتہ بتانا یا شکار کی طرف اشارہ کرنا یا شکار کیے ہوئے جانور کا گوشت کھانا۔ (کفارہ ایک بکری ہے)

﴿۳﴾ عورت سے جماع (ہمبستری) کرنا (کفارہ ایک اونٹ ہے)

﴿۴﴾ عورت کو بوسہ دینا (کفارہ ایک بکری ہے)

﴿۶﴾ عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھنا یا اس کو جنسی خواہش کے ساتھ لمس کرنا ((کفارہ ایک بکری ہے) ﴿۷﴾ استمناء منی کا کسی بھی طریقہ سے خارج کرنا (کفارہ ایک اونٹ ہے)

﴿۸﴾ عقد کرنا یا پڑھنا دونوں حرام ہے۔ (کفارہ ایک اونٹ ہے) ﴿۹﴾ وہ سرمہ جو زینت کے لیے لگایا جائے جس میں خوشبو ہو تو حرام ہے۔ (کفارہ ایک بکری ہے) ﴿۱۰﴾ مردوں کے لیے موزہ یا وہ جوتا یا چپل وغیرہ پہننا جو بند ہو، اس کا پہننا۔ (کفارہ ایک بکری ہے) ﴿۱۱﴾ جنگ و جدال جھوٹ بولنا اور غصہ وغیرہ کرنا۔ (کفارہ ایک بکری ہے) ﴿۱۲﴾ جوں وغیرہ کا مارنا۔ (کفارہ ایک مشت گندم ہے) ﴿۱۳﴾ تیل سے مالش کرنا ((کفارہ ایک بکری ہے) ﴿۱۴﴾ جسم کے بال کا کاٹنا یا اکھاڑنا۔ (کفارہ ایک بکری ہے) ﴿۱۵﴾ جھوٹی قسم کھانا، گالیاں دینا۔ (کفارہ ایک بکری ہے) ﴿۱۶﴾ جسم سے خون کا نکالنا، دانتوں کا اکھاڑنا (کفارہ ایک بکری ہے)

﴿۱۷﴾ مردوں اور عورتوں کا سر ڈھانکنا اور احتیاط یہ ہے کہ سر پر ایسی کوئی چیز نہ رکھے مثال کے طور پر کوئی ایسا بوجھ رکھنا جو سر کو ڈھنک لے، نیز سر کو پانی یا دوسری سیال چیزوں مثلاً گلاب اور سرکہ میں ڈبونا بھی جائز نہیں اور اگر سر کو دھوئے تو رومال یا تولیہ سے خشک نہ کرے۔ (کفارہ ایک بکری ہے) ﴿۱۸﴾ مرد و عورت کا آئینہ میں دیکھنا۔ ﴿۱۹﴾ عورت کا زینت کی غرض سے زیورات کا پہننا۔ ﴿۲۰﴾ چشمہ اور انگوٹھی وغیرہ کا زینت کی غرض سے استعمال کرنا ﴿۲۱﴾ مشک و زعفران کافور وغیرہ جیسی خوشبودار چیزوں کا استعمال کرنا نیز بنا بر احتیاط واجب کسی بھی قسم کا عطر استعمال کرنا

یا ایسا لباس پہننا بھی جائز نہیں ہے جس میں سے عطر کی بو آرہی ہو چاہے پہلے سے ہی اس میں عطر لگایا گیا ہو۔ ﴿۲۲﴾ عورت کا نقاب، چادر یا کسی بھی شئی سے چہرہ کو چھپانا۔

﴿۳۹۹﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، احرام باندھنے کا طریقہ کیا ہے اسکی وضاحت فرمادیں؟ بینوا توجروا۔ سائل عمر فاروق میانوالی

الجواب: احرام باندھنے سے پہلے سر کے بال سنواریں، خط بنوائیں، مونچھیں کتریں، زیر ناف بال اور بغل کے بال صاف کریں، احرام کی نیت سے غسل کریں، ورنہ کم از کم وضو کریں، پھر سر اور داڑھی میں تیل لگائیں، کنگھا کریں، جسم پر ایسی خوشبو لگائیں جس کا دھبہ نہ لگے۔ اس کے بعد مرد حضرات سلے ہوئے کپڑے اتار کر احرام کی ایک سفید چادر ناف کے اوپر بطور تہبند باندھیں، اور دوسری چادر اوڑھیں، سر اور دونوں بازو فی الحال ڈھک لیں اور ایسے جوتے چپل اتاریں جس سے پیروں کے پشت کی ابھری ہوی ہڈی چھپ جاتی ہو، ہوائی چپل پہنیں، جن میں مذکورہ ہڈی کھلی رہتی ہے۔

اگر ممنوع یا مکروہ وقت نہ ہو تو احرام کی نیت سے سر ڈھک کر عام نفلوں کی طرح دو رکعت نفل پڑھیں، اگر پہلی رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھیں تو بہتر ہے اور اگر مکروہ وقت ہو تو بغیر دو رکعت نفل پڑھے عمرہ کی نیت کریں۔

اس کے بعد اپنا سر کھولیں، البتہ دونوں کاندھے چادر سے ڈھکے رہنے دیں اور قبلہ رخ بیٹھ کر اس طرح عمرہ کی نیت کریں،

اے اللہ میں آپ کی رضا کے لیے عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں، آپ اس کو میرے لیے آسان کر دیجئے اور

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قبول کر لیجئے۔

نیت کرتے ہی درمیانی آواز سے تین مرتبہ تلبیہ کہیں، تلبیہ یہ ہے،

لبیک اللھم لبیک ، لبیک لا شریک لک لبیک

ان الحمد و النعمة لک والملک لا شریک لک

اس کے بعد درود شریف پڑھ کر دعا مانگیں۔"اللھم انی اسئلك رضاك والجنة و اعوذ بك من سخطلك والنار۔" **ترجمہ**: اے اللہ میں آپ کی رضا اور جنت مانگتا ہوں اور آپ کی نا راضگی اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں) نیت اور تلبیہ پڑھتے ہی احرام بندھ گیا، احرام کی پابندیاں شروع ہو گئیں۔ان کا دھیان رکھیں، اور کثرت سے تلبیہ پڑھتے رہیں۔

خواتین کا طریقہ احرام خواتین تمام سلے ہوئے کپڑے اور جوتے وغیرہ بدستور پہنی رہیں، البتہ احرام باندھنے سے پہلے جو کام اوپر لکھے گئے ہیں، ان میں سے جو کام ان کے مناسب ہیں وہ ان کو انجام دیں، اگر ماہواری نہ آرہی ہو اور مکروہ وقت بھی نہ وہ تو احرام کی نیت سے دو رکعت نفل ادا کریں، ورنہ غسل کر کے یا صرف وضو کر کے قبلہ رخ بیٹھ جائیں، چہرے سے کپڑا ہٹائیں، سر پر ایسا ہیٹ پہن لیں جس کے گتہ پر نقاب سلی ہوئی ہو، جس میں چیرہ نہ جھلکے اور آنکھوں کے سامنے باریک جالی لگی ہوئی ہو، تاکہ راستہ نظر آسکے، اس ہیٹ کی ٹوپی پر برقعہ اوڑھیں، برقعہ کی نقاب پیچھے کر لیں، اور جسم برقعہ سے ڈھانپیں، اس طرح نامحرم مردوں سے پردہ بھی ہو جائے گا اور ہیٹ کی نقاب بھی چہرہ سے دور رہے گی، سہولت کے لیے یہ طریقہ لکھا گیا ہے، اگر کسی اور طریقہ سے یہ مقصد حاصل ہو تو اس کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔اس کے بعد عمرہ کی نیت کر

کے فوراً تین مرتبہ تلبیہ کہہ لیں، جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے، لیجئے عمرہ کا احرام بندھ گیا، اب خواتین آہستہ آواز سے بکثرت تلبیہ پڑھتی رہیں اور جو دعا اوپر لکھی گئی ہے وہ یا دیگر دعائیں کرتی رہیں، احرام کی پابندیوں کا خاص خیال رکھیں،

حج کے احرام باندھنے کا بھی یہی طریقہ ہے جو اوپر لکھا گیا، صرف نیت میں عمرہ کی جگہ حج کا لفظ ادا کیا جائے گا۔

مفید مشورہ پاکستان سے بذریعہ ہوائی جہاز مکہ مکرمہ جانے والے خواتین وحضرات کے لیے مشورہ ہیکہ ائرپورٹ پر آخری وقت میں احرام باندھیں بعض مرتبہ احرام باندھنے کے بعد جہاز کی روانگی منسوخ یا مؤخر ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے احرام کی حالت میں رہنا دشوار ہوتا ہے۔

ہوائی جہاز میں احرام باندھنے کی آسان صورت یہ ہے کہ اوپر جتنے کام لکھے گئے ہیں۔ وہ سب گھر یا ایئرپورٹ پر کرلیں، لیکن نیت اور تلبیہ ابھی نہ کہیں، کیونکہ احرام اور اس کی پابندیاں نیت کرنے اور تلبیہ پڑھنے کے بعد شروع ہوتی ہیں، جب ہوائی جہاز فضاء میں بلند ہو جائے اور آپ اپنی سیٹ پر اطمینان سے بیٹھ جائیں، اس وقت یا کچھ دیر بعد، یا میقات پہنچنے سے پہلے جہاز میں نیت اور تلبیہ کہیں۔

﴿۳۰۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، حج کے موقع پر بھی کیا عورتوں کو پردہ کرنا چاہیے؟ **بینوا توجروا**۔ سائل نبیلہ انجم خان میانوالی۔

الجواب: مسلمان خواتین جب گھر سے باہر نکلیں، خواہ حج یا عمرہ کے لیے بھی نکلیں یا کسی اور کام سے، قرآن وسنت کی رو سے ان پر فرض ہے کہ وہ شرعی پردہ کرکے نکلیں، بے پردہ نہ

نکلیں، اور شرعی پردہ یہ ہے کہ خواتین سر سے پیر تک اپنے پورے جسم کو کسی موٹی، سادہ اور لمبی چوڑی چادر یا برقعہ سے اس طرح چھپائیں کہ اس میں سارا جسم کپڑے اور دوپٹہ وغیرہ میں اچھی طرح چھپ جائے، صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لیے کھلی رہے یا برقعہ میں آنکھوں کے سامنے نقاب میں باریک جالی لگالیں، جس سے راستہ بھی نظر آئے اور نامحرم مردوں کو ان کا چہرہ اور آنکھیں بھی نظر نہ آئیں، ہاتھوں میں دستانے اور پیروں میں موزے ہوں تو اور بھی بہتر ہے۔

اس سلسلہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ ارشادات نقل کیے جاتے ہیں،

﴿۱﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخ والوں کی دو جماعتیں ہیں، جن کو میں نے (ابھی) دیکھا نہیں (کیونکہ ابھی وہ ظاہر نہیں ہوئیں، بعد میں ان کا ظہور ہوگا) ایک جماعت ان لوگوں کی ہو گی جن کے پاس بیلوں کے دم کی طرح کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو (ناحق) ماریں گے۔ دوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی (لیکن اس کے باوجود) ننگی ہوں گی، مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر اونٹوں کے کوہانوں کی طرح بڑے بڑے ہوں گے، جو جھکے ہوئے ہوں گے، یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی، نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی، اور اس میں شک نہیں کہ جنت کی خوشبو دور مسافت سے سونگھی جاتی ہے۔ (مسلم شریف) ﴿۲﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میری امت کے آخر میں ایسے مرد ہوں گے جو کجاوہ کے مانند

زین پر سوار ہوں گے، اور مساجد کے دروازوں پر اتریں گے، ان کی عورتیں کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، ان کے سروں پر بالوں کا جوڑہ ایسا ہوگا جیسے کمزور بختی اونٹوں کا کوہان، (انہیں دیکھو تو) ان پر لعنت کرو! کیونکہ وہ ملعون عورتیں ہیں، اگر تمہارے بعد کوئی اور امت ہوتی تو تمہاری عورتیں ان کی خدمت اسی طرح کرتیں جس طرح پہلی امتوں کی عورتوں نے تمہاری خدمت کی (یعنی وہ تمہاری لونڈی بنادی گئیں) (ابن حبان)

﴿۳﴾ ایک طویل حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ایسی عورت کے بارے میں جہنم میں عذاب ہونا بیان فرمایا، جو نا محرم مردوں سے اپنے سر کے بال نہیں چھپاتی تھی، بے پردہ اور کھلے سر ان کے سامنے آتی تھی، چنانچہ فرمایا، (شب معراج میں) میں نے دیکھا کہ ایسی عورت اپنے (سر کے) بالوں کے ساتھ جہنم کے اندر لٹکی ہوئی ہے اور اس کا دماغ (ہنڈیا کی طرح) پک رہا تھا۔

(الکبائر ص ۱۹۳)

ان احادیث سے بے پردہ عورتوں کے لیے جو عذاب بیان کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ ایسی عورتیں دوزخی ہیں اور دوزخ سخت عذاب کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ دے۔

اس لیے خواتین کو چاہیے کہ بے پردگی سے بچیں، خاص طور پر حج وعمرہ کے سفر میں مکہ مکرمہ سے رہائش کے دوران، مسجد الحرام میں طواف اور سعی کے دوران، وہاں کے بازاروں میں، منیٰ، میدان عرفات میں جہاں حج کا سب سے بڑا رکن ادا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتوں کا نزول ہوتا ہے وہاں بے پردگی اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت نہ دیں، مزدلفہ میں، اسی طرح مدینہ منورہ کے سفر میں، مدینہ طیبہ کی قیام گاہ میں، مسجد نبوی ﷺ میں، کیونکہ حج وعمرہ گناہوں کو

معاف کرانے کے لیے اور مغفرت چاہنے کے لیے ہیں، دانستہ گناہ کرنے کے لیے نہیں ہیں۔ اور حرمین شریفین میں جس طرح ہر نیکی کا ثواب بہت زیادہ ہے اس کا وبال بھی بہت سخت ہے، اس لیے اس مبارک سفر میں بے پردگی کے سنگین گناہ سے بے حد بچیں۔ اس کے علاوہ بھی زندگی بھر شرعی پردہ کی پابندر ہیں، اللہ پاک توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

﴿۳۰۱﴾ فتـــوی شـــرعـــی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں گذارش ہے کہ ہمارے امام وخطیب و مدرس شعبہ حفظ کے استاذ قاری نور احمد کو اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ سے سرفراز فرمایا وہ چھٹیوں کی تنخواہ کا مطالبہ کرتا ہے، آیا از روئے شرع ہم کمیٹی والے ان کے مطالبہ کو منظور کریں تو کیا جائز ہوگا۔؟ بینوا توجروا۔ سائل صوفی محمد رمضان موسیٰ خیل میانوالی

الجواب: فتاویٰ برکاتیہ نے لکھا ہے کہ حج کی ادائیگی میں جو ایام صرف ہوئے ان ایام کی تنخواہ کا مطالبہ جائز نہیں اور ایسے مطالبہ کو منظور کرنا بھی جائز نہیں۔ اس لیے کہ مدرس ان ایام کی تنخواہ کا مستحق نہیں ہے۔

جیسا کہ شامی جلد سوم مطبوعہ ہند ص ۴۰۸ میں ہے" ان المدرس ونحوه اذا اصابه عذر من مرض او حج بحيث لا يمكنه الماشرة لا يستحق المعلوم لا نه اراد الحكم في المعلوم على نفس المباشرة فان وجدت استحق المعلوم والا فلا وهذا هوا الفقه هذا ما ظهر لي والعلم عند الله تعالىٰ و رسول جل جلاله وصلے الله تعالىٰ عليه وسلم۔

نوٹ: اگر تعطیلات کے سلسلہ میں پہلے سے کوئی طے شدہ معاہدہ ہے تو اسی پر عمل ہوگا۔

الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۰۲﴾ **فتویٰ شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں دو سوال ارسال کر رہا ہوں ۔ دونوں کے قرآن و حدیث کے مطابق جواب دے کر ہم پر احسان فرمائیں ۔ ہماری دعا ہے کہ آپ کا سایہ جماعت اہلسنت پر تادیر قائم رہے ۔ حضور اکرم ﷺ کی قبر انور پر دعا کرنا کیسا ہے نیز سلام عرض کرنا کیا جائز ہے؟ سائل قاری محمد نعیم بھوروی کالاباغ میانوالی

الجواب: قبر پر دعا کرنا نہ فقط جائز بلکہ سنت ہے ۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، "کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلما کان لبیتھا من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخرج من اخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین واتا کم ما توعدون غدا مئو جلون وانا ان شاء اللہ بکم لا حقون اللھم اغفر لا ھل البقیع الغرقد۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۱۵۴)"

جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عائشہ کی باری ہوتی تھی تو آخر رات میں بقیع (قبرستان مدینہ طیبہ) کی طرف تشریف لے جاتے ۔ پس فرماتے تم پر سلام ہو ۔ اے اہل سرائے مومنین تمہیں جس چیز کا وعدہ کیا گیا تھا وہ مل چکا ۔ کل روز قیامت ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں ۔ اے اللہ بقیع غرقد والوں کو مغفرت کر ۔

مسلم شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمھم اذاتی القبر السلام علیکم اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لا حقون نسئل اللہ لنا ولکم العافیۃ۔ (مشکوۃ صفحہ ۱۵۴)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو جب وہ قبور کی طرف روانہ ہوتے یہ کلمات تعلیم کرتے تھے، تم پر سلام ہو اے اہل سرائے مومنین و مسلمین ہم بھی انشاء اللہ تم سے ضرور ملنے والے ہیں۔ ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمھارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔) ان احادیث شریفہ سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی قبر پر دعا کی اور امت کو قبر پر دعا کرنے کی تعلیم بھی دی۔ تو قبر پر دعا کرنا سنت ہو گیا۔ اسی بنا پر سلف وخلف نے قبور پر دعائیں کیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، "قبر موسیٰ کاظم رحمته الله عليه ترياق اكبر است مر قبول اجابت دعا۔(از جذب المقلوب)۔

ترجمہ: حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر قبولیت واجابت دعا کے لیے تریاق اکبر ہے۔ بلکہ یہ حضرت امام شافعی بھی خود مزار حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پر حاضر ہوتے ہوئے دعا کرتے۔ "انی اتبرك بابی حنیفة واجئی الی قبره فاذا عرضت لی حاجة صليت ركعتين وسالت الله تعالیٰ عند قبره فتقضی سريعا۔ (ردالمحتار مصری جلد ۱ ص ۳۹)

ترجمہ: میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ تبرک حاصل کرتا ہوں۔ اور ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں مجھے جب کوئی حاجت پیش ہوتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں تو وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ قبور عامۃ المومنین اور اولیاء صالحین پر دعا کرنا نہ فقط معمول امت بلکہ سنت سے ثابت ہوا۔ قبور انبیاء کرام پر اور خصوصاً سید الانبیاء محبوب کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر دعا کرنے کا ہمیں حکم فرمایا گیا ہے۔

حضرت علامہ امام شیخ تقی الدین سبکی شفاء السقام میں اسی بحث دعا میں یہ فرماتے ہیں،

"نقول زیارة قبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ثبت فیها هذه المعانی الاربعة (زیارة القبور اماللتذکر الموت والاخرة او الدعا لاهله او للتبرک باهله ولا داء حقهم) اما الاول فظاهر واما الثانی فلا نا ما مورون بالدعاء له وان کان هو غنیا بفضل الله عن دعائنا والثالث والرابع فلانه لا احد من الخلق اعظم برکة منه ولا اوجب حقا علینا منه فالمعنی الذی فی زیارة قبره لا یوجد فی غیره ولا یقوم غیره مقامه۔(شفاء السقام ص ٦٥)"

تو قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت یہ چاروں منافع ثابت ہوتے ہیں۔ موت اور آخرت کا یاد کرنا، اہل قبر کے لیے دعا کرنا، اہل قبر سے تبرک حاصل کرنے کے لیے، اہل قبر کا حق ادا کرنے کے لیے، تو پہلا نفع تو ظاہر ہے۔ اور دوسرا نفع یہ کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بفضل خدا ہماری دعا سے مستغنی ہیں۔ ان پر فضل خدا بہت ہے۔ تیسرا اور چوتھا نفع یہ ہے کہ مخلوق میں کوئی ان سے زائد برکت والا نہیں۔ اور نہ ہم پر ان سے زائد کسی کا حق واجب ہے تو جو نفع ان کی قبر شریف کی زیارت میں ہے تو وہ کسی کی زیارت قبر میں نہیں پایا جاتا کوئی ان جیسا نہیں ہوسکتا۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر حق ہے تو اس حق کے ادا کرنے اور روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر دعا کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ تو روضہ اطہر پر دعا کا کرنا نہ فقط جائز بلکہ سنت سے ثابت ہوا۔

علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں اور علامہ علی قاری ان کی شرح میں لکھتے ہیں "قال بعضهم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رأیت انس ابن مالك اتی قبرا لنبی صلی الله علیه و سلم فوقف (ای بین بدیه)فرفع یدیه حتی ظننت انه افتتح الصلوة فسلم علی النبی صلی الله علیه و سلم ثم انصرف (لا یعرف استحباب رفع الیدین فی ذالك المقام عن احد من العلام ولعله دعا الله سبحانه و تشنفع به علیه السلام۔(شرح شفا ص ۱۵۲)"

بعض محدثین نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا کہ وہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے اور ان کے سامنے کھڑے ہوئے۔ پھر اپنے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا انہوں نے درود شروع کیا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا پھر واپس ہوئے۔ اس مقام میں رفع یدین کا مستحب ہونا علماء میں سے کسی نے منقول نہیں، تو غالباً حضرت انس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کیا۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح اپنے مسند میں حضرت مالک الدردا رضی اللہ عنہ سے روایت کی "اصاب الناس قحط فی زمان عمر بن الخطاب رضی الله عنه فجاء رجل(ای بلا بن الحارث الصحابی) الی قبر النبی صلی الله علیه و سلم فقال یا رسول الله استسق الله لا متك فانهم قد هلكو افاتاه رسول الله صلی الله علیه و سلم فی المنام فقال ائنت عمرفاقرئه السلام و اخبره انهم لیسحون۔

(وفاء الوفاء مصری ج ۲ ص ۴۲۱)"

کہ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں قحط سالی میں لوگ مبتلا ہوئے۔ حضرت بلال بن حارث صحابی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اپنی امت کو

سیراب کیجئے۔ اللہ سے بارش طلب کیجئے کہ وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور فرمایا، کہ عمر کے پاس جا کر ان سے سلام کہنا اور ان کو خبر دینا کہ وہ بیشک سیراب کئے جائیں گے۔ علامہ ابن حجر نے الجواہر المنظم میں اور حافظ عبد اللہ نے مصباح الظلام میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی، "قد طلع علینا اعرابی بعد ما دفن رسول الله صلى الله عليه وسلم بثلاثة ايام فرمى بنفسه على قبرالنبى صلى الله عليه وسلم حثا من ترابه على راسه و قال يا رسول الله قلت فسمعنا قولك و وعيت عن الله سبحانه وما وعينا عنك و كان فيما انزل عليك " ولو انهم اذظلمو انفسهم جائوك فاستغفرو االله الاية" و قد ظلمت و جئتك تستغفرلى فنو دى من القبر انه قد غفرلك۔ (وفا ء الوفاء مصرى ج ۲ ص ۴۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کرنے کے تین دن بعد ہمارے روبرو ایک اعرابی آئے اور وہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گر پڑے اور اپنے سر پر خاک مزار انور ڈالنے لگے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا پس ہم نے آپ کی بات کو سنا اور میں نے اللہ سبحانہ کے کلام اور آپ کے کلام کو محفوظ کیا۔ اور آپ پر نازل شدہ کلام میں سے یہ آیت ہے۔ اور اگر انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور وہ آپ کے پاس آئیں۔ اللہ سے مغفرت چاہیں۔ تا آخر آیت۔ تو میں نے ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ تو آپ میری مغفرت طلب کیجئے۔ تو قبر شریف سے آواز آئی کہ تجھکو بخش دیا گیا۔

ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بھی قبر اطہر پر حاضر ہو کر

صرف سلام ہی عرض نہیں کیا بلکہ دعا بھی کی۔

﴿۳۰۴﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا کیسا ہے؟۔ میرے رشتے دار نجدی سختی سے منع کرتے ہیں۔ کیا شریعت پاک میں آپ ﷺ کی قبرانور کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونے والا مشرک ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل قاری محمد نعیم

الجواب: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا یہ آداب میں سے ایک بہترین ادب ہے۔ جس کی علمائے عظام وفقہائے کرام نے بھی تصریح کی ہے۔ فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے، "ثم ینهض فیتوجه الی قبره فیقف عند رأسه مستقبل القبلة ثم یدنو منه ثلثة اذرع او اربعة ول یدنو منه اکثر من ذالك ولا یضع یده علی جدار التربة فهو اهیب و اعظم للحرمة و یقف کما یقف فی الصلوة۔ (عالمگیری جلد ۱ ص۱۳۶)

زائر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور کی طرف متوجہ ہوکر سر مبارک کے مقابل قبلہ طرف متوجہ ہوکر سر مبارک کے مقابل قبلہ رو کھڑا ہو بقدر تین یا چار گز فاصلہ کے اور اس سے زائد قریب نہ ہو اپنا ہاتھ بنظر ادب تربت مبارک کی دیوار پر نہ رکھے۔ اور اس طرح کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے، "ثم تنهض متوجها لی القبر الشریف فتقف بمقدار اربعة اذرع بعیدًا عن المقصورة الشریفة بغایة الادب ۰ستدبر القبلة محاذ یا لراس النبی صلی الله علیه وآله وسلم ووجهه الاکرم۔ (طحطاوی مصری ص ۴۲۳)

پھر قبر شریف کی طرف متوجہ ہر کر کھڑا ہو۔ اور بقدر چار گز کے گنبد شریف سے فاصلہ پر بغایت ادب قبلہ کو پشت کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس و چہرۂ انور کے مقابل کھڑا ہو۔

شیخ الاسلام علامہ سید سمہودی نے ''وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ'' میں سلسلہ آداب زیارت میں فرمایا، ''و منها ان توجه بعد ذالك الى القبر الكريم مستعينا بالله تعالیٰ فی رِعاية الادب فی هذه الموقف العظيم فيقف بخشوع و خضوع '' (و فيه ايضا) فينبغی ان يقف بين يديه كما و صفنا (وفيه ايضا) قال الكرمانی من الحنيفية و يضع يمينه علی شماله كما فی الصلوة۔ (وفاء الوفا مصری جلد ٢ ص٤٣٧)

منجملہ آداب زیارت کے یہ ہے کہ قبر کریم کی طرف متوجہ ہو اس مقام عظیم میں رعایت ادب کی اللہ تعالیٰ سے اعانت طلب کرنے والا ہو، پھر خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑا ہو، پس مناسب ہے کہ ہم نے جس طرح ذکر کیا قبر شریف کے سامنے کھڑا ہو۔ امام کرمانی حنفی نے کہا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھے جیسا کہ نماز میں رکھتا ہے۔ علامہ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی جذب القلوب میں بیان آداب زیارت میں فرماتے ہیں، ''و دروقت سلام آنحضرت ووقوف در آنجناب با عظمت دست راست رابردست چپ بنهد چنانچه در حالت نماز كند، كرمانی كه از علماء حنفيه است تصريح كرده است۔ (جذب القلوب ص١٦٨) بوقت سلام سامنے کھڑے ہونے میں بااحترام دہنے ہاتھ کو بائیں پر ایسے رکھے جس طرح حالت نماز میں رکھتا ہے، علماء حنفیہ میں سے امام کرمانی نے اس بات کی تصریح کی ہے، شیخ الاسلام علامہ سید احمد وحلان الدرر السعیہ میں ناقل ہیں، ''ذكر علماء المناسك

ایضا ان استقبال قبره الشریف ووقت الزيارة والدعاء افضل من استقبال القبله
قال العالمة المحقق الكمال بن الهمّام ان استقبال القبر الشريف افضل من استقبال القبله۔ (درر السنیہ مصری ص ۲۲) نیز علماء مناسک نے کہا کہ بوقت زیارت ودعا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی طرف متوجہ ہونا قبلہ کی طرف متوجہ ہونے سے افضل ہے۔
علامہ محقق ابن ہمام نے فرمایا کہ بیشک قبر شریف کی طرف متوجہ ہونا روبقبلہ ہونے سے بہتر ہے۔
ان کثیر عبارات فقہاء وعلماء کرام سے ثابت ہوگیا کہ زائر کا بوقت زیارت وسلام ودعا قبر شریف کے سامنے قبلہ کی طرف پشت کر کے اور مزار اطہر کی طرف منہ کر کے مواجہ شریف اور سر اقدس کے مقابل بغایت ادب بخشوع وخضوع اس طرح دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا افضل ہے۔ جیسے نماز میں دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھ کر بصد خشوع وخضوع کھڑا ہوتا ہے۔ اسی کی تصریحات مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی کتب میں موجود ہیں۔ بلکہ خود ائمہ مذاہب سے بھی اس میں تصریحیں مروی ہیں۔ مسند امام اعظم میں خود امام اعظم سے مروی ہے، ”ابو حنيفة عن نافع عن ابی عمر رضی الله عنهما قال من السنة ان تاتی وقبر النبی صلی الله عليه وا له وسلم من قبل القبلة و تجعل ظهرك الى القبلة و تستقبل القبر بوجهك ثم تقل السلام عليك ايها لنبی و رحمة الله وبركاته۔ (مسند امام اعظم ج ۱ ص ۵۲۳)
امام اعظم نافع سے راوی اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی انہوں نے فرمایا، یہ سنت ہے کہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر پر قبلہ کی جانب سے آئے اور قبلہ کی طرف اپنی پشت کرنا اور قبر شریف کی جانب اپنا منہ کر لینا، پھر عرض کرنا آپ پر سلام ہو اے نبی اور اللہ کی

رحمت اور اور اس کی برکتیں۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف پر حاضری کا ارادہ کرے تو وہ قبلہ کی طرف تو پشت کر لے اور قبر شریف کی طرف منہ کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پیش کرے پھر دعا کرے۔ علامہ سبکی نے شفاء السقام میں خود اپنے مذہب شافعی کو نقل کیا، "وعن اصحاب الشافعی و غیره یقف و ظهره الی القبلة ووجهه الی الحظیرة وهو قول ابن حنبل۔ (شفاء السقام ص ۱۱۳) اصحاب شافعی وغیرہ سے منقول ہے کہ زائر اس طرح کھڑا ہو کہ اس کی پشت تو قبلہ کی طرف اور اس کا چہرہ گنبد شریف کی طرف ہو اور یہی امام احمد ابن حنبل کا قول ہے، علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں مذہب شافعی کو نقل فرماتے ہیں، "عن مالك قال اذا سلم علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم و دعا یقف ووجهه الی القبر لا الی القبلة و یدنو ویسلم ولا یمس القبر بیده والی هذا مذهب الشافعی والجمهور، (زرقانی مصری ج۸ ص ۳۰۵)

امام مالک نے فرمایا جب کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پیش کرے اور دعا کرے تو یوں کھڑا ہو کہ اس کا چہرہ قبر شریف کی طرف ہو قبلہ کی طرف نہ ہو اور قریب ہو جائے اور سلام پیش کرے۔ اور اپنے ہاتھ روضہ انور کو مس نہ کرے۔ یہی امام شافعی اور جمہور کا مذہب ہے۔

"وفیه ایضا اما دعاء فان الجمهور و منهم الشافعیة والمالکیة والحنفیة علی الاصح عندهم کما قال العلامة الکمال بن الهمام علی استحباب استقبال القبر الشریف واستدبار القبلة لمن اراد الدعاء۔ (زرقانی مصری ج۸ ص ۳۱٤)"

لیکن دعا کرنا تو بیشک جمہور اور ان میں شافعی اور مالکی بھی داخل ہیں۔ اور صحیح قول کی بنا پر احناف بھی ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن ہمام حنفی نے فرمایا کہ اس شخص کے لیے جو دعا کرنے کا ارادہ کرے قبر شریف کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کی طرف پشت کرنا مستحب ہے۔

علامہ سبکی شفاء السقام میں امام محدث فقیہ ابن بطہ حنبلی کی ''کتاب الابانہ'' سے ناقل ''تاتی القبر تستقبله و تجعل القبلة وراء ظهرك و تقول السلام عليك ايها النبى و رحمة الله،(شفاء السقام ص ١١٢)

تو قبر شریف پر حاضر ہو کر اس کی طرف منہ کر اور قبلہ کو پس پشت کر اور کہہ کہ آپ پر سلام ہوا ے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ یہی علامہ سبکی شفاء السقام میں مذہب حنبلی کی ''کتاب المستوعب'' سے ناقل ہیں: ''قال يجعل القبر تلقاء وجهه و القبلة خلف ظهره والمنبر عن يساره وذكر كيفية السلام و الدعا۔ (شفاء السقام ص ١١٤)

کہا کہ قبر شریف کو اپنے چہرہ کے سامنے قبلہ کو اپنی پشت کے پیچھے اور منہ کو اپنے بائیں طرف رکھے اور کیفیت سلام اور دعا کا ذکر کیا۔ علامہ سید احمد وحلان الدر السعیہ میں مکہ شریف کے مفتی حنابلہ شیخ محمد کا فتویٰ نقل کرتے ہیں ''ان المعتمد عند الحنابلة هو ما ذكره السائل اعنى استحبات استقبال القبر عند الدعاء و استحباب التوسل و المنكر لذلك جاهل بمذهب الامام احمد (الدرر السنيه مصرى ص ٢١) بیشک حنبلیوں کا معتمد مذہب وہ ہے جس کو سائل نے ذکر کیا۔ یعنی بوقت دعا قبر انور کی طرف منہ کرنا مستحب ہے۔ اور توسل کرنا جائز ہے، اور جو اس کا انکار کرے وہ امام احمد کے مذہب سے جاہل ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ اصحاب مذاہب اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ بلکہ خود ائمہ اربعہ کی تصریحات نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ جو شخص بقصد زیارت روضۂ منورہ حاضر ہو تو وہ قبر شریف کے سامنے کھڑا ہو۔ اور قبلہ کی طرف پشت اور قبر شریف کی طرف منہ کر کے سلام پیش کرے اور دعا کرے۔ اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ بخشوع وخضوع دونوں ہاتھ باندھ کر اس طرح کھڑا ہو جیسے نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے۔ یہی امت کے لیے بہتر وافضل ہے۔ اور بوقت زیارت احسن ادب بھی ہے۔ اور اہل اسلام کا معمول ہے۔ امت نے جب اس بات پر اتفاق کر لیا تو یہ ہرگز گمراہی نہیں ہو سکتی۔ آقاء ومولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ دیدیا ہے،

''لا یجمع امة محمد علی ضلالة و ید الله علی الجماعة و من شذ فی النار (رواه الترمذی عن ابن عمر رضی الله عنهما) امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ اور اللہ کی مدد جماعت پر ہے اور جو جماعت سے نکلا دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ تو اب اس جماعت مسلمین کا مخالف صرف یہ فرقہ وہابیہ نجدیہ ہوا، بحکم حدیث یہ فرقہ گمراہ وجہنمی ثابت ہوا۔

﴿۲۰۴﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت بغیر محرم کے حج کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل ملک جاوید اقبال طرہ باز ٹاؤن میانوالی

الجواب: عورت خواہ جوان ہو یا بوڑھی ہر عورت پر وجوب حج کے لیے محرم کا ہونا شرط ہے۔ اگر محرم نہ ہو تو عورت پر حج واجب ہی نہیں ہوتا۔ اسی طرح عورت پر محرم کے سفر حج ک نفقہ بھی واجب ولازم ہے، پس عورت اپنے رشتہ دار عورتوں کے ساتھ یا اپنے غیر محرم مردوں کے ساتھ شرعاً حج کو نہیں جا سکتی۔ محرم شوہر اور وہ ہر مرد ہے جس سے عورت کا نکاح دوامی اور ابدی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طریقے پر بسبب قرابت، رضاعت، یا مصاہرت حرام ہو، بشرطیکہ محرم غیر زوج عاقل بالغ ہو اور فاسق نہ ہو بلکہ مرد صالح اور امین ہو۔

فتاوٰی عالمگیری مصری جلد اول ص ۲۰۴ میں ہے، "و منها المحرم للمرأة شابة كانت او عجوزاً اذا كان بينها بين مكة مسيرة ثلثلة ايام، و ان كان اقل من ذلك خحت بغير محرم كذا فى البدائع، هكذا فى المحيط و المحرم الزوج و من لا يجوز منا كحتها على التابيد بقرابة اور ضاع او مصاهرة كذا فى الخلاصة و يشترط ان يكون ما مونا عاقلا بالغاحرا كان او عبدا كافرا كان او مسلما كذا فى فتاوىٰ قاضى خان و تجب عليها النفقة والراحلة فى ما لها للمهرم ليحج بها (ملخصا)

اسی میں ہے محرم کا ہونا ہے عورت چاہے جوان ہو یا بوڑھی اگر مکہ تک سفر تین دن کا ہے ایسا ہی المحیط میں ہے اور محرم شوہر ہے یا جس سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ یہ حرمت نکاح کے رشتہ کی وجہ سے ہو یا رضاعت کی وجہ سے یا مصاہرت کی وجہ سے۔ ایسا ہی الخلاصہ میں ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ محرم محفوظ کردار کا ہو۔ عاقل، بالغ ہو، خواہ غلام ہو یا آزاد، مسلمان ہو یا کافر۔ ایسا ہی فتاوٰی قاضی خاں میں ہے۔ محرم کے تمام اخراجات عورت کے ذمہ ہوں گے۔

مجمع الانہر استنبولی جلد اول ص ۱۳۳ میں ہے، "(و) مع وجود (زوج او محرم للمرأة) الشابة والعجوز بعد ما كانت خالية عن العدة اية عدة كانت و ظاهره ان المحرم شرط الوجوب و فى الاصلاح وهو الصحيح ان كان بينها و بين مكة مسافة سفر (ولا تحج المرأة) بلا احد هما اى الزوج والمحرم (ملخصا)

شوہر یا محرم کا وجود ضروری ہے۔عورت خواہ جوان ہو یا بوڑھی، کسی بھی طرح کی عدت سے بھی خالی ہونا ضروری ہے۔ظاھر یہ ہے کہ محرم کا ہونا حج کے واجب ہونے کے لیے شرط ہے، اگر اس کے اور مکہ کے درمیان تین دان تین رات کے سفر کی مسافت ہے۔عورت شوہر یا محرم میں سے کسی ایک کے بغیر حج نہ کرے۔اسی میں ہے،"ولا يجب عليها التزوج هذا على قول من قال هو شرائط الوجوب كما فی اكثرا الكتب"(المحيط)

عورت پر حج کے لیے شادی کرنا ضروری نہیں۔ یہ اس قول کی بنیاد پر ہے جس نے کہا کہ محرم کا ہونا شرائط وجوب میں سے ہے۔جیسا کہ اکثر کتابوں میں ہے،

اکثر حج کے ارادے سے جانے والا کوئی مرد ہندہ سے نکاح کرنے پر راضی ہو جائے اور ہندہ بھی نکاح پر راضی ہو تو بعد نکاح ہندہ اس شوہر کے ساتھ سفر حج کو شرعا جا سکتی ہے۔بشرطیکہ شوہر اپنے خرچہ سے حج کرنا منظور کر لے، اور ہندہ پر سفر حج کا خرچ اورا رنہ ڈالے۔

ردالمحتار میں ہے،"قوله (مع الكراهة) اى التحريمية للنهى فى حديث الصحيحين لا تسافر المرأة ثلثا الا و معها محرم زاد مسلم فى رواية اوزوج۔

کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے۔کیونکہ صحیحین کی حدیث میں ممانعت آئی ہے، تین دن کی مسافت کی صورت میں عورت بغیر محرم سفر نہ کرے، مسلم کی روایت میں او زوج یا شوہر کی زیادتی ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الذبائح

(ذبح کا بیان)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۰۵﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، حلال جانوروں مثلاً دنبہ، مرغ اور گائے وغیرہ کا چمڑا مع گوشت یا گوشت الگ بھون کر یا پکا کر کیا ہم کھا سکتے ہیں کچھ لوگ اختلاف کرتے ہیں وضاحت کریں نیز حلال جانوروں کا کپورے کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد اصغر علی بھوروی میانوالی

الجواب: ذبح شرعی کے باوجود حلال جانوروں کا کپورہ کھانا حرام ہے

فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر ص ۲۵۶ میں ہے" ما یحرم اکله من اجزاء الحیوان سبعة الدم المسفوح والذکر والا نثتان والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة کذا فی البدائع"۔ یعنی حلال جانوروں میں سات چیزیں حرام ہیں، (۱) بہتا ہوا خون (۲) آلہ تناسل (۳) دونوں خصیے یعنی کپورے (۴) شرمگاہ (۵) غدود (۶) مثانہ (۷) اور پتہ ایسے ہی بدائع میں ہے۔ اور حلال جانوروں کا چمڑا بعد ذبح شرعی مع گوشت یا گوشت سے الگ بھون کر یا پکا کر کھانا جائز ہے، (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم ص ۳۲۴)

﴿۳۰۶﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ قربانی کا بکرا پورے سال کا ہے اور دوسرا دانت ابھی نہیں نکلا ہمارے امام صاحب کہتے ہیں دوبارہ دانت نکلیں گے تب قربانی درست ہوگی۔ آپ ہی اس کی وضاحت کریں۔ بینوا وتوجروا۔ سائل ناصر خان میانوالی۔

الجواب: قربانی کے بکرا کی عمر سال بھر ہونا ضروری ہے دوبارہ دانت کا نکلنا ضروری نہیں لہٰذا بکرا اگر واقعی سال بھر کا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے اگرچہ اس کے دانت دوبارہ نہ نکلے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہوں۔ درمختار مع شامی جلد۵ص۲۰۴ میں ہے، "صح الثنی فصاعد او الثنی هوا بن حول من الشاة ملخصا"۔

﴿۲۰۷﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میں نے بکری ذبح کی اس کے پیٹ سے بچہ نکلا کیا ہم اس کا گوشت استعمال کر سکتے ہیں ؟بینوا توجروا۔ سائل محمد اکرم محلہ گئوشالہ میانوالی

الجواب: جس بکری کے پیٹ میں بچہ نکلے وہ زندہ ہو یا مردہ اگر وہ شرعی طریقہ پر ذبح کی گئی ہے تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔ اور جو بچہ کہ اس کے پیٹ میں زندہ نکلے اگر چاہیں تو اس کو بھی ذبح کر دیں اور چاہیں تو باقی رکھیں ۔لیکن قربانی کے جانور میں سے زندہ بچہ نکلے تو اس کا ذبح کرنا ضروری ہے۔

﴿۲۰۸﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کیا خرگوش کا گوشت کھا سکتے ہیں؟بینوا توجروا۔ سائل محمد آصف شہزادتری خیل میانوالی۔

الجواب: خرگوش جانور کا گوشت کھانا حلال ہے۔ کہ حضورا کرم ﷺ نے اس کا بھنا ہوا گوشت تناول فرمایا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی اس کے کھانے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ ھدایہ جلد چہارم ص ۴۲۵ میں ہے، "لا بـاس بـاكـل الارنـب لا نـالـنبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم اكل منه حين اهدیٰ اليه مشويا وامر ا صحابه رضی الله تعالیٰ عنهم باكل منه ۔

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

﴿۳۰۹﴾ فتویٰ شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے بھائی نے مچھلی تالاب سے پکڑی اور اس کو گھر لاکر برتن میں چھوڑ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ مرگئی۔ کیا اس کو ہم کھا سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل ظفر کندیاں میانوالی

الجواب: مچھلی اگر تھوڑے پانی یا جگہ کی تنگی کے سبب مرگئی تو اس کا کھانا جائز ہے۔ ایسا ہی درمختار ور دالمحتار جلد ۵ صفحہ ۱۹۵ میں ہے، اور بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۱۲۶ میں ہے وہ گھڑے یا گڑھے میں مچھلی پکڑ کر ڈال دی اور اس میں پانی تھوڑا تھا اس وجہ سے یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے مرگئی تو وہ مری ہوئی مچھلی حلال ہے۔

﴿۳۱۰﴾ فتویٰ شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ جانور جو بغیر ذبح کے مرجاتا ہے یعنی حرام ہو جاتا ہے اس مردہ جانور کا چمڑہ اتارنا اسے فروخت کرنا اور فروخت سے حاصل شدہ رقم کو استعمال کرنا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا۔ سائل سیف الرحمٰن میانوالی۔

الجواب: صرف انسان اور خنزیر کے جسم کے کسی بھی حصہ مثلاً گوشت، ہڈی، پٹھے، چربی، کھال، بال وغیرہ سے فائدہ اٹھانا استعمال کرنا، بیچنا، خریدنا حرام ہے۔ ان کی قیمت لینا دینا حرام ہے۔ انسان وہ قابل عزت واحترام ہے۔ اس کے جسم کے اجزاء کو استعمال کرنا اس کی توہین ہے۔ خنزیر کا اس لیے کہ وہ نجس العین ہے۔ باقی ہر جانور کے چمڑے، ہڈی، پٹھا وغیرہ کو رنگنا آلائش سے صاف کرکے استعمال میں لانا جائز ہے۔ فقہائے اسلام فرماتے ہیں "کل اھاب دبغ فقد طھر و جازت الصلوٰۃ فیہ والوضوء منہ الا جلد الخنزیر والآدمی۔" خنزیر اور

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آدمی کے چمڑے کے علاوہ جو بھی چمڑا رنگ دیا جائے پاک ہو جاتا ہے۔ اس میں نماز جائز اور اس سے وضو کرنا درست ہے۔ کیونکہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا، "ایما اھاب دبغ فقد طھر" جو بھی چمڑا رنگ لیا جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سیدہ میمونہؓ کی مردہ بکری کے پاس سے گذرے، فرمایا اس کے (چمڑے) کو رنگ کر تم نے فائدہ کیوں نہ اٹھایا؟ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ یہ مردار ہے، فرمایا مردار کا کھانا حرام ہے۔ (اس کا چمڑا منع نہیں) (ہدایہ مع القدیر، ص ۸۱ ج ۱، درالمختار معی دارالمختار شامی ص ۲۰۳، ج ۱) علامہ علاؤالدین بن ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی فرماتے ہیں، "منھا الدباغ للجلو دالنجسة فلاد:اغ تطھیر للجلود کلھا الاجلد الانسان والخنزیر۔ پاک کرنے کا ایک طریقہ، پلید چمڑوں کے لئے رنگنا ہے۔ انسان اور خنزیر کے علاوہ تمام چمڑوں کا پاک کر دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "ایما اھاب دبغ فقد طھر کالخل تخلل فتحل" جس چمڑے کو رنگ لیا جائے پاک ہو جاتا ہے، جیسے شراب سے سرکہ بنا لیا جائے تو حلال ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قوم کے صحن سے گذرے ان سے پانی مانگا ایک عورت نے کہا! یا رسول اللہ ﷺ صرف ایک مشکیزے میں پانی ہے جو مردار کے چمڑے سے بنا ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "الست دبغتھا فقالت نعم فقال دباغھا طھورھا۔" تو نے اسے رنگا نہیں بولی یا رسول اللہ ﷺ رنگا ہے۔ فرمایا اس کی دباغت (رنگنا ہی) اس کی پاکی ہے۔ (بدائع الصنائع ص ۸۵ ج ۱)

پس چمڑا انسان اور خنزیر کے سوا کسی بھی جانور کا ہو اسے دباغت یعنی رنگنے کے بعد استعمال میں لانا

اس کی خرید وفروخت کرنا، اسے ہبہ کرنا جائز ہے۔ دباغت کے مراحل سے گذار کر آلائشوں سے پاک صاف کرنا ایک معقول طریقہ ہے۔ پہلے دور میں یہ مقصد مہینوں بعد حاصل ہوتا تھا۔ فضا میں تعفن بہت زیادہ پھیلتا تھا۔ مگر آج کل کیمیکلز کے ذریعے بآسانی کم سے کم وقت میں مقصد حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا دباغت کے بعد اس سے جو چاہیں بنائیں اور استعمال میں لائیں۔

﴿۲۱۱﴾ **فتــوی شــرعــی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، برائلر مرغی کھانا کیسا ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی وضاحت کردیں؟

سائل محمد آصف بلوچ میانوالی

الجواب: جواب سمجھنے سے پہلے دو باتیں سمجھنا بہت ضروری ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ حلت اور حرمت ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ جن کا تعلق انسان کے ذوق اور مزاج کے ساتھ ہو، جسے انسانی ذوق چاہے اس کو حلال اور جسے چاہے حرام سمجھ لے بلکہ یہ شریعت ہے جس کا خالق کائنات نے اپنے بندوں کو مکلّف بنایا ہے۔ اس لیے حلال وہی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زباں پر حلال کردیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشار فرماتا ہے، ''**ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال و هذا حرام لتفتروا علی الله الکذب ان الذین یفترون علی الله الکذب لا یفلحون (النحل ۱۱۶)**

ترجمہ: اور اپنی زبانوں کے جھوٹ بنا لینے سے یہ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو یقیناً وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔)

دوسری بات یہ ہے کہ حلال اور حرام عقل کے تابع نہیں اور نہ ہی قیاسات اور مادی وسائل سے ان کا اثبات کیا جاسکتا ہے او جولوگ اسے مادی وسائل اور عقل کے تابع بناتے ہیں وہ گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے برائلر مرغی کا حرام ہونا ثابت ہو سکے۔ بلکہ حدیث سے مرغی کا حلال ہونا ثابت ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، "رائیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کل دجاجا،" صحیح بخاری مع الفتح الباری ج۹ص ۵۶۱۔ یہ حدیث صحیح مسلم، دارمی، بیہقی اور مسند احمد میں بھی ہے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا۔

امام بخاری نے اس پر باب باندھا ہے۔ باب لحم الدجاج اور امام ترمذی بھی فرماتے ہیں

باب ماجاء فی اکل الدجاج: نبی کریم ﷺ تو پاکیزہ کھانا ہی کھاتے تھے اور ایسے کھانے کے قریب تک نہیں جاتے تھے کہ جس میں کراہت ہو۔ نبی کریم ﷺ کا مرغی کا گوشت کھانا اس کے حلال ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ مرغی کے گوشت کو حرام قرار دے۔ صرف اس شبہ سے کہ اس کی خوراک میں حرام چیزیں استعمال ہوتی ہیں۔ کیونکہ حلت اور حرمت میں جانور کی غذا کا اعتبار نہیں بلکہ شریعت کا اعتبار ہے۔ کیونکہ بعض ایسے جانور ہیں کہ جن کی خوراک پھل، سبزیاں، اور حلال اشیاء ہیں اس کے باوجود وہ حرام میں مثلاً گیدڑ بندر وغیرہ ایسے جانوروں کو کھانا ہرگز حلال نہیں۔ حالانکہ ان کی خوراک غالباً پاکیزہ ہوتی ہے لیکن شریعت نے انہیں حرام قرار دیا ہے۔

اگر حرام اور حلال ہونے کی علت جانور کے کھانے (خوراک) کو تسلیم کر لیں کہ جس کی خوراک

پاک ہے اور حلال ہوگی اس کا گوشت حلال اور جس کی خوراک نجس ہوگی اور حرام ہوگی اس کا گوشت حرام ہوگا۔ تو فرض کریں کہ کوئی شخص خنزیر کے بچے کو پیدائش ہی سے گھر میں پالتا ہے اسے حلال اور پاک غذا مہیا کرتا ہے تو کیا وہ حلال ہو جائے گا۔ اگر اس بارہ میں کوئی شخص اپنی عقل کو فیصل مانے گا تو اس کے مطابق تو حلال ہوگا۔ کیونکہ اس نے کبھی حرام اور نجس چیز کھائی ہی نہیں اور اگر اپنا فیصلہ شریعت کی طرف لے جائے گا تو شریعت کے مطابق یہ حرام ہوگا۔

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ حلت اور حرمت میں جانور کی خوراک کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ شریعت کا اعتبار رہوگا۔

شبہ کا رد جو لوگ برائلر مرغی کو حرام قرار دیتے ہیں وہ اسے جلالہ پر قیاس کرتے ہیں۔ جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے، ”نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اكل الجلالة والبانها۔“

ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ کہ نبی کریم ﷺ نے جلالہ کے کھانے سے اور ان کے دودھ سے منع کیا ہے۔

اس حدیث سے جلالہ کی قطعی حرمت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کے استعمال سے اس وقت تک روکا گیا ہے۔ جب تک کہ اس کی گندی خوراک کی بدبو زائل نہ ہو جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صحیح اثر سے ثابت ہے کہ ”انه كان يحبس الد جاجة الجلالة ثلاثا۔“

رواہ ابن ابی شیبہ اور علامہ ناصر الدین البانی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ ارواء الغلیل جلد ۸ ص ۱۵۱: عبداللہ بن عمرؓ جلالہ مرغی کو تین دن بند رکھتے تھے (پھر استعمال کر لیتے تھے) یہ صرف اس لیے کرتے تھے تا کہ اس کا پیٹ صاف ہو جائے اور گندگی کی بدبو اس کے گوشت سے جاتی

رہے۔ اگر جلالہ کی حرمت گوشت کی نجاست کی وجہ سے ہوتی تو وہ گوشت جس نے حرام پر نشوونما پائی ہے کسی بھی حال میں پاک نہ ہوتا۔ جیسا کہ ابن قدامہ نے کہا ہے،

"ولو نجست الجلالة لما طهرت بالحبس۔"

کہ اگر جلالہ نجس ہوتی تو دو تین دن بند کرنے سے کبھی پاک نہ ہوتی۔ المغنی جلد ۹ ص ۴۱۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس صحیح اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ جلالہ کی حرمت اس کے گوشت کا نجس اور پلید ہونا نہیں بلکہ علت اس کے گوشت سے گندگی کی بدبو وغیرہ کا آنا ہے۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، "والمعتبر فی جواز کل الجلالة زوال رائحة النجاسة ان تعلف بالشیئی الطاهر علی الصحیح۔ (فتح الباری جلد ۹ ص ٥٦٥)

جلالہ کے کھانے کا لائق ہونے میں معتبر چیز نجاست وغیرہ کی بدبو کا زائل ہونا ہے۔ یعنی جب بدبو زائل ہو جائے تو اس کا کھانا درست ہے۔ علامہ صنعانی بھی فرماتے ہیں،

"قیل بل الاعتبار بالرئحة والنتن (سبل الاسلام ج ٤ ص ٧٧)

کہ جلالہ کے حلال ہونے میں بدبو کے زائل ہونے کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ جلالہ کے بارے میں اہل لغت کے اقوال جان لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں

اکثر اہل لغت نے لکھا ہے، "الجلالة هی البقرة التی تتبع النجاسات"

(لسان العرب جلد ۲ ص ۳۳۶، الصحاح للجوھری جلد ۴ ص ۱۶۵۸ القاموس المحیط جلد ۱ ص ۵۱۹

کہ جلالہ وہ گائے ہیں جو نجاسات کو تلاش کرتی ہیں۔ ابن منظور الافریقی لکھتے ہیں، والجلالة من الحیوان التی تاکل الجلة العذرة۔ (لسان العرب جلد ۲ ص ۳۳٦) کہ جلالہ وہ حیوان

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور انسان کا پاخانہ وغیرہ کھاتے ہیں

اس قول کے مطابق برائلر مرغی جس کو لوگ حرام قرار دیتے ہیں جلالہ بنتی ہی نہیں ہے، کیونکہ وہ انسان کا پاخانہ نہیں کھاتی۔ لہٰذا اسے جلالہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ اس میں جلالہ کی علت نہیں پائی جاتی اور جب علت نہ رہی تو جلالہ والا حکم بھی اس پر نہیں لگ سکتا۔

لہٰذا برائلر مرغی جس کی غذا حلال اور حرام چیزوں کے مرکبات سے تیار ہوتی وہ حلال ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ اس کی غذا کا اعتبار نہیں بلکہ شریعت کا اعتبار ہے۔ جس نے اسے حلال قرار دیا ہے۔ نیز جب حرام چیز کی حقیقت بدل جائے اس پر شرعاً حرمت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا جسطرح گدھا نمک کی کان میں گر کر مر جائے اور نمک ہو جائے تو اس کا کھانا جائز ہے مرغیوں کے خوراک میں استعمال ہونے والا خون وغیرہ کی حقیقت بدل جاتی ہے اس لئے اس پر حرمت کا حکم باقی نہ رہا۔

آخر میں یہ بھی اچھی طرح یاد رہے کہ مرغی کی خوراک میں جو خون مردار اور دوسری حرام اشیاء ڈالی جاتی ہیں اگر چہ یہ انسانوں کے لیے حرام ہیں۔ جانوروں کے لیے نہیں کیونکہ وہ تو مکلف ہی نہیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے انسانوں کے لیے جن اشیاء کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔ ان کی خرید و فروخت بھی حرام قرار دی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "لعن اللہ الیھود۔ ثلاثا ان اللہ حرم علیھم الشحوم فباعوھا واکلوا اثمانھا و ان اللہ اذا حرم علی قوم اکل شیئی حرم علیھم ثمنہ (صحیح سنن ابی داؤد للالبانی ج۲ ص٦٦٧ و احمد)"

اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے۔ آپ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے پھر کہا اللہ تعالیٰ نے ان

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر چربی کا کھانا حرام کر دیا تو انہوں نے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت استعمال کرنی شروع کر دی اور یقیناً اللہ تعالیٰ جس کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام کر دیتا ہے۔ اس کی قیمت بھی ان پر حرام کر دیتا ہے۔ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں، ''ان اللہ حرم الخمر و ثمنها و حرم المیتة و ثمنها و حرم الخنزیر و ثمنه (صحیح ابوداؤد ج ۲ ص ٦٦٦)''

بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب مردار خنزیر کو حرام قرار دیا ہے اور ان کی قیمتیں بھی حرام کی ہیں۔

رسول کریم ﷺ کے ان فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ جن چیزوں کا کھانا انسان کے لیے حرام ہے اس کی خرید و فروخت کرنا بھی حرام ہے۔ ایسا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہے اور حرام کمائی کھانے اور جمع کرنے میں مصروف ہے۔

ہمارے ان بھائیوں کو چاہیے کہ وہ مرغی کی خوراک تیار کرنے میں حرام اشیاء کی خرید و فروخت سے اجتناب کریں خوراک میں مردار اور خون ڈالنے کی بجائے مچھلی کا چورا ڈال لیں۔ جب حلال چیز کی خرید و فروخت میں کفایہ ہے تو پھر حرام کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو قرآن و سنت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

﴿۳۱۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہماری گائے گابھن قریب المرگ میں نے شریعت کیمطابق ذبح کر دی۔ ذبح شدہ گائے کا گوشت تقسیم کر دیا۔ ہمارے گاؤں کے حاجی صوفی حسین خان پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ سکول ماسٹر ریٹائرڈ ہیں۔ انہوں نے کہا گائے کا گوشت حرام ہے۔ کیونکہ اس میں مرا ہوا بچھڑا نکلا ہے۔ آپ ہی از روئے شرع بتائیں کے گائے کا گوشت کھانا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(سائل عامر خان نیازی وانڈھار بناز خیلا نوانہ میانوالی۔)

الجواب: اگر مالک مسلمان ہے اور اس نے گابے زندہ کو صحیح طور پر ذبح کیا ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر تو وہ حلال ہے، قرآن کریم میں واضح فرمان ہے، "**فکلوا مما ذکر اسم الله عليه ان كنتم بآيٰته مومنين** (پ ۸ ع ۱ آیت ۱۱۸)" یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی آیتیں مانتے ہو تو کھاؤ ان جانوروں سے جو اللہ کے نام پر ذبح کیے گئے اور اگلی آیت میں ہے،

"**وما لكم لا تاكلوا مما ذكر اسم الله عليه و قد فصل لكم ما حرم عليكم** الآية. یعنی تمہیں کیا ہوا کہ اس جانور سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو اور یونہی بکثرت حدیثیں ہیں اور کتب فقہ میں حلال لکھا ہے فتاوی عالمگیری ج ۴ ص ۲۳۷ میں ہے، "واذا علمت حيوتها يقيناً و قت الذبح اكلت بكل حال، یعنی جب جانور مریض کی زندگانی یقیناً معلوم ہو ذبح کے وقت تو وہ ہر حال میں حلال ہے۔ کھایا جائے ،۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ حاملہ جانور کو ذبح کیا جائے اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلے تو وہ بچہ حرام ہے۔ کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے نام پر چھری چلی نہیں تو یہ اور مسئلہ ہے نا کہ ماں حرام ہوگئی۔

﴿۳۱۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، طوطا حرام ہے یا حلال وضاحت فرمادیں؟ بینوا توجروا۔ سائل امیر احمد خان نیازی گلمیری میانوالی۔

الجواب: طوطا حلال ہے، قرآن کریم میں ہے، خلق لكم ما في الارض جميعا اور یہی احادیث شریفہ اور قواعد وضوابط شرعیہ سے ثابت ہے اور پھر اس کی صاف صاف تصریح ہے۔ میزان شعرانی ج ۲ ص ۶۲ اور رحمۃ الامہ ج ۱ ص ۱۷۱ میں ہے، والببغاء یعنی طوطا حلال ہے،

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتاویٰ برہنہ ج۲ص۱۵۲میں ہے، وہمچنیں طوطا ولیه الفتوی'

﴿۳۱۴﴾ **فتــــوی شــــرعــــی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ہمارے علاقہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ ذبح فوق العقدہ حرام ہے یا حلال ۔شرعی فتویٰ سے آگاہ فرمائیں؟بینوا توجروا۔سائل ظفراللہ خان میانوالی۔

الجواب: شرعاً ذبح رگوں کے کاٹنے کا نام ہے۔چار رگیں مری،حلقوم،ودجان، (سانس،کھانے پینے والی رگ،اوردونوں طرف مجریٰ خون کی رگیں) ان میں سے تین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہوتا ہے۔عموماً ذبح مافوق العقدہ میں تین رگیں نہیں کٹتی اس لیے جانور کو حرام سمجھا جاتا ہے۔اس کا تعلق دیکھنے سے ہے اگر رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہوگا۔حدیث مقدسہ میں عروق رگوں کا کاٹنا حلت کی شرط قرار دیا گیا ہے۔

(بہار شریعت حصہ۱۵ص۹۵،فتاویٰ فیض الرسول ج۲ص۴۲۵،فتاوی عالمگیری ج۵،ص۲۵۰، فتاوی نوریہ ج۳ص۳۹۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الاضحیہ

(قربانی کا بیان)

﴿۳۱۵﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، عشرہ ذی الحجہ کے فضائل وضاحت فرمادیں؟ بینوا توجروا۔ سائل اکرم شیخ میانوالی۔

الجواب: (۱) عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت آں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس ماہ کے پہلے دس دن بہت عظیم المرتبہ ہیں۔ (اس طور سے) کہ ہر دن کے روزہ کے بدلے اللہ تعالیٰ ایک سال کے روزوں کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اور ہر رات کے قیام کا ثواب لیلۃ القدر کے قیام کے ثواب کے برابر بخشتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

(۲) عرفہ کے روزے کی فضیلت۔ ذی الحجہ کی نویں تاریخ وعرفہ کے دن کا روزہ رکھنے والے کیلیے اللہ تعالیٰ دو برس کے گناہ معاف فرماتے ہیں۔ ایک سال گزشتہ کا گناہ اور ایک سال آئندہ کا گناہ (صحیح مسلم شریف)

ایک روایت میں ہے کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے والے کو ایک ہزار دن کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ (سنن کبریٰ بیہقی)

(۳) نماز عید الاضحی۔ مرد اور عورت غسل کر کے اچھا صاف، ستھرا اور اگر ممکن ہو تو نیا لباس پہن کر (مرد خوشبو بھی لگا کر) بغیر کچھ کھائے عیدگاہ جائیں۔ بخاری ومسلم شریف۔

عیدگاہ میں وقت مقررہ پر پہنچ جائیں۔ آفتاب ایک نیزہ بلند ہو جائے تو نماز ادا کر لی جائے۔ راستہ میں بلند آواز سے تکبیر پڑھتے ہوئے جائیں۔ اور تکبیر پڑھتے ہوئے دوسرے راستے سے واپس آئیں اس کے بعد قربانیاں کی جائیں۔

(۴) قربانی کی فضیلت اسلام کے ہر عمل میں خلوص نیت شرط ہے۔ اگر نیت مخلصانہ ہے

تو قربانی بہت بڑے اجر وثواب کا عمل ہے۔فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بكل شعرة حسنة'' یعنی قربانی کے جانور کے ہر ہر بال اور ہر ہر روئیں کے بدلے میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔اور فرمایا،''وما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر احب الى الله من اهراق الدم''یعنی عید قربانی کے دن قربانی سے زیادہ پیارا کوئی عمل نہیں　　(مشکوٰۃ باب الاضحیہ)

(۵) قربانی کی تاکید آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں،

''من كان له سعة ولم يضح فالا يقربن مصلانا ابن ماجه و كذا في الدراية''

یعنی جو شخص قربانیکی استطاعت کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہمارے ساتھ عید گاہ میں نہ آئے۔ انصاف یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم جو کہ معصوم تھے اور جن کو جنت کی بشارت دنیا ہی میں مل چکی تھی۔پھر بھی آپ ہر سال قربانی کرتے تھے۔(ترمذی شریف)

(٦) جانور کیسا ہونا چاهیے۔ جانور تمام عیبوں سے سالم،فربہ وتندرست ہونا چاہیے جو جانور لنگڑا یا کانا ہو اس کے کان کٹے یا اوپر یا نیچے سے چیرے ہوئے ہوں یا سینگ ٹوٹی ہوئی ہو یا بہت دبلا ہو۔تو ایسا جانور قربانی کے لیے خرید نہ کیا جائے۔(ترمذی وابداؤدوغیرہ)البتہ اگر قربانی کا جانور صحیح سالم لایا گیا ہو۔بعد میں کوئی معمولی نقصان پہنچ جائے تو کچھ ہرج نہیں اسکی قربانی جائز ہے۔حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں نے قربانی کے لیے ایک مینڈھا خریدا۔ اس پر بھیڑیئے نے حملہ کیا۔اس کی ایک ٹانگ کا گوشت کھا لیا تو نبی کریم ﷺ سے میں نے مسئلہ پوچھا کہ اس کی قربانی درست ہوگی یا نہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،ضحِّ بِہٖ یعنی تم اس کی قربانی کرو(منتقی ابواب الاضاحی ص ۱۷۳)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۷) قربانی کا مقرر شدہ جانور قربانی کے لیے مقرر کیا ہوا جانور نہ بیچے۔ اگر چہ اس کی قیمت سے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنے کی نیت ہو۔ (سند احمد) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک بختی اونٹ قربانی کے لیے مقرر کیا۔ اس کے بعد اس کی قیمت تین سو اشرفی ملتی ہے کیا میں اسے بیچ کر اس کے معاوضہ میں دوسرا اونٹ قربانی کے لیے خرید لوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "الا انحرھا ایاہ" یعنی نہیں اسکو ذبح کرو (ابوداؤد) قربانی کے لیے مقرر شدہ جانور کا تبادلہ بھی دوسرے جانور سے جائز نہیں ہے۔ (تلخیص)

(۸) بدست خود قربانی اپنے ہاتھ سے کرنا افضل ہے اگر یہ نہیں تو کم از کم ذبح کے وقت اپنی قربانی کے پاس موجود ہو اور دعا مانگے۔

(۹) ذبح کرنے کا مسنون طریقہ زیاد بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی معیت میں منیٰ سے گزر رہا تھا۔ یکا یک میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص کو اونٹ ذبح کرنے طریقہ بتا رہے تھے وہ شخص اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا تو آپ نے اس کو فرمایا، ابعثا اقیامہ مقیدۃ سنۃ محمد ﷺ یعنی اونٹ کو کھڑا کر کے پاؤں چاروں باندھ کر خنجرہ حلقوم میں برچھی گھسانا چاہیے۔ یہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ (سمدن احمد جلد دوم ص ۳)

مفسرین حضرات نے تحریر فرمایا ہے کہ دس راتیں جن کی بوجہ عظمت وفضیلت اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اسی عشرہ ذوالحجہ کی ہیں۔ یہی وہ دس دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اعمال قبول فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ ارکان خمسہ اسلام میں سے ایک بڑا رکن حج انہی دونوں میں ادا کیا جاتا ہے قربانی

جو مخصوص عبادات میں شمار ہوتی ہے اسی عشرہ میں ادا کی جاتی ہے۔ اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے،

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اعمال صالح اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہو سکتے ہیں جیسا کہ ان دس دنوں میں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد بھی اس کے برابر نہیں۔ ہاں جو شخص گھر سے جان و مال لے کر نکل آیا اور میدان جنگ میں شہید ہوا۔ وہ اس کے برابر ہو سکتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے: "عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم مامن ايام احب الی الله ان يتعبد له فيها من عشر ذی الحجة يعدل صيام كل يوم منها لصيام سنة و قيام كل ليلة منها بقيام ليلة القدر (ترمذی ، ابن ماجه)"

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام سال میں کوئی دن ایسا نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے تو عشرہ ذی الحجہ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو۔ اس میں ہر دن کا روزہ سال کے روزے کے برابر ہے اور رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے باربر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "واذ كروا الله فی ايام معدودات" (سورہ بقرہ) یعنی اللہ تعالیٰ کو گنتی کے ایام میں یاد کرو۔ ان گنتی کے دنوں میں یعنی عشرہ ذی الحجہ میں چند دن خاص طور پر ذکر الٰہی کا حکم وارد ہوا ہے۔ باقی وقت میں بالعموم اور نماز کے بعد بالخصوص تکبیریں پڑھنا سنت ہے۔ یوم عرفہ کی صبح سے تکبیریں کہنا شروع کرے اور آخری یوم

تشریق کی عصر کو ختم کر دے۔ ذی الحجہ کی گیارہویں یا بارہویں، تیرہویں تاریخ کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ تکبیرات کے الفاظ یہ ہے،"الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد۔ الغرض ذی الحجہ کا اول عشرہ مسلمانوں کے واسطے خدا کی خوشنودی اور رحمت کا پیغام ہے۔ اس میں ہر عبادت کا ثواب دیگر ایام کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **ترجمہ** : ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ذی الحجہ کا عشرہ آجائے تو جو شخص تم میں سے قربانی کرنا چاہے وہ اپنے بال اور اپنے جسم پر سے کچھ نہ اتارے اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص ذالحجہ کا چاند دیکھے اور قربانی بھی کرنا چاہتا ہو وہ اپنے بال اور ناخن وغیرہ کچھ نہ اتارے (امام نووی ؒ وشارح صحیح مسلم) اس نہی کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں "والحکمة فی النهی ان یبقی کامل اعضا سقر من النار" یعنی جس کا ارادہ قربانی کا ہو اس کو ناخن بال وغیرہ اتارنے کیوں منع ہیں؟ اس لیے منع ہیں کہ وہ آگ سے کامل طور پر آزاد ہو جائے۔

﴿۲۱۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ تین بھائی ہیں۔ اور سب ایک گھر میں ہیں اور ان سب کا باپ نہیں ہے۔ لہٰذا بڑا بھائی مالک ہے۔ تو آیا قربانی سب کے نام سے واجب ہو گی یا صرف بڑے بھائی کے نام ؟ بینوا وتوجروا۔ (سائل اقرار احمد میانوالی)

الجواب: اگر تینوں بھائی ایک گھر میں ہیں اور تینوں بھائیوں کا مشترکہ مال نصاب پورا نہیں ہے تو کسی پر قربانی واجب نہیں اور اگر تین کا نصاب پورا ہے تو ہر بھائی پر قربانی واجب

ہے۔ اس لیے کہ اس صورت میں ان میں ہر ایک مالک نصاب ہے اور بڑا بھائی مالک بہ معنی انتظام کار ہے نہ کہ حقیقی مالک۔

﴿۲۱۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

اگر قربانی کے دن گذر گئے اور کوئی شخص قربانی نہ کر سکا لیکن وہ صاحب نصاب ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (سائل محمد جلال الدین میانوالی)

الجواب: اسی قسم کے سوال کے جواب دیتے ہوئے صاحب فتاویٰ برکاتیہ لکھتے ہیں کہ شخص مذکور اگر قربانی کا جانور خرید چکا تھا تو اسی کو صدقہ کرے۔ اور اگر نہیں خریدا تھا تو ایک بکرا کی قیمت صدقہ کرنا اس پر واجب ہے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

ردالمحتار جلد۵ ص۲۰۴ میں ہے: "ذکر فی البدائع ان الصحیح ان الشاة المشتراة للاضحیة اذالم یضح بها حتی مضی الوقت یتصدق الموسر بعینها حیة کالفقیر بلا خلاف بین اصحابنا اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے، ان لم یشترو هو موسر وقد مضت ایامها تصدق بقیمة شاة تجزی للاضحیة"۔

لہٰذا اس آدمی کو چاہے کہ قربانی کا جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔

﴿۲۱۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ عید الضحیٰ کی قربانی دسویں ذی الحجہ کو نماز فجر کے بعد اور عید کی نماز سے پہلے کرنا کیسا ہے؟

(سائل ڈاکٹر صلاح الدین میانوالی)

الجواب: شہر میں نماز عید الاضحیٰ سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں ہے لیکن دیہات میں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دسویں ذی الحجہ کو بعد نماز فجر قبل نماز عید الاضحیٰ قربانی کرنا جائز ہے۔ بلکہ طلوع صبح صادق ہی سے جائز ہے۔لیکن مستحب یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد کرے۔

درمختار میں ہے"اول وقتها بعد الصلوٰة ان ذبح فی مصر و بعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیره (ملخصاً) اورفتاویٰ قاضی خان میں ہے،" فاما اهل السواد و القری' والرباطات عند نا یجوز لهم التضحیة بعد طلوع الفجر الثانی من الیوم العاشر من ذی الحجة"۔اورفتاویٰ عالمگیری جلداول ص۲۶۰ میں ہے،" والوقت المستحب لتضحیة فی حق اهل السواد بعد طلوع الشمس و فی حق اهل المصر بعد الخطبة کذا فی الکتب الفقه۔

﴿۳۱۹﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

اگر عید الاضحیٰ کے دن شہر میں کوئی فتنہ ہو جائے یا کرفیو لگ جائے اور لوگوں کا نماز پڑھنے کے لیے نکلنا بھی منع ہو تو اس صورت میں لوگ قربانی کس وقت کریں؟ بینوا توجروا۔ سائل احمد حسن میانوالی

الجواب: جب کہ شہر میں فتنہ کے سبب یا کرفیو وغیرہ کی وجہ سے عید کی نماز پڑھنا ممکن نہیں تو اس صورت میں دسویں ذوالحجہ ہی کو شہر میں بھی طلوع فجر کے بعد ہی سے قربانی کرنا جائز ہے۔درمختار مع شامی جلد۵ ص۲۰۳ میں ہے" فی البزازیة بلدة فیها فتنة فلم یصلو اوضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار۔ اور شامی میں ہے قوله جاز فی المختار لان البلدة صارت فی هذا الحکم کالسواد اتقانی و فی التتارخانیة و علیه الفتویٰ۔"

﴿۳۲۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میری بیوی صاحب نصاب ہے مگر قربانی نہ کر سکی ایام قربانی گزر چکے ہیں اب وہ کیا کرے۔

بینوا توجروا۔ (سائل عبدالمجید بھوروی میانوالی)

الجواب: برادرم عبدالمجید بھوروی صاحب اگر آپ کی بیوی قربانی کا جانور خرید چکی تھی تو اسی کو صدقہ کرے۔ اور اگر نہیں خریدا تھا تو ایک بکرا کی قیمت صدقہ کرنا اس پر واجب ہے۔ اگر ایسا نہ کرے گی تو گنہگار ہوگی۔ ردالمحتار جلد۵ ص۲۰۴ میں ہے، "ذکر فی البذائع ان الصحیح ان الشاۃ المشتراۃ للاضحیۃ اذالم یضح بھا حتی مضی الوقت یتصدق الموسر بعینھا حیۃ کا لفقیر بلا خلاف بین اصحابنا۔

اور اسی صفحہ میں ہے،" ان لم یشتر وھو موسر و قد مضت ایامھا تصدق بقیمۃ شاۃ تجزی للاضحیۃ۔

﴿۳۲۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے بھائی کے پاس اتنا مال نہیں کہ وہ نصاب کو پہنچ سکے لیکن زمین ہے۔ اگر وہ زمین بیج ڈالے یا فصل پیدا ہو جائے تو نصاب سے کئی گناہ زیادہ ہو جائے گا۔ کیا اس پر قربانی اور زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (سائل محمد افضل آرائیں میانوالی)

الجواب: جس شخص کے پاس کھیتی کی زمین اتنی ہے کہ اگر اس کو بیج ڈالے تو نصاب سے کئی گنا زیادہ ہو جائے تو وہ شخص مالک نصاب ہے۔ اور اس پر قربانی و فطرہ واجب ہے۔ البتہ زکوۃ واجب نہیں کہ کھیت کا وظیفہ عشر یا خراج ہے اور زکوۃ و عشر ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے۔ ھکذا فی فتح

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

القدیر۔ اور قربانی واجب ہونے کے لیے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ چاندی کے (52.6) تولہ کے مالک ہو چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل بھینس یا فصل البتہ کاشتکار کے ہل کے بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں۔

ایسا ہی احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۷۷ میں ہے۔

﴿۳۲۲﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہم گائے کی قربانی کر رہے ہیں۔ ہماری کل تعداد چھ ہے۔ ہم سب کی خواہش ہے کہ ساتویں قربانی ہم حضور ﷺ کے نام کی کریں۔ کیا کر سکتے ہیں؟ یا صرف ایک آدمی کو پورا کرنا ہوگا؟

بینوا توجروا۔　　　　　(سائل محمد امین آرائیں میانوالی)

الجواب: قربانی کا ساتواں حصہ جو رسول ﷺ کے نام سے ہو اس کو سب حصے دار برابر برابر شریک ہو کر پورا کریں یا ایک شخص پورا کرے دونوں صورتیں جائز ہے۔ اسمیں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ ساتواں حصہ ضرور علیحدہ کریں۔ اسی طرح والدین کی قربانی، عقیقہ، نذر کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

﴿۳۲۳﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ مسجد کی تعمیر میں چرم قربانی کی رقم شامل کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب وضاحت سے عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد اسد خان، محمد وارث خان پائی خیل میانوالی

الجواب: قربانی کا چمڑا صدقہ کرنا واجب نہیں ہے۔ اسی لیے فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی جائز کام میں بھی لا سکتا ہے۔ مثلاً اس کا مصلی بنائے

، یا چلنی اور مشکیزہ وغیرہ بنائے۔ یا کتابوں کی جلدوں وغیرہ میں لگائے یہ سب جائز ہے۔

فتح القدیر جلد ۶ ص ۴۳۷ میں ہے، "الا نتفاع بنفس جلد الاضحیة غیر محرم۔

یعنی قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے کام میں لانا حرام نہیں ہے۔

درمختار شامی جلد ۵ ص ۲۰۹ میں ہے، "یتصدق بجلدها او یعمل منه نحو غربال و جراب و قربة و سفرة و دلو۔"

یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کردے۔ یا چلنی، ہتھیلی، مشکیزہ، دسترخوان اور ڈول وغیرہ بنائے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ مصری ص ۲۶۵ میں ہے، "یتصدق بجلدها او یعمل منها نحو غربال و جراب۔ "یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کرے یا چلنی اور تھیلی وغیرہ بنائے۔

فتاویٰ قاضی خاں جلد ثالث مع ہندیہ ص ۳۸۷ میں ہے، "لا باس بان یتخذ من جلد الاضحیة فروا او بساطا او متکاء یجلس علیه۔"

یعنی قربانی کے چمڑے کا کوٹ، بستر یا بیٹھنے کے لیے تکیہ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔

فتاویٰ بزازیہ جلد سوم مع ہندیہ ص ۲۷۹ میں ہے، "یجوز الانتفاع بجلد هابان یتخذ فراشا او فروااو جرابا اوغربلا "یعنی قربانی کے چمڑے کو اپنے کام میں لانا جائز ہے۔ کہ بستر بنائے یا پوستین، تھیلی اور چلنی بنائے۔ بلکہ قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بھی بدل سکتا ہے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لائے جیسے چلنی، مشکیزہ اور کتاب وغریہ البتہ کسی ایسی چیز سے نہیں بدل سکتا کہ جس کو ختم کر کے فائدہ حاصل کرے۔ مثلاً چاول، گیہوں اور گوشت وغیرہ۔

فتاویٰ ہندیہ جلد ۵ مصری ص ۲۶۵ میں ہے، "لا باس بان یشتری به ما لا ینتفع به الا بعد

الاستهلاك نحو اللحم والطعام ۔"

فتاویٰ قاضی خان میں ہے،" لا باس بان ینتفع باهاب الاضحية او يشترى بها الغربال والمنخل ۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے،" له ان يشترى متاع البيت كالحراب والغربال والخف لا الخل والزيت والحم ۔"

ان حوالہ جات سے خوب ظاہر ہو گیا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ حکم نہیں ہے جو زکوٰۃ، عشر اور صدقہ فطر کا ہے کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں ۔ اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک شرط نہیں ۔ اور زکوٰۃ وغیرہ میں تملیک شرط ہے ۔ اس لیے زکوٰۃ کا مال مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں صرف کرنا جائز نہیں ۔ کما صرح فی الکتب الفقہ اور چرم قربانی کو مسجد یا اس کے مینار وغیرہ کی تعمیر میں صرف کرنا جائز ہے ۔ خواہ متولی مسجد کو چمڑا دے کہ وہ بیچ کر مسجد کی تعمیر پر صرف کرے یا مسجد میں صرف کرنے کی نیت سے بیچ کر اس کی قیمت مسجد کو دے ہر طرح جائز ہے خود استعمال نہ کریں ۔ اور بہار شریعت کی عبارت کا یہی مطلب ہے ۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۲۶۵ میں ہے،" لو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لا نه قربة كالتصدق كذا فى التبيين و هكذا فى الهداية والكافى ۔" فتاویٰ بزازیہ میں ہے،" له ان يبيعها بالدراهم ليتصدق بها ۔" فتاویٰ خانیہ میں ہے،" ان باعه بدراهم او فلوس يتصدق بثمنه فى قول اصحابنا رحمهم الله تعالىٰ ۔ جوہرہ نیرہ جلد ثانی ص ۲۵۵ میں ہے "فان باع الجلد او لا اللحم بالفلوس اوالدراهم اوالحنطة تصدق بثمنه لا ن القربة انتقلت الىٰ بدله "

حدیث شریف میں جو بیچنے کی ممانعت ہے اس سے مراد اپنے لیے بیچنا ہے ۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتاویٰ عالمگیری میں: ”لا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه و عياله۔

یعنی اپنی ذات پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کے لیے چمڑے کو بیچنا جائز نہیں۔

اور خانیہ میں ہے: ”ليس له ان يبيع الجلد لينفق الثمن علىٰ نفسه او عياله“

یعنی قربانی کے چمڑے کو اس لیے بیچنا کہ اس کی قیمت اپنی ذات پر یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرگا جائز نہیں۔ اور اگر اپنی ذات پر صرف کرنے کی نیت سے بیچا تو اس کی قیمت کو صرف کرنا جائز نہیں۔ کہ اب اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ اور صدقہ واجبہ میں تملیک شرط ہے۔

کفایہ میں ہے: ” اذاتمو لها بالبيع وجب التصدق كذا فى الايضاح ۔“

﴿۳۲۴﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، جس جانور کی پیدائشی دم نہ ہو، کیا اس کی قربانی ہوسکتی ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل قربان علی میانوالی۔

الجواب: پیدائشی دم نہ ہونا ہمارے امام الائمہ علیہ الرحمہ کے نزدیک مانع قربانی نہیں ہے، شامی ج ۵ ص ۲۸۳ میں ہے، ”ذكر فى الاصل عن ابى حنيفة انه يجوز خانية“ اور قاضی خاں علیہ الرحمہ ج ۴ ص ۴۸۷ میں فرماتے ہیں، ”والشاة اذالم يكن لها اذن ولا ذنب خلقة يجوز قال محمد لا يكون هذا ولو كان لا يجوز و ذكر فى الاصل عن ابى حنفية انه يجوز“ اور قاضی خان علیہ الرحمہ کا تقدیم یجوز دلیل ترجیح واختیار ہے کہ خطبہ میں تصریح فرما چکے ہیں خلاصہ تحریر یہ ہے کہ دم کٹے جانور کی قربانی جائز ہے۔

﴿۳۲۵﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، بکرے کو خصی کیا گیا۔ حتی کہ چمڑا چیر کر خصیے بھی نکال لیے۔ اب بکرا قربانی کے لائق ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بینوا توجروا۔ (سائل ماسٹر محمد طارق PAF کالونی میانوالی۔)

الجواب: ایسا بکرا جو سوال میں مذکور ہے کی قربانی جائز ہے۔ کنز الدقائق لاہوری ص ۳۴۸، شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۷، ہدایہ ج ۴ ص ۱۴۶، درالمختار مع الشامی ج ۵ ص ۲۸۲، مبسوط ج ۱۲ ص ۱۱، فتاویٰ خیریہ ج ۲ ص ۱۷۶، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۱۴، فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۸۰ میں ہے، "والنظم من الخلاصة والذكر منها افضل اذا كان خصيا۔ یعنی بھیڑ بکری سے نر بہتر ہے جب کہ خصی ہو کیونکہ خصی کا گوشت بہتر ہوتا ہے۔

مبسوط میں ہے، "وكان ابراهيم يقول ما يزاد في لحمه بالخصاء انفع للمساكين مما يفوت بالانثيين اذلا منفعة للفقراء في ذلك اور ایسے ہی اور معتبرات میں بھی ہے اور لغتِ عرب میں خصی کہتے ہی اسے ہیں جس کے خائے نکالے گئے ہوں، منتہی الارب ج ۱ ص ۳۳۲ میں ہے۔

﴿۳۲۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ایک ایسی گائے جس کے تین تھنوں سے دودھ آتا ہے اور ایک سے دودھ نہیں آتا اور ہے بھی چھوٹا کٹا ہوا ہے اور نہ کوئی بظاہر بیماری، آیا ایسی گائے کی قربانی جائز ہوگی؟ سائل صوفی محمد ادریس مسلم بازار میانوالی

الجواب: ایسی گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۲۱ میں ہے، "والتي لا ينزل لها لبن غير علة"

شامی ج ۵ ص ۲۸۳ میں ہے، "وذكر فيها جواز التي لا ينزل لها لبن من غير علة"

نیز فتاوی عالمگیری ج ۴ ص ۸۰، ۸۱ میں ہے "ومن الابل والبقر اذا انقطع اللبن من ضر

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عیبہا" بعدازفرمایا،"کل عیب یزیل المنفعة علی الکمال او الجمال علی الکمال یمنع الاضحیة وما لا یکون بھذاہ الصفة لا یمنع"

تو ثابت ہوا کہ تین تھنوں والی گائے کی قربانی جائز ہے

﴿۳۲۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میں نے دنبہ اس نیت سے رکھا کہ قربانی کرونگا مگر اس کی قربانی نہ کرسکا اب اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد اکرام اللہ خان سہراب والا میانوالی

الجواب: اگر اس بکرا کو قربانی کے لیے غنی یعنی مالک نصاب نے پرورش کی تھی اور امسال اس نے اپنے نام سے کوئی دوسری قربانی بھی نہیں کی تو وہ بکرا صدقہ کردیا جائے۔ اور اگر امسال کوئی دوسری قربانی اپنے نام سے کرچکا ہے تو آئندہ سال کی قربانی کے لئے اس بکرے کو باقی رکھا جاسکتا ہے۔ اور اگر غریب صاحب نصاب نہیں قربانی کی نیت سے بکرا خریدا تھا اور ایام قربانی گذر گئے اس نے قربانی نہیں کی تو اس صورت میں بھی اسی زندہ بکرے کو صدقہ کردیا جائے۔ اور اگر غریب کے پاس پہلے ہی سے بکرا تھا اور اس نے قربانی کی نیت کرلی تھی یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی۔ تو ان صورتوں میں غریب پر قربانی واجب نہ ہوئی۔ لہٰذا اگر ان دونوں صورتوں میں ایام قربانی گذر گئے اور غریب نے قربانی نہ کی تو اس بکرے کو صدقہ کرنا واجب نہیں۔ آئندہ سال کے لیے اسے قربان کرسکتا ہے اگر چاہے تو بیچ کر اس کی قیمت اپنے مصرف میں بھی لاسکتا ہے۔ ردالمحتار جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ میں ہے،" ذکر فی البدائع ان الصحیح ان الشاة المشتراة للاضحیة اذالم یضح بها حتی مضی الوقت یتصدق الموسر بعلینها حیة کالفقیر

بلا خلاف بین اصحابنا ۔ اور اسی صفحہ میں ہے،" لو كانت فی ملكه فنوی ان يضحی بها او اشتراها ولم ينو الا ضحية وقت الشراء ثم نوىٰ بعد ذلك لا يجب لا ن النية لم تقارن الشراء فلا تعتبرا ۔"

﴿۲۲۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ میرے پاس ایک بکرا ہے جو کہ نہایت صحت مند ہے ۔ میں اس کی قربانی کرنا چاہتا تھا لیکن میرے بھائی نے کہا کہ یہ بکرا ۱۵ دن چھوٹا ہے اس کی قربانی نہیں ہوگی ۔ آپ ہی اس سلسلہ میں میری مدد فرمائیں؟ بینو ا توجروا۔ سائل جنید ذیشان میانوالی

الجواب: اس بکرے کی قربانی جائز نہیں خواہ کتنا ہی فربہ ہو قربانی کے بکرے کی عمر سال بھر ہونا ضروری ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ "لو ضحی بسن اقل لا يجو ز"

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ لو ضحی با قل من ذلك شيئاً لا يجوز۔

﴿۲۲۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ جانوروں میں کس جانور کی قربانی کی جائے اور اس میں ہر ایک کی عمر کی حد کیا ہے۔ نیز بھینسے کی قربانی کرنا کیسا ہے وضاحت فرمادیں؟ بینو ا توجروا۔ سائل رفیق احمد کندیاں میانوالی

الجواب: اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ اور دنبہ کی قربانی کرنا جائز ہے۔ اونٹ کی عمر پانچ سال ہو، گائے بھینس دو سال کی اور بکری ایک سال کی ۔ ان جانوروں کی اس سے کم عمر ہو تو قربانی جائز نہیں ۔ اس کے علاوہ دنبہ اور بھیڑ کی عمر ایک سال ہونا افضل ہے۔ بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی بھی قربانی جائز ہے۔

درمختار میں ہے،" وضح الجذع ذو ستة اشهر من الضان ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن التمیز من بعد وصح الثنی فصاعد امن الثلاثة (وهی الابل و البقر بنو عیه و الشاة بنو عیه ردالمحتار) والثنی هو ابن خمس من الابل وحولین من البقرا والمحاموس وحول من الشاة والمعز۔ بھینس، بھینسے کی قربانی حدیثوں سے ثابت ہے۔ کہ جاموس بقر کی ایک قسم ہے اور بقر کی قربانی حدیثوں میں مذکور ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة رواه مسلم وابو دائود و اللفظ" یعنی بقر اور اونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔ (مسلم ابوداؤد)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے" قال کنا مع رسول الله صلی الله علیه و سلم فی سفر فحضر الا ضحی فاشتر کنا فی البقرة سبعة رواه الترمذی والنسائی و ابن ماجه۔" یعنی انہوں نے فرمایا کہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ بقر عید آ گئی تو ہم ایک بقر میں سات آدمی شریک ہوئے۔ (ترمذی شریف، نسائی ابن ماجہ) اور ہدایہ کتاب الاضحیہ میں ہے،" یدخل فی البقرا لجاموس لا نه من جنسه۔" یعنی بقر میں بھینس بھی داخل ہے۔ اس لیے کہ بھینس بقر کی جنس سے ہے۔ اور کتاب الزکاۃ میں ہے۔" اجوامیس والبقر سواء لا نه اسم البقر یتنا ولهما اذهو نوع منه۔" یعنی بھینس اور بقر حکم میں برابر ہیں کہ بقر کا لفظ ان دونوں کو شامل ہے۔ اس لیے کہ بھینس بقر کی ایک نوع ہے۔ اور بدائع الصنائع میں ہے" الجاموس نوع من البقر بدیلی انه یضم ذلک الی البقر فی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الزکوۃ ۔" یعنی بھینس بقر کی ایک قسم ہے دلیل یہ ہے بھینس زکوٰۃ کے مسئلے میں بقر سے ملائی جاتی ہے۔اورفتاویٰ قاضی خاں میں ہے،" و کذا لحاموس لانه نوع من البقر۔ "یعنی بھینس کی بھی قربانی جائز ہے۔اس لیے کہ وہ بقر کی ایک نوع ہے۔اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے،" الحاموس نوع من البقر۔ "یعنی بھینس گائے کی ایک قسم ہے۔اورردالمحتار میں ہے۔" الحاموس نوع من البقر و کذا لامعز نوع من الغنم بدلیل ضمها فی الزکوٰۃ" یعنی بھینس بھینسا بقر کی ایک قسم ہے۔دلیل یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ میں شامل کی جاتی ہے۔اورفتاوی بزازیہ میں ہے۔" الحاموس یحوز فیها ۔"یعنی بھینس، بھینسا قربانی میں جائز ہے اورعربی لغت کی مشہور کتاب المنجد میں ہے" الحاموس ضرب من کبار البقرداجنا ۔"یعنی بھینس بقر کی ایک بڑی قسم ہے جو دودھ دینے والی ہوتی ہے۔گاؤمیش سنت از رسالہ کتاب غیاث اللغات میں ہے، جاموس در آخر سین مهمله معرب گا میش که مخفف گاؤ میش ست ازرساله معربات و دریں دیار مردم ایں زمانه بجهت قفرقه نرو ماده نررا جاموس گویند بتعریب و ماده راگاؤمیش کوانند۔ فقہ اور لغت کے ان تمام شواہد کا خلاصہ یہ ہوا کہ بھینس بقر ہی کی ایک قسم ہے اس کی بھی قربانی جائز ہے اور یہ سب مسلمانوں کا مسلمہ مسئلہ ہے۔لہٰذا بھینسے کی قربانی کرنا جائز ہے۔

﴿۳۲۰﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہماری بکری نے بچہ دیا۔ یہ بکری کا بچہ کتیا کا دودھ پی لیتا چارہ بھی کھاتا تھا۔اب عیدالاضحیٰ آرہی ہے۔کیا ہم اس کی قربانی کرسکتے ہیں یانہیں؟ بینوا توجروا۔سائل حفیظ آرائیں میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: بکری کا بچہ اگر کتنا کا دودھ برابر پیتا رہا تو وہ جلالہ کے حکم میں داخل ہے۔
بہار شریعت حصہ ۱۵ میں عالمگیری کے حوالہ سے ص ۱۲۷ پر درج ہے کہ بکری کے بچہ کو کتیا کا دودھ پلاتی رہی اس کا بھی حکم جلالہ کا ہے۔ اور جلالہ بکری کی قربانی کے سلسلے میں حکم یہ ہے کہ اسے دس دنوں تک باندھ کر چارہ کھلائیں کہ وہ اثر جاتا رہے بعدہ اس کی قربانی کر سکتے ہیں۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے، لا تجوز الجلالة وهي التي تاكل العذرة و لا تاكل غيرها فان كانت الجلالة ابلا تمسك اربعين يوما حتى يطيب لحها و البقر يمسك عشرين يوماً والغنم عشرة ايام۔

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سید المرسلین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الحجاب

(پردہ کے احکام)

﴿۳۲۱﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ عورتوں کو پردہ کا کیا حکم ہے اور پردہ نہ کرنے کی کہاں تک رعایت ہے؟ اور مردوں کے لیے غیر محرم کو دیکھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل رانا محمد الیاس میانوالی

الجواب: قرآن مجید میں ہے، "قل للمومنين يغضوا من ابصارهم و يحفظوا فروجهم ذالك اذكى لهم ان الله خبير بما يصنعون ۔ (سورة النور، آیت ۳۰)

یعنی مسلمان مردوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔ (کنز الایمان)

اس کے بعد والی آیت مبارکہ میں ایمان والی عورتوں کو حکم ہوا۔

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے محلہ کی عورتیں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرمگاہ کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ ماریں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار۔ اور اللہ کی طرف توبہ کرو۔

قرآن کریم میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوا، "يا ايها النبى قل للازواجك وبنتك و نساء المومنين يدنين عليهن من جلابيبهن ذلك ادنىٰ ان يعرفن فلا يوذين لهم و كان الله غفورا رحيما (سورة الاحزاب، آیت ۵۹)"

یعنی اے نبی ﷺ اپنی ازواج اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ حضرت عبداللہ ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا کہ پردہ کرلو، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ تو نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھو گی؟ بیہقی میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھنے والے پر اور اس پر جس کی طرف نظر کی گئی اللہ کی لعنت۔ یعنی دیکھنے والا جب بلاعذر قصداً دیکھے اور دوسرا اپنے آپ کی بلاعذر نمائش کرائے۔

حدیث میں ہے، ''المراۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطن''

(ابواب الرضاع ص ١٤٠)

یعنی عورت پر پردہ ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے۔ حدیث شریف میں بحوالہ سنن نسائی لکھا ہے، ''ایتکن خرجت الیٰ المسجد فلا تقربن طیبا (کتاب الزینۃ ص ٢٧٧)

جب تم میں سے کوئی عورت مسجد جائے تو وہ خوشبو نہ لگا کر جائے۔

عورتوں کے گھر سے نکلنے کے بارے میں اور پردے سے متعلق قرآن کریم کی یہ آیتیں اور چند احادیث جو اوپر لکھی گئی ہیں ان سے ہر مسلمان جس کے دل میں قرآن و حدیث کی عظمت اور اللہ

اوراس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کا جذبہ ہوتو وہ سمجھ لے گا کہ اللہ اور رسول ﷺ کا منشاء فتنہ کے دروازے کو بند کرنا ہے۔ اور فتنہ کی ابتداء نظر سے ہوتی ہے۔ اسی لیے اجنبی عورت کو دیکھنے پر احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں، جو اوپر گذریں۔ اور مساجد میں جانے کے لیے یہ پابندی لگائی کہ خوشبو لگا کر اور زینت کر کے گھر سے نہ نکلیں اور مسجد نبوی میں مردوں پر یہ پابندی لگائی کہ سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رو بیٹھے رہو۔ جب عورتیں پیچھے سے اٹھ کر چلی جائیں تو منہ موڑیں۔

لہٰذا ان عبارتوں سے واضح ہو گیا کہ عورتوں کے پردہ کرنے میں کوئی رعایت نہیں اور مردوں کا کسی غیر محرم کو دیکھنا بھی گناہ ہے۔

﴿۳۳۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ بے پردہ عورتوں کے اجتماع سے خطاب کرنا شریعت کی رو سے کیسا ہے نیز بے پردہ عورتوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم کا کیا حکم ہے؟۔ بینوا توجروا۔ سائل فیض اللہ مہارانوالہ میانوالی

الجواب: عورتوں سے بلا حجاب مرد کو خطاب کرنا، ناجائز ہے۔ اور اگر درمیان میں پردہ ڈالدیا جائے تو جائز ہے۔ احکام نماز میں جن اعضاء کو چھپانا فرض ہے اس میں چہرہ داخل نہیں ہے۔ مگر خوف فتنہ کی وجہ سے قرآن کریم میں عورتوں کو حکم ہے،

"یدنین علیھن من جلابیبھن (سورۃ الاحزاب آیت ۵۹)"

ترجمہ: یعنی عورتیں اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔

اصل فتنہ عورتوں کو دیکھنے سے شروع ہوتا ہے۔ اس لیے حدیث شریف میں ہے، "العینان تزنیان (مسند الامام احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۴۱۲)"

یعنی آنکھیں زنا کرتی ہیں۔اس لیے اجنبی عورت کے چہرے کی طرف نظر کرنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ابن ماجہ میں حدیث شریف ہے”قال رسول اللہ ﷺ من نظر الیٰ محاسن امراۃ اجنبیۃ فیذاب فی عینیہ الانك“جو شخص کسی اجنبیہ عورت کے چہرہ کو دیکھے گا اس کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔لہٰذا بے پردہ عورتوں سے خطاب میں اجتناب کرنا ضروری ہے۔اسی طرح قرآن وحدیث کے درس کے ناموں پر بے پردہ عورتوں کی تعلیم بھی گناہ ہے۔

﴿۳۳۳﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

آجکل دیکھا گیا ہے کہ عورتیں بغیر پردہ کے بازاروں میں سامان خریدتی ہیں۔اس سے ان کے شوہروں کے لیے کیا گناہ ہے؟ بینوا توجروا۔سائل امیر عبداللہ وانڈھی ارائیاں والی میانوالی۔

الجواب: بےحجابانہ طور پر عورتوں کا نکلنا ناجائز وحرام ہے۔اوران کے لیے سخت وعید ہے۔ان کے مردان کی اس حرکت پر مطلع ہونے کے باوجود منع نہیں کرتے اوراس پر راضی بھی ہیں تو وہ بھی اس جرم میں گناہ اور وعید کے برابر کے شریک ہیں۔ان مردوں کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو پردہ کا پابند کریں۔ورنہ وہ بھی گناہگار ہونگے۔

﴿۳۳۴﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ بوڑھی عورت کے لئے پردہ کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔سائل نصیر آرائیں میانوالی

الجواب: بوڑھی عورت بھی پردہ کرے گی۔مگر بوقت ضرورت چہرہ کھول سکتی ہے۔جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۳۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

میں کسی اجنبی عورت کو بھول کر دیکھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل جمیل احمد میانوالی

الجواب: شریعت نے اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے پر پابندی لگائی ہے۔

حدیث شریف میں ہے، ''من نظر الیٰ محاسن امراۃ اجنبیۃ فیذاب فی عینہ الانک''

یعنی جو کوئی اجنبیہ عورت کے حسن و جمال کو دیکھے گا قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر اس کی آنکھوں میں ڈالا جائے گا۔ اتفاقاً یا غیر ارادی طور پر نظر پڑ جانے پر مواخذہ نہیں ہے۔ مگر اس نظر کو باقی رکھنے پر مؤاخذہ (پوچھ گچھ) ہے۔

﴿۳۳۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ ہمارے علاقہ کے امام مسجد کے پاس عورتیں تعویز لینے کے لئے آتیں ہیں۔ وہ ان سے پردہ کا لحاظ کیئے بغیر ہنس ہنس کر باتیں وغیرہ کرتا ہے۔ ہم نے روکا تو کہتا ہے کہ کیا عورتیں ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتیں۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل فاروق ملک میانوالی

الجواب: عالم ہو یا پیر یا امام مسجد، کسی کے سامنے غیر محرم عورتوں کا بے پردہ جانا جائز نہیں ہے۔ اور جو شخص بے حجاب عورتوں کے آنے پر راضی ہے وہ گناہ گار ہے۔ اس کو امام بنانا بھی ناجائز ہے۔ ڈاکٹروں کے پاس جانے کی اجازت اس صورت میں ہے جب کوئی لیڈی ڈاکٹر نہ ملے اور اجازت بھی بے پردہ جانے کی نہیں ہے۔ عورت پردے کے ساتھ جائے گی۔ لہٰذا ڈاکٹروں سے پردہ نہ کرنے والی عورتیں بھی غلط کرتی ہیں۔ انہیں بھی کسی نامحرم کے سامنے بے پردہ ہونے پر گناہ ملتا ہے۔ اگر مرد ڈاکٹر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تو صرف مرض والی جگہ دکھانے کی

اجازت ہے دیگر جسم کا پردہ فرض ہے۔

﴿۳۳۷﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے محلّہ میں عورتیں لاؤڈ سپیکر لگا کر میلاد پڑھتیں اور آواز دور دور تک سنائی دیتی ہے۔کیا یہ درست ہے یا نہیں؟بینوا توجروا۔سائل ضیاء اللہ میانوالی

الجواب: عورت کی آواز بھی عورت ہے۔اس لیے اسے بلند آواز میں قرآن بھی پڑھنا منع ہے۔اجنبی آدمی کو بلاضرورت شرعی اپنی آواز نہیں سنا سکتی ہے۔ضرورت شرعی کا مطلب یہ ہے کہ شھادت وغیرہ میں اپنی آواز قاضی کو سنا سکے گی۔لہٰذا عورتوں کے میلاد پڑھانا بلند آواز سے جائز نہیں ہے۔بہت بڑا امکان ہو اس میں عورتیں میلاد پڑھیں یا نعت خوانی کریں اور اس کی آوازِ باہر نہ جائے تو پھر جائز ہے۔مائیک لگا کر پڑھنا اور آواز باہر کے مردوں کو سنانا جائز نہیں ہے۔یہی حکم تقاریر و نعت خوانی کا بھی ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۳۸﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ عورت اگر عدت میں ہو تو کن لوگوں سے پردہ کرے؟بینوا توجروا۔سائل وراثت علی میانوالی

الجواب: عدت اور غیر عدت میں پردہ کے احکامات میں کوئی فرق نہیں۔قبل عدت جن لوگوں سے پردہ فرض ہے دوران عدت بھی ان سے پردہ کرنا فرض ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الفرائض

(وراثت کا بیان)

﴿۳۳۹﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک عورت جو پہلے سے طلاق شدہ ہے۔ اس کی ایک لڑکی بھی ہے۔ کچھ عرصہ بعد اس عورت نے ایک دوسرے مرد سے شادی کرلی ہے۔ جب بچی جوان ہوئی تو اس کی شادی بھی ہوگئی۔ اب اس بچی کے بال بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس مرد نے ایک اور عورت سے شادی کر لی ہے۔ دوسری بیوی سے جو لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ کیا وہ اس پہلی عورت کے لڑکوں سے شادی کر سکتی ہے؟ یا نہیں؟۔ انوار احمد سعید شاہ اسکندر آباد میانوالی

الجواب: حرمت دو قسم کی ہے۔ حرمت نسبی و حرمت رضاعی۔ نسباً وہ رشتے حرام ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پ۴ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۲۲ پر فرمایا ہے۔ اس میں یہ رشتے داخل ہیں چونکہ جس عورت سکینہ کو زید نے نکاح کیا تھا اس کے ساتھ آنے والی بچی صفیہ کا رشتہ نسبی مرد سے ثابت نہ ہوا۔ اگر زید کی بیوی ہندہ کی اولاد کا رشتہ بچی صفیہ کی اولاد سے کرایا جائے تو شرعاً حرج نہ ہے۔

پہلے خاوند سے بیوہ

عورت سکینہ	زید مرد	سکینہ کی پہلے خاوند سے اولاد
بچی صفیہ	لڑکا زید	شادی　　بچی صفیہ

زید کا نکاح صفیہ سے شرعاً درست ہوگا۔

﴿۳۴۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک خاتون مسماۃ چندنی فوت ہوئی۔ ایک سابق خاوند اس سے پہلے فوت ہوا۔ جس کی اولاد سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔ ازاں بعد چندنی نے حاکم نامی شخص سے نکاح کیا۔ اس سے ایک لڑکا دو

لڑکیاں زندہ موجود ہیں۔یعنی متوفاۃ کی اولاد میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں اور خاوند موجود ہے۔تو اسکی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی۔بینوا توجروا۔السائل احمد خان کڑی خیسور

الجواب: صورۃ مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ کل وراثت کے 28 حصے کیئے جائیں۔جنس خاوند کو 7 ہر لڑکی کو 3,3,3 دیتے جائیں اور ہر لڑکے کو 6,6, دیتے جائیں۔

وراثت چندنی

خاوند	لڑکی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
7	3	6	6	3	3

﴿۳۶۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کوثر فاروق کانسٹیبل شہید کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی۔بینوا توجروا۔

الجواب:

رقم-/300000

بیوی 1/4ـ		والدین 1/6ـ	
75000/	والد	والدہ	
	-/25000	-/25000	

احمد خان	ذکاء اللہ	رحمت اللہ	ضیاء اللہ	عالم خاتون	لال خاتون	پھلاں خاتون
-/31818	--/31818	--/31818	--/31818	--/15909	-/15909	--/15909

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

﴿۳۴۲﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ متوفی طارق اعجاز انسپکٹر کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی ۔بینوا توجروا۔سائل اسلم اعجاز میانوالی

الجواب:

طارق اعجاز

بیوی طاہرہ سلطانہ	دختران		ابن		
	تسنیم افشان	مریم اعجاز	بابر اعجاز	نادر اعجاز	ذیشان علی

کل مال 300000/ کے آٹھ حصے ہونگے ۔ بیوی مساۃ طاہرہ سلطانہ کو -/37500 حاصل ہوں گے ۔ دونوں لڑکیوں مساۃ مریم اعجاز اور تسنیم افشان کو فی کس 32812/ ملیں گے ۔ جبکہ تینوں لڑکوں بابر اعجاز، نادر اعجاز، ذیشان علی کو فی کس -/65625 کی رقم فی کس ملے گی ۔

نوٹ ثبوت ورثاء بذمہ سائل خود ہے ۔

﴿۳۴۳﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

محمد ریاض شہید کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی بینوا توجروا۔سائل محمد فیاض میانوالی

الجواب: محمد ریاض شہید -/300000

بیوہ رضیہ	والدہ	لڑکے		
	1/8	1/6		
-/37500	-/5000	محمد احسان	محمد اسحاق	محمد فیاض

فی لڑکا -/70833

﴿۳۴۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ مسمی غلام نصیر الدین ایک فوجی فوت ہوا۔ اس کے پسماندگان میں والد غلام فرید اور والدہ عائشہ اور بیوہ صاحب اولاد کلثوم بی بی اور ایک بہن حلیمہ بی بی اور بچہ محمد ناصر موجود ہے۔ تو اب غلام نصیر الدین مذکور کی وراثت ان ورثاء میں کس طرح تقسیم ہوگی۔؟

واضح ہو کہ فوجی مذکور کو فوج کی جانب سے پینشن کا پیسہ ملتا ہے یا بطور انعام کوئی پیسہ ملتا ہے تو یہ پیسہ کس کو ملے گا۔ وراثت میں آئے گا یا صرف بیوی کا حق ہے۔ بینوا توجروا۔

(سائل فوجی مذکور کا والد غلام فرید۔)

الجواب: برتقدیر صدق سوال وبعد از مقدمات واجبہ مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ شخص مذکور کی کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ بشمول پینشن وانعامات افواج پاکستان کے چوبیس حصے کیئے جائیں۔ جن کی تقسیم شرعی یوں ہوگی کہ باپ کو کل جائیداد سے اور ماں کو بھی کل جائیداد سے چھٹا چھٹا حصہ ملے گا۔ جب کہ بیوی کو کل مذکورہ رقم سے آٹھواں حصہ ملے گا۔ اور بہن اس صورت میں محروم ہوگی اسے کچھ نہ ملے گا۔ اور باقی ماندہ 13/13 حصے فوجی مذکور کے لڑکے محمد ناصر شہزاد کو ملے گا۔ 4,4 حصے ماں اور باپ کو الگ الگ ملے گا۔ اور بیوہ کو 3 حصے ملیں گے۔ باقی ماندہ حصے بیٹے محمد ناصر شہزار کو لیں گے اور بہن محروم ہوگی۔

غلام نصیر الدین 24

بیوہ	والد	والدہ	بہن	بچہ
کلثوم	غلام فرید	غلام عائشہ	حلیمہ	محمد ناصر شہزار

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

3	4	4	محروم	13/13

نوٹ: تمام مال کو مرد ہو یا عورت اکیلا ہڑپ نہیں کر سکتے۔ ایسا کوئی کرے تو سخت گناہ ہوگا۔ ھکذا السراجی

﴿۳۴۵﴾ فتویٰ شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ ایک شخص مسمی صاحب شاہ فوت ہوا جس کے پسماندگان میں ایک بیوی تین بیٹیاں ایک بھائی اور دو بہنیں موجود ہیں۔ ان دونوں بہنوں کی ماں علیحدہ ہے۔ تو از روئے شرع شریف صاحب شاہ کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی۔ ''بینو فی الکتاب اتوجروا یوم الحساب''

(السائل جمعہ خان سکنہ چاپری)

الجواب: برتقدیر صدق سوال وبعد از مقدمات واجبہ صورت مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ شخص مذکور کی کل جائیداد 288 حصے کئے جائیں۔ جمیں آٹھواں حصہ زوجہ کو یعنی 36 اور 3 لڑکیوں کو کل مال کا دو تہائی حصہ یعنی 192 اور باقی ماندہ 60 ایک بھائی اور دو بہنوں میں تقسیم کریں۔ ایک بھائی کو 30 اور 15، 15 ہر ایک بہن کو ملے گا۔

زوجہ	3 لڑکیاں	1 بھائی	2 بہنیں
3/36	16/192	30	15,15 ہر ایک بہن کو ملے گا۔

﴿۳۴۶﴾ فتویٰ شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ ایک شخص بے اولاد فوت ہو گیا۔ اس کے ورثا میں ایک سگی بہن چار علاقائی بھائی اور تین علاقائی بہنیں ہیں۔ میت کے ترکے کو شرعی طور پر کس طرح تقسیم کیا جائے۔ بینوا اتوجروا۔

(جاوید خان میانوالی)

الجواب: کتاب کے مطابق سگی بہن کا کل ترکہ سے نصف حق بنتا ہے۔ اور دوسرا نصف بھائیوں اور بہنوں میں، بہن کو ایک حصہ اور بھائی کو دو حصے ملیں گے۔ چار بھائی آٹھ، بہنیں شمار کر کے تین بہنیں جمع کر کے گیارہ بہیں بنائیں۔ بہن کو ایک حصہ اور بھائی کو دو حصے ملیں گے۔

﴿۳۴۷﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ مسمی غلام حبیب ولد احمد خان سکنہ موسیٰ خیل میانوالی فوت ہوا۔ اس کے پسماندگان میں ایک بیوہ مسماۃ نسیم بی بی 2 بھائی ولید اور محمد خان اور ایک بہن مسماۃ حیات بی بی موجود ہیں۔ تو از روئے شرع شریف مرحوم کی وراثت کسطرح تقسیم ہوگی۔ بینوا توجروا۔ اسلم خان میانوالی

الجواب: صورت مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ مرحوم کی کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ میں سے بیوہ نسیم بی بی کو چوتھا حصہ ملے گا جیسا کہ ارشاد ہوا۔ " ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لهن ولد " کہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں بیوہ کو چوتھا حصہ ملے گا اور بقیہ تینوں حصے 2 بھائیوں میں اور ایک بہن میں یوں تقسیم ہوں گے۔ ہر بھائی کو دوگنا اور بہن کو ایک گنا ملے گا۔ چنانچہ قرآن موجود ہے " للذكر مثل حظ الانثيين " کہ ہر بھائی کو حصہ دو بہنوں جتنا ہے۔ طریقہ استخراج یہ ہے کہ کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 20 حصے کریں۔ 5 بیوہ کو 6,6 بھائی کو اور 3 بہن کو دیں۔

بیوہ	بھائی	بھائی	بہن
5	6	6	3

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۴۸﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ مسمی غلام جیلانی فوت ہوا جس کے پسماندگان ورثاء میں ایک بیوہ، ماں، بیٹی اور سگا بھائی اور دو سوتیلے بھائی موجود ہیں۔ تو از روئے شرع غلام جیلانی کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد سلیمان

الجواب: مقدمات واجبہ صورت مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ کل ترکہ کے چوبیس 24 حصے کردیئے جائیں۔ جن میں سے آٹھواں حصہ یعنی 3 بیوہ کو اور چھٹا حصہ ماں کو اور بیٹی کو نصف یعنی 12 اور بقیہ پانچ سگے بھائی کو اور سوتیلے بھائیوں کو اس صورۃ میں کچھ نہیں ملے گا۔

بیوہ	ماں	بیٹی	سگا بھائی	2 علاقائی بھائی
ثمن	سدس	نصف	خمسہ	محروم
3	4	12	5	0

﴿۳۴۹﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ

شرعی طور بری میں رکھے گئے زیورات جو کہ اپنی برادری میں عزت کے لیے دلھن کو دیئے جاتے ہیں۔ جو کہ خالصتاً دلھا کی ملکیت ہوتے ہے۔ محض اس لیے بری میں رکھے جاتے ہیں کہ دلھن کے گھر آنے سے ہمارے زیورات بھی گھر واپس آجائیں گے۔ اور جن میں اس کو مالک نہیں بنایا جاتا۔ لہٰذا طلاق ہونے کی صورت میں کیا دلھن ان زیورات یا کسی قسم کی جائیداد وغیرہ میں حقدار ہوتی ہے یا نہیں؟۔ شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائی جائے۔

ہماری معلومات شریعت کے مطابق جس طرح طلاق سے پہلے عورت اپنے شوہر کے مال میں

سے جس طرح چاہے خرچ کرسکتی ہے کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اسی طرح طلاق کے بعد شریعت کے مطابق وہ سابقہ شوہر کے مال میں سے مہر کی رقم کے علاوہ کسی قسم کی رقم یا مال خرچ نہیں کرسکتی۔ لہٰذا مہربانی فرماکر فتوی جاری کیا جائے کہ شریعت نے اس مسئلہ کوکسطرح حل کیا ہے۔

بینوا وتوجروا۔ شکریہ حاجی صدردین خان میانوالی۔

الجواب: صورت مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ جس مال میں یہ اشتباہ ہو کہ یہ چیز کس کی ملکیت ہے۔ تو ایسی صورت میں حکم عرف عام پر لازم ہے چنانچہ ہدایہ ربع آخر ص ۱۱ حصہ نمبر ۵ پر ہے۔" تحیکم العرف عند الاشتباہ واجب۔" یعنی بوقت اشتباہ عرف عام کو حکم تسلیم کرنا واجب ہے۔ لہٰذا عرف عام کا حکم معتبر ہوگا۔ اگر مذکورہ سامان عرف میں مرد ہی کا رہتا ہے تو وہ مرد کا ہے۔ اگر وہ سامان عرف میں عورت کا ہوتا ہے تو وہ سامان عورت کو ہوگا۔ واضح ہو کہ ہمارے رسم ورواج میں بری کا سامان مرد ہی کا ہوتا ہے۔ اگر بالفرض منگنی ٹوٹ جائے تو کل سامان واپس کیا جاتا ہے۔ نوٹ: عرف کے تعین کے لیے علاقہ کے دو معززین کو حکم بنالیں انکا فیصلہ نافذ ہوگا۔

﴿۳۵۰﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک شخص فوت ہوا۔ اس نے ورثاء میں ایک بیوہ، تین لڑکیاں، اور ایک بھائی چھوڑا۔ وراثت جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تقسیم شرعاً کس طرح ہوگی۔ بینوا توجروا۔ السائل عطامحمد ساکن سوانس میانوالی

الجواب: صورۃ مسئلہ میں 1/8 حصہ بیوہ کو ملے گا۔ جب کہ بقیہ جائیداد تین حصوں میں تقسیم کردیں۔ 2/3 حصہ لڑکیاں حاصل کریں گی۔ 1/3 حصہ بھائی کو دیا جائے گا

واللہ اعلم بالصواب

﴿۲۵۱﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ ایک شخص گل محمد ولد نور احمد سکنہ کالا باغ انتقال کر گیا۔ اس نے پسماندگان میں دو بیوائیں، چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑا۔ چھ لڑکیوں میں سے تین لڑکیاں والد نے خود شادی کر دی تھی۔ اور ان کو حصہ دے کر فارغ کر دیا تھا۔ انکو جہیز حصہ وغیرہ میں دیا تھا۔ جب کہ تین لڑکیاں اور لڑکا دو بیوائیں موجود ہیں۔ وراثت کی تقسیم کس طرح ہو گی۔ وراثت میں جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کی تقسیم کس طرح ہو گی۔ چوتھی بیٹی کو والد نے فیصلہ کے وقت حصہ دے کر فارغ کر دیا تھا۔

بینوا توجروا۔ محمد انوار سعید شاہ میانوالی

الجواب:

صورۃ مسئلہ اسطرح ہوگی

گل محمد

بیوہ نصیرہ بی بی　　　بیوہ مہتاب بی بی　　　مطلقہ امر بی بی

محمد عارف　　نسرین اختر　　فوزیہ گل　　بلقیس　　کنیز　　رفعت　　بی بی

قرض وغیرہ کی ادائیگی کے بعد وراثت کی تقسیم اسطرح ہوگی۔

۱۔ صورۃ مسئلہ میں بیوگان نصیرہ بی بی، مہتاب بی بی کو کل جائیداد کا 1/8 حصہ ملے گیا۔

۲۔ فیصلہ کرنے والے اس بات پر گواہی قائم کریں بلقیس، کنیز، رفعت کو والد نے حصہ دے دیا تھا۔ تو وہ پھر محروم ہونگی ورنہ وہ بھی حصہ دار ہوں گی۔

۳۔ بعد میں پیدا ہونے والی بچی کے متعلق جو تحریر والد اور اس لڑکی کی والدہ کے درمیان 1/2

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس پر عمل ہوگا۔

۴۔ باقی جائیداد دو حصوں میں تقسیم کر کے 1/8 حصہ محمد عارف اور 1/4 حصہ نسرین اختر 1/4 حصہ فوزیہ گل کو دے دیا جائے گا۔

﴿۳۵۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ ایک شخص شاہ جہان نامی فوت ہوا۔ اس نے وارثان بازگشت میں دو بیٹے چھوڑے۔ عبد العزیز نامی بیٹے کے دو فرزند ہیں۔ جب کہ نور خان ولد فوت ہوا اس کی بیوی گلاں نور خان سے پہلے انتقال کر گئی۔ تقسیم وراثت کس طرح ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مساۃ گلاں کی وفات کا ثبوت کہ وہ مسمی نور خان سے پہلے فوت ہوتی ہے۔ بزمہ سائل ہوگا۔ نور خان کی وراثت اس کے بھتیجوں خان محمد و فاضل میں برابر تقسیم ہوگی۔

﴿۳۵۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ ظفر حسین شہید کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی بینوا توجروا۔ سائلہ بیوہ ظفر حسین شہید

ظفر حسین شہید-/300000

بیوہ نسیم فاطمہ	لڑکی	لڑکا	لڑکا
1/8	1/5	2/5	2/5
-/37500	-/52500	ہر ایک لڑکا کو -/105000 ملیں گے	

﴿۳۵۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

(۱) اگر کلالہ اپنے کل ترکہ کی وصیت روبرو گواہان کسی شخص کے لیے کر جائے تو قبول ہوگی۔ جب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس ذی فرض اور عصبہ میں کوئی بھی باقی نہ ہو۔

(ب) اگر کسی کے لیے وصیت نہ کرے تو اس کے ترکہ کے لیے کیا حکم ہے۔

(ج) کیا پڑوسی صرف پڑوسن کی بنا پر وراثت کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حاجی ہدایت اللہ خان ولد چیئرمین حاجی غلام محمد کلالہ اور اسکی میراث کی تقسیم قرآن و حدیث فقہ کی کتب میں مفصلہ مرقوم ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔" يستفتونك قل الله يفتيكم فى الكلالة ----- والله بكل شئى عليهم۔

ترجمہ: اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ میں فتوی دیتا ہے۔

تعریف کلالہ

کلالہ وہ شخص ہوتا ہے جو فوت ہونے کے بعد والدین اور اولاد کے لیے کچھ بھی نہ چھوڑے۔

مال میت کے چار مصارف جو مسلمان ہو جائے تو شرعاً اس کے مال مین چار حق ہیں۔

(۱) کفن دفن۔ (۲) ادائیگی قرض۔ (۳) میت کی وصیت

(۴) جو مال بچے مرنے ولاے کے وارثوں میں شریعت اسلامیہ کے مطابق تقسیم کیا جائے برصدق سائل کہ ذی فروض عصبہ میں سے کوئی بھی باقی نہیں ہے۔ اور اسے کل مال کی وصیت روبرو گواہان کسی کے حق میں کر دی ہے۔ اور گواہان شہادت کو تیار ہیں۔ تو ان کی گواہی کے مطابق اس کی وصیت جائز ہوگی۔

(جز ب) کلالہ اگر کسی کے لیے وصیت نہ کرے۔ ذی فرض عصبہ بھی نہ ہوں تو اس کا ترکہ بیت المال میں جمع ہوگا۔ لیکن اب بقول علامہ شامیؒ بیت المال کی بجائے ایسے وارث کا مال فقراء پر تقسیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کر دینا چاہیے۔ رفاہِ عامہ تعمیر مساجد و مدرسہ وغیرہ بہترین مصرف ہے۔

(جزج) پڑوسن کے حقوق بلا ریب بے شمار ہیں۔لیکن تقسیم وراثت میں اگر ذی فرض وعصبہ نہ ہو تو ان کو کوئی مداخلت نہیں ہے۔

﴿۳۵۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ ایک شخص فوت ہوا جس کے ورثا میں دو مادری بھائی اور تین بھائی اور دو بہنیں سگی اور چار بچیاں موجود ہیں۔تو ان ورثا میں ترکہ کسطرح تقسیم ہوگا۔**بینوا توجروا۔**

السائل محمد ابراہیم محلہ نور پورہ میانوالی

الجواب: مقدمات واجبہ صورت مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ متوفی کی کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ میں دو تہائی حصہ چار بچیوں کو اور باقی ماندہ تہائی تین سگے بھائی اور دو بہنیں سگی میں یوں تقسیم کریں کہ ہر پر بھائی کی نسبت دوگناہ مل جائے۔اس طرح دو مادری بھائی محروم ہوں گے۔ انہیں وراثت سے کچھ نہیں ملے گا۔تقسیم اس طرح ہے۔

متوفی گل محمد 3x 8 =24

۲ مادری بھائی	۳ سگے بھائی	۲ سگی بہنیں	۴ بچیاں
محروم	2,2,2	1,1,	2/14

﴿۳۵۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ ایک عورت مسماۃ اصل بانو کا ایک شخص مسمی غلام محمد سے نکاح ہوا۔اس سے صرف ایک لڑکا خان محمد پیدا ہوا۔اس کے بعد اصل بانو نے ایک اور شخص سے نکاح کیا چراغ گل سے دو بیٹے اعجاز حسین

اور ممتاز حسین پیدا ہوئے۔

اب اصل بانو فوت ہوئی تو اس کی متروکہ جائیداد کے آیا صرف دو آخری لڑکے حقدار ہیں یا پہلے خاوند سے پیدا شدہ لڑکا خان محمد بھی حقدار ہے۔ بینوا توجروا۔ سائل خان محمد سکنہ پیر پہائی ضلع میانوالی۔

الجواب: صورت مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ اصل بانو کی کل جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ کے حقدار برابر برابر کے تینوں بیٹے ہیں۔ کیونکہ ماں کے بیٹے ہونے میں تو برابر کے حقدار ہیں۔ لہذا کسی ایک کو محروم کرنا اور دو پر وراثت تقسیم کرنا شرعاً غلط ہے۔

﴿۳۵۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک شخص مسمی علی محمد ولد مولا بخش فوت ہوا۔ اس کے پسماندگان میں صرف ایک چچا زاد بھائی اور چچا زاد بہن موجود ہے۔ اس کے علاوہ کوئی قریب، بعید وارث موجود نہیں ہے۔

(السائل محمد رمضان)

الجواب: مقدمات واجبہ صورت مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ شخص مذکورہ کی کل جائیدا منقولہ اور غیر منقولہ کا وارث شرعی اس کا چچا زاد بھائی ہوگا۔ اس صورت مذکورہ میں چچا زاد بہن وراثت سے محروم ہوگی کیونکہ چچا زاد بھائی قوت قرابت ہے۔ اور عصبہ بنفسہ کی چار قسموں سے ایک قسم ہے۔ جب کہ چچا زاد بہن عصبہ مع غیرہ اور عصبہ لغیرہ بھی بہن بنتی ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

﴿۳۵۸﴾ فتویٰ شرعی: کہ ایک بچی اور ایک بچے نے ایک عورت کا دودھ ایک ساتھ پیا ہے۔ کیا اس دودھ شریک بچی کی دوسری بہنیں دودھ شریک بچے کے نکاح میں آسکتی ہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دے کر ممنوع فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب پر کرم فرمائے۔

بینوا توجروا۔ منجانب مولوی علی نواز چک نمبر DB4 ضلع میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ مذکورہ میں جواب یہ ہے کہ " و یحرم من الرضاع ما یحرم من انسب " ''جو رشتے نسب سے حرام ہیں وہی رشتے رضاع سے بھی حرام ہیں۔(ھدایہ اولین کتاب الرضاع ص۳۲) نیز صاحب کنز الدقائق لکھتے ہیں " و زوج مرضعة لنبها منه اب لکرضیع وابنه اح وبنه اخت " (کنز الدقائق)''مرضعہ کا خاوند جس خاوند سے مرضعہ کا دودھ ہے دودھ پینے والا کا باپ ہے اور اسی خاوند کا بیٹا دودھ پینے والے کا بھائی ہے اور اسی خاوند کی بیٹی دودھ پینے والی کی بہن ہے۔لہٰذا ان کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

كل نفس ذائقة الموت

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب ضبط تولید

(ضبط تولید کے مسائل)

﴿۳۶۹﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

مانع حمل ادویات کا فروخت کرنا اور استعمال کرنا از روئے شرع شریف کیسا ہے؟

(سائل عاصم نواز ابا خیل میانوالی)

الجواب: مانع حمل ادویات کو فروخت کرنا جائز ہے۔لیکن استعمال کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے کہ بیوی کی صحت اچھی نہ ہو،اور حمل ہونے سے صحت خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں مستند ڈاکٹر کی تجویز کردہ دوائیں وقتی طور پر استعمال کی جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور یہ ''عزل'' کے حکم میں ہے اور عزل شریعت میں جائز ہے۔فتویٰ شامی ج ۲ صفحہ ۴۱۲ میں لکھا ہے،'' یجوز لها سد فم رحمها کما تفعله النساء'' یعنی اس کے لیے رحم کا سر بند کرنا جائز ہے جیسے عورتیں کیا کرتی ہیں۔لیکن حکومت جو برتھ کنٹرول پر روپیہ خرچ کر رہی ہے اور لوگوں کو منصوبہ بندی کی ترغیب دلا رہی ہے ان کا منشاء یہ ہے کہ دنیا کی آبادی بڑھنے سے خوراک کم ہو جائے گی۔مسائل میں اضافہ ہوگا۔اس نیت سے ان دواؤں کا استعمال ناجائز ہوگا۔رزق کی ذمہ داری اللہ رب العزت نے اپنے ذمے رکھی ہے۔قرآن پاک میں ہے،''و ما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها'' اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو،(کنز الایمان) خاندانی منصوبہ بندی اس خوف سے کہ رزق میں کمی ہو جائے گی۔یہ کافروں کا نظریہ ہے جن کے متعلق قرآن پاک میں ہے،''ولا تقتلوا اولادکم خشية املاق نحن نرزقهم و ایاکم'' اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے۔ہم انہیں بھی روزی دیں گے اور تمہیں بھی (کنز الایمان)

لہٰذا اس نظریہ سے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا حرام ہوگا۔ یہ قرآنی تعلیمات کے متصادم ہے۔

﴿۳۶۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کیا خاندانی منصوبہ بندی/اسقاط حمل جائز ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل کریم نواز میانوالی۔

الجواب: اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے بچوں کی پیدائش سے بچہ یا زچہ کی صحت پر اور بچوں کی دیکھ بھال پر منفی اثرات پڑیں گے۔ تو اس صورت میں ہر عورت کے لیے ضبط تولید کے مفید اصولوں کا اپنانا نہ صرف جائز بلکہ مناسب تر ہے۔ بچے کی پیدائش پر ماں کو جن تکالیف، کمزوریوں اور دشواریوں سے گزرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ عورتیں ہی کر سکتی ہیں۔ ہر ماں گویا مر کر دوبارہ زندہ ہوتی ہے۔ پھر پیدا ہونے والے بچے کو دو سال تک دودھ پلانا ماں کی برکات ہیں۔ ماں کے دودھ کا کوئی بدل ہرگز ہرگز نہیں۔ اب جلد جلد بچے پیدا کرنے سے ایک تو ماں کی جسمانی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے دوسرے بچوں کو ان کا وہ شرعی حق نہیں ملتا جو قرآن نے ان کو دیا ہے، حمل ٹھہرنے کے بعد اسقاط یا عورت کو بالکل بانجھ بنا دینا منع ہے۔ اگر عورتیں قرآنی تعلیمات کے مطابق بچوں کو پوری مدت دودھ پلائیں تو وقفہ خود بخود ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے، والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین (البقرہ ۲، ۲۳۳)

مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں۔ گویا زچہ و بچہ کی صحت کمزور ہے اور ضرورت محسوس کریں تو خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کر سکتے ہیں۔ لیکن اس میں کسی ماہر مسلمان ڈاکٹر کی رائے ضروری ہے۔ چار ماہ کے بعد اسقاط حمل شرعاً منع ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۶۱﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، عزل کیا ہے اس کی وضاحت فرمادیں؟ بینوا توجروا۔ سائل اسماعیل آرائیں میانوالی۔

الجواب: عزل یہ ہے کہ ہم بستری کے وقت جب انزال کا وقت آئے تو مادہ منویہ کو رحم میں نہ جانے دے اور باہر گرادے تاکہ حمل نہ ہو۔ اگر ضبط ولادت ناجائز ہوتا تو شارع علیہ السلام کبھی اس کی اجازت نہ دیتے۔ جب سرکار نے اجازت دیدی تو اس کے جواز میں شک نہ رہا فقہائے کرام فرماتے ہیں، "الصحیح الجواز ففی الصحیحین عن جابر کنا نعزل والقرآن ینزل، و فی مسلم عنہ کنا نعزل علی عہد رسول اللہ ﷺ فبلغ ذلک النبی ﷺ فلم ینہنا۔" (ہدایہ مع فتح القدیر ۳،۲۷۳)

صحیح بات یہ ہے کہ عزل جائز ہے۔ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ ہم عزل کیا کرتے تھے اور قرآن اترتا تھا اور مسلم شریف میں ہے، ہم عزل کرتے تھے رسول ﷺ کے زمانہ مبارک میں یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی مگر آپ ﷺ نے ہمیں منع نہیں فرمایا۔

محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں،

"رجلا قال یا رسول اللہ ان لی جاریہ و ان اعزل عنہا وانا اکرہ ان تحمل و ان ارید ما یرید الرجال و ان الیہود تحدث ان العزل ہو الموؤدۃ الصغری قال کذبت یہود ولو اراد اللہ ان یخلقہ ما استطعت ان تصرفہ۔ (فتح القدیر ۳،۲۷۳)

سنن میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میری لونڈی ہے۔ میں اس سے عزل کرتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کا حمل ہو اور میری خواہش بھی ویسی ہی ہے۔

جیسی دوسروں کی ہوتی ہے۔ یہودی کہتے ہیں کہ عزل چھوٹا زندہ در گور کرنا ہے۔ فرمایا یہودی جھوٹ بولتے ہیں۔ اور اگر اللہ اس کو پیدا کرنا چاہے تو تو اسے پھیر نہیں سکتا۔

عزل کے متعلق احادیث میں ظاہراً تعارض معلوم ہوتا ھے

حضرت جرامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں کچھ لوگوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ فرمارہے تھے میں نے غیلہ حاملہ کا بچے کو دودھ پلانا (حاملہ یا دودھ پلانے والی سے قربت کرنا) سے منع کرنے کا ارادہ کرلیا تھا پھر میں نے رومیوں اور فارسیوں کو غیلہ کرتے دیکھا اور اس سے ان کے بچوں کو ذرا بھر تکلیف نہیں ہوتی۔ پھر صحابہ کرام نے آپ سے عزل (جماع کے وقت منی باہر گرانا) کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "ذلك الواد الخفی واذا المؤودة سئلت (مسلم ۱،۴٦٦)"

وہ پوشیدہ زندہ در گور کرنا ہے اور یہی مصداق ہے اس آیت کریمہ کا کہ وہ جب زندہ گاڑھی ہوئی بچی سے پوچھا جائے گا۔ (کہ اسے کسی گناہ کے عوض قتل کیا گیا)

جبکہ دوسری حدیث مبارک میں ہے کہ ترمذی مین حضرت جابرؓ سے روایت ہے ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم عزل کرتے تھے۔ یہودیوں کا خیال ہے کہ یہ چھوٹا زندہ در گور کرنا ہے فرمایا، "کذبت الیهود ان الله اذاارادان بخلقه لم يمنعه۔" یہودیوں نے جھوٹ بولا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو پیدا کرنا چاہے کوئی اسے روک نہیں سکتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عزل کو زندہ در گور کہنا یہودیوں کا وطیرہ تھا اور ماقبل حدیث میں انہی کا قول نقل فرمایا گیا ہے۔ عزل کے متعلق دونوں قسم کی روایات میں تطبیق دیتے ہوئے امام نووی فرماتے

ہیں "ماورد فی النھی محمول علی کراھۃ تنزیہ وما ورد فی الاذن فی ذالک محمول علی انہ لیس یحرام۔(نووی شرح مسلم ۱۰،٤٦٤)"۔

ممانعت کی روایات مکروہ تنزیہی پر محمول ہیں اوراجازت کی روایات کا مطلب یہ ہے کہ عزل حرام نہیں۔

﴿۳۶۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ کیا بیوی کی اجازت کے بغیر عزل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل اشرف پائی خیل میانوالی

الجواب: امام علاءالدین ابی بکر بن مسعود اپنی مشہور کتاب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ص ۳۳۴ ج ۲ پر لکھتے ہیں۔"و یکرہ للزوج ان یعزل عن امراتہ الحرہ بغیر رضا حالان الوطہ عن انزال سبب محصول الوالد ولھا فی الولد حق و بالعزل یفوت الولد فکانہ سببا لفوات حقھا و ان کان العزل برضاھا لا یکرہ لا نھا رضیت بفوات حقھا۔" خاوند کا آزاد بیوی سے اس کی رضامندی کے بغیر عزل کرنا مکروہ ہے۔کیونکہ قربت انزال بچہ حاصل ہونے کا سبب ہے اور بچہ حاصل کرنا بیوی کا حق ہے اور عزل سے بچہ ضائع ہو رہا ہے۔گویا یہ بیوی کا حق ضائع ہونے کا سبب ہے اور اگر بیوی کی رضامندی سے عزل کرتا ہے تو مکروہ نہیں کہ وہ اپنے حق سے دستبردار ہو رہی ہے۔

البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں علامی زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں۔الا ذن فی العزل عن الحرۃ لھا ولا یباح بغیر لانہ حقھا (البحر الرائق ۳،۲۱٤)

آزاد بیوی سے عزل کرنے کا اختیار بیوی کو ہے اور اس کی اجازت کے بغیر عزل جائز نہیں کیونکہ یہ

اسی کا حق ہے۔" ان العزل جائز بالا ذن و هذا هو الصحيح عند عامة العلماء لم فی البخاری عن جابر كنا نعزل والقرآن ينزل و لحديث السنن ان رجلا قال يا رسول الله ان لی جاريه و انا اعزل عنها وانا اكره ان تحمل و ان اريد ما يريد الرجال و ان اليهود تحدث ان العزل المؤدة الصغرى قاله صلى الله عليه وسلم كذبت اليهود لواراد الله ان يخلقه ما استطعت ان تصرفه۔

اجازت کے ساتھ عزل جائز ہے۔ اور عام علماء کے نزدیک یہی بات صحیح ہے۔ اس حدیث کی بناء پر جو صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ہم عزل کیا کرتے تھے، قرآن اتر رہا تھا۔

﴿۳۶۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ ضبط تولید اس نظریہ سے کی جائے کہ بچوں کی وجہ سے ہمارے معاشی حالات خراب ہو جائیں گے تو یہ کس حد تک درست ہوگا۔؟ بینوا توجروا۔ سائل انجم خان میانوالی۔

الجواب: اگر ضبط تولید اس نظریئے سے ہو کہ بچے ہمارے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو کر مالی لحاظ سے زیر بار کریں گے تو یہ خیال غلط ہے۔ ہر آنے والا حسب قابلیت محنت کر کے اپنی روزی کا خود بندوبست کرتا ہے اور والدین کا ہاتھ بٹاتا ہے۔ اس نظریئے سے خود غرضی، نفسا نفسی اور سنگدلی کی بو آتی ہے۔

ضبط تولید میں اسلام کا نظریہ ہے کہ آپ واقعی ضروریات مجبوری کے پیش نظر ضبط ولادت کی تدابیر اختیار کر سکتے ہیں۔ مگر مغرب کی بے لگام تہذیب کے پیش نظر شاید یہ امور نہیں وہ اس کو دوسرے زاویئے سے دیکھتے ہیں مثلاً معاشی مسائل، معاشرتی زمہ داریوں سے بچنا اور فحاشی پھیلانا۔ ظاہر

الصلوة والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے کہ یہ سوچ اسلامی شریعت اور مزاج کی عین نقیض ہے۔ وہ کہتے ہیں آبادی بڑھنے سے لوگ بھوکے مریں گے۔ معاشرتی واقتصادی مسائل پیدا ہوں گے۔ جن پر قابو پانا ناممکن ہوگا۔ جس کی کچھ جھلک آج دیکھی جاسکتی ہے کہ معاشی اور معاشرتی مسائل کا حل یہ نہیں کہ آپ آبادی پر کنٹرول کریں۔ کتنا کنٹرول کریں۔ آخر کچھ نہ کچھ لوگ تو بچیں گے اور جب تک یہ ظالمانہ گرداری اور سرمایہ داری نظام کا منحوس سایہ یہاں رہے گا فتنہ وفساد کا بازار گرم رہے گا۔ لوگوں کی غربت کا سبب یہ نہیں کہ آبادی زیادہ ہے اور وسائل رزق کم ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ملکہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے

﴿۳٦٤﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کیا اسقاط حمل جائز ہے یا نہیں وضاحت فرمادیں؟ اگر کوئی عورت حمل ساقط کرانا چاہے تو اس کا جائز وقت کونسا ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل عارف خان میانوالی۔

الجواب: حدیث پاک میں ہے،''ان احدکم یجمع فی بطن امه اربعین یوما ثم علقة مثل ذلك ثم یکون مضغة مثل ذلك ثم یبعث الله ملکا فیومر باربع برزقه واجله و شقی او سعید"۔ (صحیح البخاری ۲،۹۷۲)

تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن گزارتا ہے۔ (نطفہ) پھر اسی قدر علقہ، پھر اسی قدر مضغہ پھر اللہ فرشتہ بھیجتا ہے اور چار چیزوں کا حکم ہوتا۔ رزق، عمر، نیک بخت یا بد بخت۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں اگر حاملہ چاہیے تو ۱۲۰ دن گزرنے سے پہلے اسقاط حمل کرسکتی ہے۔

هل یباح الاسقاط بعد الحمل یباح مالم یتخلق شئی منه، ثم فی غیر موضع ولا یکون ذلك الابعد مائة و عشرین یوما انهم ارادو ابالتخلیق نفخ الروح۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(الدار المختار معی الردالمختار للشامی ۳، ۱۷٦)

کیا حمل ٹھہرنے کے بعد ساقط کرنا جائز ہے؟ ہاں جب تک اس کی تخلیق نہ ہو جائے جائز ہے۔ پھر متعدد مقامات پر تصریح ہے کہ تخلیق کا عمل ۱۲۰ دن یعنی چار ماہ کے بعد ہوتا ہے اور تخلیق سے مراد روح پھونکنا ہے۔ رحم مادر میں استقرار حمل جب تک ۱۲۰ دن یعنی چار ماہ کا نہ ہو جائے بوجہ مجبوری حمل ضائع کرنا جائز ہے۔ اور اگر جب چار ماہ کا بچہ بطن مادر میں ہو جائے تو اب اسے ضائع کرنا جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ ص ۳۲۵، البحر الرائق جلد سوم ص ۲۰۰، فتح القدیر جلد سوم ص ۲۷۲، بدائع الصنائع جلد ۲ ص ۲۳۴ میں ہے، یباح اسقاط الولد قبل اربعة اشهر (شامی ۳، ۱۷٦) چار مہینے سے پہلے حمل گرانا جائز ہے۔ مگر بلا ضرورت حمل گرانا مکروہ ہے، اور عورت کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔

اللہ

واللہ اعلم بالصواب

باب الرسومات

(رسموں کا بیان)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۶۵﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ سہرا باندھنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اسے ناجائز قرار دیتے ہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

(سائل انور آرائیں میانوالی)

الجواب: شادی میں پھولوں کا سہرا باندھنا جائز ہے، شریعت کا قاعدہ ہے کہ:" الاصل فی الاشیاء الاباحۃ" یعنی اشیاء میں اصل اباحت (جواز) ہے چنانچہ قرآن وحدیث میں جب تک کسی چیز کی ممانعت نہ ہو اس وقت تک وہ جائز ہے۔ ممانعت ہونے کے بعد وہ ناجائز ہو جاتی ہے۔ یہ اصول فقہ حنفیہ کی کتابوں میں متعدد جگہ لکھا ہوا ہے۔ فتاویٰ شامی میں اس بات کو ثابت کرنے کے لیے ایک عنوان مقرر فرمایا گیا ہے، الاصل فی الاشیاء الاباحۃ، جلد اول کتاب الطہارۃ بلکہ حدیث میں بھی یہ بات ہے اور اس حدیث کو صاحب مشکوۃ صفحہ ۳۶۲ پر نقل کیا ہے "فما احل اللہ فھو حلال وما حرم فھو حرام وما سکت عنہ فھو عفو" یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا وہ حلال ہے اور جسے حرام قرار دیا وہ حرام ہے اور جس چیز کے بارے میں سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔ لہٰذا جب سہرے کی ممانعت قرآن وحدیث اور فقہ میں بھی نہیں ہے، تو اس کو حرام وناجائز کہنا شریعت میں زیادتی ہے۔ اور شریعت پر افتراء (جھوٹ) باندھا ہے۔

﴿۳۶۶﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے علاقہ میں شادی کے موقع پر سہرا باندھنا، ڈھول بجانا، اور عورتوں کا گانا گانا جیسی رسومات ہوتی ہیں۔ شریعت کی رو میں یہ کیسی ہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل عبدالمنان خان عیسیٰ خیل میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: سہرا باندھنا جائز ہے مگر گانا گانا اور ڈھول باجے بجانا ہر صورت میں ناجائز ہیں۔ خصوصاً شادی میں عورتوں کا اس طرح گانا گانا کہ اس کی آواز باہر غیر مردوں تک پہنچے۔ نکاح کے متعلق شریعت کا منشاء ہے کہ محفل عام میں ہو۔ اگر چھپ کر کسی عورت سے شادی کر کے لائے گا تو لوگوں میں بدگمانی پیدا ہوگی۔ اور کوئی تہمت لگا دے گا کہ عورت کو اغوا کر لایا ہے۔ اس لیے حدیث میں ہے: "اعلبنو اهذا النكاح والصربو عليه بالغربال (سنن ابن ماجه ص ١٣٦)

یعنی تم نکاح کا اعلان کرو اگرچہ یہ اعلان دف بجا کر ہی ہو۔

لیکن اب لائٹیں لگائی جاتی ہے، کارڈ چھپوائے جاتے ہیں، شامیانے لگائے جاتے ہیں اور لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے یہ باتیں اعلان کے لیے کافی ہیں۔ تاہم اگر کوئی صرف دَف نکاح کے موقع پر بجائے حرج نہیں۔ گانے باجے پھر تین تین دن تک کا جواز کہیں بھی موجود نہیں۔

﴿۳۶۷﴾ فتــوی شــرعــی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، دعوت ولیمہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں وضاحت فرمادیں؟ بینوا توجروا۔

(سائل اشفاق آرائیں میانوالی)

الجواب: دعوت ولیمہ سنت ہے اور اسمیں عظیم ثواب ہے۔ جبکہ ولیمہ ادا کرنے والے کا مقصد ادائے سنت ہو۔ ولیمہ وہ دعوت ہے جو شب زفاف کی صبح کو اپنے دوست واحباب، عزیز و اقارب اور محلے کے لوگوں کے لئے اپنی استطاعت کے مطابق کی جائے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے دن بھی یعنی دو دن تک اس دعوت کو ولیمہ کہا جا سکتا ہے۔ دو دن بعد اس دعوت پر ولیمہ کا اطلاق نہیں ہوگا۔

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ نے فتاویٰ عالمگیری میں لکھا "و تسمية العرس سنة و فيها مثوبة عظيمة وهى اذا بنى الرجل با مراته انه ينبغى ان يدعو الجيران و الا قربا ء والاصدقاء و يذبح لهم و يصنع لهم طعاما" یعنی دعوت ولیمہ سنت ہے اس میں ثواب عظیم ہے۔ اور دعوت ولیمہ یہ ہے کہ جب یہ شخص اپنی عورت سے زفاف کرے تو اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں، عزیز و اقارب اور دوست واحباب کے لیے دعوت کرے اور مہمانوں کے لیے جانور ذبح کرے اور کھانے تیار کرے۔ اس کے بعد فرمایا،

"ولا باس بان يدعو يومئذ من الغدو و بعد الغدو ثم ينقطع العرس والوليمة"

(كتاب الكراية جلد ٥ صفحه ٢٤٣)

یعنی اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ ولیمہ اگلے روز کرے دوسرے روز۔ اس کے بعد تیسرے روز اس دعوت کو ولیمہ نہیں کہا جائے گا۔ (ماخذ وقار الفتاویٰ)

﴿۳۶۸﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ دعوت ولیمہ میں اگر عقیقہ کا گوشت ملا کر مہمانوں کا کھلایا جائے تو کیسا ہے۔ سائل محمد عمران کلوکوٹ بیلیاں میانوالی

الجواب: عقیقہ کے گوشت کو وہی حکم ہے جو قربانی کے گوشت کا حکم ہے۔ قربانی اور عقیقہ کی عبادت اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر دینے سے ادا ہو جاتی ہے۔ گوشت عقیقہ اور قربانی کرنے والے کی ملکیت ہوتا ہے اس کو فروخت نہیں کر سکتا اور نہ کسی کام کے معاوضہ میں دے سکتا ہے، خود کھائے دوسروں کو کھلائے، غریب و مالدار جس کو چاہے دے۔ فقہاء نے قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کو مستحب لکھا ہے واجب کسی نے نہیں لکھا اور قربانی اور عقیقہ کا حکم ایک ہے۔

لہٰذا ولیمہ میں عقیقہ کا گوشت شامل کرنا اور کھلانا جائز ہے۔

﴿۳۶۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ آج کل رواج ہو چکا ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر کھڑے کھڑے کھانہ پیش کیا جاتا ہے، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ ۔بینوا توجروا۔ سائل اسلم مغل محلہ ہاشم شاہ میانوالی

الجواب: صحیح مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۱۷۳ میں حدیث ہے: "عن انس عن النبی ﷺ انہ نہی ان یشرب الرجل قائما قال قتادۃ فقلنا فالا کل فقال ذالک اشرو اخبث" (کتاب الاشربۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں ہم نے عرض کی کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو ارشاد فرمایا وہ اور زیادہ سخت ناپسندیدہ اور برا ہے۔ لہٰذا کھڑے کھڑے کھانا شریعت مطہرہ میں سخت منع ہے۔

﴿۳۷۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کیا گانا بجانا، گانا سننا وغیرہ جائز ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

(سائل ملک جاوید اقبال طرہ باز ٹاؤن میانوالی)

الجواب: گانا بجانا، سننا حرام ہے اور شیطانی افعال میں سے ہے، قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، "ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم و یتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین (لقمان ۶)

اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو لھوالحدیث خریدتے ہیں تاکہ بغیر علم کے اللہ کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کریں اور اسے استہزا کریں۔ یہی لوگ ہیں کن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تفسیر طبری میں ہے جز ۲۱ ص ۲۱ مذکور ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے "ومن الناس یشتری لھو الحدیث" آیت کے بارے میں تین مرتبہ قسم اٹھا کر کہا کہ لھوالحدیث سے مراد گانا بجانا ہے۔

اس طرح مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے لھوالحدیث کی تفسیر گانا بجانا اور گانا سننا منقول ہے۔ (طبری جز ۱۲ ص ۱۲)

حضرت جابر، مجاہد اور عکرمہ جیسے جلیل القدر مفرسین نے بھی لھوالحدیث سے گانا بجانا وغیرہ ہی مراد لیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو مہلت دی تو اسے کہا، **"استفزذ من الستطعت منهم بصوتک" الایته (بنی اسرائیل ۶۴)**

(اور ان میں سے جس کو بھی تو بہکا سکتا ہے اپنی آواز سے بہکا تارہ)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ سے مروی ہے کہ آیت سے مراد،

"کل داع دعا الی معصیت الله عزوجل"

ہر وہ آدمی ہے جو اللہ کی نافرمانی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ حضرت مجاہد سے اس آیت کی تفسیر یہ مروی ہے کہ اس سے مراد گانا بجانا اور لھو ولعب ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۰)

یعنی وہ تمام آوازیں جیسا کہ (گانا بجانا عشقیہ اشعار وغیرہ) جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف بلاتی ہیں، وہ اس آیت کا مصداق ہیں۔

بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، "لیکونن من امتی اوام یستحلون الحرُ والحریر والخمر والمعازف"

(کتاب الاشربہ بخاری مع فتح الباری (۵۵۹۰ ج ۱۰ ص ۵۳)

میری امت میں ایسی قومیں ہوں گی جو زنا، ریشم، شراب اور باجے گاجے حلال سمجھیں گی۔

یعنی زنا ریشم شراب اور باجے گاجے جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے، بعض لوگ انہیں حلال سمجھیں گے۔ اور آج وہ قومیں اکثر پائی جاتی ہیں۔ جو گانا ناچ بجانا شراب وغیرہ کوئی عیب نہیں سمجھتیں۔ بلکہ گانے بجانے کے آلات ٹی وی، وی سی آر اور گانوں کی کیسٹوں کی صورت میں ان کے گھروں میں موجود ہیں۔ بلکہ شیطانیت اس قدر ترقی کر رہی ہے کہ ڈش انٹینا کی صورت میں اس برائی کو دن رات پھیلایا جا رہا ہے۔ اور مسلمانان عالم کی ذلت کا سبب بھی یہی ہے کہ انہوں نے اپنی اسلامی تہذیب ترک کر کے غیر مسلموں اور ہندوؤں وغیرہ کی تہذیب وتمدن کو اپنا لیا ہے اور ان کی پیروی میں گانا، بجانا اور رقص وغیرہ کو اپنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حرام سے بچنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

"عن ابی مالك الاشعری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونها بغیر اسمها یعزف علی رء وسهم بالمعازفْ والمغنیات یخسف الله بهم الارض و یجعل منهم قردة و خنازیر"

(ابن ماجه كتاب الفتن ج ۲ ص ۱۳۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، البتہ میری امت میں سے لوگ ضرور شراب پئیں گے

اور اس کے نام علاوہ کوئی اور نام رکھیں گے۔ ان کے سروں پر باجے بجائے جائیں گے اور گانے والیاں (گانے گائیں گی) اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دیں گے ان میں سے بندر اور سور بنا دے گا۔ امام ابن قیم نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اس طرح علامہ البانی نے بھی اسے سلسلہ صحیحہ میں شمار کیا ہے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "فی هذه الامته خسف و مسخ و قذف، فقال رجل من المسلمين يا رسول الله يا رسول الله و متى ذلك؟ قال اذا ظهرت القيان والمعارف و شربت الخمور، سلسله احاديث (١٦٠٤) كتاب الفتن صحيح ترمذى ج٢ ص٢٤٢)

اس امت میں زمین میں دھنسانا، صورتیں بدلنا اور پتھروں کی بارش جیسا عذاب ہوگا تو مسلمانوں میں سے ایک مرد نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب گانے والیاں اور باجے گاجے ظاہر ہوں گے اور شرابیں عام پی جائیں گی۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گانا بجانا، آلات لھو مثلاً ٹی وی، وی سی آر، وی سی پی ویڈیو گیمز، ہارمونیم، باجے، ڈھول اور گانے وغیرہ کی کیسٹیں تمام شیطانی آلات سے ہیں۔ ان کا بجانا اور سننا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام برائیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب شتیٰ

(مختلف مسائل کا بیان)

﴿۳۷۱﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ آج کے اخبار میں ایک صاحب کا بیان تھا کہ مغربی ممالک سے جو صابن آتے ہیں وہ ناپاک ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان میں بعض ناپاک اجزاء سور کی چربی وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ آیا وہ صابن پاک ہے یا نہ ہے۔ وضاحت فرمائیں۔بینوا توجروا۔(سائل محمد منیر احمد ولد غلام شبیر بلوخیل میانوالی)

الجواب: مغربی ممالک سے جو صابن آتے ہیں ان کے بارے میں کبھی کبھی اس قسم کی اطلاعات بھی سننے کو ملتی ہیں کہ ان میں بعض ناپاک اجزاء سور کی چربی وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اول تو یہ یقنی اور معتبر اطلاع نہیں ہوتی۔ محض ظن وگمان کے درجہ کی چیز ہوتی ہے۔ اور شریعت اس قسم کے اندیشہ ہائے دور دراز کو قبول نہیں کرتی۔ دوسرے فقہاء نے اس کو دو وجوہ سے پاک قرار دیا ہے ایک یہ کہا ایسے ناپاک اجزاء صابن میں مل کر اپنی اصلی حقیقت کھو دیتے ہیں اور کوئی ناپاک شئے جب اس حد تک بدل جائے کہ اپنی اصلی حقیقت ہی کھو دے تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مثلاً منی ناپاک ہے وہ خون بن جائے تو بھی ناپاک ہے۔ اس کے بعد جب گوشت بن جائے تو اب پاک ہے کہ حقیقت بدل چکی ہے مشک ناپاک خون ہے لیکن جب مشک بن گیا تو پاک ہے۔ غیر ماکول اللحم جانوروں کی ہڈیاں بھی حرام ہیں مگر جب ان کا نمک بنا دیا گیا تو اب حلال ہیں۔

دوم اس کے استعمال کی اس قدر کثرت ہے کہ اس سے احتراز دشوار ہے۔ ایسی چیز کو فقہاء کی اصطلاح میں عموم بلوی سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کی وجہ سے حکم میں ایک گونہ نرمی پیدا ہوتی ہے اس کا تقاضا بھی ہے کہ ایسے صابنوں کا استعمال جائز اور درست ہو۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"جعل الدهن النجس فی صابون یفتی بطهارته لا نه تغیر و التغیر یطهر عنده محمد و یفتی به للبلویٰ (ردالمختار جلد ۱ ص ۲۱)

ناپاک تیل صابن میں ڈال جائے تو اس کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا۔ اس لیے کہ وہ تغیر ہے اور تغیر امام محمد کے نزدیک پاکی کا باعث ہے۔ اور ابتلا عام کی وجہ سے اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ مغربی ممالک کے صابن پاک ہیں جب تک کہ یقینی خبر نہ ہو۔

﴿۳۷۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ بینک کی ملازمت کرنا کیسا ہے؟۔ بینوا توجروا۔ حافظ محمد صدیق شہباز خیل میانوالی

الجواب: صرف سود میں خود ملوث اور مبتلا ہونا ہی گناہ نہیں ہے بلکہ اس کے کاروباری ممد و معاون ہونا بھی معصیت ہے۔ یوں تو تمام گناہ کے کاموں میں اعانت ناپسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" لا تعاونو اعلی الاثم والعدوان " لیکن خصوصیت سے سود کے متعلق آپ ﷺ کی صراحت موجود ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربا وھو کلہ و کاتبہ و شاھداہ قال ھم سواء" (ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے او کھلانے والے اور اس کے کاتب نیز گواہوں سبھی پر لعنت کی ہے اور فرمایا کہ وہ سبھی برابر ہیں۔ یہاں سود کے لکھنے والوں اور گواہوں پر حضور ﷺ کی لعنت سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ بینک کی ایسی ملازمت جس میں آدمی کسی ذمہ دارنہ عہدہ پر فائز ہو یا سودی معاملات لکھنے پڑھنے ہوں جائز نہیں ہے اس لیے کہ ان کی حیثیت ربٰو کے کاتبین اور گواہوں کی ہوگی۔ اور ان کو حضور ﷺ نے نہ صرف یہ کہ ملعون قرار دیا ہے بلکہ سود خوروں کے مساوی قرار دیا ہے۔ ہاں ایسی

ذمہ داریاں جن کا تعلق براہ راست سودی کاروبار سے نہ ہو مثلاً چپڑاسی وغیرہ کا کام کرنا جائز ہے۔ یہ تو اصل حکم ہے لیکن ایسے شخص کے لیے جو معاشی اعتبار سے بالکل مفلوج ہو۔ کوئی دوسری ملازمت اور ذریعہ معاش حاصل نہ ہو اور ملازمت ترک کر دے تو فاقہ کا اندیشہ ہو ایسے ملازمین بینک کو چاہیے کہ وہ موجودہ ملازمت پر قانع ہونے کی بجائے مستقل روزی حلال کے لیے کوشاں رہیں کہ کوئی دوسرا بہتر اور پاک ذریعہ معاش حاصل ہو جائے موجودہ ملازمت سے دل میں کراہت محسوس کریں اور جب تک متبادل انتظام نہ ہو جائے۔ ایک مجبوری کے بطور اسے کرتے رہیں اس لیے کہ اگر وہ یہ ملازمت یک قلم ترک کردیں اور کوئی دوسری صورت سامنے نہ ہو تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ فقر و افلاس ان کو کسی اور گناہ میں مبتلا کر دے گا۔

البتہ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اقتصادی اعتبار سے بالکل مجبور و بے بس ہوں۔ جس کے پاس کوئی دوسرا ذریعہ آمدن ہو اس کے لیے ایسی ملازمت منع ہے۔

﴿۲۷۳﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، ہمارے شہر وتہ خیل میں محفل میلا دہوئی، ایک صاحب کے جوتے چوری ہو گئے۔ وہ آدمی مطالبہ کر رہا ہے کہ جوتے کی قیمت ادا کرو۔ ہمیں بتایا جائے کہ از روئے شرع صاحب خانہ جوتے کی قیمت دینے کے پابند ہیں یا نہیں؟ ۔ بینوا توجروا۔ سائل محمد شہزاد میانوالی۔

الجواب: ایسی مجالس عامہ جن میں عرفاً حاضرین کے جوتوں کا صاحب خانہ محافظ نہیں ہوتا اگر اس میں کسی کا جوتا ضائع ہو جائے تو اس کا تاوان صاحب خانہ سے جائز نہیں۔ جوتے و دیگر سامان کی حفاظت اپنے ذمہ ہوتی ہے۔

علامہ شافعی فتاوی ہندیہ سے ناقل ہیں: "وضع شیئا فی بیته بغیر امره فلم یعلم حتی ضاع لا یضمن لعدم التزام الحفظ ـ و ان العبرة للعرف (ردالمختار ص٥١٦ ج٤)

﴿٣٧٤﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، میرا اور میرے چچازاد بھائی کا کسی گھریلو مسئلہ میں تنازعہ تھا۔ میرے ایک اور بھائی نے قرآن پاک سر پر رکھ کر حلف دیا کہ معاملہ اس طرح ہے۔ حالنکہ وہ یقناً جھوٹا ہے۔ آیا اس مسئلہ کی وضاحت کیجاوے جو آدمی جھوٹا قرآن اٹھاتا ہے اس کی سزا ہے؟۔ بینوا توجروا۔

(سائل محمد وارث خان چک نمبر 5ML میانوالی)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جب اس درمیانی شخص نے بواسطہ قرآن شریف کے قصدا جھوٹا بیان دیا تو وہ سخت گنہگار رہوا، شرعا اس پر توبہ واستغفار ضروری ہے۔ یہ حلف بالغموس (جہنم میں ڈالنے والا) کہلاتا ہے۔ اور کفارہ لازم نہیں۔ قرآن پاک سر پر رکھ لینا حلف نہیں جب تک زبان سے لفظ اشہد نہ کہے۔ ردالمختار میں ہے: "فتلزمه التوبة اذلا كفارة فی الغموس و یرتفع بها الاثم فتعینت التوبة للتخلص منه فقط"۔

﴿٣٧٥﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ آج کل ہمارے ہاں رواج ہو چکا ہے کہ اکثر نعت خوان حضرات داڑھی منڈے ہوتے یا بے ریش لڑے۔ اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ نماز روزہ کے بھی پابند نہیں ہوتے۔ کیا ان سے نعت خوانی کرانا میلاد شیرف پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد بلال پپلاں شہر"

الجواب: داڑھی کا منڈانا حرام ہے، درمختار میں ہے: "یحرم علی الرجل قطع

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لحیته، (در مختار ص ٤٦٩ ج ٥) اور نماز کو سستی سے قصداً چھوڑنے والا فاسق ہے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:"و تار کھا (الصلوة) عمدا مجانة ای تکاسلا فاسق (درمختار مصری ص ٢٤٦ ج ١)

اسی طرح روزہ کا بلا عذر قصدا چھوڑنے والا فاسق ہے،"کما فی الدر المختار، والصوم کا الصلوة علی الاصح"۔ تو داڑھی منڈوانے والا، صوم وصلوۃ کو چھوڑنے والا فاسق قرار پایا، اور فاسق کو میلاد شریف کے لیے بلانے اور پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے، کہ جس سے میلاد شریف پڑھواتے ہیں اس کی ہر طرح کی خاطر و مدارات کی جاتی ہے۔ اس کو عزت سے تخت پر بیٹھایا جاتا ہے۔ اس کی کسی طرح کی تحقیر و توہین نہیں ہوتی اور حالانکہ شرعا فاسق کی توہین و تحقیر ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی عالم فاسق ہو تو اس کو بھی امامت کے لیے نہ بڑھائیں کہ امامت میں تعظیم ہوتی ہے اور اس کی شرعا اہانت واجب ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:"کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعا فلا یعظم بتقدمیه للامامة۔ (مراقی الفلاح ص ١٧٦ ج ٧)

عالم فاسق کی امامت اس کے دینی اہتمام نہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ تو شرعا اس کی اہانت واجب ہے تو اس کو امامت کے لیے بڑھا کر عزت نہ کی جائے۔

لہٰذا فاسق کو بلا کر اس سے میلاد شریف پڑھوانا کس طرح مکروہ نہ ہوگا۔ اسی بنا پر فقہاء کرام نے مذکر کیلیے صالح اور متقی ہونے کی تصریح کی۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:"بقول ابی سلمی فقیه درین زمان واجب ست و با ید که

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مذکر صالح باشد تا عاقلاں ازونہ گریزند وورع باشد تا سخن نادرست نگوید (فتاویٰ برہنہ ص ۷٤ ج ۱)

فقیہ ابو سلمہ کے قول اس بنا پر اس زمانہ میں واجب ہے کہ واعظ نیک صالح ہوتا کہ دیندار لوگ اس سے پرہیز نہ کریں اور واعظ متقی پرہیزگار ہو تا کہ وہ کوئی خلاف شرع بات نہ کہے۔

اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ جب واعظ کے لیے نیک و پرہیزگار ہونا ضروری ہے تو میلاد خوان بھی ایک طرح کے واعظین ہوتے ہیں۔ تو ان کا نیک و متقی ہونا ضروری ہے۔ نیز فاسق کا احترام اسٹیج پر بٹھانا، ہار پہنانا، نذرانہ پیش کرنا تمام چیزیں منع ہیں۔

﴿۳۷۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے گاؤں میں ایک آدمی آیا ہے جو کہ اپنے آپ کو پیر اور نیک لوگوں میں شمار کرتا ہے، لوگ بھی اس کا احترام کرتے ہیں۔ ان کے کافی مریدین بھی ہیں۔ ان کے مریدین سے کچھ کو ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ ان کا روپیہ حرام کا ہے۔ لیکن پیر صاحب ان کے نذرانے قبول کرتا ہے، آیا ازروئے شرع ان کے لیے یہ روپیہ وغیرہ لینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(سائل چوہدری نجم الدین چک نمبر 86 میانوالی)

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر اس مرید کی ساری آمدنی اسی کسب حرام سے ہے جب تو اس پیر کا وہ پیسہ قبول کرنا ناجائز و حرام ہے۔ اور اگر اس کی اکثر آمدنی کسب حرام سے ہو جب بھی اس کا نذرانہ قبول نہ کرنا چاہیے۔ ہاں اگر اسے علم یقینی سے یہ معلوم ہو کہ جو رقم نذرانے میں پیش کی ہے وہ از قسم حلال ہے تو اس کا نذرانہ قبول کر لینا جائز ہے، اور دعوت کھانا بھی درست ہوا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"کسب الحرام اهدی الیه او اضافه و غالب ماله حرام لا یقبل ولا یکل مالم یحسبه ان ذالك المال اصله حلال ورثه او استقرضه "

پھر جو کسب حرام ہو اور اس نذرانے کا قبول کرنا ہی نا جائز ہو تو اسے اپنے اوپر اور اپنے اہل و اعیال پر صرف نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے "**یا ایها الذین امنو الا تاکلوا اموا لکم بینکم بالباطل** (ترجمہ) اے ایمان والوں آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ پھر اگر وہ ایسے کسب حرام کو جانتے ہوئے اپنے یا اپنے خاندان کے صرف میں لائے تو یہ اس کا فسق ہے۔ جو اس کی پارسائی اور بزرگی کے منافی ہے۔

﴿۳۷۷﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ جب کسی بھری محفل میں کسی شخص (مرد یا عورت) کے منہ سے بلا ارادہ کوئی توہین آمیز الفاظ یا فقرہ قرآن کریم کے بارے نکل جائیں جو شرکائے محفل کے جذبات کو مجروح کرے اور پھر شخص مذکورہ اسی محفل میں نہ صرف اپنے الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے الفاظ واپس لے بلکہ شرکائے محفل سے انکی دل آزاری دور کرنے کے لیے معذرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے کھلے دل سے سرعام موقع پر معافی مانگ لے تو شریعت میں ان کے بارے کیا احکامات موجود ہیں۔

طالب راہنمائی (سید بنیاد حیدر سکنہ کندیاں میانوالی)

الجواب: کوئی قرآن پاک کے بارے میں بھری محفل میں توہین آمیز فقرہ یا الفاظ بیان کرے اور کسی اجتماع یا بھری محفل میں کچھ دیر بعد شرکاء محفل سے ان کی دل آزاری کی معذرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی سرعام معافی مانگے اور اپنی غلطی کو بھی تسلیم کرے تو شریعت میں اس کے

حکامات وہ درج ذیل ہیں، کہ اگر عملاً اس نے ایسا کیا اور بھری محفل میں معذرت کی تو اس کی توبہ ہی سمجھی جائے گی۔ اور ایسے معاملہ میں اسے توبہ استغفار کثرت سے کرنا چاہیے۔لیکن عمدً قرآن کی توہین کرنے والا کافر شمار ہوتا ہے اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی لازم آئے گا۔

﴿۳۷۸﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں،

(۱) اگر کوئی مسلمان متولی مسجد بے ادبی سے بچنے کی نیت سے قرآنی قاعدے اور قرآنی اوراق کو (ناقابل استعمال) دفن کرنے یا دریا و نہر میں ڈالنے کی بجائے بیرون مسجد کے بیرونی حصہ میں جلا کر ان کی راکھ کو نہر کے پانی میں ڈال دے تو کیا ایسا کرنا گناہ ہے یا نہیں۔؟

(۲) عوام کے سامنے اس عمل سے توبہ بھی کرلے کہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔

(۳) کیا ایسے متولی کے اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے۔یانہیں کیا وہ امام بن سکتا ہے یا نہیں۔

(۴) ایسے شخص کو اگر کوئی مسجد میں نماز پرھنے سے روکے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔

(۵) اس کو جائز کہنے والوں کو کافر کہنا کیسا ہے۔

جواب گرامی سے جلد مطلع فرمائیں۔واجباً عرض ہے۔**بینوا توجروا۔**

(ماسٹر غلام رسول متولی مسجد تھلے والی ٹھٹھی براستہ داؤد خیل ضلع میانوالی)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: قرآن کے بوسیدہ اوراق اگر اہانت کی نیت نہ ہو جلا دیئے جائیں اور خاک کو بے ادبی سے بچانے کے لیے نہر وغیرہ میں ڈال دیئے جائیں تو شرعاً جرم نہ ہوگا۔لیکن اچھا طریقہ یہ ہے کہ پانی میں بہا دیں یا دفن کردیں۔ایسے شخص کی اقتداء میں نماز جائز ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب

﴿۳۷۹﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ شرع میں ایسے شخص کے بارے میں جو کہ تعلیم یافتہ ہے لیکن ذہنی مریض نیم پاگل ہے۔ اس کا علاج متعدد دفعہ ذہنی ونفسیاتی امراض کے ہسپتالوں میں کرایا جاچکا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا سرٹیفکیٹ بھی لف ہے۔ اس بات کی تصدیق اس کے گھر والے اور اہل محلہ بھی کرتے ہیں۔ ابھی چندروز قبل اس شخص نے کالاباغ شہر میں واقع صحابہ کرامؓ کے مزارات کی دیواروں پر حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ اور امہات المومنینؓ کی شان میں نازیبا کلمات لکھے ہیں۔ براہ کرم ایسے شخص کے بارے میں قرآن وسنت کو جو فیصلہ ہے اس کی وضاحت فرمائیں۔ اور شرعی سزا کے بارے میں ارشاد فرمائیں کہ کیا فاترالعقل شخص کو فعل معتبر ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

(احقر محمد افضل خان والد محمد اعظم خان گلی موتی مسجد مین بازار کالاباغ ضلع میانوالی)

الجواب: سب شیخین وصحابہ کرام کفر ہے۔ اگر وہ واقعی پاگل ہے یا مغلوب العقل ہے تو اس کا فعل شرعاً معتبر نہ ہے۔ تاہم ان کے ورثا کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے پاگل خانہ یا نفسیات کے ہسپتال میں داخل کرائیں۔ تاکہ اس کے قبیح افعال مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث نہ بنیں۔

﴿۳۸۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک شخص کو غائبانہ طور پر فائر لگا۔ اس نے ایک آدمی پر شک کیا اس برادری نے ملزم کی طرف سے صفائی دینے کے لیے چند آدمیوں کو نامزد کیا۔ وہ لوگ اس وقت صفائی دینے کو تیار تھے۔ ابھی تک صفائی نہیں دی ہے۔ کیا شرعاً ان کے خلاف قانونی کاروائی کرنی جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

(عبداللہ خان میانوالی)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں شرعاً کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے حلف اس طرح دے سکتا ہے کہ میں نے تفتیش کی ہے اور اس سے حلف وغیرہ لیا ہے۔ یہ مجرم نہیں اس کو صفائی کہتے ہیں۔ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ سے حلف اور صفائی ضروری ہوتی ہے۔ ورنہ قانونی کاروائی میں بھی اسی طریقہ پر عمل ہوگا۔

﴿۳۸۱﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ جب کوئی ارادہ یا غیر ارادہ قرآن پاک کے بارے میں توہین آمیز فقرہ یا الفاظ بیان کرے اور اسے فوراً یا کسی دن بعد کیے جانے والے گناہ یا غلطی کا خود احساس ہو جائے یا دلایا جائے تو ایسا شخص جو اپنی اصلاح کرنا چاہے تو اسے کیا کرنا چاہیے۔ شریعت میں اس کے کیا احکامات اور طریقے ہیں۔ بینوا توجروا۔ سائل ملک مشتاق احمد واں بھچراں میانوالی۔

الجواب: ارادۃً قرآن پاک کی توہین کرنا کفر ہے۔ ایسا شخص دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ تجدید ایمان اور تجدید نکاح وتوبہ کا اعلان ضروری ہے۔ اگر لاعلمی کی وجہ سے سرزد ہو جائے تو صرف اعلانیہ توبہ کرنا ضروری ہے۔

﴿۳۸۲﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ لوگوں سے جرمانہ وصول کر کے مدرسہ یا مسجد میں لگانا کیسا ہے۔ یہ جرمانہ صرف لوگوں کو ڈرانے کیلیے ہو محلّہ کے کچھ لوگ جرمانہ وصول کر کے دینی مدرسہ یا مسجد میں دے دیں کیا یہ شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل ملک جاوید اقبال طرہ باز ٹاؤن میانوالی

الجواب: کسی سے مال لے کر سزا دینا جس کا نام عوام نے جرمانہ رکھ لیا ہے یہ شرعاً نا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جائز وحرام ہے۔ردالمحتار میں ہے:" ان المذهب عدم التعزيز با خذ المال فلا يجوز لا حد من المسلمين اخذ مال احد بغير سبب اقول و عدم جوازه لما فيه من تسليط الظلمة على اخذ مال الناس فيا كلونه۔"

لہٰذا جن اقوام میں سزا مالی جرمانہ سے کی جاتی ہے۔وہ نا جائز ہے۔اور وہ مال خبیث ہے اور مال خبیث مسجد و مدرسہ میں صرف نہیں کیا جاسکتا ہے۔اس جرمانہ کا مدرسہ میں صرف کرنا بھی جائز نہیں۔

﴿۲۸۴﴾ **فتوی شرعی** محترم ڈاکٹر صاحب ودیگر مختلف حضرات کی طرف سے سوال نامہ موصول ہوا۔کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ مختلف بلدیہ میانوالی کے منتخب شدہ کونسلرز حضرات نے حلف بالقرآن کوتوڑ دیا۔کیا شرعاً ان پر جرمانہ عائد ہوتا ہے؟، نیز کفارہ دینے کے بعد گناہ ختم ہوجاتا ہے کہ نہیں؟ (سائل ڈاکٹر شیر افگن خان وفاقی وزیر میانوالی)

الجواب: شریعت مطہرہ میں حلف کی تین قسمیں ہیں۔حلف بالماضی، حلف بالحال، حلف بالا استقبال۔مستقبل کے حلف کو یمین منعقدہ کہتے ہیں۔کوئی شخص حلف اٹھائے اور پھر آئندہ اس کے خلاف کردے تو شرعاً توبہ اور کفارہ ہی مقرر ہے۔وہ شخص توبہ بھی کرے اور دس مساکین کو کپڑے یا کھانا یا تین روزے رکھے۔اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے۔قرآن پاک میں ہے" فكفارته اطعام عشرة مسكين من اوسط ماتطعمون اهليكم او كسوتهم او تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام" ایسی قسم گناہ ہی ہے۔اعلحضرت امام اہلسنت فتاویٰ رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۰ پر لکھتے ہیں: اگر مصحف کریم برداشته سوگند بنام اويا بنام حضرت عزوجل و علىٰ نيز برزبان آوردپس دو چيز باشد يكے

نیز سوگند چوں بروقائم نماند کفاره اش یك غلام آزاد کردن یا ده مسکین را دو وقت طعام خوداندن یاده مسکین راجا معه پوشاندن وہر که بر ہیچ از ینہا قادر نبا شد سه روزه پے در پے دارد۔

لیکن اللہ کی آیتوں اور قرآن مجید کو محض دھوکہ دہی کے لیے استعمال کرنا یہ فسق ہے۔عموماً عدالتوں میں یا عام محافل میں چاہے سیاسی یا کاروباری ہوں قرآن مجید سے استہزا (مذاق) کیا جاتا ہے۔ یہ ویسے بھی حرام ہے۔ ارشاد باری ہے: (ترجمہ) اللہ کی آیتوں کو ہنسی مذاق نہ بناؤ، مسلمانوں کو زیادہ قسمیں کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ایسے لوگوں کے لیے علی الاعلان توبہ کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہے۔

﴿۳۸۴﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ ایک زمیندار اور مالدار کو عشر و زکوۃ کمیٹی کا صدر یا چیئرمین بنا دیا گیا ہے کیا وہ زکوۃ کی رقم میں سے کچھ استعمال کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل اکرم خان میانوالی۔

الجواب: عاملین زکوۃ خواہ دولتمند کیوں نہ ہوں، حکومت کی طرف سے دی گئی تنخواہ اور ضروری سہولیات حاصل کر سکتے ہیں جن کا آئین میں ذکر ہے اس سے زیادہ نہیں، تاہم ھاشمی کے لیے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قرابت داری کا لحاظ رکھتے ہوئے لینا جائز نہیں۔

”ولا یحل للعامل الهاشمی تنزیها لقرابة النبی ﷺ عن شبهة الوسخ و تحل للغنی کذا فی التبیین ، فان عمل هاشمی علیها و رزق من غیر ها لا باس به، هکذا فی الخلاصة“ (عالمگیری ج ۱، ۱۸۸)

﴿۳۸۵﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ کیا کوئی شخص غلط طریقہ سے بی اے کا امتحان پاس کر کے لیکچرار لگ جاتا ہے۔ اس کی تنخواہ حلال ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل اسماعیل خان میانوالی۔

الجواب: ایسے شخص کی کمائی جائز ہے کیونکہ وہ اپنے عمل کی تنخواہ لے رہا ہے۔ لیکن اس کے اس فعل کا گناہ بہرحال اس کے ذمے باقی ہے،

"و حرمته الفعل لا تنافي ترتب الاحكام فصار كطلا ق الحائض والوضو بالمياه المغصوبه۔ والا صطبا د بقوس مغصوبه۔"

﴿۳۸۶﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

عورت کی اہمیت وحقوق واضح فرمادیں؟ بینوا توجروا۔ سائل انجم شیراز میانوالی

الجواب: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، "**ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف**" (اور عورتوں کے لیے بھی ویسا ہی حق ہے جیسا ان پر (خاوندوں کا) ہے (البقرہ:۲:۲۲۸) "ولا يحل لكم ان تاخذو ا مما اتيتمو هن شيئا الا ان يخافا الا يقيما حدود الله فان خفتم الا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به تلك حدود الله فلا تعتدو ها و من يتعد حدود الله فاؤلئك هم الظالمون ه (البقره ۲:۲۲۹)

اور تمہیں حلال نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو، ہاں مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے، پھر اگر (اے حاکمو) تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہی حدود

پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے اور کہ عورت جان چھڑا لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو، اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

۱۔　ان آیت میں عورتوں کے حقوق کو بھی اسی طرح محفوظ کر دیا گیا ہے جیسے مردوں کے۔

۲۔　خاوند نے عورت کو مہر یا تحائف کی صورت میں جو کچھ دیا، اس پر عورت کا ملکیت منوایا گیا۔ اگر اس وجہ سے میاں بیوی کے تعلقات میں ناگواری کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو عورت مال دے کر بطور خلع اپنی جان خاوند سے آزاد کروا سکتی ہے۔

"**ولا تمسکو ھن ضرا را لتعتدو ا**" اور عورتوں کو ضرر وایذا دینے کے لیے روک کر حد سے نہ بڑھو۔ (البقرہ ۲:۲۳۱)

"**و عاشرو ھن بالمعروف**" عورتوں کے ساتھ گذر بسر کرو اچھی طرح سے (النساء ۴:۱۹)

یہ چند اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں جن میں عورتوں کے حقوق بھی اسی طرح مقرر کیے گئے ہیں جیسے مردوں کے۔ ان پر ظلم سے منع فرمایا گیا ہے۔ ان کو حق خلع دیا گیا ہے۔

فرمودات مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔　"خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ۔"

دنیا کی بہترین دولت اچھی بیوی ہے۔ (صحیح مسلم)

۲۔　اللہ کے تقویٰ کے بعد بندہ مومن نے اچھی بیوی سے بہتر چیز حاصل نہیں کی۔

"ان امرھا اطاعتہ و ان نظر الیھا سرقہ و ان اقسم علیھا ابرتہ و ان غاب عنھا نصحتہ فی نفسھا و مالہ"

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اگر اسے حکم دے وہ اس کی اطاعت کرے، اس کی طرف دیکھے تو اس (خاوند) کو خوش کر دے اور اگر خاوند اس کے بھروسہ پر قسم اٹھالے تو اس کی قسم پوری کر دے۔ اور خاوند گھر پر موجود نہ ہو تو اپنے نفس (عزت وعصمت) اور خاوند کے مال کی بہتری کی تدبیر کرے۔ (خیر خواہی کرے) ابن ماجہ۔

۳۔ خبردار (غیر محرم) عورتوں کے پاس مت جاؤ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ارایت الحمو دیور جیٹھ کے متعلق کیا خیال مبارک ہے؟ قال الحمو الموت۔ فرمایا دیور یا جیٹھ تو موت ہے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

عورت سے حسن سلوک

۱۔ قال رسول الله ﷺ استو صوا بالنساء خیرا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں سے سلوک کرو۔ (متفق علیہ)

۲۔ لا یغرك مومن مومنه ان کره منها خلقا رضی منها اخر

مومن مرد عورت (بیوی) سے بغض نہ کرے اگر اس کی ایک عادت سے ناپسند ہے تو دوسری کوئی پسندیدہ ہوگی۔ (صحیح مسلم)

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "خیر کم خیر کم لا هله و انا خیر کم لا هلی و اذا مات صاحبکم فدعوه"

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے بہتر ہے اور میں تم میں سے سب سے زیادہ بہتر ہوں اپنے اہل وعیال کے لیے اور جب تمہارا جیون ساتھی مرجائے اس کی بدگوئی چھوڑ دو۔

(ترمذی، دارمی، ابن ماجہ)

٤۔　اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا و خیارکم خیارکم لنسائھم

کامل ترایمان والا وہ جو سب سے اچھے اخلاق والا اور تم میں بہتر وہ جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہے۔ والطفھم باھلہ اور اپنے اہل وعیال کے لیے نرم وملائم رویہ رکھنے والا۔ (جامع ترمذی)

٥۔　ابغض الحلال الی اللہ الطلاق

حلال چیزوں میں اللہ کے ہاں سب سے ناپسند طلاق ہے (سنن ابوداؤد)

ان قرآنی آیات اور احادیث سے واضح ہوجاتا ہے کہ بیوی کے شوہر پر اتنے ہی حقوق ہیں جتنے شوہر کے بیوی پر حقوق ہیں۔

﴿۳۸۷﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ مساجد میں کیلنڈر لگانا جائز ہے یانہیں؟ **بینوا توجروا**۔ سائل ابراہیم خان میانوالی

الجواب: مساجد میں کیلنڈر لگانا جائز ہے۔ اس لیے کہ ان کیلنڈروں کا اصل مقصود دعوت واشاعت دین ہے۔ اشتہارات کی حیثیت ذیلی ہوتی ہے۔ اس لیے ان کا اعتبار نہ ہوگا۔

﴿۳۸۸﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ مصنوعی بالوں کا لگوانا جائز ہے یانہیں؟ **بینوا توجروا**۔ سائل عاطف محمود خان میانوالی

الجواب: ہمارے زمانہ میں خواتین میں مصنوعی بالوں اور جوڑوں کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے۔ یہ ناجائز اور نادرست ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن الواصلۃ والمتوصلۃ (عن عائشہؓ و ابن مسعودؓ و ابن

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عمرؓ و ابی ھریرۃؓ) آپ نے بال جوڑنے اور جڑوانے والی پر لعنت کی ہے۔ (بشرطیکہ وہ بال اصلی ہوں) ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاویہؓ آخری دفعہ مدینہ تشریف لائے اور خطاب فرمایا اور اسی درمیان بالوں کا ایک گچھا نکالا اور فرمایا، میں سمجھتا ہوں یہودیوں کے سوا کوئی ایسی حرکت نہیں کرسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یعنی بال جوڑنے کے فیشن کو فریب قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض ایسی نوجوان لڑکیوں کے لیے اس کی اجازت چاہی گئی جن کی شادی ہونی تھی اور بیماری کی وجہ سے ان کے سر کے بال گر گئے تھے۔ لیکن حضور ﷺ نے پھر بھی سختی سے منع فرما دیا۔ (بخاری شریف) ہاں اگر دھاگوں یا کپڑوں کا استعمال اس کے لیے کیا جائے جیسے ربن، چوٹی نیلون وغیرہ تو اس کی اجازت ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے، "لا باس بالتواصل" فتاویٰ عالمگیری میں ہے:" و صل الشعر بشعر الادمی حرام سواء کان شعرھا او شعر غیرھا کذا فی الاختیار شرح المختار ولا باس للمرائۃ ان تجعل فی قرونھا و ذوائبھا شیعا من الوبر کذا فی فتاویٰ قاضی، فتاویٰ ھندیہ جلد ٤ ص ١١٣)

﴿٣٨٩﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کبوتر و پتنگ بازی کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ سائل اسلم میانوالی

الجواب: حضور اکرم ﷺ نے کبوتر بازی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ کبوتر کے پیچھے دوڑتے ہوئے ایک شخص کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شیطان شیطان کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ کبوتر بازی ہی پر پتنگ بازی کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ یہ کراہت عام حالات

میں تو ہے ہی اگر اس کے ساتھ جوا اور دو طرفہ شرط بھی ہو۔ تب تو حرام نیز اور بھی سخت گناہ کا باعث ہوگا۔

﴿۴۹۰﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

گھوڑ دوڑ اور ریس جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ سائل ابراہیم خان میانوالی

الجواب: رسول اللہ ﷺ نے گھوڑ دوڑ کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ عن ابی ہریرہ، ابن ماجہ عن انسؓ، ابوداؤد، ابن ماجہ عن عثمانؓ) لیکن اگر اس میں قمار پیدا ہو جائے تو قمار کی وجہ سے حرام ہے۔ ریس کی مروجہ صورت جس میں ہر کھلاڑی کو ایک خاص فیس ادا کرنی ہوتی ہے۔ انعامی رقم سبقت کرنے والے کو ملتی ہے اور دوسروں کی فیس ضبط ہو جاتی ہے میں قمار پایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس طرح ہر شریک ایک مبہم نفع اور نقصان کے درمیان رہتا ہے اور اسی کا نام قمار ہے۔ ہاں اگر مقابلہ کرایا جائے اور کوئی تیسرا شخص انعام دے تو درست ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: "کذا ما یفعله السلاطین وهو ان یقول لرجلین من سبق منکما فله کذا فهو جائز۔" اسی طرح اس دوڑ کا حکم ہے جسے بادشاہ کرایا کرتے ہیں کہ دو آدمیوں سے کہتے ہیں تم میں سے جو سبقت لے جائے اس کے لیے یہ انعام ہے تو جائز ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے: **ترجمہ:** دوڑ چار چیزوں میں جائز ہے۔ اونٹ، گھوڑے، تیر اندازی اور پیدل دوڑ میں۔ اور اس وقت جائز ہے جب کہ بدل ایک جانب سے متعین ہو۔ بایں طور کہ کہے اگر تم مجھ سے آگے بڑھ گئے تو تمہارے لیے یہ ہے اور اگر میں تم سے بڑھ جاؤں تو میرا تمہارے ذمہ کچھ نہ ہوگا۔ یا اس کے برعکس لیکن اگر ہر دو جانب سے بدل ہو تو وہ جوا اور حرام ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سوائے اس کے کہ کسی تیسرے شخص کو اس مقابلہ میں شریک کرلے جو اس کھیل کو حلال کردے۔ اس طرح کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کہے اگر تم مجھ سے بڑھ جاؤ تو تمہارے لیے یہ انعام ہے میں تم سے بڑھ جاؤں تو میرے لیے یہ انعام ہے۔ اور اگر یہ تیسرا شخص آگے بڑھ گیا تو اس کے لیے کچھ نہیں ہے۔ ایسے ہی وہ صورت بھی جائز ہے کہ حکم دینے والا ایسا انعام دے اور وہ کہے کہ تم میں سے جو آگے بڑھ جائے اس کے لیے یہ انعام ہے۔

اس طرح یہ تیسری صورت بھی جائز قرار پائی کہ مقابلہ میں دو سے زیادہ آدمی شریک ہوں اور انعام کی شرط صرف دو آدمی آپس میں رکھیں، دوسرے شرکاء اس قسم کی شرطوں سے مستثنیٰ رہیں۔

﴿۳۹۱﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

شطرنج و چوسر کا کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد اقبال میانوالی

الجواب: چوسر اور شطرنج کھیلنا مطلقاً ناجائز ہے چاہے اس میں جوا ہو یا نہ ہو۔

علامی ابوعبداللہ قرطبی المائدہ آیت۔ ۹ کے ذیل میں لکھتے ہیں: "هذه الاية تدل على تحريم اللعب بالنرد و الشطرنج قماراً او غير قمار۔"

یہ آیت شطرنج اور چوسر کے کھیل کی حرمت کو بتاتی ہے چاہے اس میں جوا ہو یا نہ ہو۔

چنانچہ! احادیث میں بھی مطلقاً شطرنج اور چوسر کی مذمت کی گئی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا، جس نے چوسر کھیلا اس نے سور کے گوشت اور خون میں ہاتھ ڈالا۔ اور یہ کہ اس نے خدا اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی۔ اسی طرح شطرنج کھیلنے والوں پر لعنت کی ہے۔ اور فرمایا کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نگاہ رحمت نہیں ڈالے گا۔

اور اگر اس کے ساتھ جوا بھی ہوتب تو ظاہر ہے یہ گناہ اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد۴ص۱۱ میں ہے:"و یکرہ اللعب بالشطرنج و النرد۔

شطرنج اور چوسر کھیلنا مکروہ ہے۔

﴿۲۹۲﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

دانتوں میں سمنٹ یا چاندی بھروانا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔** سائل محمود احمد میانوالی

الجواب: بعض کھوکھلے اور جراثیم خوردہ دانتوں میں سمنٹ اور چاندی وغیرہ بھروائی جاتی ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ فقہاء نے چاندی اور سونے کے تاروں سے دانتوں کو باندھنے کی اجازت دی ہے۔"و یشد الاسنان بالفضة ولا یشدھا بالذھب و قال محمد لا بائس بہ۔"

﴿۲۹۳﴾فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ جانوروں کو میڈیکل ریسرچ کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

(سائل محمد اقبال میانوالی)

الجواب: مختلف دواؤں کے اثرات اور فائدوں کا تجربہ کرنے کے لیے بسااوقات جانوروں کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔ پہلے ان کے جسم میں ایسے جراثیم داخل کئے جاتے ہیں۔ جو اس بیماری کو پیدا کریں۔ پھر ان ممکنہ دواؤں کو ان پر آزمایا جاتا ہے جو ان امراض کے لیے مفید ثابت ہوسکتی ہوں۔ یہ صورتیں جائز ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسلام نے جانوروں کو خواہ مخواہ اذیت دینے اور اس کا مشاہدہ کرنے کو اپنے لیے سامان تفریح بنانے کی اجازت نہیں دی ہے۔ لیکن دوسری طرف

اس نے یہ تصور بھی پیش کیا ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء انسان کے لیے خادم ہیں۔ اسی لیے جانوروں کی سواری، ان کے گوشت کو غذا چمڑوں کو لباس اور کسی عضو انسانی کی صحت کے لیے اس کے جسم میں پیوند کاری کی اجازت دی گئی ہے۔ مذکورہ صورتوں میں بھی چونکہ تفریح اور بے مقصد اذیت رسانی نہیں ہے۔ بلکہ انسان کی ایک واقعی اور لازمی ضرورت کے لئے ان سے خدمت لینا اور استفادہ کرنا اصل منشاء ہے۔ اس لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

﴿۳۹۴﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

ڈاکٹر حضرات جو فیس لیتے ہیں کیا یہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد نعیم میانوالی

الجواب: ڈاکٹر بسا اوقات دوا نہیں دیتے ہیں، صرف مرض تشخیص کر کے دواؤں کا نسخہ لکھتے ہیں اور اس کی فیس لیتے ہیں، یا وکلا قانونی مشورے دیتے ہیں اور اس کی فیس لیتے ہیں شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ہر قسم کی خدمت پر بشرطیکہ حرام کی حدوں میں داخل نہ ہو۔ کوئی اجرت متعین کرنا اور لینا درست ہے۔ مشورے دینا ہدایات دینا اور اس کے لیے اپنے دماغ اور علم کا استعمال کرنا بھی ایک خدمت ہے۔ اس لیے اس کی مناسب فیس مقرر کرنا بھی جائز ہوگا۔

﴿۳۹۵﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کمیشن ایجنٹ بننا شرعی اعتبار سے جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل عصمت اللہ خان میانوالی

الجواب: کمیشن ایجنٹ کا کاروبار ان دنوں کافی بڑھ گیا ہے۔ تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ لیکن بنیادی طور پر دو نوعیت کے کاروبار کئے جاتے ہیں کبھی تو ایجنٹ ایک مال خرید کر دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ مثلاً اینٹ پندرہ سو روپے

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خریدی ہے۔ ایجنٹ آرڈر حاصل کر کے اینٹ لیتے ہیں اور اکثر اوقات بھٹہ سے سیدھے اصل خریدار کے ہاں بھیج دیتے ہیں، خریدار کو اپنے مرکز سے بھی اسی قیمت میں اینٹ ملتی ہے۔ لیکن ایجنٹوں کو دس فی صد کم قیمت پر مل جاتی ہیں اور یہی اس کا نفع ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ اصول یاد رکھنا چاہیے کہ احناف کے ہاں کسی شئے کا بیچنا اسی وقت جائز ہوگا جب پہلے خود اس کا قبضہ ہو جائے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبضہ کرنے سے پہلے ہی اس کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (موطا امام مالک)

منتقل ہونے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائے جانے والی اشیاء پہلے اپنی تحویل میں لے لی جائے۔ ایجنٹ کا اپنی کیرج پر اینٹ اٹھوالینا گویا اپنی تحویل اور قبضہ میں لے لینا ہے۔ اس لیے اب اس کا نفع کے ساتھ فروخت کرنا درست ہے۔ ہاں اگر وہ خریدار سے کہے کہ اپنی کیرج میں لاکر اس مرکز سے اینٹ حاصل کرلو اور خود جا کر ان اینٹوں کو علیحدہ نہ کرائے، تو چونکہ یہ قبضہ سے پہلے سامان فروخت کرنا ہے، اس لیے ایجنٹ کا یہ کاروبار درست نہ ہوگا۔ قبضہ بذریعہ ایجنٹ بھی ہوسکتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایجنٹ صرف خریدار تیار کرتا ہے۔ اور اس ترغیب کے عوض اس کو تاجر کچھ فی صد نفع دیتے ہیں۔ یہ صورت بھی جائز ہوگی۔ اس لیے کہ یہ اس کی محنت اور ترغیب کی اجرت ہے۔ جس کے جائز نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

﴿۳۹۶﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے دوست سینٹ، خوشبو کا بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

(سائل اسماعیل خان میانوالی)

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما صلیت علی ... صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: عموماً آج کل جدید طرز کا جو سینٹ (سپرے) استعمال کیا جاتا ہے اس میں الکحل کے اجزا پائے جاتے ہیں۔ الکحل کے بارے میں تحقیق یہ ہ کہ وہ شراب بلکہ روح شراب ہے۔ شراب صرف حرام ہی نہیں ناپاک بھی ہے۔ قرآن کریم میں اس کو ''رجس'' (مائدہ۔۹) قرار دیا گیا ہے اور ایسی چیز کا شدید ضرورت کے بغیر خارجی اور بیرونی استعمال بھی درست نہیں ہے۔ جیسے جسم پر ملنا وغیرہ اس لیے اگر یہ تحقیق درست ہے کہ الکحل کا اس میں استعمال کیا جاتا ہے تو سینٹ کا استعمال جائز نہیں۔ (الفتاویٰ ہندیہ جلد ۱ ص ۲۳)

﴿۳۹۷﴾ فتوی شرعی کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہم متاثرین چشمہ بیراج نے آپس میں حلف اٹھایا کہ پانڈا ایریا چشمہ نے حلف اٹھایا کہ اس ایریا کا ٹھیکہ کسی غیر متاثرہ کو نہیں لینے دینگے۔ اگر کوئی غیر لے گا تو ہم پر حلف ہوگا یہ ٹھیکہ عزیز اللہ خان اور حلف اٹھانے والوں میں بمقابلہ انتیس لاکھ تک پہنچا۔ پہلی قسط جمع ہوئی متاثرین نے رقم نہ دی اور ٹھیکہ کینسل ہو گیا۔ دوبارہ پھر ٹھیکہ ہوا عزیز اللہ خان نے ٹھیکہ پچاس ہزار میں لے لیا ان لوگوں نے تعاون کیا جو پہلے حلف میں شامل تھے۔ شرعاً کیا ان پر کفارہ ہوگا۔ حالانکہ عزیز اللہ خان (غیر متاثرہ نہ ہے) ان کو بھی چشمہ کا متاثرہ بنایا گیا ہے۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ محمد نثار احمد خان میانوالی

دعا گو: (۱) صاحب داد خان ولد حقداد خان سکنہ روکھڑی۔ (۲) احمد حیات خان ولد خان زمان خان بیرولی۔ (۳) ملک فیض محمد ولد عطا محمد۔ (۴) سردار خان ولد عالم خان۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ مندرجہ بالا صورۃ میں چونکہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عزیز اللہ مذکور غیر متاثر نہیں ہے بلکہ انہیں کا ایک فرد ہے۔ اور رشتہ دار ہے تو عزیز اللہ کے ساتھ تعاون کرنے پر کسی کو بھی کوئی کفارہ یا جرمانہ نہیں۔ حلف اٹھا کر دینے والے حضرات عزیز اللہ خان کی مقرر کردہ قیمت پر ٹھیکہ لے سکتے ہیں۔

صدق اللہ العظیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نادر فقہی فتاویٰ جات کا بیش بہا خزانہ

فتاویٰ اکبریہ

جلد دوم

تصنیف

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی صاحبزادہ

محمد عبد المالک نظامی چشتی

مکتبۃ اکبریۃ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆ انتساب ☆☆

میں اپنی اس علمی کاوش کو ان اساتذہ کے نام کر رہا ہوں جن کے فیضان کرم سے بندہ ناچیز یہ علمی سوغات عوام الناس کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہوا۔

میری مراد

☆ استاذ الاساتذہ جامع المعقول والمنقول علامہ عطا محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

☆ فخر المدارسین شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آبادی)

☆ فاضل اجل مناظر اسلام علامہ ابوالفتح محمد اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ (واں بھچراں)

گر قبول افتد زہے عزو شرف

صاحبزادہ عبدالمالک

آستانہ عالیہ اکبریہ میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حسن انتخاب

	تعارف	32تا64
	رائے گرامی علمائے کرام	64
۱	نکاح فرض ہے یا سنت	80
۲	گواہوں کی موجودگی میں اگر مرد وزن ایجاب وقبول کریں تو نکاح کا حکم	80
۳	لڑکیوں کی شادی کا مناسب وقت کونسا ہے	81
۴	لڑکی کی شادی میں تاخیر کرنا کیسا ہے	81
۵	عاقلہ بالغہ لڑکی دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرلے تو کیا یہ نکاح درست ہے	81
۶	کیا زبردستی نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟	82
۷	کیا بغیر گواہوں کے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟	82
۸	عاقلہ بالغہ لڑکی اور لڑکا گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرلیں، کا حکم	83
۹	بالغہ سے زبردستی نکاح کا اقرار کرلیا تو حکم شرعی؟	83
۱۰	شب کی تاریکی میں ایجاب وقبول کرالیا تو نکاح کا حکم؟	84
۱۱	کیا نکاح کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ ہونا ضروری ہے	84
۱۲	ایک جگہ منگنی توڑ کر دوسری جگہ شادی کرنے کا حکم	84

۱۳	نشہ کے عادی لڑکے کو رشتہ نہ دینے کا حکم	85
۱۴	اگر عورت ایک ہفتہ بعد نکاح کا انکار کرے تو	85
۱۵	بیوی کی بہو کا لڑکا جو پہلے شوہر سے ہے مر جائے تو کیا بہو سے نکاح درست ہوگا یا نہ	86
۱۶	حقیقی سالی کی دختر سے نکاح کرنے کا حکم	86
۱۷	دو بہنوں کا نکاح باپ اور بیٹے سے کرنے کا حکم	86
۱۸	عیسائی لڑکی سے نکاح کا حکم	87
۱۹	بیوی کے فوت شدہ لڑکے کی بیوی سے شادی کا حکم	87
۲۰	بیوی کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کا حکم	88
۲۱	دوسری شادی کے لیے کیا بیوی کی اجازت ضروری ہے	88
۲۲	نکاح سے پہلے زنا کیا تو زانیہ سے نکاح کا حکم	88
۲۳	چچا اور بھتیجے کی اولاد کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے	89
۲۴	کیا جبراً نکاح ہوجاتا ہے	89
۲۵	کیا بدکار لڑکی سے شادی درست ہے	90
۲۶	اگر لڑکی حلفاً کہے میرا نکاح اب تک کسی سے نہیں ہوا تو نکاح کا حکم	90
۲۷	بیوہ کے بیٹے سے بیٹی کے نکاح کا حکم	91

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۸	کیا منگنی کی رسم ادا کرنے سے نکاح ہو جاتا ہے	91
۲۹	نابالغ لڑکی کی بلا اجازت ولی کے نکاح کا حکم	92
۳۰	گونگے کا نکاح کیسے پڑھا جائے	92
۳۱	کیا سنی لڑکا کسی رافضیہ لڑکی سے شادی کر سکتا ہے؟	93
۳۲	زانی مزنیہ کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے	103
۳۳	شادی والدین کی رضامندی سے ہونی چاہیے یا اپنی پسند	103
۳۴	کیا شادی تعلیم مکمل ہونے کے بعد کرنی چاہیئے	104
۳۵	بغیر عذر شرعی منگنی توڑنا کیسا ہے؟	104
۳۶	رسم منگنی کے موقع پر کیا لڑکا، لڑکی کو انگوٹھی پہنا سکتا ہے۔	105
۳۷	قرآن کی قسم کھا کر کہا رشتہ دونگا مگر اب انکار کرتا ہے	105
۳۸	ٹیلی فون پر نکاح کا حکم	106
۳۹	کیا صرف دستخط کرنے سے لڑکی کی اجازت نکاح سمجھی جائے گی	106
۴۰	لڑکی نے زبان سے نکاح کی اجازت دی مگر دل سے انکار کیا تو نکاح کیسا؟	106
۴۱	نکاح نامہ پر غلط ولدیت درج ہو جائے تو نکاح کا حکم	107
۴۲	لڑکا موجود نہیں اگر اس کی طرف سے وکیل قبول کرلے	107
۴۳	لڑکا اور لڑکی کی طرف سے ایک ہی آدمی ایجاب و قبول کرلے تو نکاح ہو جاتا ہے	108

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

۴۴	غیر محرم کو وکیل بنانے کا حکم	108
۴۵	کیا نابالغہ لڑکی کا نکاح نابالغ لڑکے سے ہو جاتا ہے	109
۴۶	بچی کے والد نے بچے کے والد کو کہا میں نے تمھارے لڑکے کو لڑکی دے دی تو نکاح کا حکم	109
۴۷	کیا غیر مسلم اور مرتد عورت سے نکاح جائز ہے	110
۴۸	کیا مزنیہ کا نکاح صرف زانی سے ہو سکتا ہے	111
۴۹	لڑکی اور لڑکے کو کالج انتظامیہ نے نکال دیا کیا ان کا نکاح ہو سکتا ہے	112
۵۰	بہنوئی کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے کیا ان کی اولاد کا نکاح ہو سکتا ہے	112
۵۱	کیا ایام مخصوصہ میں نکاح نہیں ہو سکتا ہے	113
۵۲	زوجہ کی سوتیلی ماں سے نکاح کا حکم	113
۵۳	کیا منہ بولی بیٹی یا بہن سے نکاح جائز ہے	113
۵۴	بعد از وفات ماموں کا ممانی سے نکاح جائز ہے	114
۵۵	منکوحہ عورت کی لڑکی سے نکاح جائز ہوگا یا نہ	114
۵۶	مرد نکاح کا مدعی اور عورت انکار کرے عدالت بھی عورت کے حق میں فیصلہ کر دے تو نکاح کا حکم	114
۵۷	کیا بھائی کی مطلقہ سے نکاح ہو سکتا ہے	115
۵۸	سالی کو اغوا کرنے سے کیا نکاح میں کوئی حرج پڑتا ہے	116

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۵۹	نابالغہ کا نکاح بھائی پڑھ دے تو کیا خیار بلوغ استعمال کر سکتی ہے	117
٦٠	حلف بالطلاق اٹھایا اگر میں دوسری بھانجی کا نکاح کر دوں تو	117
٦١	نکاح نابالغہ کا ماں کی اجازت سے اگر ہو تو نکاح کا حکم	118
٦٢	بغیر اجازت ولی، مرد عورت کا نکاح کر دے، کا شرعی حکم	118
٦٣	جس نکاح کے گواہ نہ ہوں اور لڑکی بھی انکار کرے	120
٦٤	مسئلہ ثناء اللہ کے دودھ پینے کا	121
٦٥	حلالہ سے پیدا ہونے والی اولاد کے نکاح کا شرعی حکم	121
٦٦	بیوی کی بھتیجی سے نکاح کا حکم	122
٦٧	اشعر کمال کے نکاح کا حکم	122
٦٨	بچپن کے نکاح کی قبولیت کیا مولوی واپس کر سکتا ہے	123
٦٩	بالغ لڑکے کی جگہ اگر باپ قبول کر لے تو نکاح کا حکم	123
٧٠	کنواری کو طلاق پھر نکاح کرنے کا حکم	124
٧١	دادا نے پوتی کا نکاح کا وعدہ کیا باپ نے رد کر دیا	125
٧٢	نابالغہ کا نکاح دادا نے پڑھایا والد نے رد کر دیا	126
٧٣	ایک نکاح کے ہوتے ہوئے دوسری جگہ کر دیا	127
٧٤	والد ذاتی مفاد کی خاطر نابالغہ کا نکاح کر دے تو نکاح منعقد نہیں ہوتا	127

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۷۵	ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد نے نکاح پڑھا دیا کا حکم	129
۷۶	بیوی کی سگی بہن سے شادی کرنے کا حکم	131
۷۷	بیوہ سالی سے شادی کرنے کا حکم	132
۷۸	عیسائی لڑکی سے عدالت میں نکاح کرنے کا حکم	132
۷۹	عیسائی عورت خاوند والی اگر مسلمان ہو جائے تو اس کے نکاح کا حکم	133
۸۰	کیا زانیہ حاملہ لڑکی سے نکاح جائز ہوگا	134
۸۱	بیٹی کا نکاح پر نکاح کر دیا تو حکم شرعی	135
۸۲	حاملہ مطلقہ ماں سے نکاح کا حکم	135
۸۳	بوقت نکاح لکھ دیا اگر دوسری شادی کروں تو ایک، دو، تین طلاق ہے کا حکم	137
۸۴	لنگڑے مفلوج بھتیجے سے نکاح کا حکم؟	137
۸۵	۶۰ ساٹھ سالہ شخص کیا اٹھارہ سال کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے	138
۸۶	لڑکے والوں سے رقم لیکر برات کیلئے کھانا تیار کرنا کیسا ہے	138
۸۷	نجدی گستاخ سے رشتہ کرنے کا حکم	140
۸۸	نکاح فارم پر دولہا کی بجائے بھائی کا نام درج ہو گیا تو	141
۸۹	شادی اس لیے نہ کرنا کہ عبادات میں خلل واقع ہوگا کا حکم	142
۹۰	یتیم بچی کے نکاح کا وارث کون ہے	143

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۹۱	لڑکی کا وارث سوتیلے باپ یا بھائی ہیں	144
۹۲	کیا عاقلہ بالغہ کی نکاح کے معاملہ میں رضامندی ضروری ہے	144
۹۳	عاقلہ بالغ لڑکی کے نکاح کی اجازت اگر بھائی دے تو	145
۹۴	فاسق گواہوں کے نکاح کا حکم	146
۹۵	بالغہ لڑکا اور لڑکی اگر دو گواہوں کی موجودگی میں معین حق مہر کے بدلے نکاح کرلیں تو نکاح کا حکم	147
۹۶	خاوند کے حقوق بیوی ادا نہ کرے تو	147
۹۷	ایام نابالغی کا نکاح قائم اب بغیر طلاق لیے دوسرے نکاح کا حکم	147
۹۸	عاقلہ بالغہ سیدہ بغیر ولی کے کورٹ میں نکاح کرے تو نکاح کا حکم	148
۹۹	رقیہ بی بی کے نکاح کا مسئلہ	149
۱۰۰	اگر خاوند مرتد ہو جائے تو عورت خاوند کے ساتھ یا علیحدہ ہو جائے	150
۱۰۱	مرد سفر کی وجہ سے عورت سے کتنی مدت دور رہ سکتا ہے	151
۱۰۲	دو بیویوں کے درمیان عدل نہ کرنے کا شرعی حکم	151
۱۰۳	بدعقیدہ مولوی کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے	152
۱۰۴	حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح زلیخا سے ہوا تھا	152
۱۰۵	مجلس نکاح میں گواہوں نے ایجاب وقبول کے الفاظ نہ سنے ہوں تو نکاح کا حکم	153

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰۶	باپ کی چچازاد بہن سے نکاح کرنا کیسا ہے	154
۱۰۷	مسئلہ محمد محسن کی شادی کا۔	154
۱۰۸	سسر نے بہو سے زنا کیا، بیٹے نے تصدیق کی تو بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہے	154
۱۰۹	اغوا کنندہ فوت ہو گیا کیا بیٹا طلاق کے بعد مغویہ سے شادی کر سکتا ہے	154
۱۱۰	سسر نے زنا کیا اب بیٹا بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے یا نہ	155
۱۱۱	سسر نے بہو سے زنا کیا، کیا بیٹے کے لیے حلال ہو گی	156
۱۱۲	مزنیہ کی لڑکی سے شادی ہو سکتی ہے	156
۱۱۳	زانی کا مزنیہ کی کسی بھی لڑکی سے نکاح جائز نہیں	157
۱۱۴	عورت کہے کہ ایک لاکھ حق مہر کے بدل طلاق دے تو مرد نے اسٹامپ پیپر لکھ دیا تو نکاح کا حکم	158
۱۱۵	سابقہ شوہر کی اولاد اور مدخولہ بیوی کی اولاد کا آپس میں نکاح کا حکم	159
۱۱۶	قادیانی لڑکی سے شادی کا حکم	160
۱۱۷	کیا مرتد نکاح کا گواہ بن سکتا ہے	161
۱۱۸	وہ کونسا بچہ ہے جس کا نکاح کسی کے ساتھ نہیں ہو سکتا	161
۱۱۹	وہ کونسی حالت ہے جس میں نکاح کے باوجود جماع حرام ہو گا	161
۱۲۰	ایک باپ کے دو لڑکے ہیں ایک لڑکے کا دوسرے کی ہمشیرہ سے نکاح کا شرعی حکم	162

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

	باب المحرمات	164
١٢١	بھانجے کی لڑکی سے نکاح	165
١٢٢	کیا خالہ بھانجے کا نکاح جائز ہے	165
١٢٣	نکاح والی عورت سے نکاح کرنے کا حکم	165
١٢٤	لڑکی کا نکاح پہلا اور ایک ہوتا ہے	166
١٢٥	کیا فقط منگنی سے رشتہ دینا ضروری ہوتا ہے؟	166
١٢٦	نکاح پر انکار اور بے ہوشی کی حالت میں نکاح نامہ پر انگوٹھا لگوالیا	167
١٢٧	لڑکی کی رضا کے خلاف والدین نکاح کردیں تو نکاح کا حکم	167
١٢٨	دھوکہ سے نکاح نامہ پر لڑکی سے دستخط کرا لیئے	168
١٢٩	دوسری بیوی کی لڑکی سے نکاح کا حکم	168
١٣٠	منکوحہ کی والدہ سے نکاح کا حکم	169
١٣١	ایک بیوی کی لڑکی اور دوسرے کا لڑکا کے درمیان نکاح کا حکم	170
١٣٢	سابقہ بیوی اور موجودہ بیوی کی اولاد کی درمیان نکاح کا حکم	170
١٣٣	اولاد کی ساس سے نکاح کا حکم	171
١٣٤	عدت میں سالی سے نکاح کا حکم	172
١٣٥	کیا بیوی کی خالہ سے نکاح جائز ہے	172

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳۶	ماموں نے نابالغ کا نکاح پہلے بیٹے سے کیا اور پھر دوسری جگہ کر دیا، کا حکم	173
	باب حرمت مصاہرہ	
۱۳۷	حرمت مصاہرہ کا مطلب واضح کریں	175
۱۳۸	خسر بہو کو شہوت سے پکڑے، اندر آنے کو کہے، شوہر اور بہو گواہی دیں، حرمت کا حکم	181
	باب اللعان	
۱۳۹	خاوند اور بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا ہے، پھر خود غلط الزام کا اعتراف بھی کرتا ہے	184
	باب الخلع	
۱۴۰	خلع کی تعریف کریں	187
۱۴۱	کیا عورت حق مہر کے عوض خلع کر سکتی ہے	187
۱۴۲	شرابی، جواباز خاوند سے خلع کا حکم	188
۱۴۳	بیس ہزار کے بدلے خلع طلاق کا حکم	189
۱۴۴	خلع بعوض حق مہر پچاس ہزار کا حکم	190
۱۴۵	کیا خلع میں زوجین کی رضامندی ضروری ہے	191
۱۴۶	بے نمازی اور تاش کھیلنے والے خاوند سے خلع کا مسئلہ	192
۱۴۷	فقط عورت کی درخواست پر خلع طلاق ہو سکتی ہے	193
۱۴۸	عدالت کے سامنے جعلی نکاح نامہ دکھا کر فیصلہ اپنے حق میں کرانے کا حکم	194

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۴۹	کیا فیملی کورٹ جج کا فیصلہ شرعی ہوگا	194
۱۵۰	نامرد خاوند سے خلع کا مسئلہ	195
۱۵۱	لڑکی بالغ ہو کر تنسیخ نکاح کا فیصلہ، دوسری جگہ نکاح کا حکم	196
۱۵۲	خاوند کو علم نہیں علاقہ کی غیر سرکاری کمیٹی کا چیئرمین تنسیخ نکاح کا فیصلہ کرے تو نافذ ہوگا؟	197
۱۵۳	خاوند کی مرضی کے بغیر عدالت کے خلع کا حکم	198
۱۵۴	خاوند بدل خلع وصول کرلے کیا شرعاً خلع صحیح ہوگا یا نہ	199
۱۵۵	کیا عدالت بدل خلع میں کمی بیشی کرسکتی ہے	200
۱۵۶	خاوند عدالت سے غیر حاضر رہا اور نہ وکیل کیا، کیا ایسا خلع شرعاً درست ہوگا	200
۱۵۷	شادی کے موقع پر خرچہ کا مطالبہ کے عوض خلع	201
۱۵۸	کیا جج کو حق حاصل ہے کہ خاوند کی عدم موجودگی میں خلع کا فیصلہ عورت کے حق میں کردے	202
۱۵۹	عدالت نے نان ونفقہ کے عوض خلع کا فیصلہ کردیا	202
۱۶۰	بدل عوض میں اختلاف ہو تو، کیا حکم	202
۱۶۱	خاوند خلع کا فیصلہ مسترد کردے، لڑکی کے والد زبردستی طلاق دلوائے تو	203
۱۶۲	خاوند کی غیر حاضری میں فیصلہ عورت کے حق میں ڈگری، بعد میں توہین عدالت کے نوٹس پر فیصلہ تسلیم کیا	203
۱۶۳	خلع میں خاوند کا بدل خلع وصول کرنا لازمی ہے	204

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

	باب المتعہ	[illegible]
۱۶۴	متعہ فعل حرام ہے، تفصیل معلوم کریں	207
۱۶۵	متعہ کے حرام ہونے پر شیعہ علماء کے دلائل	211
	باب الولی	216
۱۶۶	لڑکی کی رضامندی کے بغیر والد نکاح پڑھ دے تو ہوگا یا نہیں	216
۱۶۷	کیا نکاح کے لیے ولی کی اجازت ضروری ہے	217
	باب العنین	224
۱۶۸	جس کا خاوند برص وجنونی ہو گیا، بغیر فسخ نکاح دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے	225
۱۶۹	جس کا شوہر جماع پر قدرت نہیں رکھتا، عورت کیا کرے	226
۱۷۰	جس عورت کو خاوند مارتا اور بداخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہو	227
	باب الرضاعت	229
۱۷۱	خالہ نے بڑے بھائی کے ساتھ دودھ پیا، کیا خالہ کی لڑکی کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے،	230
۱۷۲	جس لڑکی نے خالہ کا دودھ پیا کیا اس کی لڑکی سے نکاح جائز ہوگا	231
۱۷۳	جس لڑکی کے ساتھ دودھ پیا کیا اس کی دوسری بہنوں کے ساتھ نکاح جائز ہوگا	232
۱۷۴	بہن نے غلطی سے دوسری بہن کے بچے کو اپنا سمجھ کر دودھ دے دیا تو رضاعت کا حکم	232
۱۷۵	بڑی بہن نے چھوٹی کو دودھ پلایا، کیا دونوں کی اولاد کا نکاح آپس میں ہو سکتا ہے	233

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نمبر	عنوان	صفحہ
١٧٦	کیا آٹھ سالہ بچے کو دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے	234
١٧٧	بھائی کی منکوحہ سے زنا کیا، کیا چھوٹے بھائی کی بیوی کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے	234
	باب الظہار	235
١٧٨	بیوی کو ماں کہہ کر پکارا، کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے	236
١٧٩	حالت غصہ میں بیوی کو ماں بہن کہا تو	236
	باب الجہاز	238
١٨٠	بیوی کی عدت کے بعد جہیز کا مالک کون	239
١٨١	زیورات کی مالک بیوی ہے یا شوہر	239
١٨٢	بوقت نکاح شرط لکھی تھی کہ تمام سامان جہیز دلہن کی ملکیت ہوگا، اب خاوند مطالبہ کرے تو کیا فیصلہ ہوگا۔	240
	باب الکفو	242
١٨٣	کیا رشتہ اپنی برادری میں ہی کرنا لازم ہے، نیز کفو کی تفصیل لکھ دیں	243
١٨٤	والدین کی رضامندی کے بغیر فاسق لڑکے سے نکاح کا حکم	249
	کشف الغبار عن مسالۃ سوء الاختیار	255
١٨٥	مسئلہ وٹی نکاح کا شرعی حکم	256
١٨٦	فقیہ العصر مولانا مفتی محمد حسین شوق پپلانوی رحمۃ اللہ کا تیس سالہ پرانا فتویٰ	261

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

١٨٧	خاوند نان ونفقہ نہ دے، عدالتی تنسیخ نکاح کا شرعی حکم	268
١٨٨	قتل کی صلح میں بچی کے نکاح کا حکم	269
١٨٩	خاوند طلاق دے نہ خرچہ، اب عورت کیا کرے؟	276
١٩٠	نان نفقہ ادانہ کرنے کی بنا پر نکاح کا شرعی حکم	278
	باب الحلالہ	[illegible]
١٩١	نکاح حلالہ کی مکمل تفصیل	284
١٩٢	شوہر کو تحلیل شرعی سے نکاح کرنے کے بعد دوبارہ تین طلاق کا حق ہوگا	294
	باب المفقود	297
١٩٣	خاوند لاپتہ ہے، ہر طرح کے ذرائع استعمال میں لانے کے باوجود اس کا کوئی علم نہیں، اب عورت کیا کرے	298
١٩٤	عورت کا خاوند تیس سال سے لاپتہ ہے، اس عورت کے نکاح کا حکم	311
١٩٥	خاوند مفقود کے بارے میں علامہ مفتی کریم بخش بہل کا شرعی فتوی	312
	کتاب الطلاق	314
	باب الرجعی	315
١٩٦	طلاق رجعی کی تعریف	316
١٩٧	غصہ میں کہا تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے نکاح میں رہو یا طلاق لے لو	317

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

۱۹۸	بیوی کو ایک دفعہ کہا طلاق ہی سمجھ لو	317
۱۹۹	شراب کے نشہ میں کہا طلاق ہے، طلاق ہے	318
۲۰۰	ایک طلاق صریح میں رجوع کا حکم ہے	319
۲۰۱	اسٹام پیپر پر لکھ کر کہا میں نے تم کو طلاق دے دی ہے	319
۲۰۲	سخت غصہ میں کہا میں نے طلاق دی، دی، دی کا حکم	320
۲۰۳	غصہ میں کہا آج شام تک نہ آئی تو تجھ کو طلاق ہے	320
۲۰۴	چند عورتوں کی موجودگی میں بیوی کو کہا میں نے تجھے طلاق دی ہے	321
۲۰۵	اگر بہن کے گھر جاؤ گی تو تجھ کو طلاق ہوگی، دوسرے دن گئی تو	321
۲۰۶	طلاق کی نیت سے بیوی سے کہا، میرے گھر سے چلی جا، آئندہ اس گھر میں نہ دیکھوں، میں تجھے طلاق دے دونگا۔	322
۲۰۷	دو سال پہلے بیوی کو ایک طلاق دی تھی، والدین کے گھر جا کر کہا مجھے طلاق ہوگئی ہے	322
۲۰۸	حاملہ بیوی سے کہا میں نے تجھے طلاق دے دی ہے	323
۲۰۹	غصہ میں بیوی کو دو مرتبہ کہا میں نے تجھے طلاق دے دی ہے	323
۲۱۰	لین دین کے معاملہ میں حلفاً کہا، اگر رقم نہ دی تو شام تک جھگڑا کرونگا، اگر نہ کروں تو میری بیوی پر طلاق ہوگی	324
۲۱۱	غصہ میں ماں سے کہا، مکان میں داخل ہوں تو مجھ پر عورت طلاق ہے	324

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۱۲	جھگڑا کے وقت بیوی نے کہا مجھے طلاق دے دو، شوہر نے کہا تجھے طلاق ہے، طلاق ہے۔	325
۲۱۳	جو بھائی کی غمی اور خوشی میں شریک ہوگا وہ میرا بھائی نہیں ورنہ مجھ پر طلاق ہے	326
۲۱۴	طیش میں بیوی کو دو طلاق دے دی کا حکم	326
۲۱۵	دو مرتبہ کہا میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، شرعی حکم	326
۲۱۶	حلفا کہا، تھپڑ مارے بغیر صلح نہیں کرونگا، ورنہ مجھ پر طلاق ہے کا شرعی حکم	327
۲۱۷	ضدی بیوی سے کہا میرے گھر سے نکل جا کا شرعی حکم	328
۲۱۸	بغیر نیت طلاق کے بیوی سے کہا گھر سے نکل جا میرے کام کی نہیں، کا حکم	328
۲۱۹	بغیر نیت طلاق بیوی کو گھر سے نکال دیا کا شرعی حکم	329
۲۲۰	طلاق کی نیت سے بیوی سے کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت سے نکال دیا ہے کا حکم	329
۲۲۱	غصہ میں بیوی کو کہا، میرا تجھ سے کوئی تعلق نہیں، میرے گھر سے نکل، پھر نہ آنا کا حکم	330
۲۲۲	بیوی سے بطور تقیہ کلام کہا، جا دوسرا خاوند کر لے کا شرعی حکم	331
۲۲۳	خسر سے کہا جہاں تیری مرضی آئے بیٹی کا نکاح کر دے	331
۲۲۴	آئے فلانی میں نے تجھے آزاد کیا، دفعہ ہو جا کہا، کا شرعی حکم	332
۲۲۵	غصہ میں بیوی سے تین مرتبہ طلاق کی نیت سے کہا میں نے تجھ کو چھوڑا کا حکم	333

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۲۶	غصہ میں بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے جا نکل جا کا حکم	333
	باب طلاق البائن	335
۲۲۷	طلاق بائن کی تعریف کریں	336
۲۲۸	تنازع کے وقت بیوی سے کہا میں تجھے ایک طلاق کرتا ہوں تم میری بہن ہو	336
۲۲۹	غصہ میں بیوی کو کہا میں تجھے آزاد کرتا ہوں	337
۲۳۰	جھگڑا کے وقت بیوی سے کہا میں تجھے بسانا نہیں چاہتا تو مجھ پر حرام ہے	337
۲۳۱	غصہ میں کہا مجھ پر طلاق ہے، یہ بیوی مجھ سے فارغ ہے	338
۲۳۲	بیوی کو کہا جا تجھے طلاق ہے، گھر سے نکل جا یہ الفاظ متعدد بار کہنے کا حکم	339
۲۳۳	بیوی کو تین مرتبہ کہا میں نے چھوڑا، میرے کام کی نہیں ہے، طلاق کی نیت نہ تھی	340
۲۳۴	بیوی کو غصہ میں بوتل و ڈھکن طلاق کی نیت سے پھینکتا ہے اور کہتا ہے تو مجھ سے فارغ ہے	340
۲۳۵	عورت کی جانب دو ڈھیلے اور دو مرتبہ طلاق کا لفظ بھی کہا، اس کا شرعی حکم	340
۲۳۶	ایک طلاق دی پھر کچھ دیر بعد ایک طلاق دی، اس کا شرعی حکم	341
۲۳۷	بیوی کو کہا طلاق دوں گا، پھر کہا طلاق ہے، طلاق ہے، اس کا شرعی حکم	341
۲۳۸	اگر میرا بیٹا جھگڑا میں شامل ہو تو، میری عورت پر طلاق ہے۔	342
۲۳۹	بغیر نیت طلاق کے بیوی کو کہا تو مجھ سے فارغ ہے، کا شرعی حکم	343

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۴۰	بیوی کو کہا جا میں تجھے طلاق دیتا ہوں، کا شرعی حکم	343
۲۴۱	بیوی کو کہا تجھے طلاق ہے اور تو فارغ ہے	344
۲۴۲	بیوی کو صرف ایک مرتبہ طلاق کا لفظ کہا، کا شرعی حکم	344
۲۴۳	رخصتی سے پہلے طلاق بائن دی، نکاح ثانی کا حکم	346
۲۴۴	بیوی کو طلاق دے دی ہے۔ وہ مجھ سے آزاد ہے، وہ کسی اور سے نکاح کرے	346
۲۴۵	بے ساختہ منہ سے نکلا، جا چلی جا، تو مجھ سے فارغ ہے کا شرعی حکم	347
۲۴۶	بیوی کو دو مرتبہ طلاق ہے، طلاق ہے کہا، تیسری کا علم نہیں کا شرعی حکم	348
۲۴۷	اگر صبح بہن کو نہ لے گیا تو مجھ پر طلاق ہے کا شرعی حکم	348
۲۴۸	بیوی کی طرف اشارہ کر کے کہا تجھ کو طلاق ہے، طلاق ہے کا شرعی حکم	349
۲۴۹	بیوی کو ایک دفعہ کہا تم پر طلاق ہے کا شرعی حکم۔	350
۲۵۰	بوقت جھگڑا بیوی کو کہا جا میرا جامہ چھوڑ، مٹھی بھر مٹی بھی پھینکی کا شرعی حکم	351
۲۵۱	برادر نسبتی کو خط لکھا، طلاق کی نیت سے کہا بہن کو لے جاؤ، یہ مجھ سے فارغ ہے	351
۲۵۲	دوران جھگڑا بیوی کو وقفہ وقفہ سے کہا، تجھے طلاق ہے کا شرعی حکم	352
۲۵۳	بیوی کو وقفہ وقفہ سے تین مرتبہ کہا، تو فارغ ہے، تین ڈھیلے بھی پھینکے	353
۲۵۴	شدید غصہ میں تین ڈھیلے اٹھائے اور بیوی سے کہا تم فارغ ہو کا شرعی حکم	353
۲۵۵	بیوی کو دو مرتبہ کہا تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے کا شرعی حکم	354

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۵۶	غصہ میں بیوی کو کہا تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے کا شرعی حکم	354
۲۵۷	لڑائی کے وقت کہا تجھے طلاق دیتا ہوں، تو مجھ سے فارغ ہے	355
۲۵۸	دو گواہوں کی موجودگی میں منکوحہ کو کہا، میں طلاق دے کر آزاد کرتا ہوں	356
۲۵۹	بیوی کو کہا تجھ پر طلاق ہے، تو مجھ سے فارغ ہے، تین ڈھیلے الگ الگ پھینکے	356
۲۶۰	غصہ میں بیوی کو کہا ایک، دو، تین، فارغ اور طلاق ہو، کا شرعی حکم	357
۲۶۱	دو سال پہلے لکھا، میں اپنی بیوی کو طلاق دے رہا ہوں، دو مرتبہ، کا شرعی حکم	358
۲۶۲	غیر مدخولہ کو کہا، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق ہو، کا شرعی حکم	359
۲۶۳	غصہ میں بیوی کو بغیر نیت طلاق کے کہا، تو مجھ سے فارغ ہے، گھر سے چلی جا	360
۲۶۴	خاوند نے بیوی کو کہا تو فارغ ہو، پھر غصہ میں کہا، تجھے طلاق ہے۔	360
۲۶۵	دو دفعہ طلاق ہے، طلاق ہے، کا لفظ بیوی کو کہا، تیسری کا شک ہے، کا شرعی حکم	361
۲۶۶	غصہ میں بیوی کو کہا میں نے تجھے طلاق دی ہے، گھر سے نکل جا، کا شرعی حکم	362
۲۶۷	غصہ میں بیوی کو دو طلاقیں دی دیں، کا شرعی حکم	363
۲۶۸	مرد حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہ ہو تو	364
۲۶۹	دو سال سے مرد پاگل ہے، کیا عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔	365
۲۷۰	غصہ میں کہا، میں تجھے پسند نہیں کرتا، کا شرعی حکم	366
۲۷۱	بیوی کو کہا، میری نظروں سے دور ہو جا، کا شرعی حکم	366

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۷۲	غصہ میں سسر سے کہا، شادی کیوں کی، چلو اس کا دوسری جگہ نکاح کر دو	367
۲۷۳	بوقت تنازع سسر سے کہا، میں تمہاری لڑکی کو چھوڑتا ہوں، میرے کام کی نہیں	368
۲۷۴	منکوحہ نے کہا، طلاق دے دو، میں نے غصہ میں اینٹ کے دو ٹکڑے پھینکتے ہوئے، ایک، دو، تین، تو مجھ سے فارغ ہے، کا شرعی حکم	369
۲۷۵	موت کے خوف سے تین طلاق پر دستخط کر دیئے تو، کا شرعی حکم	369
۲۷۶	طلاق دی لیکن تعداد یاد نہ ہو، کا شرعی حکم	370
۲۷۷	بیوی طلاق کا مطالبہ، خاوند فوراً دے دے، کا شرعی حکم	371
۲۷۸	اسلحہ کے زور پر طلاق لینے کا شرعی حکم	372
۲۷۹	وثیقہ نویس کو صرف طلاق لکھنے کو کہا، تعداد نہیں بتائی، کا شرعی حکم	374
۲۸۰	کسی نے ہاتھ پاؤں باندھ کر شراب پلا دی، اسی شراب کے نشہ میں طلاق دی، کا شرعی حکم	375
۲۸۱	غصہ کی حالت میں نیت طلاق، بیوی کو کہا ماں، بہن ہے، میرے گھر سے نکل جا	375
۲۸۲	بیوی سے لڑائی کی اور کہا، تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے، گھر میں اچھی نہیں لگتی	376
۲۸۳	زوجہ سے تین مرتبہ کہا، اے فلانی، میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے کا شرعی حکم	377
۲۸۴	تین مرتبہ بیوی کو کہا، تو مجھ پر حرام ہے، کا شرعی حکم	379
۲۸۵	اسٹام پیپر پر بیوی کو تین طلاق لکھ کر دے دی، کا شرعی حکم	380

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۸۶	دو سال قبل دو طلاق دے کر گھر سے نکال دیا، کا شرعی حکم	381
۲۸۷	حلالہ شرعی کے بعد نکاح کا شرعی حکم	382
۲۸۸	بیوی سے کہا میں تجھے حقوق زوجیت سے محروم کرتا ہوں، میں نے تجھے طلاق دی	383
۲۸۹	منکوحہ سے کہا نکل جا، تو مجھ پر حرام ہے، دفعہ ہو جا، کا شرعی حکم	384
۲۹۰	بیوی کو علیحدگی میں کہا، میں نے تجھے طلاق دی ہے، والدین کے گھر چلی جا، کا شرعی حکم	385
	باب طلاق المغلظہ	386
۲۹۱	طلاق کے لغوی و اصطلاحی معنی	387
۲۹۲	ایک مجلس میں تین طلاق دینے کے متعلق قرآن کا حکم	388
۲۹۳	کلمۂ واحدہ کے ساتھ تین طلاق کا حکم، احادیث کی روشنی میں	392
۲۹۴	منکوحہ کو ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاق کا حکم، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم و عمل	398
۲۹۵	بدزبان بیوی کو تین طلاق لکھ دی کا حکم	411
۲۹۶	آٹھ سال قبل تین طلاق اسٹامپ پیپر پر لکھ دی کا حکم	411
۲۹۷	دو طلاق دی پھر ایک سال بعد ایک دی کا حکم	412
۲۹۸	سینکڑوں لوگوں کے سامنے تین طلاق دی، چار دن بعد قرآن اٹھا کر کہا کوئی طلاق نہیں دی	413

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۹۹	بیوی سے کہا تمہیں طلاق دیتا ہوں، توں مجھ پر حرام ہے، تو مجھ سے آزاد ہے.	413
۳۰۰	دو طلاق ذیکر کہتا ہے میں تمہیں طلاق دیتا ہوں	414
۳۰۱	حالت ایام مخصوصہ میں کہا میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، مجھ پر حرام ہے	414
۳۰۲	حلالہ شرعی کے بعد شوہر اول بعد از نکاح تین طلاق کا مالک ہوتا ہے	416
۳۰۳	سخت غصہ میں دی گئی تین طلاق کا حکم	416
۳۰۴	غصہ میں کہا اگر فلاں کام کروں تو مجھ پر میری بیوی پر طلاق حرام	418
۳۰۵	غصہ میں کہا میں نے تجھے تین طلاق سے چھوڑا، مجھ پر تین طلاق سے حرام ہے	418
۳۰۶	نامرد کی طلاق کا حکم	419
۳۰۷	طلاق دینے کا اہل کون ہے	420
۳۰۸	دو بیویوں کے برابر حقوق کا مسئلہ	421
۳۰۹	نافرمان بیوی کو غصہ میں کہا مجھ پر طلاق ہے، مجھ پر زن حرام ہے	422
۳۱۰	عدت کے اندر کیئے گئے نکاح کا حکم	423
۳۱۱	بیوی سے کہا میں تجھے طلاق دیتا ہوں، ایک، دو، تین میں نے تجھے چھوڑا ہے	423

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۱۲	چند عورتیں اور ایک مرد گواہی طلاق کی دیں مگر خاوند انکار کرے تو طلاق کا حکم	424
۳۱۳	بیوی کو تین طلاق دی، اب انکار کرتا ہے	425
۳۱۴	طلاق مغلظہ دینے کے دو سال بعد بیوی کو اپنے ساتھ لے گیا کا حکم	426
۳۱۵	حاملہ بیوی کو مغلظہ طلاق کا شرعی حکم	427
۳۱۶	شدید غصہ میں تین طلاق کا حکم	428
۳۱۷	طلاق دی مگر بیوی نے نہ سنی تو اس کا حکم	429
۳۱۸	غصہ میں دو بار کہا میں نے تجھے طلاق دی کا حکم	429
۳۱۹	مغویہ کو طلاق دی پھر اسی دن نکاح ہوا، اس کا شرعی حکم	430
۳۲۰	ایک وقت میں تین طلاق دی، تین متصور ہونگی یا ایک احناف کا مسلک	432
۳۲۱	کیا مغلظہ عورت مرد کو بغیر حلالہ کے حلال ہوگی	446
۳۲۲	بیوی سے کہا اگر کل تک گھر نہ آئی تو تم پر تین طلاق، دیک ایک ہفتہ بعد آئی	450
۳۲۳	بوقت نکاح لکھ دیا بیوی کو ہر ماہ 1500 روپے خرچہ دونگا نہ دیا تو تین طلاق کا حکم	451
۳۲۴	جبراً طلاق کا حکم	451
۳۲۵	غصہ میں کہا اگر میں سسرال جاؤں تو بیوی پر تین طلاق	452
۳۲۶	اسٹامپ پر تین طلاق لکھ کر بیوی کے حوالے کر دی کا حکم	452

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۲۷	غصہ میں کہا تجھے ایک دفعہ نہیں بے شمار دفعہ طلاق ہے تو مجھ پر حرام ہے	455
۳۲۸	گواہوں کی موجودگی میں اسٹام پر تین طلاق لکھ دیں، اہل حدیث مولوی کارد	456
۳۲۹	سفید کاغذ پر تین طلاق لکھ دیں، کا شرعی حکم	459
۳۳۰	غصہ کی حالت میں زمین پر تین لکریں کھینچی بنیت طلاق	461
۳۳۱	زبردستی طلاق نامہ پر انگوٹھا لگوالیا	462
۳۳۲	زمین کے معاملہ میں لڑائی کروں تو میری بیوی تین طلاق	462
۳۳۳	ملزم اسٹامپ پیپر جیل حکام کی موجودگی میں دستخط کردے	463
۳۳۴	طلاق کی نیت سے اسٹامپ پیپر خریدا، پھر پھاڑ دیا	464
۳۳۵	خاوند تین طلاق دیکر انکار کرے مگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو	464
۳۳۶	حاملہ اور حائضہ کو طلاق دی گئی کا حکم	465
۳۳۷	غصہ میں زبان سے نکل گیا، سب گھر والوں کو تین طلاق دیتا ہوں	466
۳۳۸	آدمیوں کے خوف سے کہا میں بیوی کو تین طلاق دے چکا ہوں کا حکم	466
۳۳۹	پہلے ایک طلاق دی پھر تین طلاق کا اقراری ہے	467
۳۴۰	ہنسی مذاق میں کہا، طلاق، طلاق، طلاق میں نے طلاق دے دی ہے	468
۳۴۱	اگر یہ لوگ سچے ہیں تو مجھ پر بیوی تین طلاق سے حرام ہے	469
۳۴۲	کلمہ واحد کے ساتھ تین طلاق کا حکم، حضرت عمرؓ کی ذات پر کیئے گئے اعتراض کا شافی جواب	469

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۴۳	لفظ چھوڑی کی تحقیق حضرت مولانا خواجہ محمد اکبر علی رضی اللہ عنہ کا تفصیلی فتوی	479
۳۴۴	غصہ میں بیوی سے کہا میں نے تجھ کو طلاق، دی، کا حکم	483
۳۴۵	غصہ میں کہا، جا کتی تو میری والدہ ہے، تیری ضرورت نہ ہے، گھر سے نکل جا کا حکم	484
۳۴۶	سسر کو کہا آج میں طلاق دے کر جاؤں گا	485
۳۴۷	غصہ میں حاملہ بیوی کو تین مرتبہ سے زائد کہا میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں	486
۳۴۸	حافظ قرآن بیوی کو کہا میں تجھے طلاق دیتا ہوں	486
۳۴۹	اگر میں بازار گیا تو تین بار بیوی پر طلاق	487
۳۵۰	بیوی سے کہا اگر کل تک نہ آئی تو تین طلاق	488
۳۵۱	اگر بھائی کے گھر قدم رکھوں تو مجھ پر بیوی تین طلاق سے حرام	488
۳۵۲	قسم اٹھائی اگر چچا کے گھر جاؤں تو بیوی تین طلاق سے حرام ہے	489
	باب ما یتبع الطلاق	490
۳۵۳	کیا وعدہ خلافی سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے	491
۳۵۴	بالغہ لڑکی کے انکار کے باوجود اگر نکاح کر دیا جائے تو	491
۳۵۴	بیوی والد کے سامنے چوری کا اقرار کرے، خاوند سے انکار کرے، کیا طلاق واقع ہو جائے گی	493
۳۵۵	ایک ہفتہ میں بہن کا نکاح نہ کر دوں، زمین پر پانچ پتھر پھینک کر چلا گیا	493

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۵۶	ڈاکوؤں نے بیوی سے زیادتی کی کیا طلاق دینا درست ہے	494
۳۵۷	اچھا اب میری طرف سے تین طلاق ہے، کا حکم	494
۳۵۸	بیوی متبع شریعت نہیں کو طلاق دینے کا شرعی حکم	495
۳۵۹	نفرت کرنے والی بیوی کو طلاق دینے کا حکم	496
۳۶۰	دل میں طلاق خیال گزرنا کیسا ہے	496
۳۶۱	طلاق نامہ پر زبردستی دستخط کرادینے کا حکم	497
۳۶۲	بہوشی کی حالت میں منہ سے طلاق، طلاق، طلاق کا کئی بار نکلنا	497
۳۶۳	برائی کرانے والی بیوی کو طلاق کا حکم	498
۳۶۴	شوہر تین طلاق دیکر انکار کرے اب بیوی کیا کرے	499
۳۶۵	عورت کا نام لیکر طلاق دی کا شرعی حکم	499
۳۶۶	اسٹام پیپر طلاق کی نیت سے خریدا، والد نے پھاڑ دیا، اس کا شرعی حکم	500
۳۶۷	طلاق کی نیت سے اسٹام پیپر خریدا، سمجھانے پر پھاڑ دیا، اس کا شرعی حکم	501
۳۶۸	بیوی کو دو طلاق دی نکاح کے بعد پھر دو طلاق دی کا حکم	501
۳۶۹	بیوی اور شوہر کی والدہ ایک طلاق کی پڑوسی تین طلاق کی گواہی دیں	502
۳۷۰	اگر بیوی کے نام کے بجائے کسی اور عورت کا نام لے کر طلاق دی	503
۳۷۱	لفظ طلاق، طلاق، طلاق کہا کا حکم	503

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۷۲	بھائی کو مخاطب کر کے کہا میں بیوی کو طلاق دے دونگا ۔	505
۳۷۳	ضدی بیوی کو کہا طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق، تو چلی جا	506
۳۷۴	غصہ کے عالم میں کہا مجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے	506
۳۷۵	ہمشیرہ سے کہا طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے	507
۳۷۶	منہ سے بے اختیار نکلا طلاق دی کا حکم	508
۳۷۷	بیوی سے کئی مرتبہ کہا میں کورٹ جا رہا ہوں طلاق دے دونگا	508
۳۷۸	خواب میں بیوی کو تین طلاق دی ہے	509
۳۷۹	دو دفعہ کہا ابھی طلاق دیتا ہوں	509
۳۸۰	غیر ارادی طور پر تین چار مرتبہ لفظ طلاق، طلاق منہ سے نکلا	510
۳۸۱	ذہنی مریض کی طلاق کا حکم	511
۳۸۲	شدید غصہ کی حالت میں طلاق کا حکم	511
	کتاب الطلاق (مسائل شتی)	513
۳۸۳	آوارہ عورت کو طلاق کا حکم	514
۳۸۴	قسم اٹھا کر کہا کزن کے علاوہ اور کسی لڑکی سے نکاح کروں تو وہ مجھ پر حرام ہے	514
۳۸۵	کاتب سے طلاق لکھوائی، انگوٹھا لگایا، بیوی کے والد کو طلاق نامہ دیا تو	514
۳۸۶	کاغذ پر تین طلاق لکھ دی مگر زبان سے کچھ نہیں کہا	515

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۸۷	غصہ میں کہا اگر توں نے نماز چھوڑی تو طلاق دے دونگا	515
۳۸۸	بیوی کے بھائی کو لکھ دیا اگر کسی اور لڑکی سے نکاح کروں تو ایک دو تین طلاق	516
۳۸۹	اسٹامپ پر لکھ دیا کہ ناچ گانے کی اجازت ہوگی، ورنہ نکاح فسخ سمجھیں	517
۳۹۰	شرابی اور جواباز لڑکے نے لکھ دیا کہ سب چھوڑ رہا ہوں اگر نہ چھوڑوں تو میری منکوحہ کو طلاق سمجھیں	519
۳۹۱	کیا عورت طلاق دے سکتی ہے	520
۳۹۲	غصہ میں کہا اگر والدین کے گھر گئی تو تین طلاق ہونگی۔	520
۳۹۳	کلمۂ واحد کے ساتھ تین طلاق دینے کا حکم	521
۳۹۴	اگر میں کوئی خلاف شرع کام کروں تو بیوی کو طلاق کا حق حاصل ہوگا	522
۳۹۵	خط کے ذریعے طلاق دینے کا شرعی حکم	523
	باب الطلاق المعلق	524
۳۹۶	حلفاً کہا اس جگہ سے میں نہ نکلا تو مجھ پر بیوی حرام ہے	525
۳۹۷	اگر بیٹے کی شادی کروں تو مجھ پر طلاق ہے	525
۳۹۸	اگر بیٹے نے فائر کیا ہوتو مجھ پر بیوی تین طلاق سے حرام ہے	525
۳۹۹	مجھ پر طلاق ہے اگر میں ان سے صلح کروں کا شرعی حکم	526
۴۰۰	بہنوئی نے اگر برابر کی زمین نہ دی تو مجھ پر طلاق ہے	527

۴۰۱	ہمشیرہ کے گھر جاؤں تو مجھ پر تین طلاق	527
۴۰۲	میں تجھے اس مکان میں لے جاؤں تو مجھ پر طلاق	528
۴۰۳	طلاق ثلاثہ بالشرط اٹھائی	529
۴۰۴	مجھ پر طلاق ہے پھر منہ پر ہاتھ رکھ دیا گیا کا شرعی حکم	529
۴۰۵	چار مہینوں میں مکان اکھیڑوں، گرنہ خالی کروں تو بیوی پر تین طلاق	530
۴۰۶	تارک الصلوۃ کی گواہی سے طلاق ثابت ہوگی یا نہ	530
۴۰۷	اگر میں بوٹی ماروں تو مجھ پر طلاق ہے	531
۴۰۸	اگر فلاں آدمی شادی میں شریک ہوئے تو مجھ پر بیوی طلاق	531
۴۰۹	اگر میں تیرے ساتھ کلام کروں تو مجھ پر بیوی تین طلاق سے حرام	532
۴۱۰	اگر میں بھائی سے رشتہ لوں تو مجھ پر طلاق ہے	532
۴۱۱	بیوی سے کہا اگر تو نے گھر کے باہر قدم رکھا تو مجھ پر تین طلاق	533
۴۱۲	بیوی سے کہا اگر اب والدین کے گھر گئی تو تمہیں طلاق دے دونگا	534
۴۱۳	غصہ میں کہا مجھ پر بیوی تین طلاق سے حرام اگر آئندہ تیرے گھر میں قدم رکھوں	535
۴۱۴	اگر میں دوکان پر جاؤں تو مجھ پر طلاق ہے	536
۴۱۵	نکاح فارم پر شرط لکھ دی تھی اگر دوسری شادی کروں تو پہلی بیوی کو طلاق	536
۴۱۶	اگر میں آئندہ فلم پر گیا تو تمام عورتوں کو طلاق ہوگی	537

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۱۷	حاملہ اور دودھ پلانے والی کو طلاق کا حکم	538
۴۱۸	کیا طلاق کا علم بیوی کو ہونا ضروری ہے	538
۴۱۹	غصہ میں کہا اگر بازار سے گوشت خرید لاؤں تو مجھ پر تین طلاق پھر بازار چلا گیا	539
۴۲۰	بیوی سے کہا اگر بھائی کے گھر قدم رکھا تو تین طلاق	539
۴۲۱	اگر میں چچا کے گھر جاؤں تو مجھ پر تین طلاق	540
۴۲۲	اگر تو والدین کے گھر گئی تو تین طلاق سے حرام ہے، والد فوت ہو گیا تو طلاق کا حکم	540
۴۲۳	اگر بہن کے گھر گئی تو تو مجھ پر حرام ہے	541
۴۲۴	اگر پرسوں تک زمین واپس نہ لوں تجھ پر طلاق ہے	541
۴۲۵	مجھ پر طلاق اگر کپڑے نکلوا دوں تو	542
۴۲۶	اگر اب میں آپ کے ساتھ رہوں تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق	542
۴۲۷	غصہ میں کہا اگر ادھر جاؤں تو مجھ پر تین طلاق سے حرام ہے	543
۴۲۸	اگر تجھ کو آج گھر سے نہ نکالوں تو مجھ پر طلاق ہے	544
۴۲۹	غصہ میں کہا اگر میں تجھے گھر میں رہنے دوں تو مجھ پر تین طلاق ہے	544
۴۳۰	تین چپل مار کر کہا تو گھر سے فارغ ہے	545
۴۳۱	مسئلہ گل میر خان کا	545

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۳۲	جا تُتی تو میری ماں ہے، مجھے تیری ضرورت نہ ہے، گھر سے نکل جا	546
۴۳۳	سسرال کو کہا آج میں بیوی کو طلاق دے کر جاونگا	548
۴۳۴	بیوی سے کہا یہ میرے کام کی نہیں، اس کو ہرگز نہیں رکھتا	549
۴۳۵	دھوکہ سے طلاق نامہ انگوٹھا لگوالیا	550
۴۳۶	منکوحہ کے والدین کی مرضی کے خلاف کہیں لے جاؤں تو میرا نکاح نہیں رہے گا	552
	باب طلاق المدہوش	554
۴۳۷	پاگل پن کا دورہ میں بیوی کو تین طلاق دی	555
۴۳۸	کم عقل کی طلاق کا حکم	556
۴۳۹	نشہ کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم	557
۴۴۰	پاگل آدمی کی طلاق کا حکم	558
۴۴۱	شراب پلا کر نشہ کی حالت میں طلاق نامہ پر انگوٹھا لگوالیا	559
	باب الطلاق فی الغضب	560
۴۴۲	شدید غصہ میں طلاق دی، آیا غصہ مانع طلاق ہے یا نہ	561
	باب المکرہ	564
۴۴۳	طلاق نامہ پر زبردستی انگوٹھا لگوالیا	565

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۴۴	جان سے مار دینے کی دھمکی دیکر طلاق دی	565
	باب الکنایات	566
۴۴۵	بیوی کو کہا مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے، تین عدد روڑے پھینک دیئے	567
۴۴۶	غیر ارادی طور پر کہا، ایک دو تین طلاق سے چھوڑا	567
۴۴۷	برادری کے مجبور کرنے پر بیوی کو تین مرتبہ کہا، طلاق، طلاق، طلاق	568
۴۴۸	خاوند نے بیوی کو مٹھی پھر ریت پھینکتے ہوئے کہا جا دفعہ ہو	569
۴۴۹	بیوی کی عدم موجودگی میں غصہ میں کہا طلاق، طلاق، طلاق	569
۴۵۰	سالی کے اغوا کرنے سے کیا بیوی مطلقہ ہوگی	570
۴۵۱	بیٹی سے جھگڑتے ہوئے کہے کہ طلاق، طلاق، طلاق	570
۴۵۲	اگر میں نے جھوٹ بولا ہو تو مجھ پر بیوی حرام ہے	571
	باب الطلاق الصبی	573
۴۵۳	کیا نابالغ طلاق دے سکتا ہے	574
۴۵۴	نابالغ بچے کی طلاق کا حکم	575
۴۵۵	نابالغ بالغہ لڑکی کو طلاق دے سکتا ہے	575
۴۵۶	بالغ ہونے کے اسباب کیا ہیں	576
۴۵۷	مسئلہ نابالغ کی طلاق کا	577

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۵۸	لڑکی اور لڑکے کی عمر سے بلوغت کا حکم	578
۴۵۹	کیا چودہ سال کا بچہ طلاق دے سکتا ہے	578
۴۶۰	نابالغ لڑکی کو طلاق ہو جاتی ہے	579
	باب العدت	581
۴۶۱	عورت عدت کس طرح گزارے	582
۴۶۲	رخصتی سے ایک دن پہلے دولھا فوت ہو جائے تو کیا عدت ہو گی	584
۴۶۳	طلاق کی مدت گزار رہی تھی اسی دوران خاوند فوت ہو گیا، اب کونسی عدت گزارے	585
۴۶۴	عدت کے دوران ملازمت کرنے کا حکم	585
۴۶۵	عدت کے دوران حمل گر جائے تو اب عدت پوری ہو گئی یا نہ	586
۴۶۶	عورت کہتی ہے حمل باپ کا ہے مگر باپ انکاری ہے، ایسی عورت پر عدت ہو گی یا نہیں	586
۴۶۷	طلاق کے فوراً بعد دوسری جگہ نکاح کیا عورت پر عدت لازم تھی	587
۴۶۸	عورت کا خاوند کے گھر عدت گزارنا لازم ہے	587
۴۶۹	کیا عورت ایام عدت میں خوشبو کنگھی وغیرہ کر سکتی ہے	588
۴۷۰	رخصتی سے پہلے طلاق دی، اب عدت ہو گی یا نہ	589
۴۷۱	مطلقہ غیر حاملہ کی عدت کتنی ہو گی	589
۴۷۲	ناجائز حمل کی صورت میں کیا دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے	590

۴۷۳	کیا وضع حمل سے پہلے زانی سے نکاح جائز ہے	590
۴۷۴	کیا عدت کے دوران نکاح ہوسکتا ہے	591
	متفرق مسائل	
۴۷۵	بکری سے بدفعلی کرنے کی سزا	593
۴۷۶	لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کی سزا	593
۴۷۷	گری پڑی اشیاء کے متعلق حکم	596
۴۷۸	حج کے موقع پر پردے کا حکم	603
۴۷۹	داڑھی کی شرعی حیثیت	609
۴۸۰	نماز پنجگانہ اور عیدین کے موقع پر مصافحہ کرنے کا حکم	620
۴۸۱	مندر، گرجا گھر، اور بتوں سے مدد مانگنے کا شرعی حکم	632
۴۸۲	نعت میں لفظ اللہ، اللہ بطور ردھم ذکر کرنے کا حکم	636
۴۸۳	سبز عمامہ باندھنے کا حکم	638
۴۸۴	کیا کوئی ایسی صورت ہے جس میں خودکشی کرنا گناہ نہ ہو	640
۴۸۵	وتر کی تیسری رکعت میں شامل ہو، دعائے قنوت پڑھے یا نہ	641
۴۸۶	وتر کی نماز قضا ہوجائے تو لوگوں کے سامنے کس طرح ادا کرے	641

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۸۷	سجدہ سہو کرنے کے بعد قعدہ آخیرہ میں دو رکعت بھول کر اور ملا دی اب دوبارہ سجدہ سہو کرے یا نہ	642
۴۸۸	عورت کو سجدہ تلاوت ادا کرنے سے پہلے حیض آجائے تو	642
۴۸۹	وہ صورت کیا ہے ہ ایک آدمی ساری دنیا گھوم آیا مگر نماز قصر کرنا واجب نہ ہوا	642
۴۹۰	خنثیٰ مشکل کو غسل کون دے	643
۴۹۱	پاگل کی نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ	643
۴۹۲	پہچان نہ ہو تو مسلمان ہے یا کافر کس قبرستان میں دفن کیا جائے	644
۴۹۳	کیا ایک مسلمان عادل کی گواہی سے 29 شعبان کے چاند کا ثبوت ہو جاتا ہے	644
۴۹۴	عید کے چاند کے لیے اگر دو آدمی گواہی دیں تو کیا عید ہوگی	645
۴۹۵	امیر آدمی کا حج افضل ہے یا غریب کا	646
۴۹۶	کیا مُحرم داڑھی کا خلال کر سکتا ہے	646
۴۹۷	اگر آدمی کے دونوں ہاتھ کہنیوں اور پاؤں ٹخنوں کے اوپر کٹے ہوئے ہوں تو وہ وضو کیسے کرے	646
۴۹۸	مردہ اور زندہ آدمی کے غسل میں فرق	647
۴۹۹	جس کپڑے پر سوئی کے نوک کے برابر پیشاب کی چھینٹیں پڑ گئیں	648

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۵۰۰	عورتوں کے مخصوص مقام سے رطوبتیں نکلتی ہے کیا وہ ناقص وضو ہے یا نہ	648
۵۰۱	غریب آدمی بیسویں ذوالحجہ صاحب نصاب ہو جائے تو،	648
۵۰۲	خصی جانور کی قربانی کا حکم	649
۵۰۳	جو آدمی منت کی قربانی کرے تو اس کا گوشت خود کھا سکتا ہے اور نہ اغنیاء کو دے سکتا ہے	649
۵۰۴	قربانی کا گوشت فروخت کرنے کا حکم	649
۵۰۵	پاگل مسلمان کے ذبیحے کا حکم	650
۵۰۶	بوقت ذبح بسم اللہ بھول کر ترک کر دی ہو تو	651
۵۰۷	دفاتر میں اپنا جائز کام کرانے کے لیے رشوت کا حکم	651
۵۰۸	ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم	651
۵۰۹	عیدگاہ میں نماز پنجگانہ کی جماعت کا شرعی حکم	656

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وسماجی خدمت کے سو سال

جامعہ اکبریہ ماہ وسال کے آئینہ میں

میانوالی کی سنگلاخ سرزمین کو اپنے مرشد وہادی خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ایک صدی قبل سراج السالکین عمدۃ العارفین الفاضل الکامل حضرت مولانا خواجہ محمد اکبر علی میروی رحمۃ اللہ علیہ نے میانوالی کو رشک طور بنایا۔ جانفشانی اور محنت سے ایک ایسا پودا لگایا جو تناور درخت بن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے مطابق ایک گھنا سایہ دار میٹھے پھل والا کارآمد شجرہ طیبہ بن چکا ہے حضرت کی خدمات علمی وروحانی، سماجی کا احاطہ ممکن نہیں، تاہم مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

☆ میانوالی میں تکمیل علوم ظاہر کے بعد ورود مسعود	1904ء1323ھ
☆ مسجد علیخان کی توسیع، مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد۔	1905ء1324ھ
☆ ہادی طریقت قطب دوراں خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت	1906ء1325ھ
☆ خرقہ خلافت وروحانی مدارج کی اجازت	1908ء1327ھ
☆ میانوالی کو مرکز روحانیت وارشاد بنانے کا فیصلہ	1910ء1329ھ
☆ انجمن اسلامیہ کا قیام ومسلمان یتیم بچوں کے لیے دارالکفالت کا قیام	1912ء1313ھ
☆ لائبریری ودارالکتب کا قیام	1913ء1332ھ
☆ عیدگاہ میانوالی کی تعمیر واجتماعی نماز عید کا اہتمام	1918ء1337ھ
☆ عیدگاہ میانوالی میں ترک مولات کی تحریک کا آغاز۔ (ہندوؤں سے قطع تعلق)	1920ء1339ھ
☆ عیدگاہ میانوالی میں اس سلسلہ میں تین روزہ اجتماع مولانا گلشیر مرحوم کے خطابات	1924ء1343ھ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆ حضرت ثانی کی تعلیم سے فراغت وشادی ترک موالات تحریک کی قیادت	1918ء 1347ھ
☆ تحریک ترک موالات کی حمایت میں فتوی کا اجراء	1930ء 1349ھ
☆ حضرت ثانی کا پہلا حج از بمبئی	1938ء 1357ھ
☆ میرا شریف کی سجادگی کا وصیت نامہ	1939ء 1358ھ
☆ مدرسہ اسلامیہ کی وسعت شعبہ درس نظامی کا قیام	1940ء 1359ھ
☆ بیماری ووفات حسرت آیات	1956ء 1365ھ
☆ حضرت ثانی کی طرف سے پہلا عرس مبارک	1957ء 1366ھ
☆ مسجد اکبریہ کی تعمیر نو	1973ء 1383ھ
☆ صاحبزادہ عبدالمالک صاحب کا سن فراغت وعملی ذمہ داریوں میں حصہ	1975ء 1385ھ
☆ انجمن اکبریہ کا قیام، مدرسہ کی تعمیر نو کا آغاز (جامعہ اکبریہ)	1970ء 1386ھ
☆ تحریک نظام مصطفی صلی اللہ علی وآلہ وسلم میں قبلہ استاذیم حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبدالمالک صاحب (تحریک ختم نبوۃ صلی اللہ علیہ وسلم میں جامعہ کا کردار مرکزی تھا) کا نمایاں حصہ وگرفتاریاں۔	1977ء 1387ھ
☆ جامعہ اکبریہ میں شعبہ حفظ مع التجوید کا اجراء	1979ء 1389ھ
☆ جامعہ اکبریہ میں شعبہ بنات (گرلز سیکشن کا آغاز)	1980ء 1390ھ
☆ حضرت ثانی حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات	1984ء 1394ھ
☆ جامعہ اکبریہ میں مڈل سکول کا قیام	1988ء 1398ھ
☆ جامعہ اکبریہ میں کمپیوٹر سنٹر کا قیام	1999ء 1410ھ
☆ ڈائیننگ ہال واساتذہ کے کوارٹر کی تعمیر	2000ء 1411ھ
☆ اکبریہ ماڈل ہائی سکول کی رجسٹریشن سرگودھا بورڈ سے الحاق	2001ء 1412ھ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆ جامعہ اکبریہ میں شعبہ للبنات کی مین برانچ کا اجراء بمطابق یکم رمضان المبارک	14 اکتوبر 2007ء 1428ھ
☆ زینب حال وکمیونٹی سنٹر کا قیام	2007
☆ کتاب جمال فقر کی دوبارا اشاعت	2007
☆ فتاویٰ اکبریہ جلد اول، دوم کی اشاعت	2008
☆ مختلف موضوعات پر بے شمار رسائل	2008
☆ جامعہ اکبریہ تجوید القرآن (مدینہ ٹاؤن)	**2008**
☆ اکبریہ گرلز کالج میں سکول کلاسز کا اجراء	2009

☆ تعمیرات ☆

☆ مرکزی جامع مسجد اکبریہ میانوالی کی تعمیر نو	1970 تا 1978
☆ مرکزی دار العلوم جامعہ اکبریہ کی تعمیر	1978 تا 2000
☆ مرکزی عیدگاہ میانوالی کی تعمیر نو اور تزئن	2003/04
☆ اکبریہ گرلز کالج کی تعمیر (مدینہ ٹاؤن)	2006/07
☆ جامعہ مسجد العمر کی تعمیر (مدینہ ٹاؤن)	2009/10ء
☆ فارغ التحصیل علماء کرام (عالمیہ 2010)	235
☆ فارغ التحصیل فاضلات فاضل عربی / درجہ عالمیہ	600
☆ فارغ التحصیل حافظات	35
☆ فارغ التحصیل حفاظ کرام	800
☆ فارغ التحصیل کمپیوٹر کورس	188
☆ کل استفادہ کنندگان	4000

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اظہار تشکر

فتاوٰی اکبریہ کی جلد اول کا ایڈیشن پہلے بے حد مقبول ہو چکا ہے، یقیناً یہ سب قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض بے پناہ ہے، زیر نظر جلد دوم کتاب النکاح اور کتاب الطلاق اور انکے متعلق ابواب پر مشتمل ہے۔نماز، روزہ و دیگر مسائل کی مانند یہ بھی عوام خصوصاً علماء کو اس کی اہم ضرورت پیش آتی ہے۔اس لیے توقع ہے کہ یہ علم وعرفان کا خزانہ بھی پہلی جلد کی طرح ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جائے گا۔

استاذ العلماء والفضلا حضرت صاحبزادہ محمد عبدالمالک حفظہ اللہ تعالیٰ مہتمم اعلیٰ جامعہ اکبریہ انجمن فضلاء جامعہ اکبریہ کمپوزر ایم **نذیر احمد اعوان** جنہوں نے اس کتاب کی کمپوزنگ، تدوین، ترتیب اور تخریج کے مشکل ترین مراحل میں نہ صرف میری مدد فرمائی ہے بلکہ میری ہمت میں اضافہ فرما کر صدقہ جاریہ میں عملاً حصہ ملایا نیز ان جملہ معاونین کا بھی شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے فتاوٰی اکبریہ جلد دوم کی اشاعت میں مالی معاونت فرمائی۔

ہر آن چیز کہ خاطر مے خواست

اخذ آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

یہ فتاوٰی کیا ہے؟۔علم وفضل وعوارف کا ایک گنجینہ اسرار ورموز دین کا بحر بیکراں مجھے اپنی کوتاہ علمی کے سبب وہ الفاظ نہیں ملتے جن کے ذریعہ اس کے محاسن بیان کرسکوں۔لاریب یہ خزینہ تعریف وتوصیف سے بالاتر ہے۔یہ فتاوٰی نہایت آسان وعام فہم ہے جس سے مشکل آسان ہو گئی ہے۔یہ استاذ العلماء کا زندہ جاوید کارنامہ ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہمیں اس سے استفادہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔فتاوی اکبریہ جلد دوم ارباب علم وفضل علماء ومشائخ آئمہ مساجد اورعوام الناس کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے فخر محسوس ہورہا ہے۔

اللہ رب العزت جل جلالہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اس بندہ عاجز کو علمی اوردینی خدمت کی توفیق بخشی۔میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت قبلہ والدگرامی اور جملہ اساتذہ اکرام وفضلاء اور معاونین کی خدمت کو قبول فرماکر ذخیرۂ آخرت بنائے۔

امین ثم امین۔

بجاہ النبی الکریم ﷺ

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ۔

صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ

ایل۔ایل۔ایم شریعۃ لاء لیکچرر بین الاقوامی اسلامک

یونیورسٹی اسلام آباد خادم آستانہ عالیہ اکبریہ میانوالی

جمادی الاول 1431ھ

☆☆☆☆☆

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سخنہائے گفتنی

ابو العرفان حافظ محمد علی اعظمی

فاضل جامعہ اکبریہ میانوالی

حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبد المالک صاحب

مدظلہ العالیہ

سجادہ نشین آستانہ اکبریہ میانوالی

اللہ تعالیٰ عزوجل عزوجل تعالیٰ نے کروڑوں مخلوقات پیدا فرمائیں، انسان کو ان سب میں افضل اس لیے بنایا کہ اسے علم عطا کیا گیا اور پھر علوم کے بھی بہت زیادہ شعبے ہیں۔ یہ تمام علوم انسان کی مادی زندگی کے لیے معاون و مددگار ہیں۔ سب سے افضل علم معرفت رب ہے جس کے لیے یہ کائنات تخلیق کی گئی ہے۔ یہ علم دنیا و آخرت کی سعادتوں کا مجموعہ بنایا، جیسا کہ ابن عدی کی روایت ہے،

العلماء مصابیح الارض و خلفاء الانبیاء و ورثتی و ورثۃ الانبیاء

اللہ تعالیٰ عزوجل کی معرفت وصفات جاننے والے زمین کے چراغ انبیاء علیہم السلام کے جانشین میرے اور انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور یہ معرفت خداوندی ہی انسان کی تخلیق کا باعث بنی۔ یہ علم استاد بغیر یار ہبر کے حاصل نہیں ہوسکتا، علم کتاب میں ہوتو بھی معلم کی اہمیت مسلم ہے۔

حقیقت تک رسائی اور اسرار و رموز جاننے کے لئے استاد اور رہبر لازمی ہے، کیونکہ وہ اسرار و رموز بہتر طور پر جانتا ہے اور اصل منبع اور ذریعہ سے واقفیت کی بناء پر اس نظام کا حصہ ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تمام انبیاء علیہم السلام دراصل اسی لیے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔

ایک فارسی جاننے والا فارسی میں لکھی کتابوں سے اپنی مرضی کے مطابق علم حاصل نہیں کر سکتا اس علم کے لیے فارسی جاننے والا اور علم سکھانے والا راہنما ضروری ہے کیونکہ اس نے استاد سے ملکر علم حاصل کیا ہے۔

سمجھ اور ادراک اس وقت ہوتا ہے جب استاد کی صحبت میسر آتی ہے۔ظاہری علوم کتابوں میں ہو تو بھی حقیقت تک رسائی کے لیے استاد کی ضرورت ہوتی ہے جو سمجھا سکے۔

حضرت ابوعلی ثقفیؒ فرماتے ہیں، **العلم حیوۃ القلب** علم قلب کو زندہ کرنے کا نام ہے اور اسی نسبت سے کفار کے دل کو مردہ کہا گیا ہے۔اور غفلت والوں کے دل بیمار غافل اس لیے کہا گیا ہے وہ شریعت کی آسان باتیں پسند کرتے ہیں۔

انسان کی فکر، خواہشات اور سوچیں مختلف ہیں ان کی پرکھ اور پہچان کے لے من کی کتاب کی ضرورت ہے، من کی کتاب جسے دل کی کتاب بھی کہہ سکتے ہیں ان کے لیے بھی کسی راہنما، استاد یا راہبر کی ضرورت ہوتی ہے۔یہی من کی کتاب اسے اپنی پہچان کراتی ہے۔

اور خالق و مالک کے بارے میں ادراک حاصل ہوتا ہے۔جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے آپ کو پہچان لیا یہ نفس کی پہچان دراصل من کی کتاب ہے، اس کا پڑھنا اور فہم و ادراک حاصل کرنا اتنا آسان نہیں۔ظاہری علم کی طرح اس کے لیے بھی استاد، راہبر اور راہنما کی ضرورت ہوتی ہے۔صحیفہ دل جتنا پڑھا جائے فہم ادراک اور عقل بڑھتی ہے۔اس من کی دنیا کے ایک رمز شناش نے کہا

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علم کے کئی ذرائع ہیں۔ علم حصولی اور علم حضوری، علم حصولی ادراک سے حاصل ہوتا ہے جب کہ علم حضوری اللہ عزوجل کے علوم کی قسموں میں سے ہے۔ اس علم کو معرفت کا علم بھی کہتے ہیں جن کے لیے بعض اوقات الفاظ بھی ساتھ دینے سے قاصر ہوتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے،

علم الباطن سر من اسرار اللہ عزوجل وحکم من حکم اللہ یلقوہ فی قلوب من یشاء من عبادی۔

علم باطن اللہ تعالیٰ عزوجل کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کے احکام میں سے ایک حکم ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہے القاء فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ نے تمام علوم کا ذریعہ خود اختیار فرمایا ہے اور اپنی پہچان کے لیے علوم ومعارف عالموں کے سردار فضلاء کی سند کاملوں کے تاج اور اول آخر کے علوم کی تکمیل کرنے والے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے من کے اندر مکمل طور پر اتار دیئے، الغرض چشم باطن اور چشم ظاہر ایک آنکھ بن جائیں تو پھر علوم ظاہر اور باطنی سب ظاہر ہوتے ہیں یہ تزکیہ اتنا اشد ضروری ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ کی پہچان نہیں ہوسکتی جب تک یہ پہچان مخلوق خدا کی قلب و ارواح میں نافذ نہ ہو۔ اس علم کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ معلم کے بغیر انسان اپنی سوچ، عقل اور فہم کے مطابق نفس کی مرضی سے علم کے معانی سمجھتا ہے، جو طبعیت سے مناسبت رکھتے ہوں قبول کرتا ہے، ورنہ رد کردیتا ہے۔ علوم کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔

کامل استاد کا کام یہی ہے کہ من کی کتاب کی پڑھائی اس انداز میں کرائے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ کے عطا کردہ علوم حقیقی کی شکل میں اس کے اندر رچ بس جائیں۔ اور نفس کی سرکشی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

درمیان میں حائل نہ ہو۔ جیسا کہ سلطان العارفین فرماتے ہیں ''کامل استاد وہ ہے جو دل کو درست اور چشم باطن کو کھول دے''

لو کان العلم دون التقوی شرفا لکان الا بلمس اشرف الاخلق اللہ تعالیٰ

اگر علم معرفت خداوندی اور تقویٰ کے بغیر باعث بزرگی ہوتا تو ابلیس اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بزرگ ہوتا۔

من کی پڑھائی کا دوسرا نام تزکیہ نفس ہے۔ تزکیہ نفس استاد کی قربت اور صحبت کے بغیر میسر نہیں آتا۔ اسی چیز کا نام تصوف بھی ہے۔ اور یہ اس وقت سے رائج ہے جب اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ نے اس کائنات کو بنانے کا ارادہ فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علی وآلہ وسلم کی صحبت نے لوگوں کے قلوب کا ایسا تزکیہ کیا جو ظاہر اور باطنی طور پر ایسے کارآمد ثابت ہوئے کہ وہ لوگ جو کسی کام کے نہ تھے ایسی تربیت فرمائی کہ زمانے کے راہبر و استاد بن گئے۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہم دوش ثریا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اگر آپ خلیفہ بلافصل کی زندگی کا مطالعہ کریں یا عزت اسلام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو والد نے تجارت کے لیے سامان خرید کر دیا۔ مگر وہ تجارت سے قاصر تھے۔ اونٹ خرید کر

دیئے مگر ذمہ داری نہ نبھا سکے۔ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسی تاثیر پیدا کی کہ بائیس لاکھ مربع میل کے مثالی حکمران ثابت ہوئے۔ جن کی مثال آج تک تاریخ پیش نہ کر سکی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرشد ہادی واستاد تسلیم کیا تو وہ فراست عطا ہوئی کہ ان کی تائید میں اللہ تعالیٰ وحی نازل فرماتے ہیں،

رائیہ بالوحی الکتاب کے مبارک لقب کے مستحق ہوئے یہ نور نبوت کا فیضان تھا کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ہزاروں میل کی مسافت پر سالار لشکر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت دیتے ہیں۔

یا ساریۃ الجبل اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جا۔ وہ اس ہدایت پر عمل کرتے ہیں تو رب تعالیٰ جل جلالہ فتح عطا فرماتے ہیں کیوں نہ ہو ہمارے آقا و مولیٰ تاجدار رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس علم معرفت کے متعلق ارشاد پاک ہے،

اتقوا فراست المومن فانہ ینظر بنور اللہ

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے نور سے دیکھ لیتا ہے یہ من کی کتاب اور استاد کی صحبت سے حاصل کردہ کمال کا نتیجہ ہے جسے فراست ایمانی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

آج گئے گزرے زمانے میں استاد کامل اور راہنمائی کی ضرورت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ مادی سوچیں اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ کے احکامات سے دوری کا سبب بنتی ہیں اور حقیقی مفہوم و معنی سمجھ نہیں آتے۔

جب تک نفسانی آلائشوں کا ادراک اور کامل استاد سے تزکیہ نفس کا علم نہ پڑھے اور صحبت استاد کے بغیر یہ سب کچھ ناممکن ہے، کیونکہ صحیفہ دل کے لیے نصاب کتابوں سے نہیں نگاہوں سے میسر آتا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بقول شاعر

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا۔

اللہ تعالیٰ عز وجل تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ ولی کامل نائب حضرت خواجہ محمد اکبر علی رحمتہ اللہ علیہ حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبدالمالک صاحب طال اللہ عمرہ وحفظہ کی ہستی کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رہے اور یہ ذات اقدس ہمارے لیے تحفہ ربانی سے کم نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ عز وجل تعالیٰ ان کی عمر اور فیض میں برکت فرمائے جن کی صحبت نافع سے پاکستان کے گوشہ گوشہ میں اسلام اپنی اصلی شان وشوکت اور آب وتاب سے پہنچ رہا ہے،آپ کے تلامذہ فضلاء ملک کے کونے کونے میں علوم و معارف کے مدقق استاد ہیں کہ ان کے ذریعے لوگ من کا علم حاصل کر رہے ہیں۔
اللہ تعالیٰ عز وجل تعالیٰ انہیں اور ان کے متعلقین ومتوسلین اور فضلاء کو سلامت رکھے

آمین

بجاہ النبی العالمین صلی اللہ علیہ و آلہ سلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نکاح کے معنی و مفہوم

محمد علی اعظمی

نکاح کے معنی ومفہوم لسان العرب میں علامہ منظور لکھتے ہیں نکاح کا مطلب وطی یعنی عمل ازدواج ہے، اور تزوج کو یعنی شادی کو نکاح اس لئے کہتے ہیں کہ وہ عمل ازدواج کا سبب ہے۔ لغت میں مطلقاً نکاح کو ضم اور ملانے کو کہتے ہیں اور کبھی عقد کو بھی بولتے ہیں اور کبھی جماع کو بھی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصل نکاح کی کلام عرب میں جماع ہے، اور بیاہ کو جو نکاح کہتے ہیں اس لیے کہ وہ سبب ہے جماع کا، ابو القاسم زجاجی نے کہا ہے کہ جماع اور وطی دونوں اصل میں نکاح ہیں۔

ابو علی فارسی نے ایک باریک بات کہی ہے کہ جب عرب کہتا ہے " نكح فلان فلانة " تو وہاں مراد ہوتا ہے کہ عقد کیا فلانے مرد نے فلانی عورت سے، اور جب کہتا ہے، " فلان امرأة " تو یہ معنی ہوتے ہیں کہ جماع کیا فلانے مرد نے اپنی عورت سے اس لیے اپنی عورت کا قرینہ دلالت کرتا ہے کہ یہاں عقد مراد نہیں بلکہ جماع ہی مردا ہے۔ امام صاحب رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نکاح حقیقتاً جماع ہے اور مجازاً عقد ہے۔ (البحر الرائق)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نکاح اور طلاق کی شرعی حیثیت

محمد علی الاعظمی

شریعت اسلام ایک مکمل اور پاکیزہ نظام حیات کا نمونہ ہے۔ اس میں نکاح کو صرف ایک معاملہ اور معاہدہ نہیں بلکہ ایک گونہ عبادت کی حیثیت بخشی ہے جس میں خالق کائنات عزوجل کی طرف سے انسانی فطرت میں رکھے ہوئے شہوانی جذبات کی تسکین کا بہترین اور پاکیزہ سامان بھی ہے اور مرد وعورت کے ازدواجی تعلقات سے جو عمرانی مسائل بقائے نسل اور تربیت اولاد کے متعلق ہیں ان کا بھی معتدلانہ اور حکیمانہ بہترین نظام موجود ہے۔

نکاح وطلاق کے معاملہ پر مذہب وملت میں عام معاملات بیع وشراء اور اجارہ کی طرح نہیں کہ طرفین کی رضامندی سے جس طرح چاہیں کرلیں بلکہ ہر مذہب وملت کے لوگ ہمیشہ سے اس پر متفق ہیں کہ ان معاملات کو ایک خاص مذہبی تقدس حاصل ہے۔ (آئندہ اوراق میں آپ ملاحظہ کریں گے) اس کی ہدایات کے تحت یہ کام سرانجام پانے چاہیں۔ اہل کتاب، یہود ونصاریٰ تو بہر حال ایک آسمانی دین اور آسمانی کتاب سے نسبت رکھتے ہیں ان میں سینکڑوں تحریفات کے باوجود اس قدر مشترک اب بھی ہیں کہ ان معاملات میں کچھ مذہبی حدود وقیود کے پابند ہیں، کفار ومشرکین جو کوئی آسمانی کتاب اور مذہب نہیں رکھتے مگر کسی نہ کسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے قائل ہیں جیسے، ہندو، آریا، سکھ، مجوس، آتش پرست، نجوم پرست لوگ وہ بھی نکاح وطلاق کے معاملات کو عام معاملات بیع وشراء یا اجارہ کی طرح نہیں سمجھتے، ان کے ہاں بھی کچھ مذہبی رسوم ہیں جن کی پابندی ان معاملات میں لازم سمجھی جاتی ہے اور انہی اصول ورسوم پر تمام مذاہب کے عائلی خاندانی قوانین چلتے ہیں۔

المختصر یہ کہ چونکہ معاملہ ازدواج کی درستگی پر موقوف ہے اس لیے قرآن کریم میں

ان عائلی مسائل کو تمام دوسرے معاملات سے زیادہ اہمیت دی ہے۔قرآن کریم کو بغور پڑھنے والا یہ عجیب مشاہدہ کرے گا کہ دنیا کے تمام معاشی مسائل میں سب سے اہم تجارت شرکت اجارہ وغیرہ ہیں۔قرآن حکیم نے ان کے تو صرف اصول بتلانے پر اکتفا فرمایا ہے ان کے فروعی مسائل قرآن میں شاذونادر ہیں۔بخلاف نکاح وطلاق کے کہ انہیں صرف اصول بتلانے پر اکتفا نہیں بلکہ ان کے بیشتر فروع اور جزئیات کو بھی براہ راست حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن کریم میں نازل فرمایا ہے۔

اسلامی اصول کا رخ یہ ہے کہ جن مرد وعورت میں اسلامی اصولوں کے مطابق ازدواجی تعلق قائم ہو وہ پائیدار اور عمر بھر کا رشتہ ہو جس سے ان دونوں کی دنیا وآخرت بھی درست ہو اور ان سے پیدا ہونے والی اولاد کے اعمال وافعال بھی درست ہوں۔اسی لیے نکاح کے معاملے میں شروع سے آخر تک ہر قدم پر اسلام کی ہدایات یہ ہیں کہ اس تعلق کو تلخیوں اور رنجشوں سے پاک صاف رکھنے کی اور کبھی پیدا ہو جائے تو ان کے ازالہ کی پوری کوشش کی گئی ہے، لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود بعض اوقات طرفین کی زندگی کی فلاح اسی پر منحصر ہو جاتی ہے کہ یہ تعلق ختم کر دیا جائے۔جن مذاہب میں طلاق کا اصول نہیں ہے انہیں ایسے اوقات میں سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور بعض اوقات بہت برے نتائج سامنے آتے ہیں۔اس لیے اسلام نے قوانین نکاح کی طرح طلاق کے بھی اصول وقواعد مقرر کیے مگر ساتھ ہی یہ ہدایت بھی دی کہ طلاق اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نزدیک نہایت مکروہ کام ہے، جہاں تک ممکن ہو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔حدیث میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے۔اور حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''یعنی نکاح کرو اور طلاق نہ دو کیونکہ طلاق سے عرش رحمٰن ہل جاتا ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بہر حال اسلام نے اگر چہ طلاق کی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ تا بمقدور اس سے روکا ہے، لیکن بعض ضرورت کے مواقع میں اجازت دی تو اس کے لیے کچھ اصول وقواعد بنا کر اجازت دی، جن کا حاصل یہ ہے کہ اس رشتہ ازدواج کو ختم ہی کرنا ضروری ہو جائے تو وہ بھی خوبصورتی اور حسن معاملہ کیساتھ انجام پائے۔ محض غصہ نکالنے اور انتقامی جذبات کا کھیل بنانے کی صورت نہ بننے پائے۔

نکاح ایام جاھلیت میں

مذہب اسلام سے قبل جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت مٹ چکی تھی، شریعت عیسوی کے خدوخال مجہول ہو چکے تھے۔ اس وقت ملک عرب خصوصاً شہر مکہ میں بہت ساری برائیاں جنم لے چکی تھیں۔ اس وقت ان کے یہاں نکاح کی متعدد صورتیں تھی۔

۱: پہلی صورت یہ تھی کہ اگر کوئی عورت کسی شخص کو پسند آجاتی تو وہ اس کے گھر شادی کا پیغام بھیجتا، اگر وہ قبول کرلیتی تو شادی ہو جاتی چونکہ یہ صورت انسانیت کے دائرے ہی کے اندر تھی اس لیے وہ آج تک چلی آرہی ہے۔

۲: دوسری صورت یہ تھی کہ ایک عورت کے پاس تو آدمی آتے اور باری باری اس سے مباشرت کرتے کچھ مدت کے بعد جب اس کو استقرار حمل ہوتا تو عورت ان لوگوں کو بلاتی جنہوں نے اس سے مباشرت کی تھی اور ان لوگوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہتی کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم نے باری باری تم لوگوں سے ایسا ایسا کیا ہے جس سے ہم کو حمل ہو گیا۔ اس لئے تم میں سے کوئی ایک اس بچے کا باپ بنے گا۔ پھر ان میں سے وہ کسی ایک کا انتخاب کر لیتی، یہی ان دنوں کا بیاہ تھا۔ پھر اس بچے کی نسبت آدمی کی طرف کر دی جاتی اور اسے مجال انکار نہ ہوتا، یہ شرم ناک صورت اس وقت بڑے بڑے ذی عزت لوگوں میں بھی رائج تھی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳: تیسری صورت یہ تھی کہ ایک عورت کے ساتھ سینکڑوں آدمی منہ کالا کرنے آتے اس طرح کی عورتیں اپنے مکان پر جھنڈا نصب کئے رہتی تھیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ عصمت فروش عورتیں ہیں۔ جب ان میں سے کسی کو بچہ پیدا ہوتا تو وہ اپنے ان تمام شناساؤں کو بلاتی کہ جن سے منہ کالا کیا تھا۔ اس میں ایک قیافہ شناس بھی ہوتا جو بچے کو دیکھ کر اس کی نسبت کسی ایک کی طرف کر دیتا یہی ان دونوں کی شادی تھی اور مرد کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی۔

۴: نکاح کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ مرد و عورت آپس میں عہد وفا کرتے وقت اپنی اپنی چادریں ایک دوسرے کے اوپر ڈال کر پھاڑ ڈالتے اس کے بعد ان دونوں کے مابین رشتہ زوجیت قائم مانا جاتا جو ایسا نہ کرتے ان کے متعلق یہ سمجھ لیا جاتا کہ ان کی محبت ناپائیدار ثابت ہوئی، لہٰذا ان میں رشتہ زوجیت قائم نہیں مانا جاتا۔

نکاح قدیم روما میں

قدیم روما میں دو قسم کی شادی ہوتی تھیں۔ عارضی اور مستقل۔ عارضی شادی کی مدت صرف ایک سال تک ہوتی تھی اس میں مرد و عورت بغیر کسی تقریب و رسم و رواج کے باہمی تعلقات پیدا کر لیا کرتے تھے اور یہ تعلقات سال بھر تک برقرار رہتے تھے۔ اگر اس دوران میں مرد و عورت کی زندگی خوشگوار ثابت ہوتی تو مدت پوری ہونے کے بعد مستقل شادی کر لیتے۔

نکاح وحشی اقوام میں

وحشی اقوام میں ایک شادی کا رواج کبھی نہیں پایا گیا، ان کے یہاں اشتراکیت کی درجنوں صورتیں تھیں، یعنی جس طرح ایک مرد مختلف عورتوں کا شوہر بن سکتا تھا اسی طرح ایک عورت مختلف مردوں کی بیوی ہو سکتی تھی اور یہ ان کے معاشرے میں قطعی غیر پسندیدہ نہ تھا۔ چنانچہ شمالی ہند کے بعض کوہستانی علاقوں میں اب بھی یہ دستور پایا جاتا ہے کہ اگر ایک گھر میں متعدد بھائی

ہوتے ہیں تو شادی صرف بڑے بھائی کی ہوتی ہے، لیکن عملی طور پر سب اسے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ پہلی اولاد کی نسبت بڑے بھائی کی طرف دوسری کی نسبت دوسرے بھائی کی طرف تیسری کی نسبت تیسرے اور چوتھی اولاد کی نسبت چوتھے بھائی کی طرف ہوتی ہے ان میں نہ کبھی آپس کا جھگڑا ہوتا ہے اور نہ ہی باہمی جذبہ رقابت۔ بھوٹان اور تبت کے بعض علاقوں میں بھی یہی دستور ہے کہ ایک عورت کئی مردوں کی بیوی ہوتی ہے اور وہ ان سب کی فرماں برداری کرتی ہے۔ مرد جو کچھ کما کے لاتے ہیں بلاشرکت غیرہ وہ تنہا کل کی مالکہ ہوتی ہے۔

نکاح قدیم مصر میں

قدیم مصر کی شادی بیاہ کا رشتہ بہت لچکدار ہوتا تھا اور ستھرے مذاہب و پاکیزہ سوسائیٹی کے لحاظ سے دنیا کا آٹھواں یا گیارہواں عجوبہ چنانچہ وہ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ عورت بانجھ ہے یا مرد ہی اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے وہ باضابطہ شادی سے پیشتر علی الاعلان ازدواجی تعلقات پیدا کر لیتے تھے اگر اس اختلاط جنسی سے عورت کو استقرار حمل ہو جاتا تو وہ محبت کا واسطہ دے لے کر ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کا ہو کر رہ جاتے بصورت دیگر کچھ مدت انتظار کے بعد الگ ہو جاتے۔

پورٹ لینڈ

جہاں کی سیمنٹ بہت مشہور ہے وہاں اب تک یہ رواج چلا آتا ہے کہ عورت شادی کیے بغیر مرد کے ساتھ رہنا شروع کر دیتی ہے اور جب حمل ٹھہر جاتا ہے تو دونوں شادی کر لیتے ہیں اور نہ فریقین مختار ہوتے ہیں خواہ جدا ہو جائیں۔ خواہ اپنی جمالیاتی حسن و جذبہ شہوت کی تسکین کی خاطر الگ نہ ہونے کی قسم کھالیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آزمائشی شادیاں

موجودہ یورپ جو اپنے کو مہذب اور ترقی یافتہ ہونے کا بہت لمبا راگ الا پتا ہے وہاں پر قبل از نکاح باہمی تعلقات پیدا کر کے جنسی اختلاط کر لیا جاتا ہے۔ محض معلوم کرنے کے لیے کہ آئندہ زندگی خوشگوار ہوگی کہ نہیں؟

اس قسم کی شادیوں کو آزمائشی شادیاں کہا جاتا ہے جو کورٹ شپ کا عمومی نتیجہ ہوا کرتی ہیں۔ پہلے پہلے صرف باہمی تعارف ہوتا ہے، پھر آشنائی ہو جاتا ہے، رفتہ رفتہ وہی آشنائی یکجائی کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور پھر یہی دلفریب یکجائی آگے چل کر ہرجائی ہونے کا باعث بن جاتی ہے۔

نکاح دھرم شاستر میں

ہندوؤں میں دھرم شاستر کی رو سے بیاہ کی آٹھ قسمیں ہے۔

۱۔ برہم بوا۔۲۔ دیو بواہ۔۳۔ پرجاپتی بواہ۔۴۔ ارشابواہ۔۵۔ اسر بواہ۔۶۔ کندھرب بواہ۔۷۔ راکشش بواہ۔۸۔ بشاچ بواہ

منوسمرتی کے مطابق نکاح کے یہ آٹھوں طریقے جائز ہیں لیکن اول چار قسمیں برہمنوں کے لیے ہیں اور چار قسمیں کھشتریوں کے لیے ہیں۔ راجہ اگر چاہے تو راکشش بواہ بھی کر سکتا ہے۔ اسر بواہ یہ صرف نچلے طبقوں اور شودر قوموں کے لیے درست ہے، ان آٹھوں قسموں میں تقریباً ہر قسم کی شادیاں آجاتی ہیں۔

۱: برہم بواہ: شادی کا وہ طریقہ جو ہندوؤں میں عام طور پر رائج ہے، یعنی لڑکی والے اپنی بیٹی کے لیے مناسب بر تلاش کرتے ہیں بعدہ دھوم دھام سے شادی کر دیتے ہیں۔

۲: دیو بواہ: اس میں لڑکی کی شادی کسی دیوتا سے کر دی جاتی ہے اور وہ لڑکی اس دیوتا کے

مندر میں زندگی گزارتی ہے ایسی لڑکیوں کو دیوداسیاں یا مرلیاں کہتے ہیں۔

۳: ارشابواہ: وہ تارک الدنیا لوگ جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا بالکل کنگال ہوتے ہیں لوگ انہیں مقدس سمجھ کر اپنی بیٹیاں دے دیتے ہیں اس کو اصطلاح میں کنیادان کہتے ہیں۔

۴: پرجاپتی بواہ: اس میں مرد و عورت نہایت اہتمام کے ساتھ شادی رچاتے ہیں اس میں ذات پات کا کافی لحاظ رکھا جاتا ہے لڑکی والے برادری اور بارات کو کھانا کھلا کر لڑکی کو مناسب جہیز دے کر رخصت کر دیتے ہیں۔

۵: اسر بواہ: یہ ادنٰی درجے کا بیاہ کہلاتا ہے کیونکہ اس میں خرید و فروخت کو بھی ایک حد تک دخل رہتا ہے۔ یہ طریقہ ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔

۶: گندھرب بواہ: آزاد مرد و عورت خوشی خوشی ایک دوسرے کو قبول کر لیں۔ خواہ گواہ پنڈت جی موجود ہوں یا نہ۔

۷: راکشش بواہ: کسی لڑکی کو جبراً بھگا کر اس سے شادی کر لینا۔

۸: پشاچ بواہ کسی لڑکی کو شراب یا دارو پلا کر بے ہوش کر دینا بعدہ اس سے منہ کالا کرنا یعنی نیند یا بے ہوشی کے عالم میں اس کی عزت لوٹ لینا۔

نکاح قدیم ایران میں

ایران کے بڑے بڑے گھرانوں میں یہ دستور تھا کہ جب ان کی لڑکیاں جوان ہو جاتی تھیں تو ہم نسب و ذی عزت لوگوں کو مدعو کیا جاتا اور لڑکی کو یہ اختیار دیا جاتا کہ جسے چاہے وہ اپنا شریک حیات منتخب کر لے۔ اصطلاح میں اسے جشن شوہر گراں کہتے تھے۔

اس طرح کا دستور ہمارے ہندوستان کے راجاؤں میں بھی تھا کہ جب ان کی لڑکیاں جوان ہو جاتی تھیں تو وہ کسی خاص بر کی تلاش نہیں کرتے تھے بلکہ پنڈتوں سے مہورت لے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کر شادی کا ایک خاص دن مقرر کر دیتے تھے اور تاریخ مقررہ سے پہلے ملک کے تمام راجاؤں کو مطلع کر دیتے تھے جب تمام راجے جمع ہو جاتے تو ایک جلسہ کیا جاتا اور اس جلسے میں ایک شرط رکھی جاتی تھی جو عالی نسب راجہ اس شرط کو پورا کر دیتا اس کے گلے میں راجکماری اپنی رضامندی کا ہار ڈال دیتی جس کی وجہ سے وہ راجہ راجکماری کا خوش نصیب شریک زندگی مانا جاتا تھا۔ اس تقریب کو سوامبر (یعنی جلسہ انتخاب شوہر) کہتے تھے۔ سوامبر کے تین واقعات ہندوستا میں بہت مشہور ہیں۔

شادی کا بنیادی مقصد

موجودہ عہد میں ترقی یافتہ ملکوں میں شادی بیاہ کا بنیادی مقصد خواہ کچھ بھی ہو خواہ جذبہ شہوت وہوس رانی کے لیے ایک خودساختہ دستور ہی کیوں نہ بنالیا گیا ہو۔ لیکن ہر ستھرے مذہب، ہر ستھری تہذیب، ہر مہذب قوم اور پاکیزہ معاشرے نے اپنے خاندان کو زیادہ تعداد میں کرنے اپنے نسلوں اپنی یادگاروں نیز انسانی نسل کی بقاء وتحفظ اور صحیح النسبی کے لیے زندگی کا ایک اہم اور بنیادی فریضہ تسلیم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی زندگی میں شادی بیاہ کو بہت ہی زیادہ اہمیت حاصل ہے اور شادی کا بنیادی مقصد صرف یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ معاشرے کو پاک وصاف اور اپنے خاندان کی عظمت ووقار نیز جذبہ شہوت کو سکون دینے کے لیے شادی ایک پسندیدہ نہیں بلکہ ایک ضروری امر تصور کیا جاتا ہے۔

مذہب اسلام

ایک فطری دین ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اپنے وسیع دامن میں اعتدال وتوازن کا درشہوار لیے ہوئے ہے۔ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں جس کے لیے اسلام نے نظام اعتدال وتوازن نہ پیش کیا ہو۔

ویسے ہانکنے کو تو بہت ساری ترقی وشہرت یافتہ قوموں و مذہبوں نے بہت کچھ ہانکا ہے اور اپنی شرافت تہذیب شائستگی معاشرت تمدن کا گیت اور اپنے ہی منہ سے سے ان کی لاثانیت کا بہت لمباراگ الاپا ہے۔ (جیسا کہ موجودہ یورپ الاپ رہا ہے۔)

لیکن عملی دنیا میں ان کی بے چارگی کی تصویر دیکھ کر بہت رحم آتا ہے یقین نہ آئے تو قدیم وجدید تاریخوں کو چھان ڈالیے اس کے بعد ہی کچھ فیصلہ کیجئے۔

کسی قوم مذہب نے انسان کو حیوانیت وشہوانیت کا مجسمہ مانا اور اس کے لیے انسان کی نفس پرستی وہوس رانی کی سرپرستی کو اپنے تمدن کی سربلندی کا واحد سٹرفکیٹ جانا نتیجے میں وہ قوم عین ونشاط اور عیاشیوں میں ڈوب کر فنا کے گھاٹ اتر گئی۔

اور کسی کے نزدیک انسان مجسمہ روحانیت ہے، لہٰذا اس کے فطری جذبات اور جنسی وشہوانی خواہشات کو جڑ سے ختم کر دینے کو روح کی توانائی ومحبوبیت الٰہی کے لیے واحد ذریعہ اور اختلاط جنسی کو تمام برائیوں کی جڑ بتایا۔

اس سلسلے میں اصل کلیسا نے سخت ترین اقدام کیا اور اختلاط جنسی کو خواہ نکاح کے ذریعہ یا بغیر نکاح، روح کی آلائش اور داعی الیٰ عذاب النار یعنی دوزخ میں جانے کا سبب بتایا، نتیجے میں پوری قوم عیسائیت نے قلادہ مسیحیت کو اپنی گردن سے اتار پھینکا اور شہوت رانی میں ایسی ڈوبی کہ گھوڑوں گدھوں بندروں، کتوں اور کتیوں سے بھی دو چار قدم آگے نکل گئی۔

انسان کے متعلق اسلامی نظریہ

اوپر آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دو مشہور ترقی یافتہ قوموں و مذہبوں نے انسان کے بارے میں کیا نظریہ قائم کیا۔

ایک نے اس مجسمہ روحانیت اور دوسرے نے مجسمہ شہوانیت مان کر اس کے

بارے میں اپنی ناقص عقل کا بگٹٹ گھوڑا کس طرح دوڑایا۔ مگر اسلام نے یہ تعلیم دی کہ ارے نادانو! تم کہاں بہک رہے ہو۔ انسان تو مجسمہ شہوانیت ہے کہ صرف اس کے لیے عیش پرستی وہوس رانی کے لیے سامان تسکین مہیا کرو اور اس کے عواطف فکر وروح کو جڑ سے اکھیڑ دو اور نہ ہی مجسمہ روحانیت ہے کہ اس کے جذبہ شہوانیت کا قلع قمع کر دو بلکہ وہ شہوانیت وروحانیت دونوں کا مجسمہ ہے، یعنی نوازع شہوانیہ وعواطف فکریہ روحانیہ دونوں سے مرکب ہے اسلام نہ تو رہبانیت کی تعلیم دیتا ہے اور نہ محض دنیاداری کی بلکہ وہ تو اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ لا رھبانیۃ فی الاسلام یعنی مذہب اسلام میں تجرد کی زندگی نہیں۔

مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید میں مسلمانوں کا رب ارشاد فرماتا ہے، (ترجمہ) عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئے اس سے نکاح کرو۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

نکاح کرنا میری سنت ہے۔ پس جو (استطاعت رکھتے ہوئے) میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرا نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان روحانیت وشہوانیت دونوں سے مرکب ہے تو شہوانی قوت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہمارے جذبہ شہوت کے لیے کوئی سامان تسکین فراہم کیا جائے اور قوت روحانیہ کا یہ مطالبہ ہے کہ ہماری آسودگی وبالیدگی کے لیے بھی کوئی سامان بہم پہنچایا جائے۔

اسلام نے ایک طرف انسانی جذبات کے تلاطم میں ٹھہراؤ اور سکون پیدا کرنے کے لیے نکاح کا حکم دیا۔ اور دوسری طرف اس کے عاطفہ فکر وروح کو مکمل تسکین دینے اس کے قلب کی صفائی وروح کی پاکیزگی اور بالیدگی کے لیے ایک مکمل نظام عبادت پیش کیا اور فرمایا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (ترجمہ) آگاہ ہو جاؤ اللہ کے ذکر سے دلوں کو چین ملتا

ہے۔اور معاشرے کی پاکیزگی وروح کی توانائی نیز انسان کی شہوانی قوتوں کو اخلاقی ڈھانچے میں لانے کے لیے زنا اور دوسرے غیر فطری افعال کے ارتکاب پر نہایت ہی معقول سزا مقرر کی۔

زنا کے متعلق قانون پیش کیا

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ (النور، آیت ۲)

(ترجمہ) زنا کرنے والے کنوارے مرد اور زنا کرنے والی کنواری عورت دنوں میں سے ہر ایک کو سو سو درے لگاؤ۔

اور اگر یہی قبیح حرکت شادی شدہ نے کی ہے تو اسے سنگسار کر دیا جائے یعنی میدان میں کھڑا کر کے اس کے اوپر چاروں طرف سے اس قدر پتھر برسایا جائے کہ وہ بالکل ختم ہو جائے۔عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں اس پر عمل کیا جا چکا ہے۔غیر فطری افعال کے ارتکاب پر مسلمانوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

(ترجمہ) یعنی جس شخص نے مرد یا عورت کو پیچھے کے مقام میں مجامعت کی اس پر اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہ فرمائے گا۔

ملعون من عمل عمل قوم لوط

(ترجمہ) ملعون ہے ہی کہ وہ شخص جس نے قوم لوط کا عمل کیا (یعنی لواطت کی)

اسلام میں شادی کا بنیادی مقصد

آزاد خیال طبقوں اور خود ساختہ مذہبوں میں شادی بیاہ کا بنیادی مقصد خواہ کچھ بھی ہو لیکن مذہب اسلام میں شادی کا مفہوم اتنا وسیع اور اس کا مقصد اتنا بلند اور عظیم ہے کہ اس کی عظمت کا انکار ممکن نہیں۔حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کیمیائے سعادت صفحہ ۲۶۳ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے خواہش جماع کو آدمی پر اس لیے مسلط کیا

ہے تاکہ وہ تخم ریزی کرے اور نسل منقطع نہ ہونے پائے نیز یہ بہشت کی لذت کا نمونہ بھی ہے۔

چنانچہ اسلام نے شادی کا بنیادی مقصد افزائش نسل یعنی حصول اولاد کو قرار دیا۔ فرماتے ہیں اللہ جل جلالہ کے رسول ﷺ

(ترجمہ) نکاح کرو نسل کو بڑھاؤ کیونکہ میں تمہاری کثرت کے سبب اور امتوں پر فخر کروں گا۔ (صحیح مسلم شریف ج۲ ص ۲۷۸) اور ساتھ ہی ساتھ جنسی خواہشات کی راہنمائی اور فطری جذبات کی تسکین کو اس بنیاد پر جزو الانیفک قرار دیا تاکہ انسانی زندگی آراستہ و معاشرہ پیراستہ ہو جائے اور مرد و عورت دونوں کی زندگی میں ایک مناسب ہی نہیں بلکہ ایک خوشگوار تبدیلی آجائے دونوں انتہائی نیک جذبے کے تحت زندگی گذاریں اور ہر اس فعل کے ارتقاب سے محفوظ رہیں۔ جس کو دھرم و مذہب معاشرہ و سوسائٹی برا سمجھتا ہو ہر اس کام کے قریب نہ بھٹکیں جس سے مذہب و سوسائٹی پر کوئی حرف آتا ہو۔ معاشرہ کی اصلاح کے خلاف جتنے بھی عمل ہوتے ہیں۔ ان کی زندگیاں ان سے پاک رہیں ان سے کسی قسم کی بے حیائی و بے شرمی نہ سرزد ہو کہ جس سے خود ان کی عزت و آبرو اور خاندان کے ناموس پر کوئی دھبہ لگ سکے۔ اپنی جنسی خواہشات و جذبات کو غلط راستے پر لگانے سے محفوظ رہیں۔

گویا اسلام میں شادی کا بنیادی مقصد انسانی، معاشرتی، جنسی اور خود پیدا کی ہوئی ہر بیماری سے محفوظ رہنا ہے۔ نیز اپنے چمنستان محبت میں دو چار مسکراتے ہوئے گلاب اور دو ایک چہکتی ہوئی بلبلوں کو فخر و مسرت اور انبساط کے ساتھ دیکھنا ہے اسی بنیادی مقصد اور مستحن نظام کو اختیار کرنے ہی کی وجہ سے انسانی معاشرہ انتہائی حسین تابناک اور قابل رشک بنا ہوا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تقریظ

از

فاضل اجل حضرت علامہ مفتی محمد فضل رسول سیالوی حافظہ اللہ تعالیٰ

الحمد لله رب العلمين و العاقبة للمتقين و الصلوة و السلام على من كان نبيا و آدم بين الماء والطين و على آله اطيبين الطاهرين و اصحابه الهادين المهديين و على آئمة المجتهدين خصوصاً على افقه الناس فى الدين وابى حنيفة و على احبابه الذين زتيوا الدين و زينوه و اتباعه اجمعين الى يوم الدين و بعد فيقول عبده الفقير الذليل اجوج الناس الى الله لعلى العظيم جل مجده الكريم۔

محمد فضل رسول سیالوی

برادر محترم جناب صاحبزادہ محمد عبدالمالک صاحب اللہ تعالیٰ انہیں اسم با مسمی کرے کہ جسے مالک کا بندہ ہونا نصیب ہوگیا وہ کامیاب و کامران ہوگیا۔ اگر یہ نہیں ہے تو سب زندگی لا حاصل۔

حاصل زندگانی یہ ہے کہ تو اپنے مالک کی معرفت کے بعد اس کی رضا طلب کر کیونکہ تیرا حدوث تیرے مخلوق ہونے کی دلیل ہے اور تیرا مخلوق ہونا تجھے خالق کا پتہ دے رہا ہے جس سے تجھے یہ اتفاق حاصل ہوگا کہ وہی تیرا مالک ہے اسے پہچاننا اور اسی کی طرف رجوع کرنا تجھے زیبا بلکہ فرض ہے۔ جن اللہ کے بندوں نے یہ پہچانا لیا ان کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہم مالک کے بندے ہیں بلکہ مالک جل جلالہ خود ان کا اپنا بندہ ہونے کے اعلان کے ساتھ مخلوق کو خبردار کر دیتا ہے کہ فلاں میرا بندہ ہے اس کا خاص دھیان رکھنا اگر اس کے ساتھ تمہارا برتاؤ معاندانہ ہوا تو میں تمہیں تباہ و برباد کر دونگا، من عادیٰ لی ولیا فقد اذنته بالحرب

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پر جب بھی عذاب آئے قوموں کو ہلاک کیا گیا فرعونوں کو غرق کیا گیا ابوجہلوں کو رسوا کیا گیا تو ان سب میں بنیادی طور پر یہی نکتہ کارفرما تھا کہ وہ قومیں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی قدر شناسی سے محروم رہ کر ان کی ہتک کی مرتکب ہوئیں سو اندوہناک تباہی وبربادی ان پر مسلط کردی گئی۔

اللھم اجعلنا من عبادك الصالحين التوابين آمين يا رب العلمين

اے میرے مالک کریم عبدالمالک کو عبدِ مالک بنادے۔ آمین۔

صاحبزادہ صاحب نے فتاوی اکبریہ برائے تصحیح بھیجا اس کے کسی صفحہ پر ایک مختصر سا جملہ تحریر کردیا کہ تقریظ اور تصحیح کردیں اور بس۔

دوستوں کی سوچیں اور رویئے بے تکلفانہ ہوتے ہیں اگر کوئی اجنبی ہوتا تو خدا جانے کتنے تکلفات کرتا۔ اس وقت بندہ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ یہ علم وفکر سے تہی دامن اس ذمہ داری سے کیسے عہدہ برا ہوگا۔ لیکن الامر فوق الادب ڈرتے کانپتے قلم اٹھایا۔

میں اپنے رب سے التجا کرتا ہوں کہ میرے دل ودماغ میں وہی کچھ القا ہو جس کا نوک قلم پر آکر صفحہ قرطاس پر ثبت ہونا اس کی بارگاہ عالی میں قبولیت پا سکے۔ آمین۔ آمدم برسر مطلب فقیر حقیر نے جب اپنے ماضی میں جھانکا زمانہ طالب علمی کی بھولی ہوئی یادیں تازہ ہوگئیں جو نذر قارئین ہیں وما توفيقي الا بالله العلي العظيم۔

غالبًا یہ ٦٥ء کا دورانیہ تھا کہ شمس العلوم جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں میں جہاں بڑے بڑے لائق اور ذہین طلباء کسب فیض کرتے تھے اس فقیر کا شمار بھی اس چشمہ فیض سے سیراب ہونے والے ادنیٰ طلباء میں ہوتا تھا۔ کیا عجب زمانہ تھا کہ روز وشب تعلیم وتعلم کے پرکیف سلسلوں اور حصول علم کی لذت آشنائیوں سے بھرپور تھے استاذ ایسا کامل کہ بحری العلم والحکمۃ اور مخزن جو

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسخا اور طلباء میں ایک سے ایک بڑھ کر جستجوئے علم میں مستعد پھر اسی دوراںیے میں ایک لڑکا اس مدرسہ میں داخل ہوا عمر چھوٹی لیکن وقار متانت بزرگوں جیسا جستجو ہوئی کہ یہ عجیب اداؤں کا مالک کہاں سے آیا ہے کسی دوست نے بتایا کہ یہ لڑکا حضرت مولانا اکبر علی صاحب مرحوم ومغفور کے خاندان کا چشم و چراغ ہے اور وارث و نائب غوث زمان زیب سجادہ آستانہ عالیہ اکبریہ حضرت مولانا خواجہ غلام جیلانی صاحب کا نور نظر ہے (اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے)۔اور اس کا نام عبدالمالک ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد دل نے تسلیم کیا کہ واقعی اسے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا عمر تو چھوٹی سے تھی لیکن اس بچے میں اعتماد و وقار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا حسن اخلاق سے عبادت سے خصائل حمیدہ سے متصف شکل وصورت من بھاونڑیں اپنے اساتذہ کرام کا مؤدب طالب علم میں مستعد اور محنتی سعادت ونیک بختی کی تمام علامتیں اس لڑکے میں موجود تھیں۔ عالی ظرفی اور حلم وحوصلہ اتنا کہ کیا مجال کبھی کسی نے اس کی پیشانی پر کوئی شکن دیکھی ہو انہی خصوصیات کی وجہ سے وہ لڑکا ہر ایک کی آنکھوں کا تارا ہوتا تھا اس درسگاہ کے تمام طلباء میں سے ہر ایک کا خیال تھا کہ عبدالمالک کا پیار ومحبت سب سے زیادہ اس کے ساتھ ہے۔

اساتذہ کرام جن میں سے اکثر اس دار فانی سے کوچ فرما کر دار بقاء میں اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں (انشاءاللہ) اس کی نعمتوں سے مالا مال ہونگے۔اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے وہ تمام اس طالب علم سے اپنے والدین سے زیادہ شفیق ومہربان تھے اور وہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا خصوصاً ملک العلماء الکاملین استاذ الاساتذہ۔ **ولیاً کاملا من اولیاء اللہ وارث سید المرسلین علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم** ملک المدرسین حضرت علامہ ابوالفتح حافظ محمد اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ جن کے علم وتقویٰ کی سند تو ان کے چشمہ فیض سے سیراب ہونے والے ہیں اب جن کا شمار علماء اہلسنت کے چوٹی کے علماء میں ہوتا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے (اس فقیر حقیر کے علاوہ) وہ جہاں بھی ہیں اپنے علم وحکمت سے علم دینیہ کی آبیاری کر رہے ہیں اور طلباء دین کو زیور علم سے آراستہ اور مزین کر رہے ہیں۔ علم کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس درویش میں وہ صفات ودیعت فرمائی تھیں کہ ان کے اقران میں دیکھنے میں نہیں آئیں فقیر تھا لیکن دل غنی رکھتا تھا۔ تھا تو درویش لیکن طبیعت شہنشاہانہ رکھتا تھا۔ منبر ومحراب اور درس وتدریس کی زینت تھا۔ لگتا تھا کہ تخت شاہی رکھتا ہے۔ درویش تھا لیکن اس نے حاکم بن کر زندگی گزاری اپنے بزرگوں کے علاوہ وہ کسی کا محکوم نہ تھا۔ گو اللہ تعالیٰ نے اسے علم سے زینت شوکت، دبدبہ اور وقار بخشا لیکن اس مرد قلندر نے بھی علم کے وقار کو چار چاند لگا دیئے۔ علم نے اگر اسے وقار دیا تو اس نے بھی علم کے وقار وآبرو کو بلند کیا اسے ذلیل اور رسوا ہونے سے بچایا اور محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے اسلاف کی سیرت پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ تو وہ عبد المالک نامی طالب علم ان کے دل کا قرار اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہوا کرتا تھا۔ آج فقیر کو اپنے محسن وشفیق استاذ کے محبت بھرے لہجے یاد ہیں۔

کبھی کبھی بطور خوش طبعی فرماتے کہ مالُک (بضمہ لام) کو بلاؤ کیونکہ میانوالی میں اکثر الفاظ پر پیش بولا جاتا ہے اس سے خود بھی محظوظ ہوتے اور اہل مجلس بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس بچپن کے زمانے میں بھی سعادت مندی کے آثار اس کی پیشانی سے ہویدا و ظاہر تھے اس وقت کس کو معلوم تھا کہ اس ننھے سے طالب علم کا مستقبل کتنا تابناک اور روشن ہوگا۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء

این سعادت بزور بازو نیست۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس ننھے طالب علم کو آج لوگ آستانہ عالیہ اکبریہ کا سجادہ نشین کہتے ہیں۔ اس کا تعارف استاذ العلماء کے پیارے خطاب سے کروایا جاتا ہے۔ ان کی پہچان بحیثیت ایک عظیم مبلغ ومفتی کے

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کروائی جاتی ہے۔لوگ اسے علوم دینیہ کے ایک منجھے ہوئے مدرس کی حیثیت دیتے ہیں۔

اسے ایک مدبر سیاستدان مانا جاتا ہے اور اہلسنت و جماعت ضلع میانوالی کی قیادت کا تاج اس کے سر پر سجا ہوا ہے۔ جماعت کا کوئی فیصلہ اس کے اشارے بغیر نامکمل رہتا ہے۔لوگ اسے اپنی عقیدتوں کا مرکز جانتے ہیں۔

اسے مسلمانوں کی مذھبی اور درسی ضرورتوں کا ضامن خیال کیا جاتا ہے۔ میری مراد حضرت علامہ استاذ الاساتذہ مفتی اعظم صاحبزادہ محمد عبدالمالک زیب آستانہ عالیہ اکبریہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ سے ہے۔اس درویش نے اپنے اسلاف سے علمی اور روحانی بڑی میراث پائی ہے ۔لیکن گل ای ویکھ جیڑے نالائق تے نکھٹو ہوون او آپڑیاں وڈیریاں تے بزرگاں دیاں وراثتاں کوں چھڑا نئیں ونجیندے اپڑیں آپ کوں بھی ونجا چھوڑدن، بھلا میڈے بھرا دی تاں گل ای وکھری اے ایں کوں تاں خدا نے ایڈی شان دتی تے نوازہ اے۔

اس درویش نے نہ صرف اپنے بزرگوں کی میراث کو محفوظ رکھا بلکہ اسے ترقی وعروج سے ہمکنار کیا آج غوث زماں حضرت خواجہ اکبرعلی اور امام الاتقیا حضرت مولانا خواجہ غلام جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے جاری کردہ ہم مختلف النوع شعبہ جات نے جو زیب و زینت اور شوکت و دبدبہ۔صولت و بلندی پائی ہے وہ سب اسی درویش کی صلاحیتوں کا ثبوت اور اس کے جوہر باطنی کی چمک کا عکس و پرتو ہے۔

ان شعبہ جات میں دارالعلوم اکبریہ، آستانہ عالیہ اکبریہ، جامع مسجد اکبریہ، اکبریہ گرلز کالج شامل ہیں، اگر آستانہ عالیہ اکبریہ کا ملک پاکستان کے ممتاز آستانوں میں شمار ہوتا ہے تو دارالعلوم جامعہ اکبریہ کی مہک بھی دور دور محسوس کی جاتی ہے۔جس کے فارغ التحصیل علماء وفضلا اس کے ثبوت کے لیے کافی دلیل ہیں۔اللھم زد فزد۔ الھم تقبل منا انك انت

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

السمیع العلیم الحکیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم۔

اے اللہ کریم میرے بھائی اور ان کے خاندان و متلوسلین کی عزت و حرمت میں اور اضافہ فرما اور اس کے جاری کردہ علمی و روحانی چشمہائے فیوض کو تا قیامت جاری و ساری رکھ تاکہ علم و حکمت کے پیاسے اپنی پیاس بجھاتے رہیں۔ خصوصاً ان کے صاحبزادہ گان کو اس علمی و روحانی وراثت کا امین اور وقار بخشنے والا بنادے کہ تجھے یہ آسان ہے۔ آمین یارب العالمین۔

یہ کتاب مسمی باسم الفتاوی الاکبریہ علم فقہ سے متعلق ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے رخ زیبا کی نقاب کشائی ہو جائے تاکہ اس کو طلب کرنے والا اسے عبث اور بے فائدہ خیال نہ کرے بلکہ اس کے دیدار میں اس قدر محو ہو کہ اسے ایک قیمتی متاع اور بیش بہا خزانہ تصور کرے۔

علم فقہ کی فضیلت و ضرورۃ

اللہ تعالیٰ کا فرمان وعلم آدم الاسماء کلها مطلق صفت علم کے افضل ہونے پردال ہے۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے آدم علی نبینا وعلیہ والصلوۃ والتسلیم کو ہمہ صفات متصف فرما کر پیدا فرمایا لیکن ملائکہ پر ان کا شرف وفضل علم سے ظاہر فرمایا کہ فرشتوں سے سوال فرمایا اور وہ سب جواب سے عاجز رہے تو اس کے بعد حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم فرمایا، آپ نے فرشتوں کو جوابات بتادیئے حکم فرمایا کہ تم سب آدم کو سجدہ کرو ابلیس لعین کے علاوہ سب نے سجدہ کیا اور آدم صفی اللہ علیہما السلام کی برتری و بزرگی تسلیم کر لی اگر دوسری صفات سے افضل ہوتیں تو ان کے ذریعے آپ کی بزرگی وعظمت کا اظہار فرمایا جاتا پس معلوم ہوا کہ انسانی صفات میں سے سب سے عظیم صفت علم ہے جس کی بدولت انسان جمیع مخلوقات سے افضل ہے لیکن انسانوں میں مختلف علوم کے حاملین افراد میں سے فضیلت و برتری اسے حاصل ہے جسے تفقہ فی الدین بخشا گیا ہو جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین اس سے معلوم ہوتا ہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علم فقہ دیگر تمام علوم سے افضل و برتر ہے کسی آدمی نے حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمۃ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا تو اس نے کہا کہ فقہاء اس میں آپ کی مخالفت کرینگے آپ نے فرمایا تجھے تیری ماں روئے هل رایت فقیها بعینیك انما الفقیه الزاهد فی الدنیا الراغب فی الاخرة البصیر بدینه المداوم علی عبادة ربه الورع الکاف عن اعراض المسلمین العفیف عن اموالهم الناصح لجماعتهم۔

کیا تو نے اپنی آنکھوں سے کوئی فیقہ دیکھا ہے۔فرمایا فقیہ تو وہ ہوتا ہے جو تارک دنیا اور آخرت کی طرف راغب ہو اور اپنے دین کا عالم ہو اور ہمیشہ اپنے رب کی عبادت کرے اور مسلمانوں کی عزتوں کا محافظ ہو اور (ناجائز) طور پر مسلمانوں کے مال ہضم کرنے سے پرہیز کرے اور انکو اچھی نصیحت کرے۔

حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علم کی چند اقسام ہیں جن میں سے کچھ یہ ہے علم شعر، علم نحو، علم حساب، علم تفسیر اور علم فقہ

مسلمانوں کو چاہیے کہ ان سب کو ضرورۃ کے مطابق حاصل کریں لیکن شہرت مہارۃ صرف اور صرف علم فقہ میں حاصل کریں۔ شعر و سخن میں شہرت و مہارت کا نتیجہ یہ ہے کہ اسے بھکاری بنا دے گا اور لوگ اپنی مدح و ستائش یا ہجو کے خوف سے اسے کچھ عطا کریں گے اگر علم نحو میں مہارت تامہ حاصل ہو تو یہ بچوں کی تعلیم تک محدود ہو گی اسی لیے کہا جاتا ہے النحو علم الصبیان اذ قلما یتعلمه الکبیر۔ کہ نحو بچوں کا علم ہے کیونکہ کوئی بڑی عمر کا ادمی قلیل ہی نحو پڑھے گا اور علم حساب کا نتیجہ زمین ناپنا ہے اور تفسیر کا نتیجہ وعظ و نصیحت اور قصص و امثال بیان کرنا ہے۔ یہ سب علوم مفید ہیں لیکن جزوی اور قلیل طور پر اور علم فقہ چونکہ شریعت کے فرائض و واجبات حلال و حرام کا علم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے اور شریعت کی احتیاجی دائمی بھی ہے اور کلی بھی وہ کون مسلمان ہے جو مسائل فقہ کا محتاج نہیں۔

اور اسی سے تقویٰ اور ورع پیدا ہوتا ہے تقوی قرب خداوندی کا باعث و سبب ہے اور جسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے اس کو دائمی عزت عطا کردی جاتی ہے۔ اللھم الا ارزقنا ھا فقھا فی الدین۔

اذا ما عز ذو علم لعلم۔ فعلم الفقه اولیٰ با عتزازی

جب عالم کی عزت و عظمت علم سے ہوتی ہے تو علم فقہ (فقیہ) عزت و شرف کے زیادہ لائق ہے

فکم طیب یفوح ولا کمسك۔ وکم طیر یطیر ولا کبازی

ہر خوشبو والی چیز خوشبو تو دیتی ہے لیکن عنبر اور کستوری کی طرح نہیں ہوتی۔

اور ہر پرندہ اڑتا تو ہے لیکن شہباز کی طرح نہیں اڑتا (اس کی اڑان اسی کا حصہ ہے۔

ہر علم سے خوشبو تو اٹھتی ہے مگر عنبر و کستوری کی طرح خوشبو دینے والا تو صرف علم فقہ ہے سب علوم کی اپنی اپنی پرواز ہے لیکن علم فقہ کی پرواز شہباز کی طرح ہے۔ الحمد لله الذی عز زو عظم علم الفقه

علم فقّہ مورث تقویٰ

حصول علم کا مقصد عمل ہے اور عمل کی زینت تقویٰ ہے اور فقہ مورث و موجد تقویٰ ہے اسی لیے علم فقہ تمام علوم سے افضل و اعلیٰ اور اہم ہے۔ ہم امام محمد علیہ الرحمۃ کے اس مضمون پر بلند پایہ اشعار،

تفقه فان الفقه افضل قائد الی البر و التقویٰ و اعدل قاصد

اے عزیز من علم فقہ حاصل کر کیونکہ یہ نیکی اور تقوے کی طرف سب سے افضل امام اور سب سے بڑھ کر انصاف کرنے والا قاصد و پیغام رساں ہے۔

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

فان فقیہا زاهدا متورعا   اشد علی الشیطان من الف عابد

بے شک متقی اور پرہیزگار فقیہ اور عالم   شیطان پر ہزار عابد سے سخت ہے

کیونکہ عابد اگر جاہل ہو تو قوی امکان ہے کہ شیطان اس کی ساری زندگی کی عبادت ایک مکر سے برباد کردے۔ اور متقی عالم شیطان کے داؤ پیچ اور مکر سے واقفی کی بنا پر اس پر غالب ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علم کے ذریعے اس کی عبادت محفوظ رہے گی۔

تقوے کے مراتب

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تقویٰ کے چار درجے ہیں

عام مسلمان کا تقویٰ   صالحین کا تقوی   متقی کا تقویٰ   اور صدیق کا تقویٰ

۱۔ عام مسلمان کا تقویٰ یہ ہے کم از کم اس میں شہادت کی شرط پائی جائے جو کہ عدالت ہے اور مسلمان عادل اسوقت کہلاتا ہے کہ جو چیزیں شرعا حرام ہیں ان سے اجتناب کرے ورنہ اس کی شہادت قبول نہ ہوگی۔

۲۔ صالحین کا تقویٰ یہ ہے مشتبہات سے پرہیز کرے یعنی کسی چیز کی حلت و حرمت میں تردد ہو تو اسے ترک کردے

۳۔ متقی لوگوں کا تقویٰ یہ ہے کہ اس حلال چیز کو بھی ترک کردے جس کے استعمال سے حرام میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو۔

۴۔ صدیقین کا تقویٰ ماسوا اللہ سے اعراض اور جو بھی ہو (خوشی۔ سرور، دکھ، تکلیف اگرچہ بظاہر مخلوق کی طرف سے ہو) وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہے۔ گویا وہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی تصویر ہوتا ہے۔ الحمد للہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر یہ سب مراتب تفقہ فی الدین اور علم فقہ کے مطابق عمل کرنے کے ثمرات ہیں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو معلوم ہوا علم فقہ سب علوم سے افضل ہے۔

زیر نظر فتاوی اکبریہ اللہ تعالیٰ اسے عوام وخواص میں مقبول کرے اس سے استفادہ کرنیکی توفیق دے آمین۔قبلہ صاجزادہ صاحب کی ایک علمی کاوش ہے جس میں مسائل کو سہل اور مختصر انداز میں پیش کیا گیا ہے جہاں خواص اس سے استفادہ کرینگے عوام بھی اس فتاوی سے اپنی علمی پیاس بجھائیں گے۔اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس فتاوی میں وہ اختلافی مسائل بھی واضح اور دوٹوک انداز میں بیان کئے گئے جن کے ذکر کرنے سے اکثر ابنائے زماں کے قلم خشک ہو جاتے ہیں ہاتھوں پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے کہ اس قسم کے اختلافی مسائل سے لوگ اختلاف کریں گے پراپگینڈہ کریں گے اور ہمارے تعلقات لوگوں سے خراب ہونگے اس لیے تقریباً ساری زندگی صوم سکوت کی افطاری کا وقت آتا ہی نہیں۔اورا کثر ایسا ہی ہے الا ماشاءاللہ ایسے لوگ فریب خوردہ، مخلوق خدا کو فریب دینے والے، خائن فی الدین والامانۃ اور نصف دین پر ایمان رکھنے والے اور نصف کو متاع بے قیمت قرار دیکر نظرانداز کرنے والے ہیں۔اور جس نے دین کے ایک حصہ کو چھوڑا نہیں بلکہ ایک حکم نظرانداز کیا تو (مومن کامل ہونا تو دور کی بات ہے) کیا وہ عالم کہلانے کا حق رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں کہ یہ فریبی، خائن اور منکر ہے۔

فتاوی اکبریہ میں الحمد للہ اس پہلو کو بہت نمایاں حیثیت دی گئی ہے اور گومگو کی پالیسی کی بجائے فیصلہ کن انداز اپنا کر یہ واضح کر دیا گیا ہے ہم یہ فریضہ بطور مذھبی امین پوری دیانت داری سے ادا کر رہے ہیں۔ہمیں اس سے غرض ہی نہیں کہ لوگ کیا رویۓ اپنائیں گے بلکہ ہم تو محض اپنے مولیٰ کی رضا کی خاطر اس کے بندوں کی رہنمائی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اللھم تقبل منا انك انت السمیع العلیم۔آمین

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی۔

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور یہ بھی میرے استاذ کریم کی کرامت ہے،

اناں سبق تے سارے چنگے دتے

پر حق گوئی تے بے باکی دا سبق وکھرا

ایہہ سبق ہر ہک نی رگ رگ وچ رچ بس گیا تے ہنڑ تک بالکل نہیں بھلا۔

الحمد لله علی ذالك

اس کے علاوہ دوسرے مسائل کے بیان میں سادگی اور اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو ابنائے وقت کی حالت زار کے انتہائی مناسب ہے۔

بعض مسائل سے بندہ کو اختلاف تھا بندہ نے اپنی علمی بساط کے مطابق دیانت داری سے ان کے جواب تحریر کر دیئے ہیں۔ اگر علماء کی نظر میں وہ درست ہوں تو انہیں اپنے فتاوی کی زینت بننے کا اعزاز بخش دیں۔

الحمد لله رب العالمین۔ اسئل الله لنا ولکم العافية فی الدین والدنیا والاخرۃ وصلی الله تعالیٰ علی حبیبه الکریم وعلی اله واصحابه اجمعین۔

منجانب احقر العباد محمد فضل رسول سیالوی غفرلہ

مہتمم

خطیب جامع مسجد النور جنرل بس سٹینڈ سرگودھا

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مشتاق گولڑوی مفتی دز بار غوثیہ گولڑہ شریف

اس فقیر پر تقصیر نے فاضل نوجوان حضرت علامہ مفتی صاحبزادہ محمد عبد المالک طال اللہ عمرہ کے فتاوی اکبریہ جلد دوم کے کچھ ابواب نکاح و طلاق خصوصا طلاق ثلاثہ کے مختلف جوابات پڑھے، جہاں سے پڑھا خوب سے خوب تر پایا دلائل کے انبار۔ مہذب زبان، براہین کا سیلاب، تین طلاقوں کو ایک کہنے والوں کا عمدہ رد۔ متعہ کی بحث مسئلہ بسوال الاختیار، دور جدید کے بالکل عین مطابق براہین قاطعہ نقل کر کے مخالفین کی سرزنش، مختلف ابواب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل مؤلف کی ان مسائل پر کافی و شافی گرفت ہے۔ جو لوگ تین طلاق کو ایک شمار کرتے ہیں، فتاوی اکبریہ جلد دوم کو پڑھنے کے بعد اب ان کو حقیقت کو مان لینے سے بخل سے کام نہیں لینا چاہے کیونکہ مصنف موصوف کا ہر فتاوی مدلل وانتہائی قوی دلیل سے مزین ہے۔ خصوصاً طلاق ثلاثہ کی تحقیق میں کمال ہی کردی ہے۔ پڑھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ اللھم زد فزد، کے دعائیہ کلمات زبان سے بخود سرزد ہوئے۔

میری دانست میں جہاں عوام کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ہے اتنی علماء کے لیے بھی مفید ہے۔ اس لیے کہ ماخذ و مراجع اس حسن و ترتیب سے ہیں کہ ہر عالم کو اس کی ضرورت ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ مولف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مفتی مشتاق احمد گولڑوی

دربار غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سراج اہلسنت مناظر اسلام شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد شریف صاحب رضوی بھکر

ایک مرد درویش ویران بستی کو آباد کر گیا

فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبد المالک دامت برکاتہم العالیہ کا تعلق ایک دینی علمی اور صاحب ولایت خانواہ سے ہے۔ آپ کے دادا جان قطب الاقطاب خواجہ محمد اکبر علی علیہ الرحمۃ ایک مشہور عالم باعمل ہونے کے ساتھ صاحب ولایت درویش انسان تھے۔ میانوالی کی سرزمین علم کی پیاس سے خشک ہو چکی تھی۔ آپ کے فیض علمی وروحانی سے سرسبز ہوئی۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ ایک مرد درویش ویران بستی کو آباد کر گیا۔ مزید نکھار آپ کے والد گرامی حضرت علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمۃ کی جو کہ زبردست عالم دین، ولی کامل بزرگ تھے کی کوششوں ومحنت سے ہوا۔ شعبۂ افتاء آپ کے دادا جان نے قائم فرمایا اس شعبہ سے فقط اہل میانوالی ہی نے فائدہ نہیں بلکہ پورے ملک سے فتاوی جات آتے آپ لکھتے بلکہ بہت عمدہ لکھتے بعض فتاوی جات جو علماء کی طرف سے دوسرے شہروں سے آتے کی تصدیق فرماتے۔ آپ کے فتاوی جات سے صرف عوام نے نہیں بلکہ علماء نے بھی فائدہ اٹھایا۔ اسی شعبۂ کو آپ کے والد گرامی نے زندہ اور پھر صاحبزادہ صاحب نے ایک نئی روح ڈالی باقاعدہ ریکارڈ رکھا۔ 1980ء سے لیکر آج تک جتنے فتاوی جات تھے ان کو ترتیب دیکر علماء اہلسنت اور آنے والے مفتیان عظام کے لیے فتوی دینا آسان ترین کر دیا۔ میں نے کتاب النکاح وکتاب الطلاق کے چند مسائل وابواب کو بغور دیکھا۔ صاحبزادہ صاحب کی اوران کے خصوصی معاون عزیزم حافظ محمد علی اعظمی کی محنت قابل تعریف ہے۔ اس فتاوی کو میں صرف عوام اہلسنت ہی نہیں بلکہ علماء و مذہبی لوگوں کے لیے بے حد مفید پاتا ہوں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ صاحبزادہ صاحب اہل میانوالی کے لیے مذہبی و سیاسی جو خدمات سرانجام دے رہے ہیں وہ قابل صد تحسین ہیں، لکھنے کے لیے جی تو چاہتا ہے لیکن اپنے مدرسہ کی مصروفیات کے علاوہ افتأ و پروگراموں میں حاضری صحت بھی وہ نہیں رہی نظر بھی کمزور ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل صحت کاملہ عطا فرمائے اور خصوصاً اس فتاوٰی کو ہر خاص و عام کے لیے مفید تر بنائے۔

ان کی خدمات کو صدیوں تک یادرکھا جائے گا۔ خصوصاً نیو کمپس مدینہ ٹاؤن میانوالی میں شعبہ للبنات اکبریہ گرلز کالج کی تعمیر و اجراء کا کام اور جامعہ اکبریہ میں ایک درجن سے زائد کام کرنے والے شعبہ جات جو کہ آپ کی سرپرستی میں انتہائی کامیابی کے ساتھ ترقی کا سفر کر رہے ہیں وہ قابل صد تعریف ہیں۔

فقیر کو سیکڑوں مرتبہ جامعہ اکبریہ جانا نصیب ہوا، عرس شریف کی محافل میں شریک ہوا۔ تو وہاں جا کر روحانی سکون ملتا ہے۔ جامعہ اکبریہ کی بہاریں ساتھ لیٹے ہوئے مردے قلندر کی برکات ہیں، ہر طرف قرآن کی آواز کہیں حدیث و قرآن کی تفسیر پڑھنے طلباء کا جم غفیر علماء و طلباء اپنے اپنے کام میں مگن۔

فتاوٰی اکبریہ کی چند خصوصیات

۱۔ سوال و جواب میں اختصار

۲۔ آسان ترین الفاظ کا استعمال کر کے کم پڑھے لکھے لوگوں سے رعایت

۳۔ بہت زیادہ عربی عبارات نقل کرنے سے گریز

۴۔ آسان ترین ترتیب

۵۔ جدید فقہی مسائل پر بحث

۶۔ خوبصورت جلد بندی

۷۔ سابقہ بزرگوں کے فتاوی جات کونقل کر کے برکت کا حصول یقینی بنایا گیا ہے۔

۸۔ طلاق ثلثہ کے باب میں کلمہ واحد ہ کے ساتھ تین طلاق کے مفصل اور جامع جواب دیگر غیر مقلدین کا رد بلیغ جماعت اہلسنت کے مسلک کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔

آمین ثم آمین

فقیر محمد شریف رضوی

مہتمم جامعہ سراجیہ رضویہ بھکر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کلمۂ تحسین

فضیلت الشیخ فقیہ العصر شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد کریم بخش بہل ضلع بھکر

فتاوی اکبریہ جلد دوم کے چند مسائل جو کہ نکاح، طلاق اور بسوء الاختیار کے باب کے تھے مجھے بسوء الاختیار کے باب میں جو مسائل شامل کیئے گئے ہیں اختلاف ہے۔حق وہی ہے جو امام اہلسنت نے فتاوی رضویہ میں لکھ دیا ہے۔نکاح، طلاق اور ان کے متعلق ابواب پر مشتمل ذخیرے کا بغور مطالعہ کیا، حقیقت یہ ہے کہ مجھے کہنا پڑ رہا ہے کہ سرزمین میانوالی اہل علم و دانش سے کبھی خالی نہ رہی، میری مراد استاذ العلماء علامہ احمد دین، علامہ مفتی فخر الدین گانگوی عارف باللہ خواجہ محمد اکبر علی اور مجاہد ملت محمد عبد الستار خان نیازی ہیں، آپ ان کے حقیقی علمی وارث ہیں۔ فتاوی اکبریہ میں ایک نیا انداز اپنایا گیا ہے جو اہل علم کے شایان شان ہوتا ہے۔علامہ عبد المالک طال اللہ عمرہ اہل علم میں جانی و پہچانی شخصیت ہیں۔آپ کا شمار ملک کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے کیونکہ آپ علمی، مذہبی اور عرفانی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔آپ کا مدرسہ ملک کے اچھے مدارس میں سے ہے۔فتاوی کے مسائل پڑھ کر خوشی ہوئی کہ انہوں نے نئے علماء و علم فقیہ سے دلچسپی رکھنے والے طلباء کی علمی پیاس کو کافی حد تک بجھا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کے علم، عمل اور زندگی میں بے پناہ برکتیں فرمائے۔

(آمین)

فقیر کریم بخش بہل ضلع بھکر

۱۴ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿کتاب النکاح﴾

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿١﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ نکاح فرض ہے، واجب ہے یا سنت ہے۔ سائل: ملک جاوید اقبال طرہ باز ٹاؤن میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوھاب ھواللہ الموفق با الصواب:

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ٣ میں لکھتے ہیں، نکاح رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور اس میں بے شمار فوائد ہیں۔

ردالمحتار میں ہے

"ویکون (ای النکاح) واجب عند التوقان فان تیقن الزنا الا بہ فرض"۔

بدائع الصنائع میں ہے

"ویکون سنۃ مؤکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ"۔

درمختار جلد ٢ ص ٣٥٨ میں ہے

"ویکون (ای النکاح) واجب عند لتوقان فان تیقن الزنا الابہ فرض نھایہ وھذا ان ملک المھر و النفقۃ والا فلا اثم بترکہ بدائع و یکون سنۃ مؤکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ ویثاب ان نوی تحصینا وولد احال الاعتدل ای القدرۃ علی وطؤ ومھر و نفقۃ ورجح فی النھر وجوبہ للمواظبۃ علیہ والانکار علی من رغب عنہ و مکروھا لخوف الجور فان تیقنہ حرم ذالک"۔

﴿٢﴾ **فتوی شرعی**: گواہوں کی موجودگی میں مرد و زن ایجاب و قبول خود کرلیں کیا یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں۔ سائل: محمد خالد نوید

الجواب: نکاح ہو جائے گا۔ ردالمحتار کتاب النکاح جلد ٢ ص ٣٧٣ میں ہے

"وشرط حضور شاھدین حرین او حرو حرتین مکلفین سامعین قولھما معاً علی الاصح، فلا ینعقد بحضرۃ النائمین والاصمین"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳﴾ فتوی شرعی: لڑکیوں کی شادی کا مناسب وقت کونسا ہے۔ سائل: اسلم خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بالغ بچوں کی شادی خصوصاً لڑکیوں کی شادی میں تاخیر کرنا بلاوجہ گناہ ہے۔ جب مناسب رشتہ مل جائے تو پھر تاخیر نہ کرنا چاہیئے۔

جیسا کہ مشکوۃ شریف کتاب النکاح ص ۲۷۱ میں حدیث شریف ہے

"من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليتزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثماً فانما اثمه على ابيه"۔ اور دوسری روایت میں ہے "من بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة ولم يزوجها فاصابت اثما فا ثم ذلك عليه"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جوان اولاد کے نکاح میں حتی الوسع جلدی کرنا ضروری ہے، خصوصاً لڑکی کے نکاح میں باوجود موقع مناسب ملنے کے دیر کرنا بہت برا ہے، اور حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ اگر اس اولاد سے گناہ سرزد ہوا تو وبال اس کا باپ پر ہوگا۔

﴿۴﴾ فتوی شرعی: آج کل ہمارے ہاں رواج ہے کہ لڑکیوں کے بال سفید ہوجاتے ہیں لیکن والدین شادی نہیں کرتے کیا ازروئے شرع صحیح ہے۔ سائل: محمد نوید خان سکنہ شیر والا چھدرو

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ باوجود منگنی ہونے کے بیٹھائے رکھنا گناہ ہے، حدیث شریف میں ہے، جب لڑکی یا لڑکا بالغ ہوجائے اور والدین ان کا نکاح نہ کرے اور ان سے زنا سرزد ہوجائے تو باپ گناہ گار ہوگا۔ "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه"۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۷۱)

﴿۵﴾ فتوی شرعی: کہ ایک صاحب لڑکی عاقلہ بالغہ کو کراچی لے آیا ہے اور اس نے دو گواہوں کی موجودگی میں دس ہزار روپے حق مہر کے عوض نکاح کیا، کیا یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں۔

سائل: محمد رمضان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح منعقد ہوجاتا ہے "ولا یشترط الاعلان مع الشهود لما فی التبیین ان لنکاح بحضور الشاهدین یخرج عن ان یکون سرا و یحصل بحضورهما الاعلان"۔ (بحر الرائق جلد سوم ص ۹٤)

﴿۶﴾ **فتوی شرعی**: کہ ہمارے ہاں ایک نکاح ہوا، لڑکی کے والد اور بھائیوں نے لڑکی سے زبردستی نکاح کی اجازت لی حالانکہ لڑکی اس نکاح پر بالکل خوش نہ تھی، کیا زبردستی نکاح منعقد ہوجاتا ہے یا نہیں۔ سائل: عبدالمجید خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ زبردستی اور مار دھمکا کر عاقلہ بالغہ لڑکی سے ایجاب وقبول کرالیا جائے تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ فتاوی ردالمختار جلد۲ص ۳۷۳" اذا حقیقة الرضا غیر مشروطة فی النکاح لصحته مع الاکراه والهزل رحمتی (الی قوله) بل عبارا تهم مطلقة فی ان نکاح المکروه صحیح"۔

﴿۷﴾ **فتوی شرعی**: کہ میرے دوست ایک لڑکی کو اغوا کر کے لائے اور بغیر گواہوں کے نکاح کرلیا ہے، آیا یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں۔ سائل: محمد اسلم پرویز

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نکاح کے لیے گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے جس نکاح کے گواہ نہیں وہ نکاح منعقد نہ ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے

"لا نکاح الا بشهود (هدایه جلد دوم ص ۲۸۶)"۔ "وینعقد النکاح بایجاب من احدهما وقبول من الاخر و شرط حضور شاهدین حرین او حر و حرتین مکلفین سامعین قولهما معاً علی الاصح"۔ ردالمختار جلد دوم ص ۳۵۵۔ ہدایہ جلد دوم صفحہ ۲۸۶ میں ہے" ولا ینعقد نکاح

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

المسلمین الا بحضور شاھدین"۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نکاح کی مجلس میں کم از کم دو گواہوں کا موجود ہونا اور ایجاب وقبول کو سننا شرط ہے، اور جب شرط نہ پائی گئی تو مشروط بھی نہ پایا جائے گا۔ جیسا کہ قاعدہ ہے" اذا فات الشرط فات المشروط"۔ گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا۔

﴿۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ دو عاقل بالغ لڑکے اور لڑکی عاقلہ بالغہ عاقل گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کر لیں تو کیا یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں، کیا مولوی صاحب کو ضرور بلوانا ہوگا۔ سائل: محمد نوید میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر دونوں لڑکا اور لڑکی بالغ اور ہم کفو ہوں، گواہوں کی موجودگی میں نکاح کر لیں تو شریعت ایسے نکاح کو درست مانتی ہے، جیسا کہ درمختار جلد سوم ص ۳۷۳ میں ہے" النکاح ینعقد بایجاب وقبول، ولا ینعقد الا بحضور شاھدین، حرین عاقلین بالغین"۔

﴿۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ جس لڑکے کے ساتھ نکاح ہو رہا ہو اور لڑکی خوش نہ ہو، بادل نخواستہ والدین نے لڑکی سے نکاح کا اقرار کرایا، سوال یہ ہے کہ زبردستی بالغہ سے نکاح کا اقرار کرایا جائے تو کیا نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں۔ سائل: مجید اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نکاح ہو جاتا ہے عورت کو فسخ کا اختیار نہیں رہتا، کیونکہ اس نے اقرار کیا ہے یعنی قبول کیا ہے،

جیسا کہ ردالمحتار جلد۲ ص ۳۷۳ میں ہے،

" اذا حقیقته الرضا غیر مشروطة فی النکاح لصحته مع الاکراہ و والھزل والی قوله لو اکرھت علی ان تزوجته بالف ومھر مثلھا عشر الاف زوجھا اولیاء ھا مکرھین فالنکاح جائزا"۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۰﴾ فتویٰ شرعی: کہ ہمارے پڑوس میں ایک لڑکی کو افغانستان سے بوقت عشاء لیکر آئے اور رات کی تاریکی ہی میں دو عورتوں اور دو مردوں کے سامنے امام مسجد نے ایجاب وقبول کرالیا کیا یہ نکاح درست ہے، حق مہر شرع مقرر کیا گیا تھا۔ سائل: فلک شیر اعوان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب ہے یہ نکاح درست ہے، لڑکا اور لڑکی شب کی تاریکی میں ایک دوسرے کو نہ بھی دیکھ سکیں تو یہ نکاح درست ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ شامی جلد دوم ص ۳۸۰ میں ہے،

"فان كانت حاضرة منتقبة كفى الاشارة اليها والا حتياط كشف وجهها فان لم يروا شخصها وسمعوا كلامها من البيت ان كانت وحدها فيه جازا"۔

﴿۱۱﴾ فتویٰ شرعی: کہ میں نے سن رکھا ہے کہ نکاح کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ ہونا ضروری ہے، اگر کسی نکاح میں ایک مرد عالم فاضل اور ایک عورت گواہ ہوں تو کیا یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔ سائل: قاری مجیب الرحمٰن

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب، نکاح وطلاق کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ ہونا لازمی ہے۔ درمختار جلد ۲ ص ۲۷۴ میں ہے، "وشرط حضور شاهدين حرين او حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً على الاصح"۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ نکاح میں شرط ہے دو مرد آزاد یا ایک مرد اور دو عورتیں جو کہ ایجاب وقبول کو سنیں ورنہ نکاح نہ ہوگا۔

﴿۱۲﴾ فتویٰ شرعی: کہ ہمارے ایک قریبی رشتہ دار نے میرے بیٹے سے بیٹی کی منگنی کی تھی ہم نے لڑکی کو کپڑے دیئے عرصہ دو سال تک میرے بیٹے کی ہی منگیتر رہی اب معمولی ناراضگی ہوئی تو انہوں نے منگنی توڑ کر ایک دوسری جگہ نکاح کر کے شادی بھی کر دی ہے، کیا یہ فعل درست ہے۔ سائل: غلام عباس

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ منگنی ہماری اصطلاح میں وعدۂ نکاح کو کہتے ہیں۔ پس نکاح اس سے منعقد نہیں ہوتا، لہٰذا دوسری جگہ جو والد دختر نے نکاح اس کا کیا صحیح کیا۔ جیسا کہ درالمختار جلد۲ ص ۴۶۴ میں ہے،

"وهل اعطيتنيها ان المجلس للنكاح وان للوعد فوعد"۔

﴿۱۳﴾ **فتوی شرعی**: کہ میں نے اپنی بیٹی کی منگنی بھانجے سے کی تھی اب وہ ہیروئین یعنی نشہ کا عادی ہو چکا ہے، بالکل نکما ہے اور بیکار ہے، میرے خیال میں مجھے یہ رشتہ توڑ دینا چاہیے، شریعت اس بارے میں کیا حکم دیتی ہے۔ راہنمائی فرمائیں۔ سائل: غلام علی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ والد کے لیے ضروری ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح اس کی خیر خواہی کو مدنظر رکھتے ہوئے اچھے دیندار صحت مند لڑکے سے کرے نہ کسی نشہ کرنے والے ہیروئنچی سے۔ ایسے شخص سے نکاح کرنا بیٹی کو عذاب میں دھکیلنا ہے۔ اگر اس نے اختیار کو غلط استعمال کیا تو لڑکی کو مجاز عدالت سے فسخ کا حق حاصل ہوگا۔

فتاوی شامی جلد دوم ص ۳۸ میں ہے،

" ولا يزوج ابنته الشابة شيخا كبيرًا ولا رجلاً دميما ويزوجها كفوأ"۔

﴿۱۴﴾ **فتوی شرعی**: کہ ہمارے ہاں ایک بیوہ کا نکاح ہوا۔ ایک ہفتہ بعد عورت نے نکاح سے انکار کر دیا اور کہتی ہے میرا نکاح جبراً پڑھا گیا ہے، میں ناخوش ہوں۔ سوال یہ ہے کہ عورت کا نکاح میں ناپسندیدگی کا اظہار صحیح ہے یا نہیں یعنی نکاح باطل ہوگا یا نہیں۔ سائل: محمد اویس ماڑی انڈس۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر دو گواہ معتبر سے شوہر رضامندی عورت کی ثابت کر دے گا تو نکاح صحیح ثابت ہو جائے گا۔ عورت کا اظہار ناراضگی معتبر نہ ہوگی۔ اور اس کے گواہ دوبارہ عدم رضا مسموع نہ ہوں گے۔ جیسا کہ ردالمحتار جلد۲ ص ۴۱۶ میں ہے،

"قال الزوج للبكر البالغته بلغك النكاح فسكت وقالت رددت النكاح

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولا بینۃ لھما علی ذالک ولم یدخل بھا طوعا فی الاصح فالقول قولھا الا ان یبرھن علی رضا ھا او اجازتھا "۔

﴿۱۵﴾ **فتوی شرعی**: بیوی کی بہو جب کہ لڑکا بیوی کا جو پہلے شوہر سے ہے مر جائے تو کیا ازروئے شرع بہو مذکور سے نکاح درست ہے یا نہیں۔

سائل: عبدالجبار نیازی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ سوال میں مذکورہ بہو سے نکاح بالکل درست ہے جیسا کہ فتاوی درمختار جلد۲ ص۳۹۱ میں ہے "فجاز الجمع بین مرأۃ وبنت زوجھا أوا مرأۃ ابنھا "۔

﴿۱۶﴾ **فتوی شرعی**: مسمی محمد زبیر اپنی حقیقی سالی کی دختر سے نکاح کرنا چاہتا ہے، ہمارے محلے کے امام مسجد نے کہا ہے کہ یہ نکاح درست نہ ہے اس مسئلہ سے آگاہ فرمائیں تاکہ ہماری تسلی ہو جائے اور شریعت کے مطابق عمل کرسکیں۔ سائل: محمد بلال عیسیٰ خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر منکوحہ محمد زبیر کی محمد زبیر کے نکاح میں نہ ہو تو اس کی بھانجی سے نکاح جائز ہوگا اور دونوں کا اکٹھا نکاح میں رکھنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ رشتہ میں خالہ بھانجی ہیں۔

جیسا کہ ہدایہ شریف جلد۲ ص۲۷۶ میں ہے،

"ولا یجمع بین المرأۃ عمتھا او خالتھا اوا بنۃ اخیھا اوا بنۃ اختھا "۔

﴿۱۷﴾ **فتوی شرعی**: کہ ہم دو سگی بہنیں لائے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ایک کا نکاح باپ سے کردیں اور ایک کا نکاح اس کے بڑے لڑکے سے کردیں تو کیا یہ نکاح درست ہوں گے یا نہیں۔

سائل: گل مست خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ دو بہنوں کا اکٹھا نکاح ایک آدمی سے منع ہے اگر باپ بیٹے کے نکاح میں ہوں تو شرعاً کوئی حرج نہیں۔ محرمات کی کل ۹ قسمیں ہیں اور دو

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بہنوں کا باپ بیٹے کے عقد میں ہونا ان میں سے نہیں ہے اس لیے ان کا دو بہنوں سے عقد جائز ہے ۔جیسا کہ قرآن کریم سورۃ النساء پارہ چار رکوع ۱۲ میں ہے،۔"واحل لکم ما وراء ذلکم"۔

﴿۱۸﴾ **فتوی شرعی:** ہمارے چک میں کافی تعداد میں عیسائی رہتے ہیں۔ایک عیسائی لڑکی سے میرا شادی کرنے کا ارادہ ہے،اگر کرلوں تو یہ شادی شرعاً صحیح ہوگی یا نہیں۔وہ مسلمان بھی ہوجائے گی۔

سائل: محمد فرحان مظہری

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ عیسائی عورت سے مسلمان مرد کا نکاح درست ہے،جیسا ردالمختار جلد۲ ص ۳۹۷ میں ہے "وصح نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہا"۔

﴿۱۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری موجودہ بیوی کا لڑکا فوت ہوگیا ہے،جو کہ سابق شوہر سے تھا۔اس کی بیوی کے والد اور بھائی بھی فوت ہوگئے تھے۔اب وہ بڑی پریشان ہے کہ کس کے پاس جاؤں گی۔کیا میں اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے بیوی کے فوت شدہ لڑکے کی بیوی سے شادی کر سکتا ہوں یا نہیں۔سائل: محمد صغیر اللہ۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اپنی بیوی کے لڑکے جو کہ سابقہ شوہر سے ہو کے فوت ہو جانے کے بعد اپنی بیوی کے ہونے کے باوجود اس کی بیوہ سے نکاح کرنا درست ہے،یعنی جمع کرنا درمیان ایک عورت کے اور اس کے پسر کی زوجہ کے شرعاً درست ہے۔

"لعموم قولہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذالکم الآیۃ"۔

درمختار جلد۲ ص ۳۹۱ میں ہے،

"فجاز الجمع بین امرأۃ وبنت زوجہا او امرأۃ ابیہا"۔

﴿۲۰﴾ **فتوی شرعی**: کہ میری بیوی کا میرے ساتھ دوسرا نکاح ہے پہلے والا خاوند فوت ہوگیا ہے، وہ اپنے ساتھ ایک لڑکی مسماۃ صغریٰ بی بی لائی تھی، کیا میں صغریٰ بی بی کا نکاح اپنے بیٹے محمد اسماعیل سے کرسکتا ہوں یا کہ نہ کیونکہ لڑکا اور لڑکی آپس میں تو کچھ نہیں لگتے۔ سائل: فدا رسول

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ صغریٰ بی بی کا نکاح آپ کے لڑکے محمد اسماعیل سے یقیناً ہوسکتا ہے، کیونکہ ان دونوں میں کوئی وجہ حرمت نہیں ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں

"واحل لکم ما وراء ذلکم (النساء ٤) ولا باس ان یتزوج الرجل امراۃ ویتزوج ابنہ امتھا او بنتھا لانہ لا مانع"۔(بحر الرائق جلد سوم ص ۱۰۶)

﴿۲۱﴾ **فتوی شرعی**: کہ میری شادی کو عرصہ ۱۰ سال ہوگئے ہیں کوئی اولاد نہیں ہوئی میں چاہتا ہوں کہ دوسری شادی کرلوں مگر میری بیوی نہیں مانتی آیا ازروئے شرع دوسری شادی بغیر اجازت کے نہیں کرسکتا۔؟ سائل: محمد شہزاد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ شرعاً مرد کو دوسری شادی کے لیے بیوی کی اجازت لینا ضروری نہیں بلکہ اس کی اجازت کے بغیر بھی شادی کرسکتا ہے مگر شرط یہ ہے دونوں کے درمیان عدل و مساوات کی قدرت رکھتا ہو۔

جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ۔(سورۃ النسا)۔

پھر اگر ڈر برابر نہ رکھو گے تو ایک ہی (بیوی) کافی ہے)۔

﴿۲۲﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک لڑکے کی منگنی ہوئی، اسی گھر میں لڑکے کا آنا جانا تھا رشتہ داری بھی تھی لڑکے نے نکاح سے پہلے زنا کیا اور اب نکاح ہوگیا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا یہ نکاح

درست ہے۔ سائل: نعیم الدین

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نکاح صحیح ہوا ہے۔ جیسا کہ ردالمحتار جلد ۲ ص ۴۰۱ میں ہے "لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقا"۔ پہلے جو زنا ہوا اس سے توبہ استغفار کرے یہی اس کا کفارہ ہے۔

﴿۲۳﴾ فتوی شرعی: کہ دو سگی بہنیں ہیں۔ بڑی بہن چچا کے عقد میں، چھوٹی بہن کی شادی بھتیجے سے ہوگئی، ایک بہن کی لڑکی اور دوسری کا لڑکا، کیا ان دونوں کا آپس میں نکاح درست ہوگا یا نہیں۔

سائل: شفیق الرحمٰن

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کا آپس میں نکاح شرعاً جائز ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں سورۃ النساء ۲۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "واحل لكم ما وراء ذلكم" الآیۃ۔

﴿۲۴﴾ فتوی شرعی: کہ ہمارے گاؤں میں ایک لڑکا محمد خالد، احمد دین کی لڑکی اغوا کر کے لے گیا، تقریباً دس دن تک محمد خالد کے پاس رہی، گاؤں کے معززین نے فیصلہ کیا کہ اب اس لڑکی کا نکاح محمد خالد لڑکے سے کردو، اور محمد خالد کی بہن کا نکاح احمد دین کے بڑے لڑکے سے کردیا جائے۔ محمد خالد اور اس کی بہن اس نکاح پر خوش نہ تھے، بہرحال لڑکی نے روبرو دو گواہوں کے نکاح کی ہاں کردی، نکاح مولوی نے پڑھادیا، اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے جبراً نکاح منعقد نہیں ہوتا، آیا ازروئے شرع جبراً نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں۔ سائل: حبیب الرحمٰن چوک اعظم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ نکاح اِکراہ کے ساتھ درست بھی ہے۔ خواہ مرد مکرہ کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے اور یہی صحیح ہے۔ لہٰذا نکاح صحیح ہوگا۔ جیسا کہ فتاوی شامی جلد ۲ ص ۲۷۱ میں ہے،

"بل عبارا تهم مطلقة في ان نكاح المكره صحيح كطلاقه و

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عتقہ ممایصح مع الھزل ولفظ المکرہ شامل للرجل والمرأۃ"۔

اسی طرح مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۴ میں حدیث ہے

"قول وفی الحدیث ثلاث جدھن جدو ھزلھن جدا لحدیث وعد صلی اللہ علیہ وسلم فیھن النکاح"۔

«۲۵» **فتوی شرعی:** کہ ایک ایسی لڑکی جو کہ سرکس میں کام کرچکی ہو اور اس کے متعلق یقین ہو کہ یہ بدکار تھی لیکن اب توبہ تائب ہوچکی ہو کیا بدکار لڑکی سے شادی ہوسکتی ہے یا نہیں۔

سائل: محمد عظیم راولپنڈی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایسی لڑکی سے نکاح شرعاً درست ہے۔

جیسا کہ فتاوٰی الدر المختار جلد ۲ ص ۴۰۲ میں ہے

"وصح نکاح الموطوءۃ بزنا ای جاز نکاح من رأھا تزنی ولہ وطؤھا بلا استبراء"

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے "الزانیۃ ولا ینکحھا الازان"۔

«۲۶» **فتوی شرعی:** کہ بنگلہ دیش سے ایک لڑکی آئی ہے وہ حلفاً کہتی ہے کہ میرا نکاح کسی سے نہیں ہوا، آیا از روئے شرع اس لڑکی کا نکاح کردیا تو کیا منعقد ہو جائے گا یا نہیں۔ سائل: محمد ثاقب ضلع بھکر

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے اس لڑکی کا نکاح موافق اس کے بیان کے شرعاً جائز ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی ردالمحتار جلد ۵ ص ۱۷۳ میں ہے

"وحل نکاح من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی ---- و حاصلہ انہ متی اخبرت بامر محتمل فان ثقۃ اووقع فی قلبہ صدقھا لا باس بتزوجھا"۔

خلاصہ کلام اس صورت میں عورت کے بیان کے موافق اس سے نکاح کرنا درست ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۷﴾ **فتوی شرعی**: کہ میری بیوی عرصہ دس، گیارہ سال سے فوت ہوگئی ہے۔اس سے میری صرف دولڑکیاں ہوئی تھیں۔اب میں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کرنے کا پیغام بھیجا۔بیوہ کے بھائیوں نے کہا ہمیں رشتہ دو یعنی اپنی ایک لڑکی کا نکاح ہمارے بھانجہ سے کردو،کو کیا ازروئے شرع یہ جائز ہے کہ میں بیوہ سے شادی کروں اور بیوہ کا بیٹا میری بیٹی سے شادی کر لے۔سائل: محمد اصغر علی قائدآباد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایسا نکاح شرعاً جائز ہے۔جیسا کہ فتاوی ردالمحتار جلد۲ص ۳۸۳ ”اما بنت زوجة ابیه او ابنه فحلال“۔

﴿۲۸﴾ **فتوی شرعی**: آج سے دس سال پہلے ہم کافی رشتہ دارا کھٹے ہوئے اور رسم منگنی ادا ہوتی نکاح ہوااور نہ ہی ایجاب وقبول ہوا۔اب لڑکے والے اس منگنی کو نکاح قرار دینے پر بضد ہیں جبکہ ہمارے پاس کافی تعداد میں گواہ ہیں لڑکے والوں کے پاس ایک بھی گواہ نہیں، میری بچی عاقلہ بالغہ ہے وہ اس لڑکے سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔سوال یہ ہے منگنی کی رسم ادا کرنے سے نکاح ہوجاتا ہے۔

سائل: عبدالرشید شادیہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے ایسی حالت میں نکاح نہیں ہوا، فتاوی شامی جلد۲ص ۳۶۹ میں ہے

”فان قامت القرینة علی عدمه لا ینعقد نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۷۰ پر ہے ”لا بد فی کنایات النکاح مع النیت من قرینته“۔

ہاں اگرآپ نے وعدہ نکاح کیا تھا تو وعدہ پورا کرنا اسلام میں ضروری ہے،لیکن چونکہ اب لڑکی عاقلہ بالغہ ہوچکی ہے اورنہیں مانتی تو باپ شرعاً مجبور ہے وہ عاقلہ بالغہ لڑکی پر باپ جبر نہیں کر سکتا۔یہی حکم شرعی ہے، فتاوی عالمگیری جلد۲ص ۱۱ میں ہے ”لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت او ثیباً“۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہٰذا اس لڑکی کا نکاح حسب دستور شریعت جہاں مناسب سمجھیں کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے "وانکحو الایامیٰ"۔

﴿۲۹﴾ فتوی شرعی: کہ ایک یتیم وغریب لڑکی جو کہ نابالغہ ہے بلا اجازت ولی اس کا نکاح کردیا گیا بوڑھی والدہ کا انگوٹھا لگوایا گیا کیا ایسی صورت میں نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں۔

سائل: خورشید احمد شادیہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر واقعی سوال درست ہے تو نکاح نہیں ہوا کہ نابالغ و نابالغہ کا نکاح بلا اجازت ولی نہیں ہوسکتا۔ اور عصبات کے موجود ہونے کی صورت میں والدہ ولی نہیں بن سکتی۔ اور لطف تو یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں مذکور کاروائی کو نکاح کہنا محض نام ہی نام ہے، نکاح شرعاً ایجاب وقبول کے بغیر منعقد ہو بھی نہیں سکتا۔

فتاوی عالمگیری جلد اص ۱۱ میں ہے "اما رکنه فالا یجاب والقبول" اور ایجاب وقبول تلفظ کا نام ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے "والایجاب ما یتلفظ به اولاً من ای جانب کان والقبول"۔ تو محض انگوٹھا اگرچہ رضا ورغبت سے خود ولی شرعی لگا دے کسی صورت میں قابل اعتبار نہیں چہ جائیکہ والدہ صورت مسئولہ میں ولی شرعی بھی نہیں اور وہ بھی بلا رضا ہو تو نکاح کیسے ہوگا۔

﴿۳۰﴾ فتوی شرعی: کہ میرا بچہ گونگا ہے۔ یہاں میانوالی کے سکول بہرے اور گونگے میں تقریباً چھ سال تک تعلیم حاصل کی، گھر میں اشاروں سے باتیں سمجھ سکتا ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ گونگے کا نکاح کیسے پڑھا جائے۔ سائل: انعام اللہ خان سکنہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس کو اشارہ سے سمجھایا جائے کہ تیرا نکاح اس لڑکی کے ساتھ کیا ہے کیا تجھے قبول ہے، پھر اگر وہ اشارہ کردے کہ قبول ہے تو نکاح ہوگیا، یا یوں ہی لکھ کر اس کے سامنے کردیا جائے اور وہ قبولیت کا اشارہ کردے یا لکھ دے تو جائز ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتاوی عالمگیری جلد ۴ ص ۴۰۰ میں ہے

"ایماء الاخرس و کتابتہ کالبیان فی الوصیت والنکاح والطلاق"۔

نیز اسی میں ہے

"یجوز نکاح الاخرس و طلاقہ (الیٰ ان قالوا) اذا کان یکتب او یؤمی ایماء یعرف بہ۔

اور یونہی اکثر کتب مذہب میں ہے اور اس کا لکھنا اشارہ سے بھی اچھا ہے۔ جب کہ با قاعدہ صحیح لکھ سکتا ہو مثلاً یہ کہ من کہ فلاں بن فلاں ہوں اس لڑکی فلانہ بنت فلاں کا نکاح قبول کرتا ہوں۔

﴿۲۱﴾ فتوی شرعی: میرا ایک دوست ہے جو کہ سنی شیعہ لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ لڑکی بھی اس کو پسند کرتی ہے اور شادی کرنا چاہتی ہے۔ کیا سنی لڑکا کسی سنی شیعہ لڑکی سے یا سنی شیعہ لڑکا سنی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ (نوٹ) براہ کرم تفضیلی فتوی باحوالہ لکھ کر دیں نوازش ہو گی۔ سائل: حافظ خدا بخش بھکر

الجواب: مکرمی خدا بخش صاحب مکمل جواب دینے سے پہلے تمہیدی بیان بڑی توجہ سے پڑھیں۔ شیعہ کے بہت فرقے ہیں، مشہور ہمارے علاقے میں دو ہیں، تفضیلی شیعہ اور سبّی شیعہ۔

تفضیلی شیعہ کے متعلق بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ مناکحت جائز ہے، کیونکہ وہ فقط حضرت علیؓ کو اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں باقی ان کے عقائد اہلسنت جیسے ہیں۔ اور بعض علماء و محققین ان کے ساتھ نکاح کو بھی باطل قرار دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کے منکر ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا پر قذف یعنی تہمت لگاتے ہیں، قرآن کے منکر ہیں، ان کے متعلق فتاوی عالمگیری جلد دوم، کتاب البیوع فی احکام المرتدین ص ۲۶۴، تہذیب التہذیب جلد اول اور انکے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہاں (تقیہ) جھوٹ بولنا ایمان کا حصہ ہے۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ ان کے ساتھ مناکحت نہ کی جائے۔

سبی شیعہ (سبی شیعہ وہ ہے جو شخص صحابۂ کرام اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں دیتا ہے اور سب کا قائل ہے) ان سے اصلاً نکاح باطل ہے، کیونکہ ان کے عقائد تفضیلی سے بھی بدتر ہیں۔ بطور نمونہ انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کی تسلی کے لیے لکھ دیتا ہوں۔

عقیدۂ توحید:

بداء کا عقیدہ: جملہ اہل اسلام کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازل و ابد کو محیط ہے اور کوئی بھی ہونے والا واقعہ اس سے مخفی نہیں اور اس کے فیصلہ میں کبھی غلطی نہیں ہوئی اور شیعہ امامیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے بارے بداء کا عقیدہ رکھنا ایک بہت ہی بڑی عبادت ہے، اور یہ شیعہ کی تمام عقائد، حدیث اور فقہ کی کتب میں باقاعدہ ایک باب موجود ہے۔

شیعہ حدیث کی معتبر اور مشہور کتاب اصول کافی باب البداء ص ۲۲۸ **عن احدهما علیهم السلام قال ما عبد الله بشئی مثل بداء** (ترجمہ امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا امام جعفر صادق میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور کسی چیز سے ایسی نہیں ہوتی جیسا کہ بداء کے عقیدہ سے ہوتی ہے۔ اعتقادیہ شیخ صدوق ص ۱۸، اصول کافی جلد اص ۳۲۷، اصل واصول الشیعہ ص ۱۶

تقیہ: مذہب اسلام میں جھوٹ بولنا بڑا سنگین جرم ہے، قرآن میں جھوٹے پر لعنت کی گئی ہے، مگر شیعہ کے نزدیک اصل بات کو چھپانا، جھوٹ بولنا اور تقیہ کرنا خالص دین ہے، بلکہ ان کے نزدیک دین کے نو حصے جھوٹ میں مضمر ہیں۔

اصول کافی میں تقیہ کا ایک مستقل باب ہے، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت ہے کہ، "ان تسعة اعشار الدین فی التقیة ولا دین لمن لا تقیة له "۔(اصول کافی ص ٤٨٢)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: بے شک دین کے نوے فیصد دین تقیہ میں ہے اور جو شخص تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔

قرآن کا انکار: پوری امت کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے ایک لفظ کا انکار کفر ہے اور جو پورے قرآن کا انکار کرے وہ کیسے مسلمان ہوسکتا ہے۔؟ شیعہ کی تمام جدید قدیم کتب میں بے شمار روایات تحریف قرآن پر موجود ہیں صرف چند بطور نمونہ نقل کرتا ہوں۔

علامہ نوری طبرسی ایرانی لکھتا ہے

" قال السید المحدث الجزائری فی الانوار مامعنا ان الا صحاب الاخبار المستفیضة بل المتواترة الدالة بصریحها علی وقوع التحریف فی القرآن کلا ما و مادۃ و عرابا والتصدیق بها فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب ص ۳۰

ترجمہ: محدث الجزائری نے اپنی کتاب انوار نعمانیہ میں تحریر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے اصحاب (شیعہ) سب کا اس پر اتفاق ہے وہ تمام مشہور بلکہ متواتر روایات جو صراحۃً قرآن کی عبارت، الفاظ اور اسکے اعراب میں تحریف بتاتی ہیں صحیح ہیں اور ہمارے تمام اصحاب تحریف قرآن کی ان روایات کی تصدیق پر متفق ہیں۔ تفسیر صافی جلد اص ۱۹۱، عقائد شیعہ ص ۴۹۔

اصول کافی ص ۶۷ میں ہے

" ان القرآن الذی جاءبه جبرائیل علیه السلام الی محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سبعة عشر الف آیة "۔

بلاشک وہ قرآن جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لائے اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں۔ حالانکہ موجودہ قرآن صرف 6666 آیات پر مشتمل ہے۔ 10334 آیات چوری ہوگئی ہیں۔ یا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی بکری کھا گئی یا اصحاب ثلاثہ نے عمداً مذکورہ آیات حذف کردیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ نعمت اللہ الجزائری، انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۶۰ میں لکھتا ہے،

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصلی قرآن جمع فرمایا اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس لے آئے انہوں نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا قرآن دیکھا اس میں اصحاب رسول ﷺ کی برائی تھی تو انہوں نے واپس کر دیا۔

"فقال لهم علي عليه السلام لن تروه بعد هذا اليوم ولا يراه احد"۔

موجودہ قرآن کے محرف ہونے پر بے شمار دلائل ہیں ملاحظہ ہوں۔ شیعہ کتب کے نام "حیات القلوب جلد سوم ص ۱۲، تحقیق المتین ص ۲۷۶، تذکرہ ائمہ ص ۱۸، عقائد الشیعہ ص ۸۷، علامہ ڈھکو" وسیلہ انبیاء علیہم السلام جلد دوم ص ۱۰۹، انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۰۵، احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۶۵۔ تہذیب المتین ص ۲۶۸۔ وغیرہ

تمام آئمہ الٰہ ہیں

جلاء العیون جلد دوم ص ۸۵، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رب ہیں، جلد دوم ص ۶۶ ہمارے تمام امام خدا ہیں۔ شیعہ عقائد ص ۷۷ ہمارے تمام آئمہ میں خدائی صفات ہیں، بصائر درجات ص ۲۳

اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار

"وذلك انهم يقولون ان ربهم هوا الذى كان محمد خليفة ابو بكر ونحن لا نقول بهذا الرب ولا بذالك النبى صلى الله عليه وآله سلم ولا ذلك النبى نبينا"۔ انوار نعمايه جلد دوم ص ۲۷۸

خلاصہ: نہ ہم اس رب کو مانتے ہین نہ اس رب کے نبی کو ہی مانتے ہیں جس کا خلیفہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات پر حملہ
کہ اصل نبوت حضرت علیؓ کی تھی

"قالوا محمد بعلى اشبه من الغراب بالغراب والذباب بالذباب فبعث الله جبريل الى على عليه السلام فغلط جبريل فى تبليغ الرسالة من على الى محمد ﷺ"

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خلاصۂ عبارت یہ ہے جیسا کہ کوا کوے سے مکھی مکھی کے مشابہ ہوتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مشابہ تھے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت علی کو نبوت دینے کے بجائے حضرت محمد ﷺ کو دے گئے دیکھیے شیعہ کی کتاب انوارِ نعمانیہ جلد دوم ص 237 اور دیکھیے تذکرہ ائمہ ص 53 حضرت علیؓ تمام انبیاء علیہم السلام ورسل سے افضل ہیں۔ جلا العیون ص ۲۰ حیات القلوب مترجمہ جلد دوم ص ۷۸۷، امام مہدیؑ کے ہاتھ پر اول بیعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرینگے، حق الیقین ص ۳۲۰، مرتبہ امامت برتر نبوۃ است، حیات القلوب جلد سوم ص ۱۰۰، اصول کافی جلد اول ص ۲۰۰ ''مرتبہ امامت نظیر درجہ نبوت است'' حق الیقین جلد اول ص ۷۳ المجالس فاخرہ ص ۱۲' ایرانی انقلاب کا بانی لکھتا ہے الحکومت اسلامیہ ص ۲۵ پر کہ آئمہ کے مقام کو انبیاء علیہم السلام ورسل نہیں پہنچ سکتے۔ تمام رسول آئے ناکام ہوگئے حتی کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے مشن میں ناکام ہوگئے، (خطبہ اتحاد و یکجہتی ص ۲۵ از امام خمینی)۔

اصحاب رسول ﷺ کی ذات پر حملہ

اصحاب الرسول ﷺ جن کے ایمان واخلاص کی قرآن نے گواہی دی شیعہ ان کو کافر، مرتد، زندیق کہتے اور لکھتے ہوئے تھکتے نہیں،

تمام صحابہ مرتد: ''قال علی السلام ارتد الناس کلھم بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اربعۃ سلمان وابوذر والمقداد و عمار''

انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۸، رجالی کشی ص ۳۵، تفسری صافی جلد ۴ ص ۳۸۹، تنقیح المقال جلد اول ص ۲۱۶ بحار الانوار جلد ۸ ص ۳۳ حیات القلوب جلد دوم ص ۹۱۶، ترجمہ مقبول ص ۱۳۴، کتاب الروضہ ص ۱۱۵، امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد تمام صحابہ مرتد ہوگئے سوائے چار کے سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، مفضل پرسید کہ مراد از فرعون وہامان درایں آیۃ چیست حضرت فرمود کہ مراد

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابو بکر و عمر است۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس امت کے فرعون وھامان سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔

روایت کردہ اند ہیچ عاقل را مجال آن ہست کہ شک کند در کفر عمر و کفر کسی کہ عمر را مسلمان داند ۔ جلا العیون جلد اول ص ۶۳ ، حیات القلوب جلد دوم ص ۸۴۲ کہ حضرت عمرؓ کے کفر مین شک کرنا کفر ہے۔ امام زین العابدینؒ کی طرف منسوب روایت۔

ہر دو ابو بکر و عمر کافر بو دند و ہر کہ ایشان را دوست دارد کافر است

نور ایمان ص ۲۹۵، حق الیقین ص ۵۲۲ ، ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں کافر تھے جو ان سے دوستی رکھے وہ بھی کافر ہے۔

امام خمینی نے لکھا "عمر اصل الکفر و الذندقۃ " کشف اسرار ص ۱۳۵ عمرؓ کافر و زندیق ہے۔ شراب خور خلفاء نے قرآن کو تبدیل کیا، ترجمہ مقبول ص ۴۲۹ پارہ نمبر ۱۲ شیطان کے مذہب کو سب سے پہلے قبول کرنے والا ابو بکرؓ ہے، چراغ مصطفوی ص ۱۸ ابو بکرؓ و عمرؓ بدقماش تھے، شیخ سقیفہ ص ۱۰ ہر نماز کے بعد اصحاب ثلاثہ پر لعنت کرنا تحفۃ العوام ص ۳۲۸ ،فروع کافی جلد سوم ص ۳۴۲

نوٹ: دل پر ہاتھ رکھ کر چند دلخراش حوالہ جات لکھ دیئے تا کہ آپ کو عین الیقین حاصل ہو جائے ، ایسے عقائد رکھنے والے شیعہ کے بارے میں اہلسنت کے علماء نے کفر کا فتوی دیا ہے اور ان سے مناکحت کو ناجائز قرار دیا ہے۔

ایسے لوگوں کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو برا کہے گی تو " فلا تصلوا علیھم ولا تصلو معھم ولا تنا کحواھم و تجالسوھم وان مرضوا فلا تعودا ولھم "۔ شفا شریف جلد ۲ ص ۲۶۶ ، مشکوۃ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شریف ص ۴ ۵۵، کتاب الاعتصام ص ۲ ۵ جلد اول۔

ترجمہ: ان کا نمازِ جنازہ نہ پڑھنا اوران کے ساتھ نماز نہ پڑھنا ان سے مناکحت نہ کرنا اور نہ ہی ان کی مجالس میں شریک ہونا، اگر بیمار ہو جائیں تو ان کی بیمار پرسی نہ کرنا۔

فتاوی درمختار جلد ۴ ص ۲۳۷ میں ہے

"الکافر بسب الشیخین او بسب احدهما فی البحر عن الجوهرة معزیاً للشهید من سب الشیخین او طعن فیهما کفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسی وابو اللیث وهو المختار للفتوی ---- نقل فی البزازیه عن الخلاصة ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر"۔

ترجمہ: سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو گالی دینے والا اور اس پر لعن طعن کرنے والا کافر ہے، اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ علامہ ابوسی اور ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہما کا یہی فتوی ہے، اور قول مختار بھی یہی ۔۔۔۔۔۔ اور خلاصۃ الفتاوی میں ہے کہ رافضی (شیعہ) جب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو گالی گلوچ دے یا لعن طعن کرے وہ کافر ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۲۹۲ میں ہے

"الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما والعیاذ بالله فهو کافر ---- من انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی الله عنه فهو کافر وعلی قوله وعلی قول بعضهم هو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انه کافر ---- وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین کذا فی الظهیریة"۔

ترجمہ: جو رافضی (شیعہ) سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو گالی بکے، وہ کافر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے، جس نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت کے برحق ہونے کا انکار کیا وہ بھی کافر ہے بعض نے کہا کہ ایسا شخص بدعتی ہے، کافر نہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ بدعتی نہیں بلکہ کافر ہے، یہ لوگ ملت اسلامیہ سے خارج ہیں اور ان کے احکامات وہی ہیں جو مرتدین کے ہیں ظہیریہ میں یہی مذکور ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد دوم ص ۲۸۳ میں ہے

"ومنها ما هو باطل بالاتفاق نحو النكاح فلا يجوز له ان يتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمية لا حرة ولا مملوكة وتحرم ذبيحته وصيده بالكلب والباذى والرمى"۔

ترجمہ: مرتدین کے بعض احکام یہ ہیں کہ جن کے بطلان پر تمام علماء کا اتفاق ہے، ایک یہ ہے کہ ان سے نکاح کا لین دین بالکل باطل ہے، لہٰذا کسی مرتد کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں کہ وہ کسی مسلمان عورت، مرتدہ، ذمیہ، آزاد اور باندی سے نکاح رچائے۔ اس کا ذبح کیا ہوا حرام ہے، اور شکاری کتے، باز اور تیر سے اس کا شکار کیا ہوا بھی قطعاً حرام ہے۔

فتاوی عالمگیری اور دیگر کتب فتاویٰ سے واضح ہو گیا کہ شیخین پر لعن طعن کی وجہ سے شیعہ اسلام سے خارج اور مرتدین کے حکم میں ہے، اور ہر مرتد کے متعلق امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ان کو رشتہ دینا یا ان سے رشتہ لینا دونوں حرام ہیں۔

فتاوی شامی جلد ۴ ص ۲۹۴ میں ہے

"لا شك فى تكفير من قذف السيدة عائشة رضى الله عنها تعالىٰ او انكر صحبة الصديق"۔

جس شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر قذف کی یا حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحابی ہونے کا منکر ہوا تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتاوی شامی جلد اول ص ۹۲ میں ہے

"ومن توقف فی کفرھم فھو کافر مثلھم"۔

جو شخص سبی شیعہ کے کفر میں توقف کرے وہ بھی ان ہی جیسا کافر ہے۔

تذکرۃ الحفاظ جلد دوم ص ۳۰۴ میں ہے

"من کفرھما والعیاذ باللہ تعالیٰ جاز علیہ التکفیر واللعنۃ"۔

اگر حضرات شیخین کی کوئی تکفیر کرے عیاذاً باللہ تو اسکی تکفیر اور اس پر لعنت جائز ہے۔

خود علماء شیعه کا فتوٰی ھے که اھلسنت سے نکاح حرام ھے

اہل شیعہ کے امام اور ایرانی انقلاب کے بانی، تحریر الوسیلہ جلد دوم ص ۲۵۶ پر لکھتے ہیں،

"لا یجوز للمومنۃ ان تنکح الناصب المعون"۔ ناصبی یعنی (سنیوں) سے مؤمنہ (شیعہ) عورت کا نکاح جائز نہیں۔ اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ اہل سنت و جماعت دائرہ اسلام سے خارج (یعنی کافر) ہیں اور یہود و نصاریٰ سے بھی کہیں بدتر ہیں۔ لہٰذا انہیں رشتہ دینا یا ان کا رشتہ لینا قطعاً حرام ہے۔

الاستبصار جلد ۳ ص ۱۸۴ میں ہے

"عن الفضیل بن یسار قال سالت ابا جعفر علیہ السلام عن المرأۃ العارفۃ ھل ازوجھا الناصب فقال لا لان الناصب کافر قال فازوجھا الرجل غیر الناصب ولا العارف فقال غیرہ احب الی منہ"۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۴۳۶۔

ترجمہ: فضیل بن یسار نے کہا، میں نے امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا کسی جانی پہچانی عورت کا نکاح کسی ناصبی (سنی) سے کر دوں فرمایا، نہیں، کیونکہ ناصبی (سنی) کافر ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کیا ایسی عورت کا نکاح کسی غیر ناصب (غیر سنی) یا ان جان سے کر دوں، فرمایا، ناصب (سنی) کے علاوہ ہر آدمی مجھے اس سے بہتر نظر آتا ہے، (لہٰذا اس سے بیاہنے میں کوئی حرج

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نہیں ہے)

تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۳۰۲ میں ہے۔

"عن فضیل بن یسار عن ابی عبد الله علیہ السلام قال لا یزوج المومن الناصبیۃ المعروفۃ"۔

ترجمہ: فضیل بن یسار نے امام ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا، کہ امام نے فرمایا، کوئی صاحب ایمان (شیعہ مرد) کسی ایسی عورت سے ہرگز شادی نہ کرے جو ناصبیہ (سنیہ) ہونے میں مشہور ہو۔

فروع کافی جلد ۵ ص ۲۵۰ میں ہے

"عن فضیل بن یسار قال سالت ابا عبد الله علیہ السلام عن نکاح الناصب فقال لا والله ما یحل"۔

ترجمہ: فضیل بن یسار کہتا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا ناصبی (سنی) مرد شیعہ عورت سے نکاح کرسکتا ہے؟، خدا کی قسم! یہ ہرگز حلال نہیں ہے۔

الاستبصار جلد سوم ص ۱۸۴ میں ہے

"عن فضیل بن یسار عن ابی جعفر علیہ السلام قال ذکر الناصب فقال لا تناکحھم ولا تحل ذبیحتھم ولا تسکن معھم"۔

ترجمہ: فضیل بن یسار روایت کرتا ہے کہ امام ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے ناصب (اہل سنت) کی بات چیت ہوئی تو آپ نے فرمایا، ان سے نہ نکاح کرو، نہ انہیں نکاح دو، اور نہ ان کا ذبح کیا ہوا جانور کھاؤ، اور نہ ہی ان کے ساتھ رہائش اختیار کرو۔

چند ایک کتابوں کے نام اور صفحات آپ کی تسلی کے لیئے لکھ دیتا ہوں تا کہ آپ کو حق الیقین ہو جائے،

من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۵۲، طبع ایران، الاستبصار جلد دوم ص ۹۹، طبع ایران،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فروع کافی جلد ۵ ص ۳۵۱، ۳۴۹، ۲۵۰، طبع ایران، تہذیب الاحکام جلد ہفتم صفحہ ۳۰۲، طبع ایران، اللمعۃ الدمشقیہ، جلد پنجم ص ۲۳۵، طبع ایران، علل الشرائع، جلد اول ص ۳۰۴، طبع ایران، وسائل شیعہ جلد نمبر ۱۴ ص ۴۲۳، طبع ایران، مرأۃ العقول کتاب النکاح ص ۲۳۵، طبع ایران، المبسوۃ شیعہ کتاب، کتاب النکاح ص ۲۴۸، طبع ایران، انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۸۵، طبع ایران، حلیۃ المتقین، ص ۱۴۱، طبع ایران وغیرہ۔

خلاصہ کلام، یہ ہے کہ ہر دو فریقین یعنی سنی وشیعہ کے فقہاء کی عبارات سے مسئلہ واضح ہو گیا کہ سنی حنفی لڑکے کا رشتہ سبی غالی شیعی لڑکی سے کرنا ہرگز جائز نہیں اگر کوئی کر دے تو علیحدگی فوراً ضروری ہے۔

﴿۲۲﴾ فتوی شرعی: کہ ایک شخص عرصہ تک ایک عیسائی عورت سے زنا کرتا رہا ہے۔ اب اس کا پورا گھرانہ مسلمان ہو چکا ہے، کیا مزنیہ مسلمان لڑکی سے زانی شادی کر سکتا ہے یا نہیں۔ سائل: قاری عبدالمجید اویسی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے زانی مزنیہ کی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ مزنیہ کی دختر ہمیشہ کے لئے زانی پر حرام ہے۔

جیسا کہ فتاوی ردالمحتار جلد ۲ ص ۳۸۴ میں ہے

"واراد بحرمۃ المصاهرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعاً وحرمۃ اصولها وفروعها علی الزانی نسباً ورضاعاً كما فی الوطؤ الحلال

﴿۲۳﴾ فتوی شرعی: کہ میرے تمام گھر والے خصوصاً والدین اس لڑکی سے میری شادی کرنا چاہتے ہیں جو مجھے پسند نہیں کیا اس سلسلہ میں میں والدین کی مرضی کے مطابق عمل کروں یا نہیں۔

سائل: حکیم محمد مشتاق محلہ ہاشم شاہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ والدین پر لازم ہے کہ نکاح کے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلسلہ میں اولاد سے مشورہ کریں اور اولاد کی جائز خواہش پر عمل کریں، اولاد کو بھی چاہیے کہ والدین کی مرضی کو اپنی مرضی پر ترجیح دیں والدین کا تجربہ اور شفقت زیادہ ہوتی ہے جو رشتہ اولاد کے لیے پسند کرتے ہیں وہ سوچ سمجھ کر کرتے ہیں اور اولاد کو والدین کا رشتہ بخوشی قبول کر لینا چاہیے۔

﴿۳۴﴾ فتوی شرعی : کہ کچھ والدین بچوں کی شادی میں بڑی دیر کرتے ہیں اگر کوئی رشتہ آئے تو کہتے ہیں ابھی تعلیم مکمل کرنی ہے اس کے بعد شادی کے متعلق سوچیں گے یہ از روئے شرع صحیح ہے۔ سائل: اسلم خان سکنہ جھانبرہ شرقی میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آج مادیت کے دور میں والدین اپنے اس فریضہ سے غافل ہیں اعلیٰ تعلیم کے شوق میں بچے بوڑھے ہو جاتے ہیں خدا جانے کتنے بچے بچیاں اس وجہ سے غلط کاری کے سیلاب میں ڈوب چکے ہیں۔ حالانکہ شرع شریف کا حکم ہے۔

جیسا کہ مشکوۃ شریف ص ۲۷۱ پر ہے،

"عن ابی سعید وابن عباس قالا قال رسول الله ﷺ من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذ ابلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانمها اثما على ابيه"۔

جب اولاد بالغ ہو جائے اور والدین ان کے نکاح سے آنکھیں بند کیے رکھیں اس صورت میں والدین بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب لڑکی لڑکا بالغ ہو جائیں تو ان کا رشتہ بھی ہو جائے تو دیر نہیں کرنی چاہیے بلکہ جلد ہی شادی کرنی چاہیے تا کہ گناہ سے محفوظ رہیں۔

﴿۳۵﴾ فتوی شرعی: کہ کیا بغیر عذر شرعی منگنی توڑنا کیسا ہے نیز کیا منگنی سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں۔ سائل: عمران خان غلبلی سکنہ واںڈھی آرائیاں والی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ منگنی وعدہ نکاح ہے، اور بغیر عذر شرعی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وعدہ خلافی گناہ ہے، حدیث شریف میں وعدہ خلاف کو منافق کہا گیا ہے، ہاں اگر کوئی معقول وجہ ہو تو منگنی توڑی جا سکتی ہے باقی صرف رسم منگی تو صرف رسم منگنی ہے نکاح نہیں ہوتا بلکہ یہ وعدہ نکاح ہے۔

﴿۳۶﴾ فتوی شرعی: کہ ہمارے ہاں رواج ہے کہ رسم منگنی کے موقع پر لڑکا لڑکی کو صرف دیکھتا ہی نہیں بلکہ انگوٹھی وغیرہ بھی پہناتا ہے اور کچھ لوگ ہوٹل پر کھانے کے بہانے لے جاتے ہیں خلوت میں رہتے ہیں کیا یہ از روئے شرع صحیح ہے یا نہیں۔ سائل: ظفر اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ جب لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہو اس کو ایک نظر دیکھ لینا تو جائز ہے اس سے زیادہ تعلقات کی اجازت ہرگز نہیں، نکاح سے قبل ان دونوں کا تخلیہ میں بیٹھنا حرام ہے۔ انگوٹھی کی رسم مستورات ادا کریں۔

﴿۳۷﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے اپنے بیٹے کا رشتہ بار بار مانگا مگر لڑکی والے برابر انکار کرتے رہے آخر ایک دن میں نے قرآن پاک لڑکی کے والد کی گود میں رکھ دیا پھر اس نے رشتہ دینے کا وعدہ کیا اب وہ انکار کر رہا ہے، ایک مولوی نے کہا ہے یہ قسم ہوگئی ہے کیا از روئے شرع انکار کر سکتا ہے۔ سائل: محمد حنیف

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ قرآن پاک کو گود میں رکھ دینے سے قسم نہیں ہوتی، اگر لڑکی کے والد نے رشتہ دینے کی حامی بھری تھی اب وہ انکار کرتا ہے تو یہ وعدہ خلافی ہے۔ جو گناہ ہے ہاں اگر اس نے قسم زبان سے کھائی تھی تو پھر قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا۔

قرآن پاک میں ہے" فکفارته اطعام عشرة مسٰکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم او تحریر رقبه فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام ذلك کفارة ایمانکم اذا حلفتم"۔

ترجمہ: تو ایسی قسم کا بدلہ دس مسکینوں کو کھانا دینا اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو درمیانی قسم کا کھانا یا انہیں کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ دے پائے تو تین دن روزے رکھے

یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھاؤ (کنزالایمان)

﴿۳۸﴾ **فتوی شرعی :** کہ میرا بچہ بیرون ملک رہتا ہے، ہم نے اس کا رشتہ طے کیا لڑکی والے ہمیں تنگ کرر ہے تھے کہ جلدی نکاح کرلو ہمیں اور لوگ رشتہ کے سلسلہ میں دباؤ ڈال رہے ہین ہم نے ٹیلیفون پر نکاح پڑھا دیا یعنی ایجاب وقبول کرادیا کیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں۔سائل: اسد خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نکاح کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب و قبول ایک مجلس میں کم از کم دو گواہوں کی موجودگی میں ہو، یہ بات موبائل یا ٹیلیفون پر ناممکن ہے، لہٰذا اس صورت میں نکاح نہیں ہوا جب لڑکا آئے تو دوبارہ ایجاب وقبول کرالینا ضروری ہے۔

﴿۳۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ ہمارے ہاں رواج ہے کہ نکاح نامہ پر لڑکی سے صرف دستخط یا انگوٹھا لگواتے ہین حالانکہ ان کے علاوہ لڑکی سے بوقت نکاح اُجازت بھی لینی چاہیے، سوال یہ ہے کہ کیا صرف دستخط کردینے سے لڑکی کی رضا سمجھی جائے گی یا نہیں۔سائلہ: نبیلہ بی بی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے عاقلہ بالغہ لڑکی سے اس کے ولی اقرب نے اجازت نکاح لی اگر اس نے اجازت دیدی اگرچہ جبر واکراہ سے دی ہو اور دستخط کردیئے تو اجازت ہوجاتی ہے، اجازت سے کیا ہوا نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ دو گواہوں کی موجودگی اسی مجلس میں ایجاب وقبول ہوجائے۔

﴿۴۰﴾ **فتوی شرعی:** کیا نکاح کے سلسلہ میں لڑکی سے اجازت لینا ضروری ہے اگر دل سے لڑکی نہ مانے مگر والدین کے عزت کی خاطر وکیل کو بوقت نکاح ہاں کردے مگر دل میں لڑکے سے نفرت کرتی ہو کیا ایسی صورت میں نکاح ہوجائے گا۔سائلہ: شمائلہ بی بی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر لڑکی نے زبان سے ہاں یعنی اجازت دے دی یا اجازت کے وقت خاموش رہی ہو تو اجازت ہو جائے گی بشرطیکہ اجازت لینے والا ولی اقرب ولی العبد نے اجازت مانگی اور لڑکی خاموش رہی تو اجازت نہ سمجھی جائے لڑکی کا بول کر اجازت دینا ضروری ہے ورنہ نکاح موقوف رہے گا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تنویر البصار ص ۶۲ جلد ۳ باب الولی میں ہے،

فان استاذ نها غیر الاقرب کا جنبی اوولی ابعد فلا عبرت لسکوتها بل لا بد من القول کا الشیب البالغة۔ تو نکاح ہو جائے گا کیونکہ زبان اصل ہے اور دل اسکی فرع ہے۔ دل کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں، شریعت ظاہر پر حکم دیتی ہے۔

اگر وہ لڑکی خواندہ ہے اور اس کو اجازت کے وقت نکاح کا علم ہے تو اس کے دستخطوں سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اجازت کی صورت میں خاموشی رضا سمجھی جائے گی۔ جب کہ غیر اقرب کی صورت میں کم از کم ایک دفعہ تصریح ضروری ہے۔

﴿۴۱﴾ **فتوی شرعی**: ایک لڑکے کا نکاح پڑھا گیا اس کا والد عرصہ دراز سے فوت ہو گیا ہے، جس کے پاس رہتا ہے وہ اس کو باپ کہتا ہے اور بوقت نکاح بھی اسی آدمی کی ولدیت درج کی گئی، سوال یہ ہے کہ اگر نکاح نامہ پر غلط ولدیت درج ہو جائے تو کیا نکاح ہو جائے گا یا دوبارہ پڑھنا ہوگا۔ سائل: سید محمد نوید شاہ صاحب محلہ میانہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ غلط ولدیت جان کر نہیں لکھوانی چاہیے تھی تاہم مجلس نکاح کے حاضرین کو معلوم تھا کہ فلاں لڑکے کا نکاح ہو رہا ہے تو نکاح ہو جائے گا دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

﴿۴۲﴾ **فتوی شرعی**: ہمارے شہر میں ایک نکاح ہوا لڑکا موجود نہیں تھا ان کے وکیل نے قبول کیا کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ نکاح درست نہیں از روئے شرع ہماری راہنمائی فرمائیں۔

سائل: استاد محمد ساجد صاحب میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ لوگوں کا کہنا درست نہیں ہے، بشرطیکہ نکاح کی دیگر شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہو، از روئے شرع شریف دوسرے کی جانب سے وکیل بن کر ایجاب وقبول کرنا صحیح ہے۔ بلکہ مجلس نکاح میں لڑکا موجود تھا مگر اس کی طرف سے اس کا بھائی یا کوئی سر پرست وکیل بن کر قبول کرے تو بھی نکاح ہو جائے گا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

«۴۳» **فتوی شرعی:** کیا کسی نکاح میں لڑکی کا والد نکاح کی مجلس میں کہے کہ میں لڑکی کے والد کی حیثیت سے اپنی بچی کا نکاح فلاں بن فلاں کے فلانے لڑکے (مثلاً جاوید) سے اپنی فلانی لڑکی (مثلاً کلثوم) کا نکاح کر دیا، پھر کہے کہ لڑکے کے سرپرست یا وکیل ہونے کی حیثیت سے میں قبول کرتا ہوں، اور یہ جملہ کم از کم تین بار دہرایا اور اس مجلس میں کم از کم ۱۰ آدمی موجود تھے کیا یہ نکاح درست ہے۔ ہمارا امام مسجد کہتا ہے کہ یہ نکاح درست نہیں پھر پڑھنا ہوگا۔ سائل: ملک جاوید اقبال طرہ باز ٹاؤن میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے امام مسجد کا کہنا غلط ہے، جس نکاح میں دو آدمی موجود ہوں تو نکاح ہو جاتا ہے اور یہاں تو دس آدمی موجود تھے جیسا کہ سوال میں کہا گیا ہے باقی یہ کہ ایک ہی شخص لڑکے اور لڑکی دونوں کا ولی ہو یا ایک طرف سے ولی اور دوسری طرف سے وکیل ہو اور وہ یہ کہہ دے کہ میں نے فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے سے نکاح کر دیا تو نکاح ہو جاتا ہے، تو یہ بات معلوم ہوا کہ دونوں لڑکی اور لڑکے کا سرپرست ایک ہی آدمی ہے، خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نکاح میں ایک ہی آدمی لڑکی اور لڑکے دونوں کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے نکاح کے منعقد ہو جانے میں کوئی شک نہیں۔

«۴۴» **فتوی شرعی:** ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ اکثر غیر محرم آدمی کو نکاح کی اجازت لینے کے لیے بھیجا جاتا ہے جو کہ لڑکے کے رشتہ داروں سے ہوتا ہے یا کوئی دوست وغیرہ بہرحال لڑکی کا تو غیر محرم ہی ہوتا ہے، کیا از روئے شرع غیر محرم مرد لڑکی کا وکیل بن سکتا ہے۔ سائل: امجد خان دریا خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ غیر محرم آدمی کا لڑکی کے پاس جانا خلاف شرع ہے، علاقائی رواج غلط ہے اس مکروہ رسم کو ختم کرنا از حد ضروری ہے بہتر ہے کہ والد یا بھائی لڑکی کا ولی اقرب ہے وہی اس کا وکیل ہو۔

﴿۴۵﴾ فتوی شرعی: کیا نابالغ لڑکی کا نکاح نابالغ لڑکے سے ہو جاتا ہے کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں اور اس نکاح کے جملہ فرائض لڑکی اور لڑکے کے والدین انجام دیتے ہیں کیا از روئے شرع ایسا نکاح درست ہے۔سائل:نور خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے چھوٹے بچوں کا نکاح نہیں کرنا چاہیے بعد میں کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے پھر نوبت لڑائی تک آجاتی ہے، بہتر یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد ان کے رجحان کا لحاظ کرتے ہوئے کرنا مناسب ہے۔تاہم بعض والدین از راہ شفقت ومحبت اسی میں اولاد کی بھلائی دیکھتے ہیں کہ نابالغی میں نکاح کر دیتے ہیں بہر حال شریعت نے ولی کی طرف سے نابالغی کے نکاح کو جائز رکھا ہے۔

﴿۴۶﴾ فتوی شرعی: ایک بچی کا نکاح اس وقت ہوا جب کہ والدہ کا دودھ پی رہی تھی یعنی بمشکل ایک سال کی تھی تو والد نے ایک شخص کو عام طریقے سے کہا کہ میں اپنی بیٹی غلام سکینہ تمہارے لڑکے غلام محمد کو دے دی ہے،اب لڑکے والے دعویٰ نکاح کرتے ہیں نہ ان کے پاس گواہ ہیں اور نہ کوئی تحریر نکاح اور نہ باقاعدہ کوئی مجلس نکاح منعقد ہوئی تھی۔میرا سوال یہ ہے کہ آیا اس طرح کہنے سے نکاح ہو جاتا ہے۔

سائل:اسلم خان روکھڑی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے میں نے اپنی لڑکی غلام سکینہ تمہارے بیٹے غلام محمد کو دے دی کے الفاظ اکثر رشتہ کے وعدے یعنی منگنی کے لیے بولے جاتے ہیں۔اور کبھی نکاح کے ایجاب وقبول کے لیے بولے جاتے ہیں،سوال میں تحریر کیا گیا ہے کہ نہ مجلس نکاح تھی اور نہ گواہ اور نہ ہی کوئی تحریر ہے جس سے نکاح ثابت ہوتا ہو،زبانی معلوم ہوا کہ حق مہر بھی مقرر نہیں کیا گیا،تو خلاصہ کلام ہے میں نے اپنی لڑکی تمہارے لڑکے کے نکاح میں دے دی، کے الفاظ محض وعدہ نکاح یا منگنی شمار ہوں گے۔لہٰذا لڑکے والوں کا دعویٰ نکاح کرنا بیکار ہے اب لڑکی کے والدین جہاں چاہیں شادی کر سکتے ہیں،از روئے شرع کوئی گناہ نہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۷﴾ فتوی شرعی: کیا غیر مسلم اور مرتد عورت سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

السائل: عرفان محمد خان سکنہ جھبری میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ مرتد اور غیر مسلم (تا بیہ نہ ہو تو) اس کا کسی مسلمان نکاح نہیں ہو سکتا۔

ہدایہ شریف جلد دوم ص ۵۸۳ میں ہے،

"اعلم ان تصرفات المرتد علی اقسام نافذ بالاتفاق کالا استیلاد۔ والطلاق وباطل بالاتفاق کالنکاح والذبیحۃ لانہ یعتمد الملۃ ولا ملۃ لہ"۔

جاننا چاہیے کہ مرتد کے تصرفات کی چند قسمیں ہیں ایک قسم بالاتفاق نافذ ہے جیسے، استیلاد اور طلاق دوسری قسم بالاتفاق باطل ہے جیسے نکاح اور ذبیحہ کیونکہ ان کا نفاذ ملت پر موقوف ہے ملت پر اور مرتد کی کوئی ملت نہیں۔

درمختار شامی جلد سوم ص ۲۰۰ میں ہے،

"ولا یصلح (ان ینکح مرتد اور مرتدۃ (آحدا) من الناس مطلقا وفی الشامیۃ وفی الشاھی وقولہ (مطلقا)۔ ای مسلما او کافرا او مرتدا"۔

اور مرتد یا مرتدہ کا نکاح کسی انسان سے مطلقاً صحیح نہیں یعنی نہ مسلمان سے نہ کافر سے اور نہ مرتد سے۔

فتاوی عالمگیری جلد سوم ص ۵۸۰ میں ہے،

"فلا یجوز لہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ لا مرتدۃ ولا ذمیۃ ولا حرۃ ولا مملوکۃ"۔

پس مرتد کو اجازت نہیں کہ وہ نکاح کرے کسی مسلمان عورت سے نہ کسی مرتدہ سے نہ ذمی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عورت سے نہ آزاد سے اور نہ باندی سے۔

فقہ شافعی کی مشہور کتاب شرح مہذب جلد ۶ ص ۲۱۴ میں ہے،

"لا یصح نکاح المرتدۃ لأن القصد بالنکاح الاستمتاع ولما کان دمھما ھدرًا ووجب قتلھما فلا یتحقق الاستمتاع ولأن الرحمۃ تقتضی ابطال النکاح قبل الدخول فلا ینعقد النکاح معھا"۔

اور مرتد اور مرتدہ کا نکاح صحیح نہیں کیونکہ نکاح سے مقصود نکاح کے فوائد کا حصول ہے، چونکہ ان کا خون مباح ہے اور انکا قتل واجب ہے اس لیے میاں بیوی کا استمتاع بمستحق نہیں ہوسکتا۔ اور اس لیے کہ تقاضائے رحمت یہ ہے کہ اس نکاح کو رخصتی سے پہلے ہی باطل قرار دیا جائے اس بنا پر نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب المغنی مع الشرح الکبیر جلد ۸ ص ۵۰۳ میں ہے،

"والمرتدۃ یحرم نکاحھا علی ای دین کانت لأنہ لم یثبت لھا حکم اھل الدین الذی انتقلت الیہ فی اقرارھا ففی حلھا اولیٰ"۔

اور مرتدہ عورت سے نکاح حرام ہے خواہ اس نے کوئی سا دین اختیار کیا ہو کیونکہ جس دین کی طرف وہ منتقل ہوتی ہے اس کے لیے اس دین کے لوگوں کا حکم ثابت نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ اس دین پر برقرار رکھی جائے تو اس سے نکاح کے حلال ہونے کا حکم بدرجہ اولیٰ ثابت نہیں ہوگا۔

درجہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں ثابت ہوا کہ مرتد سے نکاح نہیں ہوتا بلکہ باطل محض ہے۔

﴿۴۸﴾ فتوی شرعی: ایک لڑکی کا نکاح ہوا بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکی ناجائز حاملہ تھی۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ زانی کا نکاح صرف زانیہ مرد سے ہوسکتا ہے کیا یہ صحیح ہے۔ سائل محبوب احمد ،احمد شاہ والی

الجواب: قول صحیح یہ ہے کہ زانیہ عورت کا نکاح زانی اور غیر زانی دونوں سے ہوسکتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ بچے کی پیدائش سے پہلے زانی عورت کے پاس جا سکتا ہے۔ اور غیر زانی نہیں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جا سکتا۔ فتاوی شامی جلد سوم ص ۱۸ میں ہے

"وصح نکاح حبلٰی من زنی وان حرم و طؤها حتیٰ بقنع لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً"

اور اسی طرح فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۲۸۰ میں ہے

"وقال ابو حنیفة و محمد رحمهما الله تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأة حاملاً من الزنا ولا یطؤها حتی تضع وقال ابو یوسف رحمة الله لا یصح والفتوی علی قولهما "کذا فی المحیط" وفی مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنی هو بها وظهر بها حبل فاالنکاحجائز عند الکل له ان یطأها عند الکل۔

﴿۴۹﴾ فتوی شرعی: آجکل آوارگی ہے، قوم کو میڈیا برباد کر رہا ہے۔ آزادی کے نام پر لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کے قریب ہونے لگے، دفتروں اور کالجز میں اکٹھے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ایسا معاملہ ہمارے ہاں بھی ہوا کہ ایک لڑکے اور لڑکی کے ناجائز تعلقات ہو گئے۔ یہ بات بہت مشہور ہوگئی۔ حتیٰ کہ ان دونوں کو کالج انتظامیہ نے نکال دیا۔ اب ان کا نکاح ہونے لگا ہے، کیا ان دونوں کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے؟ سائل ندیم احمد میانوالی

الجواب : نکاح ہو سکتا ہے، اگر دوسرے شرائط پورے ہوں تو سابقہ گناہ کا وبال بدستور رہے گا۔ بہرحال نکاح کے بعد ایک دوسرے کے لیے حلال ہونگے۔ نکاح میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہوگا۔

﴿۵۰﴾ فتوی شرعی: ایک عورت کے اپنے بہنوئی کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے اب انکی اولادیں جواں ہو چکی ہے اب اپنے بچوں کا نکاح آپس میں کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ان کا نکاح ہو سکتا ہے۔ سائل عباس خان میانوالی۔

الجواب: ان دونوں کی بدکاری کا اولاد کے آپس میں نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بچوں کا آپس میں نکاح صحیح ہوگا۔

﴿۵۱﴾ فتوی شرعی: لوگوں کا عام خیال ہے کہ لڑکی کا نکاح ایام مخصوصہ میں نہیں ہوتا کیا یہ بات صحیح ہے؟ سائلہ آسیہ خان میانوالی

الجواب: نکاح ہو جاتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ رخصتی ایام کے ختم ہونے پر کی جائے۔ رخصتی کر دی گئی تو صرف عمل خاص ناجائز ہے اور یہی شریعت پاک کا حکم ہے

﴿۵۲﴾ فتوی شرعی: خسر کی بیوی جو اپنی زوجہ کی حقیقی ماں نہیں ہے۔ خسر کے انتقال کے بعد پہلی منکوحہ کی زندگی میں اس بیوہ سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ سائلہ ارم میانوالی

الجواب: ایسی دو عورتوں کا نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں کہ ان دونوں میں سے کسی کو اگر مرد فرض کر لیا جائے تو دونوں کا نکاح نہ ہو سکے۔ مثلاً دو بہنیں، خالہ، بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی اس اصول کو سامنے رکھ کر غور کیجئے کہ ایک لڑکی اور سوتیلی ماں کے درمیان رشتہ کیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر لڑکی کو مرد فرض کر لیا جائے تو اس کا نکاح سوتیلی ماں کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ اس کے باپ کی منکوحہ مدخولہ ہے۔ جو مرد کسی عورت سے قربت کر لے خواہ نکاح سے خواہ زنا سے تو چار حرمتیں ثابت ہو جاتی ہیں مرد کے اصول و فروع عورت پر حرام ہو جاتے ہیں اور عورت کے اصول و فروع مرد پر ہو جاتے ہیں، لیکن سوتیلی ماں کو مرد فرض کر لیا جائے (تو اس صورت میں چونکہ وہ سوتیلی ماں نہیں ہو سکتی اس لیے) لڑکی سے اس کا عقد جائز ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لڑکی اور اس کی سوتیلی ماں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے۔ اس لیے خسر کی بیوہ سے جو بیوی کی سوتیلی ماں ہے بیوی کی موجودگی میں نکاح جائز ہے۔

﴿۵۳﴾ فتوی شرعی: ہمارے ہاں رواج ہے کہ ہم میں سے کسی لڑکی کو بیٹی یا بہن کہہ دیتے ہیں یا بعض اوقات انکے اہل خانہ سے دوستانہ تعلقات ہو جائیں تو ان کی بیٹیوں کو بیٹی، بہنوں کو بہن بنا لیتے ہیں۔ کیا از روئے شرع ان سے نکاح ہو سکتا ہے؟ سائل اسماعیل احمد میانوالی۔

الجواب: منہ بولی بہن یا بیٹی کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ شرعاً وہ نامحرم ہیں۔ اور اس

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے نکاح جائز ہے۔اس طرح ہمارے علاقے میں نکاح کے وکیل کو'دَم' بھائی کہا جاتا ہے خاوند کی وفات کے بعد'دَم' بھائی سے نکاح جائز ہوگا اسی طرح'دَم' بھائی وکیل محض ہوتا ہے خاوند کی وفات کے بعد اس سے نکاح جائز ہوگا۔

﴿٥٤﴾ فتوی شرعی: میرے ماموں عرصہ دو سال سے وفات پا گئے ہیں۔میری ممانی ابھی جوان ہے کیا میں ان سے نکاح کرسکتا ہوں۔؟ سائل: رضا خان میانوالی

الجواب: ممانی اگر غیر محرم ہو تو اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔ھکذا فی المتون۔

﴿٥٥﴾ فتوی شرعی: میرے بھائی نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا۔ لیکن نہ صحبت ہوئی اور نہ خلوت صحیحہ ہوئی۔اس سے قبل عورت وفات پا گئی۔اب اس مرحومہ کی لڑکی ہے کیا اپنے بھائی کا نکاح مرحومہ کی لڑکی سے کرسکتا ہوں؟ سائل: خضر حیات میانوالی

الجواب: جس عورت سے صرف نکاح ہوا ہو، صحبت نہ کی ہو اس کی طلاق یا موت کے بعد اس کی لڑکی سے نکاح درست ہے،

قرآن پاک میں ہے "فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم"

﴿٥٦﴾ فتوی شرعی: محمد دین نے دعویٰ کیا مسماۃ شمیم اختر دختر غلام محمد ذات اعوان ساکن نواں تحصیل وضلع میانوالی کے ساتھ نکاح ہے۔جج صاحب نے مدعی سے نکاح ثابت کرنے کو کہا اور اس کے لیے متعدد تواریخ دیں لیکن مسمی محمد دین نکاح ثابت کرنے میں ناکام رہا جب کہ شمیم اختر اس نکاح سے انکار کرتی تھی۔عدالت نے ثبوت نہ ہونے کی بنا پر نکاح کو درست نہ مانا اور مسماۃ شمیم اختر کو یہ ڈگری دے دی کہ وہ آزاد ہے جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے شرعی حکم بیان فرمائیں کہ شمیم اختر آگے دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں۔سائل: غلام محمد اعوان ساکن نواں میانوالی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں محمد دین پر جو کہ مدعی ہے گواہ ثبوت نکاح کے لیے پیش

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کرنے ضروری اور لازمی تھے جب وہ گواہ پیش نہیں کر سکا اور جج نے عورت کو آزاد قرار دیدیا۔ اور محمد دین کے مبینہ نکاح کو ختم کر دیا تو اب محمد دین شرعاً بھی شمیم اختر کو اپنی منکوحہ نہیں کہہ سکتا اور مسماۃ شمیم اختر جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے شرعی حکم یہ ہے کہ قاضی یعنی جج جو فیصلہ شریعت مطہرہ کے اصولوں کے مطابق کرے تو وہ شرعاً نافذ العمل ہے چونکہ جج کا یہ فیصلہ شریعت مطہرہ کے مطابق ہے لہٰذا اگر بالفرض نکاح تھا تو بھی عدم ثبوت کی وجہ سے ختم ہو چکا ہے۔

(۱) ونصابها لغيرها من الحقوق، كنكاح وطلاق، رجلان او رجل وامرآتان در مختار (جلد ٤ صفحه ٥١٥)

(٢) تولية الخصمين حاكما يحكم بينهما ورکنه لفظه الدال عليه مع قبول الاخر، وشرطه من جهة المحكم صلاحيته للقضاء اى ولا محكم والحاصل انه كالقاضى رد المحتار باب التحكيم (صفحه ٤٨٢، جلد ٤)

﴿۵۷﴾ فتویٰ شرعی: (۱) بھائی کی مطلقہ سے نکاح ہو سکتا ہے (۲) ایک عورت اگر بالغ نہ ہو تو اس پر طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں (۳) غیر مدخول بہا کی عدت ہے یا نہیں۔ سائل محمد علی میانوالی

الجواب: کنز الدقائق صفحہ ۱۵ا پر ہے، ويقع طلاق كل زوج عاقل بالغ ''ہر عاقل اور بالغ مرد کی طلاق واقع ہو جاتی ہے عورت کا بالغ ہونا ضروری نہیں''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''فما لكم عليهن من عدة'' (پ۲۲ رکوع ۳)

عورت نابالغ پر بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور مطلقہ کو تین کپڑے بھی دے اور نصف مہر بھی دے اگر مقرر کیا گیا ہو۔ بھائی کی مطلقہ سے بعد از عدت نکاح جائز ہے۔ غیر مدخولہ کی عدت نہیں۔

﴿۵۸﴾ فتویٰ شرعی: ایک شخص مسمی محمد یوسف ولد غلام محمد اپنی سالی مسماۃ امیراں خاتون دختر فتح خان کو اغوا کر کے لے گیا اس کے بیان حلفی کے مطابق اس نے اس کا اغواء اپنے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بھائی محمد زمان سے نکاح کے لیے کیا۔اب اس عورت کو برادری فیصلہ کے مطابق واپس کردیا جائے گا۔شرعی طور پر محمد یوسف کے نکاح کا کیا حکم ہوگا۔سائل: محمد یوسف قادری

الجواب: اگر کوئی شخص اپنی سالی کو اغواء کرلے تو شرعی طور پر اس کا وہی جرم ہے جو دوسری عورت کے اغواء کا ہے۔ بمطابق بیان حلفی محمد یوسف اس نے سالی کو بہن بنا کر رکھا نکاح وغیرہ کا دعویٰ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا محمد یوسف کی بیوی نذیراں خاتوں دختر فتح محمد بدستور منکوحہ محمد یوسف رہے گی۔ اگر فرض محال سالی سے زنا کیا ہے تو بیوی اس پر حرام نہیں ہوتی۔

جیسا کہ درمختار جلد دوم صفحہ ۲۸۱ پر ہے

"فی الخلاصۃ وطی اخت امرتہ لا تحرم علیہ امراتہ"۔

البتہ محمد یوسف پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

﴿۵۹﴾ فتوی شرعی: "گزارش ہے کہ میرے بھائی ناصر عباس ولد الٰہی بخش قوم بلوچ سکنہ واپڈا کالونی چشمہ نے اپنی شادی کے بدلہ میں اپنی ہمشیرہ نسیم بی بی کا نکاح اپنی بیوی کے بھائی مشتاق حسین کے ساتھ پڑھا دیا تھا۔اس وقت میری ہمشیرہ نابالغ تھی۔ جب وہ بالغ ہوئی تو اس نے عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا۔اور اپنا حق خیار بلوغ استعمال کرتے ہوئے عدالت میں تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کرلی۔آپ اس کی وضاحت فرمائیں کہ اب میری ہمشیرہ کا نکاح ختم ہوگیا ہے یا نہیں جب کہ بچپن میں میری ہمشیرہ کا نکاح میرے بھائی نے پڑھا دیا تھا۔

سائلہ: نسیم بی بی

الجواب: شرعی نقطہ نظر سے لڑکی اپنے بھائی کے پڑھائے ہوئے نکاح کے خلاف خیار بلوغ استعمال کرسکتی ہے جو شرعاً بھی معتبر ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۶۷ میں ہے

"فان زوجھما الاب والجد فلا خیار لھما بعد بلوغھما وان زوجھما غیر الاب والجد فلکل واحد منھما الخیار اذا بلغ ان شاء

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اقام علی النکاح وان شاء فسخ"

یعنی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح باپ یا دادا نے کر دیا تو بالغ ہونے کے بعد ان دونوں کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں۔ اور اگر باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی نے نکاح کیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد لڑکے اور لڑکی کو اس بات کا اختیار ہے کہ چاہیں نکاح باقی رکھیں اور اگر چاہیں تو نکاح ختم کر دیں۔ لہٰذا نسیم بی بی اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ خیار بلوغ استعمال کرنے کے بعد عدالت سے اجرا کروانا لازم ہے اس کے بغیر لڑکی کو نکاح کا حق نہیں ہوتا اب جب کہ وہ شرط بھی مستحق ہے کہ جج نے نکاح فسخ ہونے کی ڈگری دے دی ہے تو اب اس کا نکاح کرنا جائز ہے۔

﴿۶۰﴾ **فتوی شرعی**: ایک شخص غلام حسین ولد خدا بخش سکنہ کندیاں نے حلف بالطلاق اٹھایا کہ میں دوسری بھانجی سلیم بی بی کا نکاح کر کے دوں۔ تو مجھ پر طلاق ہے اگر لڑکی کا والد یا کوئی دوسرا شخص کر دے تو غلام حسین پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔ سائل: غلام حسین سکنہ میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں اگر غلام حسین نے نکاح کیا یا مجلس نکاح میں شریک ہوا یا نکاح کا کوئی معاملہ طے کیا تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ والد یا کوئی اور نکاح کر دے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

﴿۶۱﴾ **فتوی شرعی**: مسماۃ نسیم خاتوں دختر محمد نواز خان یتیم بچی کا نکاح مسمی خان امیر ولد شیر زمان کے ساتھ اس طرح باندھا گیا کہ مولوی صاحب مسمی میاں محمد نے مسماۃ مذکورہ جو اس وقت بعمر تقریباً چھ یا سات سال تھی اس کی والدہ مسماۃ صاحب خاتوں سے نکاح کرنے کی اجازت لیکر صاحب خاتوں کو گھر بھیج دیا۔ اور مسمی خان امیر کے والد شیر زمان سے یوں کہلوایا کہ مسماۃ نسیم خاتوں دختر محمد نواز اپنے لڑکے خان امیر کو نکاح کر دی اور مولوی صاحب نے پھر لڑکے خان امیر جو کہ بالغ تھا اس سے کہلوایا کہ تو کہہ دے میں نے قبول کر لی۔ کیا اس طرح کا پڑھا ہوا نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں۔ سائل نجیب اللہ خان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ماں نے اگرچہ بادل ناخواستہ اجازت نکاح کی دی تھی جو ماں کی طرف سے وکیل تھا اسے دوسرے کو وکیل بنانے کی شرعاً اجازت نہ تھی۔ "ولیس الوکیل ان یوکل فیما وکل بہ" (در مختار جلد اول صفحہ ۳۰٤)۔ مگر نکاح خواں نے اس لڑکے کے والد کو وکیل بنایا کہ تو یوں کہہ دے تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا کیونکہ مؤکلہ (بچی کی والدہ) نے نکاح خواں کو آگے وکیل بنانے کی اجازت نہ دی تھی تو گویا ایجاب والدہ کی طرف سے نہ پایا گیا اور نکاح بغیر ایجاب قبول کے نہیں ہوتا۔ "النکاح ینعقد بایجاب وقبول" تو لہٰذا یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ تو اب اس لڑکی کا نکاح جہاں چاہیں کر سکتے ہیں۔

﴿٦٢﴾ فتویٰ شرعی: کیا مرد عورت کا نکاح بغیر اجازت ولی کر دے تو شرعاً درست ہوگا، جس طرح ہمارے علاقہ میں عموماً والد کر دیتا ہے۔ سائل جاوید اقبال ملک میانوالی

الجواب: نکاح فضولی میں مسلک احناف یہ ہے کہ نکاح فضولی منعقد ہو جاتا ہے۔ جس شخص کو اسے نافذ کرنے کا اختیار ہوتا ہے وہ اگر اجازت دیدے تو نافذ ہو جائے گا ورنہ باطل ہو جائے گا۔ اور آپ کے مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ لوگ چکر چلا کر مسئلہ پوچھتے ہیں بالفرض اس کے ولی کو اس وقت بتایا گیا ہو اور اس نے اسے جائز رکھا ہو تو نکاح منعقد ہو جائے گا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شوہر والی لڑکی کو نکاح کی اجازت دینے اور اس پر اس لڑکی کے نکاح کر لینے سے تمام وکمال وبال وعذاب کس کے کھاتے میں لکھا جائے گا فتویٰ لکھنے سے پہلے تحقیق کر لینا لازم ہے تاکہ لوگوں کی صحیح رہنمائی ہو سکے۔

یہ مسئلہ کنز الدقائق کفاءۃ کی دوسری فصل ص ۱۰۲ میں اس طرح مذکور ہے،

نکاح العبد والامۃ بلا اذن السید موقوف کنکاح الفضولی۔ (شرح وقایہ باب الولی والکفوء ص ۳۰) وقف نکاح الفضولی و الفضولین علی الاجازۃ ای یجوز ان یکون من جانب الزوج فضولی و من جانب المرأۃ فضولی فیتوقف علی اجازتہما۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تنویر الابصار اور در مختار جلد ثالث ص ۹۷

(ونکاح عبد وامة بغیر اذن السید موقوف) علی الاجازة (کنکاح الفضولی) سجیئی فی البیوع توقف عقودہ کلھا ان لھا مجیز حالة العقد ولا تبطل۔ ہدایہ شریف فصل فی الوکالة بالنکاح وغیرھا۔

فتح القدیر جلد ثالث ص ۱۹۸، ۱۹۹

(تزویج العبد والامة بغیر اذن مولا ھما موقوف فان اجازہ المولیٰ جاز وان ردہ بطل وکذالك لو زوج رجل امرأة بغیر رضاھا اورجلا بغیر رضاہ) وھذا عند فان کل عقد صفر من الفضولی وله مجیز انعقد موقوفاً علی الاجازة وقال الشافعی تصرفات الفضولی کلھا باطلة۔

غلام اور لونڈی کا بغیر اذن مولیٰ کے نکاح کرنا مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اگر مولیٰ اجازت دیدے تو نافذ ہو جائے گا اگر رد کر دے گا تو باطل ہو جائے گا۔ اور اسی طرح اگر کوئی آدمی کسی مرد یا عورت کا نکاح اس کی رضا کے بغیر کرے گا تو ان کی اجازت پر موقوف ہوگا اجازت دینے پر نافذ ہو جائے گا اور باطل کر دینے سے باطل ہو جائے گا۔ یہ ہمارے نزدیک ہے کیونکہ ہر وہ عقد جو فضولی سے صادر ہو اور (اس وقت کوئی ایسا شخص موجود ہو جس کو اس کے نافذ کرنے کی قدرت ہو) تو وہ عقد منعقد ہو جائے گا لیکن اصل کی اجازت پر موقوف ہوگا (اگر نافذ کہے گا تو نافذ ہو جائے گا باطل کرے گا تو باطل ہو جائے گا) حضرت ابن ہمام علیہ الرحمۃ نے اس کے دلائل کی جس انداز سے وضاحت فرمائی ہے یہ انہیں کا حصہ ہے۔ اللہ ان کی اور تمام ائمہ فقہا کرام کی قبور مبارکہ کو روشن سے روشن تر فرمائے۔ آمین۔ آخر میں حضور محسن ملت امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کے فتاوٰی رضویہ جلد پنجم ص ۱۶ اسی مسئلہ پر بحث فرماتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔ بہرحال مذہب راجح پر یہ نکاح فضولی ہوتے ہیں۔ اور نکاح فضولی کو مذہب حنفی میں باطل جاننا محض جہالت

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وفضولی ہے۔ بلکہ با جماع ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منعقد ہو جاتا ہے اور اجازۃ اصیل پر موقوف رہتا ہے اگر وہ اجازت دے تو نافذ ہو جائے گا اور رد کر دے تو باطل ہو جائے گا۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم . . جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کے مفتی صاحب پر خلاف مذہب فتوی دینے پر جس سے حرام کو حلال کرنا لازم آتا ہے توبہ کرنا لازم ہے اور جن کو یہ فتوی لکھ دیا ہے انہیں اپنے رجوع کے متعلق بتا کر اس ہلاکت سے بچائیں ورنہ سب ذمہ داری سماج پر عائد ہوگی۔

﴿۶۳﴾ فتوی شرعی: کلثوم بی بی دختر محمد حنیف سکنہ گلمیری تحصیل وضلع میانوالی بیان کرتی ہے کہ وہ کنواری ہے۔ اور اس کا نکاح شرعی یا کتابی کسی بھی شخص سے کبھی بھی نہیں پڑھایا گیا۔ جب کہ کلثوم بی بی کا چچا مسمی لطیف دعویدار ہے کہ اس کا نکاح اس کے لڑکے نجیب سے اس کے والد نے پڑھایا تھا۔ جب کہ لڑکی سے پوچھا تک نہیں گیا۔ نہ ہی گواہ ہیں۔ کیا ایسا نکاح شرعاً تسلیم کیا جا سکتا ہے۔؟ نیز کیا اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کیا جا سکتا ہے۔؟ یا نہیں۔ اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمایا جائے۔

نوٹ: کلثوم بی بی کا والد نشئی پوڈری ہے۔ سائل: سلطان ولد راجمیر سکنہ گلمیری

الجواب: صورۃ مسئولہ میں کلثوم بی بی کا نکاح ثابت نہیں ہوتا۔ نکاح کے لیئے بالغہ لڑکی کی اجازت ضروری ہے۔ اگر والد نکاح کر بھی دے تو منعقد نہ ہوگا۔ اگر بغیر اجازت کر دیا تو نکاح موقوف ہوگا

عاقلہ بالغہ عورت کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے نہیں ہو سکتا اور اگر کسی نے کر دیا تو اجازت پر موقوف ہوگا۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۲۶۹ میں ہے،

"لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب اوسلطان بغیر اذنہا بکرا کانت او ثیباً فان فعل ذالک فالنکاح موقوف

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علی اجازتها فان اجازته جازوان ردته بطل، "کذا فی السراج الوهاج"۔
خلاصہ یہ ہے کہ کلثوم بی بی اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔

﴿٦٤﴾ **فتوی شرعی**: مسمی امیر محمد خان ولد محمد نواز خان نے مسمی مہر خان ولد مہر زمان کی بیوی مسماۃ سرور خاتوں کا دودھ اس کے بیٹے ثناء اللہ کے ہمراہ پیا ہے۔ امیر محمد کے برادر عزیز احمد کا رشتہ سرور خاتوں کی دختر شمشاد کے ساتھ کرنا درکار ہے جو کہ شمشاد ثناء اللہ سے چھوٹی چھٹی جگہ پر ہے۔ کیا شرعاً عزیز احمد کا رشتہ ہمراہ شمشاد دختر مہر خان (سرور خاتوں) سے ہوسکتا ہے۔ سائل: محمد نور زمان

الجواب: صورۃ مسئولہ میں عزیز احمد کا نکاح سرور خاتون کی دختر شمشاد سے ہوسکتا ہے۔ جو کہ ثناء اللہ مذکور کی بہن ہے۔

جیسا کہ کنز الدقائق اور بحر الرائق جلد سوم صفحہ ۲۶۷ پر ہے "تحل اخت اخیه رضاعاً"

﴿٦٥﴾ **فتوی شرعی**: زید اور عمر دو بھائی ہیں دونوں نے غصہ میں آکر اپنی بیویوں کو طلاقیں دے دیں۔ علماء سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ بغیر حلالہ شرعی کے بیویاں پہلے خاوندوں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ ان دو بھائیوں زید اور عمر نے ایک دوسرے کی بیوی کو نکاح کرلیا اور بعد از طلاق وعدت ان عورتوں کا نکاح پہلے خاوندوں سے کردیا گیا۔ عمر کے ہاں عدت گزرنے کے تین مہینے بعد علوق ٹھرا جس نطفہ سے ایک بیٹی پیدا ہوئی، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس بیٹی کا نکاح زید کے بیٹے سے شرعاً درست ہوگا یا نہ۔ سائل: محمد اکرم خان

الجواب: برتقدیر صدق سائل صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ عمر کی بیٹی کا رشتہ زید کے بیٹے سے بلا شک وشبہ درست ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ رشتہ محرمات نسبیہ رضاعیہ میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ "واحل لکم ما وراء ذالکم" کے اطلاق میں داخل ہو کر حلت رشتہ کا مقتضی ہے۔ دونوں لڑکا اور لڑکی کے ماں باپ علیحدہ علیحدہ ہیں ان میں کوئی وجہ حرمت نہیں ہے۔ "هذا فی المتون والشروح من الاسفار المذهب المهذب۔ هذا ما عندی و لعل عند غیری احق من هذا"

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۶۶﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک شخص مسمی ربنواز خان ولد عبدالمجید خان سکنہ داؤدخیل کے نکاح میں ایک بیوی موجود ہے۔ جس سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ کیا اس کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی سگی بھتیجی سے نکاح جائز ہے۔ قرآن پاک اور سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں جواب صادر فرمائیں۔ سائل: ربنواز خان ولد عبدالمجید خان

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا منع ہے۔ بقولہ تعالیٰ "**وان تجمعو بین الاختین**" اور اسی طرح ایسی ایک شخص کے نکاح میں دو عورتیں ایک نکاح میں جمع کرنا کہ ان دونوں میں سے جسے بھی مرد فرض کریں تو ابدی طور ان میں نکاح حرام ہو تو ایسی دو عورتوں کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ جیسے پھوپھی بھتیجی، خالہ بھانجی، بحوالہ فتاوی عالمگیری تو مذکورہ صورت میں بھتیجی اور چچی جمع ہورہی ہیں۔ تو اگر پھوپھی کو چچا فرض کرلیا پھر چچا بھتیجی کا نکاح لازم آئیگا جو کہ ابدی طور پر حرام ہے۔ ہدایہ جلد دوم صفحہ ۳۰۹ پر یہ تفصیل موجود ہے۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں نکاح منع ہے۔

﴿۶۷﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک خاتون مسماۃ رضیہ خانم کی اولاد میں سے ایک لڑکے اشعر کمال نے کلثوم کوثر کے لڑکے امجد حمید کے ساتھ مل کر کلثوم کوثر کا دودھ پیا ہے۔ تو اب امجد حمید کا نکاح اشعر کمال کی ہمشیرہ سلمہ بی بی سے ہوسکتا ہے یا نہیں۔ سائل: مشتاق علی / ارشد حمید

الجواب: صورۃ مسئولہ میں امجد حمید کا نکاح اشعر کمال کی بہن سے ہوسکتا ہے۔ ہاں اشعر کمال کا نکاح امجد حمید کی بہن سے نہیں ہوسکتا کیونکہ امجد حمید کی ماں نے اشعر کمال کو دودھ پلایا۔ لہٰذا وہ اس کی رضاعی ماں ہوگی اور اس کی تمام اولاد اشعر کمال کے رضاعی بہن، بھائی ہونگے، باقی رہا امجد حمید تو اس کا رضاعی بھائی صرف اشعر کمال ہے جس نے اس کی ماں کا دودھ پیا ہے۔ اشعر کمال کی بہنیں اور بھائی امجد حمید کے رضاعی بہن بھائی نہ ہونگے کیونکہ امجد حمید نے اشعر کمال کی والدہ کا دودھ نہیں پیا تو جب اشعر کمال کے بھائی اور بہنیں اس کے رضاعی بھائی، بہنیں نہیں ہیں تو عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ صورۃ مسئولہ میں امجد حمید کا نکاح سلمہ بی بی سے جائز ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۶۸﴾ **فتوی شرعی**: ایک لڑکی مسماۃ صورت بی بی دختر محمد شیر ندیم سکنہ علووالی کا نکاح عطاء محمد ولد دوست محمد سکنہ موضع شاہنواز والا کے ساتھ بچپن میں ہوا۔ زوجین نابالغ تھے۔ اور یہ نکاح زوجین کے والدین نے کر کے دیا۔ اس کے بعد لوگوں کی خواہش پر ایک ناخواندہ مولوی صاحب نے زوجین کے والدین سے قبولیت واپس لیکر مذکورہ لڑکی کا نکاح مذکورہ لڑکے کے چھوٹے بھائی محمد اقبال ولد دوست محمد سے کر دیا۔ اس خیال پر کہ عطاء محمد کا نکاح ماں باپ کی قبولیت واپس ہوجانیکی وجہ سے ختم ہو گیا ہے۔ مسماۃ صورت بی بی کا نکاح اول عطا محمد کے ساتھ ہے یا نکاح دوم محمد اقبال کے ساتھ ہے۔ سائل: دوست محمد سکنہ موضع شاہنواز والا

الجواب: صورۃ مسئولہ میں مسماۃ صورت بی بی کا نکاح اول عطا محمد کے ساتھ موجود ہے۔ والدین کی قبولیت واپس کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ جب تک بچہ عاقل بالغ ہو کر خود طلاق نہ دے دے۔ والد نکاح تو کر سکتا ہے، طلاق نہیں دے سکتا۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے "**والذی بیدہ عقدۃ النکاح**" نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ حدیث پاک میں ہے "**الطلاق لمن اخذ بالساق**" طلاق اس کا حق ہے جس نے عورت کی پنڈلی پکڑی

لہٰذا مذکورہ لڑکی کا نکاح محمد اقبال کے ساتھ نہیں ہوا۔ اور اس کا پہلا نکاح عطاء محمد کے ساتھ قائم ہے۔ جب تک عطاء محمد بالغ ہو کر طلاق نہ دے گا لڑکی از روئے شرع کسی طرح فارغ نہیں ہو سکتی۔

﴿۶۹﴾ **فتوی شرعی**: ایک لڑکا مسمی محمد کلیم اللہ خان ولد نادر خان سکنہ سوانس بقائمی ہوش وحواس یہ بیان دیتا ہے کہ میں بالغ ہوں۔ بلوغت کو دو سال ہونے والے ہیں۔ 15 سال کے لگ بھگ میری عمر ہے۔ ایک ماہ قبل میری بہن کے ساتھ ایک مسئلہ ہوا۔ اس کے صلح نامہ میں فریق مخالف نے ہمیں دو لاکھ دینے پر صلح کی تو مجھے میرے والد نے کہا کہ تمہیں ایک لڑکی کے ساتھ نکاح بھی کرنا ہو گا۔ تو میں نے رشتہ لینے سے صاف انکار کر دیا۔ میرے والد نے میری مرضی

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور اجازت کے بغیر میرا نکاح پڑھا دیا۔ نکاح خوان (مولوی شیر زمان) کو کہا کہ کلیم اللہ بیمار ہے اور نا بالغ ہے۔ یہ نکاح آج سے تقریباً ایک ہفتہ قبل ہوا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ آیا بالغ لڑکے کا نکاح بغیر اجازت اس کے والد پڑھ دے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔

سائل: محمد کلیم اللہ خان ولد نادر خان

الجواب: صورۃ مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ عاقل بالغ لڑکا یا عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح بغیر ان کی رضامندی کے کوئی دوسرا پڑھا دے تو یہ ناجائز ہے۔ نکاح نہیں ہوتا۔ مذکورہ صورۃ میں محمد کلیم اللہ عاقل بالغ ہے خود اس نے منع بھی کیا یہ نکاح کسی صورت میں منعقد نہیں ہوگا۔ اس میں لڑکے کی رضا شامل نہیں۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۲۶۹ میں ہے

"لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنہا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذالک فالنکاح موقوف علی اجازتہا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل، کذا فی السراج الوہاج"۔

نابالغ اولاد کا نکاح والد یا کوئی ولی شرعی پڑھ کر دے دے تو وہ جائز ہے۔ اگر بالغ اولاد کا نکاح پڑھا دیا بغیر اجازت تو یہ نکاح اولاد کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ یہاں صورت حال یہ ہے کہ نکاح سے پہلے انکار ہے تو یہ نکاح کیسے صحیح ہوگا۔

«۷۰» **فتوی شرعی**: تین سال پہلے ایک لڑکے نے ایک لڑکی سے نکاح کیا اور رخصتی وغیرہ نہیں ہوئی نہ ہی لڑکے نے ہمبستری کی۔ لڑکی بالکل کنواری ہے۔ نکاح سے دو سال بعد گھریلو اختلافات کی بناء پر لڑکی کو طلاق دیدی اور ایک سال گزر گیا۔ اس دوران میں لڑکی نے کہیں اور شادی نہیں کی گھریلو حالات اب درست ہو گئے ہیں۔ اور لڑکا اسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ کیا حلالہ کے بغیر یہ نکاح ہوسکتا ہے۔ یا نہیں۔ صاحب بہار شریعت نے فتاوی عالمگیری کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ نکاح بغیر حلالہ کے جائز ہے۔ اور ہوسکتا ہے۔ آپ مکمل طور پر قرآن وسنت کی روشنی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں راہنمائی فرمائیں۔

سائل: میاں محمد مقبول

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اولاً طلاق کی کیفیت معلوم کی جائے کہ طلاق کیسے ہوئی ایک دفعہ تین طلاقیں (مثلاً کہا کہ میں نے فلاں بنت فلاں کو تین طلاقیں دیں) دی ہیں یا صرف ایک طلاق دی ہے یا میں نے فلاں بنت فلاں کو طلاق دی۔ میں نے فلاں بنت فلاں کو طلاق دی۔ میں نے فلاں بنت فلاں کو طلاق دی۔ یعنی طلاقیں تین علیحدہ علیحدہ کہی ہیں۔

صورت اول میں بغیر حلالہ شرعی نکاح کرنا جائز نہیں کیونکہ عورت طلاق دہندہ پر حرام مغلظہ ہوگئی کہ محل طلاق کے قائم ہوتے ہوئے تینوں اکٹھی پڑ جائیں گی۔ اور پچھلی دونوں صورتوں میں بغیر تحلیل شرعی نکاح جائز ہے۔ دوسری صورت میں تو واضح ہے کہ صرف ایک طلاق دی گئی۔ تیسری صورت میں اس لیے کہ عورت مدخول بہا نہیں، اور ایک کہنے کے بعد وہ طلاق کا محل نہ رہی دو طلاقیں لغو چلی جائیں گی۔ اس لیے پچھلی دونوں صورتوں میں نکاح جائز اور پہلی صورت میں بغیر حلالہ حرام قطعی ہے۔

﴿۷۱﴾ فتوی شرعی: مسمی مہر خان ولد محمد یار سکنہ ڈھبہ کرسیال ضلع میانوالی گواہی دیتا ہوں کہ نور زمان کی بچی نور زمان کے والد (دادا) نے صلح میں دے دی۔ صرف دعائے خیر تھی ایجاب وقبول نہ ہوا تھا۔ جب نور زمان فوج سے آیا تو اس نے میرے سامنے صاف انکار کر دیا کہ میں اپنی بچی صلح کے بدلے میں نہیں دوں گا۔ دعائے خیر کے وقت صرف لڑکی کا دادا موجود تھا۔ باقی نور زمان کے بھائیوں سمیت اس مجلس میں کوئی موجود نہ تھا۔ تقریباً 12/13 سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ کیا شرعاً نکاح منعقد ہوگا؟

سائل: مہر خان

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ فقہی اصول کے مطابق ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد کا پڑھا ہوا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ مثلاً

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دادا ولی ابعد (دور کا تعلق دار) نکاح پڑھا دے تو ولی اقرب (قریب کا تعلق دار) اجازت نکاح دے تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ اگر اجازت نہ دے تو وہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔

فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۶۶ پر ہے،

"ان زوج الصغیر او الصغیرۃ ابعد الاولیاء فان کان الاقرب حاضراً وھو من اھل الولایۃ توقف نکاح الابعد علی اجازتہ، کذا فی المحیط"

لہٰذا صورۃ مذکورہ میں دعائے خیر تھی تو یہ نکاح نہیں بلکہ وعدہ نکاح ہے۔ اور اگر ایجاب وقبول ہوا تھا تو بھی بچی کے والد کے انکار کرنے پر رد ہو گیا۔ اس بچی کا نکاح سابقہ یا دعائے خیر دونوں باطل محض ہیں۔ تفصیلات کے لیے فتاوی جات کی طرف رجوع کریں۔ بحوالہ احسن الفتاوی ص ۱۰۰ بذریعہ شامی جلد دوم ص ۴۳۳)

﴿۷۲﴾ فتوی شرعی: ایک بچی نابالغہ کا نکاح ایک نابالغ بچہ سے دادا نے کر دیا اور بچی کے والد کو علم بھی نہیں ہے۔ اور جب علم ہوا تو باپ کا کہنا ہے مجھے یقین ہے کہ نکاح ہوا ہی نہیں اگر ہوا ہے، میں اپنی بچی کے اس نکاح کو قطعاً قبول نہیں کرتا ہوں۔ بعد ازاں بچی کے والد نے بچی کا نکاح ایک اور آدمی سے کر دیا۔ تو حل طلب یہ بات ہے کہ اب نکاح دادا کا نافذ العمل ہوگا یا باپ کا۔ سائل: رضا محمد ولد صدر دین

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ نکاح میں ولی اقرب (زیادہ قریبی رشتہ دار) کے ہوتے ہوئے ولی ابعد (دور کے رشتہ دار) کو نکاح کا حق نہیں ہے۔ تاہم اگر ولی ابعد نکاح کرا دے تو وہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ لہٰذا دادا کا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر باپ نے جائز کر دیا تو نافذ العمل ہوگا۔ اگر باپ اجازت نہ دے تو نکاح نہیں ہوگا۔

جیسا کہ درمختار میں ہے، "ان کان الزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لا یصح النکاح من غیر کفوا اصلاً"

لہٰذا صورۃ مسئولہ مذکورہ میں دادا کا نکاح صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا باپ کا پڑھا ہوا نکاح منعقد اور نافذ العمل ہوگا۔

﴿۷۳﴾ **فتوی شرعی**: مجید الرحمٰن ولد عبد الرحمٰن سکنہ ترنگ شریف ضلع میانوالی کا نکاح ہمراہ طاہرہ بی بی دختر فدا محمد سکنہ ترگ شریف بزمانہ نابالغی پڑھا گیا۔ بچی کا نکاح پڑھ کر دینے والا اس کا والد فدا محمد تھا جب کہ قبولیت خاوند کی جانب سے اس کے والد عبد الرحمٰن نے کی تھی۔ اور ایک گواہ بنام عبد الرحمٰن ولد غلام اکبر موجود ہے۔ اس کے تصدیقی دستخط بھی موجود ہیں۔ تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ طاہرہ بی بی کو سابق مذکور خاوند نے کوئی طلاق وغیرہ بھی نہیں دی ہے۔ اور کوئی عذر بھی نہیں ہے۔ تو کیا اب طاہرہ کا نکاح کسی اور جگہ سابق نکاح کے ہوتے ہوئے ہوسکتا ہے یا نہیں۔ مزید برآن یہ کہ اس نکاح کا تحریری نکاح نامہ بھی موجود ہے جو کہ ریکارڈ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ سائل: مجید الرحمٰن

الجواب: برتقدیر صدق سائل طاہرہ بی بی کا نکاح ہمراہ مجید الرحمٰن مذکور سے شرعاً منعقد ہے۔ اس نکاح کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "**والمحصنات من النساء**" پ۵ اب اگر اس لڑکی کا کہیں نکاح پڑھایا جائے تو جن لوگوں کو اس کے نکاح کا علم تھا اس کے باوجود وہ مجلس نکاح میں شریک ہوئے اور ایسے ہی وہ مولوی جس نے اس نکاح کو جائز جانا اور نکاح کے گواہان اس لڑکی کا والد سب پر بعد توبہ تجدید اسلام تجدید نکاح لازم وفرض ہے اگر انکار کریں تو بااثر حضرات پر لازم ہے کہ ایسے مرتکبین کو ارتکاب حرام سے روکیں ورنہ عذاب عظیم عام وخاص کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔

﴿۷۴﴾ **فتوی شرعی**: کہ "میں چار سال عمر کی تھی میرا والد عبد الستار جواباز تھا اور مسمی عطاء محمد ولد داد قوم اسٹر سکنہ ہرنولی یہ بھی جواباز تھا۔ دونوں آپس میں جوا کھیلتے تھے۔ عطاء محمد نے کہا کہ مجھے رقم دے اگر رقم نہیں تو بچی کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔ میرے والد نے کہا کہ میری بچی کی عمر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چار سال ہے۔ اور تمھاری عمر اس وقت تیں، پینتیس سال ہے۔ آخر کار میرے والد نے مجھے جہنم کے گڑھے میں ڈال کر اپنی جان چھڑوالی۔ 90 ہزار روپے جو کہ قرض تھا وہ بھی معاف نکاح کے عوض ہو گیا۔ عالیجاہ! جب میرا وقت بلوغت آیا تو میں نے شور مچایا۔ شور مچانے پر کافی آدمی جمع ہو گئے۔ مین نے ان لوگوں کے سامنے نکاح سے انکار کر دیا۔ بعد میں میں نے قاضی امیر عبد اللہ ایڈووکیٹ کے معرفت دعویٰ تنسیخ نکاح فیملی کورٹ عدالت عالمگیر جج میانوالی میں کر دیا۔ دونوں فریقین سے عدالت صاحب موصوف نے ثبوت لیا۔ میں جب عدالت میں بیان دینے حاضر ہوئی۔ میری عمر 16 سال تھی۔ اور عطاء محمد کی عمر تقریباً 50 سال تھی۔ جو شادی شدہ بال بچے دار ہے۔ آخر کار عدالت نے میرے حق مین فیصلہ مورخہ 2/2/1993 کو حکم سنایا کہ نکاح سابقہ منسوخ ہے۔ مدعیہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ حضور والا اس روشنی میں میں کیا کروں شریعت میں اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ سائلہ: فرزانہ دختر عبد الستار ضلع میانوالی

الجواب: والد یا دادا اگر نابالغ بچے یا بچی کا نکاح کسی کے ساتھ کر دیں اور یہ والد یا دادا بچے کی شفقت کو ملحوظ رکھ کر نکاح کریں اپنا کوئی ذاتی مفاد اور طمع نہ ہوں تو اس صورت میں والد یا دادا کا کیا ہوا نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ اس بچے یا بچی کو بلوغ کے بعد نکاح توڑنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ والد یا دادا ذاتی مفاد اور طمع یا عدم شفقت سے نابالغ کا نکاح کسی کے ساتھ کر لیں تو نکاح صحیح نہیں ہوتا۔

درمختار ج ۳ ص ۶۶ میں ہے،

"ولزم النكاح ولو بغبن فاحش او بغير كف ء ان كان الولى المزوج بنفسه ابا او جدا لم يعرف منهما سوء الاختيار وان عرف لا يصح النكاح اتفاقاً وفى ان كان المزوج غيرهما اى غير الاب وابيه لا يصح النكاح من غير كفو اصلاً عن شرح الجمع حتى لو عرف من الاب سوء الاختيار لسفهه او لطمعه لا يجوز عقده اجماعاً ۰ (شامی جلد سوم صفحه ٦٦۔)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صورت مسئولہ میں نابالغ لڑکی کے والد پر 90 ہزار روپے قرض تھا۔ اس کے عوض نکاح پڑھا گیا۔ یعنی اپنے مفاد کے خاطر تو شرعاً یہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اور پھر نکاح کے وقت یہ شرط رکھی گئی تھی۔ کہ اگر مذکورہ رقم دی گئی تو ہم لڑکی کو آزاد کر دیں گے۔ لڑکی بھی راضی نہیں ان تمام احوال کو سامنے رکھتے ہوئے نکاح صحیح نہیں۔ یہ نکاح اصلاً باطل ہے لڑکی پر عدت واجب نہیں ہوگی اس کے فوراً بعد بھی لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ ”کما قال اللہ تعالیٰ۔ وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فمالکم علیھن من عدۃ تعتدونھا“ (الاحزاب)

﴿۷۵﴾ فتوی شرعی: آج سے تقریباً 15,16 سال قبل بچی مسماۃ آسیہ (نابالغہ) عمر 4 سال دختر عبدالجبار ساکن داؤدخیل کا نکاح شرعی ممتاز احمد نابالغ بچی ولد محمد لقمان ساکن کمر مشانی سے ہوا۔ بچی مسماۃ آسیہ بی بی مذکورہ کا نکاح بچی کے دادا حقیقی مسمی محمد سلطان نے بچی کے والد عبدالجبار کی موجودگی اور اجازت سے پڑھوایا جب کہ اس نکاح شرعی کے نکاح خواں بچی کے حقیقی ماموں مولوی عبدالرحمٰن صاحب تھے۔ اس نکاح کے گواہان عطا محمد ولد محمد یار ساکن کمر مشانی، سید غلام عباس ولد جندوڈا شاہ ساکن ڈیرہ اسماعیل خان محمد رفیق ولد عبدالرحمان ساکن کمر مشانی تھے۔ جن کی شہادت حلفاً بمعہ دستخط (تحریری) موجود ہے۔ اس نکاح شرعی کے موقعہ پر بچی کو کپڑے، بالیاں اور کنگن بھی پہنائے گئے اور بچی والدین کے ساتھ واپس چلی گئی۔ اس کے بعد ایک دو عیدوں کے موقع پر بچی مذکورہ کے لئے بطور ہدیہ کپڑے بھیجے گئے۔

چونکہ ہمارے خاندانی رسم ورواج کے مطابق زیادہ تر عید بھیجنے کا رواج نہیں۔ اس لیے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اب جب کہ مذکورہ لڑکی سن بلوغت کو پہنچ چکی ہے اور لڑکی کے دادا اور ماموں (نکاح خوان) مولوی عبدالرحمان دونوں وفات پا چکے ہیں۔ لڑکے (ممتاز احمد ولد محمد لقمان) والے اب لڑکی کی رخصتی لے کر اپنا گھر بسانا چاہتے ہیں۔ جب کہ لڑکی مذکورہ کے والد انکار کر کے اپنی بیٹی مسماۃ آسیہ بی بی مذکورہ کا کسی اور جگہ نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا لڑکی مذکورہ کا سابقہ نکاح برقرار؟ اور اگر باقی ہے تو کیا لڑکی کا والد یا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی دوسرا ولی بنکر لڑکی مذکورہ کا نکاح بغیر طلاق لیے کسی دوسری جگہ کرا سکتا ہے؟۔ یہ بھی یاد رہے کہ لڑکی کی طرف سے والد کی موجودگی میں دادا نے اور لڑکے کی طرف سے لڑکے کے والد حقیقی نے ایجاب قبول کیا واضح ہو کہ بوقتِ نکاح شرعی کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔

سائل: محمد لقمان ولد ممتاز احمد ساکن (برزی) کمر مشانی تحصیل وضلع میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ کے بارے فریق اول لڑکے والے یعنی لڑکے کے والد لقمان بمعہ گواہان نکاح میرے پاس آئے۔ میں نے ان سے تفصیلاً پوچھا جس پر لقمان نے بتایا کہ بوقتِ نکاح نابالغہ مولوی عبد الرحمان نے نابالغہ کے والد کو کہا کہ آؤ نکاح کے لیے تو نابالغہ بچی مسماۃ آسیہ بی بی کے والد عبد الجبار نے کہا کہ جب کہ میرا والد سلطان (نابالغہ کا دادا) بیٹھا ہے تو میری کیا ضرورت ہے۔ ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد نے نابالغہ کا نکاح کر دیا ہے جو ولی اقربؔ کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ "اجازت صراحتاً یا دلالۃ" ہو تو نکاح ہو جاتا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ولی اقرب عبد الجبار والد آسیہ بی بی نے اپنی بچی نابالغہ کا نکاح پڑھانے کی اجازت اپنے والد سلطان کو دے دی، اور کپڑے بالیاں، نکاح کے موقع پر تحائف کپڑے وغیرہ بچی کے لیے قبول کرنا دلالۃً اور عملاً اجازت ہے۔

فقہ کی سب مشہور کتب میں اسی طرح موجود ہے،

"وان زوجھا الا بعد والاقرب حاضر توقف علی اجازۃ الاقرب"۔

فتاوی شامی ص ۳۴۱ میں ہے۔

"وان کان حاضراً فی مجلس العقد مالم ینص صریحاً ودلالۃً باب ولی"

علماء کرام اور فقہائے اکرام کے اقوال اور کتب کی روشنی میں میں آسیہ بی بی دختر عبد الجبار کا نکاح ممتاز احمد ولد لقمان کے ساتھ قائم ہے۔ بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں۔

﴿۷۶﴾ فتوی شرعی: میری شادی کو تقریباً عرصہ دس سال ہو چکے ہیں۔ لیکن میں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم ہوں۔ کیا میں اپنی بیوی کی سگی بہن سے شادی کرسکتا ہوں۔

سائل: محمد کمال خان میانوالی

الجواب: صورت میں مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایک مرد کا دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے۔ "کما قال اللہ وان تجمعوا بین الاختین" (پ۴ رکوع آخر) اور حدیث شریف میں ہے "عن الضحاک بن فیروز الدیلمی عن ابیہ قال قلت یا رسول اللہ انی اسلمت وتحتی اختان قال اختر ایتھما شئت" یعنی حضرت ضحاک بن فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرلے۔ (ترمذی) ابن ماجہ، داؤد، مشکوٰۃ ص ۲۷۴) یہاں تک کہ اگر ایک بہن کو طلاق دیدی تو جب تک کہ اس کی عدت نہ گزر جائے دوسری بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۲۶۱ میں ہے،

"لا یجوز ان یتزوج اخت متعدۃ سواء کانت العدۃ عن طلاق رجعی او بائن او ثلاث"

لہٰذا اگر اپنی بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو پہلی بیوی کو طلاق دینا ہوگی۔ پھر جب اس کی عدت گزر جائے تو اس کی بہن سے نکاح کریں۔ اس سے پہلے نکاح کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہوگا۔ اور پہلی بیوی کی عدت صورت مسئولہ میں تین حیض ہوگی۔ "کما قال اللہ تعالیٰ والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء" (پ۲ ع ۱۲) اور طلاق کے بعد پہلی بیوی کو اپنے گھر میں نہ رہنے دیا جائے۔ اگرچہ اس سے میاں بیوی والا تعلق نہ رکھے۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں جس بات میں آدمی متہم ہو مطعون ہو انگشت نمائی ہو شرعاً منع ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے

"من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یقف مواقف التھم"

جو بات مسلمانوں پر فتح کو شک وشبہ میں ڈالے انہیں فتنے میں ڈالے انہیں فتنے میں مبتلا کرنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق" (فتاوی رضویہ جلد دھم ص۲۲۷)

﴿۷۷﴾ **فتوی شرعی**: میری بیوی کی سگی بہن کا شوہر انتقال کرگیا ہے اب میں منکوحہ کی بہن بیوہ سے شادی کرسکتا ہوں۔ سائل: محمد رفیق دلے والا بھکر۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بیوی کی بہن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ کما قال اللہ وان تجمعوا بین الاختین (پ۴ رکوع آخر)۔ یعنی دو بہنوں کو اکٹھا رکھنا حرام ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یجمعن ماء ہ فی رحم اختین"۔ یہاں تک کہ اگر بیوی کو طلاق دیدے تو جب تک کہ عدت ختم نہ ہو جائے اس کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔ جیسا کہ شرح وقایہ جلد ثانی ص۱۲ میں ہے، وھو ھذا والجمع بین الاختین نکاحا وعدۃ کہ دو بہنوں کو ایک شخص کا اکٹھا نکاح کرنا یا ایک سے نکاح تھا اسے طلاق دیدی اس کی عدت باقی تھی تو اس کی بہن سے نکاح کرنا حرام ہے۔

﴿۷۸﴾ **فتوی شرعی**: عیسائی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے اگر عدالت یا دو گواہوں کے سامنے کردیا جائے تو از روئے شرع نکاح ہوگا یا نہ۔ سائل: چوہدری افضل ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ عیسائی عورت کو مسلمان کئے بغیر اس سے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نکاح کرنا جائز ہے۔

فتاوی المگیری جلد اول مصری ص ۲۶۳ میں ہے، "یجوز للمسلم نکاح الکتابیة الحربیة والذمیة حرة کانت او امة" کذا فی محیط السرخسی۔

لیکن مناسب نہیں اس سے فساد فی الدین کا دروازہ کھلے گا۔

فتاوی عالمگیری کے اسی صفحہ مذکورہ پر ہے۔

"والاولیٰ ان لا یفعل ولا تو کل ذبیحتھم الا لضرورة" کذا فی فتح القدیر"۔

عیسائی عورت سے نکاح بھی اسی وقت جائز ہے جب کہ اپنے اسی مذہب عیسائیت پر قائم ہو اور اگر تثلیث کی قائل ہو یا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور حضرت مریم علیہا السلام کو خدا کی بیوی کا عقیدہ رکھتی ہو تو کافرہ ہے بغیر قبولیت اسلام کے نکاح نہیں ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ پہلے خاوند نہ رکھتی ہو اگر پہلے عیسائی یا یہودی کے نکاح میں ہو تو پھر تفریق قاضی یا جج ضروری ہے۔ دوسرے شخص سے بعد عدت نکاح جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

﴿۷۹﴾ **فتوی شرعی**: ہمارے چک میں کافی عیسائیوں کی آبادی ہے۔ ہمارے بچوں کے ساتھ ان کے بچے پڑھتے ہیں۔ ہمارے گھر آنا جانا ہے، تو ایک عیسائی کی عورت مسلمان ہوگئی ہے۔اب ہمارے گھر میں ہے اور وہ واپس عیسائی کے پاس جانا نہیں چاہتی کیا ہم میں سے کوئی اس عورت سے شادی کرسکتا ہے۔ جب کہ عورت راضی ہے۔نوٹ: گواہوں کی گواہی بیان خلفی لف ہے۔سائل: مولوی حافظ عبدالشکور تحصیل پپلاں ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر شوہر والی کافرہ عورت مسلمان ہو جائے تو حکم ہے کہ اس کے شوہر پر اسلام پیش کیا جائے اگر وہ اسلام لے آئے تو عورت بدستور اس کی بیوی اور اگر شوہر اسلام سے انکار کرے تو تین حیض کے بعد عورت دوسرے سے نکاح کر سکتی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے۔ اس سے پہلے آپ کا نکاح کرنا درست نہیں۔ امام ابن ہمام فتح القدیر جلد سوم ص ۲۸۸ پر لکھتے ہیں، کہ ولید بن مغیرہ کی صاحبزادی صفوان بن امیہ کے عقد میں تھیں جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں مگر ان کا شوہر صفوان بھاگ گیا مسلمان نہ ہوا تو حضور ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق نہ کی یہاں تک کہ صفوان بھی مسلمان ہو گئے۔ اور حضرت عمرؓ نے ایک نصرانیہ کے مسلمان ہونے پر اس وقت تفریق کی جب کہ اس کے شوہر نے اسلام لانے سے انکار کر دیا جیسا کہ فتح القدیر کی اسی جلد اور اسی صفحہ پر ہے۔ اور بہار شریعت حصہ ہفتم بیان حرمت بالشرک صفحہ ۲۷ پر ہے اگر عورت پہلے مسلمان ہوئی تو مرد پر اسلام پیش کریں اگر تین حیض آنے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو نکاح باقی ورنہ بعد کو جس سے چاہے نکاح کرے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں جب کافرہ عورت مسلمان ہوئی تو اس وقت سے اسے تین حیض آنے سے پہلے اگر اس کا شوہر مسلمان ہو گا تو وہ بدستور اس کی بیوی ہے۔ طلاق یا اس کی موت کے بغیر اس کی بیوی سے نکاح کرنا صحیح نہیں۔ اور اگر وہ مسلمان نہ ہوا تو تین حیض آنے کے بعد وہ کسی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر تین حیض آنے سے پہلے نکاح کیا تو صحیح نہ ہوا مدت مذکور کے بعد دوبارہ نکاح کریں۔ اور نکاح صحیح نہ ہونے کے سبب جو گناہ ہوئے اس سے دونوں علانیہ توبہ استغفار کریں۔

﴿۸۰﴾ فتوی شرعی: کیا زانیہ حاملہ لڑکی سے نکاح جائز ہو گا یا نہیں۔

سائل: محمد اعظم خان ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ زانیہ حاملہ اگر کسی کے نکاح اور عدت میں نہ ہو تو اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔ پھر اسی شخص نے نکاح کیا کہ جس کا وہ حمل ہے تو بعد نکاح حالت حمل میں وہ مرد اس سے ہمبستری کر سکتا ہے۔ دوسرا نہیں

"صح نکاح حبلی من زانا لا حبلی من غیر الزنا الثبوت نسبه و ان حرم وطؤها حتی تضعها ولو نکح الزانی حل له وطؤها اتفاقا۔

اور فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۶۲ میں ہے

"قال ابو حنیفة و محمد رحمهما الله تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأة حاملا من الزنا ولا یطأها حتی تضع و قال ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ لا یصح والفتویٰ علی قولهما کذا فی المحیط و کما لا یباح وطأها لا تباح دواعیه کذا فی فتح القدیر، وفی مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنی هو بها و ظهر بها حبل فالنکاح جائز عند الکل وله ان یطأها عند الکل و تستحق النفقة عند الکل"۔

﴿۸۱﴾ فتویٰ شرعی: میرے بھٹہ پر چند مصلی کام کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے بیٹی کی شادی کی ہوئی تھی۔ ایک بچہ بھی ہے۔ اب میرے علم میں آیا ہے کہ لڑکی کے والد نے بیٹی کا نکاح ایک اور لڑکے سے کر کے رخصتی بھی کر دی۔ اس بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہوگا۔

سائل: محمد ظفر اللہ خان ضلع بھکر

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس لڑکی کا نکاح پہلے شوہر سے ہوا تھا اور اس سے اس کی اولاد یعنی بیٹا بھی ہے۔ اور اب اس کے باپ نے دوسری جگہ نکاح کر دیا ہے بغیر طلاق لیے دوسرے شوہر سے تو یہ نکاح ہرگز جائز نہ ہوگا۔ اس لڑکی کے والد کو توبہ و استغفار کرنا چاہیے اور نکاح پڑھانے والے اور گواہوں کو بھی توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔ یہ نکاح بالکل نہیں ہوا۔ ان دونوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، "واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین" (پ۷ ع۱٤)

﴿۸۲﴾ فتویٰ شرعی: محمد اجمل نے اپنی بیوی کو اس وقت طلاق دی جب کہ وہ حاملہ تھی۔ اسی دوران محمد اجمل کے بیٹے محمد اصغر نے اسی سے نکاح کر لیا۔ جب ایک ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی تو اصغر نے اسے گھر سے نکال دیا۔ اب محمد اصغر نہ طلاق دیتا ہے اور نہ گھر میں رکھنا چاہتا ہے۔ ازروئے شرع مسئلہ بتایا جائے نوازش ہوگی۔ سائل: محمد قمر الزمان پکی شاہ مردان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ جب اجمل نے اپنی بیوی کو حالت حمل میں طلاق دی تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

جیسا کہ پارہ ۲۸ سورہ طلاق میں ہے،

"واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن"

اس کا حکم یہ ہے کہ وہ کافر مرتد ہے کہ یہ معاملہ صرف عدت میں نکاح کا نہیں ہے بلکہ صورت یہ ہے کہ اس نے اپنے باپ کی منکوحہ مطلقہ حاملہ کی عدت کے اندر بزعم خویش نکاح کا ڈھونگ رچایا ہے۔ یہاں نصوص قطعیہ کے خلاف کرنے سے کئی طرح کفر لازم آتا ہے۔ ایک یہ کہ اس کے باپ کی منکوحہ تھی۔ دوسرا یہ کہ عدت کے دوران حرام کاری، تیسرا اس نے اسے بیوی بنا کر گھر رکھا تو اس کے ساتھ زنا کرتا رہا۔ چوتھا باپ کی کھیتی کو سیراب کیا۔ پانچواں ان سب کاموں کو ناجائز و مباح جانتے ہوئے یہ کرتوت سرانجام دیئے۔ ان چار میں سے کسی ایک کام کو جائز جاننے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور یہاں تو چاروں موجود ہیں۔ اس پر نصوص پیش خدمت ہیں اور پھر اس کا اور سب شرکاء کا حکم عرض کیا جائے گا۔ **اقول وبالله التوفيق۔**

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

ولا تنكحوا ما نكح اباؤكم من النساء الا ما قد سلف انه كان فاحشة ومقتا وساء سبيلا۔ (پارہ ٤ آیت ٢٢)

پھر یہ جانتے ہوئے کہ عورت عدت میں تھی اس سے نکاح کیا تو وہ نکاح ہی نہ ہوا۔ اس صورت میں نہ طلاق کی ضرورت نہ عدت کی۔ عورت فوراً دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر اجمل یہ علم بھی ہو وہ عورت عدت میں ہے اس طرح بھی نکاح فاسد ہوا۔ اس صورت میں طلاق کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر اصغر نے بعد نکاح فاسد اس سے وطی کی ہے تو جس دن اصغر نے بیوی کو گھر سے نکالا اس دن سے عورت پر عدت واجب ہوئی۔ عدت گزارے بغیر وہ نکاح نہیں کر سکتی۔ مگر نکاح فاسد کی عدت میں شوہر پر نفقہ واجب نہیں۔

جیسا کہ جوہر نیرہ جلد دوم ص ۱۴۶ میں کتاب النفقات میں ہے،

"انما تجب فی النکاح الصحیح وعدته اما الفاسد وعدته فلا نفقة لها فیه"۔ اور اصغر نے اگر اسے بچہ پیدا ہونے کے بعد نکالا تو اس کی عدت تین حیض ہے۔خواہ تین حیض تین ماہ، تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔" قال الله تعالیٰ والمطلقت یتربصن بانفسهن ثلثة قروء" (پ۲ع۱۲) اور ایسی عورت مطلقہ کے حکم میں ہے۔

﴿۸۳﴾ فتوی شرعی: میں نے اپنی بیوی کے بھائیوں کو لکھ دیا تھا کہ اگر کسی دوسری لڑکی سے نکاح کروں تو وہ ایک دو تین طلاق ہے۔اب جب کہ ہماری شادی کو دس سال ہو گئے لیکن اولاد سے محروم ہوں۔کافی علاج وغیرہ کرائے مگر اب تک اولاد نہیں ہوئی۔مجھے ڈاکٹروں نے کہا ہے دوسری شادی کر لیں۔امید ہے کہ تیری اولاد ہوگی۔میں نے بیوی کو راضی کیئے اور بغیر بتائے شادی کر لی۔کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے۔میری بیوی مطلقہ ہوئی یا نہیں۔

سائل: محمد زبیر اویسی ساکن ہزارہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاقیں واقع ہو چکی ہیں۔

﴿۸۴﴾ فتوی شرعی: میرا بھتیجا مفلوج یعنی ہاتھ پاؤں سے معذور ہے، میرا بھائی عرصہ دراز سے فوت ہو گیا ہے میرا خیال ہے کہ میں اپنی بیٹی نابالغہ کا نکاح کر دوں جب میں نے مفلوج کے نکاح کے متعلق اپنے امام سے پوچھا تو اس نے کہا صحیح سلامت لڑکی کا نکاح کرنا شرعاً ناجائز ہے۔آپ میری راہنمائی فرمادیں۔سائل: محمد اجمل انصاری

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ امام ان پڑھ ہے صحیح سلامت لڑکی کا نکاح از روئے شرع شریف مفلوج لڑکے سے یقیناً جائز ہے۔

جیسا کہ فقہ کی مشہور کتاب فتاوی قاضی خان ص ۱۶۰ جلد اول میں ہے

"الوکیل بالنکاح من قبل المراة اذا زوجها ممن لیس بکفو لها قال بعضهم یصح فی قول ابی حنیفة خلافا لصاحبیه وقال بعضهم لا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یصح علی قول الکل وھو الصحیح و ان کان کفوا الا انہ اعمی او مقعد او صبی او معتوہ فھو جائز و کذا اذا کان خصیا او عنینا"۔

خلاصہ یہ ہے کہ مفلوج کے ساتھ صحیح سلامت لڑکی کا نکاح جائز ہے۔ بشرطیکہ حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہو۔

﴿۸۵﴾ فتوی شرعی: کیا ایک ساٹھ سالہ شخص ایک سولہ سالہ لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ سائل: محمد آصف محمود ولد عبد السلام محلہ میانہ میانوالی

الجواب: کہ نکاح کسی بھی عمر میں ناجائز نہیں البتہ مستحب یہ ہے کہ جوان لڑکی کا بوڑھے سے نکاح نہ کیا جائے۔ رد المحتار مصری ص ۶۹ جلد ۲ میں ہے، **ولا یزوج ابنتہ الشابۃ شیخا کبیرا۔**

﴿۸۶﴾ فتوی شرعی: آج کل ہمارے ہاں رواج ہو چکا ہے کہ لڑکی والے لڑکے والے سے رقم لیکر بارات کا کھانا تیار کرتے ہیں کیا از روئے شرع یہ جائز ہے یا نہیں۔

سائل: محمد اکرم عطاری

الجواب: اگر لڑکے والا بارات کے کھانے کے لیے اس لالچ اور طمع میں روپیہ دیتا ہے کہ اس کی وجہ سے لڑکی والا نکاح کر دے گا جیسا کہ بعض اقوام میں اس کا دستور ہے تو یہ یقیناً رشوت و حرام ہے۔

فقہ کی مشہور کتاب عالمگیری ص ۳۴ ج ۲ میں ہے

"رجل انفق علی طمع ان یزوجھا قال الشیخ اللامام الاستاذ الاصح انہ یرجع زوجت نفسھا اولم تزوج لانہ رشوۃ"۔

ایک شخص نے ایک عورت پر اس طمع میں خرچ کیا کہ وہ اس سے نکاح کر دے گا تو شیخ امام استاذ نے حکم دیا کہ اصل قول یہ ہے کہ مرد رقم واپس لے، عورت نکاح کرے یا نہ کرے کہ وہ رشوت ہے۔ اور اگر لڑکی والے نے کہا کہ اس قدر روپیہ دو تو نکاح کر دیا جائے گا ورنہ نہیں جیسا کہ بعض

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اقوام میں رائج ہے تو یہ بھی رشوت ہے۔

فتاوی خیریہ جلد ا ص ۲۸ میں ہے

"سئل فی امرأۃ ابی اقاربھا ان یزوجوھا الا ان یدفع طعام الزوج کذا فوعدھم بہ ھل یلزم ام لا (اجاب) لا یلزم ولو دفع فلہ ان یاخذہ قائما او ھالکا لانہ رشوۃ کما فی البزازیہ"۔

اس عورت کے متعلق سوال کیا گیا جس کے رشتہ داروں نے یہ شرط کی کہ شوہر انہیں اس قدر دے تو وہ اس کا نکاح کر دیں گے پس شوہر نے ان سے اتنی مقدار کا وعدہ کر لیا اور وہ مقدار بذمہ شوہر لازم ہوگی یا نہیں۔ علامہ خیرالدین رملی نے جواب دیا کہ لازم نہ ہوگی اگر شوہر دے چکا تو اس کے واپس لینے کا اس کو حق حاصل ہے اب چاہے وہ موجود ہو یا خرچ ہو چکی ہو کہ وہ رشوت ہے۔ فتاوی بزازیہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

ردالمحتار جلد ۲ ص ۳۷۶ میں ہے،

"اخذ اھل المرأۃ شیئاً عند التسلیم فللزوج ان یستردہ لانہ رشوۃ"۔

لڑکی والوں نے رخصتی کے وقت کچھ لیا تو شوہر کو اس کے واپس لینے کا حق حاصل ہے اس لیے کہ وہ رشوت ہے۔ اسی طرح بحرالرائق شرح کنزالدقائق اور فتاوی عالمگیری میں ہے "اور اگر لڑکے والا لڑکی والے کو محض بطور ہدیہ یا بغرض صلہ یا بلحاظ ہمدردی و اعانت دیتا ہے کہ لڑکی والا بارات کو کھانا کھلا سکے اور ایسے ضروری امور انجام دے سکے جس کی بنا پر اسے خاندان اور قوم کے روبرو شرمندگی نہ ہو جیسا کہ ہمارے ملک کے کچھ علاقوں میں ہے عورت والوں کو کچھ روٹی دی جاتی ہے تو یہ نہ رشوت ہے نہ حرام"۔

فتاوی خیریہ ج ا ص ۲۷ میں ہے،

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"(سئل) فی رجل خطب من آخر اختہ و دفع لہ شیئا یسمی ملا کا ودراھم ایضا من عادۃ اھل الزوجۃ اتخاذ طعام بہ ولم یتم امر النکاح ھل للخاطب ان یرجع فیہ ام لا ؟ (اجاب) نعم لہ ان یرجع بذالک بشرط عدم الاذن منہ فان اذن لھم باتخاذہ و طعامہ للناس صار کانہ اطعم الناس بنفسہ طعاما لہ وفیہ لایرجع"۔

اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے ایک شخص کو اس کی بہن کا پیغام دیا اور اس کو کچھ وہ چیز دی جس کو املاک و دراہم کہا جاتا ہے اور عورتوں کی عادت اس سے کھانا تیار کرنے کی ہے، اور ابھی نکاح کا کام تکمیل کو نہیں پہنچا تو کیا پیغام دینے والا اسے واپس لے یا نہیں؟ علامہ نے جواب دیا کہ ہاں جب اس کی طرف سے اجازت نہیں تو وہ اس بنا پر واپس لے اور اگر اس نے لڑکی والوں کو لوگوں کے لیے کھانا پکانے اور کھلانے کی اجازت دی ہے تو گویا اس نے خود لوگوں کو کھانا کھلایا اور اس صورت میں اسے اس سے واپس نہیں لے سکتا۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جب جانب شوہر سے لڑکی والے کو بغرض ضیافت روپیہ دیا تو اس کا ضیافت کرنا اور کھانا کھلانا گویا شوہر ہی کا ضیافت کرنا اور کھانا کھلانا ہے اس لیے وہ شوہر اس رقم کا اس سے مطالبہ بھی نہیں کر سکتا کہ ہدیہ وصلہ کا مطالبہ نہیں ہوتا ہے۔

﴿۸۷﴾ فتوی شرعی: ہمارے ہاں گستاخ وہابی ہیں اور ہمارے سنی بھائی ان سے رشتہ کرتے ہیں۔ حال ہی میں ایک سنی نے اپنی لڑکی وہابی جو کہ گستاخ رسول ہے جو کفری عبارات کو صحیح مانتا ہے اور ان کے مصنفین کو اپنا رہبر و امام تسلیم کرتا ہے اور ان کی گستاخیوں کو کفر نہیں کہتا ہے ۔ آیا ایسے شخص سے سنی لڑکی کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سائل: صوفی محمد علی آف پنجہ شریف خوشاب

الجواب: سنی حنفی لڑکی کا نکاح گستاخِ رسول ﷺ سے نہیں ہوتا، مجمع الفتاوی جلد دوم ص ۳۶۳ میں ہے، کہ کافر نے مسلمان عورت سے نکاح کیا پھر اس سے اولاد پیدا ہوئی تو ثابت النسب نہ ہوگی۔ نہ اس پر عدت واجب ہوگی کہ یہ نکاح باطل ہے۔

جیسا کہ ردالمحتار جلد۳ ص ۳۹۹ میں ہے،

"اجمع المسلمون ان شاتمه کافر و حکمه حکم القتل و من شك فی عذابه و کفره کفر"۔

اور اسی طرح درمختار جلد۲ ص ۲۸۰ میں ہے،

"فی مجمع الفتاوی نکح کافر مسلمة فولدت منه لا یثبت النسب منه ولا تجب العدة لا ن النکاح باطل"۔

وہ شخص جو اکابرین وہابیہ کی کفریہ عبارات پر عقیدہ رکھتا ہے اور انکی کفریہ عبارات کو صحیح مانتا ہے اور ان کو اپنا رہبر و امام تسلیم کرتا ہے اور ان کی گستاخی کو کفر نہیں کہتا ہے جیسا کہ کذب باری تعالیٰ حضور ﷺ کے علم کو جانوروں کے علم سے تشبیہ دینا، آپ ﷺ کی خاتمیت کا انکار کرنا، آپ ﷺ کی شفاعت کا منکر ہونا ایسے شخص سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب لڑکی سنی ہے اور لڑکا نجدی گستاخ ہو تو ان کا آپس میں نکاح کرنا جائز نہیں۔

﴿۸۸﴾ **فتوی شرعی**: نکاح فارم پر دولہا کے نام کے بجائے اس کے بھائی کا نام درج ہو گیا لیکن نکاح اسی دولھا سے پڑھا گیا جس سے منگنی ہو گئی تھی کیا یہ نکاح درست ہو جائے گا یا دوبارہ پڑھنا ہوگا۔ سائل: قاری وقار احمد کلور کوٹ

الجواب: اگر لڑکی کا نکاح اسی لڑکے سے ہوا جو مجلس عقد میں حاضر و موجود تھا جو تمام باراتی اور اہل زوجہ کے نزدیک دولہا ہونے کے لیے متعین و معلوم ہے۔ اور قاضی نکاح خوان نے اسی کو عاقد جان کر قبولیت عقد کا اسی سے اقرار کیا ہے اور اسی کے ساتھ عقد نکاح کیا ہے تو اس کا دولہا ہونا متعین ہو گیا تحریر کی غلطی کا اعتبار نہ ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے "ان المقصود نفی الجهالة و ذالك حاصل متعین عند العاقدین و الشهود ان لم یصرح باسمها"۔ اب باقی رہا دولہا کے نام کا غلط ہو جانا تو وہ اس کے حق میں صحت عقد کے لیے مضر نہیں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ اس کا مجلس میں دولہا بن کر آنا۔ سب باراتیوں اور اہل زوجہ میں اسی کا دولہا ہونے کے ساتھ معروف و متعین ہونا۔ اسی کیطرف اشارہ حسیہ کا وقت عقد کیا جانا، رکن عقد یعنی قبولیت نکاح کے لیے اسی کو متعین کرنا، الفاظ قبول اسی سے اقرار لینا، یہ امور تعین اسم زوج سے زیادہ وزنی ہیں۔ لہٰذا نام کی غلطی سے اس دولہا معروف و متعین کے اس دولہن کے ساتھ عقد ہو جانے میں کوئی نقص اور خرابی لازم نہیں آتی۔

ردالمحتار میں ہے،

"لو كانت مشار اليها وغلط فى اسم ابيها او اسمها لا يضر لان تعريف الاشارة الحسية اقوى من التسمية لما فى التسمية من الا شتراك العارض فتلغوا لتسمية"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس دولہن کا عقد شرعاً اسی دولہا کے ساتھ ہوا جو مجلس میں دولہا بن کر حاضر و موجود تھا۔ اب دوبارہ ان کے مابین ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ نکاح صرف اور صرف ایجاب وقبول مع الشرائط کا نام ہے نہ کہ نکاح نامے والے کاغذ میں لکھنا نکاح کہلاتا ہے۔ اگر بالفرض ایجاب وقبول نہ ہوا اور صرف کاغذ پر نکاح درج کر دیا جائے تو کیا نکاح ہو جائے گا؟ یہ تو ایک رسید ہے اس میں غلطی ہوگی تو اس کی درستی چاہیے نہ کہ تجدید نکاح۔

﴿۸۹﴾ فتوی شرعی: میرا بیٹا اس لیے شادی نہیں کرتا کہ مجھ سے تہجد، اشراق اور دیگر مستحبات چھوٹ جائیں گے اور میں دنیاوی چکروں میں پھنس جاؤں گا کیا شادی نہ کرنا بہتر ہے۔

سائل: محمد اویس خان

الجواب: نکاح اور نکاح پر مرتب ہونے والے امور میں مشغولیت عبادت نافلہ سے افضل ہیں۔ ردالمحتار میں ہے "قالوا ان الاشتغال بہ (ای بالنکاح) افضل من التخلی لنوافل العبادت ای الاشتغال بہ وما يشتمل بمصالحه واعفاف النفس عن الحرام وتربيت الولد ونحو ذالك"۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عدم نکاح سے کہ ترک سنت بھی لازم آیا اور ترک افضلیت بھی شادی کر لینا ہی بہتر ہے۔

﴿۹۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک بچی جس کا والد انتقال کر چکا ہے، اب اس کے نکاح کا معاملہ رشتہ دار آپس میں لڑ رہے ہیں یعنی ہر ایک اس کا وارثِ نکاح بننے کی کوشش کرتا ہے۔ از روئے شرع ایسی بچی کا وارث کون ہے۔ جب کہ چچا زندہ ہے۔ سائل: ملک محمد نواز

الجواب: ایسی صورت میں جب چچا زندہ ہو تو ولی نکاح چچا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ النکاح الی العصبات، رہی اقرب و ابعد کی تفصیل اسکی صراحت قاضی خان میں اس طرح ہے "اقرب العصبات الی الصغیر و الصغیرة الاب ثم الجد ثم الاخ لاب و ام ثم الاخ لاب ثم بنو هما علی هذا الترتیب و ان سفلو ثم العم لاب و ام"۔

یعنی نابالغ اور نابالغہ کا سب سے قریب ولی نکاح باپ ہے پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر علاتی بھائی پھر ان دونوں کی اولاد مذکور اسی ترتیب پر پھر حقیقی چچا۔ اسی لیے ولی اقرب ہے ولی ابعد پر مقدم ہوگا۔

درمختار میں ہے

" فللاقرب منهم حق الفسخ "

یعنی ولی اقرب کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔

قاضی خاں میں ہے

"وان زوجها الابعد و الاقرب حاضر یتوقف علی اجازة الاقرب"

یعنی اگر ولی ابعد نے ولی اقرب کے موجود ہوتے ہوئے نکاح کر دیا تو یہ نکاح اس ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

﴿۹۱﴾ **فتوی شرعی:** میرے پڑوس میں رہنے والے باپ بیٹا ہر وقت اس بات پر

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

جھگڑا کرتے ہیں کہ باپ کہتا ہے لڑکی کا وارث میں ہوں جہاں میں چاہوں گا شادی ہوگی لڑکا جو کہ لڑکی کا سگا بھائی اور اس کی عمر اب ۲۴ سال ہے، وہ کہتا ہے نہیں میں بہن کا وارث ہوں میری مرضی سے شادی ہوگی۔ جب کہ باپ سوتیلا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس لڑکی کا ازروئے شرع کون وارث ہوگا۔

نوٹ: لڑکی ابھی نابالغ ہے۔ سائل: محمد مظفر خان نیازی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اگر لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا ولی اس کے باپ دادا ہونگے وہ نہ ہوں تو اس کا یہ بھائی ولی ہے۔ **فتاوی شامی** میں ہے "یقدم الاب ثم ابوہ ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم ابن الاخ الشقیق ثم لاب ثم العم الشقیق"۔ پہلے مستحق ولایت باپ ہے، پھر دادا پھر حقیقی بھائی، پھر سوتیلا بھائی، پھر حقیقی بھتیجا، پھر سوتیلا بھتیجا پھر حقیقی چچا۔ **فتاوی عالمگیری** اور **فتاوی طحطاوی** میں ہے سوتیلے باپ کو بھائی کے ہوتے ہوئے کوئی استحقاق ولایت نہیں۔

﴿۹۲﴾ فتوی شرعی: کیا بالغہ لڑکی کے نکاح کے معاملہ میں اجازت ضروری ہے۔

سائل: مولوی محمد رمضان پپلاں

الجواب: جب لڑکی بالغہ ہو تو اس کی رضامندی ضروری ہے۔

فتاوی قاضی خاں میں ہے

"ومن شرائط النکاح رضاء المراۃ اذا کانت بالغۃ بکرا کانت اوثیبا"۔

یعنی عورت بالغہ کی رضا نکاح کے شرائط میں سے ہے، چاہے وہ کنواری ہو یا مطلقہ۔ والد اگرچہ ولی اقرب ہے لیکن عورت اپنے حق نفس میں تصرف کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ لہٰذا بغیر اس کی اجازت کے جو نکاح بھی ہوگا اسے نکاح کے رد کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

فتاوی قاضی خاں میں ہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"بالغة زوجها وليها فبلغها الخبر فقالت لا اريد الزوج او قالت لا اريد فلا نا يكون ردا"۔

یعنی کسی بالغہ کا اس کے ولی نے عقد کیا جب اس کو خبر پہنچی تو کہا میں خاوند نہیں چاہتی، یا فلاں شخص مجھے پسند نہیں تو اس کا یہ قول نکاح کے لیے رد ہو جائے گا حتی کہ اگر اس کے والد نے بغیر ذکر مہر اور معرفت زوج کے اس سے نکاح کی اجازت چاہی اور اس نے اس پر سکوت کیا تو یہ سکوت بھی اس نکاح کی اجازت نہ ہوگا۔

ایک جگہ اسی فتوی میں ہے

"فان استامرها الاب قبل النكاح فقال ازوجك ولم يذكر المهر ولا الزوج فسكتت لا يكون سكوتها رضا ولها ان ترد بعد ذالك"۔

یعنی اگر باپ نے قبل نکاح کے اس طرح بالغہ سے کہا کہ تیرا نکاح کرتا ہوں اور مہر اور زوج کا ذکر نہ کیا تو اس نے سکوت کیا تو یہ سکوت اس کی رضا نہ ہوگا۔ اور وہ بعد اس کے رد کرنے میں مختار ہے۔ جب لڑکی نے نہ پہلے اجازت دی تھی نہ اب دی ہے تو یہ نکاح باطل ہوگا۔

﴿۹۳﴾ **فتوی شرعی:** ہمارے گاؤں میں ایک ایسا نکاح ہوا کہ لڑکی کے والدین فوت ہو چکے ہیں حقیقی بھائی کے علاوہ دوسرے رشتہ دار موجود تھے۔ نکاح کی اجازت فقط بھائی نے دی ہے بالغہ عاقلہ لڑکی کی عمر تقریباً ۲۰ سال ہو چکی ہے۔ بھائی کی اجازت سے کیا ہوا نکاح درست ہوگا یا نہیں۔

سائل: محمد رفیع اللہ خان

الجواب: جب لڑکی بالغہ ہے تو اسکے نکاح کے لیے اس کی اجازت ضروری ہے کیونکہ بالغہ لڑکی پر کسی کی جبری ولایت نہیں ہوتی۔ **درمختار** میں ہے،

"لا تجبر البالغة البكر على النكاح لا نقطاع الولاية با البلوغ"

اب اس کی بلا اجازت جو اس کے بھائی کی اجازت سے نکاح پڑھایا گیا یہ خلاف سنت کیا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

گیا اور نکاح فضولی ہوا جو اس عورت کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر وہ اجازت دے تو جائز ہو جائے گا اور رد کردے تو باطل ہو جائے گا۔

ردالمحتار جلد ۲ ص ۳۰۶ میں ہے

"ان زوجها بغير استمارها فقد اخطا السنة و توقف على رضاها"۔

اسی طرح بحرالرائق نے محیط سے نقل کیا حدیث شریف میں ہے،

"لا تنكح الايم حتى تستامر ولا تنكح البكر حتى تستاذن"۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ٤٥٥)

شادی شدہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے مشورہ کیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اذن حاصل کرلیا جائے۔

﴿۹۴﴾ فتوی شرعی: ہمارے شہر میں ایک مولوی آئے ہیں جو نکاح کے معاملہ میں بڑے سخت ہیں۔ وہ کہتے ہیں فاسق لوگوں کی گواہی سے نکاح نہیں ہوتا۔ کیا انکا کہنا درست ہے یا نہ۔ سائل: محمد ارشد خان خٹک

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نکاح کے گواہ صرف نامزد کردہ گواہ نہیں بلکہ مجلس نکاح کا ہر وہ شخص گواہ ہے کہ جس نے ایجاب و قبول کے الفاظ کو سنا۔ اور اگر صرف دو فاسقوں نے ایجاب وقبول کو سنا تو بھی نکاح صحیح ہوگا۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے "يصح بشهادة الفاسقين والا عمين"۔ یعنی دو فاسقوں یا صرف دو اندھوں کی گواہی سے بھی نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔ اور بحرالرائق جلد سوم ص ۸۹ میں ہے "انعقد بحضور الفاسقين و الاعمين" یعنی دو فاسقوں یا صرف دو اندھوں کی موجودگی میں نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔ فاسقوں کی گواہی سے نکاح ہوجاتا ہے۔

﴿۹۵﴾ فتوی شرعی: بالغ لڑکا اور لڑکی دو گواہوں کی موجودگی میں معین شرعی حق مہر کے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بدلے نکاح کرلیں تو کیا ازروئے شرع نکاح صحیح ہوگا یا نہیں۔ سائل: ڈاکٹر غلام اصغر علی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہے۔ اگر لڑکی کو پتہ تھا اور اس نے یہ علم کے بعد اذن دیا کہ میرا نکاح فلاں ابن فلاں کے ساتھ اتنے حق مہر کے بدلے ہو رہا ہے اور اس نے اس کو قبول کیا تو یہ نکاح جائز ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری جلد اول ص ۲۵۳ میں ہے" لو قال تزوجینی نفسک فقبلت انعقد "۔

﴿۹۶﴾ فتوی شرعی: میری بیوی حقوقِ زوجیت ادا نہیں کرتی۔ اور والدین کے گھر جا کر کئی ہفتے لگا کر واپس آتی ہے۔ ازروئے شرع آیا وہ گنہگار ہوگی یا نہیں۔ سائل: محمد رمضان پنڈی گھیب

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے مسلم شریف کی حدیث ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جو شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس بلائے اور وہ انکار کردے تو وہ ذات جو آسمان پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو جاتا ہے جب تک کہ شوہر اس سے راضی نہ ہو۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۸۱) ایک اور حدیث میں ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب شوہر اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لیے بلائے تو عورت کو اس کا حکم ماننا چاہیے اگرچہ کہ وہ کھانے پکانے میں مشغول ہی کیوں نہ ہو۔

قرآن مجید میں ہے،

" ھن لباس لکم و انتم لباس لھن (پ۲ع۷)"۔

مرد اور عورت ایک دوسرے کے لباس ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر عورت مرد کے پاس آنے سے احتراز کرتی ہے تو وہ گنہگار ہوگی۔ اس میں مرد کے گناہ کا تعلق نہ ہے والدین کے گھر بھی زیادہ ٹھہرنا شرعاً منع ہے۔ ھکذا فی الھدایہ۔

﴿۹۷﴾ فتوی شرعی: ارم بی بی کا نکاح شیرخوارگی کی حالت میں ایک لڑکے محمد اکرم سے کر دیا گیا۔ اب وہ پڑھ لکھ گئی ہے۔ اور جوان بھی ہے۔ محمد اکرم ان پڑھ ہونے کے علاوہ شارب الخمر، تارک الصلوٰۃ، قمار باز ہے لڑکی نے شادی سے انکار کر دیا ہے۔ کیا اس صورت حال میں ہم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بغیر طلاق لیے دوسری جگہ نکاح کر سکتے ہیں۔ سائل: خان زمان خان میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے ارم بی بی کا نکاح اگر اس کے باپ دادا نے کیا تھا یا ان کی اجازت سے کسی دوسرے نے کیا تھا یا ان کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے نکاح کر دیا تھا۔ مگر علم ہونے پر باپ نے یا اس کے نہ ہونے کی صورت میں دادا نے اسے جائز ٹھہرا دیا تھا تو ان تمام صورتوں میں ارم بی بی طلاق حاصل کئے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکی۔ اور اگر حالت نابالغی میں باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے نے نکاح کیا تھا۔ اور باپ دادا زندہ نہ تھے یا زندہ تھے مگر نکاح کا ان کو علم نہ ہوا اور مر گئے تو ان صورتوں میں لڑکی کو بالغ ہوتے ہی فوراً فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ مگر فسخ نکاح کے لیے قضائے قاضی شرط ہے۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے،

"ان زوجها الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وان زوجها غير الاب والجد فلكل منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام على النكاح وان شاء فسخ هذا عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ و يشترط فيه القضاء "۔

اور جس ملک میں قاضی (مسلمان جج) نہ ہو تو ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم اس کے قائم مقام ہوگا۔ اسکی طرف رجوع کیا جائے گا۔

﴿۹۸﴾ **فتوی شرعی:** (۱) اگر سیدہ عاقلہ بالغہ کا ولی راضی نہ ہو وہ خود کورٹ میں جا کر کسی اچھی ذات والے شخص سے نکاح کرے تو یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہ۔ (۲) اگر نابالغہ سیدہ کا نکاح اس کا ولی کسی اعلیٰ ذات کے لڑکے سے کر دے تو یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں۔

سائل: سید ابرار الحق ضلع لیہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر بالغہ سیدہ بذات خود اپنا نکاح اپنی خوشی و مرضی سے کسی مغل پٹھان یا انصاری شیخ غیر عالم دین سے کرے گی تو نکاح سرے سے ہوگا ہی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نہیں جب تک کہ اس کو ولی پیش از نکاح مرد کے نسب پر مطلع ہوکر صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر نہ کر دے۔اور اگر نابالغہ ہے اور اس کا نکاح باپ دادا کے سوا کوئی ولی اگرچہ حقیقی بھائی یا چچا یا ماں ایسے شخص سے کردے تو وہ بھی محض باطل مردود ہوگا۔" کل ذالك مصرح فی کتب الفقه كالدرالمختار و غیرہ من الاسفار"۔(فتاوی رضویہ جلد پنجم ص۲۹۳)

﴿۹۹﴾ فتوی شرعی: رقیہ بی بی ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی اس کا باپ فوت ہوگیا۔کچھ عرصہ کے بعد اس کی والدہ نے ایک دوسرے مرد سے شادی کرلی۔جب رقیہ کی عمر چار سال ہوئی تو اس کے حقیقی چچا محمد اکرم نے رقیہ بی بی کا نکاح محمد ارشد سے کردیا۔رقیہ بی بی عاقلہ بالغہ ہے۔پڑھی لکھی ہے۔اس کے شوہر محمد ارشد نے اور شادی کرلی ہے۔رقیہ کو طلاق نہیں دیتا۔رقیہ بی بی کی والدہ اس کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہتی ہے تو طلاق حاصل کئے بغیر رقیہ بی بی کا دوسرا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔سائل: محمد اسلم خان ترگ شریف

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے نکاح کرنے کے لیے اگر باپ یا دادا پھر پردادا وغیرہ پھر بھائی کو حق ولایت حاصل ہے اگر ان میں سے کوئی نہ تھا تو حقیقی چچا کو حق ولایت حاصل تھا۔اگر اس نے نکاح کیا تو یہ نکاح منعقد ہوجائے گا کیونکہ سوال میں نہ غیر کفو کے کا ذکر ہے اور نہ ہی غبن فاحش کا لیکن یہ انعقاد بچی کے خیار بلوغ کے استعمال پر موقوف تھا اگر اس نے بلوغت کے آثار بظاہر ہوتے وقت فوراً کہہ دیا کہ میں اس نکاح کو رد کرتی ہوں یا مجھے نامنظور ہے تو اب نکاح کا حکم ختم ہوجائے گا۔لیکن اسے مجاز کچہری کے جج سے رجوع کرنا ہوگا وہ اسے فسخ کرنے کا مجاز ہے۔فسخ کردے تو اب اس لڑکی کو نکاح کرنا جائز ہے ان میں سے کوئی شرط بھی نہ پائی گئی تو اسے نکاح کرنے کا کوئی اختیار نہ ہے۔فتاوی رضویہ جلد ۵۔عدالت مجاز سے خیار بلوغ استعمال کرتے ہوئے نکاح فسخ کرالے۔

درمختار میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"ان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا"۔

اور اگر کفو و مہر معجّل کے ساتھ کیا تھا تو منعقد ہو گیا تھا۔ لیکن اس صورت میں اگر لڑکی کو نکاح ہونا پہلے سے معلوم تھا تو بالغ ہوتے ہی فوراً نکاح فسخ کر سکتی تھی۔ اگر فوراً اس نے فسخ نہ کیا تو اب اختیار فسخ جاتا رہا اور اس کے بارے میں مسئلہ معلوم نہ ہونے کا عذر شرعاً مسموع نہیں۔ اس صورت میں لڑکی 'ارشد' کی بیوی ہے۔ اگر خاوند نہیں رکھنا چاہتا تو جس طرح بھی ہو سکے طلاق حاصل کی جائے۔ انکار کی صورت میں عدالت سے رجوع کیا جائے۔

فتاوی عالمگیری جلد اول مصری ص ۲۶۷ میں ہے،

"ان زوجھا غیر الاب والجد فلکل واحد منھما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ"۔

پھر اسی صفحہ پر چند سطر کے بعد ہے

"یبطل ھذا الخیار فی جانبھا بالسکوت اذا کانت بکرً ولا یمتد الی اخر المجلس حتی لو سکتت کما بلغت وھی بکر بطل الخیار"

اور شرح وقایہ جلد دوم ص ۲۲ میں ہے

"ان البکر اذا سکتت بعد البلوغ او العلم بناء علی انھا لم تعلم ان لھا الخیار یبطل خیارھا فان سکوتھا رضاء ولا تعذر بالجھل"۔

﴿۱۰۰﴾ **فتوی شرعی:** اگر خاوند مرتد ہو جائے تو عورت کیا کرے اسی کے ساتھ رہے یا علیحدگی اختیار کرے۔ سائل: صوفی محمد رضاء الدین

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ عورت فوراً نکاح سے نکل گئی ان میں باہم کوئی علاقہ نہ رہا مرد محض بیگانہ ہو گیا اب اس سے قربت زنائے خالص ہو گی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے "وارتد احدهما فسخ عاجل"۔ خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے مرتد ہو جانے سے اسی وقت نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔

﴿۱۰۱﴾ **فتوی شرعی:** مرد سفر کی وجہ سے عورت سے کتنی مدت تک دور رہ سکتا ہے۔سائل: محمد انصر عباسی ضلع بھکر

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ شوہر اگر سفر ضرورت کی وجہ سے کر رہا ہے تو اس کی کوئی حد مقرر نہیں، تحقیق حضور اکرم ﷺ نے ضرورت پوی ہو جانے کے بعد جلدی واپسی کا حکم دیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا، سفر عذاب کا ٹکڑا ہے جو تم میں سے کسی ایک کو اس کے کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی اپنی حاجت پوری کر لے تو جلدی گھر لوٹے، لیکن اگر سفر بلا ضرورت ہو اور بیوی کو ساتھ نہ لے کر جائے تو چار ماہ سے زیادہ سفر میں نہ ٹھہرے۔ امیر المومنین عمر فاروق ؓ نے اسی کا حکم فرمایا۔ ھکذا فی فتاوی الرضویۃ فی الجز الثانی۔

﴿۱۰۲﴾ **فتوی شرعی:** میرے بھائی کی دو بیویاں ہیں نئی بیوی کے پاس رہتا ہے، پہلی کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا، حتی کہ خرچہ تک نہیں بھیجتا، شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمایا جائے۔

سائل: محمد نواز میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ مرد پر واجب ہے کہ وہ دونوں بیویوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرے۔

درمختار میں ہے" یجب وظاهر الاٰیۃ انه فرض نهران یعدل ای ان لا یجوز فیه الحا فی القسم بالتسویۃ فی البیوتۃ وفی الملبوس والما کول و الصحبۃ"۔

درمختار میں ہے۔ آیت کا ظاہر یہ ہے کہ عدل کرنا فرض ہے، یعنی معاملات کی تقسیم میں ظلم نہ کرے، بایں صورت کہ شب باشی، لباس، کھانے اور صحبت میں برابری قائم رکھے۔ یہاں تک کہ اگر فرق کرے گا قیامت کو ایک طرف جھکا اٹھے گا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں،

"من کان لہ امرأتان فمال الیٰ واحدۃ منھما دون الاخری جاء یوم القیمۃ واحد شقیہ مائل"

جس کی دو بیویاں ہوں ان میں سے ایک کو نظر انداز کرتے ہوئے دوسری کی طرف میلان کرے تو قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہو گی (مفلوج اُٹھے گا) دونوں کے درمیان مساوات قائم رکھنا لازم ہے طبعی میلان قابل مواخذہ نہیں ہے۔

﴿۱۰۳﴾ **فتوی شرعی**: ہمارے علاقہ میں کوئی مقرر نکاح خواں نہیں۔ نکاح کے موقع پر کسی مولوی کو لے آتے ہیں کیا بدعقیدہ مولوی کا پڑھایا ہوا نکاح درست ہوگا یا نہیں۔

سائل: غلام قاسم سیال ضلع اٹک

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ مولوی کا نکاح پڑھا ہوا صحیح ہے لیکن ان سے نکاح پڑھوانا بہتر نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تعظیم ہے۔ اور بدعقیدہ مولوی کی تعظیم نہ کی جائے۔ صحت نکاح میں کوئی شک نہیں نکاح خواں حقیقت میں وکیل ہوتا ہے اور وکالت کے لیے متقی ہونا شرط نہیں جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد سوم صفحہ ۴۴۰ میں ہے "تجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لو کان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ"۔

﴿۱۰۴﴾ **فتوی شرعی**: ہمارے علاقہ میں یہ بحث چل رہی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح حضرت زلیخا سے ہوا تھا یا نہیں۔ آپ ہماری راہنمائی فرمادیں۔

سائل: چوہدری رفاقت علی چک نمبر ۱۴ ضلع بھکر۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح حضرت زلیخا سے ہوا تھا، اور یہ دعا، "اللھم الف بینھما کما الفت بین یوسف و زلیخا"۔ صحیح ہے۔ ان کے نکاح نہ ہوا یہ بتانا سراسر غلط ہے۔ ھکذا فی الفتاوی فیض الرسول فی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجزالاول۔

﴿۱۰۵﴾ **فتوی شرعی**: مجلس نکاح میں گواہوں نے نکاح خواں سے ایجاب و قبول کے الفاظ نہ سنے تھے آیا نکاح ہوا یا نہیں۔سائل: محمد رتاس خان ضلع لیہ

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ گواہوں نے اگر ایجاب و قبول کے الفاظ نہیں سنے تو نکاح درست نہ ہوا۔ بلکہ اگر پہلی بار ایک گواہ نے سنا اور دوسرے نے نہیں سنا پھر جب نکاح کے لفظ کو دہرایا تو اب دوسرے نے سنا پہلے نے نہیں سنا یا دونوں نے ایک ساتھ ایجاب سنا مگر قبول نہ سنا۔ یا قبول سنا ایجاب نہ سنا یا ایک نے ایجاب سنا دوسرے نے قبول سنا تو ان سب صورتوں میں بھی نکاح درست نہ ہوا۔ اس لیے کہ دو گواہوں کا ایجاب وقبول کے الفاظ کو ایک ساتھ سننا نکاح میں شرط ہے۔

درمختار میں ہے،

"شرط حضور شاهدين حرين او حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معا على الاصح"۔

فتح القدیر جلد دوم ص ۳۱۰ میں ہے،

"اشتراط السماع لانه المقصود من الحضور"۔

فتاوی قاضی خاں ص ۴۱۵ میں ہے،

"ان سمع احد الشاهدين كلامهما ولم يسمع الشاهد الآخر لا يجوز فان اعاد لفظة النكاح فسمع الذى لم يسمع العقد الاول ولم يسمع الاول العقد الثانى لا يجوز"۔

فتاوی عالمگیری ج دوم ص ۲۷۸ میں ہے،

"لو سمعا كلام احدهما دون الآخر او سمع احدهما كلام احدهما والآخر كلام الآخر لا يجوز النكاح"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۰۶﴾ **فتوی شرعی**: باپ کی چچازاد بہن سے نکاح کرنا کیسا ہے۔
سائل: مشتاق اعوان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اپنے باپ کی چچازاد بہن سے نکاح ہوسکتا ہے۔اس میں کوئی قباحت نہیں۔اگرکوئی دوسری وجہ مانع نکاح نہ ہو۔
قال اللہ تعالی "واحل لکم ماوراء ذالکم"۔

﴿۱۰۷﴾ **فتوی شرعی**: محمد وقار اور محمد سلیم دونوں حقیقی بھائی ہیں اوران دونوں کے بھانجے محمد اویس اور محسن ہیں۔محمد وقار کی لڑکی کا نکاح اویس کے ساتھ ہوا تو محمد سلیم کی موت کے بعداس کی بیوی سے محمد محسن کا شادی کرنا جائز ہوگا؟۔سائل: محمد خالد خان قادری

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ محمد محسن کا محمد سلیم کی بیوی کے ساتھ عقد کرنا جائز ہے اگرکوئی اوردوسری وجہ مانع نکاح نہ ہوتو یہ نکاح جائز ہوگا۔اور کتاب اللہ میں یہی حکم ہے "واحل لکم ماوراء ذالکم"۔

﴿۱۰۸﴾ **فتوی شرعی**: شیر محمد کی بیوی سے سسر نے زنا کیا۔شیر محمد نے تصدیق کی اسی کشمکش میں شیر محمد شاہ نے بیوی کو طلاق مغلظہ دیکر والدین کے گھر بھیج دیا۔عرصہ چھ سال گزر گئے۔شیر محمد شاہ سابقہ بیوی کو حلالہ کر کے نکاح میں لایا ہے۔آیا یہ فعل درست ہے یا نہیں۔سائل: محمد نعیم الحق خانگاہ سراجیہ

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ حرمت مصاہرہ طلاق مغلظہ کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔لہٰذا حلالہ کے بعد بھی شیر محمد کی بیوی اس پر حرام رہے گی۔ماخذ فتاوی نوریہ۔

﴿۱۰۹﴾ **فتوی شرعی**: محمد احمد شادی شدہ لڑکی کا اغوا کر کے لایا ہے۔شوہر نے طلاق نہیں دی تھی۔احمد نے کچھ ایام مغویہ کو اپنے پاس رکھا پھر کچھ دنوں کے بعد احمد فوت ہوگیا۔احمد کا لڑکا محمد عمران جو سابقہ عورت سے ہے طلاق حاصل کرنے کے بعد اس عورت کو اپنے پاس

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ سائل عبدالحمید PAF بیس میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ جب عورت مذکورہ کو احمد نے رکھا تو وہ اس کے لڑکے پر حرام ہو گئی پہلے خاوند سے طلاق کے بعد بھی احمد کے لڑکے کا نکاح اس عورت کے ساتھ حرام ہے۔ ہرگز ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔ فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۲۵۶ میں ہے" تحرم المزنی بها علی آباء الزانی واجداده وان علوا وابنائه و ان سفلوا "۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ نکاح نہ پڑھائیں ورنہ گناہ گار ہوں گے۔

﴿۱۱۰﴾ **فتوی شرعی**: ایک شخص کی بیوی سے اس کے والد نے زنا کیا، آیا وہ شخص بیوی کو رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ سائل: ملک احمد دین دنندہ شاہ بلاول

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ ثبوت زنا کے لیے ازروئے شرعی زانی کا اقرار یا چار عادل گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اگر والد اپنی بہو سے زنا کرنے یا شہوت کے ساتھ چھونے کا اقرار کرے یا اس کی بیوی اقرار کرے اور وہ بھی تصدیق کرے یا شہادت شرعیہ سے زنا ثابت ہو یا بشہوت چھونا ثابت ہوتا تب لقمان کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گی۔ مولوی لقمان پر لازم ہے کہ اسے طلاق دے کر اپنے سے الگ کر دے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔

بحرالرائق جلد ۳ ص ۱۰۰ پر ہے، فتح القدیر "وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بان يصدقها ويقع فی اكبر رأيه صدقها وعلى هذا ينبغی ان يقال فی مسه اياها لا تحرم على ابيه وابنه الا ان يصدقها او يغلب على ظنه صدقها ثم رأيت عن ابی يوسف ما يفيد ذالك "۔

" وقال الله تعالىٰ واما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين "(پ۷ ع ۱٤)۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۱۱﴾ **فتوی شرعی**: ایک آدمی نے بہو سے زنا کیا وہ عورت اب اس شخصِ مذکورہ کے بیٹے کے لیے حلال ہوگی یا نہیں۔ اگر حرام ہوگی تو کتنی مدت تک حرام ہوگی کیا کوئی حلال کی صورت ہو سکتی ہے۔ سائل: مولوی سراج الدین

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اس شخص نے بہو سے زنا کیا یا شہوت کے ساتھ اس کے بدن کو چھوا۔ بہر صورت یہ عورت اسکے بیٹے پر حرام ہوگئی۔

فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۲۵۶ میں ہے،" تحرم المزنی بہا علی ابا الزانی واجدادہ وان علو وابنائہ وان سفلوا کذافی فتح القدیر"

اور اسی میں ہے،

"کما تثبت ہذہ الحرمۃ بالوطئی تثبت بالمس والتقبیل والنظر الی الفرج بشھوۃ کذا فی الذخیرہ۔ واعلم ان المس بشھوۃ انما یوجب حرمۃ المصاحرۃ اذا لم یکن بینہما ثوب صفیق ھکذا قال العلماء ما ھو السنۃ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلی اعلم جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(ب) ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی اب اس شخص کے بیٹے پر حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ لہٰذا اگر اس شخص کا بیٹا اسے طلاق دے کر اپنے سے فوراً الگ نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔

﴿۱۱۲﴾ **فتوی شرعی**: کہ محمد بلال کی شادی ثمرہ بی بی سے ہوئی نابالغی کی حالت میں محمد بلال ثمرہ کی والدہ سے زنا بھی کیا۔ اب ایک سال گزر گیا ہے محمد بلال نے ثمرہ بی بی کو طلاق دے دی اور اس کی والدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے، آیا از روئے شرع یہ نکاح ہوگا یا نہیں۔

سائل: محمد ارشاد تونسوی ہزارہ شالی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ جبکہ بلال کی شادی ثمرہ سے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہوئی تو ثمرہ کی والدہ اس پر حرام ہوگئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں پارہ چہارم کی آخری آیت کریمہ میں فرمایا "وامھت نسائکم" یعنی تمہاری عورتوں کی مائیں تمہارے لیے حرام ہیں، اس آیت کریم کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، بیویوں کی مائیں صرف عقد نکاح سے حرام ہو جاتی ہیں۔ خواہ وہ بیویاں مدخولہ ہوں یا غیر مدخولہ یعنی ان سے صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور درمختار مع شامی جلد دوم ص ۲۷۸ میں ہے "نکاح البنات یحرم الامہات"۔ لہٰذا بلال کا نکاح ثمرہ کی ماں سے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس کی شادی جو ثمرہ سے ہوئی وہ بھی غلط اور ناجائز تھی کیونکہ اس پر پہلے حرام ہو چکی تھی کہ اس کی مزنیہ کی بیٹی ٹھہری اب اس نے طلاق دی ہے سرے سے اس کا نکاح ہی منعقد نہ ہوا تھا۔ تو طلاق کیسی یہاں بیٹی ماں کی وجہ سے حرام ہوئی اور ماں بیٹی کی وجہ سے حرام ہوئی اور یہ حرمت ابدی ہے۔

﴿۱۱۳﴾ **فتوی شرعی**: ہمارے قصبہ میں یہ افواہ گردش کر رہی ہے کہ ایک عورت فضل بی بی اس کی دولڑکیاں کلثوم بی بی، فاطمہ بی بی، ایک لڑکا جو کہ رشتہ دار ہے انکے گھر آنا جانا کثرت سے رہا ہے۔ لڑکا فضل بی بی اور کلثوم سے زنا کرتا رہا اب فاطمہ بی بی سے نکاح کرنا چاہتا ہے کیا اس کا فضل بی بی کی دوسری لڑکی سے نکاح جائز ہوگا، فضل بی بی کی دوسری لڑکی سے نکاح کے بعد بھی دونوں سے زنا ہوتا رہا۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ سائل: محمد اقبال علو والی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ واقعی اگر لڑکے نے فضل بی بی سے زنا کیا تو اس کا نکاح فضل بی بی کی کسی بھی بیٹی سے ہرگز ہرگز جائز نہ ہوگا۔ فتاوٰی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۲۵۶ میں فتح القدیر سے ہے "من زنٰی بامرأۃ حرمت علیہ امھا وان علت وابنتھا وان سفلت"۔ اب لڑکے پر فرض ہے کہ فضل بی بی کی لڑکی کو اپنے سے الگ کردے، میاں بیوی کا تعلق اس سے ہرگز ہرگز قائم نہ کرے، اور فضل بی بی اور اس کی دوسری لڑکی سے ناجائز تعلق ختم کرے اور علانیہ توبہ استغفار کرے اگر لڑکا ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا سلام وکلام اور ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیں، اگر مسلمان

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایسانہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔" قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین"۔ (پ۷ع۱٤)

﴿۱۱٤﴾ **فتوی شرعی**: میں نے جب سے شادی کی میری زندگی کا سکون برباد ہو گیا ہے۔ ہر وقت لڑائی جھگڑے آئے روز پریشانیاں۔ آخر کار میں نے طلاق کا فیصلہ کرلیا ہے ،میری بیوی والدین کے گھر سے ہو کر آئی تو کہنے لگی سلیم اگر تو مجھے طلاق دے دے تو میں ایک لاکھ روپیہ حق مہر معاف کرتی ہوں، میں نے کہا اچھا سوچنے کا موقع دے۔ دو دن بعد پھر کہا میں نے ہاں کردی کہ میں تجھے ایک لاکھ روپے کے بدلے طلاق دیتا ہوں۔ پھر میں نے تین طلاق اسٹامپ پیپر پر لکھ کر عورت کے حوالے کر دی۔ آیا طلاق ہوئی یا نہ حق مہر عند الشرع معاف ہوا یا نہیں۔ سائل: غلام عباس خان ٹولہ بھنگی خیل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ غلام عباس کی بیوی حرام مغلظہ ہو گئی اور یہ طلاق چونکہ مال کے بدلے ہے اگر چہ اس نے لفظ خلع استعمال نہیں کیا لیکن خلع کے حکم میں ہے تین طلاقیں لکھ دی ہیں اگر ایک بھی ہوتی تو رجوع کا کوئی حق حاصل نہ تھا کہ خلع طلاق بائن کے حکم میں ہوتا ہے۔ باقی رہا مہر تو وہ طلاق کا بدل قرار پا کر ساقط ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ۔ اس آیت کا شان نزول پڑھ لیں مسئلہ واضح ہو جائے گا دوسری بات یہ ہے کہ مہر کی رقم عورت کا حق تھا جب اس نے معاف کر دیا تو معاف اور ساقط ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

واتوا النساء صدقتھن نحلۃ فان طبن لکم عن شئی منہ نفسا فکلوہ ھنیا مریئا۔

عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔ معلوم ہوا مہر عورت کے معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے۔

اور نشوز و نافرمانی اگر عورت کی طرف سے ہوتو مرد کو بدل طلاق لینا جائز ہے۔

درمختار باب الخلع میں ہے،

کرہ اخذ شئی ان نشز وان نشزت لا۔

اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہوتو مرد کو طلاق کا بدل لینا مکروہ تحریمی ہے اگر نافرمانی عورت کی طرف سے ہوتو بدل طلاق لینا جائز وحلال ہے۔

وان شئت اطلاع علی التفصیل فلیرجع الی کتب المذہب۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۱۱۵﴾ **فتوی شرعی**: محمد افضل لڑکے نے روبینہ بی بی سے نکاح کیا تقریباً دس سال محمد افضل کے ساتھ رہی مگر اس سے محمد افضل کی کوئی اولاد نہ ہوئی، گھریلو ناچاقی کی وجہ سے روبینہ کو طلاق ہوئی۔ پھر ایک سال بعد محمد افضل نے نیسم بی بی سے نکاح کیا، اس سے اللہ تعالیٰ نے اولاد دی۔ روبینہ بی بی جو افضل کی سابقہ بیوی تھی اس کی شادی محمد رستم سے ہوگئی۔ اس سے اس کی اولاد ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ شرع کے مطابق محمد افضل اور محمد رستم کی اولاد کا نکاح آپس میں ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سائل: محمد انصر اویسی کلورکوٹ۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ محمد افضل اور محمد رستم کی اولاد کا آپس میں نکاح کرنا عند الشرع جائز ہے۔ بشرطیکہ رضاعت وغیرہ کوئی دوسری وجہ مانع نکاح نہ ہو۔ کیونکہ سابقہ شوہر کی اولاد اور مدخولہ بیوی کی اولاد (جو دوسرے شوہر سے ہو) کے آپس میں نکاح کرنے میں شرعاً کوئی خرابی نہیں جیسا کہ درمختار جلد ۳ ص ۳۱ میں ہے، **اما بنت زوجة ابيه وانه فحلال** ۔ باپ کی سابقہ بیوی کی بیٹی اور بیٹا (جو اس کے دوسرے خاوند سے ہو) حلال ہے اس سے ثابت ہوا کہ محمد افضل کے بیٹوں اور بیٹیوں پر روبینہ کے بیٹوں اور بیٹیوں سے نکاح کرنا حلال و جائز ہے۔ اس پر علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے یہ اضافہ فرمایا، قال خیر الرملی ولا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تحرم بنت زوج الام ولا امه ولا ام زوجة الاب ولا بنتها ۔ کہ علامہ رملی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ ماں کے خاوند کی بیٹی اور اس کی ماں حرام نہیں ہوتی اور نہ ہی باپ کی بیوی کی ماں اور نہ ہی اس کی بیٹی حرام ہے۔ ان عبارات سے صراحۃ ثابت ہوا کہ محمد افضل اور روبینہ کی اولاد کا آپس میں نکاح جائز ہے۔

﴿۱۱۶﴾ **فتوی شرعی**: ہمارے گاؤں میں کافی تعداد میں قادیانی رہتے ہیں ایک مسلمان لڑکے کو قادیانی لڑکی سے عشق ہو گیا ہے لڑکی والے رشتہ دینے کا اظہار کر چکے ہیں، اگر ان دونوں میں شادی ہو جاتی ہے تو کیا از روئے شرع جائز ہو گی یا نہیں۔ سائل: خانزمان خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ قادیانی بالاتفاق مرتد ہیں، پورے ملک کے جید علماء اہلسنت نے ان کے کفر کا حکم فرمایا اور ان کے عقائد و نظریات مسلمانوں جیسے نہیں۔ حکومت پاکستان بھی انہیں کافر قرار دے چکی ہے، **فتاوی شامی** جلد سوم ص ۲۰۰ میں ہے "ولا یصلح (ان ینکح مرتد او مرتدة آحدا من الناس مطلقا و فی اشامیة و قوله مطلقاء ای مسلماأو کافرا او مرتدا"۔ اور مرتد یا مرتدہ کا نکاح کسی انسان سے مطلقاً صحیح نہیں یعنی نہ مسلمان سے نہ کافر سے اور نہ مرتد سے۔

فتاوی عالمگیری جلد سوم ص ۵۸۰ میں ہے،

"فلا یجوز له ان یتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمیة ولا حرة ولا مملوکة"۔ پس مرتد کو اجازت نہیں کہ وہ نکاح کرے کسی مسلمان عورت سے نہ کسی مرتدہ سے نہ ذمی عورت سے نہ آزاد سے اور نہ باندی سے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کسی قادیانی لڑکی سے ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا اگر کر دیا گیا تو زنا خالص ہو گا۔ والدین کے ساتھ ساتھ شریک نکاح لوگ بھی مجرم ہوں گے۔ ہاں اس صورۃ میں کہ قادیانیت سے سچی توبہ کرے اور مسلمان ہو جائے تو نکاح درست ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۱۷﴾ **فتوی شرعی**: کیا مرتد نکاح کا گواہ بن سکتا ہے؟ سائل محمد رمضان

الجواب: مرتد کی گواہی سے نکاح نہیں ہوسکتا اس لیے کہ وہ ولی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔لہٰذا جو ولی نہیں بن سکتا وہ نکاح کا بھی نہیں بن سکتا۔فتاوٰی رضویہ جلد۵ص ۲۶ پر ہے،مرتد یا نابالغ صالح ولایت نہیں فتاوٰی عالمگیری جلداول ص۲۵۰،الاصل فی هذا الباب ان کل من یصلح ان یکون ولیا فی النکاح بولا یة نفسه صلح ان یکون شاهدا و صلح لا فلا کذا فی الخلاصة۔

﴿۱۱۸﴾ **فتوی شرعی**: وہ کونسا بچہ ہے جس کا نکاح کسی کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ سائل محمد ارشد

الجواب: جو بچہ پیدا نہیں ہوا اس کا نکاح کسی کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔اعلحضرت فتاوٰی رضویہ جلد۵ص ۷۵،اذا لا ولایة علی الجنین لا حد کما فی غمز العیون۔

﴿۱۱۹﴾ **فتوی شرعی**: نکاح کے باوجود اپنی عورت سے جماع کرنا حرام ہوگایا نہیں۔سائل ناصر اقبال خان

الجواب: نکاح کے باوجود اپنی بیوی سے درج ذیل صورتوں میں جماع حرام ہوگا۔

(۱) نماز کا وقت تنگ ہونے کی صورت میں

(۲) حالت حیض میں۔

(۳) حالت نفاس میں

(۴) فرض یا واجب روزہ کی حالت میں

(۵) حالت اعتکاف میں۔

(۶) حالت احرام میں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۷) ایلا میں

(۸) ظہار میں کفارہ ادا کرنے سے پہلے

(۹) وطی با شبہ کی عدت میں

(۱۰) عورت کے آگے اور پیچھے کا مقام ایک ہو جانے کی صورت میں جب تک کہ آگے کے مقام میں وطی ہونے کا یقین نہ ہو۔

(۱۱) جب کہ عورت اپنی کمسنی، مرض یا موٹاپے کی وجہ سے وطی کو برداشت نہ کر سکے۔

(۱۲) جب کہ عورت مہر معجّل لینے کے لیے اپنے کو شوہر سے روکے تو اس صورت میں بھی وطی حرام ہے۔ جیسا کہ حضرت علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں الشباہ والنظائر ص ۳۳۵ الذی یحرم علیہ وطی زوجتہ مع بقاء النکاح الحیض والنفاس والصوم الواجب وضیق الوقت الصلاۃ والاعتکاف والاحرام والایلاء والظہار قبل التکفیر وعدۃ وطی الشبہۃ واذا صارت مغضاۃ اختلط قبلها ودبرها فانہ فانہ لا یحل لہ ایتانها حتی یتحقق وقوعہ فی قبلها وفیما اذا کانت لا تحملہ لصغرا ومرض او سمنہ وعند امتناعها لقبض معجل مہرها لم یحل کرها۔

﴿۱۲۰﴾ فتوی شرعی: ایک باپ کے دو لڑکے ہیں ایک لڑکے کا دوسرے لڑکے کی ہمشیرہ سے نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔ سائل عامر نیازی

الجواب: ایک والد کے دو لڑکے دو عورتوں سے ہوں تو لڑکے کو دوسرے لڑکے کی اخیافی یعنی ماں شریکی بہن سے نکاح کرنا بالکل جائز ہے جو دوسرے باپ سے ہے،۔

جیسا کہ کتاب الرضاع ص ۱۹۱ میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یجوز ان یتزوج باخت اخیہ من النسب وذلک مثل الاخ من الاب اذا کان لہ اخت من امہ جاز لاخیہ من ابیہ ان یتزوجہا۔

جل جلالہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

باب المحرمات

جن سے نکاح حرام ہے

«۱۲۱» **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے کہ میں کہ بھانجے کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے؟۔ ہمارے امام صاحب نے کہا ہے ہوسکتا ہے۔ دوسرے مولوی

صاحب سے یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ حرام ہے۔آپ اس مسئلہ میں ہماری راہنمائی فرمادیں۔؟ سائل: اشرف خان میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بھانجے کی لڑکی سے نکاح قطعاً ناجائز ہے۔ عام فہم لفظوں میں عرض کردوں جس طرح بہن سے نکاح حرام ہے بالکل اسی طرح ہمشیرہ کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے بھی نکاح حرام ہوگا۔قرآن پاک میں سورۃ النساء آیت ۲۳ میں بھی یہی حکم ہے ترجمہ: حرام کی گئی تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمھاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہنوں کی بیٹیاں اور تمہاری دودھ پلانے والی (رضاعی) مائیں اور تمہاری دودھ کی بہنیں اور تمہار بیویوں کی مائیں۔

﴿۱۲۲﴾ **فتوی شرعی**: میرے والد کی پہلی شادی سے چار بچے ہیں۔پھر بیوی فوت ہوگئی۔میرے والد نے دوسری شادی اپنی سگی خالہ کی بیٹی سے کی۔اس کے دو بچے ہیں۔ پھر پہلی بیوی کی لڑکی کی شادی دوسری بیوی کے بھائی سے کردی۔اب وہ میرے رشتہ میں ماموں اور ممانی لگتے ہیں۔اور سوتیلی بہن بہنوئی بھی۔ان کا ایک بیٹا ہے۔کیا میں ان سے نکاح یعنی شادی کرسکتی ہوں۔؟ سائل راحیل خان میانوالی

الجواب: آپ کی سوتیلی بہن جو رشتہ میں آپ کی ممانی بھی لگتی ہے۔اس کے لڑکے سے آپ کا نکاح ہرگز نہیں ہوسکتا۔کیونکہ انکا بیٹا رشتہ میں آپ کا بھانجا ہوا۔خالہ بھانجے کا نکاح شریعت پاک میں قطعاً حرام ہے۔

﴿۱۲۳﴾ **فتوی شرعی**: میں جیل میں کسی کیس کے سلسلے میں بند تھا۔وہاں میری ایک عورت سے ملاقات ہوگئی جو کہ قیدی تھی۔میں رہا ہونے والا تھا تو اس نے کہا میری ضمانت کرادے۔میں نے اس شرط پر ضمانت کرالی کہ تو مجھ سے شادی کرے گی۔اس نے وعدہ کرلیا۔پھر میں نے اس عورت کی ضمانت کرائی اور اس عورت نے مجھ سے شادی کرلی۔اب میرے دو بچے ہو چکے ہیں۔ایک شخص میرے پاس آیا جو کہ میری بیوی کے شوہر ہونے کا مدعی تھا۔پھر میں نے بیوی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا کیا تو نکاح والی تھی۔ تو اس نے تصدیق کر دی ہاں میں صرف نکاح والی نہ تھی بلکہ ایک بچہ بھی چھوڑ کر آئی تھی۔ اب میں بڑا پریشان ہوں کیا کروں۔ شرعی مسئلہ بتا دیں۔؟ سائل محمد عارف خان سوانسی میانوالی

الجواب : یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جب اس عورت نے شادی کی اور بچہ کی تصدیق کرتی ہے۔ اور اس شادی و نکاح کے گواہ بھی موجود ہیں تو یقیناً یہ عورت پہلے شخص کی منکوحہ ہے۔ اور اس نے طلاق نہیں دی تو یہ عورت اس کی بیوی ہے۔ نکاح پر نکاح نہیں ہوتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ عورت آپکی بیوی نہیں۔ بلکہ سابقہ شوہر کی بیوی ہے۔ آپ فوراً علیحدہ ہو جائیں۔ اور توبہ کریں۔ اگر آپ نکاح پر نکاح کو جائز سمجھیں گے تو آپ شریعت کی حد کو توڑیں گے خدارا خلاف شرع کام نہ کریں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اللہ تعالیٰ کی حدوں کو نہ توڑیں۔

﴿۱۲۴﴾ **فتوی شرعی**: ایک لڑکی کا نکاح باپ نے اپنے بھتیجے سے کیا۔ نکاح تقریباً دس سال پہلے ہوا اور اسکے با قاعدہ شرعی گواہ موجود ہیں۔ وہ لڑکی ایک ماہ پہلے کسی دوسرے لڑکے کے ساتھ اغوا ہو گئی۔ اور اس نے اس سے نکاح کر لیا ہے کیا از روئے شرع ایسا کرنا جائز ہے۔؟

سائل: محمد آصف محمود میانوالی

الجواب : باپ کا کیا ہوا نکاح فسخ نہیں ہوا۔ با قاعدہ شرعی گواہ بھی موجود ہیں۔ لڑکی اور لڑکا اگر جنسی تعلق قائم کریں گے تو اس طرح خالص زنا ہوگا۔ باقی اغوا کنندہ کو سزا دینا یہ عدالت کا کام ہے۔ مفتی کا کام فتوی اور رہنمائی ہے۔

﴿۱۲۵﴾ **فتوی شرعی**: میری بچی جو کہ تقریباً ایک سال کی تھی میں نے بھانجے کو منگنی کر دی تھی۔ یعنی صرف اتنا کہا کہ یہ بچی دونگا۔ پھر میری بچی پڑھی لکھی ہے۔ جب کہ میرا بھانجا ان پڑھ اور نالائق بالکل نکما ہے۔ میری بہن مجبور کر رہی ہے اور بہنوئی کہتا ہے کہ بچپن کی منگنی تھی اب رشتہ دو ورنہ ہم عدالت میں چلے جائیں گے۔؟ سائل الیاس خان میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صرف منگنی سے نکاح نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ صرف وعدہ نکاح ہے۔ پھر لڑکی کی رضامندی بھی نہیں ہے۔ والدین بھی رشتہ دینا نہیں چاہتے، کیونکہ لڑکا بالکل ان پڑھ نکما ہے، عدالت میں جانا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جب تک بالغ لڑکی راضی نہیں ہوتی نکاح نہیں ہوتا۔ ھکذا فی المتون۔

﴿۱۲۶﴾ **فتوی شرعی**: ایک لڑکی جو کہ عاقلہ بالغہ ہے۔ جس کی عمر ۱۸ سال ہے۔ اس کی شادی ایک زیادہ عمر والے شخص سے ہونے لگی جو کہ پہلے شادی شدہ تھا۔ نکاح کے وقت جب لڑکی سے اجازت نامہ پر دستخط کروانے گئے تو اس نے انکار کر دیا۔ کیونکہ لڑکی اس نکاح پر بالکل راضی نہ تھی وہ مسلسل رو رہی تھی اور۔ والدین نکاح کرانا چاہتے تھے۔ لڑکی روتے روتے بیہوش ہوگئی۔ اسی بیہوشی کی حالت میں نکاح نامہ پر انگوٹھا لگوا لیا گیا کیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہ۔ سائل: محمد لقمان میانوالی

الجواب: عاقلہ بالغہ لڑکی کو شریعت نے مکمل اختیار دیا ہے جس سے چاہے نکاح کرے تاہم اولاد کو چاہیے کہ اپنی رائے کا اظہار والدین کے سامنے کر دے باقی معاملہ والدین پر چھوڑ دے۔ کیونکہ اولاد کے حق میں والدین جو بھی فیصلہ کریں گے وہ بہتر ہی کریں گے۔ باقی سوال نامہ میں جو واقعات لکھے گئے ہیں اگر واقعی وہ صحیح ہیں تو اس لڑکی کی طرف سے نکاح کی اجازت نہیں اس لیے نکاح نہ ہوا۔ اجازت کے وقت انکار سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔

﴿۱۲۷﴾ **فتوی شرعی**: میں ایک پڑھی لکھی لڑکی ہوں ہر اچھائی برائی کو جانتی ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ ہر بالغہ لڑکی کو اسلام نے پسند کی شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ اگر میرے والدین میرا نکاح میری مرضی کے خلاف کر دیں تو کیا یہ نکاح جائز ہوگا یا نہ۔ سائلہ فاطمہ خان میانوالی

الجواب: اسلام نے ہر لڑکی کو پسند کی شادی کرنے کی اجازت بخشی ہے۔ اگر والدین والا رشتہ آپ قبول نہیں کریں گی تو نکاح نہ ہوگا۔ اگر بوقت نکاح والدین اور دوسرے رشتہ داروں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی آبرو کے طور پر بوقت نکاح وکیل کے سامنے خاموشی اختیار کی یا ہاں کر دی تو نکاح ہو جائے گا۔ کنواری لڑکی کی خاموشی بھی اجازت سمجھی جاتی ہے۔

﴿۱۲۸﴾ **فتوی شرعی**: میرے پڑوسی کے ایک لڑکی سے تعلقات تھے۔لیکن وہ لڑکی اس سے نکاح کرنا نہیں چاہتی تھی۔ایک دن گھر والے نہ تھے وہ لڑکی کو اپنے گھر لے آیا۔اس سے کہا ان کاغذات پر انگوٹھا لگا دو یہ لاٹری کے کاغذات ہیں۔اگر تمھارے نام کی لاٹری نکل آئی تو آپ امیر بن جائیں گی۔پھر کچھ دنوں کے بعد گھر والے اس لڑکی کا نکاح ایک جگہ کرنے لگے تو لڑکے نے کہا اس کا نکاح تو میرے ساتھ ہو چکا ہے۔یہ کاغذات ہیں۔میرا سوال یہ ہے کہ کیا دھوکہ سے کیا ہوا نکاح ہوسکتا ہے جب کہ گواہ بھی نہیں۔لڑکی کو بھی نکاح کی خبر نہیں ہے۔سائل امیر محمد خان میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب بالصواب یہ ہے کہ اگر واقعی ایسا ہے جو لکھا گیا ہے تو لڑکی کا نکاح نہیں ہوا۔اب لڑکی اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔کیونکہ نکاح کے لیے لڑکی کی اجازت اور گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔یہاں دونوں چیزیں نہیں۔لہٰذا نکاح نہ ہوا۔

﴿۱۲۹﴾ **فتوی شرعی**: میں نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جس کی ایک لڑکی کلثوم بی بی سابقہ خاوند سے تھی۔اب میری بیوی فوت ہوگئی ہے، کیا میں کلثوم بی بی سے نکاح کر سکتا ہوں۔سائل: محمد آصف محمود محلہ میانہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا کیونکہ آپ کی بیوی کی یہ لڑکی آپ پر حرام ہے، چنانچہ منصوص قرآن شریف اور احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور جمیع کتب مذہب اور اسفار فقہ میں صراحۃً مذکور و مزبور ہے۔

ہدایہ میں ہے، ’’منصوص ولا بنت امرأت التی دخل بها الثبوت قید الدخول بالنص سوا کانت فی حجرہ اوفی غیر حجرہ لان ذکر الحجر خرج مخرج العادۃ لا مخرج الشرط‘‘۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۳۰﴾ **فتوی شرعی**: میں نے اپنے بھائی کا نکاح ایک بیوہ کی لڑکی سے کیا شادی سے پہلے لڑکی فوت ہوگئی ہے، متوفیہ کی والدہ سے نکاح ہوسکتا ہے۔ سائل: محمد مختار مظہری

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ اپنے بھائی کا نکاح بالکل نہیں کر سکتے۔ قرآن پاک میں محرمات کے بیان میں ارشاد ہوا" **وامھات نسائکم**" یعنی تمہاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام کی گئی ہیں۔ یہ ارشاد مطلق ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر ہی رہتا ہے، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

سنن بیہقی جلد ۷ ص ۱۶۰ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"اذا نکح الرجل المرأۃ ثم طلقها قبل ان یدخل بها فله ان یتزوج ابنتها ولیس له ان یتزوج امها"

ایک اور حدیث میں ہے،

"ایما رجل نکح امرأۃ فدخل بها اولم یدخل بها فلا یحل له نکاح امها"۔

یعنی جو مرد کسی عورت سے نکاح کرے، اس کے ساتھ دخول کرے یا نہ کرے اس کی ماں کسی حال میں اس پر حلال نہیں رہتی۔

مبسوط جلد ۴ ص ۱۹۹، فتح القدیر، ہدایہ جلد ۳ ص ۱۱۸ درالمختار شامی جلد ۲ ص ۳۷۳، فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۴ میں ہے،

" والنظم من المبسوط من تزوج امرأۃ حرمت علیه امها ثبت بقوله تعالیٰ وامهات نساءکم وهذه الحرمة تثبت بنفس العقد۔ بحر الرائق جلد ۳ ص ۹۳ میں ہے "والنظم من البحر وهو مجمع علیه عند الائمته الاربعته"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو امس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ آپ کے بھائی کا نکاح لڑکی کی والدہ سے کسی صورت میں نہیں ہوسکتا۔ اور اگر نکاح کریں تو اس پر لازم ہے کہ عورت منکوحہ کو چھوڑ دے اور اگر وہ نہ چھوڑے تو عورت پر لازم ہے کہ وہ چھوڑ دے اور جدا ہو جائے۔

﴿۱۳۱﴾ **فتوی شرعی**: غلام محمد خان کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے اور اس کی دوسری بیوی کے ساتھ اس کی لڑکی بھی آئی ہے۔ کیا غلام محمد کے لڑکے کی شادی غلام محمد کی دوسری بیوی کی لڑکی سے جو اس کے پہلے خاوند سے ہے کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ سائل: محمد سعید نواز ملک

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ یہ نکاح ہوسکتا ہے باپ کی بیوی کی وہ لڑکی جو پہلے خاوند سے ہو محرمات منصوص علیہا سے خارج ہے اور قرآن کریم میں ہے "واحل لکم ما وراء ذلکم" اور حضرت محمد بن الحنفیہ ابن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک عورت سے نکاح فرمایا اور اپنے صاحبزادے کو اس عورت کی لڑکی نکاح کر دی۔

بحرالرائق جلد۳ ص ۹۸ میں ہے،

"ولا باس ان یتزوج الرجل امرأۃ ویتزوج ابن امھا او بنتھا لانہ لا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفیتہ امرأۃ وزوج ابنہ بنتھا"۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۶ میں محیط سرخسی سے ہے،

"لا باس بان یتزوج الرجل امرأۃ ویتزوج ابنہ بنتھا او امھا"۔

﴿۱۳۲﴾ **فتوی شرعی**: میرے عزیز محمد اکرم نے ایک بیوہ سے شادی کی اور اس بیوہ کی ایک لڑکی پہلے خاوند سے ہے جس کی عمر بوقت نکاح محمد اکرم پانچ سال ہے۔ اب اکرم ضد کرتا ہے کہ لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے جو کہ پہلی بیوی سے ہے کر دیا جائے اب لڑکی عاقلہ بالغہ اور رضامند بھی ہے، شرعی حکم کیا ہے۔ سائل: اقبال خان

الجواب: ۔صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نکاح کرنا یقیناً جائز ہے۔

قرآن پاک میں ہے،

"وا حل لکم ما وراء ذلکم" فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۶ میں ہے، والنظر من الدر واما بنت زوجته ابیه او ابنه فحلال"۔

بحرالرائق جلد۳ ص ۹۸ میں اضافہ فرمایا،

"وقد تزوج محمد بن الحنفیته امرأة و زوج ابنه بنتها"۔

ان سب عبارات کا حاصل یہ ہے کہ یہ نکاح کرنا حلال ہے اور اہل بیت کرام میں بھی ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام محمد بن حنیفہ نے اپنی بیوی کی لڑکی اپنے صاحبزادے کو نکاح کر دی۔

﴿۱۳۳﴾ **فتوی شرعی**: اولاد کی ساس سے نکاح جائز ہے، اگر جائز ہے تو قرآن وسنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔ سائل: چوہدری عبدالغفور کندیان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بلا شک وشبہ نکاح کر سکتا ہے کہ اولاد کی ساس محرمات شرعیہ سے یقیناً خارج ہے اور ارشاد قرآن کریم ہے" فانکحوا ما طاب لکم من النساء" (پ ٤ ع ١٢) اور ارشاد مبین ہے واحل لکم ما وراء ذلکم (پ ٥ ع ١)

فتاوی خیریہ جلد ا ص ۲۳، شامی میں ہے،

"ولا تحرم بنت زوج الام ولا ام زوجته الا بن"

بحرالرائق جلد۳ ص ۹۸ میں ہے،

"ولا باس ان یتزوج الرجل امرأة و یتزوج ابنه امها او بنتها لا نه لا مانع و قد تزوج محمد بن الحنفیته امرأة و زوج ابنه بنتها"۔

﴿۱۳٤﴾ **فتوی شرعی**: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی دوسرے دن سالی کو اغواء

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کر کے کراچی چلا گیا ہے کیا عدت کے اندر سالی سے نکاح ہوسکتا ہے۔ سائل: غلام حیدر بھکر

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بیوی کو طلاق دے کر اس کی عدت پوری کرنے کے بعد اس کی ہمشیرہ سے نکاح کرسکتا ہے اور قبل از انقضائے عدت نکاح کرنا حرام ہے۔

شامی جلد ۲ ص ۳۹۰، بحر الرائق جلد ۳ ص ۱۰۲، فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۷ میں ہے،

"والنظم من الهندية ولا يجوز ان يتزوج اخت معتدته سواء كانت العدة عن طلاق رجعي او بائن او ثلاث او عن نكاح فاسد او عن شبهته"۔

﴿۱۳۵﴾ فتوی شرعی: میرے بھائی کے نکاح میں ایک عورت ہے اب وہ اپنی بیوی کی خالہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، رشتہ میں وہ خالہ اس عورت کے والدین سے بہن ہے کیا دوسری عورت کی خالہ کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔ سائل: محمد اعظم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایک شخص کے نکاح میں بھانجی اور خالہ نہیں آسکتیں خواہ اکٹھا نکاح کرے یا آگے پیچھے تو پچھلی کا نکاح صحیح نہیں اور اس مرد پر لازم ہے کہ اس عورت کو الگ کردے اور اگر وہ خود الگ نہ کرے تو حاکم وقت کا فرض ہے کہ الگ کرائے۔

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۶ میں ہے، "فلا يجوز الجمع بين امرأة وعمتها نسبا اورضاعا وخالتها كذلك" نیز اسی میں ہے" وان تزوجها فی عقد تين نكاح لا خيرة فاسد ويجب عليه ان يفارقها ولو علم القاضی بذلك يفرق بينهما"۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، "لا جمع بين للمرأة وعمتها ولا بين المرأة وخالتها"۔

﴿۱۳۶﴾ فتوی شرعی: ایک لڑکی جس کی عمر چھ سال کی تھی ایک حادثہ میں والدین سمیت چچا اور بھتیجے فوت ہوگئے صرف ماموں زندہ ہیں اور کوئی نہیں اب ماموں نے آٹھ سال

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

کی عمر میں اپنے بیٹے سے نکاح کیا۔ پھر ایک سال بعد اس نے اور جگہ نکاح کر دیا ہے۔ اب لڑکی نابالغ ہے کیا اس کا نکاح پہلا نافذ ہوگا یا دوسرا۔ سائل: حافظ محمد عمر ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ حسب تصریحات فقہائے کرام ماموں زاد دلڑ کے ذوی الارحام سے ہے، اگر انعدام حیات یا فقدان اقرباً کے وقت نابالغہ کا نکاح بلا کمی فاش مہر مثل بلحاظ جمیع اقسام کفایت ہم کفو سے کر دے تو ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک مشہور ترین روایت کی بنا پر نافذ جائے گا۔ "خلافا للائمته الثلاثته و الصاحبین والروایة الضعیف عنه ایضا"۔ مگر لڑکی فسخ کر سکتی ہے۔ بشرط انقضاء اور اگر غیر کفو سے یا مہر مثل سے کم غبن فاش پر کر دے تو نہیں، پس صورت مسئولہ میں اگر نکاح اول شرائط نفاذ کے ساتھ ہوا ہے تو بوجہ نفاذ دوسرا نکاح لغو و فضول ہوا اور وہ ولی اور گواہان و نکاح خواں نکاح پر نکاح کرنے سے گنہگار ہوئے اور مستحق تعزیر بھی، "ولکن لا یفتی بکفر احد منهم ولا بفسخ النکحتهم وان استحلو المکان اختلاف الائمته العظام و التعزیز اسم للتادیب الغیر المقرر فی الشرع بل مفوض الیٰ رأی الامام بحسب کوائف الانام من حیث الا نزجار اور اگر نکاح اول بوجه فقدان شرائط کلا او بعضا" نہیں ہوا تو دوسرا نکاح اگر شرائط موجود تھیں تو ہوگیا بحق الفسخ عند البلوغ ورنہ نہیں، "ولا اثم علیٰ احدىٰ الصورتین الا من اقدم رائیا ان النکاح الاول نافذ او ان ثانی ایضا غیر مستجمع الشرائط فانما الاعمال بالنیات فیستوجبون التعزیر"۔ توبہ کی صورتوں میں لازم ہے اور اگر نکاح ثانی بھی نہیں ہوا تو بالغہ پر اپنی رضا و رغبت سے خود انتخاب کر کے نکاح کر سکتی ہے اور حیض وغیرہ نہ ہونے کی صورت میں پورے پندرہ سال ہو جانے سے بلوغ ہو جاتا ہے "و جمیع الاحکام ماخوذة من الهدایته و الفتح القدیر و بدائع الصنائع الکنز البحر الرائق و الدر المختار۔ ماخذ فتاوىٰ نوریہ۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب حرمت مصاہرہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۳۷﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حرمت مصاہرہ کا کیا مطلب ہے واضح کر دیں۔ سائل: حبیب الرحمٰن نیازی میانوالی۔

الجواب بتوفیق الملک الوھاب: اسی قسم کے سوال کا جواب ہدایہ مع

فتح القدیر جلد۳ ص ۱۱۷ میں ہے کہ حرمت مصاہرہ کا مطلب جس عورت سے کسی شخص نے وطی کی (حلال وحرام) یا شہوت سے چھوا، یا اس کے شرمگاہ کی طرف شہوت سے نظر کی یا شہوت سے بوسہ لیا۔ ان تمام صورتوں میں اس عورت کے اصول وفروع (ماں، نانی، دادی، بیٹی، نواسی، پوتی وغیرہ) اس مرد پر حرام ہو جائیں گے اور اس مرد کے اصول وفروع (باپ، دادا، نانا، بیٹا، نواسہ، پوتا وغیرہ) اس عورت پر حرام ہوں گے۔

جن عورتوں سے قربت ہو چکی ان کی تمام اولاد (نیچے تک) قربت کرنے والے پر حرام ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بیوی کی مائیں، نانیاں، دادیاں (اوپر تک) بھی قربت کرنے والے پر حرام ہو جاتی ہیں۔ باپ یا دادے یا نانے (اوپر تک) ان عورتوں سے بھی نکاح نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد نے (نیچے تک) جن عورتوں سے جائز یا ناجائز قربت کی وہ بھی حرام ہیں۔

حرمت مصاہرۃ گواہی یا اقرار پر موقوف نہیں حرمت مصاہرہ ان اسباب سے ثابت ہوتی ہے وہاں گواہی وغیرہ کا امکان بہت کم ہوا ہے بلکہ بسا اوقات ایک فریق کو اس کا احساس ہوتا ہے اور دوسرا فریق سرے سے اس کی خبر ہی نہیں رکھتا۔ لیکن حرمت مصاہرۃ ثابت ہو جاتی ہے یہ حرمت گواہی یا اقرار پر موقوف نہیں۔ حرمت لازم ہو جاتی ہے۔ اب یہ ان لوگوں کی حس ایمانی پر منحصر ہے کہ وہ اس کے تقاضے پورے کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔

احناف نے حرمت مصاحرۃ میں بہت احتیاط بلکہ شدت برتی ہے۔ لاعلمی میں ہو یا غلطی سے۔ سہو سے ہو یا خطا سے جب بھی شہوت کی حالت میں کسی کو ہاتھ لگ گیا حرمت مصاہرت ثابت ہو گی۔

علامہ ابن عابدین شامی نے تبصرہ فرمایا ہے وہ بڑا ہی حقیقت پسندانا یہ ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ علیہ کا قول:

"ذکر محمد نکاح فی الاصل ان النکاح لا یرتفع بحرمۃ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

المصاحرۃ والرضاع بل یفسد'

امام محمد نے نکاح الاصل میں یہ بات ذکر کی ہے کہ حرمت مصاہرۃ ورضاعت سے نکاح ختم نہیں ہوتا فاسد ہوتا ہے۔

لغوی تحقیق: اس کا مادہ صہر (ص۔ھ۔ر) ہے۔لغت میں اس کا مطلب "اذابۃ الشحم" چربی پگھلانا، سسرالی رشتہ قریب ہونا"الصھر الختن واھل بیت المراۃ" برادر نسبتی، عورت کے گھر والے، اصھار قربت، یا نسبت یا نکاح سے پیدا ہونی والی حرمت۔

علامہ ابن منظور لسان العرب ص ۴۲۸ میں لکھتے ہیں

"الاصھار اھل بیت المراۃ ولا یقال لا ھل بیت الرجل الا ختان واھل بیت المراۃ اصھار ومن العرب من یجعل الصحر من الاحماء والا ختان جنیعا۔ یقال صاھرت القوم اذا تزوجت فیھم"۔

خاوند کے گھر والوں کو اختان، عورت کے گھر والوں کو اصہار۔ کچھ عرب میاں بیوی دونوں خاندان والوں کو حمو اور اختان کہتے ہیں۔ کہا جاتا میں نے فلاں قوم سے سسرالی رشتہ قائم کرلیا، یعنی ان میں شادی کرلی۔

حرمت مصاہرت

بدائع الصنائع ص ۲۶۰ جلد ۲ میں ہے"حرمت مصاہرہ یعنی شادی سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے وہ چار فریق ہیں"۔

۱۔ بیوی کی ماں، دادیاں اور نانیاں (اوپر تک)
۲۔ بیوی کی بیٹی، اس کی بیٹیاں، اس کی بیٹیوں کی بیٹیاں (نیچے تک)
۳۔ صلبی بیٹے کی بیوی (بہو) پوتے کی بیوی، نواسے کی بیوی (نیچے تک)
۴۔ جن عورتوں سے باپ یا دادا (اوپر تک) نکاح کرلیں، وہ بیٹے، پوتے (نیچے تک) پر حرام ہیں۔

فتح القدیر جلد ۳ ص ۱۱۸ میں بنت الملاعنہ کے بارے میں ہے"خاوند نے بیوی پر بدکاری

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی تہمت لگائی، شرعی ثبوت نہ لا سکا، دونوں میں لعان ہوا۔ میاں بیوی میں تفریق ہوگئی اس بیوی ملاعنہ سے بچی پیدا ہوئی اس سے خاوند کا نکاح حرام ہے، (,) بدکاری سے بچی پیدا ہوئی وہ بچی زانی پر حرام یونہی بیٹا پیدا ہوا تو زانیہ پر حرام ہے۔ **الدر مختار** میں ہے "صل مزنیہ... و فروعهن" شامی میں ابن عابدین لکھتے ہیں۔" قال فی البحر۔ اراد بحرمة المصاحرة الحرمات الاربع حرمة المرآة علی اصول الزانی و فروعه نسبا و رضاعا و حرمت صولها و فروعها علی الزانی نسباً و رضاعاً کما فی الوطء الحلال"۔

حرمت مصاهره چار قسم پر هے:

۱۔ جس عورت سے زنا کیا گیا وہ زانی کے اصول (باپ، دادا وغیرہ) پر حرام ہے۔

۲۔ اس زانی مرد کی نسبی و رضاعی اولاد پر بھی وہ عورت حرام ہے۔

۳۔ اس عورت کے اصول (ماں، نانی، وغیرہ) اوپر تک۔

۴۔ جس عورت سے زناء کیا گیا اس کی اولاد (نیچے تک) زانی مرد پر حرام ہے۔ خواہ یہ اصول و فروع نسبی ہوں خواہ رضاعی۔ جیسے حلال وطی سے یہ حرمتیں ثابت ہوتی ہیں۔

چار حرمتیں مصاہرت سے ثابت ہوتی ہیں خواہ مصاہرت حلال طریقہ یعنی نکاح سے ہو یا حرام طریقہ یعنی زنا سے۔

۱۔ وطی کرنے والے پر اس عورت کے اصول، فروع، خواہ نسبی ہوں خواہ رضاعی سب حرام۔

۲۔ موطئہ عورت پر اس مرد کے اصول فروع خواہ نسبی ہوں یا رضاعی۔ تمام ائمہ کا متفق علیہ فیصلہ ہے

"شهوت سے چھونا"

احکام القرآن جلد ۱ ص ۳۷۰ میں علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ مالکی المعروف با بن العربی لکھتے ہیں،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"قد اختلف الناس فی ذلك هل یتعلق باللمس فی التحریم یتعلق بالوطء علیٰ قولین فعندنا وعند ابی حنیفة هو مثله"۔

لوگوں سے اس میں اختلاف کیا ہے کہ کیا چھونے سے بھی وہی حرمت ثابت ہو جاتی ہے جو قربت سے ہوتی ہے؟ اس میں دو قول ہیں، ہمارے مالکیہ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک شہوت سے چھونا، قربت کے برابر ہے۔ ہدایہ جلد ۲ ص ۲۷۷ میں ہے "اسلام میں خصوصاً احناف کے نزدیک حرمتیں جس طرح نکاح سے ثابت ہوتی ہیں اسی طرح بدکاری یعنی زناء سے بھی ثابت ہو جاتی ہیں۔ جیسے منکوحہ کی ماں، نانی، دادی (اوپر تک) بیٹی، پوتی، نواسی (نیچے تک) نکاح کرنے والے پر حرام ہو جاتی ہیں اسی طرح زانی پر مزنیہ کی ماں، دادی (اوپر تک) اور تمام اولاد (نیچے تک) حرام ہو جاتی ہے۔ "من زنی بامرأة حرمت علیه امها وابنتها" جس نے کسی عورت سے زنا کیا اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہو جاتی ہے۔

قرآن پاک کی روشنی میں حرام رشتے:

قرآن کریم میں جو رشتے حرام فرمائے گئے ہیں ان میں کچھ نسبی، کچھ رضاعی ہیں اور کچھ صہری۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں ارشاد فرماتا ہے

"ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء الا ما قد سلف انه کان فاحشة ومقتا وساء سبیلا، حرمت علیکم امهتکم وبنتکم واخوتکم وعمتکم وخلتکم وبنت الاخ وبنت الاخت وامهتکم التی ارضعنکم واخوتکم من الرضاعة وامهت نسائکم وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بهن فان لم تکونوا دخلتم بهن فلا جناح علیکم وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ماقد سلف ان الله کان غفورا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رحیما"۔

ان آیات مبارکہ میں ان رشتوں کا بیان کیا گیا ہے جو حرام ہیں۔یعنی جن سے نکاح نہیں کیا جا سکتا۔ان رشتوں میں، مائیں، بیٹیاں،بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، دودھ پلانے والی مائیں، دودھ شریک بہنیں، بیویوں کی مائیں بیویوں کی (پہلے خاوند سے) بیٹیاں بشرطیکہ ان بیویوں سے تم نے صحبت کی۔تمہارے نسلی،نسبی بیٹوں کی بیویاں (بہوویں) رضائی بیٹے کی بیوی ان میں شامل ہے اور دو بہنوں کو جمع کرنا اور شوہر والی (مگر کافروں کی عورتوں جو تمہاری ملک میں آجائیں۔استبراء رحم کے بعد تمہارے لیے حلال ہیں۔)

نکاح حرام ہونے کے اسباب

جیسا کہ الدر المختار جلد۳ ص ۲۸ میں ہے کہ نکاح حرام ہونے کے سات اسباب ہیں،

۱۔قرابت ۲۔مصاہرت ۳۔رضاع ۴۔جمع کرنا، ۵۔ملک، ۶،شرک، ۷۔باندی کو آزاد پر لانا

ان کے علاوہ جس عورت کو تین طلاقیں دیں حلالہ کے بغیر اس سے بھی دوبارہ نکاح حرام ہے،اور جو عورت کسی دوسرے کے نکاح میں ہو یا عدت میں ہو، وہ بھی حرام ہے۔

۱. قرابت

۱۔ اپنی بیٹیاں اور اپنی اولاد کی بیٹیاں (نیچے تک)

۲۔ آدمی کے اصول اس پر حرام ہیں جیسے اس کی مائیں ماؤں کی مائیں، باپ دادا کی مائیں (اوپر تک)

۳۔ ماں باپ کے فروع (نیچے تک) مثلاً بہن بھائیوں کی بیٹیاں، بہن بھائیوں کی اولاد کی بیٹیاں (نیچے تک)

۴۔ دادا، نان کے فروع جو ایک بطن سے ہوں مثلاً پھوپھیاں، خالائیاں حرام ہیں، مگر خالہ، پھوپھی، چچا، ماموں کی بیٹیاں حلال ہیں۔

۲. مصاہرت

۱۔ ان بیویوں کی اولاد جس نے قربت ہو چکی ہے۔(نیچے تک)

۲۔ ان بیویوں کی مائیں، دادیاں اور نانیاں جن سے شرعی نکاح ہوا۔(اوپر تک) اگر چہ بیویوں سے قربت نہ ہوئی ہو۔

۳۔ باپ، دادا، نانا، بیٹا پوتا اور نواسہ نے جن عورتوں سے قربت کی خواہ جائز جیسے (نکاح و ملک یمین سے) خواہ ناجائز (جیسے زنا سے)

۴۔ یونہی ان عورتوں کے اصول وفروع یعنی آباء واجداد اور اولاد بھی حرام ہو جاتے ہیں جن کو شہوت سے کسی نے ہاتھ لگایا یا بوسہ دیا۔

۳۔ رضاعت

دودھ سے اسی طرح حرمت ثابت ہوتی ہے جیسے نسب سے مثلاً دودھ پلانے والی ماں اور دودھ شریک کے بہن بھائی وغیرہ۔

۴۔ جمع کرنا

دو بہنوں کو ایک نکاح میں بیک وقت لانا، یونہی بھتیجی، پھوپھی، بھانجی اور خالہ کو بیک وقت ایک نکاح میں جمع کرنا، یا چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنا حرام ہے۔

۵۔ ملک

آقا اپنی باندی سے اور مالکہ اپنے غلام سے نکاح نہیں کر سکتے، حرام ہے۔

۶۔ شرک

کتب آسمانی پر ایمان نہ رکھنے والے/والی سے مسلمان کا نکاح حرام ہے، جیسے مجوسی، ہندو، مرتد وغیرہ۔

۷۔ باندی کو آزاد کر لانا

غلام عورت (باندی) کو مالک آزاد کر دے تو اس کا غلامی والا نکاح قائم نہیں رہتا۔

۸۔ خنثیٰ مشکل ۔جس میں نہ عورت کی علامات ہوں نہ مرد کی، اس سے نکاح کرنا

حرام ہے۔ کتابی عورتیں مسلمان مرد کے لیے ایسے ہی حلال ہیں جیسے مسلمان عورتیں۔ کتابی سے مراد یہودی وعیسائی عورتیں ہیں۔ بشرطیکہ مسلمان سے کتابی نہ بنیں۔ ان سے نکاح جائز ہے ضروری نہیں۔ لہٰذا یہ شادیاں اگر نقصان دہ ثابت ہوں تو ہرگز، ہرگز نہ کرے۔ مثلاً دشمن کے لیے جاسوسی کریں یا اولاد کو گمراہ کرنے کا سبب بنیں۔ بعض مسلمانوں نے اس اجازت کو ضرورت سمجھ لیا ہے۔ اندھا دھند کتابی عورتوں سے شادیاں کر کے اپنے گھروں بلکہ ملکوں کو تباہ کرر ہے ہیں۔ نسلوں کو تباہ کرر ہے ہیں۔ لہٰذا اس رخصت سے پرہیز ہی بہتر ہے۔

﴿۱۳۸﴾ **فتوی شرعی**: خسر نے بہو کو شہوت سے پکڑا اور کہا اندر آؤ، شوہر اور بہو دونوں اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ کیا حرمت ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ سائل: مولوی فاروق احمد عیسیٰ خیل

الجواب: اگر واقعی ایسی صورت پیش آئی تو اس سے بشہوت چھونا پایا گیا اور بشہوت چھونا حرمت مصاہرت ثابت کر دیتا ہے۔

فتاوی شامی ص ۴۸۹ میں بزازیہ سے ناقل ہیں

"لمس بشهوة تثبت حرمة المصاهرة"

اور ثبوت شہوت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ جانبین سے ہو بس ایک جانب سے پایا جانا کافی ہے

فتاوی شامی ص ۲۹۰ میں ہے

"وتكفى الشهوة من احدهما"

لہٰذا یہ مس شہوۃ حکم میں زنا کا قائم مقام ہے۔

شامی میں ص ۴۸۷ میں ہے

"لان المس والنظر سبب داعر للوطى فيقام مقامه فى موضع الاحتياط"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن اس کے ثبوت کے لیے عورت کا بیان کافی نہیں "لان الحرمة ليست اليها كما نص عليه۔ البتہ اگر شوہر اس بیان کی تصدیق کرے اور اس کے قلب پر ان کا صدق جمتا ہو تو یہ عورت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شوہر پر حرام ہو جائے گی کسی طرح اس شوہر اور خسر پر حلال نہیں ہو سکتی مگر یہ عورت اب تک نکاح سے خارج نہیں ہوئی شوہر کو یہ ضروری ہے کہ اسے چھوڑ دے اور یہ کہے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا میں نے تجھے جدا کیا اس چھوڑنے کے بعد عورت پر عدت گزارنا ضروری ہے پھر بعد گذر جانے عدت وہ عورت کسی تیسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔

فتاوی شامی جلد۲ص ۲۹۰ میں ہے

" وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج باخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة"۔

صلى الله عليه وسلم

باب اللعان

﴿۱۳۹﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،
کہ ایک شوہر اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگاتا ہے پھر اس غلط الزام کا خود اعتراف بھی کرتا ہے۔کیا
اس کی عورت طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں۔سائل: حافظ محمد خان

الجواب بتوفیق الملک الوهاب: جب شوہر اپنی بیوی کوصرف زنا کی تہمت لگائے تو فقط اتہام سے نہ عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ نکاح فسخ ہوتا ہے بلکہ تہمت کے بعد عورت مسلم جج یا ضلع کا سب سے بڑے عالم دین کے یہاں خاوند پر دعویٰ کرے اور وہ تمام شرائط لعان کو مدنظر رکھتے ہوئے خاوند اور بیوی کو لعان کا حکم دے اور دونوں شرعی طور پر لعان بھی کر لیں تو صرف لعان سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

چنانچہ **شامی** جلد۲ص ۲۰۵ میں ہے

"ولا تقع الفرقة بنفس اللعان قبل تفريق الحاكم"

حاکم کی تفریق سے پہلے خود لعان سے فرقت واقع نہیں ہوتی۔

اسی طرح ایک اور جگہ میں ہے

"مفاده لا تحصل حرمة الوطی قبل التفریق"۔ (شامی جلد۲ص ۲۰۷)

مراد یہ ہے کہ تفریق سے پہلے وطی کی حرمت حاصل نہیں۔

فتاوی قاضی خان جلد۲ص ۲۶۶ میں ہے

"وما يفرق القاضی بینهما فهی امرأته ولها النفقه عندنا"

جب تک مسلم جج ان دونوں میں تفریق نہ کرے تو وہ اس کی بیوی ہے اور ہمارے نزدیک اس کو نفقہ کا حق حاصل ہے۔ بلکہ لعان کے بعد خود شوہر طلاق دے دے اور اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کرے تو مسلم جج ان دونوں میں تفریق کرے تو مسلم جج کی تفریق سے مطلقہ ہو جائے گی۔

جوہرہ نیرہ جلد۲ص ۱۳۵ میں ہے

"ولا تقع الفرقة حتی یقضی بالفرقة علی الزوج فیفارقها بالطلاق فان امتنع من ذالك فرق القاضی بینهما و قبل ان یفرق الحاكم لا تقع الفرقة والزوجية قائمة يقع طلاق الزوج عليها و ظهاره و ایلائه و تجری التوارث بینهما اذا مات احدهما"۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عورت نکاح سے خارج نہیں ہوتی یہاں تک کہ شوہر کو جدا کرنے کا حکم دیا جائے گا تو شوہر اسے طلاق دے کر جدا کرے پس اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کرے تو مسلم جج زوجین میں تفریق کردے اور حاکم اسلام کی تفریق سے پہلے وہ عورت نکاح سے خارج نہیں ہوتی بلکہ تعلق زوجیت باقی رہتا ہے کہ شوہر کی طلاق اور ظہار وایلا واقع ہو سکتے ہیں۔اور جب ایک مرجائے تو دوسرا اس کا وارث ہوگا۔

فتاوی سراجیہ ص ۴۶ میں ہے

"اذا فرغا من الملاعنة فرق القاضی بنیهما ان ابیا التفریق فیکون تطلیقة بائنة و قبل التفریق کانت الزوجیة باقیة"۔

جب زوجین لعان سے فارغ ہو جائیں تو قاضی ان میں تفریق کرے اور اگر وہ تفریق سے انکار کریں تو وہ تفریق طلاق بائنہ ہوگی اور تفریق سے پہلے تعلق زوجیت باقی رہے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب لعان سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی تو صرف زنا کی تہمت لگانے سے کس طرح طلاق واقع ہوسکتی ہے اور کس طرح نکاح فسخ ہوسکتا ہے اور یہ ساری گفتگو بھی اسی صورت میں ہے کہ جب شوہر تہمت پر برقرار رہے اور جب وہ تہمت کے غلط ہونے کا اعتراف کرے تو بقائے نکاح میں کوئی شک نہیں۔ **ردالمحتار** جلد۲ ص ۲۰۵ میں ہے **"ولو اکذب نفسه حل له الوطی من غیر تجدید النکاح"۔** اسی طرح جوہرہ نیرہ جلد۲ ص ۱۳۳ میں ہے **"اما اذا کذب نفسه لم یبق التلاعن بعد الاکذاب"۔**

اگر شوہر نے تہمت زنا کو خود ہی جھٹلایا تو بغیر تجدید نکاح خاوند کے لیے اس سے وطی کرنا حلال ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب الخلع﴾

﴿۱۴۰﴾ **فتوی شرعی :** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خلع کسے کہتے ہیں اس کی تعریف کریں۔ سائل: انور خان میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوهاب: خلع کے معنی ہیں عورت کی جانب

سے علیحدگی کی درخواست۔ شریعت نے عورت کو حق دیا ہے جس طرح بوقت ضرورت مرد طلاق دے دیتا ہے اسی طرح اگر عورت نباہ نہ کر سکتی ہو تو اس کو اجازت ہے کہ شوہر کو آمادہ کرے حق مہر یا اور کوئی مال عوض دیکر عدالت کے ذریعے یا ضلع کے مفتی کے ذریعے شوہر سے گلو خلاصی کر لے خلع سے ایک بائن طلاق ہوتی ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان بعد میں مصالحت ہو جائے تو نکاح دوبارہ ہو سکتا ہے۔

﴿۱۴۱﴾ فتوی شرعی: کہ ایک عورت کا خاوند بیوی کو نہ خرچہ دیتا ہے اور نہ علاج وغیرہ کراتا ہے۔ نہ گھر لے جاتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔ بوقت نکاح ایک لاکھ روپے حق مہر مقرر ہوا تھا۔ جب عورت حق مہر کا مطالبہ کرتی ہے تو صاف انکار کر دیتا ہے۔ وہ عورت غربت کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اب کیا عورت حق مہر کے بدلے خلع کر سکتی ہے۔

سائل: حافظ فرحت اللہ برکت والا ضلع بھکر

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اِن دونوں کے درمیان بہتر ہے کہ خلع ہو جاوے۔ لیکن خلع میں رضا مندی زوجین کی ضرورت ہے۔ عورت تو خود چاہتی ہے اور خلع پر راضی ہے، مرد کو بھی راضی کر لینا چاہیے، اگر وہ بعوض خلع کر لے گا خلع ہو جاوے گا، اور عورت اس کی قید نکاح سے باہر ہو جائے گی۔ پس شوہر کو سمجھانا چاہیے یا بذریعہ حکام اس کو مجبور کیا جاوے کہ وہ خلع کر لے۔

جیسا کہ ہدایہ جلد دوم صفحہ ۲۷۵ میں ہے "واذا اتشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس بان یفتدی نفسها منه بمال یخلعها به، فاذا فعل ذلك وقع بالخلع تطلیقة بائنة ولزمها المال"۔

اسی طرح درمختار جلد دوم ص ۲۷۵ میں ہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"ویجب الطلاق لو فات الامساک بالمعروف"۔

﴿۱۴۲﴾ **فتوی شرعی**: کہ میری بیٹی کی شادی کو تقریباً تین سال ہو گئے ہیں۔ میری بیٹی کو خاوند سے نفرت ہے۔ وہ کہتی ہے میں اب تو خاوند کے گھر نہ جاؤنگی اگر آپ زبردستی بھیجیں گے تو میں زہر کھالوں گی یا نہر میں چھلانگ لگا کر خودکشی کرلوں گی۔۔ وہ ماشاء اللہ پڑھی لکھی ہے۔ سکول ٹیچر ہے۔ درج ذیل نفرت کے سبب بیان کرتی ہے،

۱۔ شراب کا عادی ہے، ۲۔ چرس پیتا ہے۔ ۳۔ جوا کھیلتا ہے، ۴۔ کئی کئی راتیں گھر نہیں آتا میں اکیلی ہوتی ہوں۔ ۵۔ طوائفہ گھر لے آتا ہے۔ ۶۔ جب میں منع کرتی ہوں تو غلیظ گالیاں دیتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے وکیل سے مشورہ کیا۔ تو اس نے خلع کا مشورہ دیا ہے۔ کیا وکیل کا مشورہ شرعاً جائز ہے۔

سائل: محمد زوہیب نیازی ٹولہ بھنگی خیل ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیٹی کا شوہر کے گھر ان وجوہات کی بنا پر نہ جانا جائز و با موقع ہے۔ لیکن خلع بدون رضامندی شوہر کے نہیں ہوسکتا۔ خلع کے بعد مہر وغیرہ ساقط ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ ہدایہ جلد دوم صفحہ ۲۷۵ میں ہے

"واذا انشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس بان یفتدی نفسہا منہ بمال یخلعہا بہ، فاذا فعل ذلک وقع بالخلع تطلیقۃ بائنۃ ولزمہا المال"۔

اسی طرح در المختار میں ہے

"ویجب الطلاق لو فات الامساک با المعروف، فاذا فعل ذلک

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وقع بالخلع تطلیقۃ بائنۃ۔ (ھدایہ جلد دوم ص ۳۸۷

﴿۱۴۳﴾ **فتوی شرعی** : کہ میرا خاوند سے نبھا نہ ہو سکا۔ عرصہ تقریباً پانچ سال سے والدین کے گھر رہ رہی ہوں۔ ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیئے۔ کچھ آدمی صلح کیلیے آئے میں نے خاوند کے گھر جانے سے انکار کیا۔ پھر ایک آدمی نے کہا آپ طلاق لے لیں۔ میں نے ہاں کر دی۔ المختصر کہ بیس ہزار روپے کے بدلے طلاق کا معاملہ طے ہو گیا۔ ہم نے رقم دے دی۔ کیونکہ جب طلاق والا اسٹامپ پیپر ہمارے سامنے آیا تو اس میں یہ الفاظ درج تھے، میں باہوش وحواس مسماۃ بلقیس بی بی کو بیس ہزار کے بدلے چھوڑتا ہوں۔ جس جگہ اس کا دل چاہے نکاح کر لے۔ کیا ان الفاظ کے کہنے اور لکھنے سے طلاق ہو جاتی ہے یا نہ۔

سائلہ: بلقیس بی بی سکندر آباد ضلع میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر بہ نیت طلاق شوہر نے یہ الفاظ لکھے تو طلاق بائنہ واقع ہو گئی اور چونکہ خاوند نے اس پر مبلغ بیس ہزار روپے لیے ہیں اس لیے وقوع طلاق غالب ہے۔

جیسا کہ ہدایہ جلد دوم میں ہے

" فاذا افعل ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال لقوله عليه السلام الخلع تطليقة بائنة ولا نه يحتمل الطلاق حتى صار من الكنايات والواقع بالكنايات بائن "۔

﴿۱۴۴﴾ **فتوی شرعی** : کہ میری شادی ایک ظالم شخص سے ہوئی، پہلے دن سے اس نے مجھے نہ بیوی سمجھا اور نہ مجھے نان ونفقہ دیا، حالانکہ نان ونفقہ از روئے شرع بیوی کا خاوند پر حق

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے، آئے روز مختلف حیلوں بہانوں سے مجھے تنگ کیا، ایک سال میں نے اس طرح بسر کیا۔ آخر تنگ آ کر اسلام آباد فیملی کورٹ کی عدالت میں بعوض پچاس ہزار روپیہ حق مہر خلع کا دعویٰ کر دیا۔ تیسری پیشی پر میرے خاوند کے بھائی مختار نامہ لیکر ہمراہ وکیل حاضر ہوئے، پانچویں پیشی پر ہر دو وکلا کے دلائل سن کر عدالت نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا۔ میں اس عرصہ میں دارالامان میں رہی اور فیصلہ کے بعد بھی وہیں رہی۔ ایک ہفتہ بعد میرے والدین اور میرے خاوند آ گئے، والدین نے مجھے مجبور کیا اور خاوند نے مجھ سے معافی مانگ لی کہ آئندہ محتاط رہونگا اور سابقہ غلطیوں کو نہ دہراؤں گا۔ میں ان کی باتوں میں آ گئی اور خاوند کے پاس چلی آئی گھر آتے ہی خاوند اور میرے سسر نے مجھے بہت مارا حتیٰ کہ میرے جسم کے مختلف حصوں سے خون آنے لگا پھر انہوں نے مجھے ایک کمرہ میں بند کر دیا۔ دو ٹائم کی روٹی کے علاوہ دروازہ نہ کھولتا۔ میں نے اس طرح چھ ماہ گزار دیئے، پھر نرمی ہوئی، صرف کام کے وقت مجھے چھوڑتے اور خاوند مجھے غلیظ گالیاں نکالتا، پھر دس ماہ اس طرح بسر کئے، ایک دن میں نے سسر سے عرض کیا مجھے معاف کر دو انہوں نے مجھے معاف کیا۔ لیکن خاوند اس دس ماہ کے عرصہ میں ایک دن بھی میرے پاس نہ آیا۔ اور نہ نان ونفقہ کے متعلق پوچھا، آخر مجبور ہو کر پھر میں نے فیصلہ کیا کہ اب پھر حق خلع کا دعویٰ کروں۔ میں نے رات کے وقت گھر کو چھوڑ دیا پھر میں نے اسلام آباد کی عدالت میں دعویٰ خلع دائر کر دیا۔ دوسری تاریخ پر میرا خاوند اور اس کا وکیل پھر پیش ہوئے، کیس کا مقابلہ کیا۔ چھٹی پیشی پر عدالت نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا۔ فیصلہ کے پندرہ دن بعد پھر میں اسلام آباد گئی اور خاوند کے وکیل نے اس فیصلہ کی رضامندی پر دستخط کرا کر لائی۔ یعنی میرے مخالف وکیل نے اپنی طرف سے اور میرے خاوند کی طرف سے لکھ دیا کہ ہم عدالت عالیہ کے فیصلے کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں، اگر تسلیم نہ کرتے تو اعلیٰ عدالت میں جاتے۔ اب اس فیصلہ کو پانچ ماہ گزر چکے ہیں، آیا از روئے شرع میں مطلقہ ہو چکی ہوں یا نہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سائلہ: فوزیہ بی بی میانوالی۔

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ سائلہ مدعیہ فوزیہ۔ بی بی، مدعی علیہ کے تنسیخ نکاح کے فیصلہ کے تمام ریکارڈ اور فیصلہ جج اور آپ کے شوہر کے فیصلہ قبول کرنے پر دستخط بمعہ دو گواہان کے دستخط الگ الگ صفحات پر موجود ہیں جو لف ھذا ہیں جس کے نتیجہ میں مندرجہ ذیل جواب دیا گیا۔ خلاصہ جواب بر بناء صدقِ سائل یہ ہے کہ خلع میں رضامندی زوجین شرط ہے جب عورت کچھ مال دینے پر اور اتنا مال لینے پر زوج یعنی خاوند راضی ہو اور قبول کرلے تو یہ خلع شرعی ہے اور یہ خلع قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ مذکورہ سائلہ سابق خاوند کی گرہ نکاح سے مکمل آزاد ہے، بعد از عدت بمرضی خود یا برضاء ولی خود جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے سائلہ کی دوسری شادی پر شرعاً کوئی قدغن نہیں ہے۔ یہ مسئلہ پ۲ سورۃ بقرہ آیت ۲۲۹ پر صراحتہً مذکور ہے۔

﴿۱۴۵﴾ **فتوی شرعی** : میری شادی کو دس سال ہو چکے ہیں کچھ عرصہ کے لیے میں افریقہ چلا گیا، میرے بیوی کے ساتھ اسی عرصہ میں تعلقات اچھے نہ رہے۔ بعد میں میرے سسرال بھی میرے سخت مخالف ہو گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات مزید خراب ہو گئے۔ حتی کہ میری بیوی نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ عدالت میں دائر کر دیا۔ المختصر یہ کہ چھ ماہ بعد تنسیخ نکاح کا فیصلہ خلع کی بنیاد پر میری بیوی کے حق میں ہو گیا۔ مجھے پچاس ہزار ملنے تھے۔ دو ماہ گزر گئے مگر تا حال رقم مجھے نہیں ملی۔ میں نے سنا ہے کہ میری بیوی کی شادی ایک اور جگہ ہو رہی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ نہ میں نے رقم قبول کی اور نہ میں نے طلاق دی، اور نہ میں اس خلع کے فیصلہ پر راضی ہوں۔ کیا وہ از روئے شرع دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے۔

سائل: محمد نوید شاہ میانوالی

الجواب : خلع میں زوجین کی رضامندی شرط ہے۔ اگر ان میں سے ایک راضی نہیں تو خلع بھی نہیں۔ کیونکہ فقہائے امت اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ خلع ایک ایسا معاملہ (عقد) ہے جو میاں

بیوی کی رضامندی پر موقوف ہے۔

فقہ حنفی کتب: السرخی مبسوط جلد ۶ ص ۱۷۳ ابدائع الصنائع جلد سوم ص ۱۴۵، شامی جلد سوم ص ۴۴۱ فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۴۸۸،

فقہ شافعی کتب: کتاب الام جلد ۵ ص ۲۱۴، شرح مہذب ص ۱۷ جلد سوم

فقہ مالکی کتب: ہدایۃ المجتہد جلد دوم ص ۵۱، قرطبی الجامع الاحکام القرآن جلد سوم ص ۲۱۲

فقہ حنبلی کتب: زاد المعاد جلد ۵ ص ۹۶، المغنی ص ۱۷۴

اس کے علاوہ طے شدہ رقم کو قبضے میں کرنا بھی لازمی ہے۔ آپ نے جو صورت لکھی ہے اس میں آپ کی رضا بھی نہیں۔ اور عوض خلع بھی مفقود ہے تو پھر خلع کہاں۔ از روئے شرع وہ آپ کی بیوی ہے۔ آپ کا نکاح باقی ہے۔ وہ کسی دوسرے جگہ شادی نہیں کرسکتی اگر کرے گی تو زنا خالص ہوگا۔ ساری زندگی گناہ کبیرہ کی مرتکب ہوگی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ نہ بیوی کی رضامندی کے بغیر شوہر اس کو خلع لینے پر مجبور کرسکتا ہے اور نہ شوہر کی رضامندی کے بغیر عورت خلع حاصل کرسکتی ہے۔ عدالت زوجین کی رضامندی سے خلع کرسکتی ہے۔ لیکن اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک راضی نہ ہو تو کوئی عدالت خلع کا فیصلہ دینے کی مجاز نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "بیدہ عقدۃ النکاح"
ترجمہ: مرد کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے لہذا خاوند کی رضامندی ضروری ہے۔

﴿۱۴۶﴾ **فتوی شرعی:** میرے خاوند بے نمازی ہیں۔ بری محافل کی زینت بنتے ہیں۔ تاش کھیلتے ہیں۔ گھر کی ہر چیز کو بیچ ڈالا حتی کہ میرے جہیز کے سامان کو بھی تقریباً ختم کر ڈالا ہے۔ اگر میں کچھ کہتی ہوں تو مارتا ہے۔ گندی گالیاں دیتا ہے۔ میں نے کئی بار طلاق کا مطالبہ کیا لیکن وہ طلاق دینے کو تیار نہیں۔

میں نے اپنے محلّہ کے امام مسجد سے کسی کے ذریعے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ خلع لے لیں۔ نکاح فارم پر پچاس ہزار روپے حق مہر عند الطلب ہے کیا میں مذکورہ رقم کے عوض خلع کرسکتی

ہوں۔سائلہ: زرینہ خاتون میانوالی

الجواب : عورت کے طلاق مانگنے سے طلاق نہیں ہوتی۔البتہ اگر عورت بغیر کسی معقول وجہ کے طلاق مانگے تو ایسی عورت کو حدیث میں منافق فرمایا گیا ہے۔اگر مرد کے ظلم جیسا کہ سائلہ نے لکھا ہے اور اس کے برے کردار سے تنگ ہو کر اگر طلاق مانگے تو وہ گنہگار نہ ہوگی۔بلکہ مرد کے لئے لازم ہے کہ اگر عورت کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرسکتا تو طلاق دے دے۔باقی رہا خلع تو شریعت پاک نے آپ کو حق دیا ہے کہ آپ کورٹ میں خلع کی بنیاد پر دعویٰ دائر کریں۔پچاس ہزار حق مہر کے عوض خلع حاصل کرلیں تو اس طرح اگر عدالت آپ کے دلائل سن کر آپ کے حق میں شریعت کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے آپ کے حق میں فیصلہ دیتی ہے تو اس طرح آپ کو ایک طلاق بائن ہو جائے گی اور بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہیں۔عدالت میں خاوند کی حاضری کے بغیر خلع نہیں ہوسکتا۔

﴿۱۴۷﴾ **فتوی شرعی** : میری بیوی نے میرے خلاف عدالت میں مع حق مہر کے 60000 روپے کے بعوض طلاق حاصل کرلی ہے۔عدالت میں میرے خلاف اس کی کوئی شہادت موجود نہیں اور نہ ہی عدالت نے شہادت طلب کی ہے۔میری بیوی کے اپنے بیانات میرے حق میں جاتے ہیں۔اس کے باوجود اس نے عدالت سے اثر ورسوخ کی بناء پر طلاق حاصل کرلی ہے۔وجہ طلاق صرف یہ ہے کہ اس کے والدین مجھے پسند نہیں کرتے کیونکہ میں معمولی ملازم ہوں، حالانکہ اس کے بطن سے پانچ سال اور تین سال کے میرے دو بچے بھی ہیں۔کیا اس کو شرعاً طلاق ہوگی یا نہیں۔کیا وہ شرعاً دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں۔

سائل: ولی خان میانوالی

الجواب : شرعاً صحیح فیصلہ کی صورت یہ ہے کہ عورت کے دعویٰ دائر کرنے پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کی شکایات کے بارے میں دریافت کرے۔اگر وہ عورت کی شکایات کو غلط قرار دے تو عدالت عورت سے اس کے دعویٰ پر شہادتیں طلب کرے۔اور شوہر کو

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صفائی کا پورا موقع دے۔ اگر تمام کاروائی کے بعد عدالت اس نتیجہ پر پہنچے کہ شوہر ظالم ہے اور عورت کی علیحدگی اس سے ضروری ہے تو عدالت شوہر سے کہے کہ وہ اس کو طلاق دے دے۔ اگر اس کے بعد بھی شوہر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور مظلوم عورت کی گلو خلاصی پر راضی نہ ہوتو عدالت ازخود تنسیخ نکاح کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ اگر اس طریقہ سے فیصلہ ہوا ہوتو عورت عدت کے بعد دوسری جگہ عقد کر سکتی ہے اور عدالت کا یہ فیصلہ صحیح سمجھا جائے گا۔

لیکن جیسا کہ آپ نے لکھا کہ محض عورت کی درخواست پر فیصلہ کر دیا گیا۔ نہ عورت سے گواہ طلب کیے اور نہ شوہر کو بلوا کر اس کا مؤقف سنا گیا۔ ایسا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں ہے اور عورت بدستور اس شوہر کے نکاح میں ہے۔ اس کو دوسری جگہ عقد کرنے کی شرعاً اجازت نہیں۔ مرد ایسے فیصلے کے خلاف عدالت بالا میں اپیل دائر کر دے۔

﴿۱۴۸﴾ فتوی شرعی: کسی شخص کی منکوحہ دوسرے آدمی کے ساتھ بھاگ گئی۔ اس شخص نے عدالت عالیہ میں جھوٹا نکاح نامہ پیش کر دیا۔ جب کہ شوہر کے عزیزوں نے اصلی نکاح نامہ پیش کیا۔ لیکن اغوا کنندہ عدالت کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اور عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ شوہر نے اس مقدمہ میں دلچسپی نہیں لی اور عدالت میں حاضر بھی نہ ہوا، نہ اس نے طلاق دی ہے۔ کیا عدالت کے فیصلے کے بعد پہلا نکاح فسخ ہو گیا۔ اور کیا یہ عورت اغواء کنندہ کے پاس بیوی کی حیثیت سے رہ سکتی ہے۔ ازروئے شریعت کیا حکم ہے۔ سائل: مشتاق احمد میانوالی

الجواب: معزز عدالت مجاز ہے کیونکہ جان بوجھ کر غیر حاضر ہونے سے خاوند نے اپنا حق ضائع کر دیا۔ پہلے خاوند کا نکاح فسخ ہو گیا دوسرے خاوند کے لیے بطور بیوی بسانا جائز ہے۔

﴿۱۴۹﴾ فتوی شرعی: اگر ایک عورت ناچاقی کی صورت میں فیملی کورٹ میں نکاح فسخ کا دعویٰ دائر کرتی ہے۔ جج فیملی کورٹ مقدمے کی سماعت کے بعد عورت کے حق میں ڈگری دے دیتا ہے، یعنی عورت کو نکاح ثانی کی اجازت فیملی کورٹ سے مل جاتی ہے تو کیا ازروئے شریعت عورت نکاح ثانی کر سکتی ہے، یا نہیں۔؟ سائل: فہیم عباس میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: فیملی کورٹ کا فیصلہ اگر شرعی قواعد کے مطابق ہوتو وہ فیصلہ شرعاً بھی نافذ ہو گا۔اور اگر مقدمہ کی سماعت میں یا فیصلے میں شرعی قواعد کوملحوظ نہیں رکھا گیا تو شرعی نقطہ نظر سے وہ فیصلہ کالعدم ہے،شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوگا۔اور عورت کو نکاح ثانی کی اجازت نہیں ہوگی۔شرعی قواعد کے مطابق فیصلہ یہ ہے کہ عورت کی شکایت پر عدالت شوہر کوطلب کرے اور اس سے عورت کے الزامات کا جواب طلب کرے۔اگر شوہر ان الزامات سے انکار کرے تو عورت سے گواہ طلب کئے جائیں یا اگر عورت گواہ پیش نہیں کرسکی تو شوہر سے حلف لیا جائے۔اگر شوہر حلفیہ طور پر اس کے دعویٰ کو غلط قرار دے تو عورت کا دعویٰ خارج کر دیا جائے گا۔اور اگر عورت گواہ پیش کر دے تو عدالت شوہر کو بیوی کے حقوق شرعیہ ادا کرنے کی تاکید کرے۔اوراگر عدالت اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ ان دونوں کا یکجا رہنا ممکن نہیں تو شوہر کو طلاق دینے کا حکم دیا جائے۔اور اگر وہ طلاق دینے پر بھی آمادہ نہ ہو (جب کہ وہ عورت کے حقوق واجبہ بھی ادا نہیں کرتا) تو عدالت از خود فسخ نکاح کا فیصلہ کرسکتی ہے۔اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ فیصلہ کرنے والا جج مسلمان ہو،جج غیر مسلم نہ ہو (جیسا کہ پاکستان کی عدالتوں میں غیر مسلم جج بھی موجود ہیں) تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ھکذا فی المتون۔

فتوی شرعی ﴿۱۵۰﴾: کہ میری شادی کو دو سال ہوگئے ہیں۔آج تک میرے شوہر نے میرے حقوق زوجیت ادا نہیں کیئے حالانکہ میں اس کے مخصوص کمرے میں سوتی ہوں۔ میرا خاوند نامرد ہے۔پہلے دن سے علاج کرا رہا ہے۔کافی حکیموں سے علاج کرایا مگر ابھی تک ٹھیک نہیں ہوا۔میں نے کہا مجھے آزاد کر دو وہ مجھے طلاق بھی نہیں دیتا،حق مہر 60000 ہزار روپے عند الطلب نکاح فارم پر لکھا ہوا ہے اب میں کیا کروں شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔سائلہ:ش۔ن پائی خیل

الجواب: آپ عدالت میں دعویٰ دائر کریں کہ یہ حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہیں۔لہٰذا مجھے بطور خلع طلاق دی جائے۔عدالت آپ کے خاوند کو ایک سال کی مہلت بغرض

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علاج دبے گی۔ ایک سال بعد صحبت پر قادر ہو جائے تو ٹھیک ورنہ عدالت نکاح کو حق مہر کے عوض خلع، نکاح فسخ کرنے کا آرڈر کر دے گی۔ عدالت کے فیصلے کے دن سے عدت شروع ہو گی۔ بعد از عدت دوسری جگہ نکاح ہوگا۔ اگر ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق قابل علاج نہیں ہے تو عدالت فوراً نکاح فسخ کر سکتی ہے۔

﴿۱۵۱﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک لڑکی مسماۃ ثریا اور ایک لڑکے مسمی محمد افضل نابالغان کا نکاح بصورت وٹہ بٹہ ان کے والدین نے ایک اور شادی کے عین موقعہ پر ثریاؔ کے والد کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کر دیا۔ جب کہ ثریاؔ کی عمر چھ سال تھی اور محمد افضل کی عمر بھی اتنی ہی تھی۔ ایجاب وقبول دونوں کے والدین نے کیا۔ بالغ ہو کر مسماۃ ثریا نے اس نکاح سے انکار کر دیا اور عدالت میں دعویٰ کر کے تنسیخ نکاح کی طلبگار ہوئی۔ جج نے محمد افضل کو طلب کیا وہ حاضر ہوا۔ دونوں فریقین نے تین تین گواہ پیش کیئے۔ مقدمہ کی باقاعدہ سماعت کے بعد جج نے بصورت خلع بعوض مبلغ دس ہزار روپے تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کر دی۔ مسماۃ ثریا نے مبلغ دس ہزار روپے عدالت کے ذریعے خزانہ سرکار جمع کرا دیئے۔ فوٹو سٹیٹ رسید ہمراہ لف ہے۔ اس فیصلہ کو اب چار سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس دوران محمد افضل نے اور جگہ شادی کر لی ہے۔ کیا مسماۃ ثریا اب دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ سائل: غلام محمد ولد نور محمد

الجواب: مجاز عدالت نے موجودگی فریقین خلع کا فیصلہ بعوض دس ہزار روپے زر خلع صادر فرمایا۔ خلع شرعاً طلاق بائن کے حکم میں ہوتا ہے۔ اس میں فریقین کی رضا شرط ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہیں "واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعل ذالك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال" ہدایہ، جلد دوم باب الخلع ص ۳۸۳۔ عورت نے عوض خلع طور پر بذریعہ عدالت مورخہ 25-10-99 جمع کرادی ہے۔ مرد نے اس کے خلاف کوئی اپیل دائر نہیں کی۔ جو اس کی رضا کی دلیل ہے۔ لہٰذا عورت شرعاً بھی مطلقہ ہو چکی ہے۔ جج قاضی شرعی کے قائم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مقام ہے اُس کا فیصلہ نافذ ہوگا۔

﴿۱۵۲﴾ **فتوی شرعی**: ظفر اقبال نے کہا ہے کہ میں ایسے علاقہ میں رہائش پذیر ہوں وہاں کوئی شرعی اسلامی عدالت نہیں لیکن کچھ لوگوں نے برائے نام کمیٹیاں بنائی ہوئی ہیں۔ جو مسائل حل کرتی ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ میری منکوحہ نے میرے خلاف تنسیخ نکاح کا دعویٰ مذکورہ بالا کمیٹی میں دائر کیا۔ حلفاً کہتا ہوں کہ اس کی بنیاد جھوٹ پر مبنی ہے۔ کمیٹی کے چیئر مین نے میری عدم موجودگی میں منکوحہ کو یہ لکھ دیا کہ میں تجھے بحیثیت چیئر مین اسلامی کمیٹی طلاق دے رہا ہوں۔ اب تو عدت گزارنے کے بعد خود مختار ہے۔ لیکن اگر تو اس علاقہ میں رہ کے شادی کرنا چاہتی ہے تو تجھے قانونی طور پر اس ملک کے قانون کے مطابق عدالت سے طلاق لینا ہوگی۔ کیونکہ میری طلاق صرف اسلامی طلاق ہے۔

چیئر مین مذکورہ نے اس کیس کا فیصلہ تین بنیادوں پر کیا ہے۔

اول یہ کہ میری منکوحہ کو عرصہ دراز سے میری طرف سے خرچہ نہیں ملا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میری منکوحہ اپنے والدین کے ہاں خوشی سے رہتی ہے۔ اور باقاعدہ یہاں ایک کمپنی میں کام کرتی ہے اور اس نے میرے بار بار بلانے کے باوجود میرے گھر میں قدم نہیں رکھا۔ جب کہ میں اس کی ہر شرعی بنیادی ضرورت پوری کرنے کو تیار ہوں۔

دوم یہ کہ بقول اسی چیئر مین کے ''راضی نامہ'' کی سب کوششیں رائیگاں گئیں۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ چیئر مین کمیٹی نے اپنی طرف سے ایک کوشش بھی نہیں کی۔

سوم چیئر مین صاحب کہتے ہیں کہ میرے شوہر کو اس نے بہت سے خطوط لکھے کہ تو اپنی منکوحہ کو شرعی طلاق دے دے لیکن اس نے میری بات نہیں مانی۔ اس لیے میں بحیثیت چیئر مین کمیٹی ھذا اس کی منکوحہ کو شرعی طور پر طلاق دے رہا ہوں۔ چیئر مین کا صرف ایک خط ملا جسکا جواب فوراً دے دیا گیا گزارش یہ ہے کہ آیا یہ تینوں اسباب شریعت اسلامیہ میں تنسیخ کا سبب ہو سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو شرعی حل کیا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سائل: ظفر اقبال خان حال پاکستان

الجواب : درج بالا سوال مین چند وجوہات کا ذکر ہے جو شرعاً معتبر نہیں ۔

۱۔ تنسیخ نکاح کا اختیار بدون موجودگی مدعی و مدعا علیہ کسی شرعی عدالت کو بھی نہیں ۔ قاضی کو مقرر کرنا حکومت وقت کا کام ہے ۔

۲۔ ارشاد خدا تعالیٰ ہے۔ " بیدہ عقدة النکاح "سورة البقرہ ۔ مرد کے ہاتھ میں اختیار نکاح کا ہے کسی دوسرے کو اختیار نہیں کہ وہ طلاق دے ۔

۳۔ صاحب فتح القدیر نے اسی باب میں لکھا ہے کہ طلاق ثانی کے موقف سنے بغیر عدالت بھی فیصلہ نہیں کر سکتی ۔ چہ جائیکہ کوئی کمیٹی جو خود ساختہ ہو فیصلہ طلاق کر لے ۔

۴۔ حقوق زوجیت ادا نہ کرنا عورت کیطرف سے ہو ۔ تو مرد خرچہ دینے کا پابند نہیں ۔

۵۔ جب تک مدعا علیہ حاضر ہو کر کمیٹی کا فیصلہ نہ مانے اس کمیٹی کا فیصلہ غیر شرعی ہوگا ۔

خلاصۂ جواب

۱۔ کمیٹی کا فیصلہ غیر شرعی ہے اسے تنسیخ نکاح کا قانونی / شرعی اختیار نہیں ۔

۲۔ طلاق کا فیصلہ صرف خاوند ہی کر سکتا ہے کوئی اور نہیں ۔

۳۔ کمیٹی کی قضاء علی الغائب نافذ نہیں ہوگی ۔

۴۔ عورت مرد کا کہنا نہ مانے یا حقوق زوجیت ادا نہ کرے تو مرد نان ونفقہ / حق مہر کا ذمہ دار نہیں ۔ لہٰذا مذکورہ کمیٹی کا فیصلہ غیر شرعی ہے ۔ جو نافذ نہیں ہوگا ۔ عورت بدستور ظفر اقبال کی منکوحہ ہے ۔ بدون طلاق اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے جائز نہ ہوگا ۔

﴿۱۵۳﴾ **فتوی شرعی** : کہ موجودہ عدالتی نظام میں خاوند کی مرضی کے بغیر عدالتی احکام پر خلع واقع ہو جاتا ہے یا نہیں؟ سائل: غضنفر علی میانوالی ۔

الجواب : اگر میاں بیوی مین تعلقات خراب ہو جائیں اور صلح کی کوئی صورت نہ ہو اور خاوند طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو عورت مال دیکر خاوند سے طلاق لے سکتی ہے ۔ اگر خاوند مال کے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بدلے طلاق دینے پر آمادہ ہو گیا اور دونوں میں اتفاق ہو گیا تو عورت پر مال لازم اور خاوند پر طلاق دینا لازم ٹھہرا۔ جونہی خاوند نے مال وصول کر لیا عورت کو طلاق بائن ہو گئی اور نکاح ٹوٹ گیا۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں

"اذاتشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود الله فلا باس بان تفتدی نفسها منه بال یخلعها به فاذا فعلا ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال۔(هدایه مع فتح القدیر ص۵۸ ج٤) ولا بد من القبول منها"۔ عورت کا قبول کرنا لازم ہے۔(شامی ص۴۴۰ ج۳)

ظاہر ہے کہ عورت نے مال دینا ہے لہٰذا خلع کا دارومدار عورت کے تسلیم کرنے پر ہے۔ جونہی مرد نے طلاق کے عوض مال مانگا اور عورت نے دیدیا عورت کو طلاق بائن ہو گئی اور نکاح ختم ہو جائے گا۔

﴿۱۵٤﴾ **فتوی شرعی** : کہ ایک عورت مسماۃ تاج ریحان بی بی نے سول عدالت میں تنسیخ نکاح (خلع) کا دعویٰ دائر کیا۔ عدالت میں دس ہزار روپے بدل خلع مقرر کر کے نکاح فسخ کر دیا۔ خاوند کے وکیل نے سول ناظر سے بدل خلع وصول کر لیا کیا یہ نکاح شرعاً بھی فسخ ہو جائے گا۔؟ سائل: محمد خالد فاروق

الجواب : صورۃ مسئولہ میں اگر بدل خلع خاوند یا اس کا وکیل وصول کرے تو خلع پر رضامندی پائی گئی، یہ نکاح شرعاً بھی فسخ ہو جائے گا۔ جیسا کہ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے

"واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود الله فلا بائس بان یفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذافعل ذالك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال" هدایه، جلد دوم باب الخلع ص۳۸۳۔

﴿۱۵۵﴾ **فتوی شرعی** : کہ خلع کی صورت میں عدالت کو اختیار ہے کہ وہ بدل خلع میں کمی بیشی کر سکتی ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ خاوند بدل خلع میں غبن فاحش کرتا ہو۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

سائل: ملک غلام حسین

الجواب: نکاح کو مال کے بدلے زائل کرنے کا نام خلع ہے۔ یہ مرد عورت کا باہمی معاہدہ ہوگا۔ جس میں رضامندی اور یقین ضروری ہے۔ عورت بدل خلع دے اور خاوند قبول کرے یا رضا کا اظہار کرے تب خلع متحقق ہوگا۔ جیسا کہ ہدایہ صفحہ ۳۸۵ پر ہے "فاذا فعل ذالك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال" یعنی جب شوہر مال کے بدلے خلع کرے تو خلع کی وجہ سے عورت پر طلاق بائن ہو جائے گی اور اس کو مال دینا واجب ہوگا۔ خاوند کے لیے مہر سے زیادہ مال بدلے خلع کے طور پر طلب کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن اگر زیادہ لے لیگا تو خلع قضاء جائز ہوگا۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۴۴۵ پر ہے" ان کان النشوز من قبل الزوج فلا يحل له اخذ شئی من العوض على الخلع"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شوہر پر لازم ہے کہ بلا معاوضہ طلاق دے دے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب لوگ اس کا بائیکاٹ کریں۔

یا حاکم وقت فریقین سے اختیار لے لے اور کہہ دے کہ میرا شرعی فیصلہ تمہیں منظور ہے۔ اور وہ اقرار کرلیں تو حاکم خود بدل خلع تعین کر کے فیصلہ دے سکتا ہے۔ بوقت فیصلہ فریقین یا ان کے با اختیار وکلاء کی حاضری لازمی ہے۔ جن کو فیصلہ کا اختیار تفویض کیا گیا تو عدالت کا فیصلہ بدل خلع میں بھی نافذ ہوگا۔

﴿۱۵۶﴾ **فتوی شرعی**: کہ میرے بیٹے محمد جاوید اقبال کی شادی میری بھتیجی نسیم بیگم کے ساتھ ہوئی میری بھتیجی نسیم بیگم نے میرے بیٹے کے خلاف تنسیخ نکاح عدالت میں دائر کر دیا جس کی اطلاع ہمیں نہیں ملی میرا بیٹا نہ ہی عدالت میں پیش ہوا اور نہ ہی طلاق دینے کا بیان دیا۔ عدالت نے میرے بیٹے کی غیر حاضری میں طلاق کا آرڈر کر دیا۔ اور میرے بھائی احمد خان نے اپنی بیٹی نسیم بیگم کی شادی محمد امیر ولد خان زمان کے ساتھ کر دی۔ قرآن وسنت کی روشنی میں فتوی صادر فرمایا جائے کہ مذکورہ بالا حالات میں طلاق ہوگئی تھی یا نہیں اور میرے بھائی نے جو اپنی بیٹی نسیم

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

بیگم کی دوبارہ شادی محمد امیر ولد خان زمان کے ساتھ کر دی جائز ہے یا نہیں اور شادی میں شامل گواہان کے بارے میں بھی فتوی صادر فرمایا جاوے۔ سائل: مہر خان ولد محمد خان ساکن چاہ آگرال تحصیل وضلع میانوالی

الجواب: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "بیدہ عقدۃ النکاح" مرد کے ہاتھ میں ہے طلاق کی گرہ۔ عورت کی طلاق کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ عدالت کے جج صاحب کو حدیث ابن ماجہ میں ہے "ھو ازالۃ ملک النکاح المتوقفۃ علی قبولها و شرطها" کا لطلاق" درمختار جلد دوم صفحہ ۷۶۶ "الطلاق لمن اخذ الساق" فتاوی رضویہ جلد ۱۳ ص ۲۶۴۔ نکاح میں شامل لوگ علانیہ توبہ و نیز صدقہ خیرات کریں دوسرا نکاح غلط ہوا ہے۔

﴿۱۵۷﴾ **فتوی شرعی**: طلحہ بی بی کی شادی اکرام اللہ خان کے ہمراہ ہوئی۔ زوج طلحہ بی بی کو بہت مارتا ہے، غلیظ گالیاں دیتا ہے بلکہ بعض اوقات جان سے مار دینے کی دھمکی بھی دیتا ہے، طلحہ بی بی تنگ ہو کر والدین کے گھر آ گئی، خاوند کے گھر جانے کے لیے رضامند ہرگز نہیں، اکرام اللہ خان کو طلاق کے لیے کہا تو وہ کہتا ہے شادی کا پورا خرچہ دینا ہوگا، نیز شادی کے موقع پر جو جہیز دیا گیا اس کا مالک کون ہوگا۔

سائل: محمد طاہر خان میانوالی

الجواب: اگر زیادتی شوہر کی جانب سے ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو اس صورت میں پوری شادی کا خرچہ خلع کے بدل میں اکرام اللہ خان کا طلب کرنا جائز نہیں، مال کا مانگنا بھی جائز نہیں۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری معہ خانیہ جلد اول صفحہ ۵۱۶ میں ہے، "ان کان النشوز من قبل الزوج فلا یحل لہ اخذ شئی من العوض علی الخلع"۔ علامہ حصکفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "کرہ تحریما اخذ شئی و یلحق بہ الابراء عما لها علیہ ان نشز"۔ فتاوی رضویہ میں ہے، جہیز عورت کی ملکیت ہے جلد پنجم صفحہ ۳۴۹، اسی طرح درالمختار میں ہے "ان الجهاز ملک المرأۃ"۔ عدالت خاوند

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی رضا مندی کو تسلیم کر کے بمطابق نکاح خود عوض مقرر کر سکتی ہے۔

﴿۱۵۸﴾ **فتوی شرعی**: کہ کیا جج کو حق حاصل ہے کہ وہ خاوند کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی کو خلع کا فیصلہ دے، کیا وہ فیصلہ نافذ ہوگا۔ سائل: محمد رمضان

الجواب: خلع کے لیے زوجین رضا کی شرط ضروری ہے، خلع کا حق خاوند یا اس کے وکیل کے علاوہ کسی دیگر شخص کو حاصل نہ ہے، عدالت کا فیصلہ غیر شرعی ہوگا اور شریعت کے خلاف قاضی/جج کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا، جیسا کہ درمختار جلد دوم صفحہ ۷۶۶ میں ہے "هو ازلة ملك النكاح، المتوقفة على قبولها وشرط كالطلاق"۔

قرآن مجید میں ہے "بيده عقدة النكاح" نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ابن ماجہ شریف کی حدیث ہے "الطلاق لمن اخذ بالساق"۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جج کا فیصلہ (خلع) بغیر رضا مندی شوہر کے نافذ نہیں ہوگا۔

﴿۱۵۹﴾ **فتوی شرعی**: کہ مجھے خاوند نے عرصہ دراز سے بے آباد کر رکھا ہے، عدالت نے نان نفقہ اور مہر کے بدلہ خلع کا فیصلہ دے دیا ہے، خاوند عدالت میں موجود تھا اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ شرعاً کیا یہ خلع درست ہوگا۔ سائلہ: شازیہ بی بی

الجواب: خلع کا اختیار خاوند کو ہے، عدالت کو نہیں۔ اگر خاوند راضی ہے تو خلع ہو جائے گا ورنہ نہیں، جیسا کہ درمختار جلد دوم ص ۵۷۹ میں ہے، ہدایہ باب الخلع جلد دوم ص ۳۸۳ میں ہے "ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل، ولو عبد او مكره فان طلاقه صحيح"۔

﴿۱۶۰﴾ **فتوی شرعی**: عدالت نے سامان جہیز اور نان ونفقہ مبلغ -/25000 روپے کی ڈگری خاوند کے خلاف دے دی ہے، خاوند کا مطالبہ -/34000 روپے کا تھا جو اس نے شادی پر خرچ کیا تھا، عدالت نے -/25000 کے عوض نکاح فسخ کر دیا، شرعاً نکاح کا کیا حکم ہے، سائل: زوجہ محمد صدیق

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب : سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عوض میں تنازعہ ہے، خاوند کا مطالبہ 34000/- روپے اور عدالت کا فیصلہ 25000/- روپے ہے، خاوند فسخ طلاق پر راضی ہے، بہر صورت فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔

﴿۱۶۱﴾ **فتوی شرعی** : نصیراں بی بی کا نکاح والد نے بطور ولی ایام نابالغی میں پڑھ دیا تھا، جو بلوغت کے بعد اس نے مسترد کر دیا۔ عدالت نے خیار بلوغ کو مسترد کرتے ہوئے بطور خلع نکاح فسخ کر دیا، عوض خلع 15000/- روپے مقرر کیا ہے، خاوند نے تسلیم کرنے سے انکار کیا، پھر والد نے بیٹی کی طرف سے توہین عدالت کی درخواست پر اسے گرفتار کر کے عدالت میں زبردستی اقراری بیان لیا گیا، کیا شرعاً خلع نافذ ہوگا، اور ایسے بیان کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔

سائل عزیز اللہ خان سکنہ بوری خیل

الجواب : عدالت کو حق حاصل ہے کہ اپنا فیصلہ نافذ کرائے، اگر مدعا علیہ کو اعتراض تھا تو اس کے خلاف عدالت بالا میں اپیل دائر کرتا، اپیل دائر نہیں کی اب فیصلہ کرنے والی عدالت اپنا فیصلہ زبردستی نافذ کر سکتی ہے۔ خاوند نے گرفتاری یا سزا کے خوف سے اقبالی بیان دے دیا دستخط ثبت کر دیئے، اور وکیل نے تصدیق کر دی تو خلع نافذ ہو جائے گا، اس صورت میں شرعاً بھی نکاح فسخ ہو جائے گا۔ جیسا کہ ہدایہ شریف ص ۳۸۴ میں ہے "**فاذا فعل ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال**"۔

﴿۱۶۲﴾ **فتوی شرعی** : کہ میرا نکاح محمد نعیم نامی شخص سے ہوا مگر نباہ نہ ہوا، میں نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا، جو 10/11/2000 کو میری حق میں ڈگری ہوا۔ خاوند عدالت میں حاضر نہ تھا، اب وہ دعویدار ہے کہ میرا نکاح موجود ہے۔ حالانکہ خاوند توہین عدالت کی درخواست میں اس نے جج کے فیصلہ کو تسلیم کیا اور وکیل کی گواہی موجود ہے۔ اس تنسیخ کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔ سائلہ: مسماۃ زاہدہ بی بی

الجواب : اگر خاوند روبرو عدالت تسلیم کر چکا ہے فائل پر دستخط بھی کر دیئے ہیں تو شرعاً

نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اس نے قضاء بالغائب کو مان لیا ہے، جیسا کہ درمختار ج ۲ ص ۳۶۶ پر ہے" الخلع هو ازالة ملك النكاح المتوقفة على قبولها اس کے آگے لکھا ہے، ای المرأة قال في ابحر ولا بد من القبول منها حيث كان على مال او كان بلفظ خالعتك واختلعي"۔

﴿۱۶۳﴾ فتوی شرعی: کہ میری بہن کا نکاح بطور (وٹہ سٹہ) ہوا۔ مگر اس کا نباہ خاوند سے نہ ہوا۔ تنسیخ نکاح بطور خلع دعویٰ عدالت مجاز میں دائر ہوا۔ عدالت نے -/10000 روپے بطور زر خلع مقرر کر کے نکاح فسخ کر دیا، ہم نے دس ہزار روپے عدالت کی وساطت سے خزانہ سرکار میں جمع کرا دیا ہے، کیا میری ہمشیرہ کا نکاح شرعاً بھی فسخ ہو جائے گا۔ سائل: ظفر اقبال خان عیسیٰ خیل

الجواب: اگر خاوند یا اس کا وکیل زر خلع وصول کر لے تو نکاح شرعاً بھی فسخ ہو جائے گا کیونکہ بوقت فیصلہ خاوند موجود نہ تھا اس کی رضا خلع میں ضروری ہے، بدل کی وصولی رضا سمجھی جائے گی، جیسا کہ ہدایہ میں ہے" واذا تشاق الزوجان، فلا باس بان تفتدی نفسها منه بمال يخلعها به فاذا فعل ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال"۔



الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب المتعہ﴾

کوئی ایسی امت اپنی ماؤں جن کے قدموں میں اللہ نے جنت رکھی ہے
کے شرف ووقار کا تحفظ
کیونکر کرسکتی ہے جو نکاح متعہ کو جائز کہتی ہے اور اس پر عمل بھی کرتی ہے۔
(اصلاح شیعہ ص ۱۷۹)
مصنفہ ڈاکٹر موسیٰ موسوی ایران

﴿۱۶۴﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسلہ کے بارے میں: کہ ہمارے دفتر میں کچھ ساتھی جواز متعہ کے قائل ہیں اور اس کو آئمہ کی طرف سے جائز اور فعل ثواب سمجھتے ہیں، آیا قرآن وحدیث کی رو سے متعہ جائز ہے یا نہیں مفصل جواب تحریر فرمادیں۔

سائل محمد فاروق سرور میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوھاب : صورۃ مسئولہ میں جواب با صواب یہ ہے کہ متعہ معروفہ کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔اس سلسلے میں حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ پ۲۲ ع۳ میں ارشار فرماتا ہے

"یا ایھا النبی انا احللنا لك ازواجك التی اتیت اجورھن وما ملکت یمینك مما افآء الله علیك"

اے نبی! بے شک حلال کیں ہم نے تمہارے لیے وہ بیبیاں جن کے تم مہر دے چکے ہو، اور وہ لونڈیاں جو خدائے تعالیٰ نے بطور مال غنیمت تم کو عطا فرمائیں۔اور جن کے تم مالک ہو۔

شیعہ مسلک کی کتاب منہج الصادقین ص۱۹۴،۱۹۵ جلد ششم میں لکھا ہے، (ترجمہ) پھر جو شخص اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ کسی اور عورت کو مباشرت کے لیے تلاش کرے گا پس وہی گروہ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والا ہے۔

تفسیر مجمع البیان جلد ۷ ص۹۹ میں لکھا ہے، (ترجمہ) سو جس شخص نے اپنی بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں کے سوا کسی عورت کو (مباشرت کے لیے) طلب کیا، پس یہ لوگ ظالم ہیں اور غیر حلال کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔

ان دونوں تفاسیر نے اس بات کی تصدیق کر دی سے جو آدمی بھی ان دو طرح کی عورتوں کے سوا کسی اور عورت سے مباشرت طلب کرے گا اور بصورت متعہ کسی کو ان دو قسم کی حلال عورتوں کے علاوہ استعمال میں لانے کی جسارت کرے گا وہ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والا ہوگا۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

جامع ترمذی جلد اول ص ۱۳۳، صحیح مسلم شریف جلد اول ص ۴۵۱ اور تفسیر طبری ص ۹ جلد ۵ میں ہے،

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، متعہ ابتدائے اسلام میں (جائز) تھا۔ اور لوگ اس کے جواز کے لیے "فما استمتعتم به" آیت پڑھا کرتے تھے۔ اس کی صورت یوں ہوتی تھی کہ کوئی انجان آدمی کسی ایسے شہر میں وارد ہوتا جہاں اس کی جان پہچان کسی سے نہ ہوتی، تو اپنے فارغ ہونے کے عرصہ تک وہ اس شہر کی کسی عورت سے شادی کر لیتا وہ اس کے سامان کی بھی حفاظت کرے اور ضرورت زندگی بھی تیار کر کے دیتی رہے، ایسا ہوتا رہا۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے "حرمت علیکم امهاتکم" پوری آیات حرمت نازل فرمائی تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے متعہ کو حرام کر دیا۔ اور اس کی حرمت کی تصدیق قرآن پاک کی ایک مستقل آیت سے بھی ہوتی ہے، وہ یہ ہے "الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم" اس آیت میں جن دو اقسام کی عورتوں سے مباشرت جائز قرار دی گئی ان کے سوا اور کوئی دوسری عورت مباشرت کے لیے استعمال کرنا حرام ہے۔ آیت مذکور میں دو قسم کی عورتیں یہ ہیں، ایک وہ عورت جس سے نکاح شرعی کر کے اسے آدمی اپنی زوجیت میں لے لے، اور دوسری مملوکہ لونڈی ہے جس کے ساتھ بغیر نکاح کئے وطی ازروئے شرع جائز اور حلال ہے۔ ان دو کے سوا کسی تیسری عورت سے ہم بستری حرام ہے۔ لہٰذا متعہ میں استعمال ہونے والی عورت چونکہ دو اقسام سے خارج ہے، لہٰذا ایسا کرنا حرام ٹھہرا۔

بخاری شریف جلد دوم ص ۷۶۷ میں ہے،

"حدثنا مالك بن اسماعيل قال حدثنا ابن عيينة انه سمع زهری يقول اخبرنی الحسن ابن محمد ابن علی و اخوه عبد الله عن ابيهما ان علی قال لابن عباس ان النبی صلی الله عليه وسلم نهی عن المتعة وعن لحومه الحمر الاهلية زمن خيبر"

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(ترجمہ) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے وقت متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا تھا۔ حرمت متعہ کی یہ روایت امام بخاری نے ذکر کی اور ذکر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے۔

السنن الکبریٰ بیہقی جلد ۷ ص ۲۰۶ میں ہے،

"حدثنا ابو محمد عبد الله بن يوسف الاصبهانى انبنا ابو محمد عبد الرحمٰن بن يحيى الزهرى القاضى بمكة حدثنا محمد بن اسماعيل الصائغ حدثنا ابو خالد الاموى حدثنا منصور بن دينار حدثنا عن عمر بن محمد عن سالم بن عبد الله عن ابيه عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال صعد عمر على المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال ما بال رجال ينكحون هذه المتعة وقد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عنها الا وانى لا اوتى باحد نكحها الا رجمته"

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر جلوہ فرما ہو کر اللہ کی حمد وثنا کہی پھر فرمایا، ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نکاح متعہ کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کر دیا تھا۔ خبردار! اگر کوئی شخص یہ نکاح کرتا پکڑا گیا تو میں اسے رجم کر دوں گا۔

سنن ابن ماجہ " باب نهى عن نكاح المتعه" ص ۱۴۱ میں ہے،

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں جب عمر بن الخطاب خلیفہ بنے تو آپ نے لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین مرتبہ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی پھر اسے حرام کر دیا تھا۔ خدا کی قسم! اگر کوئی محصن آدمی متعہ کرتے پایا گیا تو میں اسے رجم کی سزا دوں گا۔ ہاں اگر وہ چار گواہ ایسے پیش کر دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعہ کو حرام فرمانے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا (تو اسے چھوڑ دیا جائے گا)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بیہقی جلد ۷ ص ۲۰۶ میں ہے،

"انبا ابن وهب اخبرنی عبد الله بن عمر عن نافع عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما انه سئل عن متعة النساء فقال حرام"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعۃ النساء کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا، حرام ہے۔

طحاوی جلد دوم ص ۱۶ میں ہے،

"عن ابن شهاب قال اخبرنی سالم ابن عبد الله بن عمر عن المتعة فقال حرام قال فان فلانا یقول فیها قال والله لقد علم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم حرمها یوم خیبر وما کنا مسافحین"

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعہ کے بارے پوچھا، تو آپ نے فرمایا، وہ حرام ہے، سائل نے کہا ایک آدمی متعہ کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتا ہے، آپ نے فرمایا، خدا کی قسم وہ جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم خیبر کو اسے حرام کر دیا تھا اور ہم زانی نہیں۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے متعہ کو حضور اکرم ﷺ کے اعلان کے مطابق حرام قرار دیا۔ اور لوگوں سے سختی کے ساتھ اس پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا۔ اپنی طرف سے اجتہاد نہ کیا۔ اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے احکام کی مخالفت کی۔ اس امر کی تائید آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمائی۔

تفسیر ابوجعفر الناسخ والمنسوخ جلد ا ص ۱۰۵ امی ہے

"وثبت حرمتة المتعة باجماع الصحابة والاجماع قوی من هذا"

حرمت متعہ اجماع صحابہ کرام سے ثابت ہے اور اجماع صحابہ خبر واحد سے زیادہ معتبر دلیل ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتح الباری جلد ۹ ص ۱۴۲ میں ہے

"قال الخطابی تحریم المتعة کالاجماع الا بعض الشیعة"

خطابی نے کہا کہ حرمت متعہ ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف بعض اہل تشیع کا اس میں اختلاف ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے لیکر آج تک پوری امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ متعہ حرام ہے۔

درمختار جلد اول ص ۱۹۰ میں ہے،

"بطل نکاح متعة و موقت وان جهلت المرأة او طالت فی الاصح متعه"

اور مقرر وقت تک کا نکاح باطل ہے اگر وہ مدت مقررہ مجہول ہو یا دراز ہو اصح قول میں۔

دلائل اہلسنت کی معتبرہ کتب سے ملاحظہ کیجئے، درج ذیل کتب میں روایات درج ہیں کہ متعہ حرام ہے۔ احکام القرآن جلد دوم ص ۱۷۹، ہدایۃ المجتہد جلد دوس ۵۸۔ ترمذی شریف جلد اول ص ۴۰۸، مسند احمد امام احمد حنبل جلد ۴ ص ۴۳۶، ابن ماجہ شریف جلد دوم س ۱۴۰، صحیح مسلم جلد ۴ ص ۳۲، فتح الباری جلد ۹ ص ۱۴۳، تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۱۵، تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۱۴۱، تفسیر قرطبی جلد دوم س ۳۶۵، تفسیر المنار جلد ۵ ص ۱۵، تفسیر ابن عباس جز رابع ص ۶۸، تفسیر مظہری جلد ۲ ص ۷۵۔ تفسیر معارف القرآن جلد دوم ص ۵۸۸۔ طحاوی شریف جلد ذوم ص ۱۶، نووی شرح مسلم ص ۳۹۴، ارشاد الساری جلد سوم س ۲۷۰

﴿۱۶۵﴾ ﴿متعہ شیعہ مسلک میں بھی حرام ہے﴾

کوئی ایسی امت اپنی ماؤں جن کے قدموں میں اللہ نے جنت رکھی ہے، کے شرف و وقار کا تحفظ کیونکر کرسکتی ہے جو نکاح متعہ کو جائز کہتی ہے اور اس پر عمل بھی کرتی ہو۔

ڈاکٹر موسیٰ موسوی شیعی ایرانی جو کہ خمینی صاحب کے معتمد شخصیات میں سے ہیں اپنی کتاب اصلاح شیعہ ص ۹۷ الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۲، تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۱ میں ہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"عن زید بن علی عن ابائه عن علی علیهم السلام قال حرم رسول الله صلی الله علیه وسلم لحوم الحمر الا هلیة ونکاح المتعة"

زید بن علی اپنے جد امجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے گھریلو پالتو گدھوں کا گوشت اور نکاح متعہ حرام کردیا ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم ﷺ سے متعہ کی حرمت کو واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ جس کی وجہ سے کوئی تاویل نہیں ہوسکتی لیکن اس صراحت ووضاحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شیعہ اس کی یہ تاویل کرے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہنا از روئے تقیہ تھا، حرام کو حلال بنانے کی تہمت مقدس ہستیوں پر ہے۔

فروع کافی جلد ۵ ص ۴۵۳ میں ہے،

"عن المفضل بن عمر قال سمعت ابا عبد الله علیه السلام یقول فی المتعة دعوها اما یستحیی احدکم ان یری فی موضع العورة فیحمل ذالك علی صالحی اخوانه واصحابه"

ترجمہ: مفضل کہتا ہے، میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ متعہ کے بارے میں فرمارہے تھے کہ اس کو چھوڑ دو، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند نہیں کرتا ہے کہ ایک شخص عورت کی شرمگاہ کو دیکھے پھر اس کا تذکرہ اپنے بھائیوں اور احباب سے کرے۔

یہ حدیث اس کتاب کی ہے جو شیعہ لوگوں کے نزدیک صحیح ترین کتب حدیث میں سے ہے، اور اس کی (حدیث) صحت میں کوئی قیل وقال نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جس فعل (متعہ) کو بے حیائی کا نمونہ اور بے شرمی کی علامت قرار دیں تو اس فعل بد کے مرتکب کو جنتی اور صاحب تقویٰ قرار دینا کس قدر بے حیائی ہے۔ کسی محب اہل بیت کا ایسا عقیدہ نہیں ہوسکتا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۲ اور تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۱ میں ہے، من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۹۰۔

"عن زید بن علی عن ابائہ عن علی علیہم السلام قال حرم رسول اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ"

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تمام ان حضرات سے روایت کرتے ہیں جو حضور اکرم ﷺ نے گھریلو پالتو گدھوں کا گوشت اور نکاح متعہ کو حرام فرما دیا ہے۔

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضےٰ تک تمام ان حضرات سے حرمت متعہ کی روایت کرر ہے ہیں جو اہل بیت کے ممتاز افراد ہیں۔ ان تمام نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے سے پہلی شخصیت سے روایت سنی۔

فروع کافی جلد ۵ ص ۴۵۳، وسائل شیعہ جلد ۱۴ ص ۲۷۵، میں ہے

"عدۃ من اصحبنا عن سھل بن زیاد عن محمد بن الحسن بن شمون قال کتب ابو الحسن علیہ السلام الی بعض موالیہ لا تلحوا علی المتعۃ انما علیکم اقامۃ السنۃ فلا تشتغلوا بھا عن فرشکم و حرائر کم فیکفرن ویتبرین و ید عین علی الامر بذالک و یلعنونا"

جناب ابوالحسن نے اپنے بعض خدام کو لکھ بھیجا۔ متعہ پر اصرار مت کرو۔ تم پر سنت کی پابندی لازم ہے اپنی منکوحہ اور آزاد عورتوں کو جو نکاح میں ہوں انہیں چھوڑ کر متعہ میں مصروف نہ ہو جاؤ۔ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ عورتیں (جو تمہارے نکاح میں ہیں) تمہاری ناشکری ہو جائیں گی۔ یا کفر کی طرف منسوب کریں گی اور تم سے بیزاری کا اظہار کریں گی۔ اور اس کی شکایت حاکم وقت کے پاس لے جائیں گی۔ اور وہ ہم سب پر لعنت بھیجیں گے (کیونکہ وہ ہم سمجھیں گے کہ تمہیں حکم متعہ ہم نے دیا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے لہٰذا ہمیں بھی تمہارے ساتھ لعنت کرنے ہی اکٹھا کر لیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ درج کئے گئے سنی، شیعہ کتب کے دلائل کی روشنی میں متعہ فعل حرام ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی عقیدہ اور نظریہ تھا۔

سبحانہ وتعالیٰ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب الولی﴾

﴿۱۶۶﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے ہاں ایک ایسا نکاح ہوا جس میں لڑکی کی رضاء بالکل نہ تھی، والد نے بغیر رضامندی کے نکاح کر دیا۔کیا ایسا نکاح نافذ ہوگا یا نہ۔(نوٹ) نکاح کے معاملہ میں کیا لڑکی کو اختیار ہے یا نہ، قرآن وسنت کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔سائل: قاری احمد حسن جوہر آباد

الجواب بتوفیق الملک الوھاب ھواللہ الموفق باالصواب:

صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ جوان عورت عاقلہ بالغہ کنواری یا بیوہ اپنے آپ کی اپنے ولی باپ وغیرہ سے زیادہ حقدار ہے۔

صحیح مسلم جلد ا ص ۴۵۵ سنن ابی داؤد جلد ا ص ۲۸۶، سنن ترمذی جلد ا ص ۱۴۳، سنن نسائی جلد ۲ ص ۷۷، ابن ماجہ ص ۱۳۶، سنن بیہقی جلد ۷ ص ۱۲۲، معانی الآثار للطحاوی جلد ۲ ص ۸ وغیرہا کتب احادیث میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے:

"الایم احق بنفسها من وليها"۔

لہذا بلا اجازت عورت کسی کو اجازت نہیں کہ نکاح کر سکے۔

صحیح بخاری جلد ۲ ص ۷۷۱، صحیح مسلم جلد ا ص ۴۵۵، سنن ابی داؤد جلد ا ص ۲۸۵ وغیرہا میں بالفاظ متقاربہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع ہے،

"لا تنكح الايم حتى تستامر ولا تنكح البكر حتى تستاذن"۔

تو اگر ولی عورت کی ناپسندیدگی کی صورت میں نکاح کر دے تو عورت خود مختار پر لازم نہیں ہوگا، خصوصا صورت مذکورہ میں نکاح بوجہ انکار محض مردود ناروا ہوگیا۔سنن ابی داؤد جلد ا ص ۲۸۵، سنن نسائی جلد ۲ ص ۷۸، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۶ وغیرہا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے،

"ان جارية بكرا اتت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فذكرت له ان اباها زوجها وهي كارهة فخيرها النبي صلى الله عليه وسلم"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سنن بیہقی جلد ۷ ص ۱۱۷ میں حضرت ابن عباس سے یہ بھی ہے "ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد نکاح بکر وثیب انکحهما ابهما وهما کارهتان"۔

اور جب باپ کا کیا ہوا نکاح مردود و باطل ہو گیا تو دوسرا نکاح جو رضاء لڑکی سے کیا جائے گا صحیح ہوگا۔

﴿۱۶۷﴾ فتوی شرعی: کہ نکاح ولی کی اجازت سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سائل: جاوید اقبال طرہ باز ٹاؤن میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں نکاح کی نسبت صرف لڑکے لڑکی کی طرف کی گئی ہے۔ تاہم احادیث میں باپ دادا یا دوسرے بزرگوں سے اجازت ومشورہ کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں یہ مسئلہ بھی بہت بگڑ گیا ہے اور بنیادی وجہ قرآن وسنت کے احکام سے لوگوں کو لاعلمی اور خاندانی رسم ورواج کی اندھی تقلید ہے، ہر عاقل بالغ لڑکے لڑکی کو جس طرح اپنے مال میں تصرف کا حق ہے اسی طرح اپنی ذات کے فیصلوں کا بھی حق ہے۔

ساری عمر ہاتھ پکڑ کر کوئی نہیں چلتا۔ بیاہ شادی میں بھی ان کی مرضی بنیادی شرط ہے۔ والدین کو بھی ان کے جذبات ومیلان کا لحاظ کرنا چاہیے۔ ساری عمر انہوں نے ایک ساتھ چلنا ہے والدین خواہ مخواہ جبر نہ کریں۔ لیکن بالغ اولاد بھی والدین سے مشورہ واجازت سے بے پرواہ ہو کر اتنا بڑا فیصلہ خود تنہا نہ کرے، دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں اور انکا لحاظ دوسرے پر فرض ہے۔ اگر والدین کی تجویز موزوں ہے تو وہ اولاد کو پیار اور دلیل سے سمجھائیں اور قائل کریں۔ اور اگر اولاد کا خیال بہتر ہے تو وہ دلیل وادب سے والدین کو قائل کریں۔ تا کہ باہمی اتفاق ومحبت سے شادی کے معاملات طے پائیں اور عمر بھر ایک دوسرے کی محبت، موافقت، ہمدردی وتعاون اور خوشگوار ماحول موجود رہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن پاک میں ولی کی حیثیت

اسلام میں دونوں کی ضرورت وحقوق وافادیت کوملحوظ رکھ کر راہ عمل متعین کی گئی ہے۔قرآن پاک کی سورۃ النساء میں ہے"وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ اوما ملکت ایمانکم ذلك ادنی الا تعولوا"۔ اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں پسند ہوں اور دو دو تین تین اور چار چار۔پھر اگر ڈرو کہ بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو، یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں نکاح کی نسبت لڑکے لڑکی کی طرف کی گئی ہے(کیونکہ لڑکی کی رضا واجازت لازمی ہے) لہٰذا پسند کی شادی قرآن کی رو سے ہر لڑکے لڑکی کا حق ہے بلکہ فرض ہے۔ایک اور جگہ قرآن پاک میں سورۃ النساء میں ہے" ولا تنکحوا مانکح اباؤکم من النساء"۔ اور جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ان سے نکاح مت کرو۔قرآن پاک میں سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے"ولا تنکحوا المشرکۃ حتی یؤمن "مشرک عورتوں سے نکاح مت کر جب تک مسلمان نہ ہو جائیں۔

قرآن پاک میں سورۃ البقرہ میں پارہ ۲ آیت ۲۳۰ میں ہے"فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ" پھر اگر خاوند تیسری طلاق دیدے تو یہ بی بی اس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی جب تک کسی اور سے شادی نہ کرے۔یہاں بھی نکاح کرنے کی نسبت عورت کی طرف ہے ولی کی طرف نہیں۔

قرآن پاک میں سورۃ البقرہ آ ۲۳۲ پارہ ۲ میں ہے"فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن اذا تراضوا بینهم بالمعروف"۔ (عورتوں کے والیو!) عورتوں کو اپنے (مجوزہ) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے مت روکو! جب کہ آپس میں شرع

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے موافق رضامند ہوں۔ یہاں بھی طلاق یافتہ عورتوں کو پسند کے خاوند سے شادی کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

احادیث میں ولی کی حیثیت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن قالوا یا رسول اللہ کیف اذنہا قال ان تسکت"۔ متفق علیہ

غیر شادی شدہ لڑکی کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اجازت کیسے ہو گی (وہ شرماتی ہیں) فرمایا اس کی خاموشی بھی اجازت ہے۔

مسلم شریف میں ہے "ان الایم احق بنفسہا من ولیہا"۔ غیر شادی شدہ عورت ولی سے زیادہ اپنا اختیار رکھتی ہے۔ حضرت ملا علی قاریؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں "فذہبوا جمیعا الی انہ لا یجوز تزویج البالغۃ العاقلۃ دون اذنہا"۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ شریف) علماء اس طرف گئے ہیں کہ عاقل بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

سنن ابی داؤد میں ہے "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ایک کنواری لڑکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی میرے باپ نے میری ناپسندیدگی کے باوجود میرا نکاح کر دیا۔ "فخیرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی (قبول یا رد کرنے کا) اختیار دیدیا۔

ایسا ہی واقعہ خنساء بنت خذام سے پیش آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح رد کر دیا۔ (بخاری شریف)

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ ولی کی اجازت عاقل بالغ لڑکا لڑکی خود مختار ہیں اور اپنی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مرضی سے نکاح کر سکتے ہیں اور کوئی ان پر جبر نہیں کر سکتا۔ تو والدین یا کسی اور کو ہر گز اجازت نہیں پہنچتی کہ وہ اولاد کی مرضی کے خلاف انکی شادی کریں۔

دوسرا پہلو

اس سلسلے میں دوسرے پہلو کا بھی خیال رکھنا چاہیے، مسلم گھرانہ مثالی ہوتا ہے یہاں ہر ایک کے حقوق محفوظ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ والدین اور بزرگوں کے بھی اولاد پر کچھ حقوق ہیں۔ لہٰذا والدین کے جائز جذبات وخواہشات کا لحاظ و پاس رکھنا بھی ممکن حد تک لازم ہے، یہ بات بڑی شقاوت وسنگدلی ہے کہ جن والدین کی محنت ومحبت سے انسان پلتا بڑھتا اور ترقی کرتا ہے، بیاہ شادی کے معاملہ میں ان کی رضا مندی ومشورے کو اہمیت ہی نہ دی جائے اور ان کو اس موقع پر ناراض کردیا جائے۔ لہٰذا ان کے حقوق جذبات اور احساسات کا خیال رکھنا اور ان سے رہنمائی لینا خوش بختی ہے، اس حقیقت کو آقا علیہ السلام نے ان ارشاد میں واضح فرمایا ہے۔ ابن ماجہ، احمد، ترمذی، ابوداؤد اور دارمی ان سب میں یہی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "**ایما امرأۃ نکحت نفسها بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل فنکاحها باطل فنکاحها باطل فان دخل بها فلها المهر لما استحل من فرجها فان اشتجروا فالسلطان ولی من لا ولی له**"۔

جو عورت اپنے ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔ اب اگر اس نے اس سے صحبت کر لی تو اس عورت کو مہر ملے گا کیونکہ اس نے اس کو شرمگاہ حلال کی ہے۔ پھر اگر (سرپرست) اختلاف کریں تو حاکم اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں۔

احناف کے نزدیک عاقل بالغ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے۔ اور قرآن پاک اور احادیث جیسے دلائل اس کی تائید کرتے ہیں۔ مذکورہ حدیث ان حضرات کی سب سے مضبوط دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ وہ اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی۔ مگر غور کریں تو اس سے ان کا مدعا ثابت نہیں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہوتا۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ اس کا نکاح باطل ہے زجر وتوبیخ کے طور پر فرمایا گیا ہے جس کے ہم قائل ہیں۔ مگر نکاح ولی کی اجازت کے بغیر ہو جاتا ہے۔ اسی لیے فرمایا اگر ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر کے قربت کر لی تو مہر پورا دینا ہوگا۔ اگر نکاح حقیقتاً باطل ہوتا یعنی منعقد ہی نہ ہوتا تو نہ عورت حلال ہوتی نہ نکاح ہوتا اور نہ حق مہر لازم ہوتا۔

فقہائے احناف کے ارشادات میں ولی کی حیثیت

ہدایہ جلد ۳ ص ۱۵۷ میں ہے "ینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضاھا وان لم یعقد علیھا ولیھا بکرا کانت ثیباً عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ فی ظاھر الروایۃ"۔

آزاد عقلمند بالغ عورت کا نکاح اس کی رضا سے ہو جاتا ہے خواہ اس کا ولی نہ کرے۔ کنواری ہو یا ثیبہ، ظاہر روایت میں امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف رحمھما اللہ کے نزدیک یہی ہے۔

ہدایہ ص ۱۵۷ میں ہے،

امام محمد رحمہ اللہ: امام محمد کے نزدیک نکاح موقوف ہوگا ولی کی اجازت پر اگر ولی اجازت دے تو نکاح ہو جائے گا۔ ہاں اگر ولی اجازت دیدے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ خواہ کفو میں نکاح کرے خواہ غیر کفو میں ہاں ولی کو غیر کفو کی صورت میں اعتراض کا حق ہے۔

امام مالک وشافعی رحمھما اللہ: امام مالک اور شافعی رحمھما اللہ کے نزدیک عورتوں کے الفاظ سے نکاح نہیں ہوتا۔ فتح القدیر جلد ۳ ص ۱۶ میں ہے "ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغۃ علی النکاح" ولی بالغہ لڑکی کو نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا۔

آج کل والدین دینی علم نہ ہونے کی وجہ سے کئی ایسے ظالمانہ فیصلے اپنی نابالغ اولاد کے بارے میں کر دیتے ہیں اور اپنی اولاد کا بچپن میں نکاح کر دیتے ہیں یہ فیصلے مستقبل میں بچوں کی زندگی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جہنم بنانے کے ساتھ ساتھ خود ان کے لئے سوہان روح بن جاتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ علمائے کرام، مشائخ اور دین دار لوگ پہلے خود ان مسائل کو سمجھیں اور پھر معاشرے کے ان پڑھ اور پڑھے لکھے جاہلوں کو بتائیں، دین رحمت سے خود بھی فیض یاب ہوں اور اپنی اولاد کو بھی مستفیض کریں۔

قرآن کریم نے ”حتی اذا بلغوا النکاح“ کہہ کر نکاح کو بلوغ کے ساتھ معلق کیا نابالغ بچوں کی زندگی کے فیصلے کرنے کی نہ ضرورت ہے نہ جلدی ہے۔ والدین کو سمجھائیں کہ بچوں کی شادی سے پہلے اور بھی فرائض ہیں جو زیادہ اہم ہیں۔مثلاً ان کی صحیح اسلامی خطوط پر تربیت وغیرہ۔ یہ سمجھتے ہیں ہم پر دو ہی فرض تھے۔ایک جننا اور دوسرا جلدی جلدی رشتہ نکاح میں ان کو جکڑنا۔اللہ کرے ہمارے سمجھدار لوگ اس طرف متوجہ ہوں اور اس کو ختم کریں۔قرآن پاک واضح حکم دیتا ہے ”فانکحوا ما طاب لکم من النساء“۔ عورتوں میں سے جو پسند ہو ان سے نکاح کرو (النساء۴:۳) یہاں حال یہ ہے کہ بچوں کی پسند ناپسند کو نہ دیکھا جاتا ہے نہ پوچھا جاتا ہے۔از بس لازم ہے کہ شادی بزرگوں کے مشورے و اجازت سے کی جائے لیکن بزرگوں کو بھی چاہیے کہ اپنے بچوں کو وہ حقوق دیں جو قرآن ان کو دے رہا ہے۔شادی کے سلسلہ میں ان کی رہنمائی ضرور کریں مگر اپنے غلط فیصلے ان پر نہ ٹھونسیں۔ جب تک شریعت مطہرہ ان کی پسند میں حائل نہ ہو یہ بھی حائل نہ ہوں۔

فقہائے احناف کے مطابق نابالغ بچے یا بچی کا نکاح اگر باپ یا دادا کر دے تو بالغ ہونے کے بعد ایسے بچے اسے مسترد نہیں کر سکتے، نکاح ہو جاتا ہے۔البتہ عدم موافقت کی بناء پر لڑکا طلاق دے سکتا ہے، اگر باپ دادے کے علاوہ کوئی بزرگ نابالغ کا نکاح کر دے تو ایسے بچے بالغ ہونے پر اسے مسترد کر سکتے ہیں۔

بالغ اور آزاد لڑکی اپنا پیغام نکاح بھیج سکتی ہے۔ عاقل بالغ لڑکی اپنا نکاح اپنی مرضی سے شرعاً کر سکتی ہے۔لہٰذا والدین کو اس کی رضا کے بغیر قدم نہ اٹھانا چاہیے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک صاحب نے رسول اکرم ﷺ سے نکاح کرنے کی بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا، فانظر الیھا اس کو دیکھ لے۔ سنن ابوداؤد میں ہے "اذا خطب احدکم المراۃ فان استطاع ان ینظر الی مایدعوہ الی نکاحھا فلیفعل" جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اگر اس کی خوبیاں دیکھنا ممکن ہو جو کہ اس کے لیے باعث رغبت ہوں تو دیکھے۔

پس قرآن و حدیث کی رو سے بالغ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اور محتاط و محفوظ طریق سے وہ نکاح سے قبل ایک دوسرے کو ایک بار دیکھ سکتے ہیں۔ ہاں تنہائیوں میں ملاقاتیں یا سفر وغیرہ کرنا حرام ہے۔

آجکل نکاح سے پہلے انگوٹھی پہنانا منگنی کے بعد دلہن بنا کر لڑکے کے ساتھ بیٹھا کر فوٹو بنوانا یہ جملہ امورنا جائز و حرام ہیں۔ اگر شوق پورا کرنا ہے تو نکاح پہلے کر دیا کریں تا کہ اس گناہ سے بچ جائیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



﴿باب العنین﴾

﴿۱۶۸﴾ **فتوی شرعی**: کہ میری شادی ایک ایسے مرد سے ہوگئی جو برص کے مرض میں مبتلا ہے، اب اس کو جنون بھی ہونے لگا ہے۔ ذہنی امراض کے ڈاکٹروں سے کافی علاج کرایا مگر کوئی خاص فرق نہیں آیا ہے۔ اب اس وقت ڈاکٹر صاحب کا علاج جاری ہے۔ میں اس سے نفرت کرنے لگی ہوں۔

کیا ازروئے شرع میں کسی دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہوں۔ سائلہ: ارم بی بی کندیاں ضلع میانوالی

الجواب: جب شوہر میں کسی قسم کا عیب جنون، جذام وغیرہ پیدا ہو تو اسکی عورت کو اپنے نکاح کے فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں۔ ہدایہ ص ۴۰۲ میں ہے "واذا کان بالزوج جنون اوبرص اوجذام فلا خیار لها عند ابی حنیفة"۔ ردالمحتار مصری جلد ۲ ص ۱۶۳ میں ہے، "ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الاخرولو فاحشا کجنون و جذام وبرص"۔ مع الانہر جلد ۱ ص ۴۶۳ میں ہے "لا خیار لها ان وجدت المرا بالزوج جنونا اوجذاما وبرصا عند الشیخین"۔

بدالمنتقی مصری جلد ۱ ص ۴۶۳ میں ہے" ولا خیار لها ای للزوجة وجدت به عیبا ولو فاحشا جنونا او جذاما اوبرصا "۔ شرح کنزالدقائق مصری ص ۱۷۷ جلد اول میں ہے "ولم یخیر احدهما ای الزوجین بعیب فی الاخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن"۔

اسی میں ہے "ولم یخیر احدیٔ الزوجین بعیب فی الاخر کالجنون والجذام والبرص"۔

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۱۳۴ میں ہے" واذا کان بالزوج جنون اوبرص اوجزم فلا خیار لها کذا فی الکافی"۔ ردالمحتار میں ہے" لیس لواحد من الزوجین خیار فسخ النکاح بعیب فی الاخر عند ابی حنیفة وابی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یوسف وھو قول عطاء النخعی و عمر بن عبد اللہ ابن وابی ابی فلا بنة وابن ابی لیلی والا وزاعی والشوری والخطابی وداؤد الظاھری واتباعه فی المبسوط ما مذهب علی وابن مسعود رضی اللہ عنھم"۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ آپ کو اپنے شوہر کے عیب جنون کی بنا پر اپنا نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں۔لہٰذا آپ کسی دوسرے مرد سے عقد نہیں کرسکتیں۔

﴿۱۶۹﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک عورت کا نکاح ایک ایسے مرد سے ہوا جو کہ وطی پر قادر نہیں نہ وہ طلاق دیتا ہے اور نہ خلع کے لیے تیار ہے۔کیا کوئی علیحدگی کی صورت ہے۔

نوٹ: عورت ایک سال تک مرد کے ٹھیک ہونے کا انتظار کرتی رہی مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا۔

سائل: نواب الدین قصوری دوآبہ

الجواب: اگر شوہر ابتداء سے عنین یعنی جماع پر قدرت نہیں رکھتا تو عورت کو حق مطالبہ ہے۔یہاں تک کہ درمختار میں ہے "ولو وجدته عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا طویلا لم یبطل حقها وکذا لو خاصمته ثم ترکته مدة فلها المطالبة"۔ اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اس سے جھگڑا نہ کیا تو اس تاخیر سے عورت کا حق باطل نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر جھگڑا کر کے مدت تک چپ ہو رہی تو بھی اس کو مطالبہ کا اختیار ہے لیکن اس وقت حاکم شرع نہیں ہے۔لہٰذا عورت شوہر سے طلاق حاصل کرے اور اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرے تو اس کو خلع پر تیار کر لے، یا دونوں زن شوہر برضامندی کسی عالم دین کو اپنی طرف سے اس مقدمہ میں حکم مقرر کر کے اس کے روبرو پیش کریں اور وہ اگر عالم ہو تو خود موافق قواعد شرعیہ اور اگر عالم نہ ہو تو کسی عالم سے اس کا طریقہ دریافت کر کے اسی کے موافق دونوں میں تفریق کرادے۔عورت کو حق فسخ حاصل ہے۔

درمختار میں ہے "هو (التحکیم) تولیته الخصمین حاکما یحکم بینهما وفیه فان حکم لزمهما ولا یتعدی الیٰ غیرهما"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۷۰﴾ **فتوی شرعی**: کہ میرا خاوند مجھے مارتا ہے بداخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہے، اکثر میں کپڑے اور کھانے پینے کی اشیاء والدین کے گھر سے لاتی ہوں۔ جب میں کسی جائز یعنی گھریلو اشیاء لانے کو کہتی ہوں تو مجھے مارتا ہے اور گھر سے نکال دیتا ہے۔ برائے مہربانی مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں کہ کیا بیوی کو گھر میں کوئی حق نہیں۔ سائلہ: نازش بی بی

الجواب: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کی تاکید اور ان کو بلا وجہ مارنے اور ان کی حق تلفی کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مشکوۃ سریف صفحہ ۲۸۲) فرمایا "ان من اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا و الطفھم باھلہ"۔ بیشک بلحاظ ایمان کے مسلمانوں کا کامل ترین وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور اپنے اہل کے ساتھ زائد نرمی کرنے والا ہو۔

مشکوۃ شریف ص ۲۸۲ میں ہے "اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا و خیارکم خیارکم نسائھم"۔ ازروئے ایمان کے مسلمانوں کا کامل ترین شخص بہترین خلق والا ہے اور تمہارا بہترین شخص وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہو۔

مشکوۃ شریف صفحہ ۲۸۱ میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی"۔ تم میں بہتر ہو ہے جو اپنے اہل کے لیے بہتر وہ ہے اور میں اپنے اہل کے لیے تم سے زیادہ بہتر ہوں بخاری شریف ومسلم شریف اور مشکوۃ شریف ص ۲۸۰ میں ہے، کہ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا یجلد احدکم امراتہ جلد العبد"۔ تمہارا کوئی شخص اپنی عورت کو غلام کی طرح نہ مارے۔

ابوداؤد ابن ماجہ دارمی میں حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ ﷺ نے فرمایا، ”لا یضربوا آماء اللہ“ الحدیث۔ تم اللہ کی باندیوں کومت مارو (یعنی اپنی بیویوں کو نہ مارو)

مشکوۃ شریف ص ۲۸۱ میں ہے، ابوداؤد ابن ماجہ و مسند امام احمد میں حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے راوی انہوں نے سرکار رسالت ﷺ میں عرض کیا۔ ”ما حق زوجة احدنا علیه قال ان تطعمها اذا اطعمت و تکسوها اذا اکتسبت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا فی البیت“۔

یارسول اللہ ﷺ ہمارے اوپر بیوی کا کیا حق ہے؟ فرمایا جب تو کھائے تو بیوی کو بھی کھلا اور جب تو کپڑے پہنے تو بیوی کو بھی پہنا اور اس کے چہرے پر مت مار اس کو بدی کے ساتھ منسوب نہ کر۔ اور اس سے علیحدگی نہ کر مگر خوابگاہ میں۔ ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ نے بیوی کے ساتھ کس قدر حسن معاشرت کا حکم دیا اور اس کو بلا وجہ مارنے کی کتنی ممانعت فرمائی۔ اور اس کا کھانا اور کپڑا ذمہ شوہر پر قرار فرمایا! اب جو شوہر اس کے خلاف عمل کر کے یعنی اپنی بیوی سے بد خلقی اور بری معاشرت اختیار کرے اس کو بلا وجہ مارے اس کی حق تلفی کرے۔ اس کو کھانے پینے کو نہ دے تو وہ حقیقتاً رسول پاک ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے۔ لہٰذا آپ کے شوہر کو بھی چاہیے کہ وہ آپ کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرے آپ کو نہ مارے آپ کی حق تلفی نہ کرے اور اپنی حرکات سے باز آئے۔

کل عام وانتم بخیر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب الرضاعت﴾

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۷۱﴾ **فتوی شرعی**

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسلہ کے بارے میں،

کہ میری خالہ نے بڑے بھائی کے ساتھ میری والدہ کا دودھ پیا ہے کیا خالہ کی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ ہوسکتا ہے۔

(نوٹ) خالہ نے میرے بڑے بھائی کے ساتھ دودھ پیا تھا میرے ساتھ نہیں۔

سائل منور علی متعلم گورنمنٹ کالج میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوهاب هوالله الموفق با الصواب:

صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی حقیقی خالہ دودھ پینے سے آپ کی رضاعی بہن بن گئی تو اس کی لڑکی آپ کی بھانجی ہوئی اور بھانجی سے نکاح شرعاً حرام ہے اگرچہ رضاعی ہو اور اس بات میں ایک ساتھ دودھ پینا شرط نہیں بلکہ آگے پیچھے پینے سے بھی رضاع ثابت ہو جاتی ہے اور یہ فرق بھی نہیں کہ قصداً پلایا جائے یا شغلاً بلکہ دودھ حلق سے اتر جائے اگرچہ کم ہو تو بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۴۲ میں ہے،

قليل الرضاع وكثيره اذا حصل فى مدة الرضاع تعلق به التحريم

نیز اسی میں ہے، ان القطرة من اللبن اذا دخلت حلق الصبى تكفى لثبوت الحرمة،

نیز اسی میں ص ۴۲ پر ہے،

مسئلہ مذکورہ کی دلیل ابتداً عالمگیری میں ہے اور وہ یوں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع و اصولهما و فروعهما من النسب و الرضاع جمیعا۔

دودھ پینے والے ولد پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول اور ان کے نسبی یا رضاعی فروع یعنی اولاد۔

حتیٰ کہ مرضعہ نے اس ارضاع سے پہلے یا اس کے بعد اسی مرد سے بچہ جنا ہے یا دوسرے خاوند سے جنا ہے۔ (آپ نے شرط کو ذکر فرمایا اور وہ بھی ادھورا جب تک اس کی جزا ذکر نہ ہو تو اس کا کیا مطلب ہے۔ یاد رہے سائل اندھا ہے۔ اس لئے پوری عبارت جس کا ابتدائی حصہ فقیر نے ذکر کیا ہے جزا تک ذکر فرمائیں۔ تاکہ اس کا واضح مطلب سمجھ آئے۔ اور یہ تو آپ کو معلوم ہے،

الحکم فی الجزا و الشرط قیدله فلهذا لا یثبت الحکم بذکر الشرط۔ هذا عند اهل العربیه و عند المناطقه للشرط و الجزا معنی آخر

حتی ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل او غیرہ قبل هذا لا رضاع او بعدہ۔ اور فرمایا، کل من تحرم بالقرابة و الصهریة تحرم بالرضاع۔

﴿۱۷۲﴾ **فتوای شرعی:** جس لڑکے نے خالہ کا دودھ پیا کیا اس کی لڑکی سے نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔ سائل مجیب الرحمٰن

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ دودھ پینے سے وہ لڑکا اپنی خالہ کا رضاعی پسر ہو گیا، کیوں کہ ایک قطرہ دودھ سے بھی جو بحالت شیر خوارگی کسی بچے کو پلایا جاوے حرمت

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ پس خالہ کی وہ لڑکی اور یہ لڑکا جس نے کوئی قطرہ دودھ کا پیا بہن بھائی رضاعی ہو گئے۔ ان دنوں کا باہم نکاح درست نہیں ہے۔

جیسا کہ فتح القدیر جلد ۳ ص ۳۰۴ میں ہے،

قلیل الرضاع و کثیرہ سواء اذا حصل فی مدۃ الرضاع تعلق به التحریم۔

جیسا کہ فتح القدیر جلد سوم ص ۱۲۵ میں ہے،

اما لو شك بان ادخلت الحلمته فی فم الصغیر و شکت فی الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشك ---- والواجب علی النساء ان لا یرضعن کل صبی من غیر ضرورۃ۔

﴿۱۷۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے بیٹے نے چچی کا دودھ پیا ہے، اس کی کئی لڑکیاں ہیں، کیا جس لڑکی کے ساتھ میرے بیٹے نے دودھ نہیں پیا اس لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

سائل صوفی حمید الرحمٰن

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس پر چچی کی ساری لڑکیاں حرام ہو گئیں۔ وہ ان لڑکیوں کا اب رضاعی بھائی بن چکا ہے۔ ان سے نکاح درست نہیں۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۳۲۱ میں ہے، یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع و اصولهما و فروعهما من النسب و الرضاع جمیعا۔

﴿۱۷۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ دو بہنوں کی شادی اکٹھے ہوئی، ایک سال بعد ایک کا لڑکا اور ایک کی لڑکی پیدا ہوئی، ایک بہن نے دوسری بہن کے بچے کو اپنا سمجھ کر اپنا دودھ اس کے منہ میں دے دیا۔ یہ معلوم نہیں کہ کتنا دودھ بچہ کے منہ میں پہنچا ہے۔ جس بہن نے دودھ دیا ہے وہ

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حلفاً گواہی دینے کو تیار ہے۔ اب ہم ان دونوں بہنوں کے لڑکے اور لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں۔ سائل حبیب الرحمٰن

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس حالت میں رضاعت ثابت نہیں کیونکہ اس کے ثبوت کے لے دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت شرط ہے، صرف ایک عورت کے کہنے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

کنز الدقائق جلد ۳ ص ۲۴ میں ہے،

" ویثبت الرضاع بما یثبت به المال۔

البحر الرائق جلد ۳ ص ۲۴۹ میں ہے،

وهو شهادة رجلين عدلين اورجل وامرأتين فلا يثبت بشهادة امرأة واحدة۔

لہٰذا ان دونوں کا نکاح درست ہے۔

﴿۱۷۵﴾ **فتویٰ شرعی:** کہ بڑی ہمشیرہ جو کہ شادی شدہ تھی اس نے اپنی چھوٹی ہمشیرہ کو دودھ پلایا ہے۔ کیونکہ والدہ فوت ہوگئی تھی۔ اور کوئی عورت بہن کو دودھ پلانے والی نہ تھی۔ اب جب کہ چھوٹی بہن کے بچے ہیں اور بڑی کے بھی ہیں کیا ان دونوں کی اولاد میں آپس میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔ سائل قاری فضل الرحمٰن خان۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بڑی بہن نے بحالت شیر خوارگی دودھ پلایا ہے تو چھوٹی بہن بڑی بہن کی رضاعی بیٹی ہوگئی اور بڑی بہن کی اولاد اس کے بہن بھائی ہو گئے۔ پس چھوٹی اور بڑی بہن کی اولاد کا آپس میں نکاح شرعاً صحیح نہ ہے۔

جیسا کہ بحر الرائق جلد۳ ص ۲۳۸ میں ہے،

حرم بسبب الرضاع ما حرم بسبب النسب قرابة و محرية ولو كان الرضاع قليلا لحديث الصحيحين المشهور يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب۔

﴿۱۷۶﴾ **فتوای شرعی:** تقریباً آٹھ سال کے بچہ نے رات کو سوتے وقت اپنی خالہ کا دودھ پیا ہے، سوال یہ ہے کہ آٹھ سال کے بچے کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔

سائل غلام فرید خان۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آٹھ سال کا بچہ دودھ پیئے تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ حرمت رضاعت کی مدت اڑھائی سال ہے اس کے بعد حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ فتاوی بحر الرائق جلد۳ ص ۲۳۹ میں ہے، وقید بالثلاثين (شهرا) لان الرضاع بعد ما لا يوجب التحريم۔

﴿۱۷۷﴾ **فتوای شرعی:** دو بھائی اکٹھے رہتے ہیں، ایک فوجی ہے جو کہ دو تین ماہ بعد گھر آتا ہے، بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کی منکوحہ سے زنا کیا، سوال یہ ہے کہ آیا چھوٹے بھائی کی بیوی کے نکاح میں کوئی خلل آیا یا نہیں۔ سائل حاجی حفیظ اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نکاح میں کچھ خلل نہیں آیا، عورت چھوٹے بھائی کے عقد میں بدستور ہے، دونوں بھائیوں کو چاہیے کہ علیحدہ علیحدہ مکان میں رہیں، جیسا کہ فتاوی ردالمحتار جلد۲ ص ۳۸۶ میں ہے، لو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه و جاز له وطؤها عقب الزنا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب الظهار﴾

﴿۱۷۸﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے بیٹے کی طبعیت خراب تھی اکثر نزلہ زکام وگلہ کی شکایت رہتی ہے، دوائی لینی تھی گھر پر بیوی کے علاوہ اور کوئی نہ تھا اس نے بیوی کو ماں کہہ کر پکارا اور دوائی طلب کی۔ ہم نے سنا ہے اگر کوئی شخص بیوی کو ماں یا بہن کہہ دے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ المختصر کہ میرا بیٹا ناسمجھی کی وجہ سے بیوی کو بعض اوقات ماں کہہ دیتا ہے کیا نکاح تو نہیں ٹوٹے گا۔

سائل: محمد کمال خان ولد بہادر خان کھباڑ انوالہ

الجواب بتوفیق الملک الوھاب ھواللہ الموفق باالصواب:

صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر سوال مذکور واقعی صحیح ہے تو نہ نکاح فاسد ہوا اور نہ ہی کفارہ پڑا ہے البتہ یہ مکروہ تحریمہ ہے، لہٰذا اگر حالت ہوش میں کہا ہے تو توبہ استغفار کرے ورنہ کچھ نہیں۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۱۲۶ میں ہے

"لو قال لها انت امی لا يكون مظاهرا و ينبغی ان يكون مكروها"۔

﴿۱۷۹﴾ **فتوی شرعی**: ہمارے والد صاحب بڑے غصہ والے ہیں۔ بات بات پر ہماری والدہ صاحبہ سے لڑتے ہیں کل والدین کے درمیان لڑائی ہوئی اور بحالت غصہ کہا تو میری ماں بہن ہے، تو مجھ پر حرام ہے اور تجھے طلاق ہے۔ ہم بڑے پریشان ہوئے، ہم ایک مولوی صاحب کے پاس جا کر مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا تم لوگ جناب کے پاس جاؤ، ہماری آپ راہنمائی فرما دیں۔

نوٹ: ہم دونوں بھائیوں اور والد صاحب کے بیان حلفی لف ہیں۔

سائل: محمد انور قریشی دلیوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ماں بہن کہنا بلا تشبیہ ظہار نہیں بنتا بلکہ لغو ہے اور کفارہ بھی نہیں پڑتا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے، تو مجھ پر حرام ہے طلاق بائن اور تجھے طلاق ہے دوسری طلاق ہے کہ طلاق بائن کے بعد رجعی طلاق دے تو دونوں بائن ہو جائیں گی اب شوہر رجوع نہیں کر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سکتا اس لیئے نکاح کرنا پڑے گا۔ لہٰذا حلالہ نہیں پڑتا اور نکاح جدید ہوسکتا ہے اور چونکہ آپ کے والد ہی طلاق دہندہ اور صاحب عدت ہے یعنی عدت اس کے حق کے لیے ہے لہٰذا یہ عدت کے اندر ہی نکاح کرسکتا ہے۔ اور اگر کسی اور شخص سے نکاح کرے تو عدت پوری کرنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔

هكذا فی الکتب الفقه

اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب الجِہاز﴾

﴿۱۸۰﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میں نے اپنی بیٹی کو جہیز میں پانچ لاکھ کا سامان دیا وہ رضائے الٰہی سے فوت ہوگئی ہے، میرے داماد جہیز کے سامان پر قابض ہیں آیا شرعی طور پر جہیز کا مالک میرا داماد بن سکتا ہے؟

سائل: ملک محمد اشرف چشمہ روڈ کندیاں

الجواب بتوفیق الملک الوهاب هوالله الموفق باالصواب:

وہ مال تمام وکمال خاص ملک عورت ہے دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور جب شوہر اس کو طلاق دے دے وہ تمام جہیز لے لے گی، اور اگر عورت مر جائے تو جہیز اس کے وارثوں کو دیا جائے گا۔ عورت کے ترکہ میں شوہر اور اس کے والدین اور اس کے بچے شرعاً وارث ہیں چونکہ ورثا کی تفصیل معلوم نہیں اس لیے جواب اجمالاً لکھا جاتا ہے۔ اولاد ہونیکی دو صورتیں ہیں صرف لڑکیاں یا لڑکا بھی ہے۔ اگر صرف لڑکیاں ہوں تو باپ کو چھٹا حصہ بطور صاحب فرض اور باقی اصحاب فرائض سے جو بچے گا وہ باپ بطور عصبہ لے گا اگر لڑکا ہے تو اب باپ صرف چھٹے حصے کا وارث ہے۔ اور بیٹی کی اولاد نہ ہونیکی صورت میں اصحاب فرائض سے جو بچے گا سب کا سب باپ لے جائے گا۔ اور شوہر اولاد نہ ہونیکی صورت میں اپنی بیوی کے نصف ترکہ کا وراث ہوگا اور اولاد ہو تو چوتھائی ترکہ پائے گا۔ اور مرحومہ کی والدہ اس کی اولاد نہ ہونیکی صورۃ میں جب کہ مرحومہ کے بھائی بہن بھی نہ ہوں اور زوج بھی باالفرض پہلے فوت ہو چکا ہو تو اب اسے سارے ترکہ کا ثلث ملے گا۔ اگر زوج زندہ ہے اور باقی مسئلہ بحالھا ہے۔ تو اب ماں کو شوہر کے حصہ نکالنے کے بعد جو بچ گیا ہے اس کا ثلث ملے گا۔

﴿۱۸۱﴾ **فتوی شرعی**: کہ میرا داماد نشہ کا عادی ہو چکا ہے گھریلو اشیاء فروخت کرنے لگا ہے، آئے روز گھر میں جھگڑا فساد ہوتا ہے، میں نے بچی کو جو جہیز دیا تھا اکثر فروخت کر چکا ہے، اب زیورات کا مطالبہ کرتا ہے، اور کہتا ہے زیورات سمیت ہر چیز کا مالک ومختار میں ہوں کیا اس کا یہ کہنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔ سائل: محمد عنایت اللہ خان

الصلوة والسلام علیک یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ زیور اور دیگر سامانِ جہیز کہ ملک محمد اشرف نے اپنی بیٹی کو دیا وہ خالص ملک دختر ہے، شوہر کو کسی طرح کا استحقاق مالکانہ اس میں نہیں، نہ اس کا تصرف بے رضا و اذن زوجہ نافذ ہو سکے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے" **جهز ابنته بجهاز و سلمها ذلك ليس له الا سترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلك فی صحته بل تختص بها و به يفتیٰ**"۔

کہ کسی شخص نے اپنی بیٹی کو کچھ جہیز دیا اور وہ اس کو ھبہ کر دیا تو اب اس سے واپس نہیں لے سکتا، اور نہ ہی اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث واپس لے سکتے ہیں بلکہ وہ خاص اس عورت کی ملکیت ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے بشرطیکہ اس نے یہ جہیز حالت صحت میں بیٹی کے سپرد کیا ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں

"**كل احد يعلم ان الجهاز ملك المرأة لا حق لا حد فيه**"

ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اس میں کسی اور کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

﴿۱۸۲﴾ **فتوی شرعی**: کہ بوقت شادی میں نے اپنی بیٹی کو زیورات کے علاوہ سامان جہیز بھی دیا تھا اور کچھ زیورات خاوند نے بھی دیئے تھے۔ بوقت نکاح فارم پر نکاح خواں سے ہم نے لکھوا لیا تھا کہ تمام سامان جہیز اور زیورات میکوی و سسرالی دلہن عابدہ پروین کے ہونگے۔ خاوند اس میں تصرف نہیں کرے گا۔ اب خاوند فوت ہو گیا ہے اس کے والدین میری بچی کے سامان اور زیورات پر قابض ہیں۔ ہمیں شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں کہ اس سامان کا حقدار کون ہے۔ سائل: عبدالجبار ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ آپ نے زیور و دیگر سامان جہیز جو خاص اپنی لڑکی کو دیا تھا وہ اس کا ملک ہے۔

درمختار جلد۲ ص ۵۷۳ میں ہے "**جهز ابنته بجهاز و سلمها ذلك ليس له**

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلك فی صحته بل تختص به یفتی"۔

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

"کل احد یعلم ان الجهاز ملك المراة لا حق لا حد فیه"

اور جب مکان بعوض معین مہر دیا وہ بھی خاص ملک عورت کا ہے۔

البتہ جو زیور شوہر نے پہنایا تھا وہ ہمارے عرف کی رو سے مالک شوہر ہے اور اگر شوہر نے وہ زیور دیتے وقت یا اس کے بعد یہ کہا کہ میں نے تجھے اس کا مالک کر دیا یا تجھ کو یہ زیور ہبہ کر دیا یا رواج میں شوہر کی جانب سے جو زیور دیا جاتا ہے وہ بطور تملیک ہوتا ہے تو ان صورتوں میں اس زیور کی بھی عورت ہی مالک ہوگی۔

باب الکفو

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۸۳﴾ **فتوی شرعی**: کہ ہمارے علاقہ میانوالی میں یہ رواج ہو چکا ہے کہ ہر قوم والے اپنی ہی قوم میں رشتہ کرتے ہیں جب کہ دوسری قوموں کی طرف اچھا رشتہ ہی کیوں نہ ہو ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ جب کہ یہاں کے پٹھان قوم کسی دوسرے کو تو رشتہ دینا باعث عار و شرم سمجھتے ہیں۔ اور پٹھان قوم باقی تمام اقوام کو اپنے سے کمتر سمجھتے ہیں۔ کیا شرعاً یہ درست ہے اگر کسی دوسری قوم میں رشتہ دیا جائے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔؟ سائل: سرفراز احمد موسیٰ خیل

الجواب: جواب سے قبل ان چند امور کا سمجھنا ضروری ہے تا کہ مسئلہ کفائت اور حقیقت میں شرافت و ذلت کا سمجھنا آسان ہو جائے۔

اول: شرافت کسی قوم پر منحصر نہیں حقیقی شرافت حسن عمل اور تقوی اور پرہیز گاری ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

"ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"

یعنی تم میں زیادہ مرتبہ والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔ **آیت کریمہ** سے ثابت ہوا کہ حقیقتاً شریف وہ شخص ہے جو متقی پرہیز گار ہو چاہے وہ عرف کے اعتبار سے کمتر قوم ہی کا کیوں نہ ہو اور ذلت کا سبب فسق و فجور ہے تو وہ قومیں جو عرف میں شریف مشہور ہیں لیکن اعمال میں فاسق و فاجر ہیں یہ شرافت شرعاً معتبر نہیں وہ شرعاً معتبر نہیں۔ اسی طرح علم بھی شرافت کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

" هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون" یعنی علم والے اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ **آیت کریمہ** سے ظاہر ہو گیا کہ عالم کو بھی حقیقی شرافت حاصل ہے اب چاہے وہ کسی قوم کا ہو کہ شرف علمی نسبی شرافت سے زیادہ ہے تو عالم ہر عرفی شریف کا کفو ہے اسی لیے سادات کرام علوی، قرشی، مالدار ہر شریف کے ساتھ عالم کا نکاح صحیح ہے۔

ردالمحتار جلد۲ ص ۳۲۳ میں ہے" العالم يكون كفوا للعلوية لان شرف

الحسب اقویٰ من شرف النسب"۔

فتاوی قاضی خاں میں ہے

"قالوا الحسیب یکون کفوا للنسیب فالعالم العجمی یکون کفوا للجاهل العربی والعلویه لان شرف العلم فوق شرف النسب"

اسی میں بزازیہ سے منقول ہے۔

"العالم الفقیر یکون کفوا للغنی الجاهل والوجه فیه ظاهر لان شرف العلم فوق شرف النسب فشرف المال اولیٰ"۔

تو علم اور تقویٰ حقیقی شرافت کے سبب ہیں اور ان کا کسی قوم پر انحصار نہیں، اب کسی مسلمان کو نہ محض اپنی قومیت پر فخر کرنا جائز نہ دوسرے کی قوم پر طعن کرنا اور نہ کم نسبی کی بنا پر کسی مسلمان کو حقیر کہہ کر اس کا دل دکھانا درست ہے۔

حدیث شریف میں ہے

"من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله"

یعنی جس نے کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔ اور اگر بھنگی (غیر مسلم سویپر) مسلمان ہو گیا تو اسے بھی نظر حقارت سے دیکھنا حرام ہے کہ وہ اب ہمارا دینی بھائی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد ہے

"انما المؤمنون اخوة"

یعنی مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ الحاصل شریعت میں حقیقی شریف عالم اور متقی پرہیزگار ہے اور حقیقی ذلیل فاسق وفاجر ہے۔

دوم: اہل عرف نے بعض قوموں کو شریف اور عالی نسب قرار دیا ہے اور بعض قوموں کو ذلیل اور کم رتبہ ٹھہرایا ہے اسی طرح بعض پیشوں کو باعزت سمجھا ہے اور بعض کو ذلیل بنا لیا ہے تو اس

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حد بندی نے ایسی صورت اختیار کر لی ہے جو ایک دوسرے کے لیے باعث ننگ و عار بن گئی ہے تو شرعاً بھی کفائت کا مدار عرف پر ہی رکھا گیا اس لیے کہ اگر شریعت عرف کو کفائت کا موقوف علیہ نہ بنائے تو اس کا مسلمانوں کے تمدن و معاشرت اور اخلاق پر ناخوش گوار اثر پڑتا ہے، مثلاً بیوی ان میں سے ہو جو عرف میں شریف اقوام کہلاتی ہیں تو اس میں باعتبار اخلاق وتہذیب اور طرز معاشرت کے ضرور شریفانہ اثرات ہونگے اور شوہر ان اقوام سے ہو جنہیں عرف میں کمتر قرار دیا ہے اور اس میں علم وتہذیب اور اچھی صحبت کے اثرات بھی نہیں ہوتے اب ایسی باتہذیب بیوی کی نظر میں اس شوہر کا کیا وقار ہوگا اور وہ شوہر اپنی جہالت سے بیوی کے حقوق کا کب احترام کرے گا اور اس کی شائستگی کی حرکات کا اخلاقی جواب دیکر اس کا دل کیسے خوش کر سکے گا۔ تو اس صورت میں ان کے تعلقات میں ناخوشگواریوں کا ہونا لازمی ہے اور آپس میں جو زن وشوہر میں گہرے روابط ہونے چاہیں وہ ان میں کیونکر باقی رہ سکتے ہیں۔ لہٰذا نکاح کا جو مقصد اتحاد اور ہمدردی ومحبت تھی وہ فوت ہو جائے گا۔ اس لیے شریعت نے کفائت کا عرف پر مدار رکھا ہے۔

خود احادیث میں وارد ہے

"الناس معادن کمعادن الذهب والفضة والعرف اساس وادب السوء کعرق السوء۔ رواه البیهقی فی شعب الایمان والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ عنہ"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں یوں ہی آدمیوں کی نسلیں ہیں اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے اور برا ادب بری رگ کی طرح ہے۔

حدیث میں ہے

"تخیروا لنطفکم فانکحوا الاکفاء وانکحوا الیهم (وفی لفظ) فان النساء یلدن اشباه اکفاهن واخواتهن رواه ابن ماجة والحکم والبیهقی وابن عدی وابن عساکر کلهم عن ام

المومنین الصدیقہ رضی اللہ عنہا"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے نطفہ کے لیے اچھی جگہ تلاش کرو کفو میں نکاح کرو اور کفو سے بیاہ کرلاؤ کہ عورتیں اپنے ہی کنبہ کے مشابہ جنتی ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا "تزوجوا فی الحجر الصالح فان العرق دساد رواہ ابن عدی والدار قطنی عن انس رضی اللہ عنہ"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھی نسل میں شادی کرو کہ رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے۔

لہٰذا ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ کفو ہونے کا لحاظ کس قدر ضروری ہے اور کفو میں بے شمار منافع ہیں اسی طرح غیر کفو کے نہایت زہریلے اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی لیے فقہاء کرام نے غیر کفو میں نکاح کو نا جائز قرار دیا ہے۔

درمختار مصری ص ۳۰۵ میں ہے

" ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان"۔

یہ فتوٰی اس وقت ہے کہ بغیر اجازت اور بغیر رضاءِ ولی عورت خود عقد کرے۔ تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ نکاح منعقد ہے لیکن ولی کو فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ اور دوسرا یہ کہ یہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔ اس قید پر کہ اس کے عدم جواز پر فتوٰی ہے۔

علامہ شامی نے تحریر فرمایا ہے،

وھذا اذا کان لھا ولی ولم یرض بہ قبل العقد

کہ یہ فتوٰی اس وقت ہوگا کہ اس عورت کا ولی قبل العقد راضی نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولی اگر اس پر عقد سے پہلے راضی ہو یا سرے سے ولی ہے ہی نہیں تو اس نکاح کے صحیح اور نافذ ہونے میں شک ہی نہیں جیسے شامی میں اسی جگہ ہے،

لم یکن لھا ولی فھو صحیح نافذ مطلقا اتفاقا لان وجہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عدم الصحة على هذه الرواية دفع الضرر عن الاولياء اما المرأة رضيت باسقاط حقها (فتح)

بہر حال اگر اس عورت کا ولی ہے ہی نہیں تو یہ نکاح اتفاقاً مطلقاً صحیح اور نافذ ہوگا کہ اس روایت کے مطابق عدم جواز کی وجہ اولیاء سے (عار) کا ضرر دفع کرنا ہے باقی رہا عورت کا حال تو وہ اپنا حق ساقط کرنے پہ راضی ہے۔

سوم: عام لوگ غیر کفو کے معنی صرف غیر قوم جانتے ہیں اگرچہ وہ علم، تقویٰ، نسب، مال، شرافت و جاہت میں اپنا ہمسر ہی ہو۔ اس طرح کفو کے معنی صرف ہم قوم سمجھتے ہیں اسی بنا پر یہ لوگ اپنے ہم قوم فاسق کو صالحہ یا بنت صالح کا کفو جانتے ہیں اور اپنے ہم قوم ایسے غریب کو جو مہر معجل اور نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو مالدار عورت کا کفو قرار دیتے ہیں اور اپنے ہم قوم جاھل کو عالم کا کفو ٹھہراتے ہیں اور سب سے بڑی لاعلمی یہ ہے کہ اپنے ہم قوم بد مذہب جیسے گستاخ وہابی، دیوبندی سنّی رافضی، قادیانی کو صحیح العقیدہ کا کفو سمجھتے ہیں لہٰذا کفو کے یہ معنی محض عوام نے ہی بنا رکھے ہیں۔ شریعت مطہرہ میں کفو کے یہ معنی نہیں، کفو شرعی کے یہ معنی ہیں کہ مذہب، نسب، کسب، پیشہ اور مال میں کوئی ایسی کمی یا نقص نہ ہو جو عورت کے ولیوں کے لیے ننگ و عار کا سبب ہو۔

تنویر الابصار میں ہے

"تعتبر (الكفاء) نسبا حريه واسلاما وديانة ومالا وحرفه"

جس کے مذہب، نسب، تقویٰ، پیشہ اور مال امانت، دیانت میں کوئی ایسا نقص و کمی ہو جس کے سبب سے اس عورت کا اس سے نکاح ہونا اس کے ولیوں کے لیے باعث ننگ و عار ہو۔ تو شریعت کی رو سے سنی صحیح العقیدہ مذہب والے کا کفو نہیں، اچھے پیشے والا ذلیل پیشے والے کا کفو نہیں، فاسق متقیہ کا کفو نہیں، ایسا غریب جو مہر معجل اور نفقہ پر قادر نہیں وہ مالدار کا کفو نہیں۔ اب چاہے یہ تمام ہم قوم ہی کیوں نہ ہوں تو شریعت نے کفائت کے لیے ان باتوں کا اعتبار کیا ہے اور اسی معنی پر احکام مرتب فرمائے ہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

درمختار ص ۳۲۸ میں ہے

"تعتبر (الکفائة) فی العرب و العجم دیانة ای تقویٰ فلیس فاسق کفو الصالحة"۔

تواب جہاں کفو کا لفظ آتا ہے اس سے یہ شرعی معنی ہم پلہ مراد ہوتے ہیں نہ عرفی معنی جو عوام سمجھتے ہیں۔

چہارم: کفائت کا اعتبار کفو میں صرف مرد کی جانب میں ہے نہ کہ عورت کی جانب میں، چنانچہ مرد بالغ کم درجہ کی کسی قوم کی مسلمہ عورت سے نکاح کرے تو وہ نکاح صحیح ہے کہ عورت کی جانب میں کفائت معتبر نہیں۔

درمختار ص ۳۲۵ میں ہے

"الکفائت معتبرة فی ابتداء النکاح للزومه او لصحته من جانبه ای الرجل لان الشریفة تابی ان تکون فراشا للدنی ولذالا تعتبر من جانبها لان الزوج مستفرش فلا تغیظه دنائة الفراش وهذا عند الکل فی الصحیح"۔

اور اگر لڑکا، لڑکی نابالغ ہوں اور باپ دادا کے سوا کوئی اور ولی ناکح ہو تو دونوں جانبوں میں کفو کا اعتبار ہے،

ردالمحتار ص ۳۲۵ میں ہے

"غیر الاب والجد لو زوج الصغیرة او الصغیر غیر کفو لا یصح ومقتضاه ان الکفاءة للزوج معتبرة ایضا وقد منا ان هذا فی الزوج الصغیر"۔

بلکہ وہ باپ دادا جنہوں نے اس سے قبل کسی اور لڑکی کا کبھی اپنی ولایت سے بغیر کفو میں نکاح کر دیا ہے وہ اگر پھر غیر کفو میں دوسری کا بھی نکاح کریں تو ان کا کیا ہوا نکاح بھی صحیح نہ ہوگا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتاوی خیریہ جلد اص ۲۳ میں ہے

"ولو زوج طفله غير كفوء او بغبن فاحش ولم يجز ذلك لغير الاب والجد اطلق في الاب والجد وقيده الشارحون وغيرهم بان لا يكون الاب معروفا بسوء الاختيار حتى لو كان معروفا بذلك مجانة او فسقا فالعقد باطل على الصحيح"۔

توجب کفو کہا جاتا ہے تو اس سے مراد مرد ہوگا نہ عورت اور دونوں مراد ہونگے جب نابالغ ہوں۔

ان امور کے سمجھنے کے بعد سوال کا جواب خود ہی حل ہوگیا کہ ہر پہلو پر دلائل کافی قائم کر دیئے گئے ہیں۔اب ان کے اعادہ کی حاجت نہیں۔لہٰذا جب پٹھان قوم کفو کے ان شرعی معنی کو (دوم ،سوم میں گزرے) ملحوظ رکھتی ہے اور بالغہ اور نابالغوں کے لیے اس کفو کو منتخب کرتی ہے جو شرعاً بھی کفو ہے تو حرج نہیں یہی حکم شرعی بھی ہے۔ جو اس قانون کی مخالفت کرے گا تو گویا وہ حکم شرعی کی مخالفت کرتا ہے۔اور کسی کی مخالفت کیوجہ سے حکم شرعی کی پابندی نہیں چھوڑی جاسکتی کہ حکم شریعت کی پابندی ہر مسلم پر فرض ہے۔

﴿۱۸۴﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بھتیجی نے ہماری برادری کے ایک فاسق لڑکے سے والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح کیا ہے اب یہ پوچھنا ہے کہ فتاوی شامی کتاب الکفو اور بحر الرائق میں مسئلہ لکھا ہے کہ اگر باپ صالح ہو تو اس صورت میں والدین کی رضا مندی کے بغیر نکاح نافذ ہی نہیں ہوگا ، وضاحت فرمادیں۔سائل مولوی احمد دین گولڑوی

الجواب: واضح رہے کہ اگر عاقلہ بالغہ ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلے تو اسکے جواز اور عدم جواز یعنی ایسے نکاح کے انعقاد اور عدم انعقاد کے بارے میں آئمہ احناف سے

دو قسم کی روایات منقول ہیں،

۱۔ احناف کی ظاہر الروایۃ کے مطابق اس صورت میں (چونکہ دونوں عاقل و بالغ ہیں اور بنیادی طور پر شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے نکاح کیا ہے) نکاح منعقد ہو جائے گا۔ البتہ ولی کو اعتراض کا حق ہوگا اور وہ چاہے تو عدالت کے ذریعے اس نکاح کو ختم کرا سکتا ہے۔

۲۔ احناف کا غیر ظاہر الروایۃ قول یہ ہے کہ ایسا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا۔ اس پر احکام نکاح لاگو نہ ہوں گے اور نہ ان نکاح کرنے والوں میں سے کسی پر حقوق عائد ہوں گے ان دونوں کو اپنی مرضی سے دوسری جگہ رشتہ کرنے کی اجازت ہوگی متاخرین فقہاء میں سے اکثر نے غیر ظاہر الروایۃ پر فتوی دیا ہے جب کہ بعض دوسرے فقہاء نے ظاہر الروایۃ پر فتوی دیا ہے۔ احناف سے دونوں قسم کے فتاوی منقول ہیں۔

اس مسئلہ پر اختلاف علت کے اختلاف کی وجہ سے ہے یعنی ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوی کی علت اور ہے اور ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوی کی علت اور ہے۔

ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوی کی علت یہ ہے کہ دونوں عاقل و بالغ ہیں دوسرے یہ کہ ان کو بحیثیت انسان اپنے مال اور اپنی ذات میں ولایت کا اختیار حاصل ہے اور انہوں نے انعقاد نکاح کی بنیادی شرائط (ایجاب وقبول) کو گواہوں کے سامنے استعمال کیا ہے، لہٰذا نکاح تو منعقد ہو جائے گا البتہ عورت نے شرعی اور عرفی لحاظ سے دو بڑی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔

۱۔ اس نے نکاح کے لیے ایسا طریقہ استعمال کیا ہے یعنی ولی کے توسط اور سرپرستی میں نکاح نہیں کیا جو کہ غیر مہذبانہ اور غیر معروف طریقہ ہے۔

۲۔ دوسری غلطی یہ کہ غیر کفو میں اس نے نکاح کیا ہے جس سے خاندانی رو سے ولی کی بے عزتی اور بے حرمتی ہوئی ہے۔ لہٰذا اس تلافی کے واسطے ولی کو حق ہوگا کہ اس نکاح کے بارہ

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں سوچے اور غور کرے۔

اگر وہ غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ چونکہ یہ نکاح غیر شرعی طریقہ سے ہوا ہے اور اس میں ایک گونہ ہماری بے عزتی بھی ہوئی ہے اس لیے یہ نکاح نہیں ہونا چاہئے تو ولی بذریعہ عدالت لڑکے کے غیر کفو ہونے کو دو گواہوں سے ثابت کر کے نکاح فسخ کرا سکتا ہے۔

جن حضرات نے غیر ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوٰی دیا ہے ان کو نصوص اور روایات سے عاقلہ و بالغہ عورت کو نکاح کا اختیار معلوم ہوتا ہے، انہوں نے ان سب نصوص و روایات کو تسلیم کرتے ہوئے زمانے کے بعض حالات کی بناء پر سد اللباب عدم انعقاد نکاح کا فتوٰی دیا ہے اور وہ حالات یہ ہیں کہ بہت سے ولی ایسے ہیں جو عدالت اور اس کے طریقہ کار سے ناواقف ہیں لہٰذا اگر فسخ نکاح کے معاملہ کو ضروری قرار دیا جائے تو اس سے بہت بڑی دشواری اور پریشانی ہوگی۔ فیصلہ بھی صحیح نہیں ہوگا۔ حالات متغیرہ کی بناء پر وہ عدم انعقاد نکاح پر فتوٰی دیتے ہیں تاکہ عورتوں کی جانب سے غیر کفو میں نکاح کا سلسلہ ختم ہو جائے ان دونوں روایات پر مشائخ احناف کے فتاوٰی موجود ہیں۔

فتاوٰی قاضی خان میں ہے،

اذا زوجت المرأۃ نفسها غير كفو كان للاولياء من العصبة حق الفسخ ولا يكون الفسخ لعدم الكفاءة الا عند القاضى لانه مجتهد فيه وكل واحد من الخصمين يتمسك بنوع دليل وبقول عالم فال بنوع الخصومة الا بفصل من له ولاية عليها كالفسخ بخيار البلوغ و الرد بالعيب بعد القبض۔ (فتاوٰی قاضی خان ج۱ ص ۳۵۱)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے،

ثم المرأۃ اذا زوجت نفسها من غير كفو صح النكاح فى

ظاهر الرواية عن ابى حنيفة وهو قول ابى يوسف آخر و قول محمد آخر ايضا حتى ان قبل التفريق يثبت فيه حكم الطلاق و الظهار و الا يلاء و التوارث و غير ذلك و لكن للا ولياء حق الاعتراض وروى الحسن عن ابى حنيفة ان النكاح لا ينعقد و به اخذ كثير من مشائخنا رحمهم الله كذا فى المحيط و المختار فى زماننا للفتوى روايته الحسن و قال الشيخ الامام شمس الائمة السرخسى رواية الحسن اقرب الى الاحتياط كذا فى فتاوى قاضى خان فى فصل شرائط النكاح وفى البزازية ذكر برهان الائمة ان الفتوى فى جواز النكاح بكرا كانت او ثيبا على قول الامام اعظم، وهذا اذا كان لها ولى فان لم يكن صح النكاح اتفاقا كذا فى النهر الفائق ولا يكون التفريق بذلك الا عند القاضى اما بدون فسخ القاضى فلا ينفسخ النكاح بينهما و تكون هذه فرقة بغير طلاق (فتاوى عالمگيرى جلد ۱ ص ۲۹۲)

مگر جن حالات میں مشائخ نے غیر ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوی دیا ہے وہ موجودہ زمانے سے مختلف تھے، اب تو عدالت کے طریقہ کار سے نہ صرف لڑکی کے اولیاء واقف ہیں بلکہ خود لڑکیاں عدالت میں جا کر نکاح کر لیتی ہیں، لہٰذا غیر کفو میں نکاح ہونے کی صورت میں اولیاء اگر اس نکاح پر راضی نہ ہوں تو انہیں بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرانے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی، بلکہ نہایت آسانی سے لڑکے کے غیر کفو ہونے کو ثابت کر کے نکاح فسخ کرا سکتے ہیں، اس لیے فتوی ظاہر الروایۃ کے مطابق دیا جاتا ہے۔

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان تمام حضرات سے ظاہر الروایۃ کے مطابق فتاوی منقول ہیں جو ان حضرات کے فتاوی جات میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں اس کے علاوہ اور بھی بہت سی وجوہ ہیں جو کہ ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوی دینے کو راجح قرار دیتی ہے۔ مثلاً عاقلہ و بالغہ عورت نے جو نکاح بلا اجازت ولی کیا ہے اور وہ اپنے اختیار اور ولایت شرعیہ سے کیا ہے اس کو اپنے ذاتی امور میں معاملات و تصرفات کا بحیثیت ایک انسان شرعی حق حاصل ہے۔

۲۔ احناف کے متون اربعہ میں اسی ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا گیا ہے باقی یہ رہا کہ فسخ نکاح کے لیے عدالت جانا ولی کے لیے ایک مستقل ضرر ہے تو نکاح کو باطل قرار دینے میں اس سے زیادہ ضرر ہے مثلاً غیر کفو میں جو عاقلہ و بالغہ عورتیں بدوں اجازت ولی نکاح کرتی ہیں اکثر و بیشتر ان کے اپنے شوہروں سے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اگر نکاح کو باطل قرار دیا جائے تو اس کے نتیجے میں ان کے تعلقات کو نا جائز اور زنا کہنا پڑے گا جب کہ اس میں زیادہ ضرر ہے اسی وجہ سے صاحب بدائع نے جلد۲ ص ۲۴۹ میں لکھا ہے، فی انفاذ النکاح وان کان ضرر الاولیاء وفی عدم الانفاذ اکبر ضرراً۔

کن امور میں کفو اور برابری کو دیکھا جائے گا تو جاننا چاہیے کہ شریعت میں جس طرح کفو برابر میں حسب ونسب کا اعتبار کیا گیا ہے اسی طرح دیانت میں بھی کفو کا اعتبار کیا جائے گا یعنی دیندار عورت کا کفو دیندار مرد ہے، فاسق و فاجر آدمی کفو نہیں ہے غرض یہ کہ عورت اور اس کے خاندان میں جس قدر دیانت اور دینداری ہوگی مرد اور اس کے خاندان میں بھی اس قدر دینداری کو دیکھا جائے گا تاکہ دونوں میں ہم آہنگی اور جب دیندار ہوگی تو وہ ہر عمل دین کی بنیاد پر کرنا چاہے گی، شوہر اگر دیندار نہ ہو فاسق و فاجر ہو تو وہ ہر

عمل میں لاپرواہی کا مظاہر کرے گا جس سے اختلاف پیدا ہونا ظاہر ہے، اس لیے شریعت نے کہا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ نکاح سے پہلے مرد کی دینداری کو دیکھا جائے گا۔

اعلم انه قال فی البحر وقع لی تردد فیما اذا کانت صالحة دون ابیها او کان ابوها صالحاً دونها هل یکون الفاسق کفواً لها اولا فظاهرها کلام الشارحین ان العبرة لصالح ابیها وحدها فانهم قالوا لا یکون الفاسق کفؤ البنت الصالحین واعتبر فی الجمع صلاحها، فقال فلا یکون الفاسق کفواء للصالحة وفی الخانیه لا یکون الفاسق کفؤ للصالحة بنت الصالحین فاعتبر صلاح الکل ولم اره صریحا۔ (فتاوی شامی، کتاب النکاح باب الکفائة جلد ۳ ص ۸۹)

فی الهندیة کتاب النکاح جلد ۱ ص ۲۹۰ الکفاء تعتبر فی اشیاء (ومنها الدیانة) تعتبر الکفاءة فی الدیانة وهو قول ابی حنیفة وابی یوسف کذا فی الهندیة فلا یکون الفاسق کفؤ للصالحة کذا فی المجمع سواء کان معلن الفسق اولم یکن کذا فی المحیط۔

پھر کفائت فی الدیانۃ میں زیادہ تر دین ونقصان دین کا بھی شرع نے اعتبار کیا ہے، عورت اگر قدیم زمانے سے مسلمان ہے تو نومسلم مرد اس کا کفو نہیں، عورت اگر ولی سے اجازت لیئے بغیر نومسلم سے نکاح کرتی ہے تو غیر ظاہر الروایۃ کے مطابق یہ نکاح نافذ نہ ہوگا، جب کہ ظاہر الروایۃ کے مطابق نکاح ہو جائے گا مگر ولی کو یہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر کسی فاسق وفاجر شخص نے کسی نیک وصالحہ لڑکی سے اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا البتہ ولی کو بذریعہ عدالت یہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوگا۔ (از حضرت علامہ مفتی شیخ الحدیث منظور احمد جنڈانوالہ)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب کشف الغبار
فی مسالۃ سوء الاختیار﴾

اس باب کی تائید کرنے والے معزز علماء کرام میں
حضرت علامہ مفتی فضل رسول سرگودھا، حضرت علامہ مفتی سرفراز ڈیرہ اسماعیل خان،
حضرت علامہ مفتی مشتاق احمد گولڑوی، حضرت علامہ مفتی شوکت علی سیالوی، علامہ مفتی حسین علی چشتی
اور حضرت علامہ مفتی صاحبزادہ محمد عبدالمالک شامل ہیں

﴿۱۸۵﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں

(۱) کہ ہماری برادری میں دو سال قبل تین قتل ہوئے، چند معززین علاقہ نے اس شرط پر صلح کی کہ قاتل مقتول کے ورثاء کو بارہ لاکھ روپے کے علاوہ تین رشتے بھی دیں گے بوقت صلح نکاح کی رسم ادا کی جائے گی۔ مذکورہ شرائط کی بناء پر صغیرہ بچیوں کے نکاح چالیس سالہ، پینتالیس سالہ اور اسی سالہ معمر اشخاص کے ساتھ کردیئے گئے۔ اب بچیاں جوان عاقل بالغ ہیں ہر ایک نے بوقت بلوغت والدین کے کیئے ہوئے نکاح رد کیئے اور عدالت سے تنسیخ نکاح بھی ہو چکی ہے، کیونکہ ابھی تک قاتل و مقتول فریقین کے درمیان ناراضگی موجود ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر باپ دادا لالچ، جان بچانے کے علاوہ سفہ، ذاتی غرض اور عدم النظر ظاہر ہو یا عیوب واضح ہوں تو کیا ازروئے شرع نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔

(۲) ایک لڑکا لڑکی اغوا کر کے لے گیا اب دونوں کے والدین کے درمیان سخت دشمنی ہوگئی، حتی کہ نوبت قتل تک آ پہنچی، کئی بار فائرنگ ہوئی، ناظم یونین کونسل اور دو کونسلروں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ لڑکے کی بہن جو کہ صرف دو سال کی ہے کا نکاح مغویہ کے بھائی سے کردیا جائے تو معاملہ درست ہوسکتا ہے بوجہ خوف قتل و دشمنی والد نے بچی کا نکاح پڑھ دیا اب بچی نے بالغ ہوتے ہی والد کا نکاح مسترد کردیا ہے اور چار گواہ بھی بنالیے، جب کہ دونوں خاندانوں کے درمیان حالات اب بھی سخت کشیدہ ہیں۔ یہ بات عیاں ہے کہ اگر شادی ہوگئی تو لڑکی کی زندگی کو خطرہ ہوگا، نیز ہر وقت طنز و مذاق اڑایا جائے گا، گھر میں کوئی عزت نہ ہوگی یہ بھی ممکن ہے کہ شادی کے بعد طلاق یا معمولی جھگڑا کر کے لمبی مدت کے لیے والدین کے گھر بیٹھا دیا جائے۔ ہمارے علاقے میں ونی شدہ عورتوں کیساتھ عموماً برا برتاؤ ہوتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص جوا کھیلتے ہوئے ہار جاتا، دوسرے جواریوں سے رقم قرض لیتا ہے اور وہ بھی اسی جوا میں ہار جاتا ہے۔ وہ شخص قرض کی واپسی کرنے کے قابل ہی نہیں ہوتا تو وہ اس رقم کے بدلے اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح ان قرض خواہوں سے کردیتا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) ہمارے معاشرہ میں کئی ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں کہ باپ کسی غیر عورت سے برائی کرتے ہوئے پکڑا گیا، عورت کے ورثا کو اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح پڑھ دیا، ظاہر ہے کہ یہ کام صرف اس نے اپنی جان بچانے کے لیے کیا جس میں لالچ، بے غیرتی، عدم النظر جیسے عیوب عیاں ہیں

(۵) اگر کوئی شخص کسی ہیروئنچی سے اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح کردے یا نشہ کرنے والا شخص نشہ کے لالچ میں بطورِ ولی صغیرہ کا نکاح کردے۔

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ جو والد ظلم کر کے اپنی صغیرہ بچی کا نکاح دشمنی کے خوف، یا لالچ زر، زمین کیوجہ سے کردے، یا نشہ اور پنچائت کے فیصلہ پر ایسا نکاح کردے کیا از روئے شرع شریف نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔ سائل: محمد ظریف خان ولد رستم خان میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ بے غیرتی، لالچ اور سفہ وغیرہ جیسے عیوب جس میں پائے جائیں وہ بالعموم معروف ہی ہوتا ہے اس لیے بعض فقہاء نے اسے معروف بسوء الاختیار سے تعبیر کر دیا ہے ورنہ در حقیقت ان عیوب کا تحقق و تیقن کافی ہے۔ عام فقہائے کرام رحمہم اللہ سوء الاختیار کے ساتھ شہرت کی قید نہیں لگاتے۔ بطلان نکاح کی علت عدم النظر کا تیقن ہے جس کے لیے سوء الاختیار کا محض تحقیق اور تیقن کافی ہے پھر شہرت کی قید چہ معنی دارد؟

معروف بسوء الاختیار کو اس میں منحصر کرنا کہ باپ پہلے بھی کوئی ایسا عقد کر چکا ہو یہ عقل و نقل کے خلاف ہے۔ علامہ خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ ص ۲۳ میں اس مسئلہ کی تشریح حسب ذیل الفاظ میں کی ہے، اس میں دوسرے ائمہ فقہاء کے اقوال واضحہ بھی موجود ہیں "(سئل) فی الاب اذا علم منه سوء الاختيار و عدم النظر فی العواقب اذا زوج ابنته القابلته للتخلق بالخير والشر بغير كفء هل يصح ام لا؟ (اجاب) قال ابن فرشته فی شرح المجمع لو عرف من الاب سوء الاختيار لسفهه او لطمعه لا يجوز عقده اتفاقاً و مثله فی الدرر والغرر وقال فی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

البحر فی شرح قول الکنز ولو زوج طفله غیر کفء او بغبن فاحش صح ولم یجز ذلك لغیر الاب والجد اطلق فی الاب والجد وقیدہ الشارحون وغیرهم بان لا یکون الاب معروفاً بسوء الاختیار حتی لو کان معروفاً بذلك مجانة وفسقا فالعقد باطل علی الصحیح قال فی فتح القدیر ومن زوج ابنته الصغیرۃ القابلة للتخلق بالخیر والشر ممن یعلم انه شریر او فاسق فهو ظاهر سوء اختیار ولان ترك النظر ههنا مقطوع به فلا یعارضه ظهور ارادۃ مصلحة تفوق ذلك نظرا الیٰ شفقة الابوۃ ثم قال وقد وقع فی اکثر الفتاوی فی هذہ المسالته ان النکاح باطل فظاهرہ انه لم ینعقد، وفی الظهیریة یفرق بینهما ولم یقل انه باطل وهو الحق ولذا قال فی الذخیرۃ فی قولهم فالنکاح باطل ای یبطل انتهی کلام البحر والمسالته شهیرۃ"۔

عبارت مذکورہ میں یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ جب کسی باپ دادا کے متعلق نابالغہ کے نکاح میں ترک شفقت اور مسامحت یقینی ہو جائے تو اس کا کیا ہوا نکاح بھی لازم نہ ہوگا، خصوصاً فتح القدیر کے حوالہ سے یہ جولکھا گیا ہے "لان ترك النظر ههنا مقطوع به" اس میں یہ کوئی قید نہیں کہ پہلی مرتبہ ایسا کیا ہو یا دوسری مرتبہ، فقط ترک شفقت کا قطعی بلا اشتباہ ہونا کافی قرار دیا ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ خیریہ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ جس کسی نے اس نکاح کو باطل کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عدالت کے ذریعہ فسخ سے باطل ہوسکتا ہے۔

حیلۂ ناجزہ ص ۱۳۴ میں معروف بسوء الاختیار کی توضیح بالفاظ ذیل فرماتے ہیں،

یعنی اس کے قبل کوئی واقعہ ایسا نہ ہوا ہو جس کی بناء پر عموماً خیال ہو جاوے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مد نظر نہیں رکھتا، پس اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی کے سبب بے تدبیری میں مشہور ومعروف ہو وہ اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے کردے، یا مہر میں غبن فاحش کرے تو وہ نکاح بھی بالکل باطل ہے۔
عبارت مذکورہ میں مطلقاً کسی واقعہ سے بدتدبیری میں معروف ہونا لکھا گیا ہے، اس سے قبل خاص طور پر تزویج ہی میں سوء الاختیار کے وجود کو شرط نہیں ٹھہرایا گیا۔
امداد الفتاوی جلد ۲ ص ۲۲۷ میں عنون " تفصیل ظن سنیئہ " کے تحت فرماتے ہیں،
" غیر کفو مرد سے نکاح کرنے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر لڑکی نابالغ کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے کیا ہے تو نکاح صحیح ہی نہ ہوگا اور اگر باپ یا دادا نے کیا ہے اور واقعات سے معلوم ہوا ہے کہ طمع زر سے کیا ہے اور لڑکی کی مصلحت پر نظر نہیں کی، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوگا، اور اگر منکوحہ بالغ ہے تو اگر اس نے خود اپنا نکاح کر لیا ہے اور ولی عصبہ راضی نہ تھا تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر ایسے ولی نے کر دیا اور وہ منکوحہ راضی نہیں، یعنی زبان سے انکار کر دیا تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوا۔ یہ صورتیں تو عدم نکاح کی ہیں۔

۔ردالمختار جلد ۲ ص ۳۳۰ میں ہے، "وان عرف لا یصح النکاح اتفاقاً و کذا لو کان سکران "۔
ردالمختار جلد ۲ ص ۳۴۵ میں ہے

" وفی کفائة الشامية تحت (قوله لا خيار لا حد) كان الظاهر ان يقال لا يصح العقد اصلا كما فى الاب الماجن والسكران "۔
بحر الرائق جلد ۳ ص ۱۳۵ میں ہے
" وقال ابن نجيم وقيده الشارحون وغيرهم بان لا يكون معروفا بسوء الاختيار حتى لو كان معروفا بذلك مجانة وفسقاً فالعقد

الصلوة والسلام علیک یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

باطل علی الصحیح"۔

فتح القدیر جلد ۲ ص ۴۲۵ میں ہے

"وقال ابن الھمام قالوا لو کان الاب معروفا بسوء الاختیار مجانۃ و فسقا کان العقد باطلاً"۔

فتاوی ہندیہ جلد ۴ ص ۱۱۶ میں ہے

"وفی البزازیۃ قالوا اذا زوج السکران بنتہ و نقص عن مھر المثل لا یصح اجماعاً"۔

فتاوی عالمگیری جلد ۱ ص ۲۹۴ میں ہے

"وفی الھندیۃ والخلاف فیما اذا لم یعرف سوء اختیار الاب مجانۃ او فسقا اما اذا عرف ذلک منہ فالنکاح باطل اجماعاً"۔

ردالمحتار جلد ۲ ص ۳۳۰ میں ہے

"وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قولہ مجانۃ و فسقا) وفی شرح المجمع حتیٰ لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفھہ او لطمعہ لا یجوز عقدہ اجماعاً"۔

ان عبارات میں امور ذیل قابل توجہ ہیں،

(۱) "باطل" مطلق ہے جس کی کسی نے کوئی تاویل نہیں کی

(۲) "لا یصح" اور "لا یجوز" عدم انعقاد میں صریح ہے۔

(۳) ماجن وسکران سے تشبیہ دی گئی ہے اور ان کی تزویج غیر کفو میں بالاتفاق منعقد ہی نہیں ہوتی۔

(۴) "تزویج غیر سبئی الاختیار بغیر الکفو" میں امام صاحب "لا یصح اجماعاً" "لا یصح اتفاقاً" اور "باطل اجماعاً" فرمارہے ہیں، صاحبین کے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہاں یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔

فقہ کی مشہور کتاب بوادالنوادر جلد اول ص ۹۶ میں اسی طرح لکھا گیا ہے کہ اگر نابالغ کا نکاح باپ دادا نے کیا ہے اور واقعات سے معلوم ہوا کہ طمع زر سے کیا ہے اور لڑکی کی مصلحت پر نظر نہیں کی تب بھی نکاح صحیح نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر ولی کی طرف سے ترک نظر قطعی ہو مشہور بسوء الاختیار ہونے کے لئے کافی ہے نکاح نافذ نہیں ہوگا، اگر ولی خواہ باپ ہی کیوں نہ ہو اپنی دختر صغیرہ کا نکاح غیر مناسب جگہ کر دے اس کے ساتھ سوء الاختیار بوجہ طمع زر، زمین، زن ہو تو اس صورت میں اذیت رسانی دختر خود کی وجہ سے شفقت کا فقدان یقینی ہے۔

لہٰذا نکاح ناجائز و باطل ہوگا۔ لہٰذا غیر موزوں جگہ پہ کیا گیا نکاح ابتداء نافذ نہیں ہوتا۔

﴿۱۸۶﴾

فقیہ العصر استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا **محمد حسین شوق** پپلانووی رحمۃ اللہ علیہ
ساکن میانوالی

﴿جاری شدہ تیس سال کا قدیم فتوی﴾

آپ اپنے مشہور رسالہ "البیان الواضح للمریب الفاضح" میں فرماتے ہیں

اس مسئلہ میں علمائے دیو بند کا مسلک یہ ہے کہ عدلیہ کا مسلمان حاکم قاضی شرع کا درجہ رکھتا ہے۔ لہٰذا جن مسائل میں قضا شرط ہے مثلاً خیار بلوغ عنین۔ مفقود۔ متعنت وغیرہ میں وہ اس حاکم کے فیصلہ کو نافذ صحیح اور قابل عمل سمجھتے ہیں۔ اہلسنت کے علماء کرام کی آراء مختلف ہیں۔ بندہ ناچیز کی حقیر رائے یہ ہے کہ عدالت اور قانون کے فیصلہ کو بغور دیکھنا چاہیے اگر وہ فقہی وجوہات تنسیخ کے بالکل خلاف نہ ہو اور اس میں کتاب و سنت کی صریح خلاف ورزی موجود نہ ہو تو اسے صحیح تسلیم کر لینا وقت کی بڑی ضرورت ہے۔

مثلاً: (۱) کسی نابالغہ لڑکی کا نکاح جو باپ یا دادا نے بالکل غیر نظری طور پر پڑھایا ہو اور

اس میں اس معصومہ مظلومہ کے مفاد کو بالکل نظر انداز کر دیا ہو اس میں صراحۃً شفقت پدری مفقود ہو تو صرف شفقت مظنونہ کو معتبر نہیں سمجھنا چاہیے جس طرح صاحبین نے تصریح فرمائی ہے اور اس تنسیخ کو جائز سمجھنا چاہیے کما سیاتی۔

یا پہلی عورت کو تین چار سال سے معلق کرر کھا ہو اور اس کی اولاد کو بھی اس کے حوالہ کرر کھا ہو نہ نان نہ نفقہ نہ پرسش احوال دوسری شادی رچا کر عیش و عشرت میں مگن ہو پہلی بیوی اور اس کی اولاد کو اس کے میکے والوں کے حوالے کرر کھا ہو حتی کہ عید کے دن بھی اپنی نا بالغہ بچی کے سر پر شفقت کا ہاتھ نہ پھیرا ہو۔

لیکن اس بیوی کے رشتہ داروں کے ساتھ عداوت پوری کرنے کے لیے پالے۔

(۲) گھر بیٹھ کر اس نابالغہ کا نکاح اس گھر میں کر دیا جن کے ساتھ اس کی والدہ اور اس کے متعلقین کی کھلی عداوت ہو۔

(۳) ستمگار روزگار کے سامنے تنہا رچھوڑ کر کہیں اور غائب ہو گیا ہو۔

(۴) علاقہ میں معلوم مقام پر رہنے کے باوجود ان کی ضرورت زندگی کے سامان مہیا کرنے سے انکار کر دیا ہو باوجود صاحب حیثیت ہونے کے نان ونفقہ سے انکاری ہو۔

(۵) باپ نے اس معصومہ کو اپنی نفسانی خواہشات کی بھینٹ چڑھا دیا ہو مثلاً نقد دام لے کر فروخت کر دیا ہو۔

(۶) اس کے بیٹے یا بھائی نے اغواء کا ارتکاب کیا اور دشمنوں سے ان کی گردن خلاص کرانے کے لیے بیٹی کو قربان کر دیا میں نے ایسے ظالم لوگوں کو کئی بار کہتے سنا ہے کہ ہم نے دینی تو ہے نہیں اب تو کام نکالیں یا قتل کے مقدمہ سے بچنے کے لیے دشمنوں کو دو تین لڑکیوں کا نکاح کر دیا۔

(۷) خود بوڑھا ہونے کی وجہ سے دوسری یا تیسری شادی کرنے کے شوق میں اس معصومہ کو غیر موزوں افراد یا غیر کفو میں یا دیدہ و دانستہ بدمعاش اور فاسق شخص کے پلے باندھ دیا ہو میرے سامنے ایک واقعہ پیش ہوا ہے جس میں ایک شخص جوا کھیلتے ہوئے پانچ سات سو روپیہ ہار گیا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسرے جواری نے کہا اسی وقت رقم دو یا اپنی نا بالغہ لڑکی کا نکاح کردو چنانچہ اس ظالم باپ نے اسی جگہ اس کو اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔

لہٰذا ایسی صورتوں میں خواہ مقابلے کا نکاح بھی کیوں نہ ہو جب کہ مطلقاً اس معصومہ کے مفاد کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہو ایسی مظلوم لڑکی کو خیار بلوغ استعمال کرنے اور عدالتی قانونی سے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنے کی اجازت ہونی چاہیے کہ آئندہ واقعات ومعروضات میں فقہی حوالہ جات سے صراحتہً واضح ہوتا ہے۔

صاحب ہدایہ شریف نے باب الاولیا و لاکفاً میں ص ۲۸۵ پر چودہ جگہ پر شوافع کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے

"ولنا ان القرابته داعیته الی النظر کما فی الاب والجد وما فیه من القصور اظهرناه فی سلب الولایته الالزام بخلاف التصرف فی المال لانه یتکرر فلا یمکن التدارك الخل فلا یفید الا ولایته ومع القصور لا یخبت ولایته الالزام ادوك"۔

ترجمہ: ہماری دلیل یہ ہے کہ قرابت قریبہ سے جیسے باپ دادا کو حاصل ہے باعث اور سبب ہے۔ شفقت اور رعایت کا یعنی لازمی طور پر ان لوگوں نے نابالغہ کے ساتھ شفقت اور خیر خواہی کو مدنظر رکھ کر ہی یہ رشتہ منظور کیا ہوگا جوان حالات میں قرابت قریبہ کا مقصود اصلی ہے۔ اگر اس میں قصور ظاہر ہو جائے تو ہم ان سے بھی الزام ولدیت سلب کرلیں گے۔ اور بالغ ہونے پر لڑکی کو عدم رضا کا اظہار کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ لیکن حضرات شوافع نے جو دلیل دی ہے کہ جب نابالغ لڑکے اور نابالغہ لڑکی کے مال کو باپ دادا فروخت کرنے کا حق نہیں رکھتے ہیں۔ بہر حال مال تو ان کی زندگی اور جان سے کم تر درجہ کی چیز ہے۔

مولانا صاحب فرماتے ہیں مال کے واقعات اکثر اوقات مکرر آتے ہیں۔ اور نکاح زندگی میں پہلی بار کیا جارہا ہے مال تب ہی فروخت کیا جا سکتا ہے جب فروخت کرنے والے کو مکمل ولایت

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ملزمہ حاصل ہو اور ایسی صورت میں نقصان کا تدارک ناممکن ہو جاتا ہے اور نکاح میں اگر قصور رہ جائے یعنی باپ اور دادا نے شفقت اور رعایت سے کام نہ لیا ہو تو یہاں بھی وہ ملزم اور نافذ نہ ہوگا۔ اس لڑکی کو بوقت بلوغ لا ارضی کہنے کا حق ہوگا، یعنی میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں آگے لکھتے ہیں" ولان ما ذکرنہ من تحقق الحاجتہ ووفورا الشفقتہ " یعنی ہماری دلیل یہ ہے کہ باپ دادا کو لڑکی کے ساتھ کمال شفقت کے باعث اس صغیرہ کے نکاح کرنے کا بحالت نابالغی اس لیے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کامل الرای ووافرا الشفقتہ ہیں اسی طرح صاحب ہدایہ نے اسی باب میں چودہ دفعہ اسی دلیل کو دہرایا ہے اور صاحب فتح القدیر محقق ابن ہمام نے اس کی تائید فرمائی ہے۔ جیسا کہ آگے ہم ان کی عبارت ذکر کریں گے جس کا لب لباب صرف یہی ہے کہ باپ اور دادا کی ولایت نظری ہے اور شفقت کی بنا پر ہے۔ اگر ترک نظر قطعی اور یقینی ہو تو بعض صورتوں میں اصل سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اور بعض صورتوں میں لڑکی کو بوقت بلوغ انکار وفسخ کا حق ہوگا۔

قبلہ والد صاحب حضرت مولانا علامہ غلام محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایسے ظالم باپ کا یہ کہنا کہ خبر نہیں "جیئے گی یا مرے گی" اس وقت ہماری گردن تو قید و بند سے آزاد ہوتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ نص ہے۔ اس کی مجانت، بے پرواہی اور غفلت پر ہے فی شرح المجمع" حتی لو عرف من الاب سئو الاختیار لسفہ او طمعہ لا یجون عقدہ اجماعا"

یعنی شرح مجمع میں ہے جب سے اختیار کا غلط استعمال متحقق اور ثابت ہو جائے اس کے ذاتی مفاد طبعی لالچ اور جبلی کمینگی کی وجہ سے تو وہ نکاح بالاجماع ناجائز ہوگا۔

اس پر فتح القدیر جلد ثانی ص ۴۲۵ میں ارشاد فرماتے ہیں

" حیث قال والجواب لا تلازم بین ثبوت سؤ الاختیار و تیقنہ و بین کونہ معروفا بہ فلا یلزم بطلانہ عند تحقق سؤ الاختیار مع انہ لم یتحقق للناس کون الاب العاقد معروفا بمثلہ وھذا خلاصتہ

کلام الشامی فانظر تفصیلہ "۔
یعنی یہ سب بلند و بالا فقہاء و محققین نے علی الاعلان فرما دیا ہے کہ باپ دادا کے غلط رویوں کے ثبوت اور یقینی ہونے کے بعد اس کے ساتھ معروف ہونے میں کوئی تلازم نہیں ہے اگر اس فعل سے سوء اختیار متحقق ہوتا ہو تو اس کے ساتھ معروف ہونا باطل نہ ہوگا اگرچہ عوام الناس میں وہ پہلے ایسے کاموں کے لیے مشہور و معروف نہ بھی ہو مطلب یہ ہے کہ جب سوء اختیار واضح اور متحقق ہے تو وہ اس کے ساتھ معروف سمجھا جائے گا جن بعض فقہاء نے یہ سمجھا ہے کہ ایسا شخص اگر پہلی لڑکی کا غلط نکاح کرتا ہے تو اس سے دوسری لڑکی کے نکاح کا اختیار سلب ہو جائیگا۔ سبحان اللہ گویا پہلی خدا کی مخلوق نہیں ہے جو اس کے ستم کا جان بوجھ کر نشانہ بن کر جہنم واصل ہو چکی اور شریعت محمدیہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ ہی نہیں لیا۔

اس لیے حضرت قبلہ والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اس خدشہ کا اظہار مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی ہند مہتمم مدرسہ امینیہ کے سامنے بذریعہ ڈاک کیا تو قبلہ مفتی صاحب نے جواب دیا،

صورت مسئولہ میں سوء اختیار اور اذیت رسانی اپنی دختر کو کہ خلاف شفقت پدری سے ظاہر اور متعین کیا ۔لہٰذا اس صورت میں نکاح ناجائز و باطل ہے۔ فقہاء کی یہ شرط کہ قبل از نکاح معروف بسوء اختیار ہو اذیت رسانی کے متعین ہونے کے لیے ہے۔ بغیر اس شرط کے اذیت رسانی متیقن نہیں ہوتی اور صورت مذکورہ میں شفقت پدری کا نہ پایا جانا یقینی ہے۔

پھر والد صاحب نے دوسرا خط لکھا کہ آپ صاحب فتح القدیر کی طرح کہتے ہیں کہ نکاح صورت مذکورہ میں اصل سے منعقد ہی نہیں ہوتا اور نوازل صاحب الہدایۃ اور قنیہ و ذخیرۃ، قاضی خان و غیرھم کہتے ہیں کہ یہ نکاح موقوف ہے۔ انکار بعد الکبر پر ہے۔ جسے علامہ شامی نے باطل بمعنی سیبطل لکھا ہے۔ "وھل ھذا الاتعارض و تناقض"۔

اس کے جواب میں مفتی صاحب نے لکھا، ایسی صورت میں کہ جس میں ترک نظر قطعی اور یقینی ہو تو صاحب فتح القدیر شیخ ابن ہمام نکاح کے عدم انعقاد کے قائل ہیں اور جس صورت میں ترک

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نظر قطعی نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ نکاح کے غیر نافذ ہونے کے قائل ہیں جس کو علامہ شامی باطل بمعنی سیبطل لکھتے ہیں "نـا قلا عـن النـوازل" یہی معنے ہیں۔ غیر نافذ کے تو نوازل اور صاحب فتح القدیر میں کوئی تعارض نہ رہا۔ صاحب فتح القدیر ص ۴۳۵ پر لکھتے ہیں "مـن زوج بنته الصغیرة القابلة للتخلق بالخیر و الشر ممن یعلم انه شریر او فاسق ظهر سوء اختیاره لان ترك النظر ههنا مقطوع به فلا یعارضه ظهور ارادة مصلحة تفوق ذلك نظرا الی شفقة الابوة"۔

یعنی جو شخص نابالغہ لڑکی کو جو ابھی اچھائی اور برائی کی عادات سے مبرا ہے لیکن اس میں ان دونوں چیزوں کا موجود ہو جانا ممکن ہے ایسے شخص سے وابستہ کر دیتا ہے جو علے الاعلان بدکار فاسق اور شریر ہے۔ تو باپ کا سوء اختیار ظاہر ہو جائے گا کیونکہ یہاں اس کی غفلت بے پرواہی اور لڑکی کی رعایت نہ کرنا بالکل قطعی ہے۔ لہٰذا یہاں اس کی شفقت پدری جس کا گمان ہو سکتا تھا ہرگز معارض نہ ہو گی اور یہ تصور کہ اس نے اس میں لڑکی کی مصلحت دیکھی ہو گی جو اس ظاہری ظلم کے مقابلہ میں زیادہ درجہ رکھتی ہو آگے لکھتے ہیں" وهو هنا فی ما قرران الاب اذا عرف بسوء الاختیار لا ینفذ تزویجه من غیر الکفوا"۔ یعنی صرف کسی مخفی بھلائی کا تصور کر لینا اور اس نکاح کو جائز کہنا اس کے منافی ہے۔ جس میں یہ بات ثابت اور مقرر ہو چکی ہے کہ جب باپ ظاہری صورت میں سوء اختیار کا مرتکب ہو چکا ہو تو اس کی تزویج ہرگز نافذ نہ ہو گی۔ یعنی وہ نکاح صحیح نہ ہو گا۔

اس سے آگے قبلہ والد صاحب اپنی تحریر میں رقمطراز ہیں کہ میں مفتی صاحب کے اس فتوی کو بالکل صحیح اور حق بجانب سمجھتا ہوں۔ اس سے اغواء اور قتل اور دیگر مظالم اگر رک نہیں سکتے تو کم ضرور ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے "وان عـرف لا یصح النکاح اتفاقا و کذا لو کان سکران فزوجها من فاسق او شریر او ذی حرفة دنیة لظهور سوء اختیاره فلا تعارضه الشفقة المظنونة"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی اگر ظاہر ہو کہ باپ خود شرابی اور فاسق تھا اس نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کسی شریر اور بدکار آدمی یا بھوکے اور تنگدست آدمی سے کر دیا یا ایسے آدمی سے کر دیا جو کسی معمولی غیر معزز پیشے سے مشغول تھا تو اس لڑکی کا نکاح باطل ہوگا۔ کیونکہ اس حرکت سے ہی اس کا سوءِ اختیار یعنی غافل و بے پرواہ ہونا واضح ہو گیا ہے۔ تو اسکی موہومہ شفقت اس کے معارض نہ ہوگی۔

میں نے اس فیصلہ میں لکھا تھا کہ اب ماجن جس کا فسق معروف ہو اور اپنے نابالغ لڑکے کا یا نابالغہ لڑکی کا نکاح کسی طمع یا لالچ کے ماتحت کر دیا ہو اور اس نے لڑکی یا لڑکے کا مفاد مدنظر نہ رکھا ہو تو وہ نکاح ہرگز منعقد نہ ہوگا۔

علامہ ابن عابدین شامی بحر الرائق کے حاشیہ ص ۱۳۵/۲۷۰ میں لکھتے ہیں

"فی شرح المجمع لا بن الملك حتى لو عرف من الاب سئو الاختيار لسفهه او طمعه لا يجوز عقده اتفاقاً"۔

یعنی اگر باپ کی غفلت و بے پرواہی محقق ہو کسی نالائقی یا لالچ کے باعث تو وہ نکاح بالا تفاق نہ ہوگا باپ اس غلط کاری اور فسق میں معروف ہو تو یہ نکاح باطل ہوگا اور یہی بات صحیح ہے۔ ھکذا فی الفتح والدر المختار جلد ۲ ص ۵، فتاوی ھندیہ جلد ا ص ۲۸۵ میں ہے اور بدائع الصنائع میں بھی اسی طرح لکھا گیا ہے۔

صاحب فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۲۵ میں ہے

"لو كان الاب معروفا بسئو الاختيار مجانته وفسقا كان العقد باطلا على قول ابى حنيفة على الصحيح"۔

یعنی باپ ایسے کرتوتوں کے لیے مشہور ہے یا اسنے یہ نکاح کسی ذاتی مفاد یا غلط کاری کی وجہ سے کیا ہے تو امام اعظم کے نزدیک بھی یہ نکاح باطل ہوگا اور یہ بات صحیح ہے۔

وجیز الکردی ص ۱۱۶ میں ہے

"زوج بنته الصغیرة من رجل ظنه مصلحا لا یشرب فاذا هو امع من فقالت بعد الکبر لا ارضی بالنکاح فالنکاح باطل بالاتفاق هکذا فی البحر ص ۱۲٤"۔

یعنی اگر کسی شخص نے اپنی نابالغہ کا نکاح ایسے آدمی سے کر دیا جو اسکے خیال میں نہایت شریف نظر آتا تھا، اور دراصل وہ شخص پکا شرابی تھا تو اگر لڑکی نے بڑی ہو کر کہہ دیا کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں تو وہ نکاح باطل ہو جائے گا۔

ہشام کہتا ہے کہ میں نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح اپنے غلام سے کر دے تو انہوں نے فرمایا "ان کبیرة و رضیت به جاز وان صغیرة" یعنی اگر وہ بڑی ہے اور اس بات پر راضی ہے تو ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ ہشام کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ امام ثانی نے اسے جائز رکھا ہے تو آپ نے مجھ سے یہ بات قبول نہیں کی یعنی امام ثالث نے اس اختلاف کو تسلیم نہیں کیا۔

﴿۱۸۷﴾ **فتویٰ شرعی**: میں عرصہ پانچ سال سے تنگی کی زندگی بسر کر رہی ہوں میرے خاوند نے دوسری شادی کر لی ہے وہ نہ مجھے خرچہ دیتا ہے اور نہ میرے بچوں کی تعلیم و تربیت کے اخراجات برداشت کرتا ہے، میری حالت یہ ہے کہ اب میں مانگنے پر مجبور ہوں بعض اوقات خود کشی کا ارادہ کرتی ہوں اور مجھے طلاق بھی نہیں دیتا۔ از روئے شرع شریف میں کیا کروں کوئی حل نکال دیں۔

سائلہ: نسرین بی بی ساکن چھدرو میانوالی

الجواب: نسرین بی بی کے لئے شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ آپ کسی طرح خاوند کو خلع پر راضی کریں اگر وہ خلع پر راضی نہ ہو اور آپ کو خرچہ بھی نہ دے تو آپ عدالت کی طرف رجوع کریں۔ مسلم جج واقعہ کی چھان بین کرے گا اور گواہی میں آپ کی سچائی ثابت ہو گی تو جج صاحب آپ کے شوہر کو حکم دے گا کہ بیوی کے اخراجات برداشت کرو یا طلاق دے دو۔ ورنہ میں نکاح فسخ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کردونگا۔ اگر شوہر کوئی صورت قبول نہ کرے تو بلا انتظار مدت فوراً ہی نکاح فسخ کا آرڈر کر دے گا اس سے طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ فیصلہ کے بعد عدت کے اندر اگر آپ کا شوہر جملہ اخراجات برداشت کرنے پر راضی ہو گیا تو اسے رجوع کا حق حاصل ہو گا اگر تجدید نکاح کر لیا جائے تو بہتر ہو گا۔ هكذا فی الحیلة الناجزة صفحه

﴿۱۸۸﴾ **فتوی شرعی**: (حضرت علامہ مفتی محمد سرفراز قادری ڈیرہ اسماعیل خان کا تحقیقی فتوی) کہ ایک عورت مسماۃ تاجو بی بی کے ساتھ اس کے خاوند عزیز کی ناچاقی اور اختلافات شروع ہوئے جو اس حد تک بڑھ گئے کہ میاں اپنی بیوی کو بسانے پر، نان ونفقہ دینے پر کسی صورت راضی نہیں ہوتا۔ مصالحت سے صاف انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ خرچہ دیتا ہے نہ بسانے کا دم بھرتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے بلکہ جب اس کے پاس بیوی کی طرف سے شہر کے چند معتبر اشخاص کو بھیج کر اسے منانے اور صلح صفائی کا کہا گیا تو اسکے گھر والوں (ہمشیرہ) نے کہا کہ ہم اسے ذلیل کریں گے اور جس طرح اسکے دانت سفید ہیں اس کا سر سفید کریں گے

بالترتیب چار شخص اس بات پر گواہی دیتے ہیں کہ عزیز نے اپنی بیوی کو معلقہ کر دیا تھا۔ ان حالات سے تنگ آ کر تاجو بی بی نے عدالت کا رخ کیا اور وہاں پر حقوق نہ ملنے کے باعث تنسیخ نکاح کی ڈگری دائر کی۔ اس کے پاس عدالت کی ڈگری میں لکھا ہوا ہے کہ مدعیٰ علیہ (عزیز) نے نہ تو حق مہر ادا کیا ہے اور نہ ہی اس نے صلح کی کوشش کی ہے بلکہ اسے اپنے پاس رکھنے سے صاف انکاری ہو گیا ایسے ہی اس نے خرچہ خوراک بھی ادا نہیں کیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ازدواجی حقوق ادا کرنے کے لیے راضی نہیں ہے، ڈگری میں مزید یہ درج ہے کہ مدعی علیہ کے رویے اور دستیاب شہادتیں اس حقیقت پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالتی ہیں کہ فریقین اکٹھے نہیں رہ سکتے کیونکہ لگاتار دو سال تک نہ اسے اور نہ ہی اس کی بیٹی کو خرچہ دیا جس کا خود اس نے عدالت میں اقرار بھی کیا ہے تو

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا مجبوریوں کے تحت کیا یہ عدالتی تنسیخ قابل قبول ہے اور اسے دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔

سائل مولوی غلام حسن صاحب ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب: سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۲۹ ملاحظہ ہو۔: الطلاق مرتان (الایۃ)

ترجمہ: یہ طلاق ۲ بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کو روکنا ہو تو خرچہ اور نان نفقہ دینا ہوگا اور چھوڑنا ہو تو وہ بھی نکوئی کیساتھ ایسے ہی سورۃ طلاق کی۔ آیت نمبر ۲ کا خلاصہ ہے نیز سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۱ میں مزید فرمایا گیا، ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذالك فقد ظلم نفسه (ترجمہ) اور انہیں ضرر دینے کے لیے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ نیز سورۃ النساء آیت نمبر ۱۲۸ میں فرمایا گیا ہے (ترجمہ) اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو اس پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح خوب ہے۔ پھر اگلی آیت میں فرمایا کہ عورت کو معلقہ (لٹکتی) نہیں چھوڑنا چاہے کہ نہ تو آزادی دے اور نہ ہی نان و نفقہ دے پھر سورۃ نساء آیت نمبر ۳۴ میں فرمایا گیا کہ اگر تم کو (اے حکام) میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں میل کر دیگا۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حالات خطرناک صورت اختیار کرلیں تو دونوں اپنی اپنی طرف سے ایک ایک ثالث مقرر کرلیں جو شکایات سننے کے بعد تصفیہ کردیں یا دونوں کے خاندان ثالث مقرر کریں۔ (اگرچہ تفسیر خزائن العرفان میں یہاں یہ بھی ہے کہ پنچوں کو زوجین میں تفریق کر دینے کا اختیار نہیں) اور تفسیر ضیاء القرآن جلد اص ۳۴۳ میں یہاں ہے کہ اگر معاملہ عدالت تک پہنچ گیا ہو تو پھر حاکم کو چاہیے کہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جلد بازی سے ان میں تفریق نہ کردے بلکہ حکم کے ذریعے ان کی مصالحت کی بھرپور کوشش کرے واضح رہے کہ اس آیت سے قبل والی آیت میں کہ جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں خطرہ ہو تو پہلے ان کو نصیحت کرو (اس سے کام نہ بنے تو بستر الگ کرلو (اس سے بھی کام نہ نکلے) تو ان کو مارو اور اگر ان تین میں سے کسی سے بھی کام نہ بنے تب طلاق ہے جو کہ آخری مرحلہ ہے اب سوال یہ ہے کہ کیا عدالت کی تنسیخ قابل قبول ہے یا کہ نہیں؟ تو اس بارے میں ہمارے علمائے کرام نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ تو اہل علم پر روز روشن کی طرح واضح ہے مگر یہاں یہ بات بہت ہی قابل ذکر ہے کہ دور حاضر کے ستمگار جو اپنی بیویوں کو معلقہ بنا دیتے ہیں نہ نان نفقہ دیتے ہیں نہ بساتے ہیں اور نہ ہی اس کو طلاق دیتے ہیں بلکہ رسم جاہلیت کو ادا کرتے ہیں اپنی ضد اور ہٹ دھری سے صرف شیطان کو خوش کرتے ہیں ایسے مظلوموں کے بارے میں موجودہ زمانہ کے محقق اور مفتی حضرات فرماتے ہیں کہ کسی راہ کو اختیار کیا جائے تو گلو خلاصی ہو جائیگی اس بارے میں علماء کرام کے مابین اختلاف ہے بعض لوگ تو افراط سے کام لیکر عدالتی فیصلے کو خلع کا نام دے کر مطلقا اسے جائز ٹھراتے ہیں (حالانکہ اگر حقیقۃ خلع کیا جائے تو عدالتی فیصلے کے جواز میں کسی کو کلام کی گنجائش ہی نہ ہو گی) خاص کر امام مالک رضی اللہ عنہ شافعی رضی اللہ عنہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تفریق جائز ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ جب شوہر نامرد ہو تو بالاتفاق ان میں تفریق کر دی جاتی ہے جب کہ نفقہ نہ دینے کا ضرر مباشرت نہ کرنے کے ضرر سے زیادہ ہے تو اس میں تفریق کر دی جاتی ہے تو اس میں بطریق اولیٰ تفریق ہونی چاہیے (کیونکہ شوہر کے جماع نہ کرنے پر تو صبر ہو سکتا ہے لیکن بھوک پر صبر نہیں ہو سکتا) ملاحظہ ہو ہدایۃ المجتہد جلد ۲ ص ۳۹، نیز المہذب مع شرح المہذب جلد ۱۸ ص ص ۲۶۷ ایسے ہی الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی جلد ۲ ص ۵۱۹ پر ہے تفصیل کے لیے تبیان جلد ۲ ص ۶۶۳ دیکھ لیں۔

غیر مقلدوں کی تفسیر جو کہ شاہ فہد کی طرف سے حاجیوں میں مفت تقسیم کی جاتی ہے اس

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں سورۃ نساء کی آیت ۳۵ کے تحت ص ۲۲۱ درج ہے حکمین کو تفریق بین الزوجین یعنی طلاق کا اختیار ہے یا نہیں۔ جواباً لکھتے ہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض اسکو حاکم مجاز کے حکم کے یا زوجین کے توکیل بالفرقۃ (جدائی کے لیے وکیل بنانا) کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔ اور جمہور علماء اس کے بغیر اس اختیار کے قائل ہیں (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر طبری، فتح القدیر، ابن کثیر) بنوری ٹاؤن کے مفتی عبدالاسلام چاٹگامی جواہر الفتاوٰی جلد ۳ ص ۳۲۳ پر لکھتے ہیں ہاں شوہر کا ظلم وزیادتی اگر عدالت میں شرعی گواہوں سے ثابت ہو جائے اور شوہر شرعی طریقہ سے اسے آباد کرنے پر رضامند نہیں ہوتا نہ اسے طلاق دیتا ہے اور نہ ہی خلع پر رضا مند ہوتا ہے تو ان مجبوریوں کے بعد عدالت گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر یک طرفہ فسخ نکاح کا اختیار رکھتی ہے۔ اسی طرح

مفتی رشید احمد کراچی نے احسن الفتاوٰی ص ۴۱۱ ج ۵ پر لکھا ہے کہ اس صورت میں عدالت کا فیصلہ نافذ العمل ہے ملاحظہ ہو تبیاں ص ۶۷۹ ج ۲

فتاوٰی نعیمیہ جلد سوم ص ۱۹۲، ۲۸۲ پر کچہری کے جج کو وکیل بالطلاق مان کر اس کی طلاق کو جائز قرار دیا ہے اگر چہ یہ اختیار یا تو حبس یا ضرب کے ڈر سے تسلیم کیا ہو اس پر بحر الرائق اور فتاوٰی عالمگیری حوالوں سے تائید بھی پیش کی ہے پھر فقہی مقالات جلد دوم ص ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۵۷ پر مفتی محمد تقی عثمانی نے عدالت کے جج کی طلاق کو جائز اور واقع قرار دیا ہے، خاص کر خاوند پاگل ہو یا نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہو یا نامرد ہو یا لاپتہ ہو یا متعنت ہو یا غائب غیر مفقود ہو تفصیل اصل کتاب میں ملاحظہ کریں۔

فتاوٰی امجدیہ ص ۸۳ ج ۲ پر محشی علامہ مفتی شریف الحق امجدی تحریر فرماتے ہیں، عورت کو اگر دعوٰی کرنا ہے تو نان ونفقہ کا دعوٰی کرے اس صورت میں شوہر طلاق دینے پر مجبور ہوگا اور اگر کوئی شریر ایسا ہو کہ پھر بھی طلاق نہ دے اور نہ نان ونفقہ دے تو بحالت مجبوری وہ علماء بلاد کے

یہاں درخواست کرے اور یہ عالم نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح کا حکم دے سکتا ہے۔اب ہمارے علماء کرام نے بھی امام شافعیؒ کے اس مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے جب کہ اسی ہی کتاب کے مفتی محشی نے ص ۲۹ جلد۲ کے حاشیہ پر درج کیا ہے، اعلم علماء بلاد سنی صحیح العقیدہ مرجع فتوی ہے اس خصوص میں حاکم اسلام کے قائمقام ہے تفریق کی ضرورت مند عورتوں کولازم ہے کہ وہ اپنے شہر کے اعلم علماء کرام کے حضور درخواست کرے اور وہ جواحکام دیں اسکی پابندی کرے بغیر قضاء قاضی تفریق نہ ہوسکے گی۔

فتاوی رضویہ قدیم جلد ہفتم ص ۳۲۸ پر ہے غرض اسلامی ریاستوں میں قاضیان ذی اختیار شرعی کا موجود ہونا واضح اور جہاں اسلامی ریاست اصلاً نہیں وہاں اگر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے کسی مسلمان کو اپنے فصل مقدمات کے لیے مقرر کرلیا تو وہی قاضی شرعی ہے فی جامع الفصولین بعد ما مرعنہ اولاً واما فی بلاد علیہا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامتہ الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیابتراضی المسلمین الخ ونحوہ فیما مرمعہ من الکتاب اور اگر ایسانہ ہوتو شہر کا عالم کہ عالم دین وفقیہہ ہو اور اگر وہاں چند علماء ہیں تو جوان سب میں زیادہ علم دین رکھتا ہو وہی حاکم شرع و والی دین اسلام و قاضی ذی اختیار شرعی ہے مسلمانوں پر واجب کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے حکم پر چلیں۔

یتیمان ولی اس سے مقرر کرائیں نابالغان بے وصی کا نکاح اس کی رائے پر رکھیں ایسی حالت میں اس کی اطاعت من حیث العلم واجب ہونے کے علاوہ من حیث الحکم بھی واجب فی الحدیقتہ الندیہ شرح الطریقہ المحمدیہ وفی العتابی اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایتہ فالا مور مؤ لکلۃالی العلماء ویلزم الامتہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الرجوع الیھم و یصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علیٰ واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم و قال السموری و ھذا من حیث انعقاد الولایتہ الخاصتہ فلا ینافی وجوب طاعتہ العماء مطلقا الخ رہے یہ نکاح خوانی کے قاضی جو گاؤں گاؤں مقرر ہوتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں نہ انہیں کچھ ولایت کمالا یخفی۔

فتاوٰی رضویہ جلد پنجم کتاب النکاح ص ۵۴ پر ہے، وہاں (جس شہر میں نزاع پیدا ہوا) جو عالم فقیہ سنی تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اس قسم کے خاص دینی کاموں میں اس کی طرف رجوع لازم ہے اور اگر وہاں یہ بھی نہ ہو تو چارۂ کار یہ ہے کہ زن و شوہر اس معاملہ کو پنچایت پر رکھیں مسلمان پنچ بعد ثبوت بمواجہہ شوہر تفریق کر دے۔ نکاح فسخ ہو جائے گا۔ (میں کہتا ہوں کہ پہلے خزائن العرفان کے حوالہ سے جو گزر گیا کہ پنچوں کو زوجین میں تفریق کر دینے کا اختیار نہیں اس کا مفہوم اس عبارت سے واضح ہوا چاہتا ہے کہ وہ تب ہے کہ ثبوت نہ ہو یا ثبوت ہو تو بمواجہہ شوہر نہ ہوا اور اگر یہ دونوں ہوں تو تفریق کا اختیار رکھتے ہیں جیسے کہ اس عبارت مذکورہ بالا سے صاف واضح ہو رہا ہے۔) فان الحکم کالقاضی فی کل مالیس بحد ولا قود ولا دیتہ علیٰ عاقلتہ کما نصوا علیہ اور اگر شوہر پنچایت پر راضی نہ ہو تو عورت کسی اسلامی ریاست کے شہر میں جائے جس طرح یہاں ریاست رامپور وغیرہ اور وہاں قاضی شرع کے حضور (جس کی قضا کو نواب والی ملک مسلمان نے نہ اس شہر والوں سے خاص کر دیا (سیدنا امام ابو حنیفہؓ کے مذہب پر حکم کے لیے مقید کیا ہو) استغاثہ کرے وہ بلحاظ قاعدہ شرعیہ تفریق کر سکتا ہے اور اگر شوہر بھی وہاں جانے پر راضی ہو یا قاضی کی طلبی پر اسے جانا ضرور ہو جب تو امر آسان ہے اب اس قاضی میں صرف اتنی شرط ہو گی کہ والی نے صرف اہل شہر کے ساتھ اس کی قضاء کو خاص نہ کر دیا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہو جیسے کہ اکثر یہی ہے کہ تخصیص نہیں کرتے وذالك لما عرف ان القضا یتخصص بکل ما خصص بہ المقلد کما فی الاشباہ والدر وغیرھما واذا لم یخصص باحد البلاد لم یشترط ان یکون المتداعیان من اھل البلد کما فی ردالمحتار وغیرہ۔

اب مسئلہ دائرہ کا جواب کہ، جواب کا لب لباب یہ رہا کہ غیر مقلدوں اور دیو بندیوں کے مسلک کے مطابق تو تا جو بی بی مذکورہ بالا دلائل وحوالہ جات کی روشنی میں بالکل مطلقہ ہو چکی ہے کیونکہ سوال سے ظاہر کہ خاوند کا ظلم وزیادتی معتبرین شہر کی گواہی سے اور پھر عدالت کے بیانات سے واضح ہے کہ اسے شرعی طریقہ پر آباد کرنے سے صاف انکاری تھا نہ ہی طلاق دیتا تھا اور نہ ہی خلع پر رضامند تو ان مجبوریوں کے بعد جب عدالت نے گواہوں کی گواہی سے تنسیخ کا فیصلہ کیا تو بقول مفتی بنوری ٹاؤن گویا عدالت نے اختیار فسخ نکاح رکھتے ہوئے اس کا صحیح استعمال کر دیا ہے اور احسن الفتاوی والے نے اس کو نافذ العمل قرار دیا ہے۔ علمائے اہلسنت وجماعت تو ان کے موقف کی تفصیلات چونکہ متعدد حوالہ جات سے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں لہٰذا تا جو بی بی یا اس کا ولی وارث شہر کے سب سے بڑے سنی عالم دین سے عدالت کے فیصلے کی توثیق کے لیے کوئی فتوی یا پروانہ حاصل کرے یا پھر پنچوں کی کاروائی کرے یا جو بھی صورت ہو (مگر مذکورہ بالا صورتوں میں سے ہو نہ کہ ان کے علاوہ کوئی صورت ہو) تو اس طرح تا جو بی بی کا مسئلہ علماء اہلسنت کے نزدیک بھی بے غبار ہو جائے گا اور کسی شخص کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملے گا فقط ھذا ما عندی والعلم عند اللہ وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ امین یا رب العالمین۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۸۹﴾ **فتوئ شرعی**: کہ قتل یا زنا یا اغواء کے کیس میں ایک شخص دوسرے فریق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور فیصلہ میں دوسرا فریق رشتے کا مطالبہ کرتا ہے تو آیا یہ شخص اپنی چھوٹی بچی دوسرے فریق کے چھوٹے بچے کو نکاح میں دینے کا مجاز ہے یا کہ نہیں جب کہ اس سے قبل اس شخص نے کسی اور بچی کا نکاح اس طور پر نہیں کیا ہے تو ایسا نکاح اگر پڑھا گیا ہے تو منعقد ہوگا یا کہ نہیں کئی علمائے کرام اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں آپ کی تحقیق اس بارے میں کیا ہے تفصیل سے آگاہی بخش کر ممنون فرمائیں۔ سائل قاری محمد عرفان علی میانوالی۔

الجواب: یہ مسئلہ سوء اختیار کہلاتا ہے جس کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مگر اسکے سمجھنے کے لیے یہاں صرف تین ہی صورتیں درکار ہیں

۱۔ پہلی وہ جو نہایت آسان واضح اور عام کتب فقہ میں موجود ہے جو یہ ہے کہ اگر باپ دادا نکاح کریں تو صغیرہ کو اصلاً اس راہ سے اختیار فسخ نہیں ہوتا اگر چہ کفائت نہ ہو یا مہر مثل میں کمی فاحش ہو بشرطیکہ نکاح کو باپ دادا نے پڑھایا، یا شوہر نے مقدار مہر معین کر کے کسی کو وکیل کیا یا جس نے چاہا بلا اجازت پڑھا دیا مگر جب باپ دادا (ولی اقرب) کو خبر ہوئی تو باوصف علم عدم کفائت وغبن فاحش اسے نافذ کر دیا کہ ان صورتوں میں بھی وہ نکاح باپ دادا کا بذات خود ہی کیا ہوا ٹھہر گیا اور صغیرہ کو اصلاً اختیار اعتراض نہ ملے گا مگر یہ کہ باپ یا دادا اس تزویج یا توکیل یا تنفیذ کے وقت نشے میں ہوں یا اس سے پہلے بھی اپنے کسی بچے کا نکاح غیر کفو یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کر چکے ہوں تو یہ نکاح انکا کیا ہوا بھی صحیح نہیں ہوتا۔ فی الدر المختار جلد۲ ص ۳۴ ولزم النکاح ولو بغبن فاحش اوبغیر کفوء انکان الولی المزوج بنفسه ابا اوجد ألم یعرف منهما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقاً و کذا لو کان سکران الخ، ایسے ہی فتاوی رضویہ قدیم جلد ۵ حصہ ثالث کتاب

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

النکاح کے ص ۷۰ اوغیرہ پر تصریح موجود ہے جیسے کہ اور متعدد اسفار مذہب میں بھی ہے،

۲۔ دوسری صورت جو اس سے ذرا پیچیدہ اور باریک ہے وہ یہ ہے کہ ابھی ابھی درمختار کے حوالہ سے جو عبارت گزری ہے اس میں" ہے **لم یعرف منهما سوء الاختار** تو اسے بظاہر یہی وھم ہوتا ہے کہ شاید ایک بار خواہ مخواہ اپنی بچی غیر کفو میں دینے سے یا مہر میں غبن فاحش کے اظہار ہی سے دوسری بار کے نکاح کے لیے سوء اختیار کا مشہور و معروف ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ خود تنویر الابصار کے ساتھ درمختار اور پھر ردالمحتار کی عبارت پر غور کرنے سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ پہلی بار بھی اگر وہ اپنی لا ابالی اور فسق کے ساتھ کہ سرے سے یہ پہلے نکاح ہی منعقد نہ ہو سکے گا۔

اسی لیے درمختار کے الفاظ میں مجانۃً وفسقا اور شامی جلد ۲ ص ۳۳۰ میں ہے

وفی شرح المجمع حتی لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفحه اولطمعه لایجوز عقده اجماعاً

اور اسی ہی نکتہ کے باعث فتاوی نوریہ جلد ۲ ص ۴۳۵ میں ہے کہ یہ نکاح باتفاق واجماع باطل ہے ایسے غلط ناطے اور بے جوڑ رشتے سراسر باعث تکلیف ونقصان اور محض وبال جان عمر بھر کے لیے مرض لاعلاج اور سوہان مزاج ہوا کرتے ہیں۔

بدائع جلد ۲ ص ۳۴۵ کے حوالہ سے لکھا

والا ضرار لا یدخل تحت ولایته الولی

فتح القدیر، کفایہ، بحر الرائق، فتاوی عالمگیری عن السراج الوهاج، تنویر، درمختار، ردالمختار منحۃ الخالق عن النہر الفائق شرح المجمع لائن مالک کے حوالے دے خود شامی میں اسی جگہ ہے

والحاصل ان المانع هو کون الاب مشهوراً بسوء الاختیار قبل

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

العقد الخ اور قبل العقد عام ہے کہ پہلی بار یا ثانیا ہو۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ نہ تو نشے میں ہے نہ ہی اس سے قبل غبن فاحش فی المہر یا غیر کفو میں اپنی بچی کے نکاح کرانے کا مرتکب ہوا ہے اور نہ ہی لوگوں میں اپنے فسق یا طمع زر اور لا ابالی کے ساتھ مشہور ہوا ہو تو اب اگر چہ پہلی ہی بار وہ غیر کفو میں یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ بچی کا نکاح کر رہا ہے یہ یقیناً نافذ ہوگا اور بچی کو خیار بلوغ قطعاً نہ ملے گا کما بیناہ اولاً جب کہ مفتی محمد شفیع وغیرہ نے ایسی صورت میں یسرا اس کے لیے خیار البلوغ مانا ہے جیسے کہ احسن الفتاوی میں مفتی رشید احمد نے تحریر کیا ہے اور پھر جدائی کے لیے عدالت کی جانب رجوع کو بھی ضروری مانا ہے۔ حالانکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

البتہ فتاوی شامی میں ہے۔(جس سے ہماری تائید ہوتی ہے) ولو كان المانع مجرد تحقق سوء الاختيار بدون الاشتهار لزم احالته المسئلته اعنى قولهم ولزم النكاح ولو بغبن فاحش او بغير كفوء ان كان الولى ابا او جدا الخ

بہر صورت خلاصہ یہ ہوا کہ چونکہ صورۃ مسئولہ کے ساتھ ہماری بیان کردہ دوسری صورت کا تعلق ہے جس میں اس برے کیس کے باعث سوء اختیار کے ساتھ قبل از نکاح یہ باپ لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے۔ لہذا یہ نکاح گویا منعقد ہوا ہی نہیں ہے اور یہ عدم انعقاد بالاجماع والاتفاق ہے۔ كما ذكر فقط والله اعلم و صلى الله على سيدنا محمد و آله و اصحابه اجمعين۔

﴿۱۹۰﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں نان ونفقہ ادا نہ کرنے کی بناء پر نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سائل علی جان سکنہ گلبرک لاہور

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب : نکاح کی وجہ سے مرد وعورت کے ایک دوسرے پر جو حقوق واجب ہوتے ہیں ان میں ایک اہم ترین حق بیوی کا نفقہ ہے۔ جو تین چیزوں کو شامل ہے، خوراک پوشاک اور مکان، قرآن مجید نے مختلف مواقع پر اس کی تصریح کردی ہے، **وعلی المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف** (البقرہ ۲۳۳) شوہر کے ذمہ بیویوں کا کھانا اور کپڑا ہے معروف طریقہ پر۔۔۔ **ولینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما آتاه الله** (الطلاق) اور اہل کشائش کو چاہیئے کہ اپنی کشائش کے مطابق خرچ کریں اور جن پر روزی تنگ ہوان کو بھی چاہیئے کہ اللہ کی عطا کے مطابق نفقہ دیں۔ **اسكنوهن من حيث سكنتم** (الطلاق) جہاں تم خود رہو وہیں ان کو (اپنی بیویوں کو) رکھو۔

احادیث سے یہ ثابت ہے کہ بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔ **ولهن علیکم رزقهن وکسوتهن بالمعروف** (صحیح مسلم) تمہارے ذمہ بھلے طریقہ پر بیویوں کا کھانا اور کپڑا ہے۔

حضرت ابوسفیان کی بیوی نے ان کے بخل کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اجازت دی کہ ان کے مال سے اتنا لے لو جو تمہارے اور تمہارے بچے کے لیے کفایت کر جائے۔ (بخاری ومسلم عن عائشہؓ)

حضرت ماریہ قشیری نے دریافت کیا کہ بیوی کا ہم پر کیا حق ہے تو آپ ﷺ نے حقوق بتاتے ہوئے فرمایا، **ت اطعمها اذا طعمت وتكسوها اذا كسبت۔**

چنانچہ ابن قدامہ نے لکھا کہ اگر شوہر بالغ ہو اور بیوی ناشزہ اور نافرمان نہ ہو تو تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔ (المغنی لابن قدامہ)

اب سوال یہ ہے کہ شوہر اگر نفقہ ادا نہ کرے تو کیا حکم ہوگا، آیا بیوی کو طلاق طلب کرنے اور

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نکاح کے فسخ کرا لینے کا حق ہوگا اس کو اس پیچیدہ صورت حال سے بچانے کے لیے کوئی تدبیر کی جائے گی؟۔۔۔پھر یہاں یہ بھی جان لینا چاہے کہ نفقہ نہ ادا کرنے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں، نفقہ ادا کرنے پر قادر ہی نہ ہو، قادر ہوا اور موجود بھی ہو لیکن ادا نہ کرے یا شوہر موجود ہی نہ ہو بلکہ غائب ہو گیا ہو۔

اس مسئلہ میں عام فقہاء۔۔۔جن میں امام مالکؒ، اور شافعیؒ اور امام محمدؒ بھی شامل ہیں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس کی وجہ سے بیوی کو فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے البتہ طریق کار اور شرطوں میں ان کے درمیان کچھ اختلاف بھی ہے، جب کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض اس کی وجہ سے فسخ نکاح کی اجازت نہیں دیتے۔(رحمتہ الامۃ ص ۳۲۱ جلد ۱۰)

علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی نے نقل کیا ہے کہ یہی رائے اصحاب ظواہر اور صحابہ کرام میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی ہے۔(سبل السلام فی شرح بلوغ المرام جلد اص ۲۲۳)

جمہور کی دلیلیں۔

جمہور کی دلیلیں یہ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

ولا تضاروھن اور فامساك بمعروف او تسريح با حسان (عورتوں کو تکلیف میں مبتلا نہ رکھو، یا تو بھلے طریقے پر روک رکھو یا خوش اسلوبی کے ساتھ چھوڑ دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو کسی قسم کا ضرر پہنچانا جائز نہیں، جس میں نفقہ سے محروم رکھنا بھی داخل ہے اور ایسی صورت میں یا تو امساک بالمعروف کرنا چاہیے کہ اس کے حقوق ادا کرتے ہوئے اس کو رکھا جائے یا تسریح بالاحسان یعنی گلوخلاصی کردی جائے لہٰذا جب وہ امساک بالمعروف پر قادر نہیں ہے تو تسریح بالاحسان اس پر واجب ہے اور وہ اس پر آمادہ نہیں ہے تو قاضی اس کی طرف سے طلاق

دے دے گا۔

۲۔ دار قطنی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص کے حق میں جو بیوی کا نفقہ ادا نہ کر سکے، فرمان نقل کیا ہے کہ یفرق بینھما (ان دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔)

۳۔ سعید بن منصور نے سعید بن میتب سے نقل کیا ہے کہ ان سے ایسے اشخاص کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا، یفرق بینھما۔۔ پھر جب ابو الزناد نے خود سعید سے دریافت کیا کہ کیا یہ سنت ہے تو فرمایا ہاں سنت ہے۔۔۔ یہ روایت گو کہ مرسل ہے مگر سعید بن میتب کی مرسل روایات تقریباً تمام ہی محدثین وفقہاء کے ہاں قابل استدلال ہیں۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۳۹)

حافظ ابن حزم نے اس کی یہ توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ سنت سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت مراد ہے مگر یہ عرف واستعمال کے بالکل خلاف ہے سنت کا مطلق لفظ صاف بتاتا ہے کہ حضرت سفیان نے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی سنت قرار دیا ہے۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام شافعیؒ اور بیہقیؒ نے اس طرح نقل کیا ہے،

کتب عمر الی امراء الاجناد اعوا فلانافلانا انقطعو عن المدینة و رحلوا عنها اما ان یرجعوا الی نساء هم واما ان یبعثوا بنفقتهن الیهن و اما ان یطلقوا ویبعثو بنفقة ما مضی وبذالك یكون للمرأة حق فی محاسبة الزوج بالنفقة الماضیة فان امتنع الزوج عن الانفاق فالزوجة بالخیار ان شاءت بقیت علی نكاحها وان شاءت طلبت التفریق۔(

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

موسوختہ عمر بن الخطاب ص ٦٤ نفقتہ الزوجہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امراء لشکر کو لکھا کہ فلاں فلاں شخص کو کہو (جو مدینہ سے چلے گئے تھے اور وہاں سے کوچ کر گئے تھے) کہ یا تو اپنی بیویوں کے پاس واپس آئیں یا ان کا نفقہ بھیجیں اور یا طلاق دے دیں اور گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ بھی بھیجیں اور اسی لیے عورت کو اس بات کا حق ہے کہ شوہر سے گزرے ہوئے دنوں کے نفقہ کا حساب بھی کر لے پس اگر شوہر نفقہ ادا کرنے سے رک جائے تو بیوی کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو اس نکاح کو باقی رکھے یا علیحدگی کا مطالبہ کرے۔

۵۔آپ نے فرمایا، لاضرر ولاضرار (نہ نقصان اٹھاؤ نہ پہنچاؤ) یہ فقہ کا ایک عام اور بنیادی قاعدہ بھی ہے اس کا بھی تقاضا ہے کہ دفع ضرر کے لیے قاضی مرد کو طلاق پر مجبور کرے یا اس کی طرف سے طلاق دے۔

۶۔ اگر کوئی شخص غلام کا نفقہ ادا نہ کر سکے تو احناف بھی کہتے ہیں کہ اس پر واجب ہے کہ اسے فروخت کر کے اپنی ملکیت سے نکال دے۔تو بیوی کے حق میں تو بدرجہ اولیٰ یہ بات واجب ہوگی کہ اس کو طلاق دے کر آزاد کر دیا جائے۔

۷۔ نامردی کی وجہ سے احناف کے یہاں بھی بیوی فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے حالانکہ اس کی ضرورت وقتی بھی ہے اور بھوک کے مقابلے قابل برداشت بھی۔اس کا تقاضا ہے کہ نفقہ سے محرومی کی صورت میں بدرجہ اولیٰ فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہو۔

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب الحلالہ﴾

﴿۱۹۱﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح حلالہ کرنا کیسا ہے اور حلالہ کی مکمل تفصیل لکھ دیں۔سائل مولانا قاری وقار حسین رضوی اسلام آباد۔

الجواب: نکاح بشرط تحلیل (یعنی حلالہ سے مشروط نکاح) مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ایسے نکاح کے بارے میں حدیث شریف میں لعنت آئی ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید روایت کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ۔**لعن رسول الله ﷺ المحلل و المحلل له۔(سنن ابن ماجه جلد ۲ ص ۹۳۷۰)**

یعنی رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہے دونوں پر لعنت فرمائی۔

انہی سے روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ ۔**قال رسول الله ﷺ الا اخبركم بالتيس المستعار قالو: بلى يا رسول الله قال: هو المحلل لعن الله المحلل والمحلل له ۔(سنن ابن ماجه جلد ۲ ص ۹۳۷۰)**

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں مانگا ہوا بکرا بتاؤں، صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں، تو آپ نے فرمایا وہ حلالہ کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

حلالہ مکروہ تحریمی

محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام لکھتے ہیں، مرد اگر عورت سے اس طرح نکاح کرے کہ میں تجھ سے اس لیے نکاح کرتا ہوں تاکہ میں تجھے پہلے کے لیے حلال کردوں یا یہی بات عورت بوقت نکاح کہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فهو مكروه كراهة التحريم المنتهضة سببا للعقاب لقوله ﷺ لعن الله المحلل والمحلل له (فتح القدير ص ۳۵)

یعنی تو وہ مکروہ تحریمی ہے جو عقاب کا سبب ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

بہار شریعت میں ہے، نکاح بشرط تحلیل جس کے بارے میں حدیث شریف میں لعنت آئی ہے وہ یہ ہے کہ عقد نکاح یعنی ایجاب وقبول میں حلالہ کی شرط لگائی جائے اور یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے۔ زوج اول وثانی اور عورت تینوں گنہگار ہوں گے۔ (بہار شریعت حصہ ۸ ص ۵۶)

حدیث شریف کا مطلب

مفتی محمد وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں،

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صرف اس مقصد سے نکاح کرے کہ ایک دن بعد طلاق دے دے گا یا صرف پہلے کے لیے حلال کرنا مقصود تھا اس کا یہ فعل اور پہلا شوہر جس نے اس شرط کے ساتھ حلالہ کروایا دونوں پر لعنت ہے۔ (وقار الفتاوی جلد ۳ ص ۲۲۰)

علامہ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں،

وفى الاستيجابى لو تزوجها بنية التحليل من غير شرط حلت للاول ولا يكره ولان النيته لهست بشئى۔ (البناية جلد ۵ ص ۳۸۱)

اسیجابی میں ہے اگر مرد نے اس عورت سے بلا شرط، حلالہ کی نیت سے شادی کی تو سابق شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی اور یہ مکروہ بھی نہ ہوگا اور نیت کچھ چیز نہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حلالہ کے لیے ہمبستری شرط

حلالہ کے لیے صرف نکاح کافی نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ

وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔(کنزالایمان)

پہلی دلیل: اس آیہ کریمہ میں تنکح یعنی لفظ نکاح مذکور ہے اور یہاں نکاح بمعنی جماع ہے۔ کیونکہ فرمان ہے نکاح کرے دوسرے شوہر سے اور دوسرا شخص شوہر جبھی ہوگا کہ اس سے صحیح عقد کرے اور عقد کے معنی تو لفظ زوج کے اطلاق سے حاصل ہو گئے لہٰذا آیہ کریمہ کا مطلب یہی ہوگا کہ تین طلاقوں کے بعد وہ عورت اپنے شوہر پر حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شخص سے نکاح اور دوسرا شوہر اس سے جماع نہ کرے۔

اگر لفظ تنکح سے بھی عقد نکاح ہی مراد لیا جائے تو کلام میں صرف تاکید ہوگی کیونکہ عقد کے معنی لفظ زوج سے بھی حاصل ہو رہے ہیں حالانکہ کلام کو تاسیس پر محمول کرنا راجح ہے؛

لان الافادۃ خیر من الاعادۃ (افادہ اعادہ سے بہتر ہے)

اس لیے آیہ کریمہ میں مذکور تنکح سے جماع اور زوجا سے عقد نکاح مراد ہوں گے اور معنی یہ ہوں گے تین طلاق کے بعد وہ عورت اپنے سابق شوہر کو حلال نہیں جب تک دوسرے شخص سے بعد عقد صحیح مقاربت نہ کرے۔

لہٰذا حلالہ میں زوج ثانی کا جماع کرنا شرط ہے کیونکہ قرآن نے سابق شوہر کے لیے مطلقہ ثلاثہ کے حلال ہونے کے لیے حتی تنکح زوجا غیرہ کی شرط لگائی ہے اور حضور ﷺ نے واضح اور صریح الفاظ میں نکاح کا معنی و مطلب قربت و جماع قرار دیا ہے کیونکہ جب حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی تمیمہ جسے رفاعہ نے تین طلاقیں دی تھیں پھر انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر سے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نکاح کرلیا تھا اور وہ وظیفہ زوجیت ادا کرنے کے قابل نہ نکلے تو وہ اپنے سابق شوہر سے نکاح کرنا چاہتی تھیں انہیں حضور ﷺ نے فرمایا تم اپنے سابق شوہر رفاعہ قرظی سے اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتیں جب تک تم اور تمہارے شوہر وظیفہ زوجیت کی لذت نہ پالو۔

دوسری دلیل: اب بھی اگر کوئی کہے جماع کا شرط ہونا آیت کریمہ سے ثابت نہیں تو اسے کہا جائے گا کہ زوج ثانی کا مقاربت کرنا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے جن سے زیادتی علی الکتاب (یعنی کتاب اللہ پر زیادتی) جائز ہے۔

چنانچہ امام محمد بن اسماعیل بخاری روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں،

ان رجلاً طلق امراته ثلاثا تزوجت فطلق، فسئل النبی ﷺ اتحل للاول؟ قال: لا، حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول (صحیح بخاری جلد ۳ ص ۴۱۳)

یعنی ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اس عورت نے کہیں اور شادی کر لی اس نے بھی طلاق دے دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کیا وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جب تک دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح اس کی مٹھاس نہ چکھ لے یعنی مقاربت نہ کرلے۔

امام بخاری نے اسی باب میں یہ بھی روایت کیا ہے کہ

ان امرأة رفاعة القرظی جائت الی رسول الله ﷺ فقالت یا رسول الله ان رفاعة طلقنی فبت طلاقی وانی نکحت بعبد الرحمن بن الزبیر القرظی وانما معه مثل الهدبة قال رسول الله ﷺ لعلك

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

تریدین ان ترجعی الی رفاعة لا، حتی یذوق عسیلتك و تذوقی عسیلته (صحیح البخاری جلد ۲ ص ۴۱۲)

یعنی رفاعہ قرظی کی بیوی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور حضور ﷺ سے اس نے عرض کی کہ میں رفاعہ کی زوجیت میں تھی انہوں نے مجھے تین طلاق دے دیں، عدت گذرنے کے بعد میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی سے نکاح کرلیا اوران کے پاس تو صرف کپڑے کی مانند ہے (یعنی ان میں وطی کی صلاحیت نہیں ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شاید تو دوبارہ رفاعہ کی زوجیت میں آنا چاہتی ہے، نہیں آسکتی، یہاں تک کہ تو اس سے لطف اندوز ہو اور وہ تجھ سے لطف اندوز ہوں۔یعنی دوسرا شوہر تجھ سے ہمبستری کرے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری نے یہ حدیث مختلف نو اسناد کے ساتھ صحیح مسلم جلد ۵ ص ۳، امام ابو علیؒ محمد بن عیسیٰ ترمذی نے جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۹۵ اور امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ نے دو مختلف سندوں کے ساتھ سنن ابن ماجہ جلد ۲ س ۱۹۳۲ اور امام ابوعبدالرحمٰن بن احمد بن شعیب نسائی نے پانچ مختلف اسناد کے ساتھ سنن نسائی جلد ۳ ص ۱۲۸ اور امام محمد ابن حسن شیبانی نے مؤطا امام محمد میں روایت کیا ہے،

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں اس باب میں حضرت ابن عمر، انس، رمیصا، غمیصا، اور ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات بھی ہیں اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا حسن صحیح ہے۔علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں یہ حدیث ائمہ ستہ نے اپنی کتب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور یہ حدیث روایات مختلفہ کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔محدثین کی ایک جماعت نے سوائے ابوداؤد کے امام زہری از عروۃ از عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کیا ہے۔

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ حدیث عبارۃ النص سے جماع کے شرف ہونے پر دلالت کرتی ہے اور عبارۃ النص سے مراد ہے کہ لفظ معنی پر دلالت کرے اور کلام کو اسی معنی پر دلالت کرنے کیلئے لایا گیا ہو۔

یعنی حضور ﷺ نے اس بات کے بتانے کے لیے یہ کلام فرمایا کہ دوسرے شوہر کا محض عقد نکاح کر لینا پہلے شوہر کی خاطر حلال ہونے کے لیے کافی نہیں بلکہ دوسرے شوہر کے لیے شرط ہوگی کہ وہ عورت سے جماع کرے۔ حدیث شریف میں دونوں کے ایک دوسرے کے شہد چکھنے کا ذکر ہے۔ جس سے مراد جماع و مقاربت ہے۔ لہٰذا حلالہ کے لیے جماع کا شرط ہونا مشہور حدیث سے عبارۃ النص کے ذریعے ثابت ہے۔

اگر محض عقد نکاح سابق شوہر کے لیے حلال ہونا کافی ہوتا تو رسول اللہ ﷺ تمیمہ بنت وہب کو رفاعہ قرظی سے نکاح کی اجازت دے دیتے اور نکاح کی اجازت شوہر ثانی کے جماع کے ساتھ مشروط نہ فرماتے۔

نوٹ: رفاعہ میں اختلاف ہے کہا گیا کہ وہ رفاعہ بنت شموال اور کہا گیا رفاعہ بنت وہب اسی طرح ان کی بیوی کے نام میں بھی اختلاف ہے پس ان کے نام میں چند اقوال ہیں سھیمہ، تمیمہ رمیصا، غمیصا۔ (ہدایہ جلد ۵ ص ۴۸۸)

اور امام ترمذی یہ بھی فرماتے ہیں، والعمل علی هذا عند عامة اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغيرهم ان الرجل اذا طلق امراته ثلاثا فتزوجت زوجا غيره فطلقها قبل ان يدخل بها انها لا تحل للزوج الاول اذا لم يكن جامع الزوج الاخر۔ (جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۹۷)

یعنی علماء صحابہ وغیرھم کا عمل اسی پر ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر نے جماع نہ کیا ہو۔

امام مسلم بن حجاج قشیری فرماتے ہیں، لا تحل المطلقة ثلثا لمطلقها حتى تنكح زوجا غيره ويطاءها ثم يفارقها وتنقضي عدتها۔ (صحیح مسلم جلد ٥ ص ١٤٢١)

یعنی مطلقہ ثلاثہ، طلاق دینے والے کے لیے اس وقت حلال ہوگی جب وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور وہ اس سے وطی (جماع) کرے اور وہ پھر اسے طلاق دے اور عدت گزارے ورنہ حلال نہ ہوگی۔

لہٰذا قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے شوہر اول پر حلال ہونے کے لیے شوہر ثانی کا صرف عقد نکاح کرنا کافی نہیں بلکہ بعد نکاح صحیح، جماع بھی شرط ہے۔

حلالہ کے لیے انزال شرط نہیں:

حلالہ کے لیے دخول ضروری ہے انزال ضروری نہیں۔ حدیث شریف میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور اس عورت نے عدت گزارنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرلیا پھر اس نے بھی طلاق دی تو اس عورت نے پہلے خاوند سے نکاح کرنا چاہا تو اس عورت کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا، اتحل للاول؟ قال: لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الاول۔ یعنی کیا یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جب تک دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح اس کی مٹھاس نہ چکھ لے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، لا حتى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته۔ یعنی تو اس کی زوجیت میں نہیں آسکتی یہاں تک کہ وہ تجھ سے لطف اندوز ہو اور تو اس سے۔ (صحیح البخاری جلد ۳ ص ۴۰۲)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انزال شرط نہ ہونے کی وجہ:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حلالہ کے لیے انزال شرط نہیں کیونکہ انزال کمال دخول یا مبالغہ فی الدخول ہے اور نص مطلق ہے اس میں کمال یا مبالغہ کی قید لگانا درست نہیں کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

چنانچہ شارح بخاری علامہ بدر الدین نے لکھا ہے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی قید بلا دلیل ثابت نہیں ہوتی اور قید (یعنی کمال کی قید) پر کوئی دلیل نہیں۔ اور دلیل تو انزال کے عدم لزوم (یعنی لازم نہ ہونے) پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ عسیلۃ فرمایا جو عسیلۃ کی تصغیر ہے اور مرد کے جماع کی مٹھاس کو پہنچنے سے کنایہ اور مٹھاس دخول سے حاصل ہو جاتی ہے تو یہ دخول کی لذت انزال جو کمال لذت ہے کی تصغیر ہو گئی۔ اور لذت جماع کے ساتھ انزال سے قبل ہی حاصل ہو جاتی ہے۔ انزال سے تو لذت زائل ہو جاتی ہے اور رغبت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے انزال شرط نہیں ہے۔ (البنایہ جلد ۵ ص ۴۷۸)

حلالہ مشروط ہونے میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں کوئی فرق نہیں

عورت کی مجامعت کے بعد تین طلاقیں کسی طرح بھی دی گئی ہوں یا مجامعت سے قبل بیک لفظ تین طلاقیں دی گئی ہوں، یعنی مطلقہ ثلاثہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا دونوں کے شوہر اول سے نکاح کا جواز حلالہ شرعیہ سے مشروط ہے اور حلالہ میں شوہر ثانی کا جماع کرنا شرط ہے۔

امام ابن ہمام لکھتے ہیں،

لا فرق فی ذالک بین کون المطلقۃ مدخولا بھا او غیر مدخول بھا لصریح اطلاق النص۔ (فتح القدیر جلد ۳ ص ۳۱)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی صریح طلاق نص کی بناء پر مطلقہ ثلاثہ کے نکاح کا جواز حلالہ سے مشروط ہونے میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں کوئی فرق نہیں۔

قریب البلوغ کا حلالہ کرنا:

مراہق کی تفسیر میں محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام لکھتے ہیں، وفسر الصبی المراهق فی الجامع فقال غلام لم يبلغ ومثله يجامع وفی المنافع المراهق الدانی من البلوغ وقيل الذی تتحرك التہ ويشتہی الجماع وفی فوائد شمس الائمة آنه مقدر بعشر سنين۔ (فتح القدير جلد ٤ ص٣٤)

یعنی مراہق بچے کے بارے میں امام محمد نے فرمایا۔ مراہق اس لڑکے کو کہتے ہیں جو بالغ نہ ہوا ہو اور اس جیسا لڑکا جماع کر سکے اور منافع میں ہے۔ مراہق قریب البلوغ کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ مراہق اس لڑکے کو کہتے ہیں جس کا عضو تناسل متحرک ہوتا ہو اور جماع کی خواہش رکھتا ہو اور فوائد شمس الائمہ میں ہے کہ اس کی مقدار دس سال ہے۔

مراہق حلالہ میں بالغ کی مثل ہوتا ہے کیونکہ تحلیل میں نکاح صحیح کے ساتھ دخول شرط ہے اور وہ (دخول) اس سے پایا جاتا ہے انزال شرط نہیں کہ وہ تو کمال اور مبالغہ فی الدخول ہے۔

علامہ بدرالدین البنایہ جلد۵ ص۲۷۹ میں لکھتے ہیں، والشرط ان تتحرك التہ المراهق ويشتہی الجماع وانما شرط ذلك لانه عليه السلام شرط الذوق من الطرفين۔

یعنی حلالہ میں مراہق کی شرط یہ ہے کہ اس کا عضو تناسل متحرک ہوتا ہو اور جماع کی خواہش رکھتا ہو اور یہ شرط صرف اس لیے لگائی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حدیث عسیلہ میں طرفین کا لطف اندوز ہونا شرط کیا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا حلالہ عورتوں کے لیے سزا ہے:

عورت کو حلالہ کی سزا بھگتنے اور سابق شوہر سے دوبارہ نکاح کرنے پر کس نے جبر کیا۔ نہ قرآن وسنت نے، نہ صحابہ وتابعین نے، نہ ائمہ مجتہدین وعلمائے دین نے۔ حقیقت یہ ہے کہ طلاق دے کر ایک عرصہ کی رفاقت ختم کر دینے والے شوہر سے دوبارہ رفاقت کی تمنا، خود مطلقہ عورت ہی کرتی ہے۔ کوئی اس کو مجبور نہیں کرتا۔ نہ شریعت، نہ مفتی، نہ قاضی اور عورت کی اپنے خاوند سے رفاقت کے لیے قرآن کی یہ ہدایت اس لیے ہے تاکہ آئندہ نہ عورت جلد بازی کرے طلاق لینے میں نہ مرد جلد بازی کرے طلاق دینے میں۔ طلاق دینے میں اکثر میاں بیوی دونوں کے کرتوتوں کا انجام ہے کیونکہ مرد نے ایک طلاق پر اکتفا نہیں کیا۔ اس لیے کہ تعلیم اسلامی حاصل نہ تھی یا تعلیمات اسلامی کو اہمیت نہ دی۔ یہ بھی اللہ عزوجل نے کرم فرمایا کہ ایک بار اپنے کرتوتوں سے ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئے تھے اور اس نافرمانی کے ذریعہ اپنے کرتوتوں سے انجام کو پہنچنے کے بعد ایک دوسرے کو چاہنے لگے۔ اگر یہ حل نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ زمانہ میں حرام کاری سے بدنام ہوتے اور کبیرہ کے مرتکب ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے حلت کی راہ بتادی اور متعین فرمادی چاہیئے تو تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکرادا کرتے مگر انسان ظالم وجاہل ہے کہ اسلام پر کلام الٰہی پر اور ذات باری تعالیٰ پر اعتراض کرنے لگ گیا۔ حد ہو گئی کہ نعمت کو زحمت سمجھا جانے لگا۔ لہٰذا مرد عورت ایک دوسرے پر حرام ہونے کے بعد چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا کرم ہو کہ جو ایک ساتھ رہ سکیں۔ تو لاج رکھنے والے نے لاج رکھتے ہوئے یہ حکم فرمایا،

فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (البقرہ ۲۳۱)

وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنزالایمان)

یعنی وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے ہمبستری کے بعد طلاق دے اور عدت

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

گزرنے کے بعداب وہ عورت اپنے سابق شوہر کے لیے حلال ہوسکتی ہے۔

تو عورت قرآن کی اس ہدایت کو بھی اپنی مرضی چاہتی ہے اور قبول کر لیتی ہے اگر یہ قرآنی ضابطہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! ظلم ہے تو عورتیں اسے کیوں اختیار کرتی ہیں۔

جیسا کہ امام مسلم بن حجاج قشیری اور امام محمد بن اسماعیل بخاری روایت کرتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ رفاعہ قرظی کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے عرض کی کہ میں رفاعہ کی زوجیت میں تھی انہوں نے مجھے تین طلاق دے دیں، عدت گذرنے کے بعد میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی سے نکاح کر لیا اوران کے پاس تو صرف کپڑے کی مانند ہے (یعنی ان میں وطی کی صلاحیت نہیں ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو دوبارہ رفاعہ کی زوجیت میں آنا چاہتی ہے، نہیں آسکتی، یہاں تک کہ تو اس سے لطف اندوز ہو اور وہ تجھ سے لطف اندوز ہوں۔ یعنی دوسرا شوہر تجھ سے ہمبستری کرے۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے اور خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازے پر اپنے لیے اندر آنے کی اجازت کا انتظار کررہے تھے۔ انہوں نے کہا: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا تم اس عورت کی آواز نہیں سنتے؟ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کس قدر آواز سے گفتگو کررہی ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۵ ص ۱۴۳۳)

﴿۱۹۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے محلّہ کے ایک آدمی نے اپنی منکوحہ کو طلاق مغلظہ دے کر فارغ کردیا تھا۔ بعد از عدت اس عورت کا نکاح اس آدمی کے ایک قریبی رشتہ دار سے کیا گیا۔ دخول صحیح کے بعد اس نے طلاق مغلظہ دیکر عورت کو فارغ کردیا ہے۔ بعد از عدت پہلے شوہر سے جدید نکاح کے ساتھ رخصت کردیا گیا ہے۔ اب کچھ محلّہ والے اور شیعہ حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ یہ طریقہ غلط ہے۔ آپ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمادیں۔ سائل حافظ محمد منور قریشی ساکن علووالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ حقیقت میں اگر طلاق اول کی عدت حیض ثلاثہ تمام ہونے کے بعد نکاح صحیح کے ساتھ دخول صحیح کر کے طلاق دی اور حیض ثلاثہ سے اس طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۱۱۱ میں ہے،

والنظم من الهندیته اذا طلقها ثلاثا ثم قالت قدا نقضت عدتی و تزوجت و دخل بی الزوج و طلقنی و انقضت عدتی و المدة تحتمل ذلك جاز للزوج ان یصدقها اذا کان فی غالب ظنه انه صادقته۔

اور ایک عورت کی ادنی مدت محتملہ من حیث الحیض عند الامام امام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساٹھ دن ہیں۔ فتاوی ہندیہ جلد۲ ص ۱۱۱، درالمختار، ردالمختار جلد۲ ص ۶۰۴، ۷۰۴، ۷۰۴، فتح القدیر جلد۴ ص ۳۹، کفایہ جلد۴ ص ۳۹، عنایہ جلد۴ ص ۳۸، بحرالرائق جلد۴ ص ۵۹، فتاوی سراجیہ کشوری ص ۴۷ میں ہے، والنظم من السراجیته اقرت بانقضاء عدتها بالحیض لم یصدق فی اقل من ستین یوما، تو حسب تحریر بعد از عدت نکاح ہوا ہے۔

مبسوط سرخسی جلد۲ ص ۲۶ میں ہے،

قال ابی بن کعب رضی الله تعالیٰ عنه ان من الامانته ان تومن المرأة علی ما فی رحمها و اذا اخبرت بذلك و کان محتملا وجب قبول خبرها من غیر بینته و ان اتاها الزوج حلفها انتهیٰ و مثله فی العنایته جلد ٤ ص۳۸۔

بحرالرائق جلد۴ ص ۵۹ میں بدائع وکافی حاکم سے اور ردالمختار ص ۴۷ جلد۲ میں بحر سے ہے، مع زیادة الزین اشاربه الیٰ ان عدالتها لیست شرطا و لهذا قال فی

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

البدائع وکافی الحاکم وغیرهما لا باس ان یصدقها ان کانت ثقته عندہ او وقع فی قلبه صدقها۔ اور نکاح بشرط تحلیل اگرچہ مکروہ تحریمی ہے مگر مفید حلت ہے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد۲ص ۱۱۱، تنویر الابصار ردالمحتار و درالمختار جلد۲ ص ۷۴۳، وغیرہا میں ہے،

فوا لنظر من المبسوط فان شرط ان یحللها للاول فعند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ الجواب کذالك ویکرہ هذا الشرط۔

اور ایسے ہی جس طہر میں وطی ہوئی اس میں طلاق دی اور ایک طہر میں تین طلاقیں تمام سخت مکروہ ہیں۔ ان سے احتیاط چاہیے مگر نکاح پہلے والے شوہر سے دوبارہ طلاق کے بعد بلاشبہ صحیح ہے۔

یہی حکم رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اللہ رب العزت کا،

قال الله تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ وقال الرسول ﷺ لا تحلین لزوجك الاول حتی یذوق الاخر عسیلتك وتزوقی عسیلته (بخاری شریف، مسلم جلد ۲ ص ۷۹۲)

اگر تیسری طلاق دی تو اس کے لیے مطلقہ دوبارہ حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عورت تو حلال نہ ہوگی پہلے شوہر کے لیے جب تک تو دوسرے خاوند کا مزہ اور وہ تیرا مزہ نہ لے لے۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب المفقود﴾

﴿۱۹۴﴾ **فتوی شرعی**: مفقود الخبر اور غائب شخص کی بیوی کے بارے میں کیا احکامات ہیں۔ سائل: قاری احمد علی اٹک

الجواب: مفقود الخبر سے وہ شخص مراد ہے جو اس طرح غائب ہو کہ کچھ پتہ نہ ہو کہ وہ کہاں ہے، اور زندہ ہے بھی یا نہیں ہے، ابو الحسن القدوری کے الفاظ میں فلم یعرف موضع ولا یعلم احی ہو ام میت۔ (مختصر القدوری ص ۱۵۰) شرف الدین مقدسی نے اس کی مثال دیتے ہوئے لکھا ہے جیسے کوئی شخص اہل وعیال کے درمیان سے گم ہو جائے نماز کو نکلے اور واپس نہ آئے۔ کسی قریبی جگہ کسی ضرورت کے لیے جائے اور پھر اس کا کوئی پتہ نہ چلے یا کسی ریگستان یا میدان جنگ کو کوچ کر جائے یا کسی کشتی میں سوار ہو جو ڈوب جائے اور یقین کے ساتھ معلوم نہ ہو کہ وہ بھی ڈوب گیا یا بچ گیا۔ (الاقناع جلد۲ ص ۱۱۳)

اس طرح جو شخص کبھی یہاں کبھی وہاں رہے کسی ایک جگہ جم کر نہ رہے اور اہل حق کا حق ادا نہ کرے وہ فقہاء کی اصطلاح میں مفقود الخبر سمجھا جائے گا۔

مفقود الخبر شخص کی بیوی

مفقود الخبر شخص کی بیوی دوسرے سے نکاح کی مجاز ہوگی یا نہیں، اس میں فقہاء کی رائیں مختلف ہیں۔ اہل علم کی ایک بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ جب تک شوہر کی موت واقع نہ ہو وہ جائے عورت نکاح کی مجاز نہیں ابن ابی شیبہ علیہ الرحمۃ کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی رائے نقل کی ہے کہ اذا فقد زوجها لم تزوج حتیٰ يصل ان يموت۔

شعبی کہتے ہیں عورت اس کے مرنے یا واپس ہونے کا انتظار کرے، حتى يرجع او يموت ابو قلابہ کہتے ہیں جب تک شوہر کی موت واضح نہ ہو جائے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ حتى تبين لها موته

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہی رائے ابراہیم نخعی حماد، حکم، جابر بن زید اور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔
مصنف ابن شیبہ جلد ۴ ص ۲۳۶ ابن حزم کی بھی یہی رائے ہے اور انہوں نے اپنی تلاش وجستجو سے اس فہرست میں خاصا اضافہ کر دیا ہے چنانچہ انہوں نے جن لوگوں سے یہ رائے نقل کی ہے ان میں مذکورہ فقہاء کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعین میں حسن، خلاس بن عمر، ابراہیم نخعی حکم بن عتیبہ، عطا زہری مکحول عمر بن عبدالعزیز، سعید بن مسیب، قتادہ، ابوالزناد، ربیعہ، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، عثمان بتی، سفیان ثوری، امام اوزاعی لیث بن سعد اور داؤد ظاہر بھی ہیں، المحلی جلد ۱۰ ص ۲۳۹)

یہی رائے امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کی بھی ہے، (رحمۃ الامۃ ص ۲۱۲)

یہاں اس بات کی وضاحت کر دینی مناسب ہوگی کہ احناف کے ہاں اتنی عمر کے بعد عورت نکاح کر سکتی ہے جس میں غالب توقع ہے کہ اب شوہر کی موت ہو چکی ہوگی یہ مدت انتظار کیا ہوگی؟ اس سلسلہ میں خود فقہاء احناف کی رائے میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے، شرح وقایہ میں محمد بن فضل اور محمد بن حامد سے ۹۰ سال نقل کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس پر فتویٰ ہے امام ابوحنیفہ سے ایک قول صرف ۳۰ سال کا مروی ہے بعض حضرات نے ۲۰ اور ۷۰ سال نقل کیا ہے، ایک روایت امام صاحب اور صاحبین سے ۸۰ سال نقل کی جاتی ہے اور صاحب جامع الرموز نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسی پر فتویٰ ہے، وعلیہ الفتویٰ فی زماننا صاحبین سے ایک قول ۱۰۰ ۱۱ سال امام محمد سے ایک ۱۱۰ اور امام ابو یوسف سے ایک روایت ۱۵۰ سال کی بھی نقل کی گئی ہے، تاہم سب سے قرین قیاس یہ قول ہے کہ اس مرد کے ہم عمر لوگ جب مر جائیں تو سمجھا جائے کہ وہ بھی مر چکا ہے اور اس کو دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے۔ (جامع الرموز جلد ۳ ص ۱۶۵)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسری رائے یہ ہے کہ شوہر کے غائب ہونے کے بعد جب عورت مقدمہ قاضی کے پاس لے جائے تو پہلے قاضی اس کے متعلق تحقیق کرے جب اس کا کوئی پتہ نہ چلے تو اب عورت کو چار سال انتظار کا حکم دے پھر چار سال کے درمیان بھی اگر شہر نہ آئے تو اب عورت کو اجازت دی جائے کہ وہ عدت وفات (۴ ماہ ۱۰ دن گذار کر دوسرا نکاح کرلے)

علامہ ابن حزم کو اعتراض ہے کہ اوپر جن حضرات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے بہتوں سے ایسی روایت بھی منقول ہیں کہ چار سال کی مہلت دے کر وہ عورت کو نکاح ثانی کی اجازت دیتے ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے قوی سند سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں سے نقل کیا ہے کہ وہ مفقود الخبر شخص کی بیوی کو چار سال کے انتظار اور چار ماہ دس دن کی مدت کے بعد نکاح ثانی کی مجاز گردانتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۴ ص ۲۳۷)

امام مالکؒ نے بھی اسی روایت کو نقل کرکے اس پر اپنے مسلک کی بنا رکھی ہے اور عورت کو نکاح ثانی کی اجازت دی ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ جلد ۲ ص ۹۲)

یہی رائے امام احمد کی ہے۔ البتہ امام احمد کے ہاں چار سال اور چار ماہ دس دنوں کا انتظار عورت خود ہی کرلے یہ کافی ہے۔ قاضی کے پاس جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ فانها تربص اربع سنين ثم تعتد فللوفات اربعة اشهر و عشرا۔ ۔۔ والا يفتقرو الامر الى الحاكم بحكم بضرب المدة و عدة الوفاة۔ (الاقناع جلد ٤ س ۱۱۳)

متاخرین احناف کا فتویٰ

چونکہ عملاً مفقود الخبر کی بیوی کو زندگی بھر نکاح سے محروم رکھنا ایک مشکل بات بھی تھی اور بہت سے فتنوں کا باعث بھی بن سکتی تھی، اس لیے بعد کو چل کر فقہاء احناف نے بھی اسے مالکیہ کی

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

رائے اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ جامع الرموز کے مصنف مالکیہ کا مسلک نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں،

فلو افتی به فی موضع الضرورة ینبغی ان لا باس به علیٰ ما اظن (جامع الرموز جلد۳ ص ۱۶۵)

حضرتِ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مالکیہ کی رائے پر فتوی دیتے ہوئے احناف کی دو اور کتابوں سے اس کے حق میں عبارتیں نقل کی ہیں،

تعالیق الانوار علی الدر المختار میں ہے،

نعم مذهب مالك و القديم من مذهب الشافعی تقديره باربع سنين لكن فی حق عرسه لا غير فتنكح بعدها كما فی النظم فلو افتیٰ به فی موضع الضرورة ينبغی ان لا باس به علیٰ ما ظن كما فی القهستانی

ہاں امام مالک اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کا قدیم مذہب یہ ہے کہ چار سال انتظار کرے لیکن یہ صرف اس کی بیوی کے حق میں ہے پس وہ اس کے بعد نکاح کرے گی جیسا کہ نظم میں ہے اور اگر از راہ ضرورت اسی پر فتوی دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے قہستانی میں ایسا ہی ہے،

اور حسب المفتیین میں صفحہ ۸۰ میں ہے،

قول مالك معمول به فی هذه المسئلة وهو احد قول الشافعی ولو افتی الحنفی بذالك يجوز فتواه لان عمر قضی هكذا فی الذی استهوته الجن بالمدينة فكفی به اماماً (فتاوی مولانا عبد الحی لکھنوی بر حاشیہ خلاصتہ الفتاوی)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس مسئلہ میں امام مالک کا قول قابل عمل ہے اور یہی امام شافعی کا بھی ایک قول ہے اور اگر حنفی اسی کے مطابق فتوی دے دے تو اس کا فتوی جائز ہوگا اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کے حق میں جس کو مدینہ سے جن اٹھا کر لے گیا تھا، ایسا ہی فیصلہ کیا ہے اور وہ بحیثیت امام کافی ہیں۔ نیز مولانا لکھنوی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں المنتقی شرح الملتقی کے مصنف سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔

فقہاء مالکیہ کا طریقہ

جب اس مسئلہ میں فقہ مالکی پر فتوی ہے تو مناسب ہے کہ مالکیہ کے مسلک کی تفصیل نقل کر دی جائے

امام مالک کے ہاں مفقود کی پانچ صورتیں ہیں،

(۱) وہ جو دارالاسلام سے لاپتہ ہوا اور کسی وبائی مرض کا زمانہ نہ ہو۔

(۲) جو دارالاسلام سے کسی وبائی مرض مثلاً طاعون وغیرہ کے درمیان مفقود ہو گیا ہے۔

(۳) اہل اسلام کی باہمی جنگ کے دوران لاپتہ ہو

(۴) جو دارالحرب سے لاپتہ ہو

(۵) جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جنگ کے موقع سے لاپتہ ہو جائے۔ (حاشیہ شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی علی الشرح الصغیر جلد ۲ ص ۶۹۳)

پاکستان دارالاسلام ہے مفقود کے مسئلہ میں دارالاسلام کا کافی ہے۔ اس لیئے قانونی طور پر جس طرح ایک مسلمان شہری دارالاسلام میں مامون ہوتا ہے۔ اسی طرح پاکستان میں بھی اس کا تحفظ حاصل ہونا چاہیے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دار الاسلام میں عام مفقود لا پتہ شخص کا حکم یہ ہے کہ

(۱) عورت قاضی کے پاس فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کرے۔ رفعت امرها الی السلطان

(۲) قاضی اولاً معاملہ کی تحقیق کرے۔ لوگوں سے دریافت کرے جہاں ہو وہاں سے پتہ لگائے، ینظر فیها و یکتب الیٰ موضعه الذی خرج الیه۔

(۳) جب کوئی پتہ نہ لگ سکے تو اب قاضی اس کو چار سال کی مہلت دے کہ اس میں وہ شوہر کا انتظار کرے۔ فاذا یئس منه ضرب لها فی تلك اساعة اربع سنین ۔ازخود عورت کا انتظار معتبر نہیں۔ چنانچہ مالکی نے امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ عورت ازخود بیس سال تک انتظار کے بعد بھی قاضی سے رجوع کرے تو بھی قاضی بھی اس کے لیے مدت انتظار (چار سال) متعین کرے گا۔ و ان قامت عشرین سنة۔ (المدونۃ الکبریٰ جلد۲ ص ۹۲، ۹۳)

(۴) جہاں قاضی شریعت موجود نہ ہو وہاں جماعت المسلمین بھی یہ کام انجام دے سکتی ہے۔

(۵) چار سال کے انتظار کے بعد بھی اگر مرد نہ آئے تو اب عورت ازخود چار ماہ دس دنوں کی عدت وفات گذارے اس کے بعد وہ دوسرے نکاح کی مجاز ہو جائے گی۔ اس عدت کے لیے قاضی کے پاس رجوع ہونا ضروری نہیں، بلکہ خود اس کا ارادہ بھی ضروری نہیں اگر نیت نہ تھی دونوں کے حساب میں غلطی ہوگی اور عدت وفات گذر گئی تو اب وہ گذر چکی۔ (الشرح الصغیر جلد۲ ص ۲۹۵)

ہمارے زمانے میں اخباری اشتہارات بھی کسی معاملہ کی تحقیق و تفحیص کے لیے ایک اہم ذریعہ ہیں اور اس کے ذریعہ بھی قاضی تحقیق کرسکتا ہے۔

مفقود الخبر شخص کی واپسی

اس بات کا ایک اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ اگر قاضی عورت کو دوسرے نکاح کی اجازت

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دے دے تو وہ نکاح بھی کر لے پھر مفقود الخبر شخص واپس آ جائے تو اب کیا حکم ہوگا؟ اکثر فقہاء اور اھل علم کی رائے یہ ہے کہ اب وہ عورت اسی مفقود الخبر شخص کی بیوی متصور ہوگی البتہ قاضی اسے اختیار دے گا کہ یا تو بیوی کو واپس لے لو یا تم نے جو مہر ادا کیا تھا وہ واپس لے لو، ابولیلیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فیصلہ اسی طرح نقل کیا ہے۔ سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی یہی رائے نقل کی ہے اور سہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمیر کے بقول اس کے ایک اسی قسم کے مقدمہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی محصوری کے ایام میں اسی طرح کا فیصلہ فرمایا پھر جب یہ لوگ اس معاملہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئے تو انہوں نے بھی اس کو برقرار رکھا، اس کے علاوہ شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۴ ص ۲۳۸)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی یہی رائے ہے اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی صحیح تر قول یہی ہے۔ (شرح وقایہ جلد ۲ ص ۳۱۳)

علامہ ابن حزم نے اسے مختلف لوگوں کی رائے نقل کی ہے ان میں ایک ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اب وہ عورت بہرصورت دوسرے شوہر کی بیوی ہے پہلے شوہر کا اب اس پر کوئی حق نہیں چاہے دوسرا شوہر اس سے دخول کر چکا ہو یا ابھی نہیں کیا ہے۔ فلا سبیل للاول ولا اربعۃ دخلہ بہا اولم یدخل (المحلیٰ جلد ۱۰ ص ۱۳۸)

امام مالک کی رائے ہے کہ اگر شوہر اول شوہر ثانی کے دخول کرنے سے پہلے ہی آ گیا تو عورت اس کی طرف لوٹا دی جائے گی اور اگر دخول کر چکا ہے تو اب وہ شوہر ثانی ہی کی بیوی ہے اور شوہر اول کا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ یہی رائے امام احمد کی بھی ہے اور ربیعہ کی رائے کے مطابق

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام شافعی کا بھی ایک قول مروی ہے۔ (رحمتہ الامامتہ ص ۳۱۴)

امام احمد کا استدلال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیوی کے پاس موجود نہ ہو اور اس کو طلاق دے دے اور غائبانہ ہی زبانی رجعت بھی کر لے بیوی کو طلاق کی اطلاع تو پہنچی لیکن رجعت کی خبر نہ ہوئی اس بنا پر عدت گذرنے کے بعد وہ دوسرا نکاح کر لے اور دوسرا شوہر اس کے ساتھ صحبت بھی کر لے، اب شوہر اول اس کو لوٹانا چاہے تو اس کو اس کا حق حاصل نہ ہوگا یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ اور ان کا ارشاد ہے۔ **فان تزوجت وادخل بها الاٰحر فلا سبيل لزوجها الاول اليها۔ (المرونته الكبرىٰ جلد ۲ ص ۹۳)**

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس پر مفقود الخبر شخص کی بیوی کے مسئلہ کو قیاس کرتا ہوں اور یہی رائے اس میں بھی رکھتا ہوں۔ ((المرونتہ الکبریٰ جلد ۲ ص ۹۳)

بعض حضرات نے مفقود الخبر شوہر کی واپسی پر عورت کو اس کے حوالہ کرنے کو مردوں کے حقوق کے معاملہ میں مبالغہ قرار دیا ہے مگر جو بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے صحابہ کرام سے ثابت ہو۔ اس کے بارے میں اس قسم کی تنقید ناشائستہ ہی کہی جا سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اصولی اعتبار سے یہ رائے زیادہ قوی ہے اس لیے کہ مفقود الخبر شخص کی بیوی کو دوسرے نکاح کی اجازت اس بنیاد پر دی گئی تھی کہ شوہر اول مر چکا ہے۔ اب جب کہ شوہر اول مرا ہی نہیں ہے اور وہ زندہ ہے تو یہ بنیاد ہی منہدم ہو گئی۔ اس لیے اس دوسرے نکاح کو کالعدم ہو جانا چاہیے۔

غائب غیر مفقود کا حکم

ایسا شوہر جو بالکل لاپتہ نہ ہو لیکن اس کو کوئی متعین پتہ بھی نہ ہو کبھی سنا جاتا ہو کہ وہاں ہے کبھی یہاں ہے لیکن بیوی کے پاس نہ آتا ہو اور نہ نفقہ ہی ادا کرتا ہو، اس کو اصطلاح میں غائب غیر

مفقود کہتے ہیں نفقہ ادا نہ کرنے اور جنسی حق سے محروم رکھنے کی وجہ سے عورت کے مطالبہ پر قاضی یا موجودہ دور کے مسلم جج اس کا نکاح بھی فسخ کر سکتا ہے۔ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تو اگر اس کا ایک متعینہ پتہ ہو، خطوط بھی آتے ہوں لیکن نفقہ نہ دیتا ہو یا نفقہ بھی ادا کرتا ہو لیکن گھر نہ آ کر قصداً عورت کو تکلیف دیتا ہو اور اس کو صنفی تقاضوں سے محروم رکھتا ہو تو بھی قاضی اس کا نکاح فسخ کر سکتا ہے۔

وان كانت غيبته غير منقطعة يعرف خبره ويأتى كتابه فليس لامرأته ان تتزوج الا ان يتعذر الانفاق عليها من ماله فلها الفسخ لا بتعذر الوطاء اذا لم يقصد بغيبته الاضرار بتركه فان قصده فلها الفسخ به اذا كان سفره اكثر من اربعة اشهر۔ (الاقناع جلد ۴ ص ۱۱۳)

جب شوہر کی غیبت ایسی ہو کہ بالکل ہی لاپتہ نہ ہو بلکہ اس کا پتہ معلوم ہو اور خط آتا ہو تو عورت کو حق نہیں کہ دوسرا نکاح کرلے سوائے اس کے کہ شوہر کے مال میں سے اس کے اخراجات کی تکمیل دشوار ہو جائے اب اس کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔ لیکن حق وطی سے محرومی کی بنا پر نہیں، جب کہ غیبت سے وطی چھوڑ کر عورت کو ضرر میں مبتلا کرنا مقصود نہ ہو اور اگر قصداً ایسا کر رہا ہو (یعنی وطی سے محروم کر رہا ہو) تو اگر مرد کا سفر چار ماہ سے زیادہ کا ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہو گا۔

جب اس صورت میں فسخ نکاح کی گنجائش ہے جب کہ شوہر کا پتہ بھی ہو تو اگر اس کا پتہ ہی نہ ہو اور وہ بھاگا بھاگا رہتا ہو تو عورت کو اس کے ظلم اور اس کی طرف سے پہنچنے والے ضرر سے بچانے کے لیے فسخ نکاح بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا وجودہ دور کے مسلم جج یا مجسٹریٹ قاضی کا قائم ہو گا؟

جہاں شرعی قاضی نہ ہوں ان میں وہ احکام جج یا مجسٹریٹ وغیرہ جو کہ گورنمنٹ کی جانب سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، اگر وہ مسلمان ہوں اور وہ قانون شریعت کے مطابق فیصلہ کریں تو ان کا فیصلہ بھی شرعی قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے، ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائز ولو کافرًا ذکرہ مسکین وغیرہ

لیکن اگر کسی جگہ فیصلہ کرنے والا حاکم غیر معتبر ہے اس کے حکم سے (شرعاً) فسخ وغیرہ نہیں ہو سکتا ہے یعنی کافر مسلمان کے فیصلے کرنے کا مجاز نہیں ہے جیسا کہ کتب فقہ میں وضاحت ہے،

(نائب قاضی کے مقدمہ کی کاروائی ترتیب دینے کی حیثیت) الحیلۃ الناجزہ ص ۶۷ میں ہے،

اگر کسی خاتون وغیرہ قاضی کاروائی مرتب کرلے تو اس میں تفصیل ہے جیسا کہ بحرالرائق میں ہے مانصہ صدرا الشھید النائب یقضی بما شھد وعند الاصل وکذا لا صل ویقضی بما شھد وعند النائب

نیز بعض جزئیات نقل کرنے کے بعد ہے،

تخالف بعضھا بعضا فالی صل ان القاضی اذا ولی الخلیفۃ القضاء عمل بقولہ وان ولا وسماع الدعوی والشھادۃ لا یعمل فلا تناقض (بحرالرائق ص ۱۷ جلد ۷ میں ہے)

بورڈ یا کمیٹی کے فیصلہ کی حیثیت

اگر کسی مقدمہ کا فیصلہ کسی کمیٹی کے سپرد کردیا جائے جیسا کہ بعض مرتبہ کسی عدالت کے ججوں

کی جیوری کے سپرد ہوتا ہے یا پنچ کے سامنے پیش ہوتا ہے یا کوئی مقدمہ چند حضرات کی کمیٹی کے سپرد ہوتا ہے تو اس صورت میں ان تمام ارکان کا مسلمان ہونا شرط ہے کوئی غیر مسلم جج اور مجسٹریٹ اور ممبر بھی اس کا رکن ہو تو شرعاً اس جماعت کا فیصلہ کسی طرح معتبر نہیں اس قسم کے فیصلہ سے تفریق (علیحدگی) وغیرہ ہرگز صحیح نہیں ہوگی۔

لاپتہ شخص کی بیوی کے فسخ نکاح کا کیا حکم ہے۔

یہ صحیح ہے کہ مفقود الخبر کے فسخ نکاح کے معاملہ میں حنفیہ کا مذہب دلائل کے اعتبار سے نہایت قوی اور غیر معمولی احتیاط پر مبنی ہے۔ لیکن فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ میں سے بعض متاخرین نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے اس مسئلے میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فیصلہ دے دیا ہے جیسا کہ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اور منتقی سے قہستانی کا جو کہ چوتھی صدی کے مشائخ حنفیہ میں ہیں قول نقل فرمایا ہے،

لو افتیٰ به موضع الضرورة لا بأس به علیٰ ما اظن ص۱۵ جلد ۲

یعنی اگر ضرورت شدیدہ میں مذہب غیر ہم فتویٰ دے دیا تو میرے رائے میں اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور ایک زمانہ سے حضرات مفتیان کرام اور ارباب فتویٰ پاکستان تقریباً سب نے ہی اسی قول پر فتویٰ دینا اختیار فرمایا ہے اور یہ مسئلہ اس وقت ایک حیثیت سے فقہ حنفی ہی میں داخل ہو گیا لیکن جس وقت تک عورت صبر سے کام لے سکے اس وقت تک اصل مذہب حنفی پر عمل کرنا لازمی ہے۔ البتہ ضرورت شدیدہ کے وقت کہ خرچ (نان ونفقہ) کا انتظام نہ ہو سکے یا گناہ میں مبتلا ہونے کے ڈر سے بیٹھنا مناسب نہ سمجھا جائے اس وقت مذہب مالکیہ پر عمل کرنے میں حرج نہیں ہے اور اس قسم کے مواقع کے لیے یہ فتویٰ مرتب کیا گیا ہے لیکن کسی مسئلہ میں دوسرے امام کا مذہب اختیار

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں اس امام کے نزدیک جو شرائط ہوں ان تمام کی رعایت کی جائے۔

قاضی کے ذمہ مفقود الخبر شخص کی تلاش کا ہے یا نہیں

قاضی پر ضروری ہے کہ صرف عورت اور اس کے اولیاء کی تفتیش اور ان کے بیان پر اکتفانہ کرے بلکہ خود بھی تلاس کرائے اور تلاش کرنے کی صورت یہ ہے کہ قاضی اور حاکم کو جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں آدمی بھیجا جاوے اور جس جگہ جانے کا غالب گمان نہ ہو صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں خطوط بھیج کر تحقیق کرے اور اگر اخبار میں شائع کر دینے سے خبر ملنے کی امید ہو تو یہ بھی کرے الغرض تفتیش میں پوری کوشش اور جدوجہد بلیغ کر لے، مقامی اخبارات، موبائل، ٹیلیفون وغیرہ استعمال کرے۔ اور جب تلاش کے بعد پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے اس وقت مذکورۃ الصدر طریق پر چار سال کے مزید انتظار کا حکم کر لے۔

مفقود الخبر کی بیوی کو طلاق رجعی ہو گی

اگر تفریق اس قاعدے کے موافق کی جائے تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اور اس صورت میں زوجہ مفقود کی بجائے عدت وفات کے عدت طلاق تین حیض گزارنے ہونگے۔ اور مفقود اس صورت میں بعد تفریق واپس آ گیا تو اس میں یہ تفصیل ہوگی کہ اگر عدت کے اندر اندر اگر رجعت کرلے تو رجعت صحیح ہو جائے گی اور زوجہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی۔ اور اگر عدت کے بعد آیا یا پہلے ہی آ گیا مگر عدت کے اندر رجعت قولی یا فعلی نہ کی تو اب اس کی زوجہ پر طلاق بائنہ ہو کر وہ خود مختار ہو گی۔ خواہ دوبارہ اسیؑ سے نکاح کرلے یا کسی دوسرے سے نکاح کرلے۔

فتاوی مہریہ ص ۲۴۳ پر پیر سید مہر علی شاہؒ لکھتے ہیں حنفیہ کے نزدیک زوجہ مفقود الخبر کی

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مدت نوے سال یا کم وپیش ہے مگر مالک علیہ الرحمۃ کے نزدیک چار سال معہ عدت وفات گزرنے کے بعد زوجہ مفقود الخبر کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے اور ضرورت کے وقت حضرات احناف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اس پر فتوی دینا درست فرمایا ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں مذکور ہے۔

سخت ترین ضرورت میں زوجئہ مفقود کو ایک سال کی مدت انتظار

الحیلۃ الناجزہ ص ۲۹۰ میں ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کے لیے چار سال مزید انتظار کا حکم تو اسی صورت میں متفقہ طور سے ضروری ہے جب کہ عورت اس قدر زمانہ تک صبر سے اور باعصمت زندگی گزار سکے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو۔ یعنی عورت گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ کرلے اور اس نے ایک عرصہ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اس حالت میں درخواست دی ہو جب کہ صبر سے عاجز ہو گئی ہو تو اسی صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی میعاد میں کمی کردی جائے کیوں کہ جب عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا شدید اندیشہ ہو تو ان کے نزدیک کم از کم ایک سال صبر وانتظار کے بعد تفریق جائز ہے۔

مدت انتظار کب سے شمار ہو گی

حاکم چار سال کی مدت جو انتظار کرنے کے لیے مقرر کرے گا وہ مدت اسی وقت سے شروع ہو گی جس وقت حاکم یا شرعی کمیٹی مفقود کی تحقیق وتفتیش کر کے پتہ چلنے سے ناامید ہو جائے اور قاضی کی عدالت میں پہنچنے اور اسکی تفتیش سے پہلے چاہے کتنی ہی مدت گزر چکی ہو، اس کا کچھ اعتبار نہ ہو گا۔

زوجئہ مفقود کی لیے قاضی سے فیصلہ کرانا لازمی ہے

مفقود کی بیوی کسی صورت میں اس کے نکاح سے خارج ہونے میں خود مختار نہیں۔ بلکہ ہر حالت میں قاضی کا فیصلہ حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح الحیلۃ الناجزہ ص ۲۸۵ میں بھی ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۹۴﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک عورت کا خاوند عرصہ تیس سال سے گم ہو گیا ہے، ہم نے تمام وسائل بروئے کار لائے جو تلاش کرنے میں استعمال ہوئے، مثلاً ٹیلی ویژن پر اشتہار دیا، اخبارات کے علاوہ اشتہار لوگوں کو بھی دیئے تمام رشتہ داروں سے معلومات کیں مگر اس کی تا حال کوئی خبر نہیں ہے کہ وہ مردہ ہے یا زندہ ہے۔اب اس عورت کے بارے میں کیا شرعی مسئلہ ہو گا۔سائل: غلام عباس

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لاضرور لاضرار فی الاسلام۔ کہ اسلام میں ضرر رسانی جائز نہیں بلکہ یہ ایک قبیح فعل ہے۔

لہٰذا جو شخص مفقود الخبر (گم ہو جائے) اور اس کی زندگی اور موت کی خبر وجود تلاش نہ ملے تو گم شدگی کی حالت یا عدم ایفائے حوائج ضروریہ نان ونفقہ وغیرہ سے جو تکلیف وضرر زوجہ مفقود الخبر کے لیے ہے، اس کی برابر اور کوئی ضرر عورت کے لیے نہیں ہے۔اور انہیں وجوہات پر خلیفہ ثانی حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زوجہ مفقود الخبر کی نسبت حکم جاری کر دیا کہ زوجہ مفقود الخبر چار سال تک انتظار رکھ کر پھر مزید چار ماہ دس یوم عدت وفات گزار کر نکاح ثانی کر لے جس پر ایک جم غفیر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع اور مسلک مالکہ کا فیصلہ وانحصار بھی اسی مسئلہ میں اس حکم اور اجماع صحابہ پر ہے جسے موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روایت فرمایا گیا ہے" **ان عمر بن الخطاب قال ایما امراۃ فقدت زوجھا فلم تدرا ین ھوا**"۔(موطا)

اور خلیفہ ثالث سیدنا حضرت عثمان۔ابن عمر۔ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا بھی یہی فتوی ہے۔

اور پھر جماعت تابعین رضی اللہ عنہم نے اپنے عصر میں اس مسئلہ کی مخالفت نہیں کی۔

لیکن ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال اس مسئلہ میں مختلف ہیں مگر عورت کی مجبوری ومشکلات مد نظر رکھتے ہوئے بالا ائمہ موصوف رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی عند الضرورۃ الشدیدہ یعنی بوجہ عدم ایفائے نان ونفقہ وغیرہ بخوف واقع حرام ہونے مسلک مالکیہ پر فتوی دینا درست اور جائز قرار دیا جیسا کہ

درمختار میں ہے

"لا باس بالتقلید عند الضرورة"۔

لیکن فقہ میں فسخ واجازت نکاح ثانی قاضی اسلام کو ہے۔ جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے "لا یثبت الفسخ الابشرط القضاء۔ چونکہ موجودہ دورحکومت میں قاضی کا وجود معدوم ہے اور اختیارات قاضی اسلام عدالت مجاز کو ہیں لہذا عدالت سے فسخ ضروری ہے یا پھر بصورت معذوری جماعت عدول مسلمین کو اختیارات ہو سکتے ہیں۔ یعنی اگر عدالت کی چارہ جوئی میں معذوری و مجبوری و دشواری ہوتو پھر ضلع کے سب سے بڑے عالم دین اور چند دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت مرتب کی جائے اور اس کے سامنے تمام حالات و شہادت پیش کر کے فسخ نکاح کا حکم و اجازت نکاح ثانی حاصل کرلیا جائے۔ کیونکہ پھر یہ کمیٹی حسب احکام شرعیہ حکم فسخ واجازت نکاح ثانی دینے کی مجاز ہوگی۔

﴿۱۹۵﴾ فتوی شرعی: (حضرت علامہ مفتی کریم بخش بہل ضلع بھکر)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسلہ کے بارے میں، کہ ایک عورت کا خاوند عرصہ پندرہ سال سے لاپتہ ہے اور اس کی خبر زندہ یا مردہ ہونے کی نہیں، عورت کے گھر والوں نے عدالت سے فیصلہ کروایا تو عدالت نے نکاح فسخ ہونے کا حکم صادر فرمایا، کیا ہم عدالت کے حکم پر عمل کر کے عورت کا دوسرا نکاح پڑھا سکتے ہیں یا نہیں۔

سائل محمد اکبر از کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ مذہب ائمہ حنفیہ و جمہور ائمہ کرام میں زنِ مفقود پر انتظار فرض ہے۔ یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر جائے کہ عادۃ موت مفقود مظنون ہو اور اسکی تقدیر مفتی بہ مؤید بحدیث صحیح یہ ہے کہ روز ولادت مفقود سے ستر سال گزر جائیں۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دربارے حال مفقود یہی حکم دیتے ہیں۔ مگر دربارۂ زن خلاف کرتے ہیں۔ پھر بھی ہرگز یہ انکا مذہب نہیں جو آجکل کے جہال بلکہ بعض مدعیانِ علم نے سمجھ رکھا ہے کہ مفقود ہوئے چار برس گزرے اور بطور خود نکاح کرلے بلکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ زن مفقود قاضی شرع کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق روز مرافعہ سے چار برس کی مہلت اپنی طرف سے دے۔ عورت یہ دن گزارے اس کے بعد پھر مستغیث ہو اور قاضی بعد تحقیق تفریق کرے۔ اس کے بعد عورت عدت بیٹھے۔ پھر نکاح کرسکتی ہے۔ خود امام مالک نے اپنی کتاب مؤطا میں اس کی تصریح فرمائی اور صاف ارشاد فرمایا کہ مرافعہ سے پہلے اگر چہ بیس برس گزر گئے وہ اصلاً شمار میں نہ آئیں گے۔ ان سے چار برس لیے جائیں گے۔ خاوند مفقود پندرہ سال والے کی بیوی بدستور اس کے نکاح میں ہے اور اس عورت کا نکاح دوسری جگہ کرنا حرام ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **والمحصنت من النساء** (القرآن) تم پر حرام ہیں وہ عورتیں جو دوسرے کے نکاح میں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **امرأۃ المفقود امرأته حتی یاتیها البیان۔** مفقود کی بیوی اس کی عورت ہے یہاں تک کہ اس کی موت کا حال ظاہر ہو۔ اس کو دارقطنی نے اپنی سنن میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ سنن الدار قطنی باب المھر حدیث ص ۲۵۵، امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ نے فرمایا ھی **امرأۃ ابتلاھا اللہ تعالیٰ ولیصبر حتی یاتیها البیان** یہ ایک عورت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مصیبت میں مبتلا فرمایا ہے اس پر لازم ہے کہ صبر کرے یہاں تک کہ شوہر کو موت حیات ظاہر ہو۔ مصنف عبدالرزاق باب التی لاتعلم مھلک زوجھا۔ یہی حنفیؒ مذہب ہے یہی مذہب امام احمدؒ، اور اسی طرح امام شافعیؒ نے رجوع فرمایا ہے، نیز وہ عورت جس کا خاوند پندرہ سال سے لاپتہ ہے اس عورت کا اس کے نکاح میں موجود ہونا یقینی ہے اور اس کی موت

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں شک ہے اور تمام اماموں کا اجماع ہے کہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ باقی حنفی مسلک کی دلیل آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث بھی ہے جس میں آپ ﷺ نے اپنی امت کی عمر مابین ساٹھ ستر سال ذکر فرمائی۔ ملخص

فتاوی رضویہ جلد۱۳، ص۳۳۵۔

(فقیر کریم بخش خادم مدرسہ علوم شرعیہ۔ بمقام بہل ضلع بھکر۔ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۸)



الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب الرجعت﴾

طلاق رجعی کا بیان

﴿۱۹۶﴾ **فتوی شرعی** : قبلہ استاذیم طلاق رجعی کی تعریف اور حکم لکھ دیں۔ سائل حافظ کرم حسین میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوھاب ھو اللہ الموفق بالصواب۔

رجعی طلاق: یہ وہ طلاق ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ بالکل صاف صاف لفظوں میں طلاق دے دے۔ اور اس کے ساتھ اور کوئی لفظ منہ سے نہ بولے جس کا مفہوم یہ ہو کہ وہ فوری طور پر نکاح کو ختم کر رہا ہو۔

حکم: رجعی طلاق کا حکم یہ ہے کہ عدت کے پورے ہونے تک بیوی بدستور شوہر کے نکاح میں رہتی ہے۔ اور شوہر کو یہ حق رہتا ہے کہ وہ عدت کے اندر جب چاہے بیوی سے رجوع کر سکتا ہے۔ اور رجوع کا مطلب یہ ہے کہ یا تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی یا بیوی کو ہاتھ لگا دے۔ دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر عدت گزر جائے۔ اور اس نے اپنے قول یا فعل سے رجوع نہیں کیا تو اب دونوں میاں بیوی نہیں رہے۔ عورت دوسری جگہ اپنا عقد کر سکتی ہے اور اگر ان دونوں کے درمیان مصالحت ہو جائے تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور رجوع کے بعد اگر چہ طلاق کا اثر ختم ہو جاتا ہے لیکن جو طلاقیں دے چکا ہے وہ چونکہ اس نے استعمال کر لیں لہٰذا اب اس کو صرف باقی ماندہ طلاقوں کا اختیار ہو گا۔ کیونکہ شوہر کو کل تین طلاقوں کا اختیار دیا گیا۔ اگر اس نے ایک رجعی طلاق دے دی تو اب پیچھے اس کے پاس دو رہ گئیں۔ اور اگر دو رجعی طلاقیں دی تھیں تو اب اس کے پاس صرف ایک طلاق باقی رہی ہے۔ اب اگر یہ شخص اپنی بیوی کو کسی وقت ایک طلاق دے دے گا تو بیوی حرام ہو جائے گی اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکے گا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۹۷﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ میرا بیوی سے کئی روز سے جھگڑا چل رہا تھا میں شام کے وقت آیا تو پھر جھگڑا شروع ہو گیا میں نے بحالت غصہ کہا میاں میں تجھ سے تنگ آچکا ہوں ایک ماہ گزر گیا ہے ہر روز جھگڑا ہی جھگڑا۔ اب مجھے معاف ہی کر دو۔ پھر میں نے کہا تمہارا معاملہ تمہارے ہی ہاتھ میں ہے، میرے نکاح میں رہو یا طلاق لے لو، تو فوراً بولی میں بھی تنگ ہوں میں طلاق لیتی ہوں۔ اب پندرہ دن گزر گئے ہیں ہماری صلح ہو گئی ہے، از روئے شرع کیا حکم ہے۔

سائل وقار احمد خان دندہ شاہ بلاول

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس صورت میں طلاق رجعی واقع ہو گئی جیسا کہ درالمختار جلد دوم صفحہ ۶۶۱ میں ہے، **امرک بیدک فی تطلیقة او اختاری تطلیقة فاختارت نفسها طلقت رجعیة۔**

﴿۱۹۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے بھائی سے میری بھابی نے جھگڑا کیا۔ وہ والدین کے گھر جانا چاہتی تھی لیکن نہ جانے دے رہے تھے۔ کیونکہ رات کو مہمان آنے تھے۔ لیکن وہ برابر ضد کر رہی تھی۔ آخر مجبوراً میرے بھائی نے کہا آج پھر طلاق ہی سمجھ، صرف ایک دفعہ کہا دو گواہوں کے اور طالق کے بیان حلفی لف ہیں۔ کیونکہ تو میرا کہنا نہیں مانتی۔ اب جب کہ دس دن گزر چکے ہیں صلح صفائی ہو گئی، از روئے شرع کیا حکم ہے،

سائل محمد مظہر اللہ خان بن حافظ جی ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد مظہر اللہ خان آپ کے بھائی کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے۔ بھابی کو گھر لے آئیں رجوع کر لے، عدت میں رجعت درست ہے۔ بعد از عدت کے نکاح جدید ہو سکتا ہے۔

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ ہدایہ شریف جلد دوم صفحہ ۳۷۳ پر ہے

اذا اطلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذلك او لم ترض ، او اذا كان الطلاق بائنا دون الثلث فله ان يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها ۔

﴿۱۹۹﴾ **فتویٰ شرعی:** کہ ہمارے والد شراب کے عادی ہیں جب کہ ہم منع کرتے ہیں کل بروز منگل کو دوپہر کے وقت ہمارے والد نے شراب پی ۔ ہماری والدہ صاحبہ نے کہا تجھے شرم نہیں آتی ۔تمہارے بچے بچیاں جوان ہیں اور باپ شراب پیتا ہے ۔ کچھ تو شرم کرو ۔ ہمارے والد کو غصہ آیا ۔شراب کی حالت میں کہا، طلاق ہے، طلاق ہے، پھر میں نے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، کچھ نہ بولنے دیا ۔ہم چاروں بھائی حلفاً کہتے ہیں کہ ہمارے والد نے صرف دو مرتبہ کہا، طلاق ہے، طلاق ہے، اس کے علادہ اور کچھ نہیں کہا ۔ کیا ہماری والدہ پر طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں ۔

سائلین محمد سرفراز علی، محمد قیصر علی، وغیرہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایک یا دو طلاق صریح سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، بائنہ نہیں ہوتی ۔ جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم ص ۵۹۰ میں ہے صريح مالم يستعمل الا فيه كطلقتك وانت طالق ويقع بها واحدة رجعية وان نوى خلافها من البائن ۔ باقی شراب کا نشہ تو شراب کے نشہ میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے ۔جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم ص ۵۸۴ میں ہے، وفى التارخانيه طلاق السكران واقع اذا سكر من الخمر او النبيذ ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی والدہ پر ایک طلاق واقع ہوئی آپ کے والد رجوع کر لیں ۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۰۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ ہمارے محلہ میں ایک نمازی اور متقی آدمی نے کسی خاص مجبوری کی بنا پر اپنی منکوحہ کو ایک طلاق صریح دے دی ہے۔ اب وہ آیا نکاح کرے یا رجوع کرے۔ مہربانی فرما کر شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل حافظ محمد منیر گولڑوی موسیٰ خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایک طلاق، طلاق رجعی ہوتی ہے۔ اگر عدت پوری نہ ہوئی ہو تو زوج اس کو بدون نکاح کے پھر رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت پوری ہوگئی ہو تو۔ شرعی حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اذا طلاق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذالك اولم ترض۔ (هدايه شريف جلد دوم صفحه ۳۷۵)

﴿۲۰۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں (امیر عبداللہ خان) اور میرے دو بھائی اسٹام پیپر پر بیان حلفی لکھ کر دے رہے ہیں کہ میں نے بحالت غصہ میں بیوی کو طلب کر کے کہا میں نے تم کو طلاق دی ہے۔ ہمارے دوست مولانا محمد ہاشم سے مسئلہ دریافت کیا انہوں نے کہا ایک ماہ کے اندر رجوع کرلو معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔ کیا انکا کہنا درست ہے،

سائل محمد اسلم قریشی دلیوالی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایک ماہ کے اندر رجوع کرلو تو معاملہ ٹھیک ہو جائے گا کہنا درست ہے۔ آپ کے بیان کے مطابق ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ؛ عدت میں رجعت بلا نکاح صحیح ہے۔

جیسا کہ ہدایہ شریف جلد دوم صفحہ ۳۷۳ میں ہے،

اذا طلاق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یراجعها فی عدتها رضیت بذالك اولم ترض ۔ (هدایه شریف جلد دوم صفحه ۳۷۵)

﴿۲۰۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے بھائی طاہر رؤف نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا باتوں باتوں میں جھگڑا شدت پکڑ گیا۔اور سخت غصہ کی حالت میں کہا میں نے طلاق دی، دی، دی ، جناب ہمیں اس مسئلہ سے آگاہ فرمائیں کہ آیا طلاق ثلاثہ ہوئی یا ایک طلاق واقع ہوئی۔

سائل عبدالرؤف خان ساکن رکھی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے بھائی طاہر رؤف کی زوجہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ دی، دی، دی کا تکرار تاکید طلاق سابق ہے۔

جیسا کہ ہدایہ شریف جلد دوم صفحہ ۳۷۳ میں ہے

اذا طلاق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان یراجعها فی عدتها رضیت بذالك اولم ترض ۔ (هدایه شریف جلد دوم صفحه ۳۷۵)والراجعة ان يقول راجعتك او يطاء ها او يقبلها او يلمسها بشهوة (هدایه شریف جلد دوم ص ۳۷۳)

﴿۲۰۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے بارہا بیوی کو سمجھایا کہ والدین کے گھر ضروری کام سے جاؤ لیکن ہر دوسرے دن نہ جایا کرو۔ لیکن وہ میرا کہنا نہیں مانتی ۔ مجھے سخت غصہ آیا اور کہا آج شام تک نہیں آئی تو تجھ کو طلاق ہے۔ باوجود بلانے کے وہ شام تک نہ آئی بلکہ دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے آئی۔ آیا مطلقہ ہوئی یا نہیں۔ اگر ہوئی تو کونسی طلاق واقع ہوئی۔ سائل اللہ دتہ ابا خیل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر شوہر اس کو بدون عورت کی رضامندی اور اجازت کے اور

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بدون اس کے والدین کی رضاو اجازت کے رِجوع کرسکتا ہے۔یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے اس کورجوع کرلیااور بدستور اپنی زوجہ اس کوقائم رکھا۔

﴿۲۰۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں گھر پرنہیں تھا میرے بھانجے غلام عباس نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اس وقت میری بیوی کے علاوہ اور چند عورتیں تھیں اور ایک میرا بیٹا۔طلاق دہندہ غلام عباس میرا بیٹا اور چند عورتیں جو موجود تھیں یہ تمام حلفاً گواہی دیتے ہیں کہ غلام عباس نے دوپہر کے وقت اپنے گھر میں اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہا میں نے تجھے طلاق دی، یہ جملہ صرف ایک بار کہا ،جب کہ میری بیوی اکیلی کہتی ہے کہ انہیں غلام عباس نے یہ جملہ تین بار کہا، یعنی صرف ایک عورت تین طلاقوں کی گواہی دیتی ہے، باقی تمام ایک طلاق کی گواہی دیتے ہیں، تمام کے حلفی بیان لف ہیں ۔ازروئے شرع ہماری راہنمائی فرمائیں کہ طلاق ہوئی یا نہ ہوئی۔اگر ہوئیں تو کتنی طلاقیں۔

سائل غلام محمد اباخیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ غلام عباس کی بیوی پر صرف ایک طلاق پڑے گی، عدت کے اندر رجوع کرنا ہوگا (رجوع کا طریقہ زبانی سمجھادیا گیا)۔

ردالمختار جلد دوم ص ۵۹۱ میں ہے

وما سویٰ ذلك من الحقوق تقبل فيه شهادة رجلين اورجل و امرأتين سو'كان االحق ما لا او غير مال مثل النكاح والطلاق۔

﴿۲۰۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا اپنے ہم زلف سے جھگڑا ہوا، کچھ دنوں کے بعد میری بیوی نے کہا میں اپنی بہن کے گھر جانا چاہتی ہوں۔میں نے سختی سے منع کیا اور کہا اگر جاؤ گی تو تجھ کو طلاق ہوگی، یہ لفظ صرف ایک دفعہ کہا۔پھر دوسرے دن جب میں دوکان پر تھا تو چلی گئی، آیا اس صورت میں مطلقہ ہو گی یا نہیں۔سائل: غلام یٰسین دوکاندار

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ زوجہ پر ایک طلاق پڑ گئی۔ جب طلاق کسی شرط پر مشروط کی جائے تو اس شرط کے واقع ہو جانے سے طلاق واقع ہو جائیگی۔عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہے۔"فی الهدایه اذا اضافه الیٰ شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لا مراته ان دخلت الدار فانت طلاق وهذا بالاتفاق"۔

ہدایہ مین ہے کہ اگر طلاق کو شرط کی طرف منسوب کیا ہو،تو وہ شرط کے پائے جانے کے بعد واقع ہوگی،مثلا یوں کہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے،یہ ضابطہ متفق علیہ ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہے"الطلاق مرتان"۔

﴿۲۰۶﴾ **فتوی شرعی**: کہ میں نے بیوی سے کہا میں آپ کے کرتوتوں سے تنگ آچکا ہوں۔میں تجھے طلاق دے دوں گا۔اور کہا میرے گھر سے چلی جا۔آئندہ میں آپ کو اس گھر میں نہ دیکھوں۔میں نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی کیا طلاق واقع ہو جائے گی۔سائل نعیم خان میانوالی

الجواب: یہ الفاظ میرے گھر سے چلی جا طلاق کے لیے کنایہ ہیں۔تو ان الفاظ کے کہنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔عدت کے اندر ہی مرد سے رجوع ہو سکتا ہے۔جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ہے"اذ كان الطلاق بائنأ دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدت وبعد انقضأها۔"

﴿۲۰۷﴾ **فتوی شرعی** کہ میرے بھائی نے تقریباً دو سال پہلے صرف ایک طلاق دی تھی۔پھر اس کے بعد میری بھابھی اور بھائی کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا۔میری بھابھی والدین کے گھر چلی گی ان سے کہا کہ مجھے طلاق ہو گئی ہے۔جو کچھ میں کہا اللہ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں سچ کہا۔سائل سلیم اختر میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: اگر واقعی آپ نے سچ کہا تو ایک طلاق دینے سے طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔عدت کے اندر اندر شوہر رجوع کر سکتا ہے۔اور بغیر تجدید نکاح کے میاں بیوی کا تعلق بحال ہو سکتا ہے۔اور عدت گزرنے کے بعد نکاح ختم ہو جاتا ہے اور دونوں اجنبی بن جاتے ہیں۔اب اگر دونوں یعنی آپ کے بھائی اور بھابھی رضامند ہوں تو بغیر شرعی حلالہ کے ایک دوسرے سے نکاح کر سکتے ہیں۔

﴿۲۰۸﴾ **فتوی شرعی:** میری بیوی تین ماہ کی حاملہ تھی تو اس نے مجھ سے کسی بات پر جھگڑا کیا تو میں نے حالت غصہ صرف ایک مرتبہ کہا میں نے تجھے طلاق دے دی۔اب میں بے حد پریشان ہوں اور اسی بیوی کو گھر میں رکھنا چاہتا ہوں براہ مہربانی مجھے شرعی مسئلہ بتادیں۔

سائل آصف محمود کھوکھر میانوالی

الجواب: اگر آپ نے واقعی صرف ایک طلاق دی تو وضع حمل سے پہلے رجوع ہو سکتا ہے۔وضع حمل کے بعد عدت ختم ہو جائے گی۔اس کے بعد رجوع کا حق نہیں ہوگا۔البتہ دونوں کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکے گا۔عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرنے کی صورت یہ ہے کہ زبان سے کہہ دیا جائے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کیا یا میاں بیوی کا تعلق قائم کر لیا جائے۔یا رجوع کی نیت سے اس کو ہاتھ لگا دیا جائے۔**ھٰکذا فی المتون۔**

﴿۲۰۹﴾ **فتوی شرعی:** میرا بیوی کے ساتھ حق مہر کے سلسلہ میں کئی روز سے جھگڑا جاری رہا۔کل مجھے سخت غصہ آیا میں نے اپنی بیوی کو دو مرتبہ مخاطب ہو کر کہا میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی کہ الفاظ کہے اب میں پریشان ہوں کیا میں وہی بیوی اپنے گھر میں رکھ سکتا ہوں یا نہیں۔

سائل عارف خان سوانسی میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: اگر صرف دو مرتبہ کہا میں نے تجھے طلاق دی تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ ابھی ایک ماہ پورا نہیں ہوا تو آپ اب رجوع کر سکتے ہیں۔ دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ لیکن اب اگر تیسری بار طلاق دے گا تو دونوں ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جائیں گے اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکے گا۔

﴿۲۱۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص مسمی لعل خان ولد فیروز خان سکنہ لاوہ نے ایک دوسرے شخص سے رقم لینی تھی۔ اس نے رقم دینے سے لیت ولعل سے کام لیا تو اس نے حلف اٹھایا کہ مجھ پر حلف ہے اگر شام تک تم نے رقم نہ دی تو میں تم سے جھگڑا کروں گا۔ میری بیوی پر طلاق ہوگی۔ اگر جھگڑا نہ کروں۔ شام کے وقت یہ حلف بھول گیا شرعاً کیا جرمانہ ہوگا۔

سائل ملک لعل خان

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقعہ ہوگی۔ خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہے۔ زبانی یا فعلی رجوع کر سکتا ہے۔ قسم کا کفارہ (10) دس مساکین کو کھانا صبح شام کھلانا ہوگا یا اس کی قیمت دس مساکین میں تقسیم کرنی ہوگی۔

(۱) "اذا طلق الرجل امرتہ تطلیقۃ رجعیۃ او تطلیقتین فلہ ان یراجعھا فی عدتھا ھدایۃ" (باب الرجعۃ جدل دوم ص ۳۷۳)

(۲) "قال اللہ تعالیٰ۔ الطلاق مرتان فامسك بمعروف او تسریح باحسان" (پ۲، آیت ۲۲۹) ھکذا فی الفتاوی ارضویہ فی الجز الخامس

﴿۲۱۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص کا اپنی ماں سے جھگڑا ہوا۔ اس نے غصہ میں کہا میں اس مکان میں داخل ہوا تو میری عورت پر طلاق ہے۔ اور تین او پلے پھینکے۔ شرعاً کونسی طلاق واقع ہوگی۔ سائل (امیراں بخش والد احمد خان ضلع میانوالی)

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب : صورۃ مسئولہ میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ وہ مکان میں داخل ہو جائے اور بعد میں اپنی بیوی سے رجوع کرے۔

جیسا قرآن مجید میں ہے

''الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسریح باحسان ''پ۲ آیت ۲۲۹۔

''اذا طلق الرجل امرته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فی عدتها'' (هدایه باب الرجعة جلد دوم ص ۳۷۳)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے فتاوی رضویہ جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۳۶۷۔

﴿۲۱۲﴾ فتوی شرعی: بمطابق محمد صدیق ولدیت عبدالستار سکنہ ملاخیل نے بتایا کہ میرا اور میری بیوی کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ بیوی نے کہا مجھے طلاق دے۔ میں نے غصہ میں کہا تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ کیا شرعاً بیوی مطلقہ ہو جائے گی۔

سائل (محمد صدیق)

الجواب : صورۃ مسئولہ میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ مرد کو تین ماہ میں رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔

(۱) اذا طلق الرجل امرته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فی عدتها هدایه (باب الرجعة جدل دوم ص ۳۷۳)

(۲) . قال الله تعالیٰ۔ الطلاق مرتان فامسك بمعروف او تسریح باحسان (پ۲ آیت ۲۲۹)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

﴿۲۱۳﴾ **فتوی شرعی:** غلام یٰسین نے دو گواہوں کے سامنے کہا ہے کہ جو غلام قاسم کا بھائی ہے وہ میرا بھائی نہیں۔ یعنی جو اس کی خوشی وغمی میں شریک ہوگا وہ میرا بھائی نہیں ہے ورنہ مجھ پر طلاق ہے۔ پہلے ایک ہفتہ غلام یٰسین کا غلام قاسم کے ساتھ جھگڑا ہوا تھا۔ اس کی وجہ سے غلام یٰسین نے کہا ہے جو غلام قاسم کا بھائی ہے وہ میرا بھائی نہیں۔ سائل (غلام یٰسین سکنہ بلوخیل)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں غلام یٰسین کا کوئی لڑکا غلام قاسم سے تعلق رکھے گا تو غلام یٰسین کی بیوی ایک طلاق رجعی کے ساتھ مطلقہ ہو جائے۔ تین ماہ میں غلام یٰسین رجوع کر لے۔

﴿۲۱٤﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی زوجہ کوثر بی بی کو طیش میں آ کر دو طلاقیں دے دیں۔ لیکن تیسری طلاق نہ دی۔ کیا میں رجوع کر سکتا ہوں۔

سائل۔ سیف اللہ ولد اللہ داد میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں دو طلاق رجعی واقعہ ہوتی ہیں۔ خاوند دوران عدت اپنی طلاقیں زبانی واپس لے اور آئندہ وہ محتاط رہے۔ اس کے پاس صرف ایک طلاق باقی ہے۔ رجعت کے بعد عورت بدستور اس کی بیوی ہوگی۔

اذا طلق الرجل امرته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها هدايه (باب الرجعة جلد دوم ص ۳۷۳) فتاوی اجملیہ صفحہ ۱۲۵ جلد سوم میں بھی یہی درج ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے، قال الله تعالیٰ۔ الطلاق مرتان فامسك بمعروف او تسريح باحسان (پ ۲، آیت ۲۲۹)

﴿۲۱۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی بیوی کو دو مرتبہ کہا طلاق دے دی ہے۔ طلاق دے دی ہے۔ یہ الفاظ دو مرتبہ دہرائے شرعی مسئلہ بیان کیا جائے۔

سائل (ظفر اللہ ولد گلزار علی)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں بمطابق بیان حلفی طالق، کہ میں نے دومرتبہ کہا کہ طلاق دے دی ہے۔ طلاق دے دی ہے۔ اس سے دو طلاق رجعی واقعہ ہوگئی ہے۔ سائل دورانِ عدت رجوع کرسکتا ہے۔

"الطلاق مرتان فامسك بمعروف او تسريح باحسان فان طلقها فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (پ ۲ ع ۱۳)۔

اذا طلق الرجل امرته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها هدايه (باب الرجعة جدل دوم ص ۳۷۳)

﴿۲۱۶﴾ **فتوی شرعی:** بیان: عالم شیر ولد غلام محمد سکنہ کانجوانوالہ ضلع میانوالی نے حلفاً بیان دیا کہ میرے بھائی کا جھگڑا آج سے چند سال پہلے حفیظ اللہ ولد احمد خان زادے خیل سے ہوا تھا۔ ہمارے پاس صلح کے لئے عبدالکریم ولد محمد عظیم خان آئے تو میں نے حلف اٹھایا کہ مجھ پر طلاق ہے۔ میں تھپڑ مارے بغیر صلح نہیں کروں گا۔ دوسری دفعہ بھی کہا مجھ پر طلاق ہے میں بغیر تھپڑ مارے صلح نہیں کرون گا۔ اس وقت عبدالکریم خان کے ساتھ حفیظ خان وغیرہ اور لوگ بھی موجود تھے۔ موقعہ پر موجود محمد اسلم خان ولد محمد اکبر خان، شیر خان خیل اور عبدالکریم نے بیان کی تائید کی۔

سائل (غلام شیر ولد غلام محمد ساکن کانجوانوالہ میانوالی)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں اگر تھپڑ مارے بغیر صلح کرے گا تو عورت پر ایک طلاق رجعی واقعہ ہوجائے گی۔ بعد صلح رجوع کا حق شرعی حاصل ہوگا۔ دورانِ عدت رجوع کرسکتا ہے۔

(۱) اذا طلق الرجل امرته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها هدايه (باب الرجعة جدل دوم ص ۳۷۳)

(۲) قال الله تعالىٰ۔ الطلاق مرتان فامسك بمعروف او تسريح

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باحسان (پ۲،آیت ۲۲۹) ھٰکذافی المتون

﴿۲۱۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ عبدالکریم ولد عمر خان سکنہ چاہ میانہ میانوالی نے بلفظ اشھد سے بیان کیا کہ میرا اور میری بیوی کا جھگڑا ہوا میری ساس نے میری بیوی کو گھر آنے سے روکا میں نے ساس سے بیوی کا برقعہ کھینچ لیا۔ میں نے اسے مارا اس نے بیوی کو آنے سے روکا میں نے کہا مجھ پر طلاق ہے۔ اگر میں بیوی کو لینے آؤں۔ اس وقت عصمت اللہ خان، پرویز خان موقع پر موجود تھے۔ میری بیوی کے علاوہ ساس بھی موجود تھی۔

سائل (عبدالکریم ساکن روڈا شریف)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں عبدالکریم خود بیوی منائے گا تو ایک طلاق رجعی واقعہ ہوگی اگر کوئی اور منائے گا یا بیوی خود آجائے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

وبقیة الکنیات اونوی بھا الطلاق کانت واحدۃ بائنة وھذا مثل قوله اخرجی واذھبی وقولی وابتغی الازواج لانھا تحمل الطلاق وغیرہ فلا بد من النیة، ھدایہ کتاب الطلاق جلد دوم ص ۳۵۲۔

﴿۲۱۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی والدین کے گھر جانے پر بضد تھی۔ میں منع کر رہا تھا۔ لیکن وہ میرا کہنا نہ مان رہی تھی۔ اسی اثنا میں جھگڑا ہو گیا تو میں نے کہا، حرام زادی تو میرے کام کی نہیں میرے گھر سے نکل جا۔ میرا کہا نہیں مانتی میری بیوی والدین کے گھر چلی گئی۔ اور جا کر کہا میرے خاوند نے مجھے طلاق دیکر رخصت کر دیا ہے۔ میرا حلفی بیان لف ہے نہ میں نے طلاق دی نہ طلاق کا ذکر کیا۔ اور نہ میرا طلاق دینے کا کوئی ارادہ تھا۔ کیا میری بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔ سائل محمد شفیع اللہ خان کوٹ بیلیاں میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد شفیع اللہ خان گھر سے نکل جا کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ہاں اگر طلاق کی نیت سے کہتے تو ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی۔ اسی طرح ردالمختار جلد دوم صفحہ ۳۸۱ پر حکم ہے۔ وہ بدستور آپ کی زوجہ ہے۔ طلاق وغیرہ نہیں ہوئی۔

﴿۲۱۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے بحالت غصہ بیوی کو گھر سے نکال دیا۔ اور کہا میرے گھرے سے نکل جا تو میرے کام کی نہیں۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ طلاق دینے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ لیکن ہمارے امام نے کہا ہے کہ طلاق ہوگئی ہے۔ میری حوصلہ افزائی فرمائیں اور مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل ڈاکٹر غلام حسین خان میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ شوہر یہ کہے کہ میرے گھر سے نکل جا، اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ان الفاظ میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ حلفاً کہہ اور لکھ رہے ہیں کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی۔ لہٰذا طلاق واقع نہ ہوئی۔ وہ بدستور آپ کی بیوی ہے۔

جیسا کہ درالمختار میں ہے

بالکنایات لا تطلق بها قضاء آلا بنية منحو اخرجی واذا هبی و قومی۔

﴿۲۲۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے بھائی نے اپنی بیوی سے کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت سے نکال دیا ہے۔ جب ہم نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا میری مراد طلاق ہی ہے۔ کیا اس طرح کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے۔

سائل ماسٹر محمد اسلم پرویز میانہ کھو میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر شوہر نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق کہے ہیں تو اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی۔ اور بائنہ کے بعد دوسری بائنہ واقع نہیں ہوتی۔

جیسا کہ الدر المختار جلد دوم صفحہ ۶۱۴ میں ہے

لان البائن لا یلحق البائن۔

اور اسی طرح فتاوی شامی میں ہے

اذا کان طلاق بائناً دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدۃ و بعد انقضائها۔

﴿۲۲۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں حلفاً کہتا ہوں میرا اور میرے ماموں کا آپس میں کسی بات پر جھگڑا تھا۔ میری ممانی بیچ میں آ گئی۔ میرے ماموں نے بار بار منع کیا مگر وہ باز نہ آئی، پھر میرے ماموں نے بحالت غصہ اس سے کہا مجھے تجھ سے کوئی تعلق نہ رکھنا ہے۔ دفع ہو جاؤ۔ میرے گھر سے نکل جا۔ پھر یہاں نہ آنا وغیرہ کے الفاظ کہے۔ ہمارے حافظ محمد عمران سے مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا یہ تو طلاق ہوگئی ہے۔ اور مولانا سلطان قادری سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا طلاق تو ہوگئی ہے پھر نکاح ہوگا۔ حلالہ کی ضرورت نہ ہے۔ اب میری راہنمائی فرمائی جائے۔

سائل محمد اسحاق ولد محمد رمضان ساکن محمد یار والا میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر آپ کے ماموں نے طلاق کی نیت سے کہا، مجھے تجھ سے کوئی تعلق نہ رکھنا ہے، تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ بدون حلالہ کے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۳۹۴ میں ہے "لو قال لها لا نکاح بینی و بینك یقع الطلاق اذا نوی لم یبق بینی و بینك عمل و نوی یقع "۔

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۲۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا خاوند مجھ سے اکثر یہ جملہ کہتا ہے، جا دوسرا خاوند کر لے، اس دن ہمارے گھر میں ایک عورت آئی جو کہ ہماری قریبی رشتہ دار ہے، اس کے سامنے مجھے کہا، جا دوسرا خاوند کر لے، اس عورت نے مجھے کہا، یہ تو تجھے طلاق دے رہا ہے، میں نے کہا یہ اس کا تقیہ کلام ہے کیا واقعی طلاق ہو جاتی ہے۔ میں کل سے بہت پریشان ہوں۔

سائلہ شگفتہ نسرین محلہ گئو شالہ میانوالی

الجواب: شگفتہ نسرین ہم نے آپ کے گھر والے کو بلوایا اور اس نے اسٹام پیپر پر حلفی بیان لکھ کر دیا ہے کہ میری طلاق دینے کی نیت نہ تھی۔ یہ میرا تقیہ کلام بن چکا تھا۔ آئندہ محتاط رہوں گا۔ آپ پریشان نہ ہوں نکاح نہیں ٹوٹا اور نہ ہی طلاق ہوئی ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے

”ولو قال تزوجی ونوی الطالق !والثلاث صح وان لم ینو شیئا لم یقع کذا فی العتابیۃ“

﴿۲۲۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بچی کا گھر والا نشہ کرتا ہے۔ کام کوئی نہیں کرتا۔ بالکل نکما ہے۔ نشہ کا خرچ میری بچی سے مانگتا ہے۔ اگر نہ دے تو پھر مارنا شروع کر دیتا ہے۔ ایک سال ہو گیا ہے ہم بہت پریشان ہیں۔ کل جب میں بچی کو لینے گیا تو پہلے دونوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ میں نے کہا تجھے شرم نہیں آتی میری بیٹی کو مارتا ہے۔ کیا اس لیے تجھ سے نکاح کیا تھا۔ تو اس نے کہا آئے فلانے میری اجازت ہے جہاں تیری مرضی آئے اپنی لڑکی کا نکاح کر دے۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ مجھے سخت غصہ آیا بیٹی کو ساتھ گھر لے آیا۔ میں حلفاً کہتا ہوں جو کچھ کہا سچ کہا ہے۔

سائل ربنواز خان ساکن مدادوالا میانوالی

الجواب: محترم ربنواز خان آپ کو چاہیے تھا کہ بیٹی کے گھر والے کو ساتھ لاتے جب

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تک اس کے بیان ہمارے سامنے نہیں آتے، شرعی مسئلہ بتانا مشکل ہے۔ لہذا ایک ہفتہ کے اندر اندر اس کو مفتی جامعہ اکبریہ کی عدالت میں لے آئیں۔

تقریباً دس دن بعد ربنواز خان، محمد ظفر اللہ خان کو ساتھ لے آیا۔ محمد ظفر اللہ خان نے حلفاً کہا، جاتو اپنی بیٹی کا نکاح دوسری جگہ کر دے۔ اس سے مراد میری طلاق تھی۔ محترم ربنواز خان میں مفتی جامعہ اکبریہ فتوٰی دے رہا ہوں کہ آپ کی بیٹی طلاق بائنہ سے مطلقہ ہو چکی ہے۔

جیسا کہ ردالمختار جلد دوم صفحہ ۶۵۳ میں ہے

ولو قال اذهبی فتزوجی وقال لم انو الطلاق لا یقع شئی لان معناه ان امکنك (الی ان قال ویؤید ما فی الذخیرة اذهبی وتزوجی لا یقع الا بالنیة وان نوی فهی واحدة بائنة"۔

﴿۲۲۴﴾ فتوی شرعی: کہ میرا قریبی رشتہ دار محمد ظہیر اللہ آئے دن بیوی سے جھگڑا کرتا رہتا ہے۔ ایک دن بیوی نے کہا آپ مجھے طلاق دے دو، ہر روز کے جھگڑوں سے میں تنگ آ چکی ہوں۔ اس نے جلدی میں کہا۔ آے فلانی (کوثر) میں نے تجھے آزاد کیا۔ دفع ہو جا۔ بیہودہ گالیاں بھی دیں۔ ہم نے مقامی مولویوں سے پوچھا انہوں نے کہا طلاق ہو گئی ہے۔ کیونکہ شوہر کی نیت طلاق کی تھی۔ جب محمد ظہیر اللہ سے پوچھا تو انہوں نے یہی کہا اس کو میں نے آزاد کیا ہے۔ آیا از روئے شرع طلاق ہو گئی یا نہیں۔

سائل محمد جنید احمد خان میانوالی

الجواب: محمد جنید خان، محمد ظہیر کے بیان کے مطابق کہ، آے فلانی میں نے تجھے آزاد کیا ہے، کہنے سے اس کی عورت پر طلاق بائنہ واقع ہو گئی ہے۔ جیسا کہ درمختار جلد دوم صفحہ ۶۴۴ میں ہے "لایلحق البائن البائن" بائنہ طلاق کے بعد دوسری بائنہ واقع نہیں ہوتی۔ اور ایک طلاق بائنہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد شوہر اول بدون حلالہ کے اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔ عدت میں بھی اور بعد عدت کے بھی، پس اگر واقعہ یہی ہے تو شوہر اول اس سے پھر نکاح کرلے۔

جیسا کہ درمختار جلد دوم صفحہ ۳۶۷ میں ہے

"وینکح مبانتہ بما دون الثلاث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع"۔

﴿۲۲۵﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے بحالت غصہ یہ الفاظ اپنی بیوی سے کہے، میں نے تم کو چھوڑا، میں نے تم کو چھوڑا، میں نے تم کو چھوڑا ہے۔ میری مراد طلاق تھی۔ اب مجھے بہت افسوس ہے۔ کیا اب میں نکاح کرسکتا ہوں۔

سائل ماسٹر حمید الرحمٰن تری خیل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر نیت طلاق کی تھی تو چونکہ یہ لفظ کنایہ ہے اور کنایہ سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔ اور ایک بائن کے بعد دوسری طلاق بائن واقع نہیں ہوتی۔ لہٰذا آپ کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی ہے اور نکاح جدید بلا حلالہ کے اس سے صحیح ہے۔ اسی طرح الدر المختار میں بھی ہے۔

﴿۲۲۶﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اور اس نے مجھے گالیاں بھی دیں تو میں نے سخت غصہ کی حالت میں کہا، تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے، جا نکل جا۔ آیا اس حال میں میری بیوی پر کتنی طلاقیں پڑیں گی۔

سائل ڈاکٹر غلام مرتضی تری خیل میانوالی

الجواب: ڈاکٹر غلام مرتضی صاحب آپ نے جو الفاظ طلاق کے لیے اسٹام پیپر پر لکھے اور حلفاً بھی کہا ہے، ان الفاظ سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ درمختار میں "مخلطہ البائن لا یلحق البائن" میں داخل ہے۔ اس میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الشامی میں ہے

"لكن الرجعی لا يحرم الوطی فتعين البائن وكونه التحق بالصريح للعرف لا ينافی وقوع البائن به فان الصريح قد يقع به البائن"۔

آئندہ محتاط رہیں۔

الله

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب طلاق البائن

﴿۲۲۷﴾ **فتوی شرعی:** مولانا صاحب طلاق بائن کے بارے میں کئی لوگوں نے مختلف قسم کی تعریفیں بتائیں ہیں۔ آپ مہربانی کرکے اس کی جامع تعریف فرمادیں۔

سائل: مطیع اللہ چک نمبر 56

الجواب: طلاق بائن یہ ہے کہ غیر واضح الفاظ (یعنی کنایہ کے الفاظ) کے ساتھ طلاق دی ہو یا طلاق کے ساتھ کوئی صفت ایسی ذکر کی جائے جس سے اس کی سختی کا اظہار ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ تجھ کو سخت طلاق یوں لمبی چوڑی طلاق، طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ بیوی فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے۔ اور شوہر کو رجوع کا حق نہیں رہتا۔ البتہ عدت کے اندر بھی اور عدت ختم ہونے کے بعد بھی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

﴿۲۲۸﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا ہے۔ اور میں نے اس جھگڑے میں بیوی کو کہا ہے کہ میں تجھے ایک طلاق سپرد کرتا ہوں تم میری بہن ہو۔ ان الفاظ کے متعلق مجھے فتوی عطا فرمائیے۔

سائل احمد نواز ولد محمد صادق

الجواب: بمطابق بیان طالق اس نے نیت طلاق سے ظہار کیا۔ شرعاً جب تک کفارہ ادا نہ کرے بیوی سے تعلق جائز نہیں۔ 60 مساکین کو کھلانا یا 120 کلوگرام گندم 60 مسکینوں کو تقسیم کرنا ضروری ہے۔ بعد میں نکاح شرعی کرے۔

وان نوی بانت علی مثل امی او کامی، برا او ظهارا او طالق صحت نية ووقع مانواه لانه كناية وبده وقلوله انت الی یا بنتی یا اختی ونحوه۔ در مختار باب الرجعة جلد دوم ص ۷۳۸، شامی جلد دوم ص ۷۹٤۔

الصلوة والسلام علیک یا رسول الله صلی الله علیہ وسلم

﴿۲۲۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے اور میرے سسر کے درمیان کئی ماہ سے جائیداد کے معاملہ میں اختلافات چلے آرہے ہیں۔ایک دن میرے اور اس کے درمیان ہاتھا پائی ہوئی اس نے مجھے غلیظ گالیاں دیں اس پر مجھے غصہ آیا اس وقت میری بیوی بھی اپنے والد کی حمایت کرنے لگی۔جس پر مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے کہا اے فلانی میں تجھے آزاد کرتا ہوں،اتنے تک میری والدہ آگئی اس نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا پھر میں بیٹھ گیا پانی پیا غصہ اتر گیا۔پھر میں کچھ دیر بعد اپنے امام مسجد کے پاس گیا یہ تمام کہانی سنائی،اس نے مجھے کہا ابھی بیوی سے صلح کرلو اور پھر نکاح پڑھالو۔اب آپ میری راہنمائی فرمائیں۔شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل عمران اسلم خان عیسیٰ خیل ضلع میانوالی

الجواب: اگر آپ نے واقعی درست بیان حلفی دیا کہ میں نے پھر دو مرتبہ کہا کہ میں تجھے آزاد کرتا ہوں اردو محاورہ اور ہمارے علاقائی رسم و رواج میں طلاق صریح الفاظ ہیں۔

درمختار جلد اول صفحہ 225 پر ہے

"الصریح مالا یحتاج الی النیۃ ثنا" کان الواقع بہ او رجعیاً"

ترجمہ: صریح وہ طلاق ہوتی ہے جس میں نیت کی ضرورت نہ ہو اس سے رجعی یا بائنہ طلاق پڑے گی۔

اس سے آپ کی بیوی پر طلاق بائن ہے۔اس کے بعد بغیر تجدید نکاح کے دوبارہ میاں بیوی کا تعلق رکھنا جائز نہیں رہتا۔عدت کے اندر اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

﴿۲۳۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا میری بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا۔میں نے کہا میں تجھے بسانا نہیں چاہتا اور تو مجھ پر حرام ہے۔از روئے شرع میری بیوی کو کتنی طلاقیں ہونگی۔اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔سائل وزیر احمد خانگاہ سراجیہ ضلع میانوالی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں بمطابق بیان حلفی وزیر احمد اس نے اپنی بیوی کو کہا میں تجھے نہیں بسانا چاہتا تو مجھ پر حرام ہے۔ یہ طلاق بائن ہوگی۔ طلاق بائن علیحدہ علیحدہ دو بھی ہوں تو ایک شمار ہوگی۔ کیونکہ بائن بائن سے ملحق نہیں ہوتی۔ لہٰذا وزیر احمد کی بیوی ایک طلاق کیساتھ بائن ہوچکی ہے۔تجدید نکاح شرعی ضروری ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے،

الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان۔

ترجمہ: طلاقیں دو بار ہیں یا رک جائے یا تیسری دیدے۔

درمختار جلد دوم ص ۶۴۶ پر ہے۔ لا یلحق البائن البائن ۔

﴿۲۳۱﴾ فتویٰ شرعی: کہ ایک شخص مسمی حبیب اللہ ولد محمد نواز سکنہ محلہ حسین آباد داؤدخیل کا جھگڑا اپنے والد سے ہوا۔ معاملہ بیوی بچوں کے خرچہ کے متعلق تھا۔ والد نے جب حبیب اللہ کو ڈانٹا کہ خرچہ کا تو ذمہ دار ہے تو اس نے غصہ میں کہا مجھ پر طلاق ہے۔ یہ مجھ سے فارغ ہے۔نکل جائے کہ الفاظ دو بار کہے۔ موقع پر بھائی عبدالستار بھی موجود تھا۔ بمطابق بیان عبدالستار اس نے یہ الفاظ دو بار سنے پھر حبیب اللہ کو کمرہ میں بند کردیا گیا۔

سائل (حبیب اللہ)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں حبیب اللہ کی بیوی دو طلاق کیساتھ بائن ہوچکی ہے۔

تجدید نکاح شرعی ضروری ہے۔"فالكنيات لا تطلق بها قضاءً الا بنية اودلالة الحال ، الى قوله فنحو اخرجي واذهبي وقومي در مختار باب الكنيات

،فتاوٰی اجملیہ جلد سوم ص ۱۱۹۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۳۲﴾ **فتوی شرعی:** ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا جا تجھے طلاق ہے۔ پھر کہا گھر سے نکل جا یہ الفاظ متعدد بار کہے۔ کتنی طلاقیں واقعہ ہونگی۔

سائل (حاجی ربنواز ترگ شریف)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں دو طلاقیں واقع ہوگئیں۔ پہلی صریح دوسری بائن جبکہ تیسری دفعہ نکل جا لغو ہوگا۔ " والبائن یلحق الصریح لا البائن " تمام فتاوی جات میں یہی مسئلہ مذکور ہے۔ تجدید نکاح شرعی ضروری ہے۔

" وبقیۃ الکنایات اونوی بھا الطلاق کانت واحدۃ بائنۃ وھذا مثل قولہ اخرجی واذھبی وقولی وابتغی الازواج لانھا تحمل الطلاق وغیرہ فلا بد من النیۃ، ھدایہ کتاب الطلاق جلد دوم ص ۳۵۲۔ ھکذافی المتون۔

﴿۲۳۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ محمد سلیم ولد خان محمد سکنہ ہرنولی نے اپنی بیوی کو منع کیا تھا کہ وہ اکیلی میکے نہ جائے۔ محمد سلیم کی والدہ اور بیوی کا جھگڑا ہوا۔ بیوی اکیلی نکلی تو محمد سلیم آ گیا۔ اس نے کہا میں نے منع کیا تھا اکیلی نہ جانا وہ اکیلی چلی گئی ہے۔ میرے کام کی نہیں ہے۔ اسے میں نے چھوڑا، چھوڑا، چھوڑا غیر ارادی طور پر یہ کلمات ادا ہوئے۔ ارادہ طلاق کا نہ تھا اس وقت سلیم موجود تھا۔ بمطابق بیان والد اس نے یہ الفاظ ایک دفعہ لفظ بہ لفظ سنے۔

سائل (سلیم والد خان محمد)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ایک طلاق بائن واقعہ ہوگئی ہے۔ جب بیوی کو کہا میں نے اسے چھوڑا بیوی بائن ہوگئی، دوسری، تیسری چھوڑا لغو ہوگا۔ بائن بائن کیساتھ ملحق نہ ہوگی۔ بشرط کہ تین طلاق کا ارادہ نہ ہو۔ تجدید نکاح شرعی ضروری ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بنیة حرام بائن الی قوله سرحتك فارقتك ۔ لا یلحق البائن اذا امکن جعله (درمختار شامی جلد دوم ص ۶۴۳ ۔ فتاوٰی نوریہ جلد سوم صفحہ ۱۹۹)

﴿۲۳۴﴾ **فتوی شرعی:** ''ایک شخص اپنی بیوی اور والدہ کے جھگڑنے کے دوران دونوں کو خاموش رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ والدہ خاموش ہو گئی لیکن بیوی خاموش نہ ہوئی تو شخص مذکورہ غصہ میں آ کر ایک بوتل اٹھا کر پھینکتا ہے اور منہ سے کہتا ہے تو مجھ سے فارغ ہے پھر ڈھکن پھنکتا ہے اور کہتا ہے تو مجھ سے فارغ ہے طلاق دھندہ نے اپنی مراد یہ بیان کی کہ میرا ارادہ ان لفظوں سے طلاق کا ہی تھا تو وضاحت طلب امر یہ ہے کہ ان لفظوں سے طلاق ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو کون سی اور کتنی؟ اب حل کیا ہوگا؟۔

سائل محمد عظیم سکنہ دندی شریف میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ایک طلاق بائنہ ہے کیونکہ تو فارغ ہے کا لفظ کنایہ ہے جس سے طلاق بائن واقعہ ہوگی اور چونکہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی اس لیے صرف ایک طلاق بائن کا حکم دیا جاتا ہے جس میں نکاح جدید سے پھر زوجین ازدواجی زندگی بسر کر سکتے ہیں''

لا یلحق البائن البائن بان قال لها انت بائن ثم قال لها انت بائن لا یقع الا طلقة واحدة بائنة (ردالمختار جلد دوم ص ۶۴۵ فتوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۵۷۸ بہار شریعت حصہ ۸ ص ۱۹)

﴿۲۳۵﴾ **فتوی شرعی:** ''خاوند کہتا ہے کہ میں نے دو ڈھیلے عورت کی جانب پھینکے اور دو مرتبہ طلاق کا لفظ کہا جب کہ اسی کی ساس اور بیوی کہتی ہیں کہ تین ڈھیلے پھینکے اور زبان سے کچھ نہ کہا تو اندریں صورت عورت مطلقہ ہوئی یا نہ؟

سائل حق نواز داؤد خیل میانوالی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ساس اور بیوی کے بیانوں سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ جب کہ مرد کے دو مرتبہ کہنے سے دو طلاق رجعیہ واقع ہوں گی۔ جو عدت کے اندر رجوع کر لینے سے پھر میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں اور عدت کے بعد عورت فارغ ہو جائیگی۔ ''قال اللہ تعالیٰ۔ الطلاق مرتان، الی آخرہ ، اذا طلق الرجل امرته تطليقة رجعية فله ان يراجعها فی عدتها۔ فتاوی عالمگیری جلد دوم ص ۴۳۱)

﴿۲۳۶﴾ فتوی شرعی: میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی اور ایک ڈھیلا بھی پھینکا اور پھر میری والدہ نے میرے منہ پر ہاتھ رکھا۔ اور تقریباً پانچ منٹ بعد پھر میں نے طلاق کا ایک اور لفظ کہا اور دو ڈھیلے اکٹھے پھینکے۔ طلاق کے وقت صرف میری بیوی اور والدہ تھیں ایک میں خود تھا دوسرا اس کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

سائل محمد رمضان ولد امیر خان میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں محمد رمضان کی منکوحہ بیوی پر دو طلاقیں رجعی پڑ چکی ہیں۔ عدت کے اندر اندر رجوع فعلی یا رجوع قولی کرے تو پھر میاں بیوی بن کر ازدواجی زندگی آگے چلا سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ رجوع قولی اور رجوع فعلی کا معنی سمجھا دیا گیا ہے۔

اذا تطلق الرجل امراته تطليقة رجيعة او تطليقين فله ان يراجعها فی عدتها (الى قوله) والرجعة ان راجعتك او راجعت امراتی اويطأها او يقبلها او يلمسها شهوة۔ هدایه شریف بات الرجعة جلد ۲ ص ۳۷۳ ، فتاوی انوریه جلد سوم ص ۳۷۱ فتاوی رضویه جلد ۱۲ صفحه ۳۶۷)

﴿۲۳۷﴾ فتوی شرعی: کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو پہلی مرتبہ کہا کہ میں طلاق دوں گا پھر میں نے کہا کہ طلاق ہے طلاق ہے تو ازروئے شرع شریف کیا طلاق ہوگی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یا نہ اور کیا صرف رجوع کی ضرورت ہے یا نکاح کی ضرورت ہے یا کوئی اور ضرورت۔

سائل راشد مسعود محلہ ہاشم شاہ میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں طلاقیں رجعی ہیں اور طلاق رجعی میں رجوع کافی ہے۔ لہٰذا تجدید نکاح یا کسی اور صورت کی ضرورت نہیں۔

اذا تطلق الرجل امراته تطیقة رجیعة او تطلیقین فله ان یراجعها فی عدتها (الی قوله) والرجعة ان راجعتك او راجعت امراتی او یطأها او یقبلها او یلمسها شهوة۔ هدایه شریف باب الرجعة جلد ۲ ص ۳۷۴

﴿۲۳۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کی صفائی میں اسطرح طلاق اٹھائی کہ میرا بیٹا مسمی محمد امیر اس جھگڑا میں شامل نہیں تھا۔ اگر وہ شامل ہو تو میری عورت پر طلاق ہے بعد میں ثابت ہوا کہ وہ لڑکا جھگڑے میں شامل تھا تو اب سوال یہ ہے کہ آیا طلاق ہوتی ہے یا نہ۔ ہوتی ہے تو کون سی اور کیا حل ہے؟

سائل محبوب ولد اللہ یار ڈھبہ کرسیال میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ محبوب ولد اللہ یار کی بیوی پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے۔ جس میں عدت کے اندر اندر رجوعِ قولی یا فعلی ضروری ہے۔ وہ عدت کے اندر اندر رجوع فعلی کر چکے ہیں لہٰذا محبوب ولد اللہ یار اور اس کی منکوحہ بیوی مسماۃ بانو بی بی آپس میں اکٹھے رہ سکتے ہیں صرف ایک طلاق رجعی کے ساتھ نکاح نہیں ٹوٹتا۔ ان دونوں کے باہمی ازدواجی زندگی میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔

(۱) اذا تطلق الرجل امراته تطلیقة رجعیة او تطلیقین فله ان یراجعها فی عدتها (الی قوله) والرجعة ان راجعتك او راجعت

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امراتی اویطأها اویقبلها اویلمسها شهوة

(۲) صریحة مالم سیتعمل الافیه، کطلقتك وانت طالق یقع بهاای بهذا الالفاظ وما بمعناها من الصریح واحدة رجعیة۔ (در مختار جلد دوم صفحہ ۵۹۰)

﴿۲۳۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص نے ایک دفعہ اپنی بیوی کو کہا تو مجھ سے فارغ ہے اور ڈھیلے پھینکے لیکن طلاق کی نیت نہ تھی کونسی طلاق واقعہ ہوئی۔ سائل اسلم خان میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ تنہا ڈھیلون کا پھینکنا شرعاً موجب طلاق نہ ہے۔ تجدید نکاح ضروری ہے۔

"لا یلحق البائن البائن (ردالمختار جلد دوم ص۶۴۵ فتاوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۵۷۸) واذا طلاق بائناً دون الثلاثه فله ان یزوجها فی العدت وبعد النقضائها (هدیه بات الرجعة صفحہ ۳۷۳) وینکح مبانة (کنزالد قائق صفحہ ۱۳۲)

﴿۲۴۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ جا میں تجھے طلاق دیتا ہوں اس کی بیوی حاملہ بھی ہے اس کا شرعی کفارہ کیا ہے۔ موقع پر موجود مساۃ پروین اختر ایک عورت بھی موجود تھی۔ اس نے تصدیق کی ہے کہ عبدالرزاق نے ایک دفعہ طلاق دی ہے۔

سائل عبدالرزاق سکنہ 3DB تحصیل وضلع میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے۔ خاوند وضع حمل سے پہلے وطی یا دواعی وطی سے بالفعل رجوع کرسکتا ہے۔

"اذا تطلق الرجل امراته تطلیقة رجعیة او تطلیقین فله ان براجعها فی

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

عدتها (الی قوله) والرجعة ان راجعتك اور راجعت امراتی اويطأها اور يقبلها اور يلمسها شهوة ۔ باب الرجعة جلد ۲ ص ۳۷۳ ۔

﴿۲٤۱﴾ **فتوی شرعی :** کہ میں نے اپنی بیوی کو کہا تجھے طلاق ہے اور تو فارغ ہے۔ سائل ثناء اللہ شاہ ولد حفیظ اللہ شاہ

الجواب : صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ لفظ طلاق صریح لفظ ہے جو کہ محتاج بہ نیت نہیں ہے۔ اور لفظ فارغ کنایہ میں سے ہے۔ جس سے طلاقِ بائنہ کا وقوع ہوتا ہے۔ چونکہ صریح صریح کا لاحق ہوتی ہے اور بائن صریح کو بھی لاحق ہوتی ہے لہٰذا طلاق کے لفظ سے الگ طلاق صریح پڑے گی اور لفظ فارغ سے بائنہ بلکہ بائنہ صریحہ کو لاحق جاتی ہے۔ تو یوں اب صریحہ بھی بائنہ ہو جائے گی۔

اس وجہ سے ثناء اللہ شاہ کی بیوی پر دو بائنہ طلاقیں پڑ چکی ہیں۔ اور دو بائنہ والی عورت کے ساتھ عدت کے اندر اندر اور مابعد عدت صرف نکاح ضروری ہے۔

ہاں اگر تین بائنہ ہوں تو پھر حلالہ شرعیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے،

"فا ن طلقهافلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره"

" الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرة العدة واذا لحق الصريح البائن كان بائنا لا نا البينة السابقة عليه لتمنع الرجعة "

﴿۲٤۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا اور میر بیوی کا جھگڑا ہوا کسی معاملہ میں تو میں نے اپنی بیوی مسماۃ رخسانہ بی بی کو صرف ایک مرتبہ طلاق کا لفظ کہا ہے۔ جمعہ کے دن کا واقعہ ہے۔ اس وقت صرف میری بیوی اور محمد اقبال جو کہ میرا رشتہ دار ہیں موجود تھے۔ ایک اور گواہ نے بھی درج

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بالا بیان کی تصدیق کی۔سائل محمد ریاض ولد ربنواز مظفر پور میانوالی

بیان گواہ محمد اقبال

مسمی محمد اقبال ولد بہرام سکنہ مظفر پور میانوالی گواہی دیتا ہوں کہ ریاض نے جھگڑے میں اپنی بیوی کو ایک طلاق کا لفظ کہا ہے۔باقی گالی گلوچ بھی ہوتی رہی۔پھر میں نے ریاض کے سسر کو بلوایا تو پھر اس کے سامنے ریاض نے کہا کہ اس کو لیجاؤ یہ مجھ سے بری ہے۔میاں بیوی اور میرے علاوہ کوئی اور آدمی موجود نہ تھا۔یہ جمعہ کا دن تھا۔اب ریاض کی بیوی میکے گھر میں ہے۔پڑھ کر سمجھایا اور انگوٹھا لگایا تا کہ سند رہے۔

الجواب : صورۃ مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ریاض کی مذکورہ بیوی پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔عدت کے اندر اندر رجوع قولی یا فعلی سے پھر میاں بیوی بنکر رہ سکتے ہیں۔اور نہ ہی نکاح جدید کی ضرورت ہے اور نہ ہی حلالہ کی ضرورت ہے۔اگر عورت تین ماہواریاں /وضع حمل ہو گیا تو پھر طلاق بائنہ ہو جائے تو جدید نکاح کی ضرورت ہو گی مگر واضح رہے کہ اس کے بعد ریاض کو اس عورت پر صرف دو طلاق کا حق باقی رہے گا۔عورت کا کہیں بھی اس صورۃ میں اور جگہ نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔

(۱) اذا طلق الرجل امراته تطليقة رجعية او تطليقين فله ان يراجعها في عدتها (الى قوله) والرجعة ان راجعتك او راجعت امراتي او يطأها او يقبلها او يلمسها بشهوة

(۲) صريحة مالم يستعمل الا فيه، كطلقتك وانت طالق يقع بها اى بهذا الالفاظ وما بمعناها من الصريح واحدة رجعية۔(در مختار جلد دوم صفحہ ۵۹۰)

﴿۲۴۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ رستم خان کا نکاح مسماۃ نذیراں بی بی دختر محمد نواز سکنہ رکھ دلیوالی ضلع بھکر سے ہوا۔ اور رستم خان کی طرف نذیراں بی بی کی رخصتی ہی نہیں ہوئی اور قبل از رخصتی رستم خان نے اپنی زوجہ مسماۃ نذیراں بی بی کو طلاق بائن دی ہے۔ تو اب مسماۃ نذیراں کا نکاح رستم خان کے دوسرے بھائی جاوید خان سے کرنا چاہتے ہیں۔ تو اب اس نکاح ثانی کا طریقہ کیا ہوگا اور عدت ہوگی یا نہ؟۔

سائل عبدالرزاق خان۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ مسماۃ نذیراں بی بی کی چونکہ رخصتی نہ ہوئی تھی اور طلاق بائن واقع ہوئی تو لہٰذا مسماۃ نذیراں ایک ہی طلاق سے مکمل بائنہ ہو گئی۔ اور ہمیشہ کے لیے رستم خان اور نذیراں کا نکاح ختم ہو گیا۔ ایسی طلاق میں عدت کچھ بھی نہیں جیسا کہ قرآن میں ہے: "یا ایھا الذین امنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ قبل از رخصتی کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اس کی عدت کچھ نہیں ہے۔ جب چاہیں مسماۃ نذیراں کا نکاح ہمراہ جاوید خان کر سکتے ہیں۔

وان الطلاق بائناً دون الثلاثہ فلہ ان یتزوجھا فی العدۃ وبعد انقضائھا" ھدایہ باب الرجعہ ص۳۷۸ وھکذا فی فتاوی الرضویہ۔

﴿۲۴۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنے ہوش وحواس اور سوچ سمجھ کر اپنی بیوی نذیراں بی بی ولد غلام حسین سکنہ ابا خیل کو طلاق دی ہے آئندہ وہ مجھ سے آزاد ہے تا کہ مجھ سے اچھے آدمی کے ساتھ زندگی گزار سکے۔ سائل رفیع اللہ ولد عبدالرحمان محلہ ابراہیم آباد

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ طلاق کا لفظ چونکہ صریح لفظ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہےاور آزاد کا لفظ کنایہ سے ہے جس سے طلاق بائنہ کا وقوع ہوتا ہے۔اور صریح صریح کو بھی لاحق ہوتی ہےاور صریح بائن کو بھی لاحق ہوتی ہے۔اور بائن صریح کو بھی لاحق ہوتی ہے۔البتہ بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔ طلاق صریح میں رجوع کا حق ہوتا ہے۔مگر اس صورت میں حق رجوع بوجہ بعد والی بائنہ کے ختم ہو چکا ہے۔اس وجہ سے دو طلاق بائنہ واقع ہوئی ہیں ایسی صورت میں رفیع اللہ اور نذیراں بی بی کے مابین صرف نکاح (ایجاب وقبول) ضروری ہے۔اس صورۃ میں حلالہ کی ضرورت نہ ہے۔اور نکاح اس صورت میں عدت کے اندر بھی ہوسکتا ہے اور بعد از عدت جب چاہیں نکاح ہوسکتا ہے۔

"الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ واذا لحق الصریح البائن کان بائنا لا نا البینۃ السابقۃ علیہ لتمنع الرجعۃ" (ردالمختار جلد دوم باب الکنایات صفحہ ۶۴۵، فتاوی رضویہ جلد ۱۳ صفحہ ۴۲۵)

﴿۲۴۵﴾ فتوی شرعی: کہ ایک شخص مسمی محمد اسلم نے اپنی بیوی کو غصہ میں کہا جا چلی جا تو مجھ سے فارغ ہے اس کا ارادہ ایک یا تین طلاق کا نہ تھا یہ الفاظ بے ساختہ نکلے کیا بیوی مطلقہ ہو جائے گی مسئلہ سے آگاہ فرمایا جائے۔سائل گل محمد ولد حاجی خاور خان رکھی میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں طلاق کے لئے لفظ فارغ استعمال ہوا ہے جو کنایہ سے شمار کیا گیا ہے۔طالق کے بیانِ حلفی کے مطابق ارادہ تین طلاق کا نہ تھا۔ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔عورت تجدید نکاح شرعی کے بعد خاوند محمد اسلم کے نکاح میں دوبارہ آسکتی ہے۔

"الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ واذا لحق الصریح البائن کان بائنا لا نا البینۃ السابقۃ علیہ لتمنع الرجعۃ"

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ردالمختار جلد دوم باب الکنایات صفحه ٦٤٥۔

﴿۲٤٦﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی بیوی کو دو مرتبہ یہ لفظ کہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے اور تیسری طلاق دینے یا نہ دینے کا مجھ کو علم نہ ہے تو اس مسئلہ کا از روئے شرع کیا حکم ہے؟ اس واقع کو تقریبا چوبیس (24) دن گزر چکے ہیں۔

سائل شیر محمد ولد نور محمد سکنہ جھانبرہ غربی میانوالی اسی نور محمد کے بیٹے شیر محمد نے اپنے باپ کے سامنے بھی دو مرتبہ طلاق کا اقرار کیا اور والد نور محمد نے بندہ کے سامنے اقرار کیا کہ میرے بیٹے نے دو مرتبہ طلاق کا میرے سامنے اقرار کیا ہے۔ دستخط /نشان انگوٹھا نور محمد۔

اسی طرح شیر محمد نے مولانا غلام رسول صاحب کے سامنے بھی اقرار کیا مگر مولانا غلام رسول کا بیان یہ ہے کہ شیر محمد نے میرے سامنے یہ الفاظ ذکر کئے کہ میں نے یوں کہا تھا طلاق۔ طلاق رن طلاق۔ دستخط مولانا غلام رسول۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ شیر محمد ولد نور محمد کی منکوحہ بیوی پر دو طلاق رجعیہ پڑ چکی ہیں۔ جس میں عدت کے اندر اندر رجوع قولی یا رجوعِ فعلی کر لیا جائے تو بغیر نکاح کے میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں وجہ یہ ہے کہ طلاق دہندہ کو دو کا یقین ہے۔ تیسری میں شک ہے۔ لہٰذا فتوی دو پر رہے گا اسی طرح شیر محمد کے والد اور مولانا غلام رسول کے سامنے شیر محمد کا اقرار اس میں اقرار کے دونوں گواہ دو میں متفق ہیں۔ وان الطلاق بائناً دون الثلاثه فله ان يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها " هدايه باب الرجعه ص۳۷۸ هكذا فى الفتوىٰ الرضوية فى الجزء الثانى عشر۔

﴿۲٤۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے برادرِ نسبتی نے غصہ اور غضب میں یہ الفاظ کہے کہ اگر میں اپنی بہن کو صبح نہ لے گیا تو مجھ پر طلاق ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اندریں اثنا مجھے غصہ آ گیا اور میں نے کہا کہ اگر تو اتنی بات کرتا ہے تو مجھ پر بھی طلاق ہے اگر تو صبح لے گیا تو میرا یہی فیصلہ ہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ وہ صبح اپنی بہن کو لے آیا ہے تو اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ مجھ پر طلاق ہے یا نہ ہے؟۔ اور گلوخلاصی کی کیا صورت ہوگی۔

سائل جان محمد عمر خیل

الجواب: بر تقدیر صدقِ سائل شخص مذکور کی بیوی پر صرف ایک طلاق پڑ چکی ہے۔ اس میں صرف رجوع کافی ہے۔ تجدید نکاح اور حلالہ وغیرہ کی ضرورت نہ ہے۔ بشرطیکہ رجوع عدت کے اندر ثابت ہو جائے۔

اور اس کی بیوی صرف ایک طلاق کی وجہ سے کہیں بھی شادی نہیں کر سکتی ہے۔ رجوع فعلی اور رجوع قولی کا مسئلہ شخص مذکورہ کو زبانی سمجھا دیا ہے۔

اذا تطلق الرجل امراته تطليقة رجعية او تطليقين فله ان يراجعها فى عدتها والرجعة ان راجعتك او راجعت امراتى اويطأها او يقبلها او يلمسها شهوة - هر ابربات الرجعة جلد ۲ ص ۳۷۳،

﴿۲۴۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص مسمی محمد آصف ولد غلام محمد سکنہ چاہ میانہ ضلع میانوالی نے اپنی ساس سے جھگڑتے ہوئے کہا، اور اپنی بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تجھکو طاق ہے، طلاق ہے موقع پر منیر احمد ولد میاں محمد سکنہ سہراب والا محمد رفیق ولد عبد الرحمٰن سکنہ ضلع خانیوال موجود تھے۔ کیا طلاق شرعاً واقع ہوتی ہے؟۔

سائل محمد آصف محمد ولد غلام محمد میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں شرعاً دو طلاقِ رجعی واقع ہوں گی۔ طالق اپنی بیوی سے تعلق استوار کر کے طلاقِ واپس لے لے۔ لیکن آئندہ صرف ایک طلاق کا مالک ہوگا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وان الطلاق بائناً دون الثلاثہ فلہ ان یتزوجھا فی العدۃ وبعد انقضائھا " ھدایہ باب الرجعہ ص۳۷۸ ھکذا فی الفتاوی الرضویہ جلد ۱۲ صفحہ ٦٢٨"

﴿۲۴۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ مسمی گل محمد ولد محمد حیات عرف مٹھا نے اپنی بیوی مسماۃ کلثوم بی بی زوجہ گل محمد بیعت کرانے کے لیے اپنے مرشد پیر حافظ احمد شاہ صاحب دندہ شاہ بلاول کے پاس جانے کو کہا۔ مسماۃ مذکورہ نے انکار کر دیا۔ کہ میں نہیں جاؤنگی۔ مسمی گل محمد مذکور نے کہا کہ تم پر طلاق ہے۔ تمہیں یہ کام کرنا پڑے گا۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اس بات کو سننے والے دو کے علاوہ مسمی گل محمد کی والدہ دولت بی بی موجود تھی اور لڑکی کا قریبی رشتہ دار محمد ایوب بھی موقع پر موجود تھا۔ اس مسئلہ کو لیکر گل محمد ایوب اور انکے دیگر رشتہ دار مسئلہ دریافت کرنے میرے پاس آئے۔ ایوب کے بیان کے مطابق مسمی گل محمد نے ایک نہیں تین طلاقیں دی ہیں۔ میں نے تین آدمی ٹیپو سلطان، محمد سعید اور افلاطون کے ذریعے لڑکی سے دریافت کرایا۔ لڑکی نے ایک طلاق کا ذکر کیا۔ گل محمد نے بھی ایک طلاق کا ذکر کیا دولت بی بی نے بھی ایک طلاق کا کہا۔

الجواب: میں نے مسمی گل محمد ولد محمد حیات عرف مٹھا ساکن موسیٰ خیل کا بیان بابت طلاق مسماۃ کلثوم بی بی کو پڑھایا۔ مسماۃ دولت بی بی، کلثوم بی بی اور گل محمد کے بیان کی تصدیق کرنے والی ہیں۔ جب کہ محمد ایوب نامی شخص تین طلاق کی گواہی دیتا ہے۔ محمد ایوب مشہور جواباز لکھا گیا ہے۔ جوا گناہ کبیرہ ہے۔ اس کا ارتکاب کرنے والا قابل شہادت نہ ہے۔

لہٰذا حافظ احمد خان صاحب کا جاری کردہ فتوی درست ہے۔ ایک طلاق رجعی ثابت ہوتی ہے۔ رجوع ہو چکا ہے۔ طلاق ختم ہو گی۔

اذا تطلق الرجل امراتہ تطلیقۃ رجعیۃ او تطلیقین فلہ ان یراجعھا فی

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عدتها والرجعة ان راجعتك اور راجعت امراتی اویطاها اور یقبلها اور یلمسها شهوة ۔ هدایه باب الرجعة جلد ۲ ص ۳۷۳۔

﴿۲۵۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا میں نے کہا جا میرا جامہ چھوڑ، اور مٹھی بھر مٹی بھی پھینک دی کیا میری بیوی مطلقہ ہو جائے گی،

سائل محمد خان زمان عیسیٰ خیل

الجواب: میاں بیوی کا جھگڑا، پھر کہنا میرا جامہ چھوڑ، علاقہ کے رواج کے مطابق طلاق کے لیے استعمال ہوتا ہے، ایک طلاق بائن واقع ہوگئی تجدید نکاح شرعی ضروری ہے۔ بدون حلالہ۔ جیسا کہ درمختار ص ۶۳۵ میں ہے، "فالکنیات لا تطلق بها قضاءً الا بنیة اودلالة الحال ۔ الی قوله فنحو اخرجی واذهبی وقومی در مختار باب الکنیات ۔ هکذا فی المفتون۔

﴿۲۵۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا تو میں نے برادرِ نسبتی کو لکھ کر کہا اپنی بہن کو ساتھ لے جاؤ، یہ مجھ سے فارغ ہے، کچھ وقفہ کے بعد پھر کہا اپنی بہن کو ساتھ لے جاؤ یہ مجھ سے فارغ ہے۔ پھر میں نے تیسری مرتبہ کہا یہ مجھ سے فری ہے، جب طالق سے پوچھا گیا فارغ سے تیری مراد کیا تھی تو اس نے کہا میری مراد طلاق تھی، آیا از روئے شرع کتنی طلاقیں پڑیں گی۔

سائل شیر محمد چشمہ کندیاں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ طلاق دِہندہ خود دو مرتبہ فارغ ہے، کے کہنے کا اقراری ہے اور مراد بھی طلاق لیا ہے۔ تو شیر محمد کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ پڑ چکی ہے۔ چونکہ بائنہ کنایہ بائنہ کو لاحق نہیں ہوتی لہٰذا دو طلاق کے بجائے ایک بائنہ طلاق ہوگی۔ بغیر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حلالہ کے عدت کے اندر نکاح درست ہے۔

جیسا کہ فتاوٰی رضویہ جلد۱۲ صفحہ ۵۶۳ میں ہے،

فی الهندية اذا قال لا اريدك اولا احبك اولا اشتهيك اولا رغبة لی فيك فانه لا يقع وان نوى فی قول ابی حنيفة رحمه الله تعالٰی

اور یونہی بحر الرائق میں ہے، جب خاوند نے کہا میں تجھے نہیں چاہتا یا میں تجھے پسند نہیں کرتا میں تیری خواہش نہیں کرتا یا مجھے رغبت نہیں، ان الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت ہو یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول میں ہے۔

﴿۲۵۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا، جھگڑے کے دوران میں نے بیوی کو ایک دفعہ کہا تجھے طلاق ہے، پھر کچھ دیر بعد کہا تجھے طلاق ہے، اس واقعہ کو تقریباً دو ماہ بیس دن گزر چکے ہیں اب ہم بڑے پریشان ہیں اور صلح کرنے پر رضا مند ہیں تو شرعی راستہ اور حل بتائیں۔

نوٹ: میری منکوحہ کو عرصہ نو سال سے ماہواری نہیں آئی۔

سائل محمد رفیق چک نمبر 5DB

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ یہ دو طلاقیں رجعیہ ہیں۔ جس میں حکم شریف یہ ہے کہ عدت کے اندر اندر صرف رجوع قولی یا فعلی کافی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تصريح باحسان ، باقی ماہواری نو سال سے نہیں آئی تو ایسی عورت آئسہ ہے اس کی عدت صرف تین ماہ ہے آئسہ کے متعلق قرآن کا حکم ہے کہ" واليئسن من المحيض "۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۵۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں مسمی ثناء اللہ ولد عطا محمد ضلع میانوالی بقائمہ ہوش و حواس حلفاً بیان دیتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ وقفہ وقفہ سے کہا کہ تو فارغ ہے، اور تین ڈھیلے بھی پھینکے ہم دونوں میاں بیوی کے علاوہ اور کوئی شخص موجود نہ تھا۔ آیا ازروے شرع میری بیوی پر طلاق پڑتی ہے یا نہ،

سائل ثناء اللہ ولد عطا محمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ ثناء اللہ کی بیوی پر صرف ایک طلاق بائنہ پڑتی ہے کیونکہ فارغ کا لفظ کنایہ الفاظ سے ہے اس سے طلاق بائنہ ہوگی، کیونکہ بائنہ، بائنہ کو لاحق نہیں ہوتی۔ جیسا کہ درمختا جلد اول صفحہ ۲۲۵ میں ہے، فان البائن لا یلحق البائن۔ تجدید نکاح کے ساتھ پھر میاں بیوی بن کر ازدواجی زندگی قائم رکھ سکتے ہیں۔

﴿۲۵۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا، باتوں باتوں میں مجھے شدید غصہ آیا، جس کی وجہ سے میں اپنے ہوش وحواس پر قابو نہ پاسکا، تین ڈھیلے اٹھائے اور اکھٹے پھینکے اور کہا تم فارغ ہو،

۱۔ بوقت تلخ کلامی میاں بیوی کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔

۲۔ غصہ شدید تھا۔

۳۔ تین ماہ کی بچی دودھ پیتی ہے،

کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔ سائل دلداد خان ولد احمد خان۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ تین ڈھیلے یکدم یا ایک ایک پھینکنے سے طلاق واقعہ نہیں ہوتی۔ جب تک لفظ طلاق زبان سے نہ نکلے، بیوی کو کہنا جاتم فارغ ہو، کنایہ ہے عندالقرینہ بغیر نیت بھی طلاق واقع ہوگئی، جو کہ بائنہ ہوگی۔ غصہ مانع طلاق نہیں، باقی رہا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بچی دودھ پیتی ہے یہ بھی مانع طلاق نہیں ۔ جدید نکاح کریں اور پھر میاں بیوی بن کر ازدواجی زندگی بسر کرسکتے ہیں، ھٰکذا فی المتون ۔

﴿۲۵۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی بیوی کا نام اور اس کے والد کا نام لیکر ایک دفعہ کہا رمضان کی بیٹی تو مجھ پر حرام ہے. پھر نام لیئے بغیر ایک دفعہ کہا تو مجھ پر حرام ہے، اس واقع کو ایک ہفتہ بیت چکا ہے، کیا ہم دونوں میاں بیوی باقی زندگی اکٹھے گزار سکتے ہیں یا نہیں۔

سائل ولی محمد ولد علی محمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ طلاق دھندہ کی بیوی پر طلاق بائنہ پڑتی ہے، بغیر حلالہ کے عدت کے اندر نکاح جدید ضروری ہے۔

قرآن شریف میں ہے،

من المحيض من نساء كم ان ارتبتم فعدتهن ثلثة اشهر والائى لم يحضن

تم میں سے ان عورتوں کی عدت جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں کوئی شبہ ہو تین مہینے ہے، اور اسی طرح ان کی جن کو ابھی حیض نہیں آیا۔ اور عدت کے بعد بھی،

اذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدت و بعد انقضائها لان حل المحلية باق لان زواله معلق بالطلقة الثلثة فينعدم قبله، هدایہ جلد دوم ص ۱۳۱۔ لہٰذا ولی محمد ولد علی محمد کی بیوی اگر چاہے تو دونوں دوبارہ نکاح کرلیں، پھر ازدواجی زندگی گزار سکتے ہیں۔

﴿۲۵۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا فساد ہوا، میں نے غصہ کی حالت میں کہا تو مجھ پر حرام، حرام ہے، صرف دو دفعہ کہا پھر خاموش ہو گیا، آیا ازروئے شرع میری

بیوی پر کوئی طلاق پڑتی ہے کہ نہیں، سائل برکت علی ضلع میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ برکت علی کی زوجہ پر ایک طلاق بائنہ پڑ گئی ہے۔ کیونکہ لفظ حرام کنایہ لفظ ہے۔ جس سے طلاق بائنہ ہوتی ہے۔ چونکہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔ جیسا کہ درمختار جلد دوم ص ۲۲۵ پر ہے، لان البائن لا یلحق البائن

ہدایہ شریف میں ہے،

اذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدت و بعد انقضائها لان حل المحلیة باق لان زواله معلق بالطلقة الثلثة فینعدم قبله

اس وجہ سے صرف ایک طلاق بائنہ ہوئی، زوج مذکورہ عدت کے اندر اور بعد عدت صرف جدید نکاح کیساتھ میاں بیوی ازدواجی زندگی گزار سکتے ہیں،

﴿۲۵۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی کے ساتھ معمولی لڑائی ہوئی پھر میں نے ان الفاظ سے بیوی کو طلاق دی، میں تجھے طلاق دیتا ہوں، صرف ایک مرتبہ کہا پھر میرے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ تو پھر میں نے کہا توں مجھ سے فارغ ہے۔ کیا از روئے شرع طلاق واقع ہو گئی یا نہیں۔ سائل شفقت حسین DB5 بھکر۔

الجواب : صورت میں مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاق کا لفظ صریح لفظ ہے اور فارغ کا لفظ کنایہ چونکہ صریح صریح کو بھی لاحق ہوتی ہے، اور کنائی کو بھی لاحق ہوتی ہے۔ لہذا دونوں طلاقیں بائنہ ہو کر واقع ہو گئی۔ اس صورت میں میاں بیوی عدت کے اندر ابھی اور عدت کے بعد بھی صرف جدید نکاح سے ازدواجی زندگی قائم رکھ سکتے ہیں۔ حلالہ کی ضرورت نہ ہے۔

الصلوٰة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے؛

الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ واذا لحق الصریح البائن کان بائنا لان البینونۃ السابقۃ علیہ لتمنع الرجعۃ۔

﴿۲۵۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں مسمی محمد رمضان حلفاً بیان دیتا ہوں کہ میرا نکاح شرعی روبرو گواہان تقریباً بیس سال پہلے خالدہ بی بی سے ہوا تھا۔ چونکہ میں اس وقت نابالغ تھا اور میرے علم میں نہیں تھا اب میں بالغ ہوں۔ ہوش وحواس اپنی مرضی سے بلا جبر واکراہ خالدہ بی بی سے شادی نہیں کرنا چاہتا اور روبرو دو گواہان، طلاق دے کر اسے آزاد کرتا ہوں اور وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے شادی کرسکتی ہے۔

سائل محمد رمضان ولد عبدالرحمان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ سائل کی منکوحہ غیر مدخولہ ہے اور یہ بھی سوال سے واضح ہے کہ تین طلاقیں بیک وقت نہیں ہیں۔ بلکہ صرف ایک طلاق صریح پہلے ہے اور اس کے بعد آزاد کرتا ہوں کنائی لفظ ہے۔ لڑکی چونکہ غیر مدخولہ ہے پہلی طلاق ہی سے بائنہ ہو گئی، پہلی طلاق کے بعد عورت محل طلاق نہ رہی۔

جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۴۵۰ میں ہے،

قال الزوجۃ غیر المدخول بہا انت طالق ثلثا وقعن وان فرق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ وفی الشرح بانت بالاولیٰ لا الی العدت فلا لم تقع الثانیۃ بخلاف الموطوءۃ حیث یقع الکل۔

﴿۲۵۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے والد سے ٹریکٹر کے مسئلہ پر جھگڑا ہوا، درمیان میری بیوی آگئی، میں نے بیوی کو یہ لفظ کہے تجھ پر طلاق ہے تو مجھ سے فارغ ہے۔ اور تین ڈھیلے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الگ الگ چھینکے موجود گواہان نے طالق کے بیان کی تائید کی ہے، ان کے بیان حلفی لف ہیں۔ آیا ازروئے شرع طلاق ہوگی یا نہیں۔

سائل محمد طفیل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد طفیل کے لفظ طلاق میں فارغ پہلے ہے اور طلاق کا لفظ بعد میں ہے، (گواہوں نے الفاظ کا تعین کر دیا) اور خود طالق نے بھی گواہوں کی تصدیق کی ہے۔ اس میں فارغ کا لفظ طلاق بائن کا لفظ ہے اور طلاق کا لفظ صریح ہے۔ اور صریح طلاق کنائی کو لاحق ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس کے لفظ میں دو طلاق بائنہ واقع ہو چکی ہیں۔ جس میں عدت کے اندر، اندر یا بعد عدت نکاح جدید ضروری ہے۔

﴿۲۶۰﴾ فتوی شرعی: کہ میرے بیٹے اسکی بیوی، والدہ اور بھاوج کے درمیان نا خوشگوار باتیں ہوئیں اور اس گفت وشنید میں تلخ کلامی ہو گئی ہے، میرا لڑکا ذہنی مریض ہونے کے علاوہ ہائی بلڈ پریشر کا بھی مریض ہے۔ اس کشمکش میں میرے بیٹے ضیاء اللہ خان نے کہا ایک، دو، تین فارغ ہو اور طلاق جو کچھ مال متاع لینا ہے لو اور چلتی بنو۔

سائل منظور احمد خان موسیٰ خیل

الجواب: صورت میں مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ تین لفظ قابل توجہ ہیں،

(۱) ایک، دو، تین (۲) لفظ فارغ، لفظ طلاق ہر ایک کا جواب بالترتیب ملاحظہ ہو۔

(۱) ۱، ۲، ۳ یہ عدد محض ہیں، بغیر معدود کے یہ کوئی مفہوم نہیں رکھتے۔ ایک دو تین فقط نہ لفظ طلاق صریح کے لفظ ہیں اور نہ ہی لفظ کنایہ میں سے ہیں، اگرچہ اعداد سے نیت طلاق بھی ہو تب بھی طلاق واقعہ نہیں ہوتی۔ (۲) لفظ فارغ سے عند القرینہ بلا نیت بھی طلاق بائنہ ہو جاتی ہے، طالق سے مراد پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ ردالمحتار ص ۴۲۹ میں ہے،

فما لا یستعمل فیھا الا فی الطلاق فھو صریح یقع بلا نیۃ وما استعمل فیما استعمال الطلاق وغیرہ فحکمہ حکم کنایات العربیۃ فی جمیع الاحکام

اسی طرح بدائع میں ہے، جو لفظ صرف طلاق میں استعمال ہوتو وہ صریح ہوتا ہے جس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی اور جو لفظ طلاق میں اور غیر طلاق میں استعمال ہوتو اسکا حکم تمام احکام میں عربی کنایہ جیسا ہوتا ہے۔

(۳) لفظ طلاق صریح لفظ طلاق میں سے ہے۔مگر چونکہ فارغ کے بعد یہ لفظ درج ہے، اب اس سے طلاق بائنہ کا وقوع ہوگا، چونکہ صریح، صریح کو اور صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے البتہ بائنہ، بائنہ کو لاحق واقع نہیں ہوتی۔وہ پہلے کی طرح اس کی بیوی ہے مگر نکاح جدید ضروری ہے۔جہاں تک ذہنی مریض کا تعلق ہے اگر وہ جنون کی حد تک ہوتو طلاق واقعہ نہ ہوگی۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی وہ پہلے کی طرح اسکی بیوی ہے مگر نکاح جدید ضروری ہے۔

﴿۲۶۱﴾ **فتوی شرعی:** مسمی عنایت اللہ حاضر ہوا، دو سال پہلے کی تحریر کا اقرار کیا، کہ یہ تحریر میری ہے اور میں نے خود لکھی تھی کہا میں اپنی بیوی کو طلاق دے رہا ہوں میں اپنی بیوی کو طلاق دے رہا ہوں، ازروئے شرع شریف کتنی طلاق نافذ ہونگی۔سائل عنایت اللہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ عنایت اللہ نے خود مفتی صاحب کے سامنے اقرار کیا کہ یہ تحریر میری ہے۔اس پر دو مرتبہ طلاق صریح کا ذکر ہے، لہٰذا طلاق بائنہ کا حکم دیا جاتا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ ردالمختار میں ہے،

الصریح یلحق الصریح و یلحق البائن بشرط العدۃ و اذا لحق الصریح البائن کان بائنا لان البینونہ السابقۃ علیہ لتمنع الرجعۃ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سائل بدون حلالہ شرعی نکاح دوبارہ کرسکتا ہے۔ حلالہ کا طریقہ زبانی سمجھا دیا گیا۔

﴿۲۶۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ سکینہ بی بی سے میرا نکاح ہوا ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی لڑکی کے والدین سے ہمارے تعلقات اچھے نہیں رہے۔ آبادی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس وجہ سے میں بہ قائم ہوش وحواس بلا جبر اکراہ رضامندی سے خود مسماتہ مال بی بی دختر امان اللہ کو، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، کہ آج کے بعد ان سے میرا کوئی تعلق نہ ہے۔ بعد از عدت جہاں چاہے شادی کرلے۔

سائل محمد نور گلن خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد نور پر اس کی بیوی ایک طلاق کیساتھ بائن ہوئی ہے، کیونکہ غیر مدخولہ کو علیحدہ علیحدہ تین طلاقیں بھی دے تو صرف پہلی طلاق واقع ہوتی ہے، دوسری دو لغو ہوتی ہیں۔ لہٰذا محمد نور سکینہ بی بی سے دوبارہ بدون حلالہ شرعی نکاح کرسکتا ہے جیسا کہ ردالمختار جلد دوم صفحہ ۴۵۰ میں ہے،

قال الزوجۃ غیر المدخول بہا انت طلاق ثلثا وقعن وان فرق بانت طالا ولیٰ ولم تقع الثانیۃ وفی الشرح بانت بالا ولیٰ لا الی المرۃ فلا الم تقع الثانیۃ بخلاف الموطوۃ حیث یقع الکل۔

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۶۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں کھیت میں کام کرتا ہوں، طبیعت خراب ہوئی تو گھر آیا تو گھریلو معاملہ میں بیوی سے جھگڑا کیا میں نے غصہ میں بیوی کو کہا جا تو مجھے سے فارغ ہے گھر سے چلی جا یہ کہہ کر میں گھر سے چلا گیا، میں حلفاً کہتا ہوں میری طلاق کی نیت نہ تھی بلکہ فقط بیوی کو ڈرانا مقصود تھا۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد عاقل ڈھبہ کرسیال

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد عاقل کی بیوی ایک طلاق بائن سے مطلقہ ہو چکی ہے، کیونکہ فارغ کا لفظ طلاق بائن کا لفظ ہے۔ اسکا حل یہ ہے کہ عدت کے اندر اور بعد عدت بھی نکاح جدید کر سکتے ہیں۔ حلالہ شرعی کی ضرورت نہیں ہے۔

جیسا کہ ردالمختار میں ہے،

الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ واذا لحق الصریح البائن کان بائنا لان البیونہ السابقة علیه لتمنع الرجعة۔

﴿۲۶۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں ملازمت سے آیا تو گھر میں میری والدہ اور میری بیوی کے مابین لڑائی شروع تھی میں نے بارہا منع کیا مگر خاموش نہ ہوئیں۔ پھر میں نے کہا تم فارغ ہو، پھر بدزبانی شروع کر دی پھر میں نے کہا غصہ سے کہا تجھے طلاق ہے۔ میری والدہ اور بہن کے حلفی بیان بھی لف ہیں۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمادیں۔

سائل محمد نواز ولد برکت علی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ لفظ فارغ پہلی دفعہ استعمال ہوا جو طلاق کنایہ کے الفاظ سے ہے، جیسا کہ ردالمختار جلد دوم صفحہ ۶۸۷ میں ہے، فالکنایات لا تطلق بها الا بنیة او دلالة الحال۔ اس سے محمد نواز کی بیوی بائنہ ہو گئی، دوسرا لفظ طلاق لغو ہوا۔

جیسا کہ ردالمختار میں ہے، الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ واذا لحق الصریح البائن کان بائنا لان البیونہ السابقۃ علیہ لتمنع الرجعۃ۔

۲٦۵۔ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی اور میرے والد کمرہ کے اندر تھے، گھریلو ... ت پر گرما گرمی ہوئی تو میں نے بیر کی گھٹلی اٹھائی اور گھٹلی پھینک کر ایک دفعہ طلاق کا لفظ کہا، پھر دو گھٹلیاں اکھٹے پھینک کر پھر طلاق کا ایک ہی لفظ کہا، بیوی خاوند کے بیان کی تائید کرتی ہے یعنی دو طلاقوں کی گواہی دیتی ہے، جب کہ والد کے بیان بایں الفاظ کہ میرے بیٹے نے میری بہو کی طرف دو چاک پھینک کر ایک دفعہ طلاق کا لفظ کہا پھر ایک چاک پھینک کر پھر طلاق کا لفظ کہا۔ تیسری دفعہ خالی ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے طلاق کا لفظ کہا ہے، تو میرے اندازے سے میرے بیٹے نے تین طلاقیں کہی ہیں۔خلاصہ سوال یہ ہے کہ خاوند اور منکوحہ دو طلاقوں کی گواہی دیتے ہیں اور ایک گواہ تین طلاق کی گواہی دیتا ہے، از روئے شرع کتنی طلاقیں واقع ہوں گی۔

سائل ثناء اللہ خان داؤد خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طالق کے والد کے بیان کہ گواہی دیتا ہوں کہ میرے بیٹے نے میری بہو کو دو چاک پھینک کر ایک دفعہ طلاق کا لفظ کہا پھر ایک چاک پھینک کر ایک دفعہ طلاق کا لفظ کہا، تیسری دفعہ خالی ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے لفظ طلاق کہا ہے تو میرے اندازے میں تو تین طلاقیں کہی ہیں، جب کہ بیوی اور خاوند دو طلاقوں کی گواہی دی ہے۔ ان بیانات کی روشنی میں خاوند اور منکوحہ بیر کی گھٹلی اور دو عدد طلاق پر متفق ہیں جب کہ طالق کے والد گٹھلی کی بجائے چاک اور تین طلاق کا عدد بتلانے میں متردد ہیں، کیونکہ اس کے الفاظ قابل غور ہیں، میرے اندازے میں تین طلاقیں کہی ہیں، یہ شک کے لفظ ہیں، اور اصول شرع یہ ہے کہ ایک

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور دو طلاق میں شک ہو تو فتوٰی ایک پر ہوتا ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۴۵۷ پر ہے، جب طلاق میں شک ہو کہ دو تھیں یا تین تو دو ہی سمجھی جائیں گی جب تک گواہان شرعی سے زیادہ کا ثبوت نہ ہو، فی الاشباہ والدر المختار و العقود دوریہ وغیرھا لو شك اطلق واحدۃ او کثر بنی علی الاقل۔ اشباہ، درمختار عقود دریہ وغیرھا میں ہے کہ ایک طلاق یا زائدہ میں شک ہو تو کم عدد والی یقینی ہوگی۔ اسی طرح جب تین طلاقوں میں شک ہو تو فتوٰی دو پر ہو گا۔ خلاصہ کلام یہ نکلا کہ دو طلاق یقینی ہیں اور دونوں صریح ہیں عدت کے اندر اندر رجوع قولی یا فعلی سے پھر میاں بیوی بن کر اکھٹے رہ سکتے ہیں، مگر یہ ذہن نشین ہو کہ بیوی کو جب کبھی زندگی میں پھر طلاق دی تو بلا حلالہ شرعی واپس نہ آئے گی۔

﴿۲۶۶﴾ فتوی شرعی: کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا میں نے غصہ کی حالت میں بیوی کو کہا بے غیرت نسل کی میں نے تجھے طلاق دی ہے، پھر کہا میرے گھر سے نکل جا۔ مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ کیا جائے۔

سائل محمد اسد خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ نے ایک طلاق کا لفظ کہا یہ صریح ہے۔ لہذا ایک طلاق رجعی پڑ گئی۔ پھر اگر طلاق کی نیت سے لفظ، میرے گھر سے نکل جا کہا تو دو طلاقیں بائن پڑیں۔ کیونکہ طالق نے حلفاً کہا میرے گھر سے نکل جا! طلاق کی نیت سے نہیں کہا۔ لہذا آپ کی بیوی پر فقط ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی عدت کے اندر اندر رجوع کر لو پھر عمر بھر میاں بیوی کی مانند اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ فی الاشباہ والدر المختار و العقود الدریۃ وغیرھا لو شك اطلق واحدۃ او کثر بنی علی الاقل لان اخرجی مما یحتمل ردا فلا یقع به بلا نیة، کیونکہ نکل جا یہ لفظ رد کا احتمال رکھتا ہے لہذا بغیر نیت کے طلاق نہ ہو

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

گی۔ایک طلاق یا زائدہ میں شک ہوتو کم عدد والی یقینی ہوگی

﴿۲۶۷﴾ فتوی شرعی: کہ میرے بیٹے نے بحالت سخت غصہ بیوی کو دو طلاقیں دے دی ہیں۔کیا ہم عدت کے اندر اور بعد از عدت سابقہ شوہر سے نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں۔(۲) اگر عورت نکاح پر راضی نہ ہو تو بغیر اس کی اجازت کے نکاح ہو سکتا ہے،

سائل ذوالقرنین خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اسی قسم کے سوال کا جواب اعلحضرت عظیم المرتبت علیہ رحمۃ رب العزت نے فتاوی رضویہ جلد۱۲ صفحہ ۴۶۵ پر دیا ہے کہ شوہر سے تو اسی وقت نکاح ہو سکتا ہے کچھ عدت گزارنے کی حاجت نہیں ہاں دوسرے شخص سے بعد عدت گزرنے کے کر سکتی ہے۔جس عورت پر طلاق بائن ہو وہ فوراً طلاق پڑتے ہی خودمختار ہو جاتی ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے،شوہر اول سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں ہو سکتی۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے،

فی الهندية عن الهداية اذا كان الطالق بائن دون الثلاث فله ان يتزوجها فی العدة وبعد انقضائها۔ وفيها عن الفح حكمه وقوع الفرقة بالنقضاء العدة فی الرجعی وبدونه فی البائن ، وفی العقود الدرية وقع عليه طلقة بائنة ملكت بها نفسها وحيث انقضت عدتها صارت اجنبية ، ملخصاً والمسائل كلها واضحة شهيرة معلومة۔

ہندیہ میں ہدایہ سے منقول ہے کہ جب طلاق بائنہ ہو اور تین سے کم ہوں تو خاوند کی عدت کے اندر اور ختم ہونے پر دوبارہ نکاح کرنا جائز ہوگا،اور ہندیہ میں فتح سے منقول ہے کہ طلاق کا حکم یہ ہے کہ رجعی ہو تو عدت ختم ہو جانے پر بائنہ ہو تو عدت ختم ہوئے بغیر بھی جدائی ہو جائے،درمختار

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں ہے کہ بائنہ طلاق سے بیوی نکاح کے لئے خود مختار ہو جاتی ہے ،عفو ددر یہ میں ہے کہ بائنہ طلاق واقع ہو جانے پر اپنے آپ کی مالک ہو جاتی ہے اور عدت ختم ہو جانے پر وہ خاوند کے لیے اجنبی بن جاتی ہے۔فتاوی رضویہ جلد ۱۲ص ۳۶۵۔

﴿۲۶۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک مرد عورت کے قابل نہیں یعنی نامرد ہے، کافی علاج وغیرہ کرائے مگر علاج کارآمد ثابت نہ ہوئے ، آخر کار اسلام آباد کے ایک پروفیسر ڈاکٹر نے کہا ہے کہ علاج کا کوئی فائدہ نہیں۔آپ صحیح نہیں ہو سکتے ،آیا اس صورت میں عورت کیا کرے۔

سائل ملک محمد شفیق انجم

الجواب : صورت میں مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ عورت کو قطعاً جائز نہیں کہ وہ بغیر طلاق لیے دوسرے مرد سے نکاح کر لے اگر کرے گی محض حرام ہو گا۔مرد جب ہمبستری کے قابل نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دے دے۔قرآن پاک میں ہے،قال اللہ تعالیٰ فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ،اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک یا دو طلاقوں سے بعد بیوی پاس رکھ لو یا بھلائی کے ساتھ آزاد کر دو۔

بعد طلاق عورت عدت بیٹھے اگر مرد خلوت کر چکا ہو اگر چہ اس پر قادر نہ ہوا ہو اس کے بعد جس سے چاہے نکاح کر لے۔اور اگر اب تک خلوت نہ ہوئی ہو تو بعد طلاق فوراً جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔فی الھندیۃ من باب العنین علیھا العدۃ بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بھا وان لم یخل بھا فلا عدۃ علیھا۔فتاوی ہندیہ جلد اول ص ۵۲۴۔

ہندیہ میں نامرد کے احکام کے باب میں ہے کہ عورت پر بالاجماع عدت ہو گی جب خاوند نے خلوت کر لی ہو اور اگر خلوت نہ پائی ہو تو عورت پر عدت نہیں ہے۔اگر وہ طلاق نہیں دیتا تو فسخ

نکاح کے لیئے عدالت سے رجوع کرسکتی ہے۔

﴿۲۶۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا خاوند عرصہ دو سال سے پاگل ہو گیا ہے، والدین کے گھر میں ہوں، میں خاوند کے پاس رہنا نہیں چاہتی، آیا از روئے شرعی میرا نکاح کسی دوسرے مرد سے ہو سکتا ہے۔ سائلہ کلثوم بی بی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ احناف کے نزدیک پاگل کی بیوی بغیر طلاق لیے دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔

درمختار جلد اول صفحہ ۲۵۵ میں ہے،

لا یتخیر احد الزوجین بعیب الاٰخر ولو فاحشا کجنون۔

خاوند بیوی میں سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بناء پر اگر چہ وہ عیب جنون کی طرح واضح ہو فسخ کا اختیار نہیں۔ کلثوم بی بی آپ بغیر حاصل کیے طلاق دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔ دونوں میں سے کسی کے عیب کی وجہ سے دوسرے کو فسخ کا اختیار نہیں ہے۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ ص ۵۲۶ میں ہے

اذا کان بالزوج جنون او برص او جزام فلا خیار لهما۔ کنز الدقائق صفحہ ۱۳۷ میں ہے، لم یتخیر احدهما بعیب۔

ایک کے عیب کی وجہ سے دوسرا فسخ کو اختیار نہیں کرسکتا۔ ملتقی الابحر جلد اول ص ۲۶۳ اور اس کی شرح مجمع الانہر ص ۱۱۵ میں ہے، لا خیار لها ان وجدت (المرأۃ) به ای بالزوج) جنونا۔ بیوی کو اختیار نہ ہوگا اگر وہ خاوند میں جنون پائے۔ لہذا کلثوم بی بی آپ بغیر حاصل کیے طلاق دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۷۰﴾ **فتوی شرعی** : کہ ہم چند رشتہ دار بھائی نصر اللہ خان کے گھر رشتہ طے کرنے کے معاملہ میں گئے بات ہو رہی تھی نصر اللہ خان کی بیوی بھی آ گئی اور اس نے کہا یہ رشتہ ہم بالکل نہیں دیں گے۔ نصر اللہ خان کو غصہ آ گیا اور کہا میں تجھے پسند نہیں کرتا ہماری بیٹی ہے تجھے کیا، کیا اس طرح کہنے سے طلاق تو نہ ہو گی۔

سائل غلام ربانی سکنہ میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نصر اللہ خان کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں پڑتی خاوند کا یہ کہنا کہ "میں تجھے پسند نہیں کرتا" یہی لفظ طلاق کے معنی میں مستعمل نہیں۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ جلد اول ص ۳۷۴، بحر الرائق جلد اول ص ۳۹۰ فتاوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۵۶۴ میں ہے

"اذا قال لا اریدک اولا احبک اولا اشتھیک اولا رغبة لی فیک فانہ لا یقع وان نوی فی قول ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ"۔

جب خاوند نے کہا میں تجھے نہیں چاہتا، یا میں تجھے پسند نہیں کرتا، میں تیری خواہش نہیں کرتا یا مجھے رغبت نہیں ان الفاظ سے طلاق نہ ہو گی اگر چہ طلاق کی نیت ہو، یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے۔

﴿۲۷۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ عبد الخالق نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو میری نظروں سے دور ہو جا، دور ہو جا، جب اس کی بیوی نہ ہٹی تو وہ جوتا لیکر اس کی طرف لپکا تو وہ آگے سے ہٹ گئی۔ کیا طلاق ہوتی ہے یا نہیں۔ سائل عبد الخالق میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ اگر اس نے بنیت طلاق یہ الفاظ نہ کہے تو طلاق نہ ہوئی اور اگر ایک بار بھی بنیت طلاق کہے تو طلاق ہو گئی عورت نکاح سے نکل گئی۔ مرد سے

قسم لی جائے اگر حلف سے کہہ دے کہ میں نے یہ لفظ کبھی بہ نیت طلاق نہ کہے تو حکم طلاق نہ دیں گے، اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر ہے۔ یہ قسم حاکم کے سامنے ہونا ضروری نہیں۔ عورت گھر میں قسم لے سکتی ہے۔ جیسا درمختار میں ہے، **یکفی تحلیفها له فی منزله**۔ عورت کا خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے۔

﴿۲۷۲﴾ فتوی شرعی: کہ میری بیوی عرصہ دو سال سے والدین کے گھر ہے، بہت لوگوں کو سسرال بھیجا کہ میری بیوی کو منالاؤ مگر تمام طرف سے ناکامی ہوئی۔ آخر کار میں خود سسرال اس ارادہ سے گیا کہ آج فیصلہ واپس لونگا۔ وہاں بات چلی باتوں باتوں میں مجھے سسر نے کہا میں اپنی بیٹی تمہارے ساتھ ہرگز نہ بھجوں گا۔ مجھے غصہ آیا تو میں نے کہا اگر میں پسند نہ تھا تو شادی کیوں کر دی تھی۔ چلو" اس کا کسی دوسری جگہ نکاح کر دو۔ کیا اس طرح کہنے سے طلاق واقع ہو گی یا نہیں۔ سائل حاجی عبدالرزاق

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ اگر شوہر بنیت طلاق یہ لفظ کہے کہ اس کا دوسری جگہ نکاح کر دو' تو یہ ایک طلاق بائن ہوگی اور اگر شوہر حلف کے ساتھ کہے کہ میری مراد طلاق نہ تھی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۵۷۰ پر ہے،

لو قال تزوجی ونوی الطالق او لاثلاث صح وان لم ینو شیئا لم یقع۔

اگر خاوند بیوی کو کہے کہ تو نکاح کر لے، طلاق کی نیت یا تین طلاقوں کی نیت کی ہو نیت کے مطابق ایک یا تین طلاقیں صحیح ہوں گی۔ طالق کا بیان حلفی لف ہے اور مفتی صاحب کے روبرو حلفاً بھی کہا ہے کہ اس لفظ سے میری نیت طلاق نہ تھی تو طلاق واقع نہ ہوئی یہ دونوں میاں بیوی بن کر زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۷۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا اسرال سے کسی گھریلو معاملہ میں تنازعہ ہوا میں نے کہا میں تمہاری لڑکی کو چھوڑتا ہوں اب میرے کام کی نہیں رہی۔ آیا ان الفاظ کے کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں۔

(نوٹ) خاوند نے بیان دیا ہے کہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق کہے تھے۔

سائل محمد عبدالرزاق خان۔

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی پر دو طلاقیں بائن ہوگئیں۔ عورت نکاح سے نکل گئی۔ عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اور اگر رخصت نہ ہوئی تھی تو عدت کی بھی حاجت نہیں، اور اگر پہلے شوہر سے نکاح چاہے تو اس سے بھی کرسکتی ہے، عدت میں خواہ عدت کے بعد، جب کہ اس سے پہلے کوئی طلاق اسے نہ دے چکا ہو کہ ایسا تھا تو تین ہوگئیں، بغیر حلالہ نہیں ہو سکے گا۔

"وذلك لان اللفظ اول صريح فوقع به طلاق وان لم ينو وصار الحال به حال المذاكرة واللفظ الثانى لا يحتمل الرد بل السب فاستغنى عن النية لاجل المذاكرة والواقع به بائن لانه من الكنايات غير الثلاث المعلومة اعتدى واخيها فلحوقه جعل الرجعى الاول ايضا بائنا لا متناع الرجعة بالثانى فبانت بثنتين"۔

کیونکہ پہلا لفظ صریح ہے۔ اس لیے یہ طلاق ہوئی اگرچہ نیت نہ بھی ہو، اس سے مذاکرہ طلاق کا حال ہوگیا۔ اور دوسرا لفظ صرف ڈانٹ کا احتمال رکھتا اور جواب نہیں بن سکتا لہٰذا یہاں نیت کی ضرورت نہیں کیونکہ مذکورہ طلاق واقع ہوچکی ہے، اس سے بائنہ طلاق ہوئی کیونکہ یہ کنایات میں سے ہے لیکن اعتدی اور اس جیسے الفاظ کنایہ تین میں سے نہیں ہیں۔ لہٰذا اس دوسرے لفظ سے

پہلی صریح طلاق بھی بائنہ ہو گئی کیونکہ دوسری بائنہ ہے جس کی وجہ سے پہلی میں رجوع ممکن نہ رہا۔ لہٰذا بیوی کو دو بائنہ طلاقیں واقع ہوئیں۔

﴿۲۷۴﴾ فتوی شرعی: کہ میں حلفاً کہتا ہوں کہ میرا اور میری بیوی کا آپس میں جھگڑا ہو گیا، دوران جھگڑا میری منکوحہ نے مجھے کہا کہ طلاق دے دو، میں غصے میں تھا، میں نے بیوی کو ایک اینٹ ماری اور دو اینٹ کے ٹکڑے پھینکتے ہوئے کہا، ایک دو، تین تو مجھ سے فارغ ہے۔ میں نے زبان سے طلاق کا نام نہ لیا۔ اس صورت میں شریعت پاک کا مسئلہ لکھ دیں۔

سائل جہانگیر خان

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ صرف تین تین ڈھیلے پھینکنا یا اینٹ کے ٹکڑے یا زمین پر تین لکریں کھینچنا اور زبان سے صرف ایک، دو، تین کہنا اور لفظ طلاق منہ سے نہ بولنا اس سے کوئی طلاق نہیں پڑتی، طلاق کا تعلق بولنے سے ہے۔ لہٰذا لفظ طلاق کہے بغیر ڈھیلے پھینکنا لغو ہیں البتہ صورت مسئولہ میں لفظ تو مجھ سے فارغ ہے، کنائی لفظ ہے۔ چونکہ مذاکرہ طلاق ہے اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہو گی، عدت کے اندر اندر صرف نکاح کی ضرورت پڑے گی، اور عدت کے بعد جہاں عورت چاہے گی شادی کر سکتی ہے۔ **ولا یفتقر الی النیۃ لانہ صریح فیہ لغلبۃ الاستعمال۔**

﴿۲۷۵﴾ فتوی شرعی: کہ میں حلفاً بیان دیتا ہوں کہ میں نے ایک بیوہ سے شادی کی اس شادی پر میرے گھر والے اور بیوہ کے اہل خانہ بالکل رضا مند نہ تھے، میری بیوی کے لڑکوں نے مجھے صلح کی غرض سے بلایا جب میں وہاں گیا تو انہوں نے مجھے کمرہ میں بند کر دیا اور مجھے کہا ہماری والدہ کو طلاق دو یا موت کے لیے تیار ہو جاؤ، وہ میرے پاس ایک تحریر لے آئے انہوں نے مجھے کہا اسے پڑھو اور دستخط کر دو۔ میں نے تحریر پڑھی اور دستخط کر دیئے۔ اس تحریر میں تین

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طلاق دینے کا ذکر تھا۔ حضرت مفتی صاحب نہ میں نے با قاعدہ طلاق دی ہے اور نہ طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے، یہ دستخط فقط موت کے خوف سے کر دیئے۔ اور زبان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ آیا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں۔

سائل محمد عارف ساکن پپلاں

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ جبراً طلاق لکھوانے یا دستخط کرانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی جب تک کہ زبان سے طلاق کے الفاظ نہ کہے۔ فلوا کرہ علی ان یکتب طلاق امرء ته فکتب لا تطلق لا ن الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة ھھنا۔ (تلخیصاً ازا احسن الفتاوی ص ۱۴۵ جلد ۵۔

صورت مذکورہ میں چونکہ موت کا خوف دلا کر جبراً طلاق نامہ پر دستخط کرائے گئے لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوئی۔ رہی بات طلاق نامہ کو جبراً پڑھوانے کی، تو شوہر کا یہ پڑھنا عبارت مکتوبہ کی حکایت ہے نہ کہ ایقاع طلاق۔ خلاصہ تحریر یہ ہے کہ یہ تلفظ ایقاعاً اور انشاء نہیں بلکہ حکایۃ ہے۔ البتہ اگر طلاق نامہ پڑھتے وقت بھی انشاء طلاق کی نیت کر کے اور ایقاع طلاق سمجھ کر دستخط کر دینا طلاق کا وقوع ظاہر تھا۔ اور اسی طرح طلاق نامہ کی عبارت جبراً پڑھوائے جانے کے بعد پھر زبان سے طلاق دے دیتا تو باوجود جبر و اکراہ کے طلاق واقع ہو جاتی۔ حاصل یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں تلفظ بالطلاق ایقاعاً اور انشاء پڑھوایا گیا جس کی وجہ سے وقوع طلاق کا حکم نہیں دیا۔

﴿۲۷۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا اور میری بیوی کے درمیان کسی معاملہ پر تنازعہ ہوا، میں نے اپنی بیوی کو طلاق کہی لیکن تعداد بالکل یاد نہیں اور نہ ہی کسی طرف غالب گمان ہے،

طلاق دھندہ کی بیوی کا بیان میں حلفاً کہتا ہوں میرا روٹی کے معاملہ میں خاوند سے جھگڑا ہوا تو خاوند

نے مجھے کہا میں تجھے طلاق دے دونگا، جب بات آگے بڑھی تو کہا میں ابھی طلاق دیتا ہوں تو میرے اندازے کے مطابق تین چار مرتبہ طلاق کا لفظ کہا۔ (نسرین محمود)

سائل شرافت علی۔

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ اصول شرع شریف یہ ہے کہ مرد کو جب طلاق کی تعداد یاد نہ ہو اور جب غالب گمان بھی کسی طرف نہ ہو تو کم سے کم طلاق کا حکم ہوگا، جیسا کہ فتاوی شامی جلد دوم ص ۱۶۳ میں ہے، **ولو شك الطالق واحدة اكثر بنى على الاقل.** یعنی ایک طلاق رجعی جو عدت کے اندر رجوع قولی یا فعلی کرنا ضروری ہے۔ اور بعد از عدت صرف نکاح بلکہ حلالہ ضروری ہوگا۔ ہاں اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہے تو اس پر لازم ہے کہ خاوند سے اپنے آپ کو دور رکھے قادر اپنے پر نہ ہونے دے۔ اگر مرد نے قدرت پالی تو عورت پر گناہ نہ ہوگا۔ گناہ مرد پر ہوگا۔

جیسا کہ ردالمختار میں ہے

"**والمرءة كالقاضى اذا سمعته او اجزها عدل لا يحل لها نفسها بمال او تحرب**" (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۵۹٤)

﴿۲۷۷﴾ فتوی شرعی: کہ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی کو کمرہ میں بلایا اور کہا کہ میں نے بہت کچھ سمجھایا ہے اس سے آگے مجھ سے برداشت نہیں ہوسکتا۔ تو بیوی نے کہا توں طلاق دیگا۔ تو میں نے فوراً یہ کہا مجھ پر طلاق ہے اس کے بعد میں باہر نکل گیا اور منہ سے کوئی لفظ نہیں نکالا، گھر پر قسم دونوں میاں بیوی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

بیان بیوی: میں حلفاً بیان دیتی ہوں کہ میں اپنے ماموں کے گھر پر تھی مجھے خاوند نے بلایا میں جب آئی تو یہ اندر موجود تھا، مجھے کہا آج تجھے طلاق ہے، آج تجھے طلاق ہے جب باہر جانے لگا تو پھر آج

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کالفظ نہیں بولا صرف اتنا کہا کہ تجھے طلاق ہے، اس وقت ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔

(کوثر پروین)

سائل احمد خان ڈھوک مہر محمد

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ عورت مدعیہ ہے کہ میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں اور خاوند منکر ہے۔

حدیث شریف میں ہے،

البينة على المدعى واليمين على من انكر

کہ اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرنا مدعی یا مدعیہ کے ذمہ لازم ہے، چونکہ مدعیہ کے پاس گواہ نہیں ہیں اور خاوند قسم پر تیار ہے لہٰذا قول خاوند معتبر ہے۔ اور ایک طلاق جو اس نے اب دی ہے یہ تو پڑ چکی ہے عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے۔ نکاح جدید کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بعد از عدت نکاح جدید کے ساتھ رجوع ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک اہم بات قابل توجہ ہے کہ اگر عورت کو کامل یقین ہو کہ مجھے خاوند نے تین طلاقیں دی ہیں تو عورت جس طرح کرے خاوند سے علیحدگی اختیار کرے اور کسی کو حق نہیں کہ عورت خاوند کے حوالہ کریں۔ اگر جبراً عورت مذکورہ خاوند کو دلوائی گئی تو اس صورت میں عورت گناہ گار نہ ہوگی جب کہ خاوند گناہ گار ہوگا، عورت پر لازم ہے کہ مال دیکر یا کسی اور طریقے سے جان چھڑائے خاوند کو اپنے اوپر قابو نہ دے یا کسی محفوظ جگہ میں بھاگ جائے،۔

ھٰکذا فی المتون۔

﴿۲۷۸﴾ **فتویٰ شرعی:** کہ میرے سالے مجھے پکڑ کر اپنے گھر میں بند کر کے اسلحہ دکھا کر جبراً طلاق لی اور کیمرہ کی مدد سے میری ننگی تصویریں لیں، مجھے ڈرایا، دھمکایا، بالآخر مجھ سے یہ لفظ کہلوائے کہ تو کہہ کہ میں نے اپنی بیوی عنائیتاں کو طلاق دی، خوف کی وجہ سے مجھے تعداد کا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کچھ علم نہیں کہ میں نے طلاق کا لفظ کتنی بار کہا ہے، ہاں صرف ایک دفعہ طلاق کا لفظ مجھے یاد ہے، شرعی مسئلہ سے مجھے آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد سعید سکنہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ طلاق بخوشی دی جائے خواہ بجبر وہ واقع ہو جائیگی، نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ (پتھر) شیشہ پر پتھر خود پھینکیں یا خود ہاتھ سے چھوٹ پڑے، شیشہ ہر طرح سے ٹوٹ جائے گا، مگر یہ زبان سے الفاظِ طلاق کہنے میں ہے، اگر کسی جبرو اکراہ سے عورت کو خطرہ میں طلاق لکھی یا طلاق نامہ لکھ دے اور زبان سے الفاظ طلاق نہ کہے تو طلاق نہ پڑے گی۔

تنویر الابصار فتاوٰی عالمگیری میں ہے،

ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل وامکرھا اور مخطئا

البتہ واضح ہو کہ طلاق کی تعداد معلوم نہ ہو تو فتوٰی اقل پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی شامی جلد دوم ص ۱۶۷ میں ہے،

ولو شك الطلق واحدة او اکثر بنی علی الاقل

لہٰذا ایک طلاق واقع ہوگی جو قابل رجوع ہے عدت کے اندر اندر۔ خلاصہ تحریر یہ ہے کہ ایک صریح طلاق ہوئی جس میں عدت کے اندر اندر رجوع قولی یا فعلی ضروری ہے، جدید نکاح یا حلالہ کی ضرورت نہ ہے۔

جیسا کہ فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ ص ۳۸۵ پر ہے،

ویقع طلاق کل زوج بلاغ عاقل ولو مکرھا او مخطئا وفی ردالمحتار عن البحران المراد الاکراہ علی تلفظ بالطلاق فلو اکرہ

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

علی ان یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق لان الکتابه اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا۔

ہر عاقل بالغ خاوند کی طلاق نافذ ہو جائے گی اگر چہ مجبور کیا گیا یا خطاء سے طلاق کا کہہ دیا ہو، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ جبر سے مراد لفظ طلاق کہنے پر جبر کیا گیا ہو اور اگر اس کو اپنی بیوی کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا گیا ہو اور اگر اس نے مجبور ہو کر لکھ دی تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ کتابت کو تلفظ کے قائم مقام محض حاجت کی بناء پر کیا جاتا ہے، اور یہاں خاوند کو حاجت نہیں ہے۔

﴿۲۷۹﴾ **فتویٰ شرعی:** کہ میں نے وثیقہ نویس کو کہا طلاق لکھو میں حلفاً کہتا ہوں تعداد طلاق کا ذکر نہیں ہوا۔ آیا از روئے شرع کوئی طلاق واقع ہوگی،

(نوٹ) وثیقہ نویس صرف ایک طلاق کی گواہی دیتا ہے،

سائل نصر اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نصر اللہ خان نے وثیقہ نویس کو فقط طلاق نامہ لکھنے کو کہا، تعداد طلاق نہیں کہا، لہٰذا اس کے اقرار کے مطابق ایک طلاق رجعی واقع ہو گی۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی جلد دوم صفحہ ۵۷۲ میں ہے،

لو قال لکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب،

عدت کے اندر اندر رجوع قولی یا فعلی کر سکتا ہے اگر وثیقہ نویس کو تین طلاقیں کہتا تو تین پڑ جاتیں چونکہ گواہ ایک ہے وہ شرعاً معتبر نہیں ہے، لہٰذا طالق کے حلف پر ایک طلاق کا فتویٰ دیا جاتا ہے، لہٰذا یہ دونوں زوجین پہلے کی طرح میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۸۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ چند شرارت پسند لوگوں نے مجھے پکڑ لیا اور شادی کا موقع تھا تو انہوں نے شراب پی، میرے ہاتھ باندھ کر مجھے بھی شراب پلا دی، حالانکہ آج تک نہ میں نے شراب پی اور نہ پینے کا ارادہ تھا، اور اسی بیہوشی کے دوران میں نے بیوی کو طلاق دے دی، آیا طلاق ہو گی یا نہیں۔

سائل محمد اکرم اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ اگر جبر و اکراہ شرعی ہو، مثلاً قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے جس کے نفاذ پر یہ اسے قادر جانتا ہو، یا یوں کہ کسی نے ہاتھ پاؤں باندھ کہ منہ کھول کر حلق میں شراب ڈال دی تو اس صورت کی تحقیق یہ ہے کہ اس نشہ میں اگر طلاق دے نہ پڑے گی۔

درمختار جلد اوّل ص ۲۱۷ میں ہے،

اختلف التصحیح فیمن سکر مکرھا او مضطر۔

جس شخص نے مجبور ہو کر یا اضطراری حالت میں نشہ آور چیز کو استعمال کیا اور اسی نشہ میں اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو ایسے شخص کی طلاق میں تصحیح مختلف ہے۔

ردالمحتار جلد دوم ص ۲۲۴ میں ہے،

صحح فی التحفة وغیرہ عدم الوقوع وفی النھر عن تصحیح القدوری انه التحقیق ملخصا۔

تحفہ وغیرہ میں طلاق واقع نہ ہونے کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ اور فقہ کی مشہور کتاب قدوری شریف میں بھی یہی تحقیق ہے۔

﴿۲۸۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ غلام محمد نے اپنی بیگم رخسانہ پروین سے جھگڑا کیا اور غصہ کی حالت میں دو دفعہ کہا تو میری ماں بہن ہے میرے گھر سے نکل جا، پھر شام کے وقت بھی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہی کہا، جب غلام محمد سے دریافت کیا گیا، کیا تیری طلاق دینے کی نیت تھی تو اس نے حلفاً کہا ہاں۔شرعاً کیا حکم ہے۔

سائل غلام قاسم ولد محمد اصغر ساکن سہراب والا

الجواب: صورتِ مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ غلام محمد کی عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔اگر عورت اپنی رضا سے نکاح کرنا چاہے تو عدت کے اندر اور باہر نئے حق مہر پر غلام محمد کے ساتھ نکاح ہوسکتا۔

ردالمحتار اور شامی میں ہے،

ویقع بہا ای باقی الفاظ الکنایات المذکورۃ (الی ان قال) البائن،

نیز فرمایا،لا یلحق البائن البائن، فتاوٰی شامی میں ہے، لانہ ہو الذی لیس ظاہرا فی انشاء الطلاق۔

نیز باب الظہار میں ہے،یکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ

اور اگر کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو عدت پوری ہونے کے بعد ہوسکتا ہے۔

﴿۲۸۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ محمد عمران ولد محمد عرفان نے بیوی سے لڑائی کی اور اسی لڑائی کے وقت کہا تو مجھ پر حرام، حرام، حرام ہے، پھر کہا توں میرے گھر میں اچھی نہیں لگی میں تجھ سے تنگ آگیا ہوں۔ ہر روز بچوں کو مارتی ہے کچھ تو شرم کرو۔آیا اس صورت میں عورت مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔سائل حافظ محمد رمضان ساکن کندیاں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ عرفاً یہ لفظ صریح طلاق بائن ہے۔

شامی جلد۲ص ۵۹۴ میں ہے،

افتی المتأخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلانیت

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو صورت مسئولہ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اگر چہ نیت بینونۃ پر دال معلوم ہوتا ہے تو دوبارہ نکاح کر سکتا ہے ہاں اگر طلاق ثلاثہ کی نیت سے مجھ پر حرام کہا تو طلاق مغلظہ ہوگئی اور نکاح بلا حلالہ نہیں کر سکتا مگر بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نیت اس لفظ سے یہ نہیں کیونکہ کہ البائن یلحق الصریح لا البائن یعنی بائن طلاق طلاق صریح رجعی پر واقع ہو سکتی ہے اور اگر پہلے بائن واقع ہو چکی ہو تو اس پر دوسری بائن واقع نہیں ہوتی، لہٰذا دوسرے اور تیسرے لفظ حرام سے اور طلاق نہیں پڑے گی تو ایک ہی بائن رہے گی لہٰذا حلالے کی ضرورت نہیں، ہاں البتہ اگر اس نے پہلے حرام میں ہی تین طلاقوں کی نیت کر لی تھی تو پھر تین ہوں گی اور مغلظہ بھی مگر جب کہ وہ یہ دریافت نہیں کرتا اور ایسی نیت طلاق جس سے تین بنتی ہوں نہیں بتاتا تو ہمیں اس کے ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی عوام سے ایسی باریکی متوقع ہے لہٰذا ایک بائن ہی ہوگی،

فتاوی شامی جلد ۲ ص ۵۹۶ میں ہے،

قدابانہ تصح نیۃ الثلاثہ فی انت علی حرام

نیز جلد ۲ ص ۶۴۵ میں ہے،

ولا یرد انت علی حرام علی المفتی بہ من عدم توقف علی النیۃ مع انہ لا یلحق البائن ولا یلحقہ البائن لکونہ بائنا۔

﴿۲۸۴﴾ فتوی شرعی: کہ میرے گاؤں میں ایک آدمی نے اپنی زوجہ کو تین مرتبہ کہا اے فلانی میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے۔ یہاں کوئی مولوی کہتا ہے تین طلاق ہوگی کوئی مولوی کہتا ہے طلاق بائن واقع ہوگئی ہے۔ اس سلسلے میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔

سائل حافظ محمد اسلم ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ فتاوی نوریہ والے کی تحقیق حق ہے۔

تصریحات فقہیہ سے روز روشن کی طرح واضح کہ لفظ چھوڑی صریح طلاق نہیں، صریح کا وہ لفظ جس کا استعمال غالباً طلاق میں ہی ہو حالانکہ یہ لفظ صدہا چیزوں کے چھوڑنے پر کہا جاتا ہے اور بیوی کے حق میں بھی طلاق کے علاوہ کئی اور طرح کے چھوڑنے پر بولا جاتا ہے۔ اس کے ہم مثل الفاظ عربی میں سرحتك اطلقتك مطلقه وغیرہا ہیں جو طلاق صریح نہیں بلکہ کنایہ ہیں۔

مبسوط سرخسی جلد۲ ص ۷۸ میں ہے،

والنظير من الاول فان الرجل يقول سرحت ابلى و فارقت غريمى او صديقى فهما كسائر الالفاظ المبهمته لا يقع ها الطلا ق الا بالنيته

فتاوی شامی ص ۴۳۹ میں ہے،

(قوله سرحتك) من السراح بفتح السين وهو الا رسال اى ارسلتك لا نى طلقتك اولحاجة لى۔

فتاوی شامی ۵۶۹ میں بحرالرائق سے ہے،

فلم يتوقف على النية فى طلقتك و انت مطلقة بالتشديد و يتوقف عليها فى اطلقتك و مطلقته بالتخفيف

اسی میں ہے، قال فى البدائع هذا الا ستعمال فى العرف وان كان المعنى فى اللفظين لا يختلف فى اللغة

نیز فتاوی شامی جلد۲ ص ۵۹۰ میں ہے،

(قوله ولو بالفارسية) فما لا يستعمل فيها الا فى الطلاق فهو صريح يقع بلانية وما استعمل فيها استعمال الطلاق وغيره فحكمه حكم كنايات العربيته فى جميع الاحكام

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بلکہ قرآن کریم سے طلاق کے بغیر صرف عدم ادائیگی حقوق زوجہ پر بھی زوجہ چھوڑنے کا طلاق ثابت ہے، ارشاد ہوتا ہے، فتذروها كالمعلقة ہاں یہ لفظ کنایہ طلاق بائن ہے تو اگر نیت طلاق سے کہا یا قرینہ طلاق پایا گیا تو طلاق بائن واقع ہوگئی۔

﴿۲۸۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ ہم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ (غلام حسن) دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا میری بھابھی سے بھائی لڑ رہا ہے اور انہیں بالوں سے پکڑ کر اندر لے گیا وہاں بھی مارا، جب ہم گئے تو غصہ سے چہرا سرخ تھا اور ہمیں کہا میرے گواہ بن جاؤ یہ صغری مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے ان کو میرے گھر سے لے جاؤ۔ ورنہ میں قتل کر دونگا۔ ہمارے تینوں کے اور طالق کے حلفی بیان لف ہیں ان کی روشنی میں فتوی لکھ دیں۔سائل شاہد عباس، غلام عباس، طالق محمد انصر عباس، جان محمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر ان کے بیان صحیح ہیں تو اس کی بیوی کو ایک طلاق بائن پڑگئی ہے اور باقی لغو۔ شامی جلد۲ ص ۵۹۴ میں ہے، افتی المتاخرون فی انت علی حرام بانه طلاق بائن للعرف بلا نية قال فی التنوير قال لا مرأته انت علی حرام (الی قوله) ويفتی بانه طلاق بائن وان لم ينوه- ردالمختار جلد دوم ص ۶۰۱-

نیز جلد۲ ص ۶۴۵ میں ہے، انت علی حرام کے بعد انت علی حرام کہنے سے اور طلاق نہیں پڑتی، نصه ولا يرد انت علی حرام علی المفتیٰ به من عدم توقفه علی النية مع انه لا يلحق البائن ولا يلحقه البائن لكونه بائنا-

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۸۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی میرے والد کے ساتھ لڑ پڑی، میں نے سمجھایا کہ جا میرے والد سے معافی مانگ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ میں نے کچہری میں آکر حلف نامہ خریدا میں نے لکھا حمیرا بی بی دختر محمد اختر خان کو تین طلاق دے دی ہیں۔ پھر گھر آیا تو بیوی کو اندر بلایا اور کہا جا میرے والد سے معافی مانگ ورنہ یہ اسٹامپ دیکھ اس پر تین طلاقیں لکھ کر لایا ہوں۔ اس نے پھر انکار کر دیا۔ پھر میں نے کہا یہ تین طلاقیں لے اور میرے گھر سے نکل جا۔ اب کچھ پندرہ دن گذر چکے ہیں، کچھ آدمیوں نے صلح کے لیے کہا، آیا طلاق ہوگئی یا نہیں۔

سائل محمد اسد خان پائی خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بلا شک ایسی صورت میں آپ کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں، اور مغلظہ بہ تطلیقات ثلاثہ کا نکاح بلا تحلیل نہیں ہوسکتا۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۱۱۱ میں ہے،

وان تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا و یدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها

فتاوی شامی جلد۲ ص ۵۷۶ میں ہے

ذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعد من ائمة المسلمین الی انه یقع الثلاث۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی بیوی آپ پر تین طلاق سے حرام ہو چکی ہے۔ اب بغیر حلالہ کے وہ آپ کی بیوی بن کر نہیں رہ سکتی۔

ردالمختار جلد دوم ص ۵۸۱ پر ہے،

ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان

الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لم یکتب ولو استکتب من آخر کتابا بابطلاقها و قرأه الزوج فاخذه الزوج و ختمه و عنونه وقع ان اقرا الزوج کتابا۔

حلالہ کا شرعی طریقہ یہ ہے، مطلقہ بعد از عدت اپنی مرضی سے کسی مرد سے نکاح کرے اور وہ خاوند سے ہمبستری بھی کرے۔ اگر خاوند ثانی اپنی مرضی سے طلاق دے، اب بعد از عدت خاونداول سے نکاح کرسکتی ہے۔قرآن پاک کا واضح حکم ہے، واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن اذا تراضوا بینهم بالمعروف الایته۔

﴿۲۸۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی منکوحہ کو دو سال قبل دو طلاق دیکر گھر سے نکال دیا تھا، لڑائی بھی ہوئی تھی میں نے خوب مارا تھا۔ ہمارے دو بچے بھی تھے۔میری منکوحہ کے والدین فوت ہو گئے ہیں اب وہ راضی ہے اور میرے گھر آنے کو تیار ہے، کیا از روئے شرع وہ نکاح جدید سے میرے گھر آسکتی ہے، چک کے کچھ لوگ اور چوہدری اعتراض کررہے ہیں۔میری راہنمائی فرمائیں۔محمد رحمت چک نمبر ml6

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں بلا شک وشبہ نکاح جائز ہے۔حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ صرف تین طلاقوں سے لازم ہوسکتا ہے۔اور یہ حرہ دو طلاقوں سے مطلقہ ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۱۱۱ میں ہے

اذا کان الطلاق بائن دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة و بعد انقضائها

بلکہ جب عورت مرد دونوں اتفاق سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو ایسے نکاح سے روکنے والا

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

سخت گنہگار، موردِ غضب جبار، سزاوارِ عذاب نار ہو جاتا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ کرے،

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف الأيته۔

﴿۲۸۷﴾ فتوی شرعی: کہ حلالہ شرعی کے بعد نکاح جدید کے ساتھ سابقہ بیوی کو گھر آباد کر سکتا ہوں، کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں، آپ راہنمائی فرمادیں۔

سائل محمد مرسلین خان عیسیٰ خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی سابقہ بیوی دوبارہ آپ کی بیوی بن سکتی ہے مگر اس شرط پر کہ کسی اور شخص کے ساتھ مسماۃ صحیح نکاح کرے اور وہ شخص باقاعدہ پوری طرح ہم بستری کرنے کے بعد طلاق دے اور اس طلاق کی عدت گزر جائے یا مر جائے اور عدت پوری ہو جائے تو آپ کے ساتھ حسب دستور شرع نکاح کر سکتی ہے۔ یہ حکم قرآن کریم اور حدیث شریف کا حکم ہے اور فقہ پاک کا مضبوط فیصلہ ہے۔

قرآن پاک پارہ دوم آیت نمبر ۲۳۰ میں ہے،

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔

صحیح بخاری شریف ص ۷۹۱ میں ہے،

ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبى صلى الله عليه وسلم اتحل للاول قال لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الاول

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۱۱۱ میں ہے،

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ وثنتین فی الامتہ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بہا ثم یطلقہا او یموت عنہا۔

اوراسی پر حضرات اربعہ وغیرہم کا اجماع واتفاق ہے۔

میزان شعرانی جلد۲ص ۱۲۹ میں ہے،

والنظم منہا اتفقوا علی ان من طلق زوجتہ ثلاثا لا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ ویطأہا فی نکاح صحیح وان المراد بالنکاح ھنا الوطی وانہ شرط فی جواز حلہا للاول۔

﴿۲۸۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا تنازعہ بیوی کے ساتھ اس وقت ہوا جب وہ مجھے بد عائیں دے رہی تھی میں نے کہا میں تجھے حقوق زوجیت سے محروم کرتا ہوں، جا میں نے تجھے طلاق دی، آیا میری بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔

سائل محمد سعید ملک

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر کہا تجھے طلاق دیتا ہوں تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اور اگر لفظ حق زوجیت سے محروم کرتا ہوں کو طلاق بنایا جائے تو لفظ طلاق دیتا ہوں، دوسری طلاق بن جائے، بہر حال دو طلاق سے زائد ہرگز نہیں،

فتاوی شامی جلد ۲ ص ۶۴۶ میں ہے،

(قولہ لا یلحق البائن البائن) المراد بالبائن الذی لا یلحق ھو ما کان بلفظ الکنایتہ

نیز فرمایا، وحینئذ فیکون المراد بالصریح فی الجملتہ الثانیتہ اعنی قولہم والبائن یلحق الصریح لا البائن ھو الصریح الرجعی فقط

دون الصریح البائن

جب دو طلاقوں سے زائد نہیں تا نکاح عدت کے اندر اور باہر ہر طرح کرسکتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں،

الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف الاٰیته۔

﴿۲۸۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے گھر میں ایک شخص اپنی منکوحہ کو ان الفاظ سے مخاطب کر کے کہتا ہے میرے گھر سے نکل جا تو مجھ پر حرام ہے، دفعہ ہو جا۔ آیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہو گی یا نہیں۔

(نوٹ) طلاق کی نیت بھی کی۔

سائل غضنفر علی شاہ سکندر آباد۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس کی بیوی پر طلاق بائن ہو گئی انقضائے عدت پر نکاح جدید کرسکتی ہے۔

درالمختار میں ہے،

وعلی الحرام یقع بلا نیته للعرف

شامی فرماتے ہیں،

ای فیکون صریحا لا کنایته (الیٰ ان قال) من ای لغته کانت وهذا فی عرف زما ننا كذلك فوجب اعتبره صريحا كما افتى المتأخرون فی انت علی حرما بانه طلاق بائن للعرف بلا نیته

اور اسے ہی میرے گھر سے نکل بھی کنایہ طلاق ہے اور چھوڑ چکا ہوں بھی لفظ طلاق ہے لما مر من ای لغة كانت۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۹۰﴾ **فتوی شرعی:** میرے بھائی نے اپنی بیوی کو علیحدگی میں کہا میری طرف سے تجھے طلاق ہے، والدین کے گھر چلی جا۔ کیا میری بھابھی پر طلاق واقع ہوگی اگر ہوگی تو کونسی۔

سائل انصر عباس ٹرک اڈا میانوالی

الجواب: انصر عباس آپ کے بھائی نے اپنی بیوی کو کہا میری طرف سے تجھے طلاق ہے چلی جا تو طلاق بائنہ ہوگی۔ تنہائی میں طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں، نکاح شیشہ ہے اور طلاق پتھر ہے۔ جب پتھر شیشہ پر لگے گا تو اس نے ٹوٹنا ہی ہے چاہے عمدا ہو یا خطأ۔

جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۹۶ میں ہے،

ان الصریح نوعان صریح رجعی وصریح بائن فالا ول ان یکون بحروف الطلاق بعد الدخول حقیقة غیر مقرون بعوض ولا بعد دالثلاث لا نصاً ولا اشارة ولا موصوفا بصفة تبنئی عن البینونة۔

الصلوة والسلام علیک یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب طلاق المغلظه

(طلاق مغلظہ)

﴿طلاق کے لغوی معنی﴾

لسان العرب میں ہے، التطلیق التخلیۃ والارسال وحل العقد (لسان العرب جلد ۱۰ ص ۲۲۹) یعنی ترک کر دینا اور چھوڑ دینا اور گرہ کھولنا

کتاب الفقہ میں طلاق کے لغوی معنی حل القید (بیڑی یا بندش کھولنا) ہے۔ چاہے قید حسی ہو جیسے قید الاسیر (قیدی کی بندش) اور قید الفرس (گھوڑے کی بندش) یا معنوی ہو جیسے قید النکاح (کتاب الفقہ علی مذاھب الاربعہ جلد ۳ ص ۲۷۸) ھکذا تاج العروس جلد ۶ ص ۴۲۵۔

علامہ بدر الدین لکھتے ہیں، اور طلاق بمعنی تطلیق ہے جیسے سلام بمعنی تسلیم کہا جاتا ہے ۔طلاق یطلق تطلیقا و طلقت (بفتح اللام) تطلیق طلاقا فھی طالق و طالقۃ ایضاً (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۱۳ ص ۲۲۵)

یعنی اور طلاق کے لغوی معنی مطلقا رفع قید (بندش کا اٹھانا) ہے جو اطلاق البعیر سے ماخوذ ہے جو اونٹ کے پاؤں باندھنے کی رسی کو کھولنا ہے۔ ھوفی لغۃ رفع القید مطلاقا ماخوذ من اطلاق البعیر وھو ارسال من عقالہ (عینی شرح کنز ج ۱ ص ۱۳۸) یعنی وہ لغت میں مطلقا قید کا اٹھانا ہے جو اطلاق البعیر سے ماخوذ ہے اور وہ اونٹ کے پاؤں باندھنے کی رسی کا کھولنا ہے۔

﴿طلاق کے اصطلاحی معنی﴾

علامہ بدر الدین لکھتے ہیں، وفی الشرع رفع قید النکاح ویقال حل عقدۃ التزویج (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۱۳ ص ۲۲۵) یعنی شرعاً وہ نکاح کی قید کو اٹھا دینا ہے اور کہا گیا شادی کی گرہ کھولنا ہے۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں، الفاظ مخصوصہ کے ساتھ فی الفور یا از روئے نتیجہ نکاح کی قید کو اٹھا دینا طلاق ہے۔ الفاظ مخصوصہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے مراد وہ الفاظ جو صراحتہً یا کنایۃً طلاق پر مشتمل ہوں۔اس میں خلع بھی شامل ہے اور نامردی اور لعان کی وجہ سے قاضی کی تفریق بھی شامل ہے۔طلاق بائنہ کی وجہ سے نکاح کی قید فی الفور اٹھ جاتی ہے اور طلاق رجعی کی وجہ سے نکاح کی قید از روئے مآل اٹھ جاتی ہے۔(البحر الرائق جلد۳ص۳۱۰)

﴿۲۹۱﴾ **فتوی شرعی:**

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو ایک دم یا ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دے تو کتنی طلاقیں واقع ہونگی۔اس سلسلہ میں صحابہ کرام کا عمل کیا تھا لکھ دیں۔سائل قاری محمد مدثر چکوال

الجواب بتوفیق الملک الوهاب:

اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا یہ قاعدہ بیان فرمایا

الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان (الاية) (البقرة:۲۲۹)

یہ طلاق دو بار تک ہی ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔(کنزالایمان)

یعنی وہ طلاقوں کے بعد شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ رجوع کر لے اور چاہے تو رجوع نہ کرے لیکن،

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (البقرة:۲۳۰)

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔(کنزالایمان)

اس آیت سے پہلے (طلاق مرتان) کا ذکر ہے یعنی طلاق رجعی دو مرتبہ دی جاسکتی ہے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد (فان طلقها) فرمایا۔ اس کے شروع میں حرف فاء ہے جو تعقیب مع الوصل یعنی بلامہلت کے لیے آتا ہے جیسا کہ کتب قواعد عربیہ میں ہے لہٰذا قواعد عربیہ کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ وہ طلاقیں رجعی دینے کے بعد شوہر نے اگر فوراً تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے بغیر حلالہ شرعیہ کے حلال نہیں۔

قرآن مجید میں (مرتان) کے اطلاق سے معلوم ہوا کہ وقوع طلاق کے لیے الگ الگ طلاق دینا شرط نہیں۔ خواہ ایک دم دے دے یا الگ الگ، طلاقیں واقع ہو جائیں گی چنانچہ علامہ احمد بن محمد صاوی لکھتے ہیں، (فان طلقها) ای طلقة ثالثة سواء وقع الاثنتان فی مرة او مرتین والمعنی فان ثبت طلاقها ثلاثا فی مرة او مرات (فلا تحل) الخ، کما اذا قال لها انت طالق ثلاثا او البتة وهذا هو المجمع عليه (تفسیر صاوی، جلد ۱ ص ۱۳۱۹)

یعنی اس شوہر نے تیسری طلاق دی خواہ پہلی دو طلاقیں اس نے ایک دم دی تھیں یا دو بار میں اور آیت کا مقصد یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دیں تو واقع ہو جائیں گی خواہ ایک دم دے یا الگ الگ دے، عورت حلال نہ رہے گی جیسے اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے تجھے تین طلاقیں ہیں تو تین ہی واقع ہو جائیں گی اس پر امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجماع ہے۔

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں،

قال القرطبی وحجة الجمهور فی اللزوم من حيث النظر ظاهرة جدا، وهو ان المطلقه ثلاثا لا تحل للمطلق حتى تنكح زوجا غيره ولا فرق بين مجموعها ومفرقها لغة وشرعاً (فتح الباری جلد ۱۲ ص ۳۵۶)

یعنی قرطبی نے کہا لزوم طلاق میں یہ جمہور کی دلیل ہے اور وہ یہ کہ مطلقہ ثلاثہ طلاق دینے

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

والے کے لیے حلال نہیں ہوتی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ اکٹھی اور الگ الگ طلاق دینے میں لغتۃً اور شرعاً کوئی فرق نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا (الطلاق ۱:

ترجمہ: اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں معلوم نہیں شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔ (کنزلایمان)

امام ابوالفضل عیاض بن موسیٰ لکھتے ہیں،

والرد علی ہؤلا قولہ تعالیٰ (ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا (الطلاق ۱:

یعنی

ان المطلق قد یکون لہ ندم فلا یمکن تلافیہ لوقوع البینونۃ فلو کانت الثلاث لا تقع اصلا لم یکن طلاق یقع الا رجعیا فلا معنی للندم (کمال المعلم جلد ۵ ص ۲۰)

ان کا رد اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے (ومن یتعد حدود اللہ) طلاق دینے والے کو کبھی پشیمانی ہوتی ہے پھر جدائی واقع ہونے کی وجہ سے اس کی تلافی ممکن نہیں ہوتی پس اگر دی ہوئی تین طلاقوں سے ایک رجعی واقع ہوتی تو وہ پشیمان نہ ہوتا۔

امام یحییٰ بن شرف النووی لکھتے ہیں،

واحتج الجمہور بقولہ تعالیٰ (ومن یتعد حدود اللہ فقد

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ظالم نفسہ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا (الطاق ۱:) قالوا معناہ ان المطلق قد یحدث لہ ندم فلا یمکنہ تدارکہ لوقوع البینونہ فلو کانت الثلاث لم تقع لا یقع طلاقہ ھذا الا رجعیا فلا یندم (شرح صحیح مسلم جلد ۵ ص ٦١)

یعنی جمہور نے اس آیت (ومن یتعد حدود اللہ) سے دلیل لی اور فرمایا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کی حدیں توڑے ایک دم تین طلاقیں دے دے تو اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ کبھی انسان طلاق دے کر شرمندہ ہوتا ہے اور رجوع کرنا چاہتا ہے تو جدائی واقع ہونے کی وجہ سے اس کے لیے تدارک ممکن نہیں رہتا پس اگر دی ہوئی تین طلاقوں سے ایک رجعی واقع ہوتی تو وہ شرمندہ نہ ہوتا۔

علامہ علی بن سلطان محمد القاری المعروف ملا علی قاری لکھتے ہیں،

واحتج الجمھور بقولہ تعالیٰ جل جلالہ (ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا (الطاق ۱:) یعنی ان المطلق ثلاثا قد یحدث لم الندم فلا یمکنہ التدارک لوقوع البینونۃ فلو کانت الثلاث لا تقع الا رجعیا فلا یتوجہ ھذا التھدید۔ (مرقات جلد ٦ ص ٢٩٣)

یعنی جمہور نے اس آیت (ومن یتعد حدود اللہ) سے دلیل لی اور فرمایا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کی حدیں توڑے ایک دم تین طلاقیں دے دے کیونکہ تین طلاقیں دینے والا کبھی پشیمان ہوتا ہے تو جدائی واقع ہونے کی وجہ سے اس پشیمانی کا تدارک اس کے لیے ممکن نہیں رہتا پس اگر دی ہوئی تین طلاقوں سے ایک رجعی واقع ہوتی تو یہ تہدید متوجہ نہ ہوتی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی فرماتے ہیں،

قال الشافعی رحمہ اللہ فالقرآن واللہ اعلم یدل علی ان من طلق زوجۃ لہ دخل بہا او لم یدخل بہا ثلاثا لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ (سنن الکبری جلد ص ۵۳۵)

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں قرآن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو مقاربت سے پہلے یا مقاربت کے بعد تین طلاقیں دے دیں تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک وہ دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

﴿۲۹۲﴾ فتوی شرعی: کہ اگر کوئی شخص کلمہ واحد کے ساتھ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے، کیا احادیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ اس کی بیوی مطلقہ بہ سہ طلاق ہو جائے گی۔ سائل ملک عزیز الرحمٰن میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب احادیث کی روشنی میں یہ ہے کہ اس کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جائے گی، اسی پر اکثر صحابہ کرام، ائمہ اربعہ اور جمہور علمائے سلف وخلف کا اجماع واتفاق ہے۔

حدیث نمبر ۱: حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حائضہ کی طلاق کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کو وہی بتایا جو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا۔

اما انت فطلقت امرأتك واحدۃ او اثنتین فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امرنی بھذا واما انت فطلقت ثلاثا فقد حرمت علیك حتی تنکح زوجا غیرك وقد عصیت ربك فیما امرك بہ من الطلاق

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۹۷، مسلم شریف جلد ۱ ص ٤٧٥)

اگر تو نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق ایکدم دی ہیں تو بیشک رسول اللہ ﷺ نے مجھے رجعت کا حکم فرمایا اور اگر تو نے ایک دم تین طلاقیں دی ہیں تو بیشک تیری عورت تجھ پر حرام ہو گئی جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے لیکن بلاشبہ تو نے ایک دم تین طلاقیں دے کر اپنے رب کی نافرمانی کی اس نے طلاق کے بارے میں جو تجھے حکم دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں تین طلاق سے مراد وہی تین طلاق ہیں جو ایک دم دی گئیں اگر سنت کے مطابق تین طہر میں تین طلاق ہوتیں اس میں رب تعالیٰ کی نافرمانی کیسے تھی؟ حضور ﷺ نے اس عورت کو ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا سوائے حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا جس کو ایک دم تین طلاق دی گئیں مگر ایک دم تین طلاق دینے کو رب تعالیٰ کی نافرمانی قرار دیا۔

حدیث نمبر ۴: حضرت عبادۃ بن صامت کے باپ نے اپنی بیوی کو ایک دم ہزار طلاق دیدی تو اس کی اولاد نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

یا رسول الله ان ابانا طلق أمنا الفا ، فهل له من مخرج؟ فقال ان اباكم لم يتق الله فيجعل له من امره مخرجا بانت منه بثلاث على غير السنة وتسعمائته وسبعة وتسعون اثم فى عنقه۔ (دار قطنى جلد ٤ ص ٢٥، در منثور جلد ٢ ص ٢٣٤، الاشفاق على احكام الطلاق ص ٣٦، جوهره النيرة جلد ٢ ص ٣٩، فتاوى ثنايه جلد ٢ ص ٣٣٦، فتح القدير جلد ٣ ص ٣٥)

یا رسول اللہ ﷺ بیشک ہمارے باپ نے ہماری ماں کو ایک ہزار طلاق دے دی ہے تو کیا اس کے لیے اس سے نکلنے کی کوئی صورت ہے، آپ نے فرمایا تمہارا باپ اللہ سے نہیں ڈرا تو اگر وہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کا خوف کرتا تو وہ بھی اپنے حکم سے اس کے لیے نکلنے کی صورت پیدا کر دیتا۔ اس کی دی تو تین طلاق ہی ہیں اس سے الگ ہو گئی خلاف سنت طریقہ پر اور باقی نو سو ستانوے طلاق کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔

حدیث نمبر ۳: سیدنا حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں،

سمعت رسول الله ﷺ يقول ايما رجل طلق امرته ثلاثا عند كل طهر تطليقة او عند رأس كل شهر تطليقة او طلقها ثلاثا جميعا لم تحل حتى تنكح زوجا غيره (دار قطنی ج ٤ ص ٣٤)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے ہر طہر میں ایک ایک کر کے یا ہر ماہ کے شروع میں ایک ایک کر کے یا اکٹھی تین طلاق دیدے اس کی بیوی حلال نہیں ہوگی جب تک کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔

حدیث نمبر ۴: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا،

لو انی طلقتها ثلاثا اكان يحل لی ان اراجعها ؟ قال لا كانت تبين منك و تكون معصية۔

اگر میں اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاق دوں تو کیا وہ میرے لیے حلال ہوگی اگر میں اس سے رجوع کروں؟ فرمایا نہیں وہ تجھ سے الگ ہو جائے گی اور ایسا کرنا گناہ ہے۔

اگر یہ تین طلاق سنت کے مطابق ہوتیں تو ان کے بعد عورت کے حلال ہونے اور اس کی طرف رجوع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ مسئلہ ایسا روشن اور واضح تھا کہ سب صحابہ جانتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسا عالم اس کے متعلق کبھی سوال نہ کرتا اور پھر حضور ﷺ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے مطابق تین طلاق کو معصیت نہ فرماتے۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ ان تین طلاق سے مراد وہی طلاق ہیں جو ایکدم دی جائیں اس کی تائید اس سے واضح طور پر ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۵: حضرت ابو سلمہ فرماتے ہیں کہ ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ نے

طلق امرأته فاطمة بنت قيس على عهد رسول الله ﷺ ثلاث تطليقات في كلمة واحدة فأبانها منه النبي ﷺ ولم يبلغنا ان النبي ﷺ عاب ذلك عليه۔

اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دیں تو حضور ﷺ نے فاطمہ کو اس کے شوہر سے جدا کر دیا اور ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ حضور ﷺ نے اس پر کوئی عیب لگایا ہو۔

حدیث نمبر ۶: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔،

اخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعا فقام غضبانا ثم قال ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهركم حتى قام رجل وقال يا رسول الله الا اقتله (نسائی شریف)

کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی تو آپ غضبنا کی کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا اللہ کی کتاب سے مذاق کر رہا ہے حالانکہ میں تمہارے اندر موجود ہوں۔ یہانتک کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اس کو قتل کر دوں؟

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ ایک دم تین طلاق دیدی جائیں تو واقع ہو جاتی ہیں، اگر واقع نہ ہوتیں تو پھر حضور ﷺ غضبناک کیوں ہوئے اور کیوں فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب اللہ کے حکم کہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے کہ خلاف کیوں غلط طریقہ اختیار کیا گیا؟ بلکہ فرماتے کوئی بات نہیں ایکدم تین طلاق دینے سے ایک ہی واقع ہوتی ہے جاؤ رجوع کرلو۔ رہا ایک شخص کا یہ کہنا کہ میں اس کو قتل کردوں؟ یہ زجر و توبیخ کے لیے تھا حقیقت میں قتل کرنا مقصود نہ تھا، چنانچہ اس حدیث کی شرح میں علامہ سندی فرماتے ہیں

والجمهور على ان اذا جمع بين الثلاث يقع الثلاث ، اور جمہور علماء اسی پر متفق ہیں کہ جب اکٹھی تین طلاق دی جائیں تو تین واقع ہو جائیں گی۔

حدیث نمبر ۷: ابن ماجہ شریف میں باب باندھا ہے، من طلق ثلثا فی مجلس واحد یعنی جو مجلس واحد میں ایکدم تین طلاق دیدے۔ اس کے تحت یہی حدیث مذکور ہے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں، طلقنی زوجی ثلثا وهو خارج الی الیمن فاجاز ذلك رسول الله ﷺ (ابن ماجه) کہ میرے شوہر نے یمن کی طرف جاتے ہوئے ایک دم مجھے تین طلاق دیدیں ان کو رسول اللہ ﷺ نے جائز رکھا۔

چنانچہ علامہ ابن اثیر اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں،

وهذا يتمسك به من يرى جواز ايقاع الطلاق الثلث دفعة واحدة لعدم الانكار من النبى ﷺ الا انه يحتمل ان يكون قوله طلقها ثلاثا اى اوقع طلاقة يتم بها الثلث وقد جاء ذالك فى بعض الروايات اخر ثلاث تطليقات۔

اور اسی حدیث سے ایک ہی دفعہ میں تین طلاقوں کے وقوع کی دلیل اور جواز لیا گیا ہے اس لیے کہ نبی ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور آپ کا نہ کرنا یہی احتمال رکھتا ہے کہ ایکدم تین طلاق دینے سے طلاق مغلظہ واقع ہو جاتی ہے اور بیشک بعض دوسری روایات میں بھی تین طلاق کا ایک ہی دفعہ

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

میں واقع ہونا آیا ہے۔

حدیث نمبر ۸: کان ابن عمر یقول من طلاق امراتہ ثلاثا فقد بانت منہ امرأتہ وعصی ربہ تعالیٰ وخالف السنۃ۔

کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنی بیوی کو ایکدم تین طلاق دے گا تو بیشک اس کی بیوی اس سے الگ ہو جائے گی اور ایکدم تین طلاق دینے والے نے اپنے رب کی نافرمانی اور سنت کی مخالفت کی۔

حدیث نمبر ۹: عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رجلا طلق امرأتہ ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی ﷺ اتحل للاولی قال لا حتی یذوق عسیلتہا کما ذاق الاول۔ (بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۹۱، صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۳، سنن ابن ماجہ جلد ۲ ص ۴۶، مؤطا امام محمد ص ۲۶۴، سنن داد قطنی جلد ۲ ص ۲۱، سنن الکبری جلد ۷ ص ۵۴۶۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا روایت فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اس عورت نے کہیں اور شادی کر لی اور اس نے بھی طلاق دے دی، پھر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ عورت اپنے پہلے شوہر اول کے لیے حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں، جب تک دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح اس کی مٹھاس نہ چکھ لے۔

حضرت بدرالدین عینی عمدۃ القاری جلد ۱۴ ص ۲۴۱ میں لکھتے ہیں، (طلق امرأتہ ثلاثا) فانہ ظاہر فی کونہا مجموعۃ۔

حدیث نمبر ۹: عن انس قال سمع معاذ بن جبل یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یا معاذ من طلاق البدعۃ واحدۃ او اثنتین او ثلاثا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الزمناہ بدعتہ۔ (سنن داد قطنی جلد ۲ ص ۳۰ سنن الکبری جلد ۷ ص ۵۳)

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ بن جبل سے سنا کہ انہوں نے فرمایا، میں نے حضور ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا، اے معاذ جس نے ایک، دو، یا تین بدعی طلاق دے دیں، ہم نے اس کو لازم کر دیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان جو جتنی طلاقیں دے گا اتنی واقع ہو جائیں گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تین طلاق ایک دم دینا اگرچہ سنت کے خلاف ہے مگر واقع ہو جاتی ہے ،جیسا کہ کثیر احادیث مبارکہ سے ملاحظہ کیا گیا۔

﴿۲۹۳﴾ **فتوی شرعی:** اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاق دے دے یا اس سے زائد طلاق دے یا مذاقاً طلاق دیدے، کیا طلاق واقع ہو جائے گی، یہ بات کبائر صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین اور مفسرین عظام سے یہ بات ثابت ہے کہ تین طلاق کو تین ہی شمار کیا جائے یا ایک۔ وضاحت فرمائیں۔

سائل۔ ملک طارق سلیم میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب کبائر صحابہ اور مفسرین عظام کی تعلیمات کی روشنی میں یہ ہے،

۱۔ حضرت زید بن واہب فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک دم ایک ہزار طلاق دے دی، فلقیہ عمر فقال اطلقها الفاء قالہ انما کنت العب فعلاہ بالدرۃ وقال انما یکفیک من ذلک ثلاث (کنز العمال)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو مل کر فرمایا کیا تو نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی ہے، اس نے کہا میں نے تو صرف مذاق کیا تھا۔ آپ نے اس کو درہ مارا اور فرمایا انمیں سے تجھے تین ہی کافی ہیں یعنی تین طلاق ہو گئی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ازراہ مذاق بھی طلاق دی جائے تو واقع ہو جاتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فتوی حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے، ثلاث جدھن جد وھزلھن جدا النکاح والطلاق والرجعۃ۔ کہ تین چیزیں وہ ہیں جن کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے، نکاح، طلاق اور رجوع (ترمذی)

۲۔ حضرت حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہیں، کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی

انی طلقت امرأتی الفاء قال علی یحرمھا علیك ثلاث وسائرھن اقسمھن بین نسائك

کہ میں اپنی بیوی کو ایکدم ہزار طلاق دی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین طلاق نے اسے تجھ پر حرام کر دیا اور باقی تو اپنی اور بیویوں کے درمیان تقسیم کرے، یعنی وہ لغو ہیں۔

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

ان علی بن ابی طالب کان یقول فی الرجل یقول لا مرته انت علی حرام انھا ثلاث تطلیقات

بیشک حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس شخص کے بارے میں فرمایا کرتے تھے جو اپنی بیوی کو کہہ دیتا کہ تو مجھ پر حرام ہے کہ یہ تین طلاق ہیں۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ حضرت سعید بن جبیر اور مجاہد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے،

سئل عن رجل طلق امراته عدد النجوم فقال اخطاء السنة و حرمت عليه امراته

اس شخص کے بار میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو ستاروں کی تعداد کے برابر طلاقیں دی تھیں تو آپ نے فرمایا اس نے سنت کے خلاف کیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوئی۔

۴۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی،

انی طلقت امراتی الفا: قال اما ثلاث فتحرم عليك امراتك و بقيتهن و زرا تخذت ايات الله هزوا

کہ بیشک میں نے اپنی بیوی کو ایکدم ہزار طلاق دی ہے۔ آپ نے فرمایا تین طلاق سے تیری بیوی کو تجھ پر حرام کر دیا اور باقی تجھ پر بوجھ ہیں تو نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنایا ہے۔

۵۔ حضرت محمد بن ایاس ابن بکری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی نے اپنی بیوی کو اس کے پاس جانے سے پہلے تین طلاق دے دیں پھر اسے یہ خیال آیا کہ اس سے نکاح کرے تو وہ فتویٰ پوچھنے آیا میں بھی اس کے ساتھ ہولیا۔

فسئل عبد الله بن عباس و ابا هريرة عن ذلك فقالا لا نرى ان تنكحها حتى تنكح زوجا غيرك قال فانما طلاقى ايا ها واحدة؟ قال ابن عباس انك ارسلت من يدك ما كان لك من فضل۔

تو میں نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عنہ سے اس کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے فرمایا ہمارا فتوی یہی ہے کہ تو اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے اس نے کہا میں نے تو ایک ہی مرتبہ میں اس کو تین طلاقیں دی ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا بیشک تو نے اپنے ہاتھ سے ایکدم ہی چھوڑ دیا جو تیرے لیے باقی رہنے والا تھا۔

یعنی تیری ہاتھ میں تین طلاقیں تھیں تجھے چاہیے تھا کہ سنت کے مطابق ایک ایک کر کے ان کو اپنے ہاتھ سے دیتا جب تو نے ایکدم ہی ان کو دے دیا تو اب کیا ہوسکتا ہے۔ اسی حدیث کو لکھ کر سیدنا امام محمد شیبانی رضی اللہ عنہ شاگرد رشید امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

وبهذا ناخذ وهو قول ابی حنيفة والعامة من فقهائنا لانه طلقها ثلاثا جميعا فوقعن عليها جميعا معاً

اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ اور آئمہ فقہاء احناف کا کیونکہ اس نے ایک دم تین طلاق دی تھیں۔ تو وہ ایکدم ہی واقع ہوگئیں۔

۶۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں نے اپنی بیوی کو سخت غصہ کی حالت میں ایکدم تین طلاق دے دی ہیں،

فسكت حتى ظننت انه رادها اليه ثم قال ينطلق احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس وان الله قال (ومن يتق الله يجعل له مخرجا) وانك لم تتق الله فلم اجد لك مخرجا عصيت ربك وبانت منك امرأتك وان الله قال (يا ايها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن) فی قبل عدتهن۔) ابو دائود شریف)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو آپ خاموش رہے یہانتک کہ میں نے گمان کیا کہ آپ اس کی بیوی کو اس کی طرف لوٹا دیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی حماقت پر سوار ہو کر ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے تو پھر چلا آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے ابن عباسؓ، اے ابن عباسؓ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، (اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے کوئی راستہ پیدا فرما دیتا ہے۔) اور بیشک تو اللہ سے نہیں ڈرا تو میں تیرے لیے کوئی نکلنے کا راستہ نہیں پاتا۔ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہو گئی یعنی اس پر طلاق واقع ہو گئی، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے نبی جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت سے پہلے (طہر کی حالت میں) یعنی سنت کے مطابق طلاق دو۔

یعنی اگر تو سنت کے مطابق ہو طہر میں ایک طلاق دیتا تو تجھے سوچنے غور کرنے کا بار بار موقع ملتا اور اللہ تعالیٰ بھی تیرے لیے کوئی راستہ پیدا فرما دیتا، تیرے دل کو پھیرتا، لیکن جب تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا اور اس کے حکم پر عمل نہیں کیا اور غیض وغضب کی حالت میں یک دم تین طلاق دے بیٹھا ہے تو اب میں کیا کر سکتا ہوں اگر غصہ وغضب کی حالت میں ایک دم دی ہوئی تین طلاق سے ایک ہی پڑتی اور اس کے بعد رجوع ہو سکتا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع کیوں نہ کروا دیا۔ آپ تو فرما رہے ہیں، فلم اجد لك مخرجا ۔ میں تیرے لیے کوئی نکلنے کا راستہ نہیں پاتا۔ نا معلوم چودھویں صدی کے غیر مقلدوں نے کہاں سے راستہ پا لیا ہے۔

۷۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی

انی طلقت امرأتی ثمانی طلیقات فقال ابن مسعود رضی الله عنه فما ذا قیل لك قال قیل لی انها فقد بانت منیٰ فقال ابن مسعود صدقوا۔

کہ میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تجھے اس مسئلہ میں علماء نے کیا جواب دیا ہے، اس نے کہا مجھے یہ جواب ملا ہے، کہ وہ مجھ سے الگ ہو گئی ہے

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

آپ نے فرمایا علماء نے سچ کہا، اس سے اجماع ثابت ہوا۔

۸۔ حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی

انی طلقت امأتی تسعا و تسعین فقال له ابن مسعود ثلاث تبینها و سائرهن عدوان۔

کہ میں نے اپنی بیوی کو ننانوے طلاقیں دی ہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے تو تین ہی طلاقوں نے الگ کر دیا باقی سب زیادتی اور سرکشی میں داخل ہیں۔

۹۔ حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

سئل رجل عن المغیرة بن شعبة و ان شاهد عن رجل طلق امرأته مائة قال ثلاث تحرم و سبع و تسعون فضل۔

کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جس نے اپنی بیوی کو ایک دم سو طلاق دی تھی اور میں سوال کے وقت موجود تھا، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین طلاق سے حرام ہوگئی اور ستانوے فضول ہوگئیں۔

۱۰۔ جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم شہید ہوئے اور لوگوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو آپ کی بیوی حضرت عائشہ بنت خلیفہ خشعمیہؒ نے آپ کو امیر المومنین بننے کی مبارکباد دی، حضرت امام حسن نے فرمایا، امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کی مصیبت میں ہے اور تم خوشی کا اظہار کر رہی ہو اور مبارک دے رہی ہو۔ انه هبی فانت طالق ثلاثا ۔ جاؤ تمہیں تین طلاق۔ حضرت عائشہؒ نے کہا میں نے تو اچھے ارادے سے کہا تھا اور نیت و آرائش چھوڑ دی اور عدت میں بیٹھ گئیں۔ حضرت امام نے دس ہزار درہم بطور نفع و احسان اور

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باقی رقم مہر کی بھیجی۔ جب یہ مال ان کو ملا تو کہ امتاع قلیل من حبیب مفارق۔ یہ مال حبیب کی جدائی اور فراق کے مقابلہ میں کس قدر حقیر وقلیل ہے۔ آپ کو معلوم ہوا کہ وہ آپ کی جدائی وفراق میں بہت روتی ہیں تو آپ بھی رو پڑے اور فرمایا،

لولا انی سمعت جدی او حدثنی ابی انہ سمع جدی یقول ایما رجل طلق امراتہ ثلاث مبھمۃ او ثلاثا عن د الاقراء لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ لراجعتھا۔

اگر میں نے اپنے جدامجد سے نہ سنا ہوتا یا فرمایا میرے والد ماجد نے مجھ سے بیان کیا بیشک انہوں نے میرے جدامجد سے سنا آپ نے فرمایا جو کوئی آدمی اپنی عورت کو ایک دم یا الگ الگ تین طلاق دے دے تو اس کی عورت اس کے لیے حلال نہیں ہوگی، جب تک وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرنے تو میں ضرور رجوع کر لیتا۔

اس حدیث میں غور فرمائیے کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ اگر میرے نانا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان نہ ہوتا کہ ایک دم تین طلاق دینے سے عورت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے، سوائے حلالہ کے تو میں ضرور رجوع کر لیتا۔ صحابہ کرام سے محبت کرنے والوں کے لیے یہی ایک روایت ہی کافی ہے۔ اہل تشیع حضرات کو بھی چاہیے کہ امامؑ کی بات مانیں اور عمل کر لیں، امام جعفر صادقؒ کا فتوی پڑھیئے۔

۱۱۔ حضرت عائذ بن حبیب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا،

عن رجل طلاق امراتہ ثلاثا فقال بانت منہ ولا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ فقلت لہ افتی الناس بھذا۔ قال نعم۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس شخص کے بارے میں جو اپنی عورت کو ایکدم تین طلاق دیدے۔آپ نے فرمایا اس کی عورت اس سے الگ ہوگئی اور وہ اس کے لے حلال نہ ہوگی جب تک کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔میں نے آپ سے کہا آپ اس کا فتوی دیتے ہیں فرمایا ہاں

اگر اس روایت میں تین طلاق سے مراد طلاق سنت ہوتی جو ہر طہر میں دی جاتی ہے تو اس سے عورت کا حرام ہوجانا تو ایسا قطعی مسئلہ ہے،جو ہر شخص کو معلوم ہے اس میں تعجب سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ کیا آپ اس کا فتوی دیتے ہیں۔حضرت امام نے فرمایا،ہاں،ثابت ہوا کہ سائل کی مراد ہی طلاق ثلاثہ تھی جو ایک دم دی جائے۔

۱۲۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک میں نے ابن شہاب (زہری) سے سنا

یقول فی الرجل یقول لا مرته برئت منی و برئت منك انها ثلاث تطليقات (مؤطا امام مالك)

اس شخص کے بارے میں فرماتے تھے جو اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تو مجھ سے الگ اور میں تجھ سے الگ بیشک یہ تین طلاق ہیں۔

۱۳۔ شعبی فرماتے ہیں،کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے،

الخلية والبرية والبتة والبائن والحرام اذا نوى فهو بمنزلة الثلاث (كنز العمال)

جگہ خالی کر،دور ہو،الگ ہو،تو علیحدہ ہے تو حرام ہے جب نیت تین طلاق کی ہو تو یہ بمنزلہ تین طلاق ہے۔

۱۴۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھا کہ ایک شخص نے ان سے

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پوچھا،

فقال رجل طلق امرأته ثلاثا وهو فی مجلس قال اثم بربه و حرمت عليه امرأته

کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دی ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ اپنے رب کا گنہگار ہے اور اسکی عورت اس پر حرام ہوگی۔

۱۵۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے

طلق امرأته تماضر بنت الاصبغ الكلبية وهى ام ابى سلمة ثلاث تطليقات فی کلمة واحدة فلم يبلغنا ان احدا من اصحابه عاب ذلك۔

اپنی بیوی تماضر بنت اصبغ کلبیہ جو ابوسلمہ کی والدہ تھیں کو ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دیں اور ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ ان کے اصحاب میں سے کسی ایک نے بھی اس کو معیوب سمجھا ہو۔

۱۶۔ ایک شخص نے عراق سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں نے اپنی عورت سے یہ کہا ہے۔ حبلك على غاربك کہ تیری رسی تیری گردن پر ہے، آپ نے گورنر عراق کو لکھا کہ اس شخص کو حکم دو کہ وہ حج کے موقعہ پر مکہ میں مجھ سے ملے، چنانچہ حضرت عمر بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو وہی عراقی آدمی آپ سے ملا اور آپ کو سلام کیا، آپ نے پوچھا تو کون ہے، اس نے کہا میں وہی عراقی ہوں جس کو آپ نے حکم دیا کہ میں آپ سے ملوں۔ آپ نے اس سے فرمایا،

اسألك برب هذه البيت ما اردت بقولك حبلك على غاربك فقال له الرجل لو استحلفتنی فی غير هذ المكان ما صدقتك اردت بذلك الفراق فقال عمر بن الخطاب هو ما اردت (مؤطا امام مالک)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں تجھ سے اس خانہ کعبہ کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے اپنی بیوی کو کس نیت اور ارادے سے کہا تھا تیری رسی تیری گردن پر ہے، اس آدمی نے کہا بیت اللہ شریف کے علاوہ کسی اور جگہ آپ اگر مجھ سے حلف لیتے تو میں آپ سے سچ نہ کہتا میں نے بیوی کو جدا کرنے کے ارادے سے کہا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہی ہو گیا جو تو نے ارادہ کیا تھا یعنی طلاق ہو گئی اور وہ تجھ سے جدا ہو گئی،

۱۷۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے،

فی الخلیۃ والبریۃ انھا ثلاث تطلیقات کل واحد منھا

جگہ خالی کر دور ہو، بلاشبہ ان الفاظ کے کہنے میں تین طلاق ہو جائیں گی۔

اسی حدیث کو لکھ کر سیدنا امام محمد شیبانی رضی اللہ عنہ شاگرد رشید امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

وبھذا ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقھائنا لانہ طلقھا ثلاثا جمیعا فوقعن علیھا جمیعا معاً

اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ اور آئمہ فقہاء حنفیہ کا کیونکہ اس نے ایک دم تین طلاق دی تھیں تو وہ ایکدم ہی واقع ہو گئیں۔

۱۸۔ حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا،

فی الخلیۃ والبریۃ والبتۃ انہ کان یجعلھا ثلاثا ثلاثا (عبد الرزاق)

ان الفاظ میں جگہ خالی کر، دور ہو، الگ ہو بلاشبہ تین تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔

۱۹۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا، کوئی اپنی بیوی سے کہے،

الخلیۃ والبریۃ والبتہ والحرام ثلاثا لا تحل لھم حتی تنکح زوجا

جگہ خالی کر، دور ہو، الگ ہو، تو علیحدہ ہے تو حرام ہے، تین طلاق واقع ہوگئیں اور عورت حلال نہ ہوگی، جب تک کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے۔

۲۰۔ شیخ الاسلام علامہ امام بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری شریف فرماتے ہیں،

ومذھب جماھیر العلماء من التابعین ومن بعد ھم منھم الاوزاعی والنخعی والثوری وابو حنیفۃ واصحابہ والمالک واصحابہ و الشافعی واصحابہ واحمد واصحابہ واسحق وابو ثور ابو عبید و اخرون کثیرون علی ان من طلق امراتہ ثلاثا وقعن ولکنہ یاثم و قالوا من خالف فیہ فھو شاذ مخالف لا ھل السنۃ۔

اور جمہور علماء تابعین اور ان کے بعد جو ہوئے ان میں امام اوزاعی، امام نخعی، امام ثوری امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب امام مالک اور ان کے اصحاب، امام شافعی اور ان کے اصحاب، امام احمد اور ان کے اصحاب، امام اسحاق اور ابوثور ابوعبید اور دوسرے کثیر علماء کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاق دے دے تینوں واقع ہوتی ہیں لیکن وہ گنہگار ہوگا اور اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ بہت تھوڑے لوگ اور اہل سنت کے مخالف ہیں۔

۲۱۔ شیخ الاسلام امام نووی شارح صحیح مسلم شریف فرماتے ہیں،

وقد اختلف العلماء فی من قال لا مرتہ انت طالق ثلاثا فقال الشافعی و مالک وابو حنیفہ واحمد وجماھیر العلماء من السلف والخلف بقع

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الثلث وقال طاؤس وبعض اهل الظواهر لا يقع بذالك الا واحدة (نووی شرح مسلم شریف)

اور بیشک اختلاف کیا ہے علماء کرام رضی اللہ علیہم اجمعین نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے کہے تجھے تین طلاق ہیں تو امام شافعی اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور جمہور علماء سلف وخلف فرماتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی اور طاؤس اور بعض اہل ظاہر نے کہا کہ ایک ہی واقع ہوگی۔

علامہ سندی حاشیہ نسائی شریف میں فرماتے ہیں،

والجمهور على انه اذا جمع بين الثلاث يقع الثلاث (حاشیہ نسائی شریف مصری اور جمہور علماء اسی پر متفق ہیں کہ جب اکٹھی تین طلاق دی جائیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی

بیہقی وقت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وعلى كلا التاويلين يظهر ان جمع الطلقتين او ثلاث تطليقات بلفظ واحد او بالفاظ مختلفة فى طهر واحد، حرام بدعة مؤثم خلافا للشافعى فانه يقول لا باس به۔ لكنهم اجمعوا على انه من قال الا مرته انت طالق ثلاثا يقع ثلاثا بالاجماع۔

ان دونوں تاویلوں کی رو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بلا شبہ دو طلاقیں ایک لفظ سے ہوں یا مختلف الفاظ سے ایک ہی طہر میں اکٹھی دینی حرام بدعت، باعث گناہ ہیں، امام شافعی اس کے خلاف ہیں وہ فرماتے ہیں اس میں کچھ حرج نہیں لیکن اس پر سب کا اجماع واتفاق ہے کہ جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے تین طلاقیں تو بالاجماع تین واقع ہوں گی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۲۔ امام ربانی سیدی امام عبد الوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ مسئلہ طلاق میں بحث فرماتے ہوئے آخر میں نتیجہ ارشاد فرماتے ہیں،

وھذا کلہ یدل علی اجماعھم علی صحتہ وقوع الثلاث بالکلمۃ الواحدۃ۔

اور یہ ساری بحث دلالت کرتی ہے اس پر کہ ایک ہی کلمہ سے تین طلاق کے وقوع کی صحت پر علماء (صحابہ کرام) کا اجماع ہے۔

۲۳۔ علامہ احمد بن محمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر صاوی شریف زیر آیت فان طلقھا فلا تحل لہ الایۃ فرماتے ہیں،

والمعنی فان ثبت طلاقھا ثلاثا فی مرتہ او مرات فلا تحل لہ، کما اذا قال لھا انت طالق ثلاث او البنتۃ وھذا ھو المجمع علیہ واما القول بان الطلاق الثلاث فی مرۃ واحدۃ لا یقع الا طلقۃ فلم یعرف الا لابن یتیمیۃ من الحنابلۃ وقد رد علیہ ائمۃ مذھبہ حتی قال العلماء انہ الضال المضل ونسبتھا للامام اشھب من ائمۃ المالکیۃ باطلۃ۔

اور معنی آیت کا یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں ثابت ہو جائیں خواہ ایکدم ہوں یا الگ الگ تو عورت حلال نہ رہے گی، جیسا کہ جب کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تینوں ہی واقع ہونگی یہ وہ مسئلہ ہے جس پر سب کا اجماع ہے اور یہ قول کہ ایک دم دی ہوئی تین طلاق سے ایک ہی واقع ہوتی ہے یہ سوائے ابن تیمیہ حنبلی کے اور کسی سے معروف نہیں ہے اور بے شک ابن تیمیہ کی اس بات کا خود اس کے مذہب کے اماموں نے رد کیا ہے۔ یہاں تک کہ علمائے کرام نے فرمایا کہ ابن تیمیہ خود بھی گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے اور اس مسئلہ کی نسبت امام اشھب مالکی کی طرف کرنا باطل ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۹۴﴾ **فتوی شرعی:** میری بیوی نہایت بداخلاق، بدزبان اور نافرمان ہے۔ اکثر وہ مجھ سے گھر میں جھگڑا کرتی رہتی ہے۔ اس کی شکایت سسر کو کی انہوں نے بہت سمجھایا لیکن کچھ عرصہ بعد پھر وہی پہلی والی حالت۔ پھر پرسوں اس نے میری اور میرے والدین کے حق میں نازیبا الفاظ کہے اور غلیظ گالیاں دیں تو مجھے سخت غصہ آیا میں فوراً ضلع کچہری سے وکیل کی معاونت سے طلاق نامہ تیار کروالایا۔ جس پر میں نے تین مرتبہ طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی کے الفاظ لکھے پھر میں نے دو گواہوں کی موجودگی میں دستخط کیئے۔ اس کے بعد راستہ میں مجھے ایک دوست مل گیا اس نے مجھے سمجھایا وہ طلاق نامہ میں نے آج تک بیوی کو نہ دیا او نہ راس کے سامنے تذکرہ کیا۔ وہ اب بھی میرے پاس موجود ہے۔ اسی دن سے میں بیوی کے ساتھ رہ رہا ہوں۔ اس بات کو تقریباً چار سال گزر چکے ہیں۔ اسی دوران میرے دو بچے بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ اب مجھے احساس ہوا ہے کہ کہیں میں گناہ کبیرہ میں مبتلا تو نہیں ہوں۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمادیں۔

سائل محمد رفیق صاحب میانوالی

الجواب: جب آپ نے نافرمان اور غلیظ گالیاں دینے والی بیوی کو تین طلاقیں لکھ دیں تو وہ آپ پر اسی لمحہ حرام ہو گئی۔ خواہ اس کو طلاق کا علم ہوا یا نہیں۔ اور تین طلاق کے بعد جو آپ اس سے جنسی ملاپ کرتے رہے ہیں یہ خالص بدکاری ہے۔ اور گناہ کبیرہ کیا ہے۔ کفارہ یہ ہے کہ اس گناہ سے توبہ کریں اور اس کو فوراً اپنے سے علیحدہ کر دیں۔ حلالہ شرعی کے بعد وہ آپ کے نکاح میں دوبارہ آسکتی ہے اس سے پہلے نہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (القرآن)

﴿۲۹۵﴾ **فتوی شرعی:** میں نے تقریباً آٹھ سال پہلے بیوی کو تین طلاقیں باقاعدہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اسٹامپ پیپر پر لکھ کر دی تھیں اور اس کا علم میں نے سسرال کو نہ ہونے دیا۔اس دوران میرا ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔اب دریافت طلب امر یہ ہے جو اس دوران میری اولاد پیدا ہوئی وہ کس زمرے میں آتی ہیں۔یہ تو مجھے معلوم ہے تین طلاق دینے کے بعد بیوی رکھنا حرام ہے۔

نوٹ: جب میں نے بیوی کو طلاق دی تھی تو وہ اس وقت حاملہ تھی۔

سائل محمد آصف محمود میانوالی

الجواب: آپ کے سوال کے مطابق جواب یہ ہے۔حاملہ عورت پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، کیونکہ حمل مانع طلاق نہیں۔وضع حمل سے عدت ختم ہو جاتی ہے۔اسی دن سے آج تک آپ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔کیونکہ طلاق کے بعد بیوی کو رکھنا اور شادی والے تعلقات قائم کرنا سخت حرام ہے۔آٹھ سال آپ بدکاری کرتے رہے ہیں اور اس دوران جو بچے پیدا ہوئے وہ ولد الزناء ہیں ان کا نسب صحیح نہیں۔وہ آپ کی نا جائز اولاد ہیں۔آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، فوراً علیحدگی اختیار کریں توبہ استغفار کریں۔

﴿۲۹۶﴾ **فتوی شرعی:** میری شادی کو عرصہ پندرہ سال ہو گئے، ایک مرتبہ میں نے بیوی کو دو طلاقیں دی تھیں۔پھر ایک مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھ کر رجوع کر لیا۔اب میں نے سال بعد پھر ایک طلاق دی ہے۔از روئے شریعت مجھے مسئلہ بتایا جائے آیا میری بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوں گی یا کہ ایک طلاق، کیونکہ دو طلاقیں تو پرانی ہو چکی ہیں۔

سائل محمد افضل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ طلاقیں پرانی نہیں ہوتی، دو طلاقوں کے بعد آپ نے جو رجوع کر لیا تھا وہ صحیح تھا۔مگر جب تیسری طلاق دی تو وہ پہلے والی دو اور ایک یہ والی مل کر تین ہو گئیں تو اب آپ پر بیوی حرام ہو گئی ہے۔اب دوبارہ نکاح کی بالکل گنجائش نہیں۔اگر آپ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چاہتے ہیں کہ وہی بیوی میرے پاس دوبارہ آئے تو بغیر شرعی حلالہ کے ناممکن ہے۔شرعی حلالہ کا مختصر طریقہ یہ ہے کہ عورت عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرے دوسرے شوہر سے صحبت کرے۔دوسرا خاوند فوت ہوجائے یا ازخود طلاق دے دے اور پھر عورت عدت گزارے۔اب اگر عورت راضی ہو تو آپ کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے ورنہ نہیں۔

﴿۲۹۷﴾ **فتوی شرعی:** میرے بھائی نے میری بھابھی کو سینکڑوں لوگوں کے سامنے تین بار کہا، میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔پھر ہم گھر والوں کے سامنے کہا، میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔یہ جملہ کئی بار دہرایا، اب جب کہ صرف چار دن گزرے ہیں قرآن سر پر اٹھا کر کہتا ہے کہ میں نے کوئی طلاق وغیرہ نہیں دی۔بلکہ کہا جو میری طلاق کے متعلق کہے گا میں اسے قتل کر دوں گا۔طلاق کے گواہوں کے حلفی بیان لف ہیں۔اور اب تک میری بھابھی کے ساتھ رہ رہا ہے۔شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل اکرم اللہ خان میانوالی

الجواب: آپ کی بھابھی مطلقہ بہ سہ طلاق ہوچکی ہے۔جب شرعی طلاق کے گواہ موجود ہوں تو قسم کو کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔اب بغیر شرعی حلالہ کے میاں بیوی اکٹھے نہیں رہ سکتے انہیں تلقین کریں کہ بیوی سے علیحدہ ہوجائے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو۔اگر پھر بھی باز نہیں آتا تو تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سے مکمل بائیکاٹ کریں۔حتیٰ کہ وہ توبہ استغفار کرے اور شرعی احکام پر عمل کرے۔

﴿۲۹۸﴾ **فتوی شرعی:** میں نے بیوی سے کہا میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔تین ڈھیلے بھی اٹھا کر پھینکے اور کہا تو مجھ پر حرام ہے تو مجھ سے آزاد ہے۔تو میرے لیے ایسی ہے جیسے میری بہن ہے۔تو گھر سے نکل جا۔یہ تمام الفاظ طلاق کی نیت سے کہے۔دریافت امر یہ ہے کہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میری بیوی پر کتنی طلاقیں واقع ہوئی ہیں۔

سائل انعام اللہ میانوالی

الجواب: پہلے تین جملوں سے تین طلاق سے آپ کی بیو مطلقہ مغلظہ بہ سہ طلاق ہو چکی ہے۔ جیسا کہ ردالمختار جلد دوم باب الصریح ص ۶۲۷ پر ہے، **والطلاق یقع بعدد قرن به ای منی قرن الطلاق بالعدد کان الوقوع بالعدد۔ هکذا فی الفتاوی الرضویة فی الجز الثانی عشره۔** باقی جملے لغو ہیں۔ بغیر شرعی حلالہ کے میاں بیوی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

﴿۲۹۹﴾ فتوی شرعی: اگر ایک آدمی اپنی بیوی کو ۲ طلاق دے دے پھر تیسری اور میں تمہیں طلاق (قفہ) دیتا ہوں نہیں کہتا آیا طلاق ہو گی یا نہیں، یا اس کا کوئی کفارہ ہے۔

سائل اسلم خان میانوالی

الجواب: تمہیں طلاق کے الفاظ سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ اس لیے صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہو گئیں۔ کیونکہ لفظ طلاق، طلاق کے لیے صریح ہے۔ فقہ کی تمام کتب میں ہے **۔لان الصریح لا یحتاج الی النیة۔ ردالمختار جلد دوم ص ۵۹۱، بہار شریعت حصہ ۸ ص ۱۷۔**

﴿۳۰۰﴾ فتوی شرعی: میرے خاوند بڑے غصے والے اور بڑے جابر قسم کے آدمی ہیں۔ مجھے کئی بار مارا پیٹا ہے۔ کل مجھے مارنے لگے اور منہ سے یہ الفاظ کہے میں نے تجھے طلاق دی۔ میں نے تجھے طلاق دی۔ یہ جملہ اس نے کئی مرتبہ دہرایا۔ اور مجھے مارتا رہا۔ اور کئی مرتبہ یہ کہا، اب جا چلی جا تو مجھ پر حرام ہے۔ یہ طلاق مجھے حالت حیض میں دی گئی۔ اب میں بہت پریشان ہوں۔ مجھے کسی رشتہ دار نے کہا ہے کہ حالت حیض میں طلاق واقع نہیں ہوتی، کیا واقعی سچ ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سائلہ رابعہ اقبال میانوالی

الجواب: آپ کے بیان حلفی کے مطابق آپ کا شوہر طلاق کے الفاظ تین بار سے زیادہ استعمال کر چکا ہے۔اس لیے آپ مطلقہ مغلظہ ۳ بہ سہ طلاق ہو چکی ہیں۔شریعت نے مرد کو کل تین طلاقوں کا اختیار دیا ہے۔اب کوئی مرد یہ اختیار ایک ہی بار استعمال کرے یا متفرق طور پر کرے۔باقی حالت حیض میں طلاق نہیں ہوتی یہ خیال غلط ہے۔اگر چہ حالت حیض میں طلاق دینا جائز نہیں لیکن اگر کوئی شخص اس حالت میں طلاق دے دے تو وہ بھی واقع ہو جاتی ہے۔جیسا کہ حدیث پاک میں ہے،

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حائضہ کی طلاق کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کو وہی بتایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا۔

اما انت فطلقت امرأتك واحدة او اثنتين فان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد امرنى بهذا و اما انت فطلقت ثلاثا فقد حرمت عليك حتى تنكح زوجا غيرك و قد عصيت ربك فيما امرك به من الطلاق

(بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۹۷، مسلم شریف جلد ۱ ص ۴۷۵)

اگر تو نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق ایکدم دی ہیں تو بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رجعت کا حکم فرمایا اور اگر تو نے ایک دم تین طلاقیں دی ہیں تو بیشک تیری عورت تجھ پر حرام ہوگئی جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے لیکن بلاشبہ تو نے ایک دم تین طلاقیں دے کر اپنے رب کی نافرمانی کی اس نے طلاق کے بارے میں جو تجھے حکم دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں تین طلاق سے مراد وہی تین طلاق ہیں جو ایک دم دی گئیں اگر

سنت کے مطابق تین طہر میں تین طلاق ہوتیں اس میں رب تعالیٰ کی نافرمانی کیسے تھی؟ حضور ﷺ نے اس عورت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا سوائے حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا جس کو ایک دم تین طلاق دی گئیں مگر ایک دم تین طلاق دینے کو رب تعالیٰ کی نافرمانی قرار دیا۔

﴿۲۰۱﴾ فتوی شرعی: ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ عدت گزرنے کے بعد اس عورت نے دوسری جگہ نکاح کرلیا۔ کچھ مدت کے بعد دوسرے شخص نے بھی مذکورہ خاتون کو طلاق دے دی۔ اب یہ خاتون دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ نکاح کے بعد اب اس شخص کو زیادہ سے زیادہ کتنی طلاقیں دینے کا اختیار ہوگا۔ جب کہ اس سے قبل تو یہ شخص اپنی تین طلاقوں کا حق تو استعمال کر چکا ہوگا۔

سائل حافظ محمد بخش تونسوی بھکر۔

الجواب: دوسرے شوہر سے نکاح اور صحبت کرنے کے بعد جب اس عورت کو دوسرے شوہر سے طلاق ہوگئی اور اس کی عدت ختم ہونے کے بعد اس نے پہلے شوہر سے دوبارہ عقد کرلیا تو پہلا شوہر نئے سرے سے تین طلاقوں کا مالک ہوگا۔ خواہ پہلے اس نے ایک یا دو طلاق دی ہو، یا تین طلاقیں دی ہوں۔ ہر صورت میں تحلیل شرعی کے بعد دوبارہ تین طلاقوں کا مالک ہوگا۔

﴿۲۰۲﴾ فتوی شرعی: کہ میرا لڑکا بیمار تھا۔ جس کی وجہ سے مجھے پریشانی تھی اور ویسے بھی پڑھانے کی وجہ سے دماغ کام نہیں کرتا۔ اسی اثناء میں بیوی کے ساتھ میرا کسی بات پر جھگڑا ہوا۔ اور غصے میں بیوی کو تین طلاقیں دیدیں۔ تقریباً چھ مہینے ہوئے اور میں نے بیوی سے رجوع بھی کرلیا۔ شرعاً اب کیا حکم ہے۔ جواب دیکر مشکور فرمائیں۔

سائل امیر عمر (دلے والی ضلع میانوالی محلہ حسین آباد)۔

الجواب: تین طلاقیں دینے سے طلاق مغلظہ ہوجاتی ہے۔ اسمیں رجوع نہیں ہوسکتا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے۔ رجوع طلاق رجعی میں ہوتا ہے اور جیسا کہ سائل ذکر کررہا اگر واقعی دماغی توازن درست نہ تھا اور حالات بھی ایسے تھے کہ بہت پریشانی تھی۔ مغلوب العقل ہوکر غصہ میں آکر طلاق ثلاثہ دیدیں تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جیسا کہ جوہرہ نیرہ باب السکران اور فتاوی شامی باب السکران میں ہے، الثانی ان یبلغ الغضب لانھایة فلا یعلم ما یقول ولا یریدہ فھذا لا ریب انه لا ینفذ شئی من اقواله (وفیه ایضا) والذی یظھر لی ان کلا من المدھوش والغضبان لا یلزم فیه ان یکون بحیث لا یعلم ما یقول بل یکتفی بغلبة الھذیان واختلاط الجد بالھزل کما ھو المفتی به فی السکران۔

اگر غصہ اس حد کو نہیں پہنچا کہ بالکل عقل جاتی رہی ہو اور اپنے اقوال و افعال کی معرفت معدوم ہوگئی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ شامی میں ہے،

احدھا ان یحصل له مبادی الغضب بحیث لا یتغیر عقله و یعلم ما یقول ویقصدہ وھذا مالا اشکال فیه۔

اور اگر غلط بیانی کرے گا تو ہمیشہ کے لیے زنا ہوگا۔ اور اس عورت سے اس شوہر کا بغیر حلالہ کے نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، فان طلقھا فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (سورۃ البقر آیت ۲۲۹)

ہدایہ میں ہے، ان کان الطلاق ثلثا فی الحرۃ او اثنین فی الامة لا تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۰۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص مسمی یار محمد ولد عطا محمد کا اپنی بھاوج سردار بی بی سے جھگڑا ہوا۔ سردار بی بی نے چوری کا الزام یار محمد پر لگایا کہ اس نے ہماری بکری بیچ ڈالی۔ یار محمد نے یقین دلایا کہ میں نے کوئی بکری نہیں بیچی۔ اس نے یہ شکایت یار محمد کے والد عطا محمد پر لگا دی۔ عطا محمد نے اپنے لڑکے کو برا بھلا کہا اور مارنے پر آ گیا۔ یار محمد نے غصہ میں کہا کہ میں تیری بھیڑیں صبح سے نہیں چراؤں گا۔ اگر چراؤں تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق سے حرام ہے۔ ابھی تک یار محمد نے اس کی بھیڑیں نہیں چرائیں۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمایا جائے۔

سائل (یار محمد والد عطا محمد قوم چھبو راسکنہ احمد خان والا)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں بھاوج کی بکریاں چرائے گا تو یار محمد کی بیوی مطلقہ بہ سہ طلاق ہو جائے گی۔ اگر بھیڑیں بھاوج بیچ دے تو پھر چرا سکتا ہے۔

﴿۲۰۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو غصہ میں کہا جا میں نے تجھے تین طلاق سے چھوڑا تو مجھ پر تین طلاق سے حرام ہے۔ تین طلاق سے حرام ہے۔ اس شخص نے مقامی علماء سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا ایک محفل میں طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی ہیں۔ اس لیے رجوع کرلو۔ اس نے رجوع کر لیا۔ اب شہر میں اس کے متعلق دو گروہ ہیں ایک کہتا ہے بیوی مطلقہ ہو چکی دوسرا کہتا ہے رجوع ہو چکا۔ مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل (شیر افضل خان)

الجواب: درج بالا سوال کے مطابق یقیناً تین طلاقیں واقعہ ہو چکی۔ عورت حرام ہو چکی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (پ ۳ ع ۱۲)۔ اس آیت میں مطلقاً تین طلاق کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

بیہقی شریف میں حضرت علیؓ نے فرمایا،

اذا طلق الرجل امرته ثلاثا فی مجلس واحد، فقد بانت منه ولا تحل له حتی تنکح زوجا غیره (بیہقی شریف جلد نمبر ۷ صفحہ ۳۴)

جب آدمی نے بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں تو وہ عورت اس سے جدا ہو گئی۔ اور وہ اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہی سوال پوچھا گیا آپ نے فرمایا، کانت تبین منك (تفسیر مظہری ج ۲) ابن ابی شیبہ اور جمہور صحابہ کا فتوی بھی یہی ہے۔ تین طلاقیں ہو چکی ہیں۔ جیسا کہ فتاوی الرضویہ جلد ۱۲ ص ۳۸۶ میں ہے،

ولبدعی ثلث متفرقة او ثنتان عدة او مرتین قال فی الشامی قوله ثلث متفرقة وكذا بكلمة واحدة بالا ولی الیٰ ان قال وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الیٰ انه يقع ثلث۔

بغیر حلالہ شرعی نکاح جائز نہیں۔

﴿۳۰۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں پیدائشی نامرد ہوں۔ والدین سے چوری کافی حکیموں، ڈاکٹروں سے علاج کرایا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی تو اب ڈاکٹروں نے لا علاج کر دیا ہے۔ میری شادی کو تقریباً ایک سال ہو گیا ہے۔ میری بیوی اب تک تو خاموش رہی لیکن اب اس نے عورتوں اور اپنی والدہ کو سب کچھ بتا دیا ہے۔ اور مجھ سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے۔ اب میں کیا کروں طلاق دے دوں یا کہ علاج کے لیے اور کچھ وقت لے لوں۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل خان زمان خان رمیانوالی

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

الجواب: جب آپ پیدائشی نامرد ہیں اور کافی علاج کے باوجود صحت یاب نہ ہوسکے بلکہ صحت مزید خراب ہوئی ہے۔ اور ڈاکٹروں نے بھی لاعلاج کر دیا ہے تو بہتر تو ہوگا کہ آپ طلاق دے دیں، علاج جاری رکھیں اگر ٹھیک ہو جائیں تو اور شادی کر لینا۔ اللہ تعالیٰ بہتری کرے گا۔ آپ نے زبانی بتایا کہ اگر آپ طلاق نہیں دیں گے تو وہ عدالت کے ذریعے طلاق لے گی۔ اس سے آپ کے گھر کے حالات بہت خراب ہو جائیں گے اور پھر مزید خراب ہوں گے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ طلاق دے دیں تاکہ آپ کی بیوی کی اچھی جگہ پر شادی ہوسکے۔ یہ آپ احسان ہوگا اور دونوں خاندانوں کے درمیان تعلقات مزید خراب بھی نہ ہونگے۔

﴿۳۰۶﴾ فتوی شرعی: طلاق دینے کا اھل کون ہے؟۔

سائل محمد عنصر میانوالی

الجواب: طلاق دینے والا شخص خود شوہر بھی ہوسکتا ہے یہ بھی درست ہے کہ شوہر کسی کو اپنا وکیل یا نائب مقرر کر کے اسے طلاق کا اختیار تفویض کر دے۔ کسی صغیر السن (کم عمر) بچے کے والد یا ولی کو اپنے بچے کی طرف سے اس کی بیوی کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طلاق کی اہمیت کے بارے میں ایک اصول مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

انما الطلاق لمن اخذ بالساق

طلاق وہی دے سکتا ہے جو بیوی پر شرعی اختیار رکھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طلاق کی اہلیت کے بارے میں ایک اصول مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ **انما الطلاق لمن اخذ باالساق** طلاق وہی دے سکتا ہے جو بیوی پر شرعی اختیار رکھتا ہو۔ قرآن مجید میں، **بیدہ عقدہ النکاح**

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔

یعنی شوہر خود ہی طلاق دے سکتا ہے اور اگر وہ خود طلاق دینے کا اہل نہ ہو جیسے بچہ تو کوئی دوسرا اس کی طرف سے طلاق نہیں دے سکتا۔ طلاق دینے والے شخص کی کچھ اور بھی شرائط ہیں۔ مثلاً یہ کہ شوہر عاقل ہو، مجنون یا پاگل نہ ہو۔ یعنی دیوانے مجنون پاگل اور مدہوش کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ طلاق دینے والے کی دوسری شرط بالغ ہونا ہے۔ نابالغ کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ جس عورت کو طلاق دی گئی ہو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ طلاق دینے والے کی بیوی ہو اور اس کے نکاح میں ہو۔ البتہ بیوی کا عاقل اور بالغ ہونا شرط نہیں ہے۔

﴿۲۰۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک آدمی نے دوسری شادی کی جب کہ پہلی بیوی سے اولاد بھی ہے جب دوسری کو گھر لایا تو پہلی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا، حالانکہ اسے برابری کا سلوک کرنا چاہیے تھا۔ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

سائل حبیب سکنہ ضلع میانوالی۔

الجواب: دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کے درمیان عدل اور برابری کرنا فرض ہے۔

سورۃ النساء میں فاعدلوا بالقسط

حدیث میں ارشاد ہے کہ،

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبیؐ قال اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة و شقة ساقط ۔ راوی الترمذی و ابو داؤد ونسائی وا بن ماجة والدارمی۔

جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ انکے درمیان برابری کا برتاؤ نہ کرے تو قیامت کے دن ایسی حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا ایک پہلو مفلوج ہوگا۔

دونوں بیویوں کے حقوق برابر ادا کرے اور ان میں کسی کو نظر انداز نہ کرے مگر قلبی تعلق

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک کے ساتھ زیادہ ہوتو یہ غیر اختیاری بات ہے۔ اس پر اس کی گرفت نہیں ہوگی۔ اسی طرح اولاد کے ساتھ برابر برتاؤ کرنا ضروری ہے۔ لیکن محبت کم و بیش ہوسکتی ہے، جو غیر اختیاری چیز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اختیار کی حد تک دونوں بیویوں کے درمیان ان کی اولاد کے درمیان فرق کرنا، ایک کو نوازنا اور دوسری کو نظر انداز کرنا غلط ہے۔

﴿۲۰۸﴾ **فتوی شرعی:** ''بیان منصب خان ولد عباس خان سکنہ ڈھوک میانی ضلع میانوالی بلفظ اشھد بیان کیا کہ میں بیمار تھا میری بیوی میرا کہنا نہیں مانتی تھی میں نے غصہ میں کہا مجھ پر بیوی طلاق ہے پھر کہا (رن) عورت حرام ہے۔ یہ الفاظ میں نے ایکدفعہ کہے۔ موقع پر میرے بھتیجے حقنواز اور غلام عباس بھی موجود تھے۔

بیان حقنواز ولد منظور الحق

میں گھر موجود تھا میرا چچا بیمار تھا اس نے غصہ میں کہا مجھ پر رن حرام ہے مجھ پر رن طلاق ہے۔ یہ الفاظ میں نے ایک دفعہ سنے۔

حقنواز بقلم خود

بیان غلام عباس ولد محمد یوسف

میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں چچا کی بیمار پرسی کے لیے گیا ہوا تھا۔ چچا نے غصہ میں اپنی بیوی کو کہا کہ مجھ پر میری بیوی طلاق ہے مجھ پر رن حرام ہے۔ اس بات کو 1/2 4 ماہ گزر چکے ہیں۔

غلام عباس بقلم خود

الجواب: صورۃ مسئولہ میں منصب خان کی بیوی کو طلاق بائن ہو چکی ہے لہٰذا تجدید نکاح شرعی ضروری ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے،

''الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان فان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ ۲ ع ۱۲)۔

اذا طلق الرجل امرته تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها ہدایہ (باب الرجعة جلد دوم ص ۳۷۳)

﴿۳۰۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بہ سہ ۳ طلاق مغلظہ دیکر فارغ کر دیا۔ اس نے علاقہ کے علماء سے رجوع کیا۔ انہوں نے حلالہ شرعی کا فتوی صادر کیا۔ اس عورت کا حلالہ ایک شخص سے کرا دیا گیا۔ جب کہ پہلے خاوند سے نکاح بغیر عدت کر دیا گیا۔ کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے اگر درست نہیں تو کیا شرعاً بے علمی کی وجہ سے نکاح خوان یا نکاح کرنے والوں پر کوئی جرمانہ عائد ہوتا ہے۔

سائل صوفی منظور احمد

الجواب: صورۃ مسئولہ میں دوسرا نکاح بغیر عدت شرعی قائم نہیں ہوا۔ جس شخص نے بوجہ لاعلمی نکاح کرا دیا ہے یا کیا ہے اس پر توبہ لازم ہے۔ بعد از عدت دوبارہ نکاح شرعی پڑھنا ضروری ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے،

والمطلقت یتربصن با نفسهن ثلثة قروء (پ۲ع۱۲)

﴿۳۱۰﴾ **فتوی شرعی:** میں نے اپنی بیوی منکوحہ کو یہ الفاظ کہے میں تجھے طلاق دیتا ہوں ایک، دو، تین تجھے میں نے چھوڑا ہے میں نے تمہیں فارغ کیا ہے۔ تقریباً عشاء کے وقت کا واقعہ ہے۔ سوائے ہم دونوں میاں بیوی کے اور کوئی تھا بھی نہیں اور تا حال اس واقع کا کسی کو علم نہیں تقریباً آج سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے۔ تو اس میں شرعی نقطہ نگاہ سے طلاق ہوئی ہے یا نہیں اگر ہوئی تو کتنی؟ آخری حل اس کا کیا ہے۔ سائل اللہ یار خان ولد غلام عباس خان سکنہ سوانس۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ اس صورت میں تمام طلاقیں جمع ہو کر تین طلاقیں ہو جائیں گی جس سے عورت مکمل طور پر آزاد اور فارغ ہے۔ بعد از عدت شرعیہ جب چاہے جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔ بغیر حلالہ شرعیہ کے یہ دونوں میاں بیوی بن کر ازدواجی زندگی باہم نہیں گزار سکتے ہیں چنانچہ درمختار میں ہے " والطلاق یقع بعدد قرن به ای حتی قرن طلق بالعدد کان الوقوع بالعدد "۔

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جب طلاق کے ساتھ عدد کا ذکر ہو تو جونسے عدد کا ذکر ہوگا اتنی ہی طلاقیں ہو گئیں چونکہ یہاں طلاق کے بعد ۱، ۲، ۳ کا ذکر ہے لہٰذا تینوں طلاقیں ہو گئیں۔ عورت مکمل طور پر نکاح سے فارغ ہو گئی ہے۔ حلالہ شرعیہ کے سوا ازدواجی زندگی کا اور کوئی راستہ نہیں۔

" قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا فلاتحل له حتی تنکح زوجا غیره ویزوق کل واحد منهما عسیلة الاخر۔ (مسلم شریف جلد ۲ صفحه ۷۹، بخاری شریف جلد اول صفحه ۴۶۳، فتوی رضویه جلد ۱۲ صفحه ۳۷۶، فتاوی فیض الرسول جلد دوم ص ۱۳۴)

﴿۳۱۱﴾ فتوی شرعی: کہ گاؤں میں ایک عجیب صورت حال پیدا ہو گئی ہے، چند روز پہلے کا واقعہ ہے، ریحانہ بیگم کہتی ہے، مجھے خاوند نے چھ مرتبہ طلاق دی ہے، ریحانہ بیگم کی والدہ بیٹی کی تائید میں گواہی دیتی ہے، ایک پڑوسن عورت دو طلاق کی گواہی دیتی ہے، ایک پڑوسی محمد رمضان تین طلاق کی گواہی دیتا ہے، وہاں موجود ایک اور عورت حلفاً گواہی دیتی ہے کہ ریحانہ بیگم کو طلاق نہیں ہوئی، اس کے علاوہ خاوند بھی طلاق سے بالکل انکاری ہے۔ آیا اس صورت میں ریحانہ بیگم پر طلاق پڑے گی یا نہیں۔ سائل حافظ محمد عبد الرحمٰن۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ ریحانہ بیگم پر طلاق نہیں پڑتی، کیونکہ پڑوسی محمد رمضان ثقہ عادل آدمی نہ ہے، کیونکہ یہ شراب صرف پیتا ہی نہیں بلکہ فروخت بھی کرتا ہے نماز پڑھنے کی گواہی دینے کو کوئی تیار نہ ہے ایک پڑوسن دو طلاق کی اکیلی گواہی دیتی ہے، کیونکہ صرف عورتوں کی گواہی مقبول نہیں پھر والدہ کی گواہی بیٹی کے حق میں بھی مقبول نہیں، جیسا کہ درمختار میں ہے، نصابها فی النکاح والطلاق رجلان او رجل وامرأتان ۔نکاح وطلاق میں شہادت کا نصاب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں۔

﴿۳۱۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ اصغر محمود نے بیوی کو طلاق دس روپے والے اسٹامپ پر لکھ کر دی کہ میں نے بقائمی ہوش وحواس اپنی بیوی کلثوم بیگم دختر محمد اسماعیل کو، طلاق دے دی اور چھوڑ دیا۔ آج سے وہ آزاد ہے، زبان سے کچھ نہیں کہا بلکہ صرف اسٹامپ پر لکھا، از روئے شرع کونسی طلاق ہوگی۔ سائل محمد اسماعیل

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ اصغر محمود کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ اب بدون حلالہ شرعی دوبارہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی ہے۔

جیسا کہ ردالمختار جلد دوم ص ۸۱ میں ہے،

ولو قال للكاتب اكتب طلاق امرأتی بالطلاق وان لم تكتب ولو سا كتب من آخر كتابا بطلاقها وقراة الزوج فاخذة الزوج وختمه وعنونه وقع ان اقرار الزوج انه كتابه۔

ہدایہ شریف میں ہے، اگر گواہوں کی گواہی میں اختلاف ہو تو مسئلہ ثابت نہیں ہوتا، لہٰذا طلاق نہ ہوئی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۱۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ عمران عزیز نے اپنی منکوحہ کو طلاق مغلظہ دے دی، دو سال تک خاموش رہنے کے بعد عمران عزیز نے ' وہائل پر صابرہ سے رابطہ کیا اور اسے لے گیا ہے۔ اب دونوں طلاق سے انکاری ہیں۔ لیکن عمران عزیز کے سسر کہتے ہیں کہ میری بیٹی کو طلاق ہوئی ہے، آیا اب از روئے شرع عمران کی بیوی مطلقہ ہوگی یا نہیں۔ ہم علاقہ والے لوگ کیا کریں۔

سائل محمد سلیم اللہ

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ اگر عمران عزیز نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی اور اب وہ دونوں اس سے منکر ہیں تو ان کا انکار کچھ مسموع نہیں، اور ان پر فرض ہے کہ فوراً فوراً جدا ہو جائیں ورنہ دونوں کو عذاب جہنم و غضب جبار کا استحقاق ہے، اگر وہ جدا نہ ہوں لڑکی کے باپ پر فرض ہے کہ قاضی کے یہاں دعوی طلاق کر کے فوراً جدائی کرادے اگر وہ نہ کرے تو جو مسلمان اس پر اطلاع رکھتا ہے اس پر فرض ہے دعوی کر کے ان میں جدائی کرادے اس میں ہر مسلمان کو دعوی کا اختیار ہے بلکہ اگر کوئی شخص دعوی نہ کرے تو جن جن کے سامنے عمران نے طلاق دی تھی ان پر فرض ہے کہ قاضی کے یہاں حاضر ہو کر گواہی دیں اور اگر ان میں دو گواہ قابل قبول شرع ہوں تو قاضی پر فرض ہے کہ بغیر کسی مدعی کے ان کی شہادت سن لے اور ان مرد و عورت کو جدا جدا کر دے۔

جیسا الاشباہ والنظائر میں ہے،

تسمع الشهادة بدون الدعوىٰ فى الحد الخالص وفى الطلاق والايلاء فى الظهار۔ خالص حد، طلاق، ایلاء

اور ظہار میں بغیر دعوی بھی شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح درمختار میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تقدم الدعوی فی حقوق العبد شرط قبولها بخلاف حقوق الله تعالیٰ لوجوب اقمتها علی کل واحد فکل احد خصم فکان الدعویٰ موجودہ۔

حقوق العباد میں شہادت قبول کرنے کے لیے پہلے دعوٰی پایا جانا شرط ہے بخلاف حقوق اللہ کے کہ ہر ایک پر واجب ہے کہ ان کو قائم کرے اس لیے حقوق اللہ کے معاملہ میں ہر ایک فریق ہوسکتا ہے، گویا کہ دعویٰ موجود قرار پائے گا۔

ہاں اگر عمران نے واقعی طلاق نہ دی اور لڑکی کا باپ جھوٹا دعوٰی طلاق کر کے جدا کرانا چاہتا ہے تو وہ سخت عذاب کا مستحق ہے۔

﴿۲۱٤﴾ **فتویٰ شرعی:** کہ ہمارے گاؤں میں ایک ایسی عورت کو مغلظہ طلاق ہوئی جو کہ حاملہ ہے ہم نے اپنے امام مسجد سے مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا طلاق ہوگئی ہے۔آپ فرمادیں کہ کوئی صورت ہے ہم بغیر حلالہ کے عورت کو گھر واپس لے آئیں۔

سائل عبدالودود خان

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ اس صورت میں طلاق واقع ہو گئی ہے امام مسجد نے صحیح کہا ہے چاہے وہ حاملہ ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ حمل مانع طلاق نہیں ہے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے،

حل طلاقهن والصيرة والحامل عقب وطی لان الكراهة فيمن تحيض لتوهم الحبل وهو مفقود ههنا۔

بوڑھی عورت، نابالغہ اور حاملہ عورت کو جماع کے بعد بھی طلاق دینا حلال ہے کیونکہ مکروہ حیض والی عورت کو طہر میں جماع کے بعد طلاق دینا اس لیے تھا کہ وہاں حمل ٹھہرنے کا احتمال ہوتا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے جبکہ یہ احتمال یہاں نہیں ہے۔اب بغیر شرعی حلالہ کے آپ دوبارہ نکاح نہیں کر سکتے ہیں۔

﴿۳۱۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میاں بیوی کے مابین جھگڑا فساد کئی روز سے جاری تھا۔آج صبح پھر وہی فساد تو خاوند نے بحالت شدید غصہ اپنی منکوحہ کو کہا میں نے تجھے تین طلاق دی ہے، میں نے تجھے تین طلاق دی ہے،اب ہم میاں بیوی پریشان ہیں کیونکہ چھوٹے بچے ہیں کیا کوئی واپسی کی صورت ہے،اگر ہے تو لکھ دیں۔

سائل اطہر ندیم قائدہ آباد

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ بیوی کو تین طلاقیں ہوگئیں۔عورت بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح میں نہیں آسکتی۔یعنی اس کی عدت گزرے پھر عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اس سے ہمبستر بھی ہو۔پھر وہ اسے طلاق دے یا مرجائے اور عدت گزر جائے اس کے بعد اس شخص کو عورت سے نکاح جائز ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں،

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره

اگر تیسری طلاق دی تو اس کے لیے مطلقہ دوبارہ حلال نہیں ہوگی،تاوقتیکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

لا تحلين للزوج الاول حتى يزوق الاخر عسيلتك وتذوقى عسيلته۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورت تو حلال نہ ہوگی پہلے شوہر کے لیے جب تک تو دوسرے خاوند سے اور وہ تیرے ساتھ ہمبستری نہ کرلے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باقی رہا شدید غصہ یہ مانع طلاق نہیں جیسا کہ ردالمختار جلد دوم ص ۵۸۷ میں ہے،

ویقع طلاق من غضب خلافاً لابن القیمة وهذا الموافق عندنا۔

﴿۳۱۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی اونچا سنتی ہے۔ (بہری ہے) گھر میں جھگڑا ہوا، سخت غصہ کی حالت میں، میں نے تین طلاق دے دیں۔ آیا میری بیوی مطلقہ ہوگی یا نہ۔

سائل محمد ریاض کندیاں

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ طلاق کے لیے زوجہ خواہ سنے یا نہ سنے کسی دوسرے کا سننا ضروری نہیں جب کہ شوہر نے اپنی زبان سے الفاظ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے اگر چہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچی عند اللہ طلاق ہوگی، عورت کو خبر ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلقہ سمجھے،

﴿۳۱۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے برادر نسبتی محمد زبیر نے حالت غصہ میں ہماری ہمشیرہ سے دو بار کہا میں نے تجھے طلاق دی آیا کون سی طلاق پڑے گی شرعی مسئلہ لکھ دیں۔

سائل محمد فرحان جنید

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ دو طلاق رجعی واقع ہوئیں۔ حکم ان کا یہ ہے کہ مابین عدت کے رجعت کا اختیار اور بعد انقضائے عدت اگر عورت چاہے اس سے نکاح جدید کر سکتا ہے اور ایام عدت حرہ موطوہ میں تین حیض کامل ہیں اور بوجہ صغر یا کبر کے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینہ اور طریقہ رجعت یہ ہے مطلقہ سے ایام عدت میں یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھے پھیر لیا، روک لیا یا مابین عدت مس کرے یا بوسہ لے یا جماع کرے، جیسا کہ فتاوی تنویر الابصار میں ہے، وھی فی حرة تحیض بعد الدخول ثلث حیض کوامل وفی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من لم تحض بصغر او کبر ثلاثة اشهر وفی امة تحیض حیضتان وفی امة لم تحض نصف الحرة ۔ وفیہ ھی استد امة الملك القائم فی العدة ۔

وہ عدت وطی شدہ حیض والی کے لیے تین حیض کامل اور جس کا نابالغی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو ان کے لیے تین ماہ اور لونڈی حیض والی کے لیے دو حیض اور غیر حیض والی کے لیے ایسی آزاد عورت کی عدت کا نصف یعنی ڈیڑھ ماہ اور اسی میں ہے، رجعت (رجوع کرنا) یہ عدت کے درمیان موجود ملکیت کو باقی قائم رکھنا ہے۔

﴿۳۱۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ غلام زینب لڑکی کا نکاح ہمراہ عطاء اللہ ہوا مگر جماع نہ ہوا، غلام زینب اغواء ہوگئی، مگر جماع نہ ہوا پھر عطاء اللہ نے مغویہ کو اسی دن صبح کے وقت طلاق دے دی، پھر اسی روز غلام زینب کا نکاح محمد اویس سے کر دیا گیا، کیا دوسرا نکاح جائز ہوا یا نہیں۔

سائل ناصر جاوید خان

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ غلام زینب اور اس کا شوہر اگر کسی مکان میں یکجا ہوئے ہوں اور ان میں کوئی مانع حقیقی ایسا نہ ہو جس کی وجہ سے وطی اصلاً نہ ہو سکے اس کے بعد عطاء اللہ نے طلاق دی تو بیشک غلام زینب پر عدت واجب ہے اگرچہ مباشرت نہ ہوئی۔

جیسا کہ درمختار میں ہے،

فان الخلوة الصحیحة فی النکاح الصحیح مثل الوطی فی ایجاب العدة وصحة الخلوة ھھنا لعدم المانع الحقیقی وان وجد مانع شرعی کالصوم

عدت کو واجب کرنے میں صحیح نکاح کے بعد خلوت صحیحہ وطی کے حکم میں ہے اور یہاں

خلوت کی صحت سے مراد جماع سے حقیقی مانع کا موجد نہ ہونا ہے، اگر چہ شرعی مانع مثلاً روزہ پایا جائے تو خلوت صحیح ہو جائے گی۔

شرح نقایہ میں ہے،

العدۃ للطلاق بعد الدخول او الخلوۃ الصحیحۃ فانہ لو طلقہا قبل الدخول او بعد الخلوۃ الفاسدۃ و الفساد لعجزہ عن الوطی حقیقۃ لم یجب العدۃ ولولا مر شرعی کصوم الفرض تجب کما فی قاضیخان و ذکر فی المحیط انہ لا عدۃ بخلوۃ الرتقا

طلاق بعد دخول یا خلوت صحیح ہو تو عدت ہے کیونکہ اگر دخول سے قبل یا خلوت فاسدہ کے بعد طلاق ہو تو عدت واجب نہ ہو گی، خلوت کا فساد یہ ہے کہ جماع سے کوئی حقیقی مانع موجود ہو اگر شرعی مانع مثلاً فرضی روزہ ہو تو وہ مانع نہیں ہے، اور اس پر عدت لازم ہو گی۔

اگر عدت کے دوران دوسرے سے نکاح کرے گی ہرگز صحیح نہ ہوگا۔

فتاوی عالمگیری میں ہے،

لا یجوز للرجل ان یزوج زوجۃ غیرہ و کذ المعتدۃ کذا فی السراج الوہاج سواء کانت العدۃ عن طلاق او وفاۃ او دخول فی نکاح فاسد او شبہۃ نکاح۔

کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی منکوحہ یا دوسرے کی عدت والی سے نکاح کرے۔ السراج الوہاج میں ایسے ہی ہے، عدت طلاق ہو یا عدت وفات ہو، یا نکاح فاسد میں دخول یا شبہہ نکاح میں دخول کی وجہ سے ہو۔ (سب میں دوسرے کا نکاح حرام ہے) بدائع میں یونہی ہے۔

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہاں اگر خلوت بھی نہ ہوئی اور ویسے ہی طلاق دے دی تو غلام زینب پر عدت نہیں اسے اختیار ہے کہ اسی وقت جس سے چاہے نکاح کرلے، جیسا کہ در مختار میں ہے،

سبب وجوبها (يعنی العدة) عقد النكاح المتاكد باالتسليم وما جری مجراه من موت او خلوت۔ وجوب عدت کا سبب وہ نکاح ہے جس میں بیوی سپرد کردی گئی ہو یا وہ جو اس کے قائم مقام ہو مثلاً موت یا خلوت۔

﴿۳۱۹﴾ **فتوی شرعی :** علمائے کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی متصور ہونگی یا تین۔ محمد آصف محمود محلہ میانہ میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں دی گئی تین طلاقوں کے بعد بیوی حرام ہوگئی اور جب تک حلالہ کی جملہ محقق نہ ہونگی فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ اولین میں ہے،

وان كان الطلاق ثلاثة فی الحرة او اثنين فی الامة تحل له حتی تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها والاصل فيه وقوله تعالیٰ فان طلاقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره والمراد به الطلقة الثالثة۔

یعنی اگر آزاد عورت کو تین طلاقیں دے چکے یا لونڈی کو دو تو وہ عورت شوہر کے لیے حلال نہیں رہتی، جبتک دوسرے شوہر سے نکاح صحیح کے بعد وطی نہ پائی جائے پھر دوسرا شوہر یا طلاق دے یا مرجائے تب پہلے کے لئے حلال ہوگی اور یہ مسئلہ قرآن مجید کی مذکورہ آیت طیبہ سے لیا گیا ہے اور آیت میں فان طلقها سے تیسری طلاق مراد ہے،

آیت مبارکہ میں طلقها سے تیسری طلاق مراد ہے اور کہ حلالہ کے لیے وہی شرط ہے چند مفسرین کے اقوال، یا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اگر دو کے بعد یہ تیسری طلاق دے ڈالے یا طلاق موصوف جس کا ذکر ہو چکا ہے (خلع) طلاق دے ڈالے تو اس کے بعد بیوی اس کے لیے حلال نہیں رہتی اس طلاق کے بعد جب تک دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد جماع نہ کرے صرف عقد نکاح کافی نہیں ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے،

الطلاق مرتان الآیة هذه الآیة الکریمة رافعة لما کان علیه الامر فی ابتداء الاسلام من ان الرجل کان احق برجعه امراته وان طلقها مرة مادامت فی العدة فلما کان هذا فیه ضرر علی الزوجات قصرهم الله الی ثلثة طلقات واباح الرجعة فی المرة والثنتین وابانها بالکلیته فی الثالثه۔

یعنی آیت کریمہ ناسخ ہے اس حکم کے لیے جو شروع اسلام میں تھا کہ آدمی بیوی کو اگر سو طلاق بھی دے ڈالے اور عدت باقی ہو تو رجوع کا اسے حق حاصل تھا۔ اس حکم میں خواتین کے لیے ضرر تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے تین طلاق پر بند کر دیا اور ایک یا دو پر رجعت رکھ دی اور تیسری پر بالکلیته بنیونت (یعنی علیحدگی) یہی مضمون حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے ابوداؤد شریف میں منقول ہے، نیز تفسیر کبیر میں بھی یہی ذکر کیا گیا ہے۔ نسائی شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ایک انصاری صحابی کی اہلیہ سے رنجش ہوگئی تو اس نے کہا میں تجھے نہ تو شوہر والی رہنے دوں گا اور نہ ہی بغیر شوہر طلاق دیتا پھر عدت گزرنے کے قریب ہوتی تو رجوع کر لیتا اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ دو پر رجوع رکھی گئی اور تیسری کے بعد بینونت (یعنی علیحدگی) اور حلت کے لیے حلالہ ضروری ہے۔ فوقت الطلاق ثلثا لا رجعة فیه بعد الثالثه حتی تنکح زوجا غیرة

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی آیت مبارکہ میں تین طلاقوں کا تعین ہوا، جس میں تیسری کے بعد رجوع نہیں جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ ہوا، فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔

والحكم الخامس من احكام الطلاق وهو بيان ان الطلقة الثالثة قاطعة لحق الرجعة۔

آیت مذکورہ میں یہ طلاق کا پانچواں حکم ہے جسمیں بتایا گیا ہے کہ تیسری طلاق رجوع کر سکنے کے حکم کو ختم کر دیتا ہے،۔

تفسیر فتوحات الٰھیہ علی الجلالین کا خلاصہ ہے کہ اگر شوہر دو کے بعد تیسری طلاق بھی دے چکے تو بیوی شوہر کے لیے حلال نہیں رہتی۔ جب تک اس تیسری طلاق کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح صحیح کے بعد وطی نہ پائی جائے۔ جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ امراۃ رفاعۃ قرظی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں یہ اپنے چچا کے بیٹے رفاعہ کے نکاح میں تھیں انہوں نے اسے طلاق دے دی اور وہ بھی (بائنہ ثلثہ) یہ عدت پوری ہونے پر عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کر بیٹھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے عبدالرحمٰن کو کپڑے کے پلو یعنی کنارے کی طرح پایا (مراد لے رہی تھیں کہ جماع کے قابل نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا واپس رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو ایسا نہیں کر سکتی جب تک تم اس کا مزانہ چکھ لو اور وہ تمہارا مزانہ چکھ لے۔ یعنی جب تک تم جماع نہ کر لو۔ مفسرین کے ان ارشادات اور قرآن وسنت کے واضح احکام سے چند امور معلوم ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ شوہر کو طلاق دینے کے بعد حق رجوع تب ہوتا ہے جب دی گئی طلاق (صریح) ایک ہو یا دو دوسرے یہ کہ تین طلاقوں کے بعد بیوی شوہر کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر شوہر پھر دوبارہ اس سے نکاح کرنا چاہے

تو دوسرے شوہر سے نکاح کئے بغیر ممکن نہیں۔ چوتھے یہ کہ دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد وطی کا پایا جانا شرط ہے بغیر وطی طلاق دینے پر پہلے کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اب دو امور حل طلب رہ جاتے ہیں ایک تو یہ کہ آیا تین طلاقیں بیک وقت دی گئیں ہوں وہ وقوع ہو جائیں گی یا نہیں۔ دوسرے آیا کہ ایک وقت دی گئی تین طلاق ہوتی ہے یا نہیں۔ پہلی صورت میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے وقوع پذیر ہونے کے عدم پر مجوزین دلیل پیش کرتے ہیں کہ تین بیک وقت ممنوع شرعی ہیں اور فقہاء نے بھی اسے بدعت کہا ہے۔ لہٰذا ممنوع شرعی وقوع پذیر نہ ہوگی نیز بدعت مشروع ہی نہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا طلاق اگرچہ ممنوع شرعی ہے اور وقوع پذیر نہ ہوگا غلط ہے، ہاں ممنوع کا کرنے والا گنہگار ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہلوایا کے رجوع کرلیں دار قطنی ابن ابی شیبہ بیہقی عطا خراسانی کے حوالے سے تفسیر مظہری، فتح القدیر نے لکھا ہے،

ان طلق امراته وهى حائض ثم اراد ان يطلقها تطليقتين اخرين عند القرء ين فبلغ ذالك رسول الل ﷺ فقال له يا ابن عمر ما هكذا امرك الله قد اخطات السنة السنة ان تستقبل الطهر فطلق لكل قراء فامرنى فراجعتها

مظہری نے مزید لکھا ہے،

فقلت يا رسول الله ارايت لو طلقتها ثلث كان يحللى ان اراجعها قال لا كانت تبين منك و كانت معصية۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حالت حیض میں طلاق دے کر چاہا کہ طہر آنے پر مزید دو طلاقیں دے دیں تو اس کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن عمر اللہ تعالیٰ

نے تجھے اس طرح حکم نہیں دیا ہے تو نے سنت کے خلاف کیا سنت یہ ہے کہ ہر طہر میں طلاق دے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر میں نیز رجوع کر لیا پھر میں نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بتائیں کیا اگر اسے میں تین طلاقیں دے دوں پھر بھی رجوع درست ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں وہ تجھ سے بائنہ ہو چکی ہے۔

اس روایت کو کتب صحاح نے بھی مختلف الفاظ سے نقل کیا ہے، حالت حیض میں طلاق دینا ممنوع شرعی ہے، **فطلقو هن لبعدتهن** کے منافی ہے۔ مگر واقع ہونے میں کوئی شک نہیں گرچہ گناہ ٹھہرا اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کا حکم فرمایا اگر دی گئی طلاق واقع نہ ہوئی ہوتی تو رجوع کا کہنا درست نہیں بنتا۔

قرآن مجید کا اسلوب دو مرتبہ دی گئی تین طلاقیں دو کا حکم رجعت اور تیسری پر حرمت ان تمام قیاسی باتوں کے جسے ابن تیمیہ کے مجموعہ فتاوی سے نقل کیا تردید ہو جاتی ہے۔

یہ استدلال کہ ہر طلاق الگ دی جائے تب وہ متعدد ہوں گی یہ خود ان کے اپنے خلاف ہے، اس لیئے کہ اگر کسی نے ایک مجلس میں متعدد باریوں کہا ہو، کہ میں نے طلاق دی پھر ٹھہر کر کہا کہ میں نے طلاق دی پھر اسی طرح تیسری مرتبہ کہا تو یہ تین طلاقیں ہونی چاہیں۔ چونکہ تین مرتبہ دی گئی ہیں جب کہ ان کے نزدیک یہ بھی ایک ہی ہوتی ہے جیسا کہ فتاوی مذکورہ میں انہوں نے ذکر کیا،

دوسرا اصول ہے کہ جب اباحت اور حرمت کے دلائل ٹکرائیں تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

ابن تیمیہ اور ان کے متبعین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہرہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنے کو فرمایا تو اگر کوئی یوں کہہ دے سبحان اللہ ثلثا وثلثین کہ میں نے سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ کہتا ہوں یہ ایک ہی

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دفعہ ہوگا، اسطرح کی من گھڑت باتوں سے استدلال قیاس مع الفارق ہے۔ اس لیے کہ تسبیح فاطمہ میں ۳۳ دفعہ پڑھنے کو کہا گیا اور وہ پڑھا نہیں گیا تو گویا حکم پایا ہی نہیں گیا۔ جب کہ انت طلاق ثلثا کہنے والے کے بارے میں ابن تیمیہ خود قائل ہے کہ ایک طلاق ہوجائے گی اور حکم لگے گا۔

یہی بات علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ نے روح المعانی میں تحریر فرمائی کہ تین طلاق کو ایک کہنا حرام کو حلال کرنا ہے۔ اس لیے اس قسم کی قیاس آرائیوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال کرنا لازم ہے، **وذالك لا يجوز**۔

ایک دلیل تین طلاقوں کو ایک کہنے والوں کی یہ ہے عہد رسالت ﷺ، عہد ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں بھی ایسا ہی رہا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تین طلاق کو تین قرار دیا جائے۔ پھر آپ نے ان کو تین قرار دے دیا۔ (مسلم شریف کتاب الطلاق) اس حدیث شریف کے دو معنی جو ابن تیمیہ ان کے پیروکار لے رہے ہیں مان لیے جائیں تو پورے دین کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تہمت عظیم دھرنا ہوگی کہ ان حضرات نے شریعت مصطفوی کو بدل کے رکھ دیا۔ (العیاذ باللہ) مسلم شریف کی مذکورہ حدیث پر محدثین نے کیا آراء پیش کی ہیں اس کا سرسری جائزہ درج ذیل ہے۔

اولاً یہ کہ حدیث مذکورہ کتب اولیٰ کے منافی ہے شروع میں تصریح موجود ہے کہ **فان طلقها فلا تحل له من بعد** مراد تیسری طلاق علماء دین نے کہا ایک مجلس میں تین دیں یا مجالس متعدد میں ثانیا خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ اس روایت کے خلاف موجود ہے،

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے یہ متصور نہیں کہ نبی کریم ﷺ سے ایک روایت کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں۔ کہ مذکورہ روایت یا تو معطل ہے۔ اسی لیے ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس کی اس روایت میں ایک راوی طاؤس ہیں اور یہ

طاؤس کا وہم ہے۔ شروع میں الطلاق مرتان کے بارے تفسیر ابن کثیر اور کبیر کے حوالہ سے بتایا جا چکا ہے تا آنکہ پہلے کیا سو سو طلاقیں دے کر بھی عدت کے اندر رجوع کر لیا جاتا تھا۔ جس پر آیت نازل ہوئی، موطا امام مالک اور سنن بیہقی شریف میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور کہا کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دیدی ہیں۔ آپ نے فرمایا تین ہو گئیں اور ستانوے کے ساتھ تو نے کتاب اللہ سے مذاق کیا اور ایک روایت میں ہے ستانویں سے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے۔

ثالثا غیر مقلدین کے عالم اور امام قاضی شوکانی نے لکھا ہے،

قال احمد بن حنبل کل اصحاب ابن عباس رووا عنه خلاف ما قال طاؤس سعید بن جبیر و مجاهد و نافع عن ابن عباس بخلافه۔

یعنی امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تمام شاگردوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طاؤس کے برخلاف روایت کیا ہے اور سعید بن جبیر اور مجاہد اور نافع نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ان کے خلاف روایت کیا ہے،

یہ کھلا اعتراف ہے کہ مذکورہ روایت درست نہیں، چونکہ صحیح مسلم شریف کی روایت طاؤس کے وہم پر مبنی ہے، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ بجائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر عہد رسالت کی مخالفت اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر آنے والی مداہنت کی تہمت سے اسے طاؤس کا وہم قرار دے کر حدیث کو رد کر دیا جائے۔ یا پھر طاؤس کی اس روایت کا محل وہ رکھا جائے جس فقہاء کرام نے بیان کیا کہ دور رسالت اور دور صحابہ میں لوگ تاکید کی نیت سے تین بار طلاق دیتے تھے کہ بعد مین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگوں نے تین طلاقیں دینے کی نیت کر لی اور تین دفعہ کہنا شروع کیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ان کی نیت کے اعتبار سے تین کو تین ہی

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرار دیں گے یہ کہ منسوخ تو عہد رسالت ہی میں ہو چکی تھی آپ مظہر تھے۔

قد اطلعوا فی الزمان المتاخر علی وجود الناسخ۔

یعنی لوگ ناسخ پر بعد میں مطلع ہوئے۔اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسی حکم کو ہرگز نہیں بدلا بلکہ اسے نافذ کیا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ایک وجہ استدلال حدیث رکانہ ہے جس میں تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والے دلیل حدیث رکانہ کو بناتے ہیں، حدیث رکانہ پر محدثین کے اقوال و آراء سے پہلے اس کی سندوں سمیت متون کا تذکرہ کردوں تاکہ فیصلہ ہو سکے اس سے استدلال درست بھی ہے یا نہیں ہے۔

حدثنا احمد بن صالح نا عبد الرزاق نا ابن جریج اخبرنی بعض بنی ابی رافع مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن عکرمۃ مولی ابن عباس قال طلق عبد یزید ابور کانۃ نکح امراۃ من مزینۃ فجائت النبی ﷺ فقالت ما یغنی الا کما یغنی ہذہ الشعرۃ لشعرۃ اخذتہا من راسہا ففرق بینی وبینہ فاخذت النبی ﷺ حمیۃ فدعا برکانۃ واخوتہ ثم قال لجلسائہ اترون فلا من کذا و کذا من عبد بن یزید او فلانا یشبہ من کذا و کذا قالو نعم قال النبی ﷺ لعبد بن یزید طلقہا ففعل ثم قال راجع امراتک ام رکانۃ واخوتہ فقال انس طلقتہا ثلاثا یا رسول اللہ ﷺ قال قد علمت راجعہا فتلا یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوہن لعدتہن

ابو داؤد کی اس حدیث شریف سے استدلال کہ تین طلاقیں دینے کے بعد نبی کریم ﷺ نے رجوع کا حکم دیا درست نہ ہوگا۔اس لیے کہ بعض ابی رافع سند حدیث میں ایک راوی مجہول

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہونے کی وجہ سے قابل اعتماد نہ رہی اگر یہ کہا جائے کہ مستدرک کی بعض روایت میں بعض ابی رافع کا تعین کر دیا گیا ہے اور وہ محمد بن عبد اللہ ابی رافع ہے تو یہ مفید نہ ہوگا۔ اس لیے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے لکھا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے محمد بن ابی رافع کے بارے میں کہا یہ منکر الحدیث ہے۔

ابن معین نے کہا لیس بشئی اس کا اعتبار ہی نہیں علمائے دین نے کہا کہ وہ کوفہ کے شیعہ سے ہے، ابوحاتم اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں ضعیف الحدیث منکر الحدث، ذاھب الحدیث تھا۔

غیر مقلدین کے خود امام شیخ ابن حزم لکھتے ہیں کہ ابوداؤد کی جس حدیث کو شیخ ابن تیمیہ نے ضعیف کہا، قال ابو محمد ما نعلم لهم شيخا احتجوا هذا و هذا لا يصح لانه عن يعسو المسمى من رافع ولا حجة فى مجهول

یعنی ہمارے علم میں اس حدیث کے سوا ان لوگوں کی کوئی دلیل نہیں اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس لیے کہ ابورافع کی اولاد میں سے جس شخص کی یہ روایت ہے اس کا نام ذکر نہیں کیا گیا اور مجہول کی روایت کا اعتبار نہیں ہوتا۔

خود امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ دوسری روایت اس کی نسبت صحیح تر اور قابل اعتماد ہے انہوں نے لکھا قال ابوداؤد حدیث، نافع بن عجير و عبد الله بن على بن يزيد بن ركانه عن ابيه عن جده ان كان طلق امراته البتة فجعلها النبی ﷺ واحدته۔

امام ابوداؤد کا کہنا ہے کہ نافع بن عجیر وعبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ جو اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رکانہ نے اپنی اہلیہ کو طلاق دی اور نبی کریم ﷺ نے اسے ایک قرار دیا۔

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام ترمذی علیہ الرحمتہ نے صراحت کر دی رکانہ کی حدیث صرف اور صرف اسی طرح ہے کہ ایک طلاق پر رجوع کا حکم دیا تھا۔

گویا جس سند سے غیر مقلدین استدلال کرتے ہیں وہ مجہول ہونیکی وجہ سے نا قابل اعتبار ہے اور جو رکانہ والی حدیث قابل اعتبار ہے اس میں طلاق صرف ایک دی گئی کا تذکرہ ہے۔ امام ترمذی کی ذکر کردہ روایت خود رکانہ کے گھر والوں سے منقول ہے جس کا اعتبار ہونا چاہیے مقابلتاً اس روایت کے جو ابوداؤد شریف والی حدیث میں ذکر ہے۔

اقوال آئمہ فقہائے عظام سے قبل عہد رسالت اور عہد صحابہ کے اقوال کہ تین طلاقوں کے وقوع نیز تین کے بعد کا حکم بینونت ہی ہے نہ کہ رجعت۔ بطور ثبوت احادیث کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے،

(۱) **(ترجمہ)** مجاہد کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خاموش رہے یہاں تک مجھے خیال ہوا کہ یہ رد کر دیں گے پھر فرمانے لگے حماقت پر سوار ہو کر بھاگے چلے آتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں اے ابن عباس رضی اللہ عنہ اے ابن عباس رضی اللہ عنہ جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے راستہ کھول دیتا ہے۔ اور تو نے اللہ تعالیٰ سے خوف ہی نہیں کیا اس لیے مجھے تیرے لیے کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی۔

(۲) موطا امام مالک کی کتاب الطلاق کی حدیث اول ہے، **(ترجمہ)** ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کہنے لگا میں نے بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں آپ کا فتوی کیا ہے۔ آپ فرمانے لگے تین ہوگئیں اور ستانوے کے ساتھ تو نے کتاب اللہ کا خلاف کیا۔ معلوم ہوا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے وقوع کے قائل تھے اور یہ کہ وہ ہو جاتی ہیں۔

بخاری اور مسلم دونوں نے کتاب اللعان میں حدیث نقل فرمائی ہے،

(۳) (ترجمہ) سھل عویمر عجلی نے اپنی بیوی سے لعان کیا جونہی لعان سے فارغ ہوئے (ابھی سرکار نے حکم نہیں سنایا تھا) عویمر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اگر میں اسے روکوں تو جھوٹا ٹھہروں میں نے اسے تین طلاقیں دیں۔ نبی کریم ﷺ نے انکار نہ فرمایا اگر بالفرض تین دی گئیں ایک قرار پاتی تو سرکار دو جہاں ﷺ انکار فرما دیتے مگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا۔ جس سے صورت مسئلہ واضح ہوگئی ہے۔ بیک وقت دی گئی تین ہو جاتی ہیں۔

(۴) فاطمہ بنت قیس کا کہنا ہے کہ میرے شوہر نے تین طلاقیں دیں میں نے نبی کریم ﷺ سے نان ونفقہ دلوانے کا عرض کیا تو آپ ﷺ نے میرے لیے نان ونفقہ نہ متعین فرمایا۔ بخاری شریف نے بھی اس حدیث کو نقل کیا اور یہ کہ سرکار ﷺ نے ایقاع ثلث پر انکار نہ فرمایا ان تمام ذکر کردہ احادیث طبقات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں تین ہی ہوں گی نہ کہ ایک اور یہ بھی کہ غیر مدخول بہا یا مدخول بہا دونوں کے لیے لفظ ثلث سے طلاقوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۵) ابوداؤد اور مؤطا امام مالک میں ہے،

عن محمد بن یاس بن البکر قال طلاق رجل امراته ثلثا قبل ان یدخل بها ثم بداله ان ینکحها فجاء یستفتی فذهبت معه ابن عباس و ابا هریرة عن ذالك معا فقالا لا نری ان تنکحها حتی تنکح زوجا غیره فقال طلاقی واحدة فقال ابن عباس انك ارسلت بین یدك ما كان لك من فضل

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس روایت میں یہ بھی تصریح ہے کہ اس نے کہا میری مراد ایک تھی تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رد کرتے ہوئے فرمایا معاملہ تیرے ہاتھ سے نکل گیا۔ حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح درست نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس خاتون نے کسی اور جگہ شادی کر لی اس نے بھی طلاق دے دی پھر نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا آیا یہ عورت پہلے خاوند پر حلال ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ جب کہ دوسرا خاوند پہلے خاوند کی طرح مٹھاس نہ چکھ لے۔ یہ مسلم شریف کی جلد اول صفحہ ۲۶۱ پر بھی درج ہے۔ ظاہر کہ مذکورہ خاتون کو ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دی گئی جس کی بنیاد پر حلت کے لئے دوسرے نکاح کے بعد وطی کو ضروری قرار دیا گیا۔

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ عائشہ خشعمیہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپکو خلافت مبارک ہو۔ وہ آپ کے نکاح میں تھیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوشی کا اظہار کر رہی ہو جاؤ تم کو تین طلاقیں دیں۔ اس نے اپنے کپڑے لیئے اور بیٹھ گئی حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہوگئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف سے اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار کا صدقہ بھیجا۔ جب قاصد اس کے پاس یہ مال لے کر پہنچا اس نے کہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے نانا سے حدیث نہ سنی ہوتی تو بروایت دیگر کہا! اگر میرے والد نے بیان کیا ہوتا کہ انہوں نے میرے نانا سے سنا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ علیحدہ طہروں کے یا بیک وقت تو وہ عورت اس وقت تک اس کے لیے حلال نہیں جب تک وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے تو میں اس سے رجوع کر لیتا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ حدیث نہایت واضح ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دی ہوں یا علیحدہ علیحدہ تین دی ہوں تو بیوی حرام ہو جاتی ہے اور حلالہ کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا۔ آئمہ اربعہ کے اقوال کا ذکر کیا جاتا ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ آئمہ اس مسئلے میں کہ تین خواہ بیک وقت ہوں یا متفرق نافذ ہو جاتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بیک وقت دی گئی یا علیحدہ علیحدہ دی گئی تین طلاقوں کے دینے میں بدعت اور دینے والے کے گنہگار ہونے کے قائل ہیں۔ بدعت اس معنوں میں کہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ یہ ہدایہ اولین و دیگر کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

امام شافعیؒ: امام شافعی رضی اللہ عنہ کے ہاں تین طلاقیں اگر چہ مستحب ہونے کے خلاف ہیں تاہم بیک وقت تین طلاقیں دینے والا گناہ گار ہوگا۔

امام احمد بن حنبلؒ: امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے بارے میں دو قول ملتے ہیں ایک قول میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے موافق ہیں اور دوسرے قول میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے موافق ہیں، علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی اپنی کتاب المغنی جلد ۷ صفحہ ۲۸۱ پر لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقوں کے دینے میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں ایک روایت یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے، اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے، منقولات مین وہ احادیث ذکر کی ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، عقلاً بیان کرتے ہیں کہ جب تین طلاقیں متفرق دینی جائز ہیں تو بیک وقت بھی دینی جائز ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے، بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور حرام ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے، کتاب وسنت اور اجماع صحابہ، اقوال آئمہ مجتہدین کی روشنی میں امر واضح ہے کہ دی گئی تین طلاقیں خواہ بیک وقت ہوں یا متفرق وہ واقع

ہو جاتی ہیں۔ ہاں غیر مدخول بہا کو متفرق تین دے گا تو اول سے بائنہ ہو جائے گی اور باقی دو کا محل باقی نہ رہے گا۔ یہی مسلک حقہ ہے۔

تفسیر صاوی ص ۱۰۰ پر زیر آیت فلا تحل لہ الخ کے تحت لکھا ہے،

والمعنی فان ثبت طلاقها ثلاثا فی مرة او مرات فلا تحل له اذا قال لها انت طالق ثلاثا او البتة و هذا هو المجمع علیه

آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر یکدم یا الگ الگ تین طلاقیں دیں تو عورت اس پر حلال نہیں ہو گی، مثلاً کوئی کہے کہ میں نے تجھے تین طلاق دیں تو وہ اس پر اتنا کہنے سے بھی حرام ہو جائے گی، اور اس پر علماء کا اجماع ہو چکا ہے۔

آگے لکھا ہے،

واما القول بان الطلاق الثلاث فی مرة واحدة لا یقع الا طلقة فلم یعرف الا لابن تیمیة من الحنابلة وقد رد علیه و ائمة مذهبة حتی قال العلماء انه الضال المضل۔

یعنی ابن تیمیہ کے علاوہ کسی معتمد عالم نے ایک دم تین طلاق کو ایک شمار نہیں کیا ان کا رد ان کے ہم مذہب علماء اور آئمہ نے بھی کیا۔ ابن تیمیہ کو گمراہ کنندہ کہا ہے۔

﴿عقلی دلیل﴾

جیب میں ہزار روپے کا نوٹ ہو تو ہر صاحب عقل و دانش ہزار کا نوٹ کہے گا نہ کہ سو کا، اگر ایک آدمی کسی غیر مقلد کے سر پر تین ڈنڈے مارے اور کہے کہ میں نے ایک مارا فـفـهـم و تـدبـر کیا وہ تسلیم کرے گا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۲۰﴾ **فتوی شرعی:** مغلظہ عورت بغیر حلالہ کے مرد کو حلال ہوگی یا نہیں۔

سائل محمد عمران کوٹ بیلیاں میانوالی

الجواب: صورت مذکورہ کے مطابق تین طلاقیں دے تو واقع ہو جائیں گی، اور بغیر حلالہ کے مرد کو حلال نہ ہوگی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے،

الطلاق مرتان، طلاق دو بار ہے، ہر ان دونوں طلاقوں میں لچک رکھی کہ نکاح ان سے بالکل ختم نہیں ہوتا بلکہ مرد کو اختیار ہے کہ عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کر کے اپنے نکاح میں بیوی کو روک لے یا پھر رجوع نہ کرے عدت پوری ہونے پر نکاح کا تعلق ختم ہو جائیگا۔

تفسیر کبیر میں امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الطلاق مرتان کا شان نزول یہ ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر یہ شکایت کی کہ اس کا شوہر اس کو بار بار طلاق دیتا ہے اور پھر رجوع کر لیتا ہے، جس کی وجہ سے اس کو ضرر ہوتا ہے۔ اس موقع پر باری تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا، دو بار طلاق دینے کے بعد دستور کے مطابق عدت میں روکنا ہے یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ اللہ جل شانہ نے اس کے بعد فرمایا،

(ترجمہ) پھر اگر اسے (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس کے لیے حلال نہیں، یہاں تک کہ (وہ عورت) اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے پھر اگر (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ (دوسرے خاوند کی عدت گزارنے کے بعد) وہ آپس میں رجوع کر لیں۔ اگر وہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

صاحب روح المعانی الطلاق مرتان کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابو داؤد نے ابو رزین سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نزول پر ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے الطلاق مرتان فرمایا تیسری طلاق کا ذکر یہاں کیوں نہیں فرمایا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تسریح باحسان (بعد میں جو مذکور ہے) ھو الثلاثۃ وہی تیسری طلاق ہے۔ (روح المعانی صفحہ ۲۲ ۷ الجز الثانی جلد اول)

صاحب تفسیر صاوی نے دوسرے پارے میں اس آیت کے تحت فرمایا، (ترجمہ) یعنی علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ تین طلاقیں الگ الگ دے یا ایک دم۔ عورت ہر حال میں حرام ہو جائے گی۔ (تفسیر صاوی)

صاحب تفہیم البخاری شرح بخاری جلد ۸ ص ۲۸۴ پر فرماتے ہیں، جمہور علماء تابعین اوران کے بعد تبع تابعین اوزاعی، نخعی، ثوری، ابوحنیفہ رحمھم اللہ تعالیٰ اور آپ کے تلامذہ امام مالک اوران کے تلامذہ امام شافعی اور انکے تلامذہ امام احمد اوران کے تلامذہ اسحاق ابوثور اور ابوعبید اور دیگر علماء رحمھم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ جو اپنی بیوی کو ایک ہی بار تین طلاقیں دے تینوں واقع ہو جاتی ہیں لیکن گنہگار ہوگا۔ انہوں نے کہا جو اس مذہب کی مخالفت کرے وہ اہل سنت کے خلاف ہے۔ (تفہیم البخاری جلد ۸ ص ۲۸۴)

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی رضی اللہ عنہ احمد بن حنبل رحمھم اللہ اوران کے سب ساتھیوں کا مذہب یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

جمہور علماء کا موقف: جمہور علماء اہلسنت کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دی گئی واقع ہو جاتی ہیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں، امام شافعی، امام مالک، االامام ابوحنیفہ اور قدیم وجدید جمہور علماء رحمہم اللہ کے نزدیک یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ (مسلم شریف جلد اول ص ۴۷۸)

نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد جو امام نسائی نے محمد بن لبید رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے جس سے تیسری طلاق کا ناپسند ہونا ثابت ہے۔ اس کی عبارت اوراس کی تشریح حاضر خدمت ہے،

اخبر رسول اللہ ﷺ عن رجل طلق امرأتہ ثلاث تطلیقات

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جمیعا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظہرکم حتی قام رجل وقال یا رسول اللہ الا اقتلہ (نسائی شریف)

کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیں تو آپ غضبنا کی کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا اللہ کی کتاب سے مذاق کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تمہارے اندر موجود ہوں ۔ یہانتک کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ کیا میں اس کو قتل کر دوں؟

صاحب تبیان القرآن اس حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے نافذ ہونے کا عہد رسالت میں معمول نہ ہوتا اور تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد لینے کا معمول ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس قدر ناراض کیوں ہوئے تھے ۔ (تبیان القرآن جلد اول ص ۸۷۶)

نسائی شریف میں محمود بن لبید کی روایت جو ذکر کی گئی ہے اس میں تین طلاقیں بیک وقت دینے پر بہت ناراضگی کا اظہار کیا بلکہ بعض صحابہ نے اس آدمی کو مستحق قتل سمجھا مگر یہ بھی کہیں ثابت نہیں کہ اس کی طلاق کو ایک طلاق رجعی قرار دے کر اس کے حوالے اس کی بیوی کر دی ہو۔

جو لوگ محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے طلاق نہ واقع ہونے پر استدلال کرتے ہیں ان کا یہ استدلال غلط ہے اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی بیک وقت تین طلاقیں دے تو گناہ ضرور ہوتا ہے ۔ لیکن گناہ سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ طلاق واقع نہیں ہو گی بلکہ طلاقیں ضرور واقع ہو جائیں گی۔

بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۹۲ میں آتا ہے، من قال لامراتہ انت علی حرام جس نے اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(ترجمہ) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے اگر بیوی سے کہے تو مجھ پر حرام ہے طلاق کی وقوع یا عدم وقوع میں اس کی نیت کا اعتبار ہے اور اہل علم نے کہا جب تین طلاق دے تو اس پر اس کی عورت حرام ہو گئی تو انہوں نے اسے طلاق یا فراق کی وجہ سے حرام کہا اور یہ ایسا نہیں جیسا کہ کوئی کھانا حرام کرے اس لیے کہ یہاں حلال کھانے کو حرام نہیں کیا جاتا اور مطلقہ کو حرام کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالی نے تین طلاقوں کے بارے میں فرمایا کہ اب اس مرد کے لیے وہ عورت حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔

صاحب نزہتہ القاری شرح صحیح بخاری فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے باب کا عنوان یہ باندھا تھا جس نے اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے اور اس کا جواب نہیں ذکر فرمایا۔ اب اپنے اس قول سے جواب کی طرف اشارہ فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ عورت شوہر پر حرام ہو گئی۔ اس قول کا ما حاصل یہ ہے کہ طلاق کی وجہ سے عورت کا طلاق دینے والے پر حرام ہونا ایک الگ بات ہے اور اگر کسی نے یہ کہا کہ کھانا مجھ پر حرام ہے تو یہ ایک دوسری بات اس لیے کہ طلاق کی وجہ سے جو عورت نکاح سے باہر ہو جائے اس کو تو علماء کہتے ہیں کہ حرام ہے لیکن قول مذکور کی وجہ سے کھانے کو حرام نہیں کہتے، اور مطلقہ کو حرام کہتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ طلاق دینے والے کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور شخص سے نکاح کرے۔ (نزہتہ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۵ ص ۳۴۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کی تین طلاقوں کی طرح اسکی بھی تین طلاقوں کو بھی نافذ فرمایا، (ترجمہ) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رد نہیں کیا بلکہ اسے نافذ فرما دیا جیسا کہ عویمر عجلانی کی لعان والی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تین طلاقون کو نافذ فرما دیا تھا اور رد نہیں فرمایا تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم نے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دے کر نافذ فرمایا،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بخاری شریف جلد ثانی ص ۷۹۲ میں ہے، حضرت لیث رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب تین طلاقیں دینے والے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کاش ایک یا دو طلاقیں دیتا اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اس کا حکم دیا پس اگر اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دے تو وہ اس پر حرام ہو گئی یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کر لے۔

صاحب تفہیم البخاری اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، (قال اللیث الی آخرہ) اس سے اہل علم (فقہاء) کے کلام کی تائید کی کہ اگر بیوی کو تین طلاقیں دیں تو اس پر حرام ہو جائے گی۔ اس پر حرام کا اطلاق کیا۔ **قولہ لو طلقت مرتین**، اگر ''لو'' شرط کے لیے ہے تو جواب محذوف ہے، اور وہ **لکن خبر الک** ہے اگر تمنی کے لیے ہے تو جواب کی ضرورت نہیں یعنی افسوس کہ تو ایک یا دو طلاقیں دیتا بعض نے کہا ہے اگر ''لو'' شرط کے لیے ہے تو اس کا جواب لکان لک الرجع ہے لیکن اس کا معنی اور لکان لک خیرا کا معنی واحدہ ہے یہ اس لیے کہ اس وقت اس کی بہتری ہے اور رجوع کر سکتا ہے لیکن جب تین طلاقیں دیں تو رجوع نہیں کر سکتا۔

﴿۳۲۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں اپنے سسرال گیا۔ بیوی سے کہا گھر چلیں، بیوی نے انکار کیا کہ میں آپ کے ساتھ نہیں آ سکتی۔ کچھ دنوں کے بعد اپنے بھائی کے ساتھ آ جاؤں گی۔ مجھے غصہ آیا، پھر میں نے کہا میری بات بڑے غور سے سنو اگر تو کل تک گھر نہ آئی تو تم پر تین طلاقیں، پھر میں چلا آیا، ایک ہفتہ کے بعد میری بیوی گھر آئی، اب شرع شریف کا کیا حکم ہے، کیا میں رجوع کر سکتا ہوں جب کہ وہ چار ماہ کی حاملہ بھی ہے۔ میری راہنمائی فرما دیں۔

سائل محمد ایوب عطاری آف موچھ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی وقت مقررہ پر گھر نہ آئی وہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مطللقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ بدون حلالہ شرعی کے دوبارہ آپ کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ رجعت صحیح نہیں ہے۔ باقی رہا حمل تو وہ مانع طلاق نہیں۔

جیسا کہ ہدایہ میں ہے،

فاذا اضافه ای الطلاق وقع عقیب الشرط

﴿۳۲۲﴾ فتوی شرعی: محمد ارشاد قوم مصلی نے بوقت نکاح لکھ دیا تھا کہ اگر میں بیوی کو ہر ماہ مبلغ ۱۵۰۰ روپے بطور خرچہ نہ دوں تو اس کی تین طلاق ہوگی، اور وہ مجھ سے بعدالت مطالبہ کر سکے گی، اب جب کہ ایک سال ہوگیا ہے وہ خرچہ وغیرہ نہیں دیتا بلکہ رقم مانگنے پر مارلتی ہے، میری بیٹی سخت مصیبت میں ہے، مجھے ایک مولوی نے کہا ہے وہ تو مطلقہ ہو چکی ہے اس کو گھر لے آؤ۔ مفتی صاحب آپ اس معاملہ میں میری راہنمائی فرمائیں۔

سائل غلام نبی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیٹی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ جیسا کہ الدر المختار جلد دوم ص ۶۸۰ میں ہے، لاضافة اليه وفيه ايضا وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقاً لكن ان وجد فى الملك طلقت وعتق والا لا

﴿۳۲۳﴾ فتوی شرعی: کہ غلام رسول اور محمد اویس نے محمد وقاص کی بیوی کو جبراً لے گئے۔ اپنے گھر میں بند کر دیا۔ پھر محمد وقاص کو کچھ رقم دیکر طلاق دلوائی۔ اب ان دونوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ سائل محمد وقاص سکنہ چکڑالہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایسا کام کرنے والا فاسق ہے اور یہ انتہائی حرام فعل ہے۔ تاہم محمد وقاص کی بیوی مطلقہ ہو جائے گی۔

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث شریف میں ہے،

قال رسول الله ﷺ ایکم والدخول علی النساء فقال رجل ارایت الحمو قال الحمو الموت متفق علیه وقال علیه السلام لا یخلون رجل بامرأة الا کان ثالثهما الشیطان رواه الترمذی۔(مشکوٰة کتاب النکاح)

﴿۳۲۴﴾ **فتویٰ شرعی:** کہ میں نے بحالت غصہ کہا اگر میں اپنے سسرال جاؤں تو میری بیوی پر تین طلاقیں ہوں۔ایک ماہ کے بعد شادی پر سسرال چلا گیا۔آیا میری بیوی مطلقہ ہوئی یا نہ۔

سائل محمد سیف اللہ آرائیں یاروخیل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس صورت میں آپ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی۔ جیسا کہ ردالمحتار جلد۲ صفحہ ۶۹۰ پر ہے، وتنحل الیمین اذا وجد الشرط مرة۔

﴿۳۲۵﴾ **فتویٰ شرعی:** کہ میں نے اپنی بیوی کو باقاعدہ طلاق نامہ اسٹام لکھ کر دے دیا ہے جس میں لکھا تھا کہ بقائی ہوش وحواس گواہوں کی موجودگی میں، میں تجھ کو ۱۔طلاق ۲۔طلاق، ۳۔طلاق دیتا ہوں، یہ اشٹام میں نے بیوی کے حوالے کر دیا۔بیوی ماں باپ کے گھر چلی گئی۔کچھ عرصہ کے بعد اس سے وہ اسٹام لیکر پھاڑ دیا اور کہا میں طلاقوں کو منسوخ کرتا ہوں۔کیا ایسا ہوسکتا ہے اور کیا تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں یا نہیں۔

سائل اللہ بخش میانوالی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بلاشک وشبہ تین طلاقیں وارد ہوگئیں اور

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسماۃ مذکورہ حرمت مغلظہ سے حرام ہوگئی او بدون تحلیل وتجدید نکاح کے خاوند اول پر حلال نہیں ہو سکتی۔ جمہور علماء کرام وائمہ عظام وصحابہ کرام کا یہ فتوی ہے بلکہ خود حضور ﷺ کا فرمان ذی شان بھی یہی ہے، تصریح علمائے کرام وآئمہ کرام اس قدر بکثرت ہیں کہ احصا متعذر ومشکل ہے

علامہ محی السنہ نووی علیہ الرحمہ شرح صحیح مسلم جلد اص ۴۷۸ میں فرماتے ہیں،

قال الشافعی و مالك وابو حنیفتہ واحمد وجماهیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلاث۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتوی مبارک سنن ابوداؤد جلد اص ۲۹۹ وسنن بیہقی جلد ۷ص ۳۳۷ و ۳۳۷ میں آٹھ اسنادوں سے ہے جنکا خلاصہ خود ابوداؤد اور بیہقی نے یہ ذکر فرمایا

والنظم للبیهقی کلهم عن ابن عباس انه اجاز الطلاق الثلاث

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اکٹھی تین طلاقوں کو جائز رکھا اور ان کے واقع ہونے کا حکم دیا۔

ایسے ہی مؤطا امام مالک نے جلد ۲ ص ۴۶ مع الشرح اور کتاب الآثار امام محمد علیہ الرحمہ ص ۱۶۵ جامع المسانید امام اعظم علیہ الرحمہ میں ہے،

اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا فی مجلس واحد فقد بانت منه لا تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ

اور سنن بیہقی جلد ۷ ص ۳۳۴ میں ایک حدیث اور ص ۳۳۵ میں دو اور ص ۳۳۶ میں ایک اور جلد ۷ ص ۳۴۰ میں ایک حدیث حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فتوی ہے کہ، تین اکٹھی دی ہوئی طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

والنظم من البیهقی قال عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه فی

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الرجل یطلق امرأتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا قال ھی ثلاث لا تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتوی سنن بیہقی جلد ۷ ص ۳۳۵ میں ہے،

ان رجلا سأل ابن عمر فقال طلقت امراتی ثلاثا وھی حائض فقال عصیت ربك وفارقت امرأتك۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی مبارکہ سنن بیہقی جلد ۷ ص ۳۳۵ میں ہے،

والنظم للطحاوی عن عبد اللہ بن مسعود قال فی الرجل یطلق البکر ثلاثا انھا لا تحل حتی تنکح زوجا غیرہ۔

شرح معانی الآثار ص ۳۳ میں ہے،

ان رجلا سأل ابن عباس وابا ھریرۃ وابن عمر عن طلاق البکر ثلاثا وھو معہ فکلھم قالو حرمت علیك۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں، سنن بیہقی ص ۳۳۶ میں ہے،

سأل رجل المغیرۃ بن شعبۃ وانا شاھد عن رجل طلق امرأتہ ماۃ قال ثلاث تحرم وسبع وتسعون فضل۔

کنز العمال جلد ۵ ص ۱۵۶ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو ہزار طلاقیں دیں جواب میں ارشاد فرمایا اور یہ فتوی دیا،

ان اباکم لم یتق اللہ فیجعل لہ من امرہ مخرجا بانت منہ بثلاث علی غیر السنۃ وتسع مائتہ وسبع وتسعون اثمانی عنقہ۔

احادیث مذکورہ سے روز روشن کی طرح واضح ونمایاں ہوا کہ صورت مسئولہ میں آپ کی

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بیوی تین طلاقوں سے مطلقہ مغلظہ ہو کر حرام ہو گئی۔ بدون تحلیل زوج اول پر حلال نہیں ہو سکتی اور قرآن پاک کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

﴿۳۲۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے ماموں نے اپنی بیوی سے جھگڑا کے دوران گواہوں کی موجودگی میں کہا سخت غصہ میں تجھے طلاق ہے ایک دفعہ نہیں بلکہ بے شمار دفعہ طلاق ہے، تو مجھ پر حرام ہے، وہ والدین کے گھر رہی ایک سال بعد برادری نے مجبور کیا چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کی سنبھال کرنے والا کوئی نہیں۔ لہٰذا سابقہ بیوی کو واپس لایا جائے۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالوی (واں بھچراں) نے کہا کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے اپنی مرضی سے شادی کرے گی اور اگر اس کا شوہر اپنی مرضی سے اس کو طلاق دیکر فارغ کردے عدت کے بعد سابقہ خاوند سے نکاح جائز ہوگا۔ آپ ہماری راہنمائی فرمادیں۔ سائل جمشید احمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر سوال صحیح ہے تو زوجہ پر یکے بعد دیگرے تین طلاقیں واقع ہوگئیں کہ جملہ میرے اوپر تو حرام ہے، طلاق صریح ہے۔

جیسا کہ ردالمختار جلد دوم ص ۶۰۱ میں ہے،

قال فی التنویر قال لا مراته انت علی حرام (الی قوله) ویفتی بانه طلاق بائن وان لم ینوه وفی الشرح الغلبة الصرف۔ هکذا احسن الفتاوی وفی الفتاوی الرضویة فی الجز الثانی عشره۔

یہ میری طرف سے تجھے طلاق ہے بھی صریح طلاق ہے، اور جب یہ جملہ ایک دفعہ نہیں بلکہ بے شمار دفعہ کہہ چکا ہے تو تین طلاقیں یقیناً واقع ہوئیں۔ اور جو تین سے زائد کہیں وہ لغو ہوگئیں۔

سنن بیہقی جلد ۷ ص ۳۳۷ میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی ہے تو آپ نے فرمایا، تاخذ ثلاثا وتدع

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

تسع مائة و سبعة وتسعين اور یونہی سوطلاق دینے والے کو بھی فرمایا اور یہ بھی فرمایا، عصيت ربك و بانت منك امرأة ان نسب کا یہی حاصل تین طلاق واقع ہو چکی ہیں تو بلا حلالہ ان کا نکاح اگر چہ عورت رضامند ہو، ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم میں ہے، فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔ پس اگر تیسری طلاق دے اس کو پس نہیں حلال ہوتی واسطے اس کے پیچھے اس کے یہاں تک کہ نکاح کرے اور خصم سے سوائے اس کے۔

باقی رہا سائل نے غصہ کا ذکر کیا ہے تو واضح رہے کہ غصہ کی حالت مانع طلاق نہیں عموماً غصہ کی حالت میں ہی طلاق دی جاتی ہے۔ ہمارے آئمہ و مشائخ عظام نے تو صاف صاف تصریح فرمائی کہ غصہ ارادۂ طلاق کی علامت ہے۔ بدائع الصنائع جلد۳ص۱۰۲ میں ہے، والنظم لملك العلماء) حال الغضب و مذاكرة الطلاق دليل ارادة الطلاق۔

﴿۳۲۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا تو میں نے اسے تین طلاق اسٹامپ پیپر پر لکھ دیں اور دو گواہوں کی موجودگی میں گھر سے رخصت کر دیا۔ بعد ازاں میرے دوست اہلحدیث نے مجھے کہا ایک مجلس میں تین طلاق دی ہوئی ایک شمار ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ حدیث شریف سے ثابت ہے آپ بیوی کو گھر لے آئیں۔ مجھے چند رشتہ داروں نے بھی مجبور کیا۔ اس اہلحدیث نے مجھے فتوی بھی ایک مولوی سے لکھوا دیا۔ میں نے یہ بات اپنے سنی مولوی صاحب سے کی مسئلہ کی بابت دریافت کیا اس نے کہا آپ ہمارے استاذ المحترم (صاحبزادہ عبدالمالک) کے پاس چلیں وہ آپ کو صحیح مسئلہ لکھ دیں گے۔ (نوٹ) جواب چار احادیث مبارکہ پر مشتمل پرنٹ شدہ ہے) سائل احمد نواز، لاہور۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

غیر مقلدین کا فتوی

امابعد! بشرطیکہ صورت مسئولہ میں سوال صداقت پر مبنی ہے تو ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاق دینے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رجعی طلاق قرار دیا ہے۔ فرمایا یہ ایک طلاق رجعی کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں رجوع جائز ہے اور اگر خاوند طلاق سہ بار کے بعد اندر معیاد رجوع کرے تو طلاق کالعدم ہو جاتا ہے اور نکاح بدستور قائم رہتا ہے،

جیسا کہ مشکوۃ شریف جلد ۲ ص ۲۸۴ میں ہے،

وعن محمود بن لبید اخبر رسول اللہ عن رجل طلق امرأۃ ثلاث تطلیقات جمیعا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ عزوجل وان اظہر کم حتی قام رجل فقال رسول اللہ الا اقتلہ۔

دوسری جگہ حدیث ملاحظہ ہو جو کہ مسند امام احمد جلد ا ص ۲۶۵ میں ہے،

عن عبد اللہ بن عباس قال طلق رکانۃ بن عبد یزید اخوبنی عبد المطلب امراتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدید اقال فسائلہ رسول اللہ کیف طلقتہا فقال طلقتہا ثلاثۃ فقال فی مجلس واحد قال نعم انما تلک واحدۃ ارجعہا ان شئت قال فراجعہا۔

پس حاصل کلام کا اہل علم سے مخفی نہیں ہے اور جو شخص ایک مجلس میں تین طلاق دے دے وہ اگر رجوع کرے تو وہ تین ایک ہی طلاق رجعی تصور ہوگی جس میں رجوع جائز ہے اور نکاح پہلا ہی بدستور قائم ہے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ یہ رجوع صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جب تین طلاقیں آجائیں ایک وقت اور ایک مجلس یا ایک طہر یا تین طہروں میں جیسے بھی آئیں تو عورت بائن

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہو جاتی ہے اور رجوع تو رجوع دوبارہ نکاح بھی حلالہ کے بغیر نہیں ہو سکتا، قرآن کریم میں ہے،

فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره، اور یہی فتوی ہے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا دیکھو سنن بیہقی ص ۳۳۳ سے ص ۳۴۰ تک حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس، عبد اللہ بن عمرو بن عاص، عبداللہ بن عمر، مغیر بن شعبہ، حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی مستند حدیثیں اور فتوے۔ اور یہی مذہب ہے امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے۔

میزان شعرانی جلد ۲ ص ۱۲۶ میں ہے،

والنظر من الرحمة اتفق الائمة الاربعة على ان الطلاق في الحيض لمدخول بها او في طهر جامع فيه محرم الا انه يقع وكذلك جمع الطلاق الثلاث محرم ويقع۔

اور یہی جمہور اہل اسلام سلف صالحین کا مذہب ہے۔ احکام القرآن جلد ا ص ۴۵۹ میں ہے، فالكتاب والسنة واجماع السلف توجب ايقاع الثلاث معا۔ اس کی شہادت غیر مقلدین حضرات کے مسلم امام بھی دے رہے ہیں، تفسیر فتح القدیر جلد ا ص ۲۱۲ میں قاضی شوکانی اور تفسیر فتح البیان جلد ا ص ۳۷۰ میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی فرماتے ہیں۔

وقد اختلف اهل العلم في ارسال الثلاث دفعة واحدة هل تقع ثلاث او واحدة فقط فذهب الى الاول الجمهور۔

رہی حدیث فتوی نمبر ا، تو اس میں کوئی ایسی تصریح نہیں اور حدیث نمبر ۲ کے متعلق امام بیہقی کا ارشاد ہے کہ یہ قابل استدلال نہیں کیونکہ اس کے راوی حضرت ابن عباس کا فتوی جسے آٹھ راوی روایت کرتے ہیں، اس کے خلاف ہے، اور خود حضرت رکانہ کی اولاد راوی ہے کہ رکانہ نے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک طلاق دی تھی۔

سنن بیہقی جلد ۷ ص ۳۳۹ میں ہے،

وہذا الاسناد لا تقوم به الحجة مع ثمانية رواه عن ابن عباس رضی الله عنهما فتياه بخلاف ذلك ومع رواية اولاد رکانة ان طلاق رکانة کان واحدة وبالله التوفيق۔

الحاصل قرآن کریم اور حدیث شریف، صحابہ کرام اور جمہور اہل علم سلف صالحین کے ارشادات کے موافق ہمارے حنفی مذہب پر فتوی یہی ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔اور رجوع حلال نہیں بلکہ حلالہ کے بغیر نکاح جدید بھی جائز نہیں۔

﴿۳۲۸﴾ فتوی شرعی: کہ میرے بیٹے محمد ارشد محمود خان نے بیوی سے لڑائی کی، مارا پیٹا، گھر سے نکال دیا۔ مجھے پتہ چلا تو میں گیا بہو کو گھر لے گیا پھر دوسرے دن لڑائی ہوئی تو میرے بیٹے نے دفتر میں چار آدمیوں کو گواہ بنا کر کاغذ پر لکھا اور بیوی کے والدین کی طرف بھیج دیا۔ مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ میں مسمی محمد ارشد محمود خان اپنی بیوی رخسانہ آفرین دختر احمد نواز خان کو بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ تجھے طلاق دیتا ہوں، تجھے طلاق دیتا ہوں، تجھے طلاق دیتا ہوں ۔آج کے دن سے میرا تم سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔تیرا جہاں جی آئے دوسری شادی کر لے۔ اس پر میرے بیٹے اور چار گواہوں کے دستخط ہیں۔اس کے بعد کیا میرا بیٹا رجوع کر سکتا ہے۔ ازروئے شرع مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد خان لنگر خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے بیٹے کی بیوی یعنی کہ آپ کی بہو پر تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں اور مؤثر بن گئی ہیں۔ارشد پر اس کی بیوی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حرام ہو چکی ہے۔ چنانچہ ارشد نے بھی تحریر طلاق میں تصریح کی ہے لہٰذا حلالہ کے بغیر اس عورت کے ساتھ نکاح جدید نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ صرف رجوع کرے۔ چنانچہ آئمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نزدیک یہ متفق علیہ ہے کہ تین طلاقوں کے بعد بلا حلالہ بیوی جائز نہیں۔

میزان شعرانی جلد۲ ص ۱۲۶ میں ہے،

والنظر من الميزان اتفقوا (الىٰ ان قال) و كذلك جمع الطلاق الثلاث يقع

اور ہمارے تمام متون وفتاوی حنفیہ میں بھی ہے،

فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۴۲۶ میں ہے،۔

فالذی يعود الى العدد ان يطلقها ثلاثا فی طهر واحد بكلمة واحدة (الىٰ ان قالوا) فاذا فعل ذلك وقع الطلاق۔

فتاوی شامی جلد۲ ص ۶۲۵ میں ہے،

ونص محمد رحمه الله تعالىٰ قال واذا طلق لرجل امرأة ثلاثا جميعا فقد خالف السنته واثم ان دخل بها اولم يدخل سواء بلغنا ذالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعن على وابن مسعود۔

ابن عباس وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مجموعہ قوانین اسلام جلد دوم ص ۲۷۰ میں ہے، جمہور فقہاء کے نزدیک طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ اس وقت واقع ہو جاتی ہے جب کہ مرد اپنی بیوی کو بیک وقت یا متفرق اوقات میں لفظ واحد یا متفرق کلمات سے تین طلاقیں دیدے تو واقع ہو جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں اس عورت سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا تاوقتیکہ اس کی مطلقہ بیوی کسی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسرے شخص سے نکاح کرلے۔

اسی کتاب کی جلد۲ص ۴۹۶ میں ہے،

اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ کو بیک وقت ایک کلمہ سے طلاق دے یا متفرق کلمات سے تین مرتبہ طلاق، طلاق، طلاق کہے تو اسی وقت تین طلاق بائن (مغلظہ) واقع ہوجاتی ہے۔اور وہ اپنی زوجہ سے رجوع نہیں کرسکے گا تاوقتیکہ وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرے۔قرآن پاک پارہ دوم میں ہے، **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔**

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کا بیٹا رجوع نہیں کرسکتا بغیر حلالہ کے وہ اس کی بیوی نہیں بن سکتی۔

﴿۳۲۹﴾ فتوی شرعی: کہ ایک شخص بحالت غصہ زمین پر تین لکیر کھینچتا ہے اور بیوی کی طرف دیکھے، جب پوچھا جائے کہ لکیر سے مراد کیا تھی تو اپنی مراد طلاق بتائے کیا طلاق واقع ہو جائے گی۔

سائل ذوالفقار علی جوڑا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ یہ صورت طلاق بالکنایہ کی ہے جو نیت اور دلالت حال سے واقع ہوجاتی ہے اور سائل نیت طلاق کا اقرار ہے اور غصہ کی حالت سے کہتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا لکیر کھینچا تو کہتا ہے یہ ایک دو تین طلاقیں ہیں، اگرچہ لفظوں میں صراحۃ مذکور نہیں مگر غصہ کی حالت اور طلاق واضح کرتی ہے، حالانکہ اضافت الی الطلاق صراحۃ شرط نہیں بلکہ مفہوماً بھی کافی ہے، کما صرح بہ الشامی حیث قال جلد۲ص ۵۹۰ **ولا يلزم كون الاضافة صريحة فى كلامه** ۔پر ظاہر سوال یہ ہے کہ اس کا یہ کہنا، یہ ایک، یہ دو، یہ تین یہ اپنی منکوحہ کو بطریق خطاب ہے، اگر واقع میں یونہی ہے تو یہ صریح خطاب اور اضافت معنویہ بھی ہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

، جو معتبر ہے۔ شامی جلد ۲ ص ۵۹۰ میں ہے، (قوله لتركه الاضافته) ای المعنویته وهی شرط والخطاب من الاضافة المعنوية و كذا الا شارة نحو هذه طالق والطلاق يقع بعدد قرن به (درمختار) ای حتی قرن الطلاق با لعدد كان الوقوع بالعدد۔ (درمختار جلد دوم ص ٦٢٧)

بہر حال میرے علم اور فقہائے کرام کی تصریحات سے روز روشن کیطرح واضح ہے کہ تین طلاقیں پڑ گئیں اور اسکی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی جس کے ساتھ دوبارہ حلالہ کے بغیر نکاح بھی نہیں کر سکتا۔ من الهندیته والخلاصته وغيرها من اسفار المذهب المحذب الحنفی۔

﴿۳۳۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ اگر کسی سے زبردستی طلاق نامہ پر انگوٹھا وغیرہ لگوایا جائے باوجود اس کے وہ ایسا کرنے سے انکار کرتا رہے اور وہ شخص جان کے خوف سے ایسا کر دے تو کیا طلاق ہو جائے گی یا نہیں۔ سائل کریم احمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر واقعی کریم احمد انکار کرتا رہا اور جبراً انگوٹھا لگوایا گیا تو طلاق واقع نہیں ہوئی، فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ٦٣ میں ہے، رجل اكره بالضرب والحبس على ان يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان فكتب امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأته كذا فی فتاوی قاضی خان۔

﴿۳۳۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا پڑوسی کے ساتھ کافی دنوں سے جھگڑا چل رہا تھا، حالانکہ میں نے تقریباً ۵ سال پہلے پڑوسی سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں آپ سے زمین کے معاملہ میں لڑوں تو مجھ پر بیوی تین طلاق سے حرام ہو گی۔ وہ طلاق وعدہ بھول گیا تھا۔ اب ایک ہفتہ پہلے میں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اسی زمین کی وجہ سے پڑوسی سے جھگڑا کیا، جھگڑا کرتے وقت مجھے طلاق یاد نہ تھی۔ اب مجھے یاد آئی ہے، میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور کافی پریشانی ہوئی آیا میری بیوی پر طلاق ہوئی یا نہیں۔ سائل نعیم اللہ خان وتہ خیل۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی زوجہ پر طلاق ہو گئی ہے۔ جیسا کہ الدر المختار جلد دوم ص ۵۸۸ میں ہے، **ولو حالف مکرھاً او مخطئاً او ذاھلاً او ناسیا**۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ طلاق پرانی نہیں ہوتی آپ کی بیوی مطلقہ ہو چکی ہے۔

﴿۳۲۲﴾ فتوی شرعی: کہ آج سے تقریباً ۲ سال پہلے میں نے اپنی بیٹی کا نکاح غلام رسول خان نامی لڑکے کے ساتھ کر دیا۔ لڑکے مذکور نے قتل کر دیا اور اب وہ جیل میں سزائے موت کی سزا کاٹ رہا ہے، میں نے طلاق دینے پر راضی کیا اور عرضی نویس سے طلاق نامہ اسٹامپ پیپر پر تیار کرایا جیل کے حکام کے روبرو دو گواہان کے غلام رسول سے دستخط کرا دیئے اور میں نے بوقت ملاقات طلاق کا تذکرہ کیا تو اس نے اقرار کیا۔ کیا ازروئے شرع میری بیٹی مطلقہ ہو گئی یا نہیں۔

سائل محمد فخر زمان خان

الجواب: صورت میں مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ غلام رسول کی بیوی یعنی آپ کی بیٹی مطلقہ ہو چکی ہے کیونکہ طلاق نامہ پڑھ کر یا سن کر دستخط کر دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ فتاوی شامی جلد دوم ص ۵۹۸ میں ہے، **ولو استکتب من آخر کتابا بطلاقھا او قراہ علی الزوج فاخذہ الزوج وختمہ وعنونہ وبعث بھا الیھا فاتاھا وقع علیھا ان اقر الزوج انہ کتابہ**۔

﴿۳۳۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے بیٹے محمد ارشد نے کل مجھ سے جھگڑا کیا وہ مجھ سے رقم مانگتا تھا جب کہ میری پاس پیسے نہ تھے، اسی جھگڑا کے دوران میری بہو آ گئی اس نے کہا اگر میرے سسر کے پاس رقم ہوتی تو تجھے ضرور دیتے، اور کہا نکما آدمی خود کام کیوں نہیں کرتا غیرت کر، محنت مزدوری کرو۔ الختصر یہ کہ میرے بیٹے کا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہو گیا غصہ کی حالت میں وہ وثیقہ نویس کے پاس کچہری میں چلا گیا، مجھے بہو نے کہا یقینا وہ کوئی غلط کام کرے گا چلو انہیں سمجھاؤ، میرے بیٹوں کا کہنا ہے کہ محمد ارشد نے اسٹام پیپر خریدا اور ہم پہنچ گئے ہم نے اور عرضی نویس محمد اصغر نے سمجھایا کہ طلاق نہ دو پھر اس نے اسٹام جو طلاق کے لیے خریدا تھا پھاڑ دیا، آیا طلاق تو نہیں ہوئی۔

سائل محمد ناصر جاوید خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ وثیقہ نویس سے طلاق کے معاملہ میں صرف بات کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

جیسا کہ فتاوی شامی جلد دوم ص ۵۹۰ میں ہے،

ولو استکتب من آخر کتاباً باولو استکتب من آخر کتابا بطلاقها اوقرأه على الزوج فاخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث بها اليها فاتاها وقع عليها ان اقر الزوج انه كتابه وكذا كل كتاب لم يكتب بخطه ولم يملـه بنفسه لا يقع الطلاق مالم يقر انه كتابه۔ هكذا فى الدر المحتار جلد دوم ص ۵۹۲۔

﴿۳۳۴﴾ **فتوی شرعی:** میں حلفاً کہتی ہوں کہ میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں مگر اب وہ انکار کرتا ہے اور کہتا ہے میں نے کوئی طلاق وغیرہ نہیں دی۔ لیکن مجھے سو

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فیصد یقین ہے کہ اس نے میرے ساتھ لڑائی کی مجھے مارا بھی اور کہا ہے، تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔ میں نے تجھے تین طلاقیں دی ہیں۔ محترم مفتی صاحب میرے پاس گواہ موجود نہیں ہیں اب میں کیا کروں

سائلہ پروین بی بی

الجواب: پروین بی بی آپ کا خاوند کے پاس رہنا حرام ہے۔ اور سخت گناہ ہے۔ بعد از عدت اگر چاہیں تو دوسرے مرد سے نکاح جائز ہے۔ کیونکہ وقوع طلاق کے لیے موجود گواہان ضروری شرط نہیں ہے۔ جتنا جلدی ممکن ہو آپ خاوند سے علیحدگی حاصل کریں۔ جیسا کہ درمختار میں ہے، **اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان براجعها في عدتها رضيت بذالك اولم ترض۔ (ہدایہ شریف جلد دوم صفحہ ۳۷۵)**۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ مرد سے علیحدہ ہو جائیں اگر آپ پر جبر کیا گیا تو گنہگار فقط مرد ہو گا۔

﴿۳۳۵﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے اپنی بیوی کو اس وقت تین طلاق دی جب کہ وہ حاملہ تھی۔ میں نے سنا ہے حاملہ عورت اور حائضہ پر طلاق واقع نہیں ہوتی کیا یہ صحیح ہے۔

سائل طاہر اقبال ساکن ٹھٹھی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب ہے کہ طاہر اقبال صاحب آپ کی بیوی مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ اگر عورت حاملہ یا حائضہ یا نفساء کو ایک جلسہ میں تین طلاق دے گا۔ تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ لیکن حائضہ یا نفساء کو تین طلاق ایک دفعہ دینا بدعت ہے۔ شوہر گناہگار ہوتا ہے۔ مگر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ درالمختار صفحہ ۵۷۶ میں ہے،

والبدعی ثلث متفرقة او ثنتان بمرة او مرتین ۔

فتاوی شامی جلد اول صفحہ ۵۹۱ میں ہے،

قال فی الشامی قوله ثلث متفرقة و کذا بکلمة وحدة بالا ولی الی ان قال و ذهب جمهور الصحابة والتابعین و من بعدهم من ائمة المسلمین الی انه یقع ثلث۔

﴿۲۲۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں گھر آیا تو میرا بیٹا پہلے موجود تھا۔گھر کی تقسیم کے معاملہ میں بات چیت ہوئی۔ میرے بیٹے کو بہت غصہ آیا۔گالیاں دینے لگا اور غصہ کی حالت میں اس کی زبان سے نکل گیا میں سب گھر والوں کو تین طلاقیں دیتا ہوں۔ ہم اپنے امام مسجد کے پاس گئے مسئلہ دریافت کیا۔ میرے بیٹے نے وہاں بھی کہا میں سب گھر والوں کو تین طلاقیں دیتا ہوں۔ ہم بہت پریشان ہو گئے۔ ہمیں مسئلہ سے آگاہ فرمادیں۔

سائل محمد عثمان آرائیں جلال پور

الجواب: اس صورت میں جواب یہ ہے کہ آپ کے بیٹے کی زوجہ پر تین طلاق واقع ہو گئی۔آپ کی بہو آپ کے بیٹے کے نکاح سے خارج ہے۔

جیسا کہ درمختار صفحہ ۴۵۱ میں ہے، قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرته بخلاف نساء المحله والدار۔

اسی طرح شامی جلد دوم ص ۵۸۴ میں ہے،

ولو قال کل عبد فی هذه الدار او عبید ه فیها عتقوا فی قولهم۔

﴿۲۲۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی بیوی کو صرف ڈرانے کی غرض سے ایک طلاق دی تھی اور کچھ عرصہ پہلے گھر سے نکال دیا۔ میری عورت کے بھائی مجھے پکڑ کر لے گئے۔ وہاں

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انہوں نے پندرہ یا بیس آدمیوں کے سامنے پوچھا کہ تو نے طلاق دے دی ہے۔ میں نے ان کے خوف سے کہا ہاں میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ وہ مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔ کیا میری عورت از روئے شرع مطلقہ ہوگئی یا نہ۔

سائل محمد سیف اللہ خان کمر مشانی میانوالی

الجواب: اس صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر دریافت کرنے پر جواب دیا کہ تین طلاقیں دے دیں تو اس صورت میں طلاق ہوگئی۔

جیسا کہ در المختار جلد دوم صفحہ ۶۰۷ میں ہے، لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال۔ اسی طرح در مختار جلد دوم ص ۶۰۷ میں ہے، ولا یمکن تصحیحہ اخباراً لکذبہ وعدم قدرتہ علی الاسناد فکان انشاء فی الحال۔

﴿۲۲۸﴾ **فتوی شرعی**: کہ مسمی عبد الشکور نے ہم پانچ آدمیوں کے سامنے کہا میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی ہے۔ دو تین روز میں پورے محلّہ میں خبر پھیل گئی کہ عبد الشکور نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے۔ تب ہم امام مسجد غلام عباس اور ہم تین آدمی عشاء کی نماز کے بعد اس کے گھر گئے۔ اس سے پوچھا کیا واقعی تو نے طلاق دے دی ہے۔ تو اس نے کہا ہاں میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ وہ میرے قابل نہ تھی۔ یعنی پہلے ایک طلاق دی پھر وہ تین طلاقوں کا اقرار کر رہا ہے۔ اب کونسی طلاق واقعی ہوگی۔ سائل غلام رسول اسکندر آباد

الجواب: اس صورت میں اس کی بیوی پر تین طلاق ہوگئی۔

جیسا کہ قرآن پاک میں سورۃ البقرۃ میں ہے۔ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ حدیث شریف میں ہے، ثلث جد هن جد و هزلهن جد الحدیث وعد صلی اللہ علیہ وسلم فیها الطلاق

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فقط۔(مشکوۃ شریف جلد دوم صفحہ ۲۸۴)

اب بغیر تحلیل شرعی آپ کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ھکذا فی المتون۔

﴿۳۳۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ ہم دس لڑکے کافی عرصہ سے دوست چلے آرہے ہیں۔کل صبح کو ہم بیٹھ کر ہنسی مذاق کرر ہے تھے کہ اچانک ہم میں سے ایک نے محمد گل سے کہا تم طلاق دے دو۔تو محمد گل نے ہنسی مذاق میں پانچ دفعہ کہا، طلاق، طلاق، طلاق، طلاق میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے۔ہم سب ساتھی حلفاً کہتے ہیں ہمارا کوئی طلاق کہلوانے کا ارادہ نہ تھا اور محمد گل بھی حلفاً یہی کہتا ہے۔ازروئے مذاق کہا، طلاق، طلاق طلاق، طلاق میں نے طلاق دے دی ہے۔اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

سائل محمد گل، محمد اصغر، غلام سرور، وغیرہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد گل کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی۔

اب بغیر حلالہ کے وہ عورت اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی هریرۃ ان رسول الله ﷺ قال ثلث جدهن جد وهزلهن جد النکاح والطلاق والرجعة رواه الترمذی۔

اس سلسلہ میں قرآن پاک میں ہے،

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہنسی مذاق میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، نکاح شیشہ ہے، طلاق پتھر ہے، پتھر جب شیشے پر پڑتا ہے تو ٹوٹ ہی جاتا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۴۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ ہم برادری والے تقریباً ۲۵ آدمی اہم کام کے سلسلے میں اکھٹے ہوئے۔ وہاں جھگڑا ہو گیا۔ تو محمد احتشام نے یہ الفاظ کہے کہ اگر یہ سچے ہیں تو مجھ پر عورت حرام ہے۔ حالانکہ وہ لوگ جو آئے تھے وہ حق پر تھے۔ محمد احتشام نے طلاق غلط اٹھائی ہے۔ وہاں پر موجود لوگوں میں سے محمد عثمان، اللہ بخش خان، اور محمد سرفراز علی، یہ تینوں متقی نمازی ہیں۔ یہ حلفاً کہتے ہیں کہ ہم نے سنا محمد احتشام یہ کہہ رہا تھا۔ اگر یہ لوگ واقع میں سچے ہیں تو مجھ پر بیوی تین طلاق سے حرام ہے۔ کیا واقعی محمد احتشام کی عورت مطلقہ ہوگئی۔ سائل محمد مشاہد خان کھٹھی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آئے ہوئے لوگ واقعی واقع میں سچے تھے تو محمد احتشام کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ بدون حلالہ شرعی پھر نکاح میں نہیں آسکتی۔

جیسا کہ ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۵۱۵ میں ہے،

ونصابها ای الشهادة لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا او غيره كنكاح وطلاق

﴿۳۴۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ کلمۂ واحد سے اگر کوئی صاحب تین طلاقیں دے دے تو کیا شریعت مطہرہ میں تین ہی نافذ ہوں گی یا ایک، قرآن وسنت کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

سائل قاری محمد نعیم الدین راولپنڈی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ روح المعانی میں ہے، امام حدیث ابو داؤد نے بروایت ابن رزین اسدی نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نزول پر ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے الطلاق مرتان فرمایا تیسری طلاق کا ذکر یہاں کیوں نہیں فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تسریح باحسان بعد میں جو مذکور ہے وہی تیسری طلاق ہے۔

(روح المعانی صفحہ ۲۲۷ الجز الثانی جلد اول)

مطلب اس کا جمہور علماء کے نزدیک یہ ہے کہ جو کام تعلقات زوجیت کے کلی انقطاع کا تیسری طلاق سے ہوتا وہی اس طرز عمل سے ہو جائے گا کہ عدت کے اندر رجعت نہ کرے، اور جس طرح امساک کے ساتھ بمعروف کی قید لگا کر یہ ہدایت فرما دی کہ رجعت کر کے بیوی کو روکا جائے تو حسن سلوک کے ساتھ روکا جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی تیسری طلاق کے متعلق، امام نسائی نے بروایت محمود بن لبید نقل کیا ہے۔

اخبر رسول اللہ ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعا فقام غضبان ثم قال ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهركم حتى قام رجل وقال يا رسول الله الا اقتله (نسائی شریف)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی تو آپ غضبنا کی کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا اللہ کی کتاب سے مذاق کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تمہارے اندر موجود ہوں۔ یہانتک کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اس کو قتل کر دوں؟

اس حدیث کو حافظ ابن قیم نے صحیح قرار دیا ہے۔ ابن کثیر اور ابن حجر نے کہا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فیصلہ اس پر شاہد ہے کہ اظہار غضب کے باوجود آپ نے تینوں طلاق کو نافذ فرمایا۔ بعض صحابہؓ نے اس آدمی کو مستوجب قتل سمجھا مگر یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے اس کی طلاق کو ایک رجعی طلاق قرار دیکر بیوی اس کے حوالے کر دی ہو۔

بلکہ دوسری روایت جو آگے آتی ہے جس طرح اس میں اس کی تصریح موجود کہ رسول ﷺ نے حضرت عویمر کی بیک وقت تین طلاق کو باوجود ناراضگی کے نافذ فرما دیا اسی طرح مذکورہ حدیث

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محمود بن لبید کے متعلق قاضی ابو بکر بن عربی نے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عویمر کی تین طلاقوں کی طرح اس کی بھی تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا تھا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

فلم یردہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بل امضاہ کما فی حدیث عویمر العجلانی فی اللعان حیث امضی طلاقہ الثلاث ولم یردہ (تھذیب سنن ابی داؤد طبع مصر ص ۱۲۰

(ترجمہ) تو نبی کریم ﷺ نے اسے رد نہیں کیا بلکہ اسے نافذ فرما دیا جیسا کہ عویمر عجلانی کی لعان والی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا تھا اور رد نہیں فرمایا تھا۔

دوسری حدیث مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح بخاری میں بالفاظ ذیل ہے۔

ان رجلاً طلق امرأته ثلاثاً فتزوجت مطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلھا کما ذاقھا الاول۔ (صحیح بخاری ص ۷۹۱ جلد ۲ مسلم شریف ص ٤٦٨

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس خاتون نے کسی اور جگہ شادی کر لی اس نے بھی طلاق دے دی پھر نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا آیا یہ عورت پہلے خاوند پر حلال ہے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ جب کہ دوسرا خاوند پہلے خاوند کی طرح مٹھاس نہ چکھ لے جس طرح پہلے خاوند نے کیا تھا اس وقت تک طلاق دینے سے پہلے کے لیے حلال نہ ہوگی۔ الفاظ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں طلاق ایک وقت دی گئی تھی۔ شارح حدیث جس کو اہل حدیث سمیت تمام مکاتب فکر کے لوگ مانتے ہیں، فتح القدیر، عمدۃ القاری، قسطلانی وغیرہ میں روایت کا مفہوم یہی قرار دیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فیصلہ مذکور ہے کہ ان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تین طلاق کو نافذ فرما کر یہ حکم دیا کہ جب تک شوہر ثانی سے وطی نہ ہو جائے تو اس کے طلاق دینے سے شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہوگی۔

ایک اور روایت میں حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی ہے کہ انہوں نے حضرت محمد ﷺ کے سامنے اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس کے بعد عرض کیا۔

فلما فرغا قال عویمر کذبت علیها یا رسول الله ان امسکتها فطلقها ثلاثاً قبل ان یامره النبی صلی الله علیه و آله وسلم (صحیح بخاری، فتح القدیر ص ۳۰۱ جلد ۹ صحیح مسلم ص ۲۸۹ جلد ۱)

ترجمہ: پس جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ عز وجل کے رسول ﷺ میں اس پر جھوٹ بولنے والا ہوں گا اگر میں نے اسکو اپنے پاس رکھ لیا تو عویمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تین طلاقیں دیدی۔ قبل اس کے کہ رسول اکرم ﷺ انہیں حکم دیتے۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو بروایت حضرت سہل بن سعد نقل کر کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

فانفذه رسول الله صلی الله علیه وسلم و کان ماضع عند رسول الله صلی الله علیه وسلم سنة قال سعد حضرت هذا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فمضت السنة بعد فی المتلاعنین ان یفرق بینهما ثم لا یجتمعان ابدًا (ابو دائود۔ (ص ۳۰۶ جلد ۱)

ترجمہ: تو رسول اللہ نے اسے نافذ فرما دیا، اور رسول اکرم ﷺ کے سامنے جو کچھ پیش آیا وہ سنت قرار پایا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس موقع پر میں رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر تھا، پس اس کے بعد لعان کرنے والوں کے بارے میں یہ طریقہ رائج ہو گیا کہ ان کے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

درمیان تفریق ہو جائے اور پھر وہ کبھی بھی جمع نہ ہوں۔

اس حدیث میں پوری وضاحت کے ساتھ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کی بیک وقت تین طلاق کو تین ہی قرار دے کر نافذ فرمایا ہے، اور محمود بن لبید کی سابقہ روایت میں بھی ابوبکر ابن عربی کی روایت کے مطابق تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا ذکر موجود ہے، اگر بالفرض یہ بھی نہ ہوتا تو یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک طلاق رجعی قرار دے کر بیوی اس کے سپرد کر دی ہو۔

الحاصل مذکورہ تین احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگرچہ تین طلاق بیک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سخت ناراضگی کا موجب تھیں مگر بہر حال اثر ان کا یہی ہوا کہ تینوں طلاقیں واقع قرار دی گئیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ کا حکم تفصیل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کلمہ واحد کے ساتھ تین طلاق تین ہی شمار کیا، حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک ایک طلاق شمار ہوتی تھی وغیرہ۔ کتب احادیث کی روشنی میں اس کا حل تلاش کرتے ہیں۔ صحیح مسلم شریف جلد اول ص ۴۷۸ پر یہ حدیث درج ہے،

وعن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر سنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلوامضینا علیهم فاقضاه علیهم

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

زمانہ اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں طلاق کا یہ طریقہ تھا کہ تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ جلدی کرنے لگے ہیں ایک ایسے معاملہ میں جس میں ان کے لئے مہلت تھی تو مناسب رہے گا ہم اس کو ان پر نافذ کردیں تو آپ نے ان پر نافذ کر دیا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان فقہاء صحابہ کے مشورہ سے صحابہ وتابعین کے مجمع عام میں ہوا کسی سے اس پر انکار یا تردید منقول نہیں، اس لیے حافظ حدیث امام ابن عبدالبر مالکی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

زرقانی شرح مؤطا میں یہ الفاظ ہیں

والجمهور على وقوع الثلاث بل حكى ابن عبد البر الاجماع قال ان خلافه لا يلتفت اليه زرقانى شرح مؤطا ص ١٦٧ جلد ٣)

اور جمہور امت تین طلاقوں کے واقع ہونے پر متفق ہیں، بلکہ ابن عبدالبر نے اس پر اجماع نقل کر کے فرمایا کہ اس کا خلاف شاذ ہے جس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

اور شیخ الاسلام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں فرمایا، **قال الشافعى و مالك و ابو حنيفه و احمد و جماهير العلماء من السلف و الخلف يقع الثلث و قال طائوس و بعض اهل الظاهر لا يقع بذالك الا وحده**

ترجمہ: امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور جمہور علماء سلف و خلف رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی اور طاؤس اور بعض اہل ظاہر نے کہا کہ ایک ہی واقع ہوگی۔ (شرح مسلم ص ۴۷۸ جلد ۱)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام طحاوی رضی اللہ عنہ نے شرح معانی الآثار میں فرمایا،

فخاطب عمر بذلك الناس جميعا و فيهم اصحاب رسول الله ﷺ الذين قد علموا ما تقدم من ذلك فى زمن رسول الله ﷺ فلم ينكر اليه منهم منكر ولم يدفع دافع (شرح معانی الآثار ص ۲۹ ج ۲)

ترجمہ: پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ لوگوں کو مخاطب فرمایا اور ان لوگوں میں رسول اکرم ﷺ کے وہ صحابہ بھی جن کو اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے طریقے کا علم تھا تو ان میں سے کسی انکار کرنے والے نے انکار نہیں کیا اور کسی رد کرنے والے نے اسے رد نہیں کیا۔

مذکورہ واقعہ میں اگر چہ امت کے لئے عمل کی راہ با جماع صحابہ و تابعین مقرر ہو گئی کہ تین طلاقیں بیک وقت دینا اگر چہ غیر مستحسن اور رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا سبب ہے، مگر اس کے باوجود جس نے اس غلطی کا ارتکاب کیا اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی، اور بغیر دوسرے شخص سے نکاح و طلاق کے اس کے لیے حلال نہ ہوگی۔

لیکن علمی اور نظری طور پر یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں،

اول تو یہ کہ سابقہ تحریر میں متعدد روایات حدیث کے حوالے سے بات ثابت ہو چکی ہے کہ تین طلاق بیک وقت دینے والے پر خود رسول اللہ نے تین طلاق کو نافذ فرمایا ہے اس کو رجعت یا نکاح جدید کی اجازت نہیں دی۔ پھر اس واقعہ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس کلام کا کیا مطلب ہوگا کہ عہد رسالت اور عہد صدیقی میں اور دو سال تک عہد فاروقی میں تین طلاق کو ایک ہی مانا جاتا تھا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کا فیصلہ فرمایا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کہ اگر واقعہ اسی طرح تسلیم کر لیا جائے کہ عہد رسالت، عہد صدیقی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں تین طلاق کو ایک مانا جاتا تھا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے کو کیسے بدل دیا اور بالفرض ان سے کوئی غلطی بھی ہوگئی تھی تو تمام صحابہ کرامؓ نے اس کو کیسے تسلیم کرلیا؟

ان دونوں سوالوں کے حضرات فقہاء و محدثین نے مختلف جواب دیئے ہیں، ان میں صاف اور بے تکلف جواب وہ ہے جس کو امام نووی رضی اللہ عنہ نے شرح مسلم میں اصح کہہ کر نقل کیا ہے کہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع طلاق ثلاثہ کی ایک خاص صورت کے متعلق قرار دیا جائے وہ یہ کہ کوئی شخص تین مرتبہ تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق کہے یا میں نے طلاق، طلاق، طلاق دی کہے۔ یہ صورت ایسی ہے کہ اس کے معنی میں دو احتمال ہوتے ہیں، ایک کہ کہنے والے نے تین طلاق دینے کی نیت سے یہ الفاظ کہے ہوں، دوسرے یہ کہ تین مرتبہ محض تاکید کے لیے مکرر کہا ہو، تین طلاق کی نیت نہ ہو اور یہ ظاہر ہے کہ نیت کا علم کہنے والے ہی کے اقرار سے ہوسکتا ہے، رسول کریم ﷺ کے عہد مبارک میں صدق و دیانت عام اور غالب تھی اگر ایسے الفاظ کہنے کے بعد کسی نے یہ بیان دیا کہ میری نیت تین طلاق نہ تھی بلکہ محض تاکید کے لیے یہ الفاظ مکرر بولے تھے تو آپ ﷺ اس کے حلفی بیان کی تاکید فرما دیتے اور اس کو ایک طلاق قرار دیتے تھے۔

اس کی تصدیق حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو لفظ البتہ کے ساتھ طلاق دیدی تھی، یہ تلفظ عرب کے عرف عام میں تین طلاق کے لیے بولا جاتا تھا، مگر تین اس کا مفہوم صریح نہیں تھا اور حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری نیت تو اس لفظ سے تین طلاق کی نہیں تھی، بلکہ ایک طلاق دینے کا قصد تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو قسم دی انہوں نے اس پر حلف کرلیا تو آپ ﷺ نے ایک ہی طلاق قرار دی۔

یہ حدیث پاک، حدیث شریف کی مختلف کتب مختلف سندوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

منقول ہے بعض الفاظ میں یہ بھی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی منکوحہ کو تین طلاق دیدی تھی مگر ابوداوٗد شریف نے ترجیح اس کو دی ہے کہ دراصل حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے لفظ البتہ سے طلاق دی تھی۔ یہ الفاظ چونکہ عام طور پر تین طلاق کے لیے بولا جاتا تھا اس لیے کسی راوی نے اس کو تین طلاق سے تعبیر کر دیا ہے۔

المختصر یہ کہ اس حدیث پاک سے یہ بات باتفاق ہی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی طلاق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اس وقت قرار دیا جب کہ انہوں نے حلف کے ساتھ بیان دیا کہ میر نیت تین طلاق کی نہیں تھی۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے تین طلاق کے الفاظ صریح اور صاف نہیں کہے تھے ورنہ پھر تین کی نیت نہ کرنے کا احتمال ہی نہ رہتا۔ نہ ان سے سوال کی کوئی ضرورت رہتی۔ اس واقعہ نے یہ بات واضح کر دی کہ جن الفاظ میں یہ احتمال ہو کہ تین کی نیت کی ہے یا ایک ہی کی تاکید کی ہے۔ ان میں آپ نے حلفی بیان پر ایک قرار دے دیا کیونکہ زمانہ صدق و دیانت کا تھا اس کا احتمال بہت بعید تھا کہ کوئی شخص جھوٹی قسم کھالے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں دو سال تک یہی طریقہ جاری رہا۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں یہ محسوس فرمایا کہ اب صدق و دیانت کا معیار کم ہو رہا ہے۔ اور آئندہ حدیث پاک کی پیشنگوئی کے مطابق دور کم ہو جائے گا۔ دوسری طرف طلاق کی کثرت ہونے لگی لوگ تین طلاق دیکر نیت ایک کی بیان کرنے لگے تو یہ محسوس کیا گیا کہ اگر آئندہ اسی طرح طلاق دینے والے کے بیان نیت کی تصدیق کر کے ایک طلاق کا حکم دیا جاتا رہا تو بعید نہیں کہ لوگ شریعت کی دی ہوئی اس سہولت کو بے جا استعمال کرنے لگیں۔ اور بیوی کو واپس لینے کے لیے جھوٹ کہہ دیں کہ نیت ایک ہی کی تھی۔ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فراست اور انتظام دین میں دور کے مزاج شناس تھے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انہوں نے سمجھا کہ اگر ہمارے دور میں رسول اللہ ﷺ ہوتے تو یقیناً وہ بھی اب دلوں کی مخفی نیت اور صاحب معاملہ کے بیان پر مدار بظاہر رکھ کر فیصلہ نہ فرماتے اس لیے یہ قانون بنا دیا کہ اب جو شخص تین مرتبہ لفظ طلاق کا تکرار کریگا تو اس کی تین ہی طلاقیں شمار ہوں گی۔ اس کی یہ بات نہ سنی جائے گی کہ اس نے نیت صرف ایک طلاق کی کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ فیصلہ کے متعلق جو الفاظ ہیں وہ بھی اس مضمون کی شہادت دیتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیه اناۃ فلو امضینا علیھم

لوگ جلدی کرنے لگے ہیں ایک ایسے معاملہ میں جس میں ان کے لیے مہلت تھی۔ تو مناسب رہے گا کہ اس کو ان پر نافذ کر دیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے اس فرمان اور اصحابہ کرام کے اجماع کی یہ توجیہ جو بیان کی گئی اسکی تصدیق روایات حدیث سے بھی ہوتی ہے اور اس طرح ان دونوں سوالوں کا جواب نکل آتا ہے کہ روایات حدیث میں خود رسول اللہ ﷺ نے تین طلاق کو تین ہی قرار دے کر نافذ کرنا متعدد واقعات سے ثابت ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ عہد رسالت ﷺ میں تین طلاق کو ایک ہی مانا جاتا تھا، چنانچہ معلوم ہوا کہ ایسی طلاق تین کے لفظ سے دی گئی یا تکرار طلاق تین کی نیت سے کیا گیا اس عہد رسالت میں بھی تین ہی قرار دی جاتی تھی۔ ایک قرار دینے کا تعلق اسی طلاق سے ہے جس میں ثلاثہ کی تصریح نہ ہو یا تین طلاق دینے کا اقرار نہ ہو بلکہ تین بطور تاکید سے کہنے کا دعویٰ ہو۔ اور یہ سوال بھی ختم ہو جاتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے تین کو ایک قرار دیا تھا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی سہولت

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بے جا استعمال سے روکا ہے۔ حاشا آپ رضی اللہ عنہ کے کسی فیصلہ کے خلاف کا کوئی شائبہ نہیں جیسا کہ نام نہاد حدیث کے ٹھیکیداروں نے شور مچا رکھا ہے۔

(فقیہ العصر حضرت مولانا احمد الدین صاحب گانگوی رحمتہ اللہ علیہ عمدۃ العلماء الکاملین حضرت مولانا محمد اکبر علی رحمتہ اللہ کا نصف صدی پہلے جاری کردہ فتوی)

﴿۳۴۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ یہ لفظ ہندی میں کہا (میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے) الفاظ طلاق صریح ہے یا کنایات میں سے ہے یا اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے یا بائن اور تین دفعہ کہنے سے واحد بائن واقع ہوگی یا ثلاثہ، مثلاً ایک شخص بیوی کو مذکورہ لفظ تین دفعہ کہے بنیت طلاق اور ہر دفعہ سنگریزہ جو اس کے ہاتھ میں ہو یکے بعد دیگرے ڈالتا جائے کیا اس صورت میں وہ عورت مطلقہ بثلاثہ ہوگئی یا نہیں۔

سائل مولوی غلام یٰسین روکھڑی

الجواب: تحقیق مغلظہ محققین وفضلاء کے اس عورت پر طلاق ثلثہ مغلظہ واقع ہوگئی وجہ اس کی یہ لفظ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے ہندی میں طلاق صریح ہے، خواہ اس کو ترجمہ لفظ عربی کا قرار دیا جائے جیسا کہ مولانا عبد الحی لکھنوی نے اپنے مجموعۃ الفتاوی جلد اول ص ۳۸۳ میں اس کی تصریح فرمائی ہے یا اس کے کسی لفظ کنائی عربی مثلاً سرحتک وغیرہ کا ترجمہ سمجھا جائے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو لفظ کسی کنائی لفظ کا ترجمہ ہو وہ اس کنائی کی طرح ہمیشہ کے لیے کنائی رہے جو صراحت کا منہہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہو لیکن معناً وہ لفظ اپنے محاورہ میں اگر طلاق صریح کی طرح طلاق میں غلط الاستعمال ہو جائے جو عند رضاعتہ الی المرأۃ سوائے طلاق کے دوسرا معنی نہ سمجھا جائے تو وہ بھی صریح کے حکم میں ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ درمختار میں ہے،

وصریح عالم یستعمل الا فیہ ولو بالفارسیۃ اس کے تحت علامہ شامی نے لکھا ہے،ای غالبا کما یفیدہ کلام البحر آہ اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ ہر لغۃ جو لفظ طلاق کے لیے غلط الاستعمال ہو جائے تو وہ صریح ہو جاتا ہے،اور یہ لفظ عام شائع نہیں ہے جب اس کو عورت کی طرف نسبت کیا جائے تو عرفاً سوا طلاق کے دوسرا کوئی معنی غالباً نہ لیا جاتا ہے اور نہ سمجھا جاتا ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ لفظ ہندی میں طلاق صریح کے الفاظ سے ہے جیسا کہ ہر لغۃ میں کوئی نہ کوئی لفظ طلاق صریح کے لیے مخصوص ہو چکا ہے،مولانا عبدالقادر اپنے رسالہ ارشاد المبین ص ۲۱ (طبع کراچی) میں لکھتے ہیں،

طلاق صریح عربی میں لفظ طلاق کا ہے اور اردو میں چھوڑی اور ہندی میں چھڈی اور فارسی میں ہشتم ترا ز ذنی اللہ تعالیٰ نے ہر زبان میں ایک لفظ بمعنی طلاق صریح بنایا،خواہ پشتو میں یا ترکی میں یا فارسی میں یا انگریزی میں جو معنی طلاق کے ہیں صریح الطلاق عالم یستعمل الا فیہ ،اور فقہاء لکھتے ہیں فی کل لغۃ طلق صریح ہر بولی میں طلاق صریح ہے۔مثال کے طور پر چند روایات ذکر کرتے ہیں تا کہ اس کا مطلب پورا واضح ہو جائے جس سے اطمینان کلی حاصل ہو جائے اور شک نہ رہے،مثلاً سن بوش،بوش اول یہ ہے دونوں لفظ ترکی میں لفظ عربی،خالیۃ یا خلیہ کے ترجے ہیں اور یہ عربی لفظ ان الفاظ طلاق کنائی سے ہیں جن سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے لیکن یہ ترکی الفاظ جو اس کے ترجے ہیں چونکہ طلاق میں غالب الاستعمال ہیں

شامی جلد ۲ ص ۴۴۰ میں ہے،

قال فی الشرنبلالیۃ وقع السوال عن التطلیق بلغۃ و ترک بل رجعی باعتبار العقد و بائن باعتبار مدخول، سن بوش اور بوش اول لان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

معناه خالية او خلية فلينظره قلت وافتى الرحيمى تلميذ خير الرملى بانه رجعى وكما قال افتى به شيخ الاسلام ابو سعيد ونقص مثلا شيخ مشائخنا اتركما فى عن فغازى على افندى مفى دارا الطلسنت وعن الحامدية۔

اور اسی کتاب کے ص ۴۷۶ میں ہے،

ومثله قد معناه فى اول باب الصريح من وقوع الرجعى بقول سن بوش اول فى لغة اترك مع ان معناه العربى انت خلية وبلوكنايته لكنه فى غلب فى لغة اترك استعماله فى الطلاق۔

اسی طرح رہا کردم فارسی سرحتک عربی کا ترجمہ ہے اور سرحتک سے بوجہ کنائی ہونے کے طلاق بائن واقع ہوتی ہے لیکن اس کا فارسی ترجمہ یعنی رہا کردم چلکہ صریح ہو چکا ہے اور اپنے محاورہ میں بمعنی طلاق غالب الاستعمال ہو گیا ہے۔ بعد اس کے طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ شامی جلد دوم ص ۴۷۶ میں ہے،

بخلاف فارسية قول سرحتك وهو رها كردم لانه صار صريحا فى العرف على ما صرح به نجم الزاهدى الخوارزمى فى شرح القدورى آه ثم قال فان سرحتك كناية لكنه فى العرف الفرس استعماله فى الصريح وقد مران الصريح مالا يستعمل الافى الطلاق فى اى لغة كانت آه ثم قال واما اذا تعورف استعماله مجرد الطلاق لا يقيد كونه بائنا يتعين وقوع الرجعى به كما فى فارسية سرحتك

اسی طرح محاورہ فارسی میں ہے، بہشتم یا بہشتم ازز نی ان دونوں لفظوں سے حضرت امام

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اعظم رحمۃ اللہ علیہ بوقت نیت طلاق طلاق رجعی کے قائل ہیں اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی جب عجم میں تشریف لے گئے اور اس کے محاورات سے واقف ہوئے تو ان دونوں لفظوں کے طلاق صریح ہونے اور ان سے طلاق واحد رجعی واقع ہونے کے قائل ہو گئے۔

جیسا کہ فتاوی قاضی خان جلد دوم ص ۲۱۸ میں ہے،

ولو قال بهشتم او بهشتم ازذنی لا یقع الطلاق فی قول ابی حنیفةؒ وان کان ذلك فی ذکر طلاق او خصومته اونوی انوی الطلاق یعق واحدة رجعية وعن ابی یوسف له انه حین خالطلا لعجم وجد هنما صریحاً فی العجم فقال یقع الطلاق وان لم ینو فی ای حال کان ولا یدین قضاء انه عنی به اترك للخروج وان نوی بائناً او ثلاثا فهو علی مانوی لانه یحتمل ذلك فی الفتهم،

اور فتاوی سراجیہ ص ۲۴۶ جلد دوم میں ہے، ولو قال بهشتم او یله کردم اوپائے کشاده کردم وقع بلانية ویکون رجعیاً قاله الامام المیرانی

ہزاروں نظائر کتب فقہ میں موجود ہیں جن کا احتوا دائرہ امکان سے خارج ہے لہٰذا ان پر اکتفا ہو جو اہل انصاف کے لئے کافی اطمینان بخش ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو لفظ جس لغت میں طلاق کے لیے غالب الاستعمال ہو جائے جو عند الطلاق والاضافة الی المرأة یہی معنی متبادر الفهم ہو خواہ وہ لفظ ہندی ہو یا ترکی عربی ہو یا فارسی افغانی ہو یا انگریزی تو حکما صریح ہو جاتا ہے جس سے عند الطلاق رجعی طلاق واقع ہو جاتی ہے زیر بحث لفظ کا بھی یہی حال ہے کہ جب ہی کوئی مرد اپنی عورت کو خطاب کر کے کہے گا تو سوائے طلاق کے دوسرا کوئی معنی و مفہوم نہیں لیا جائے گا، ماشاء اللہ یہ صراحت اس حد تک پہنچ چکی ہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اورعوام میں اس کا اس قدر اثر ہے کہ عموماً لوگ اپنے محاروں میں اس لفظ کے استعمال پرہیز کرتے ہیں مثلاً کوئی کسی سے کہے کہ تم نے فلاں کام یا فلاں عورت کو چھوڑ دیا ہے تو جواب میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے چھوڑ دی بلکہ اس کے بجائے کوئی اور لفظ جو اس کے مفاد کا مفید ہو استعمال کرتا ہے۔ اگر ہواً یا خطاً کہہ گزرے تو فوراً علماء سے مسئلہ پوچھنے کو دوڑتا ہے، یہی ہیں اس صراحت کے نتائج چونکہ مطلق نے لفظ صریح طلاق کو تین دفعہ استعمال کیا ہے۔ لہٰذا صورت میں عورت مطلقہ بہ سہ ۳ طلاق ہوچکی ہے۔ (تصدیق حضرت علامہ مولانا احمد دین گانگوی رحمۃ اللہ علیہ قطب الاقطاب حضرت علامہ محمد اکبر علی رحمتہ اللہ علیہ)

﴿۳۴۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ زید اور اس کی بیوی خالدہ میں جھگڑا ہوا انتہائی غصہ کی حالت میں خالدہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، دی، دی۔ پھر مجمع عام میں اس سے پوچھا گیا کہ تم نے کن الفاظ سے اپنی بیوی کو طلاق دی، زید نے پھر مذکورہ الفاظ دہرائے اور آمد بوقت تنازعہ کے زید اور خالدہ کے درمیان تین گواہ بھی موجود ہیں اور خالدہ کے پاس زید سے ایک دودھ پیتا بچہ بھی ہے، برائے مہربانی جواب جلد مطلع فرمادیں کہ بچہ خالدہ کے پاس رہے یا نہیں۔

سائل مولوی عبدالقدوس ضلع مرادآباد ہندوستان

الجواب: (۱) اس صورت میں خالدہ پر تین طلاق پڑیگی اگر شوہر کی نیت تین طلاق کی نہ ہو خالدہ جب تک کسی غیر شخص سے نکاح نہ کرے حق پرورش خالدہ کا رہے گا۔ کذا فی کتب الفقہ

(۲) صریح طلاق میں نیت اور تاکید کا اعتبار نہیں ہوتا ہر حالت میں طلاق پڑ جاتی ہے، لفظ طلاق دی، دی، دی (یعنی طلاق دی) پوری عبارت اس طرح ہوگی)

طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی کا ایک ہی مفہوم اور ایک ہی مطلب ہے۔ بہر حال طلاق

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا مکرر ایقاع ہے۔اس میں نیت اور تاکید کا عذر غیر مسموع ہے۔ بہر حال صورت مسئولہ میں ہر حالت میں مکرر اطلاق تین شمار ہونگی۔(قطب الاقطاب حضرت مولانا خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۳۴۴﴾ **فتوی شرعی**: کہ آج صبح میرا برادر نسبتی آیا ہم آپس میں باتیں کررہے تھے۔میری بیوی جب چائے لیکر آئی تو ہماری باتوں میں مداخلت کرنے لگی، میں نے منع کیا لیکن باز نہ آئی۔ میں نے غصہ میں کہا جا تُو آج سے تُوں میری والدہ ہے، مجھے تیری ضرورت نہ ہے، میرے گھر سے نکل جا۔آیا ان الفاظ سے میری بیوی مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔سائل: رہتاس خان علووالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ آپ کے الفاظ اولیٰ تو آج سے میری والدہ ہے سے ظہار ثابت نہیں ہوتا۔**فتاوی عالمگیری** میں ہے"لو قال لها انت امی لا یکون مظاهرا وینبغی ان یکون مکروها"۔

پھر اس کے ظہار نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ظہار کے لیے صراحۃ حرف تشبیہ کا ہونا شرعاً ضروری ہے۔ ردالمحتار میں ہے

"فعلم انه لا بد من کونه ظهارا من التصریح باداة التشبیه شرعا"۔

اور ظاہر ہے کہ آپ کے ان الفاظ میں حرف تشبیہ صراحۃ مذکور نہیں تو ان الفاظ سے ظہار ثابت نہ ہوا۔ اس کے بعد آپ نے کہا کہ مجھے تیری ضرورت نہیں سے طلاق واقع نہیں ہوئی، فتاوی عالمگیری میں ہے،ولو قال لا حاجة لی فیك ینوی الطلاق فلیس بطلاق ، بلکہ یہ الفاظ طلاق کے الفاظ کنایات ہی سے نہیں ہیں کہ نہ تو ان میں انشاء طلاق ہے نہ اخبار طلاق۔پھر یہ تعریف کنایہ ہی صادق نہیں ہوئی۔

ردالمحتار میں ہے

"ماذکروه فی تعریف لکنایة (ما احتمل الطلاق وغیره) لیس علی الطلاق بل هو مفید بلفظ یصح خطابها به ویصلح لا نشاء الطلاق

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الذی واضمرہ اولا اخبار بانہ اوقعہ ولا بد من ثالث ھو کون اللفظ سبباً عن الطلاق وناشیاً عنہ ملخصا"۔

توان الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوئی۔ پھر آپ نے کہا تو میرے گھر سے نکل جا تو یہ الفاظ کنایت طلاق سے ہیں کہ ان پر تعریف کنایہ صادق آرہی ہے۔ اوران کا محتمل طلاق ہونا اوران کا اخبار پر دال ہونا۔ بلکہ ان کا ناشی عندالطلاق ہونا ظاہر ہے۔

ردالمحتار میں ہے

"ونحو اخرجی و اذھبی وقومی ای من ھذا المکان لینقطع الشر فیکون انہ طلقہا فیکون جوابا"۔

پھر جب ان الفاظ کا کنایہ طلاق ہونا ثابت ہو چکا تو اگر ان کو بہ نیت طلاق کہا ہے تو ان سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں۔

﴿۳۴۵﴾ **فتوی شرعی**: کہ میں نے سسر کو جا کر کہا کہ آج میں بیوی کو طلاق دے کر جاؤں گا۔ کیا ان الفاظ سے طلاق کا وقوع ہوتا ہے یا نہیں۔ سائل: مولوی نجم الدین

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اگر شوہر یہ کہے کہ آج میں طلاق دے کر جاؤں گا تو طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ ان الفاظ میں شوہر اپنے آئندہ طلاق دینے کے قصد اور ارادہ کا اظہار کر رہا ہے اور نہ اس وقت وہ ایقاع طلاق کر رہا ہے نہ اس کی خبر دے رہا ہے محض قصد وارادہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے

"لو قال نویت طلاقك او ارادت طلاقك لا تطلق وان نوی"۔

لہٰذا اگر اس شوہر نے صرف یہ الفاظ کہے ہیں تو ان الفاظ سے طلاق ہی واقع نہیں ہوتی ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے "ولو قال نویت طلاقك او احببت طلاقك اوو

رضیت طلاقك او اذدت طلاقك لا تطلق و ان نوی۔

لہٰذا آپ کی بیوی اب بھی آپ کی بیوی ہے اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

﴿۳۴٦﴾ **فتوی شرعی:** میرے بیٹے کی شادی دو سال قبل ہوئی ہے۔ معمولی گھریلو جھگڑا ہوا۔ تو میرے بیٹے نے بحالت غصہ کہا میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ یہ لفظ تین دفعہ سے زائد مرتبہ کہے۔ اس بات کے گواہ میرے علاوہ گھر کی عورتیں بھی ہیں۔ ان کے بیان لف ہیں۔ میری بہو حاملہ ہے۔ ہم نے سن رکھا ہے کہ حاملہ کو طلاق نہیں ہوتی۔ اور نہ دودھ پلانے والی کو کیا یہ درست ہے۔

سائل محمد رمضان میانوالی

الجواب: محترم رمضان صاحب آپ نے غلط سن رکھا ہے۔ عورت حاملہ ہو یا دودھ پلانے والی ہو ہر حالت میں طلاق پڑ جاتی ہے۔ آپ کے بیان حلفی اور دیگر گواہوں کی گواہی کی روشنی میں آپ کی بہو مطلقہ مغلظہ ۳ بہ سہ طلاق ہو چکی ہے۔ آپ کے بیٹے پر حرام ہو چکی ہے۔ وضع حمل کے بعد عدت پوری ہوگی۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے،

اذا قال لامراته انت طالق و طالق و طالق ولم یعلمه بشرط و ان کانت مدخولة طلقت ثلاثا،

یعنی جب خاوند نے اپنی بیوی سے کہا تو طلاق والی ہے اور طلاق والی ہے اور طلاق والی ہے اور اس نے طلاق کو کسی شرط سے معلق بھی نہیں کیا اور عورت مدخولہ ہے تو اسے تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ رہا غصہ تو یہ وقوع طلاق سے مانع نہیں۔ کیونکہ طلاق عموماً دی ہی غصہ کی حالت میں جاتی ہے بلکہ الفاظ کنایہ میں غصہ دلیل طلاق ہے۔

۔باقی رہا غصہ مانع طلاق نہیں ہے۔ بلکہ ارادۂ طلاق کی علامت ہے۔

﴿۳۴۷﴾ **فتوی شرعی:** میری بیوی حافظ قرآن پڑھی لکھی ہے۔ بس گھریلو کسی مسئلے پر مجھ سے الجھ پڑی۔ مجھے سخت غصہ آیا میں نے تین بار کہا میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ یہ الفاظ اس نے

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بالکل نہ سنے اور نہ میں نے بتائے۔ میرا سوال یہ ہے کہ طلاق کا بیوی کو علم ہونا ضروری ہے یا نہیں۔

سائل غلام حسن میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ طلاق صرف زبان سے کہہ دینے سے ہو جاتی ہے۔ خواہ بیوی سنے نہ سنے، گواہ ہوں یا نہ۔ بیوی کو علم ہو یا نہ۔ ان پڑھ ہو یا حافظ قرآن، طلاق پتھر ہے۔ نکاح شیشہ ہے۔ جب پتھر شیشہ پر لگتا ہے تو شیشہ ٹوٹ جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کے بیان حلفی کے مطابق آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ ۳ بہ سہ طلاق ہو چکی ہے۔ آپ پر لازم ہے کہ ان سے علیحدہ رہیں۔ بغیر حلالہ شرعی کے آپ کے عقد میں دوبارہ نہیں آسکتی۔

قرآنِ مجید میں ہیں

"فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ"۔

﴿۳۴۸﴾ **فتوی شرعی**: مجھے والدہ کہتی تھی کہ جاؤ بازار سے سبزی وغیرہ خرید کر لاؤ۔ میری طبعیت ٹھیک نہ تھی۔ بار بار کہا، مجھے سخت غصہ آیا اور کہا اگر میں بازار سبزی یا گوشت وغیرہ خریدنے گیا تو میری بیوی پر تین طلاق۔ جب میرا غصہ ٹھنڈا ہوا تو میں بازار چلا گیا۔ سبزی کے علاوہ اور بھی گھریلو اشیاء خرید لایا۔ میں نے طلاق صبح کے وقت اٹھائی تھی اور بازار شام کے وقت گیا۔ کیا میری بیوی مطلقہ ہوگی یا نہ۔

سائل محمد اکرم ولد محمد راشد علی میانوالی

الجواب: محمد اکرم آپ نے طلاق کو معلق باشرط کیا۔ آپ کو چاہیے تھا یہ بازار نہ جاتے۔ آپ خود اقرار کر رہے ہیں کہ میں بازار گیا اور اشیاء بھی خرید لایا تو آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ بدون حلالہ شرعی کے دوبارہ آپ کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

جیسا کہ شامی جلد دوم ص ۵۹۰ میں ہے

"ومن الالفاظ المستعلمة الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی و علی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلانیة"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۴۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ مجھے بخار تھا۔ میری بیوی والدین کے گھر گئی ہوئی تھی۔ میں نے بار بار کہا گھر واپس آ جاؤ۔ لیکن نہ آئی۔ میں نے بحالت غصہ کہا اگر تو کل آفتاب غروب ہونے تک نہ آئی تو تجھ پر تین طلاق۔ یعنی تو مجھ پر تین طلاقوں سے حرام ہوگی۔ اسی اثناء میں اچانک وہ بھی بیمار ہوگئی۔ اس کے والد نے کہا بیٹا گھر نہ جاؤ۔ جب بخار اترے گا تو چلی جانا۔ اب میں بڑا پریشان ہوں۔ کیا کروں وقت گذر چکا ہے۔ میری بیوی مطلقہ ہوگی یا نہ۔

سائل سعد رفیق میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ سعد رفیق صاحب آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ بدون حلالہ شرعی کے دوبارہ آپ کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

ردالمختار جلد دوم صفحہ ۶۸۶ میں ہے، **وتنحل اليمين اذا وجد الشرط**

کیونکہ آپ نے شرط لگائی تھی کہ کل غروب آفتاب تک آجانا۔ آپ کے حلفی بیان کے مطابق وہ غروب آفتاب تک نہ آئی بلکہ کچھ دن والدین کے گھر گذار کر آئی۔

﴿۳۵۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بھائی سے پچھلے سال زمین کے معاملہ میں تنازع ہوا۔ لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ میں نے قسم اٹھائی تھی اگر میں بھائی کے گھر قدم رکھوں یا کلام کروں تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق سے حرام ہو۔ مجھے بیٹوں اور دیگر قریبی رشتہ داروں نے مجبور کیا کہ اپنے بھائی سے صلح کرلو۔ المختصر یہ ہے کہ وہ بھائی میرے پاس آیا معافی مانگی۔ زمین بھی واپس کی، میں نے اس سے گفتگو کی اور اس کے گھر گیا۔ بیٹھا رہا، چائے پی پھر واپس آگیا۔ کچھ دنوں کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں نے طلاق اٹھائی تھی کہ بھائی سے نہ کلام کرونگا اور نہ ان کے گھر جاؤں گا۔ اب مجھے بہت افسوس ہوا، جناب مجھے از روئے شرع مسئلہ بتایا جائے، جو حکم شریعت کا ہوگا اس پر عمل کرونگا۔ سائل زمان خان ساکن دلیوالی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ حاجی محمد خان صاحب آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ کیونکہ آپ نے بھائی کے ساتھ گفتگو نہ کرنے اور ان کے گھر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نہ جانے کی طلاق اٹھائی تھی۔ جبکہ آپ کے بیان کے مطابق بھائی سے کلام کی اور ان کے گھر جا کر چائے نوش فرمائی۔ لہٰذا شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہوگی۔ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۴۷ پر ہے، فاذ اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط۔

﴿۲۵۱﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے قسم کے ساتھ کہا اگر میں چچا کے گھر جاؤں تو میری بیوی تین طلاقوں سے حرام ہو۔ اب میں بڑا پریشان ہوں، میرے کزن کی شادی ہونیوالی ہے۔ جناب مجھے مسئلہ سے آگاہ فرمائیں اگر میں چچا کے گھر چلا جاؤں تو میری بیوی پر طلاق ہوگی یا نہ۔ اپنے محلہ کے استاد سے پوچھا تھا انہوں نے کہا اگر چچا کے گھر جائے گا تو بیوی سے فارغ ہو جائے گا۔

سائل محمد امان اللہ ولد احسان اللہ بلوخیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے استاد نے ٹھیک کہا ہے۔ اگر چچا کے گھر جائے گا تو تیری بیوی مطلقہ بہ سہ ۳ طلاق ہو جائے گی۔ بدون حلالہ شرعی دوبارہ نکاح نہیں ہو سکے گا جیسا کہ "وتنحل الیمین اذا وجد الشرط مطلقاً لکن ان وجد فی الملك طلقت"۔ دوسرے گھر چلے جائیں تو کوئی حرج نہ ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب ما لا یقع الطلاق

﴿۳۵۲﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،
کہ محمد اختر نے بوقت نکاح مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کی بیٹی اپنے گھر میں رکھوں گا اور اپنے ساتھ نوکری پر نہ لے جاؤں گا۔ اب وہ عدہ خلافی کر رہا ہے۔ میں بوڑھا ہونے کے علاوہ بیمار بھی ہوں۔ میری بیٹی کے علاوہ اور کوئی گھر میں نہ ہے۔ مجھے ایک مولوی نے کہا ہے کہ اس وعدہ خلافی سے نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ کیا یہ واقعی صحیح ہے کہ میری بیٹی مطلقہ ہو چکی ہے۔

سائل محمد زمان ساکن بیرُولی

الجواب بتوفیق الملک الوهاب هوالله الموفق باالصواب۔

صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ چونکہ تعلیق نہیں ہے۔ آپ کی بیٹی نہ مطلقہ ہوئی ہے اور نہ نکاح ٹوٹا ہے۔ ہاں آپ کا داماد وعدہ خلافی کر رہا ہے۔ وعدہ کے متعلق قرآن مجید کا فرمان ہے، وافوا بالعهد ان العهد کان مسئولا ۔ وعدہ پورا کرو وعدہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ مولوی کا کہنا صحیح نہیں ہے۔

﴿۳۵۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ آسیہ بی بی دختر اللہ ڈتہ ضلع بھکر میں آسیہ بی بی لفظ اشھد اللہ سے حلفیہ بیان کرتی ہوں جو کچھ کہوں گی اللہ رب العزت کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہونگی، میں عاقلہ بالغہ 20 برس کی ہوں، میرے نانا جان قادر بخش اور میرے والد اور میرے چچا نے میرا نکاح محمد فیاض ولد فیض محمد سے کرنے کا ارادہ ظاہر کیا میں نے انکار کیا اور کہا کہ میرا نکاح فیاض وغیرہ سے نہ کرنا۔ اس انکار کا تذکرہ میں نے نانی جان کنیز بی بی بہو قادر بخش سے بھی کیا لیکن افسوس کہ انہوں نے میرے نکاح کی رسم شروع کر دی۔ بعد از عشاء چند آدمی میرے پاس

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آئے انہوں نے مجھے کہا ہم تیرا نکاح فیاض ولد فیض سے کرتے ہیں، کیا تو راضی ہے؟، میں حلفاً کہتی ہوں کہ اسی وقت فوراً صاف صاف انکار کیا اور کہا اس وقت میں بہت پریشان ہوں مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو، نکاح کے متعلق میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا، میں کسی سے نکاح نہیں کرتی۔ جلد ہی کیا ہے، مجھے سوچنے کا موقع دیا جائے، لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی نکاح کی رسم ادا کر دی۔ جونہی مجھے معلوم ہوا کہ میرے صاف انکار کے باوجود نکاح کر دیا گیا ہے تو میں نے اپنے نانا جان، اور والدہ کے علاوہ نانی جان کو اپنے انکار سے آگاہ کیا، لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی، اور ابھی تک اسی بات پر بضد ہیں، عید کے موقع پر فیاض کی والدہ نسرین بی بی کپڑا اور کچھ سامان لے کر بطور مجھے دینے آئی تو میں نے لینے سے انکار کیا اور والدہ کو کہا ان کو کہو اپنا سامان اٹھائے اور گھر جائے، آئندہ ہمارے گھر پر نہ آئے، میرا ان سے کوئی رشتہ نہ ہے۔

یہ بیان پڑھ کر آسیہ بی بی کو سنایا گیا، سمجھایا گیا

نشان انگوٹھا آسیہ بی بی

جناب عالی! ہم آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ شریعت مطہرہ میں آسیہ بی بی دختر اللہ دتہ کا نکاح فیاض ولد فیض محمد سے ہے یا کہ بچی مذکورہ اپنی مرضی سے کسی دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے؟

سائل غلام بشیر، قاری عمر بخش

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آسیہ دختر اللہ دتہ موضع ڈھانڈلہ ضلع بھکر کے حلفیہ بیان کے مطابق اگر صورت مسئلہ اگر واقعی اسی طرح ہے تو مسماۃ آسیہ بی بی کا نکاح صحیح و نافذ نہیں ہے۔ کیونکہ عاقلہ بالغہ پر نکاح کے معاملہ میں جبر نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے، لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت او ثیبا، درمختار میں ہے، لا تجبر البالغة

البکر علی النکاح لا نقطاع الولایۃ بالبلوغ

لہٰذا مسماۃ مذکورہ جہاں چاہے اپنی مرضی سے نکاح کرسکتی ہے۔

﴿۳۵۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی نے چوری کی، جب میں نے پوچھا تو صاف انکار کر دیا۔ میں نے بحالت غصہ میں کہا اگر گھر میں تو اپنا قصور نہ مانے گی تو تین طلاق ہے۔ اس سے قبل وہ میری والدہ کو اسی چوری کے متعلق اقرار کر چکی تھی۔ لیکن میری والدہ سے کہا اظہار نہ کرنا۔ میری بے عزتی ہوگی، مجھ سے غلطی ہوگئی خدارا معاف کر دو۔ المختصر یہ ہے کہ میری بیوی نے میرے سامنے چوری سے انکار کیا اور میری والدہ کے سامنے اقرار جب کہ میں طلاق دے چکا ہوں۔ اب ازروئے شرع مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد اسد خان جانو خیلانوالہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی مطلقہ نہ ہوگی، کیونکہ آپ کی بیوی اپنا قصور آپ کی والدہ سے اظہار کر چکی ہے۔ اس لیئے آپ کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوئی، کیونکہ یہ قاعدہ ہے، اذا فات الشرط فات المشرط۔

﴿۳۵۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ ہمارے شہر کندیاں میں محمد سہیل نامی ایک لڑکے نے ایک لڑکی سے زنا کیا۔ لڑکی کے ورثاء نے مطالبہ کیا ہمیں وہ اپنی بہن کا نکاح کر دے ورنہ ہم محمد سہیل کو قتل کر دینگے۔ ایک دن اس کو پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔ خوب پٹائی کی۔ حتی کہ مارنے پر آ گئے، اتنے تک شور و غل کی آواز پڑوسیوں نے سنی تو وہ آ گئے اور صلح صفائی کے لیئے کہا۔ المختصر یہ کہ صلح صفائی کے لیے کمیٹی بنا دی گئی۔ اس لڑکے نے وعدہ کیا کہ میں ایک ہفتہ کے اندر اپنی بہن کا نکاح کر کے دوں گا اور اگر نہ کروں تو اس نے منہ سے کچھ نہ کہا بلکہ پانچ پتھر زمین پر پھینک دیئے اور چلا گیا۔ اب جب کہ ایک ماہ گزر چکا ہے وہ واپس نہیں آیا۔ محمد سہیل کی بیوی مطلقہ ہوئی یا نہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سائل محمد رفیق انجم کندیاں

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ کنکریاں پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جب تک کہ منہ سے الفاظ طلاق نہ کہے جائیں۔

جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے،

وبه ظهران من تشاجر مع زوجته فاعطاها ثلثة احجار ينوى الطلاق و لم يذكر لفظالا صريحا ولا كناية لا يقع عليه (درمختار جلد دوم ص ۵۷۵)

﴿۳۵۶﴾ فتوی شرعی: کہ چند روز قبل میرے بہت قریبی دوست کے گھر رات کو ڈاکو آگئے۔ مال وغیرہ لوٹنے کے بعد میرے دوست کی بیوی سے زیادتی بھی کر گئے۔ اب میرا دوست بڑا پریشان ہے اور بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے کیا وہ طلاق دے دے، شرعاً کوئی گناہ تو نہیں ہوگا۔

سائل عظمت اللہ خان میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے دوست کے ساتھ برا ہوا۔ انہیں سمجھایئے کہ طلاق نہ دے، آپ کی بیوی کے ساتھ جو ہوا وہ بادل نخواستہ ہوا۔ آپ کا نکاح قائم ہے۔ حدیث شریف میں ہے، طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے۔

﴿۳۵۷﴾ فتوی شرعی: کہ میرے چچا غلام رسول کی شادی چار سال پہلے ہوئی۔ میرا چچا چچی کو گھر چھوڑ کر سعودی عرب چلا گیا۔ اب پاکستان آیا ہے لیکن ہمارے گھر نہیں آیا۔ وہ میرے ماموں کے پاس آیا۔ میرے ماموں اہل خانہ نے سمجھایا کہ گھر جاؤ اس نے کہا وہ عارضی بیوی مجھے پسند نہیں۔ ان کا قصہ چھوڑو۔ اس پر میری مامی جان اور بھابھی نے کہا پھر انہیں آزاد کر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دو۔ یعنی طلاق دے دو۔ تو غلام رسول نے کہا اچھا اب میری طرف سے تین طلاق ہے۔ ان کے اس بیان کی گواہ دو عورتیں ہیں جن کے حلفی بیان لف ہیں۔ شرعی مسئلہ سے آگاہی دیکر مشکور فرمائیں۔ سائل شوکت اقبال محلہ یتیم خانہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کو یقین ہے کہ آپ کی چچی کو طلاق ہو چکی ہے تو اس صورت میں وہ دوسری جگہ بعد از عدت شادی کر سکتی ہے۔ یقین نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ جیسا کہ در المختار میں،

لو قالت امرأته لرجل طلقني زوجي وانقضت عدتي لا بأس ان ينكحها۔

﴿۳۵۸﴾ فتوی شرعی: کہ میری بیوی کی عادات و اخلاق اچھے نہیں نیز شریعت کی بھی متبع نہیں، میرا جی چاہتا ہے کہ اس کو طلاق دیکر فارغ کر دوں اور اچھے اخلاق و نیک اعمال والی عورت سے شادی کرلوں کیا میں ایسا کر سکتا ہوں

سائل محمد حنیف ساکن گلمیری

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاق نہ دیں ایسی صورت میں واجب نہیں ہے۔، بہتر یہ ہے کہ اس کو سمجھاتا رہے اور طلاق نہ دیوے، لیکن بد اخلاق تارک صلوٰۃ اور فاجرہ ہو تو طلاق شرعاً واجب ہے۔

جیسا کہ رد المختار میں ہے،

وقولهم الاصل فيه اى فى الطلاق الحظر معناه ان الشارع ترك هذا الاصل فاباحه بل يستحب لو موذية او تاركة صلاة ومفاده ان لا اثم بمعاشرة من لا تصلى، لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة ولا

علیھا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس ان یتفرقا (ایضا فصل فی المحرمات ص۴۰۲ جلد دوم۔

﴿۳۵۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں اپنی بیوی سے بے پناہ محبت کرتا ہوں، لیکن وہ مجھ سے نفرت کے علاوہ بعض اوقات گالیاں بھی دینا شروع کر دیتی ہے، بلکہ میری والدہ جب میری طرف داری کرتی تو اس کو بھی گالیاں دیتی ہے، اس طرح یہ میرے لیے عذاب ہے، کیا میں طلاق دے دوں کوئی گناہ تو نہ ہوگا۔

سائل صوفی محمد خضر حیات چٹہ وٹہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر گھر بسانے کی کوئی صورت نہ ہوتو طلاق دینا کوئی گناہ نہ ہے، ردالمختار جلد دوم ص ۶۷ میں ہے

فی القهستانی عن شرح الطحاوی السنته اذا وقع بین الزوجین اختلاف ان یجتمع اهلهما الیصلحوا بینهما فان لم یصلحا جاز الطلاق۔

﴿۳۶۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دوں لیکن زبان سے یہ الفاظ کبھی نہیں کہے، بلکہ صرف دل میں خیال گزرتا ہے، کیا ایسا کرنے سے میری بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔

سائل محمد کمال خان بوری خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس طرح طلاق واقع نہیں ہوگی۔

جیسا کہ درمختار میں ہے،

عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تجاوز عن امتی ما وسوست به

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صدورها مالم تعمل به او تتکلم متفق علیه (مشکوٰۃ باب الوسوسه فصل اول صفحه ۱۸) هکذا فی الفتاوٰی الرضویة فی الجز الثانی عشر ص ۳۸۱۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صرف دل میں خیال آنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی کوشش کریں کہ یہ خیال بھی نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہتر ہے۔

﴿۳۶۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے باپ نذیر احمد نے طلاق نامہ لکھوایا اور مجھ سے زبردستی دستخط کرا لیئے، حالانکہ میرا طلاق اور دستخط کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ سب کچھ زبردستی ہوا۔ آیا طلاق ہوئی یا نہیں۔

سائل محمد حنیف زرگر میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ زبردستی لکھوانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

وفی البحران المراد لا اکراہ علی التلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا۔ (ردالمحتار جلد دوم ص ۵۷۰)

﴿۳۶۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ رات کے وقت میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا۔ اور پھر دن کے وقت میرا برادر نسبتی آ گیا میری بیوی نے اپنے بھائی کے ساتھ ملکر مجھے مارا اور جھگڑا کیا، مجھے کافی پریشانی ہوئی، اسی عالم میں میں بیہوش ہو گیا۔ میرے والد اور میرے چچا کے بیان کے مطابق میرے منہ سے کئی قسم کی فحش گالیاں نکلتی رہیں اور اسی اثنا میں میرے منہ سے طلاق، طلاق، طلاق کا لفظ کئی بار نکلتا رہا۔ میری بیوی گھر چلی گئی اور کہا کہ مجھے طلاق ہو گئی ہے، جب کہ میں حلفاً کہتا ہوں میں جھگڑے کے دوران ہی بے ہوش ہو گیا تھا، مجھے کوئی خبر نہیں کہ میں کیا کہتا رہا۔ کیا میری منکوحہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مطلقہ بہ سہ ۳ طلاق ہوگی یا نہیں۔

سائل محمد عمر الدین ولد صلاح الدین ساکن اباخیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ جب غصہ اس درجہ پہنچ جاوے کہ کچھ ہوش وحواس نہ رہے تو ایسی حالت کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

جیسا کہ شامی میں ہے،

حیث قال الثانی ان یبلغ النهایة فلا یعلم ما یقول ولا یریدہ فهذ الاریب انه لا ینفذ شئی من اقواله۔ فتاوٰی خیریه جلد دوم ص ۵۸۰

ردالمحتار جلد دوم ص ۵۷۷ میں ہے،

وسئل نظماً طلق زوجة ثلاثا فی مجلس القاضی وهو مختلط مدحوش ما جاب تظمیاً بان الاهش من اقسام الجنون فلا یقع۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی منکوحہ پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

﴿۳۶۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی کے ایک لڑکے کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے، میں ایک دن گھر آیا تو میری بیوی اس لڑکے کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی، وہ فوراً اٹھ کر میرے پاؤں پڑ گئی اور قرآن اٹھا کر کہا کہ میں سچے دل سے توبہ کرتی ہوں، آئندہ مجھ سے یہ برا فعل نہیں ہوگا، بہر حال کافی بحث کے بعد مجھے یقین آ گیا کہ شاید یہ باز آ جائے اور معاف کر دوں بہر حال یہ مجھے یقین ہے کہ زنا تو اس سے سرزد ہوا ہے، میری آپ سے التجاء ہے کہ آیا اگر میں بیوی کو رکھوں تو کیا رکھ سکتا ہوں یا کہ طلاق دوں، آپ ہی راہنمائی فرمادیں۔ سائل محمد عارف خان سوانس

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر آپ کی بیوی زنا سے سچے دل سے توبہ کرتی ہے تو طلاق دینا ضروری نہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ الدر المختار جلد۲ ص ۴۰۳ میں ہے،

ولا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ۔

الدر المختار جلد۲ ص ۳۸۶ میں ہے،

لو زنت امرأۃ رجل لم تحرم علیہ وجازلہ وطؤھا عقب الزنا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر توبہ کرتی ہے تو موقع دیں، شائد کہ خوف خدا پیدا ہو جائے اور آپ کا گھر بچ جائے۔

﴿۳٦٤﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے انتہائی قریبی رشتہ دار کی بیوی حلفاً کہتی ہے کہ میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں، مگر اس کا شوہر انکار کرتا ہے، کہتا ہے میں نے جھگڑا ضرور کیا ہے مگر طلاق وغیرہ نہیں دی، میری بیوی جھوٹ بولتی ہے، از روئے شرع کیا حکم ہے،

سائل محمد رفیق خان شمشیر آباد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے رشتہ دار کی بیوی مطلقہ نہں ہوتی کیونکہ نصاب شہادت مکمل نہ ہے۔

رد المختار جلد چہارم ص ۵۱۵ میں ہے،

ونصابہا لغیرھا من الحقوق، کنکاح وطلاق، رجلان، او رجل وامرأتان ولا تقبل شہادۃ اربع بلا رجل۔

﴿۳٦۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے طلاق اس طرح دی ہے، بیوی نہ حاضر تھی نہ اس کی طرف اشارہ کیا نہ اس کا نام لیا بلکہ میں نے طلاق تو زرینہ بی بی کو دی ہے، حالانکہ میری بیوی کا نام شمیم اختر ہے، جیسا کہ نکاح نامہ کی کاپی لف ہے، میں نے کسی آدمی کو مطمئن کرنے کے لئے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چال چلی تھی۔اہل محلہ اور میری بیوی کے بھائیوں نے شور مچا دیا کہ غلام حسین کی بیوی مطلقہ ہوگئی۔

آپ مسئلہ سے آگاہ فرمادیں۔

سائل غلام حسین ساکن سہراب والا

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی نہ حاضر تھی اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا اور نام بھی کسی اور عورت کا لیا گیا اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوئی۔

جیسا کہ درمختار جلد۲ص ۳۷۸ میں ہے،

غلط وکیلها بالنکاح فی اسم ابیها بغیر حضورها لم یصح للجهالته وکذا لو غلط فی اسم بنته الا اذا کانت حاضرة و اشار الیها فیصح۔

پس جیسا کہ نکاح میں تسمیہ غلط سے نکاح نہیں ہوتا، ایسا ہی طلاق میں بھی طلاق واقع نہ ہو گی۔

﴿۳۶۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے رات کو بیوی سے جھگڑا کیا اور سخت غصہ کی حالت میں صبح اسٹام طلاق دینے کی غرض سے خریدا، جونہی میں وثیقہ نویس کے پاس گیا تو میرا والد آ گیا اس نے میری خوب بےعزتی کی اور اسٹام کو پھاڑ دیا اور کہا اگر طلاق دی تو میں تجھے ماردونگا۔ میں حلفاً کہتا ہوں اس سے زیادہ بات نہ ہوئی، آیا میری بیوی پر طلاق پڑتی ہے یا نہ۔

سائل محمد انور خان ساکن مظفر پور

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محض اسٹام پیپر خریدنے سے طلاق نہیں پڑتی، کیونکہ آپ نے نہ طلاق خود لکھی اور نہ لکھوائی۔

جیسا فتاوی شامی جلد دوم ص ۵۹۸ میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولو استکتب من آخر کتابا بطلاقها او قراه علی الزوج فاخذه الزوج و ختمه و عنونه و بعث بها الیها فاتاها وقع علیها ان اقر الزوج انه کتابه۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی زوجہ پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۶۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے بیٹے محمد ارشد نے کل مجھ سے جھگڑا کیا وہ مجھ سے رقم مانگتا تھا جب کہ میرے پاس پیسے نہ تھے، اسی جھگڑا کے دوران میری بہو آگئی اس نے کہا اگر میرے سسر کے پاس رقم ہوتی تو تجھے ضرور دیتے، اور کہا نکما آدمی خود کام کیوں نہیں کرتے غیرت کر ،محنت مزدوری کرو۔ المختصر یہ کہ میرے بیٹے کا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوگیا غصہ کی حالت میں وہ وثیقہ نویس کے پاس کچہری میں چلا گیا، مجھے بہو نے کہا یقیناً وہ کوئی غلط کام کرے گا چلو انہیں سمجھاؤ، میرے بیٹوں کا کہنا ہے کہ محمد ارشد نے اشٹام پیپر خریدا اور ہم پہنچ گئے ہم نے اور عرضی نویس محمد اصغر نے سمجھایا کہ طلاق نہ دو پھر اس نے اشٹام جو طلاق کے لیے خریدا تھا پھاڑ دیا، آیا طلاق تو نہیں ہوئی۔

سائل محمد ناصر جاوید خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ وثیقہ نویس سے طلاق کے معاملہ میں صرف بات کرنا طلاق واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ فتاوی شامی جلد دوم ص ۵۹۰ میں ہے،

ولو استکتب من آخر کتاباً باولو استکتب من آخر کتابا بطلاقها اوقراه علی الزوج فا خذه الزوج و ختمه و عنونه و بعث بها الیها فاتا ها وقع علیها ان اقر الزوج انه کتابه۔ وکذا کل کتاب لم یکتب بخطه ولم یملہ بنفسه لا یقع الطلاق مالم یقرانه کتابه۔ هکذا فی الدر المختار جلد دوم ص ۵۹۲۔

﴿۳۶۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ ناراضگی کے باعث میں نے اپنی بیوی کو دو طلاق دی تھی تقریباً ایک ہفتہ کے اندر پھر نکاح ہو گیا اور اب میری بیوی اور ان کے بھائیوں نے مجھ سے جھگڑا کیا میں نے غصہ میں آکر پھر دو طلاقیں دے دیں۔ ہمارے امام مسجد کہتے ہیں کہ تیری بیوی مطلقہ چار طلاق سے ہو چکی ہے کیونکہ طلاقیں تین ہیں ایک لغو ہوئی بہر حال تین طلاق سے مطلقہ ہو چکی ہے، میری چک میں بے عزتی ہو رہی ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں میری راہنمائی فرمائیں۔

سائل چوہدری مہتاب احمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ چک کے امام مسجد کا کہنا غلط ہے، آپ بغیر عدت کے اگر بیوی راضی ہو تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، حلالہ اور عدت کی ضرورت نہ ہے۔

جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم ص ۷۳۸ میں ہے،

وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعد ما بالا جماع۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی بیوی دو طلاق سے مطلقہ ہوئی ہے۔ نکاح کر لیں۔

﴿۳۶۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میاں اور بیوی اور شوہر کی والدہ ایک طلاق کی گواہی دیتے ہیں جب کہ پڑوسی نصر اللہ خان، حفیظ اللہ خان کونسلر کہتے ہیں، بعد از نماز مغرب اقبال خان نے بیوی سے جھگڑا کیا اسی دوران ہم نے سنا وہ کہہ رہا تھا میں نے تجھے تین طلاقیں دی ہیں جب کہ درمیان میں دیوار حائل ہے۔ ہم اقبال کو دیکھا نہیں صرف اس کی آواز سنی، آیا اس صورت میں اقبال کی بیوی مطلقہ ہو گی یا نہیں شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمادیں۔

سائل نصر اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ تین طلاق ثابت نہ ہوں گی، کیونکہ تین طلاق کے گواہ خود کہتے ہیں اور مقر ہیں کہ ہم اس مکان میں موجود نہ تھے اور دیوار درمیان میں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حائل تھی اور ہماری شہادت سمعی ہے۔ لہٰذا یہ شہادت شرعاً معتبر نہیں ہے۔

جیسا کہ الدر المختار جلد ۴ ص ۵۱۸ میں ہے، **ولا يشهد على محجب بسماعه منه الا اذا تبين القائل بان لم يكن فى البيت غيره لكن لو كان لا تقبل۔**

پس رجوع کرنا عدت کے اندر صحیح ہے۔ اور وہ دونوں باہم زن و شوہر ہیں۔ نکاح ان کا قائم ہے۔ ھکذا فی المتون۔

﴿۳۷۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری شادی کو تقریباً دس سال ہو گئے ہیں اولاد نہ ہے۔ میری خواہش تھی کہ دوسری شادی کروں۔ دوسری شادی کے لیے کوشش کی گئی۔ انہوں نے کہا آپ کا نکاح اس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ سابقہ بیوی کو طلاق دیں۔ لیکن میں پہلی بیوی کو طلاق دینا نہیں چاہتا۔ میں نے ایک چال چلی، جب طلاق دی تو میں نے اپنی بیوی کے نام کی بجائے کزن کا نام لیکر طلاق دی۔ اور میں نے پہلے گواہ بھی بنا دیا تھا کہ میں چال چلوں گا۔ میری بیوی کا نام سمیرا بی بی ہے لیکن بوقت طلاق حمیرا بی بی کا نام لیکر طلاق دی۔ کیا میری بیوی پر تو طلاق نہیں پڑے گی۔

سائل شاہ بہرام ساکن مظفر پور میانوالی

الجواب: اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۳۷۵ میں ہے، **ولو قال امراته الحبشية طلاق ونيته له فى طلاق امراته ليست بحبشية لا يقع عليها وعلى هذا اذا سمى بغيرا سمها ولا نية له فى طلاق امراته۔** اور اگر پہلے گواہ بنا لیئے تو بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی بیوی کو کوئی طلاق نہیں ہوئی۔

﴿۳۷۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ وقوعہ کے روز گھر کندیاں میں صبح ہمارا کسی عزیز کی وجہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے تکرار ہوا۔ اور جب دن گزر گیا۔ تقریباً عصر کے وقت ہم دونوں میاں بیوی اپنے موٹر سائیکل پر سوار ہو کر میانوالی سسرال کو چلے۔ راستہ میں میں نے بیوی کو سمجھانے کی کچھ باتیں کیں۔ شام کو ہم سسرال کے گھر کے قریب پہنچ کر گھر سے تھوڑا فاصلے پر میں نے اپنی بیوی کو موٹر سائیکل سے اتارا۔ اور وہ میکے گھر چلی۔ تو میں نے اپنا موٹر سائیکل موڑا۔ میرا منہ دوسری طرف تھا تو میں نے کنکر اٹھائے اور میں ایک ہی سانس میں لفظ طلاق، طلاق، طلاق کہا۔ نہ بیوی کا نام لیا اور نہ ہی اس کے ماں باپ کا اور نہ ہی میں نے کہا کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ یا میں نے تمہیں طلاق دی۔ نہ ہی میرا ارادہ طلاق تھا۔ اور اس وقت کوئی گواہ بھی موجود نہ تھا۔ اور اس کے بعد ہماری کوئی بات نہ ہوئی۔ ہم دونوں اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ میری بیوی اس وقت حاملہ تھی۔ میں قرآن وسنت کے روشنی میں علماء کرام سے راہنمائی چاہتا ہوں کہ میری بیوی مطلقہ ہوئی یا نہیں۔

سائل عبدالغفار کندیاں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ فقہا کرام نے متفقہ تحریر فرمایا ہے کہ جوڈھیلے پھینکنے کو فلا یقع بالقاء الاحجار الیھا، ہی نہیں۔ پھر فرمایا لان رکن الطلاق اللفظ او ما یقوم مقامھا۔ آگے فرماتے ہیں، کطلقتك، و انت طالق و مطلقة بالتشدید قید بخطابھا۔ لم یقع لترکه الاضافة الیھا۔

شارع فرماتے ہیں،

ای المعنویة۔ فانھا الشرط والخطاب من الاضافة المعنویة وکذا الاشارة نحو ھذہ طالق، وکذا نحو امراتی طالق۔ و زینب طالق۔

بعض علماء کو اضافۃ المعنویہ کو سمجھنے میں غلطی لگی وہ اضافت نحوی سمجھتے رہے یہ فقہی اصطلاح

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

ہے،توعدم وقوع الطلاق اصلاً لفقد بشرط الاضفاته اليها۔ الآخرہ کما فی البحر۔

یعنی میں نے تجھ کو طلاق دی، انت طالق یعنی تو طلاق والی ہے،لفظ مطلقہ بتشدید لام صریح ہے اور بتخفیف لام صریح نہیں کنایہ ہے۔اسی لیے شارع نے فرمایا طلاق صریح کی مثالوں کو عورت کے خطاب سے مقید کیا گیا ہے۔اپنی مثال میں کاف ضمیر سے دوسری اور تیسری مثال میں انت ہے، اس واسطے کہ اگر خطاب یوں بولے گا کہ تو نکلی تو طلاق واقع ہو گی یا یوں کہا کہ نہ نکلنا بغیر میرے حکم کے سومقرر میں نے قسم کھائی ہے طلاق کی۔پھر بعد اس کلام کے عورت نکلے تو طلاق نہ واقع ہوگی۔ بسبب ترک اضافتہ کے ردالمختار نے تو اتنے تک بھی لکھا کہ عورت نے طلاق چاہی تو مرد نے کہا طلاق ،طلاق، طلاق تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ طلاق میں عورت کو خطاب ضرور ہے۔چنانچہ علامہ حموی نے شرح کنز میں اس کی تصریح کردی ہے۔

فتاوی امجدیہ میں تحریر فرماتے ہیں اضافتہ ضرور ہونی چاہیے بغیر اضافتہ طلاق واقع نہ ہوگی خواہ حاضر کے صیغے سے بیان کرے مثلاً تجھے طلاق ہے، یا اشارہ کے ساتھ مثلاً اے، اسے یا نام لیکر کہے کہ فلانی کو طلاق ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبدالغفار کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں وہ اب بھی میاں بیوی ہیں۔

﴿۳۷۲﴾ فتوی شرعی: کہ میری بیوی کو میرا بھائی والدین کے گھر سے لینے گیا۔ جو کہ روٹھی ہوئی تھی۔ واپسی پر اس کی میرے بھائی سے لڑائی ہوگئی۔ مجھے غصہ آیا۔ میں نے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا میں بیوی کو طلاق دے دونگا۔ طلاق دے دونگا۔ طلاق دے دونگا۔ برائے کرم مجھے شرعی مسئلہ بتایا جائے۔ سائل محمد حنیف والد حاجی پیر بخش میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں محمد حنیف نے کہا میں طلاق دے دونگا۔ ان الفاظ سے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طلاق واقع نہیں ہوتی۔ طلاق کے لیے تسخیر بصیغہ ماضی ضروری ہے۔ مستقبل کے الفاظوں سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

ہدایہ میں ہے "من ان الطلاق بلفظ الاستقبال وعد"۔ ردالمختار جلد دوم ۶۵۸ میں ہے "اوانا الطلق نفسی لم یقع وعد"۔

﴿۳۷۳﴾ فتوی شرعی: کہ نصراللہ خان ولد احمد خان سکنہ بلوخیل میانوالی نے حلفاً بیان دیا کہ میری بیوی مسماۃ کنیز فاطمہ کا جھگڑا ہوا۔ کنیز فاطمہ میکے جانا چاہتی تھی۔ خاوند مسمی نصراللہ خان اسے منع کر دیا تھا۔ جب اس نے ضد کی تو میں نے کہا طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے اب تو چلی جا۔ عورت کا نام نہیں لیا نہ اس کی طرف اشارہ کیا۔ اور نہ ڈھیلے وغیرہ پھینکے۔ وہ اس وقت نہیں گئی بعد میں چلی گئی۔

سائل نصراللہ خان۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں طلاق کو عورت کے میکے جانے پر معلق کیا گیا ہے۔ وہ عورت اس وقت میکے نہ گئی تو شرط نہ پائی گئی۔ طلاق واقعہ نہ ہوگی۔ بعد میں چلی جانے سے حلف واقعہ نہ ہوگا۔

جیسا کہ ردالمختار جلد نمبر۲ صفحہ ۵۹۰ میں ہے، انما یحلف بطلاق فہا لا بطلاق غیرہا۔

﴿۳۷۴﴾ فتوی شرعی: محمد فاروق ولد غلام حسین جوشاہی سکنہ چک 26 DB تحصیل وضلع میانوالی حلفاً بیان کرتا ہے کہ میں والدہ کی رقم دینا چاہتا تھا۔ بیوی اس سلسلہ میں مزاحم ہو رہی تھی۔ اس پر میں نے غصہ کے عالم میں یہ الفاظ کہے کہ مجھے طلاق ہے، مجھے طلاق ہے، مجھے طلاق ہے۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میرا بیان حلفی تا حد علم و یقین صحیح و درست ہے۔ کوئی غلط نہ ہے۔ اور کوئی امر مخفی نہ رکھا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں علمائے دین شرعی حکم سے مستفیض فرمائیں۔ موقع

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر موجود امیر عبداللہ ولد محمد عثمان نے اور محمد فاروق کے بیانات کی تائید کی۔

سائل محمد فاروق والد غلام حسین۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں محمد فاروق ولد غلام حسین کی بیوی پر طلاق واقعہ نہ ہوئی۔ کیونکہ طلاق کی نسبت بیوی کی طرف نہیں ہے۔ مجھے طلاق ہے میں عورت کی طرف اضافت نہیں۔ طلاق عورت کو دی جاتی ہے اپنے آپ کو نہیں۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۴۰۸ پر ہے،

"رجل قال لا مراته فی الغضب اگر تو زن منی سه ۳ طلاق و حذف الیاء لا تطلق لانه ما اضاف الطلاق الیها۔

نیز خلاصہ میں ہے،

رجل قال لا مراته اگر تو زن منی سه ۳ الطلاق مع حذف الیاد لا یقطع اذا قال لم انو الطلاق لانه لما حذف لم یکن مضیفا الیها۔

نوٹ: مسمی محمد فاروق نے حلفاً بیان کیا کہ جس وقت میں نے لفظ طلاق، طلاق استعمال کیا اس وقت میری نیت بیوی کو طلاق دینے کی نہ تھی لہٰذا شرعی طور پر اس کی بیوی بدستور اس کے نکاح میں ہے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی ہے۔

﴿۳۷۵﴾ **فتوی شرعی:** محمد فاروق ولد دین محمد ذات باہی سکنہ موسیٰ خیل تحصیل و ضلع میانوالی نے تحریری بیان کہ میں حلفاً بیان دیا کرتا ہوں کہ میری بیوی مسماۃ زینب روٹھ کر اپنے میکے گئی ہوئی تھی۔ میری والدہ اسے منانے کے لیے گئی اور میں بھی اس کے پیچھے اپنے سسرال چلا گیا۔ وہاں پر میری بیوی اور میری والدہ آپس میں تکرار کر رہی تھیں۔ میں نے اپنی بیوی کو سمجھایا کہ عقل کر جس پر میری بیوی نے مجھے کہا کہ میرا جھگڑا نہیں ہے۔ تیرا اور تیری ماں کا جھگڑا ہے۔ میں نے غصہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں آ کر ایک تھپڑ مار دیا اور میں نے ہمشیرہ سے کہا کہ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔

میری ہمشیرہ جو وہاں پہلے سے موجود تھی اس نے مجھے دھکا دیا اور گھر سے نکلنے کو کہا میں اپنے گھر جا رہا تھا۔ راستہ میں گوہے جلانے والے یعنی گوبر پڑے تھے۔ میں نے تین گوہے اٹھائے اور واپس مڑا اور اسی طرح تین دفعہ گوہے پھینک دیئے۔ طلاق، طلاق، طلاق ہے کہہ کر وہ گوہے اس کی طرف پھینک دیئے اور گھر چلا گیا۔ بیوی کو طلاق دینے کی نیت نہ تھی۔ یہ بیان میں حلفاً کہتا ہوں۔

سائل محمد فاروق ولد دین محمد

الجواب: شرعاً طلاق کی نسبت و اضافت بیوی کی طرف ضروری ہے۔ محمد خالد نے بہن کو مخاطب کر کے کہا طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے ایسی صورۃ میں نہ نسبت پائی گئی اور نہ اضافت لہٰذا طلاق واقعہ نہ ہوگی۔

﴿۳۷۶﴾ **فتویٰ شرعی:** میں شادی شدہ ہوں۔ میرے چھ بچے ہیں۔ میں ایم۔ اے اسلامیات کر رہا ہوں۔ طلاق کا مضمون پڑھا تو میرے منہ سے کبھی کبھی بے اختیار نکل جاتا ہے۔ طلاق دی، حالانکہ میں نے کبھی طلاق کے متعلق سوچا تک نہیں۔ ہم میاں بیوی بڑے خوش گوار زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل صوفی اللہ ڈتہ میانوالی

الجواب: اگر واقعی اس طرح ہے جو آپ نے بیان حلفی میں لکھا ہے تو اس طرح طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لیکن آئندہ اس معاملہ میں محتاط رہیں۔

﴿۳۷۷﴾ **فتویٰ شرعی:** میں نے بیوی سے کئی مرتبہ لڑائی جھگڑا کے درمیان کہا کہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں کورٹ میں جا رہا ہوں۔ اور طلاق دونگا۔ اسی طرح میں نے کئی مرتبہ کہا ہے۔ لیکن کبھی بھی نہ طلاق دی اور نہ لکھی۔ میرا سوال یہ ہے کیا اس طرح کہنے سے کہ میں عدالت میں جا رہا ہوں طلاق دے دونگا کیا طلاق تو نہیں ہوتی۔ سائل عرفان محمد خان میانوالی

الجواب: شوہر کے الفاظ سے کہ کورٹ میں طلاق دونگا یا یہ کہ طلاق دینے کے لیے کورٹ جا رہا ہوں۔ طلاق نہیں ہوتی۔

﴿۳۷۸﴾ **فتوی شرعی:** میں نے کل رات خواب میں بیوی سے جھگڑا کیا۔ اور بیوی کی طرف اشارہ کر کے تین طلاقیں دیں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں یہ سب کچھ خواب کے عالم میں ہوا۔ جب میں جاگا کلمہ شریف پڑھا، توبہ استغفار کی۔ میرا سوال یہ ہے کیا خواب کے عالم میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

سائل انوار چوہدری میانوالی

الجواب: اگر واقعی ہی آپ صحیح کہتے ہیں تو مطمئن رہیں خواب کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

﴿۳۷۹﴾ **فتوی شرعی:** میری بیوی ملازمہ ہے۔ خود کماتی ہے۔ میرا خیال نہیں رکھتی۔ اسی وجہ سے میرا اکثر اس سے جھگڑا رہتا ہے۔ کل میں نے پکا ارادہ کیا اس کو طلاق دیتا ہوں۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ طلاق لکھ کر دی جاتی ہے۔ میں نے دو دفعہ کہا ابھی دیتا ہوں تم کو طلاق، یہ کہتے ہوئے میں کاپی اور پین ڈھونڈنے لگا تا کہ طلاق لکھ کر بیوی کے حوالے کر دوں۔ براہ مہربانی مجھے مسئلہ بتا دیں۔ کیا دو دفعہ اس طرح کہنے سے کہ میں ابھی تم کو طلاق دیتا ہوں، طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں۔ سائل محمد مشتاق محلہ ہاشم شاہ میانوالی

الجواب: ہمارے علاقائی رسم و رواج میں ٹھہر وابھی یہ کام کرتا ہوں کے الفاظ مستقبل

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قریب کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ طلاق دی نہیں بلکہ طلاق دینے کا وعدہ کیا کہ ابھی تھوڑی دیر میں دیتا ہوں۔ یہ وعدہ طلاق ہے۔ اس قسم کے الفاظ لکھنے سے یا کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔

﴿۲۸۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ مسمی جاوید اقبال ولد محمد اکرم نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اسی اثناء میں جاوید کے منہ سے غیر ارادی طور پر تین یا چار مرتبہ لفظ طلاق طلاق طلاق نکلا۔ مسمی مذکور حلفاً کہتا ہے کہ نہ بیوی کو مخاطب کیا نہ وہ میرے سامنے تھی اور نہ طلاق دینے کا ارادہ تھا۔ مجھے شرعی مسلہ بتایا جائے آیا از روئے شرع شریف طلاق ہوئی یا نہ؟۔

سائل محمد جاوید اقبال ولد محمد اکرم

الجواب: صورت مذکورہ مسئولہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ طلاق واقع ہونے کے لیے اضافت ضروری ہے۔ خواہ صراحۃ ہو یا دلالۃ جاوید اقبال نے اگر ان الفاظ طلاق، طلاق، طلاق، سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نیت کی ہے تب تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں۔ جاوید اقبال اگر شرعی قسم کے ساتھ اپنی نیت کا حال بیان کرے کہ ان الفاظ سے میرا اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ نہ تھا تو وہ وقوع طلاق کا حکم نہیں دیں گے۔ اگر جھوٹ بولے گا تو سارا عذاب اور گناہ اسی کے سر ہوگا۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ص ۴۰۸ پر ہے،

"رجل قال لا مراتہ فی الغضب اگر توزن منی سہ ۳ طلاق و حذف الیار لا تطلق لانہ ما اضاف الطلاق الیہا۔

نیز خلاصہ میں ہے،

رجل قال لا مراتہ اگر توزن منی سہ۳ الطلاق مع حذف الیار لا یقطع اذا قال لم انو الطلاق لانہ لما حذف لم یکن مضیفا الیہا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نوٹ: مسمی جاوید اقبال نے حلفاً بیان کیا کہ جس وقت میں نے لفظ طلاق، طلاق استعمال کیا اس وقت میری نیت بیوی کو طلاق دینے کی نہ تھی لہٰذا شرعی طور پر اس کی بیوی بدستور اس کے نکاح میں ہے کوئی طلاق نہیں ہوئی ہے۔

﴿۳۸۱﴾ فتوی شرعی: ''ایک شخص ذہنی مریض تھا جس کی باقاعدہ ڈاکٹروں نے تصدیق بھی کی۔ اس مرض کے دوران اس کی ایک رات بیوی کے ساتھ چپقلش ہوگئی۔ تو اس کی بیوی تین پتھر اٹھا لائی اور کہا کہ مجھے طلاق دو۔ اس نے تینو پتھر چارپائی پر لیٹے ہوئے پھینک دیئے۔ اور غصے میں کہا اب راضی ہو؟ پھر اس کی بیوی دوبارہ پتھر اٹھا لائی اور کہا کہ ایک ایک کر پھینکو تو اس نے (خاوند) کہا دفع ہو جاؤ۔ اور سو گیا اب سوال یہ ہے کہ اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی ہے جب کہ اس کے ذہنی مرض (نیم مجنون) کا تصدیق نامہ بھی ساتھ لف ہے۔

سائل محمد اقبال خان ولد غلام محمد خان سکنہ سہراب والا

الجواب: محمد اقبال خان ولد محمد خان پنوں خیل سکنہ سہراب والا ضلع میانوالی ذہنی مریض ہے اور عرصہ دو سال سے مختلف ڈاکٹروں سے دماغی توازن درست نہ ہونے اور نفسیات کا علاج کراتا رہا ہے اکتوبر 2002ء میں ان کا جھگڑا سحری کے وقت بیوی سے ہوا۔ اس نے طلاقیں دے دیں۔ بمطابق رپورٹ ڈاکٹر لیاقت حسین شاہ امراض ذہنی D.H.Q ہسپتال میانوالی ایسا مریض کچھ بھی کرسکتا ہے۔ ایام جنون میں سائل ڈاکٹر اعجاز احمد قریشی سرگودھا سے نفسیات کا بھی علاج کراتا رہا ہے، لہٰذا شرعاً ایسے مریض کی طلاق واقع نہیں ہوئی لہٰذا غلام سکینہ ابھی تک بدستور محمد اقبال خان کے نکاح میں ہے۔

﴿۳۸۲﴾ فتوی شرعی: کہ محمد فاروق نے انتہاء غضب اور شدتِ غصہ مین اپنی بیوی کو تین سے بھی زیادہ طلاقیں دی ہیں۔ اور وہ گھر میں پہلے بھی لڑتا جھگڑتا رہتا ہے۔ اسی دوران اس نے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے والد کو بھی مارا پیٹا جب تین چار مرتبہ مار چکا تو بعد میں کچھ ہوش ہوا تو باپ سے اس نے معافی مانگی اور طلاق کے متعلق اس نے کہا کہ مجھے کچھ بھی علم نہیں ہے۔ فوج میں تھا ادھر بھی لڑ پڑا واپس آ گیا۔ تو سوال یہ ہے کہ انتہائی غصہ میں لت پت طلاقیں دی جائیں تو واقع ہوں گی یا نہ؟ سائل محمد فاروق

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ جب بندہ شدتِ غصہ میں مدہوش ہو جائے اور ماں بہن اور زمین و آسمان کی تمیز نہ رہے تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔

چنانچہ شامی میں یہ ہے کہ

"وسئل نظما فمین طلق زوجۃ ثلثا فی مجلس القاضی وھو محتلظ مدہوش فاجابا نظما بان الدھش من اقسام الجنون فلا یقع واذا کان یعتادہ بان عرف منہ الدھش مرۃ یصدق بلا برھان (درمختار جلد اول صفحہ ۳۷۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ محمد فاروق کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔

بابُ کتاب الطلاق

﴿مسائل شتیٰ﴾

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۸۳﴾ فتوی شرعی [illegible] بالکل آوارہ ہو چکی ہے۔ اب تو علانیہ زنا کرانا اس کا مشغلہ ہو چکا ہے۔ ہم نے اس کے خاوند کو کہا اس کو طلاق دے دو، یا زنا سے منع کرو۔ لیکن ہماری کوئی بات نہیں مانتے۔ اب ان دونوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

سائل: محمد ایوب کلورکوٹ

الجواب بتوفیق الملک الوهاب: اگر اس کی بیوی زنا کراتی ہے تو اس کے شوہر کو منع کرنے کو کہا جائے اور اگر پھر بھی باز نہ آئے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے بے حیا مرد وعورت سے تمام تعلق منقطع کر دیں۔

﴿۳۸۴﴾ فتوی شرعی: کہ میرے بیٹے محمد طفیل نے قسم اٹھا کر کہا کہ اگر میں کزن پ، ن کے علاوہ کسی اور لڑکی سے نکاح کروں تو وہ لڑکی مجھ پر حرام ہے۔ اب وہ کزن تو اس کو نہیں ملی ہمیں کیا کرنا چاہیے ہم تو بڑے پریشان ہیں۔ سائل: محمد طفیل میانوالی

الجواب: ایسا کہنے سے دوسری منکوحہ پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ جیسا کہ ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۶۹۰ پر ہے "وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا"۔

﴿۳۸۵﴾ فتوی شرعی: میرا بیوی کے ساتھ تنازع ہوا میں نے کاتب سے تین طلاق لکھوائی انگوٹھا لگایا پھر میں نے بیوی کے والد کو دے دیا، آیا میری بیوی مطلقہ ہوئی یا نہیں۔ سائل: ظفر اقبال خانوخیلانوالہ

الجواب: اگر واقعی ایسا ہی ہوا ہے تو طلاق واقع ہو گئی، زبانی دوبارہ کہنا شرط نہیں بلکہ کاتب کا لکھنا بھی شرط نہیں، صرف کاتب کو ایک مرتبہ کہہ دینا کہ میری عورت کو طلاق لکھدے کافی ہے کہ یہ اقرار طلاق ہے، فتاوی شامی جلد ۲ ص ۵۸۹ میں ہے" ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب"۔

عدت پوری کرنے کے بعد عورت کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۸۶﴾ **فتویٰ شرعی** میرا بیوی کے ساتھ رات کے وقت جھگڑا ہوا۔ اور صبح کی نماز کے بعد کاغذ قلم لیا اور تین طلاقیں لکھ دیں۔ میں حلفاً کہتا ہوں میں نے زبان سے کچھ نہیں کہا بلکہ صرف لکھی اور عورت کے حوالے کر دی، میرا ارادہ صرف ڈرانے کا تھا۔ کیا میری بیوی مطلقہ ہوئی یا نہیں۔ سائل محمد قمر الدین کالاباغ

الجواب : طلاق لکھنے سے واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ طلاق کے الفاظ زبان سے نہ کہے ہوں، محمد قمر الدین صاحب آپ کی بیوی مطلقہ بہ سہ ۳ ہو چکی ہے، اب بغیر حلالہ شرعی کے دوبارہ آپ کے ساتھ بیوی بن کر نہیں رہ سکتی۔

ردالمختار جلد دوم صفحہ ۵۸۹ میں ہے

"کتب الطلاق ان مستبینا علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقا --- ثم المرسومة لا تخلو اما ان ارسل الطلاق بان کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب هذا یقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الکتابة"۔

اسی طرح ہدایہ جلد دوم ص ۳۴۰ میں ہے

"ولا یفتقر الی النیة لانه صریح فیه لغلبة الاستعمال"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی بیوی مطلقہ ہو چکی ہے۔

﴿۳۸۷﴾ **فتویٰ شرعی** : آج میری بیوی سے لڑائی ہوئی میں اسے کہتا ہوں نماز پابندی کے ساتھ پڑھا کر مگر وہ نماز نہیں پڑھتی کئی بار لڑائی ہوئی، آرام سے سمجھایا، اپنے سسر سے شکایت کی لیکن اس قدر منحوس ہے کہ پھر بھی پابندی کے ساتھ نماز نہیں پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے، پھر آج اس سلسلہ میں لڑائی ہوئی میں نے کہا اگر تو نے نماز چھوڑی تجھے طلاق دے دونگا۔ اور تجھے طلاق ہے یہ لفظ میں نے بحالت غصہ میں کہے، جو کچھ بیان ہوا اس میں کچھ جھوٹ نہ ہے۔ سائل محمد وقار قادری PAF بیس میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب اگر کسی بیوی نے نماز نہ پڑھی تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر عورت سے کہا تو نماز ترک کرے تو تجھے طلاق، عورت نے ایک نماز قصداً قضا کی طلاق ہو جائے گی اگر چہ اس قضا کو ادا بھی کرلے۔

در مختار میں ہے

"قال ان الصلوۃ فطالق فصلتها قضاء طلقت علی الاظهر، ظهیریة"۔

بیوی کو کہا اگر تو نے نماز ترک کی تو تجھے طلاق ہے اب اگر عورت نے نماز قضا کی تو زیادہ واضح قول یہی ہے کہ طلاق ہو جائے گی۔

﴿۳۸۸﴾ **فتوی شرعی**: میں نے بیوی کے بھائیوں کو لکھ دیا تھا کہ اگر دوسری لڑکی سے نکاح کروں تو وہ ایک دو تین طلاق ہے۔ اب جب کہ ہماری شادی کو دو سال ہو گئے ہیں اولاد نرینہ سے محروم ہوں کافی علاج وغیرہ کرائے مگر اب تک اولاد سے محروم ہوں۔ مجھے ڈاکٹروں نے کہا ہے دوسری شادی کرلیں امید ہے اولاد ہو گی۔ میں نے بیوی کو راضی کئے بغیر اور بغیر بتائے شادی کرلی۔ کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے۔ میری بیوی مطلقہ تو نہیں ہو گی۔ سائل: محمد زبیر اویسی ساکن ہزارہ

الجواب: نکاح کے ہوتے ہی زبیر صاحب آپ کی پہلی بیوی پر طلاق بائن ہو گی وہ نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ کی حاجت نہیں۔ اگر آپ چاہیں تو اس سے دوبارہ نکاح کرلیں خواہ اور عورت سے نکاح کرے، اب زوجہ کو طلاق نہ ہو گی، اگر زوجہ اولیٰ اجازت بھی نہ دے۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۳ میں ہے

"اما وقوع الطلاق فلتحقق الشرط والاجازة لا تمنعه وامر الواحدة والبینونة فلوقوعه قبل الدخول وتفریقه فی الایقاع حیث لم یقل (تین بلکه ایک دو تین) امر عدم الوقوع اذا نکح اخری اومذة

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مرۃ اخری فلا تحل الیمین لعدم کلما وما یقوم مقامہ۔

طلاق کا وقوع اس لیے ہے کہ شرط پائی گی اور اجازت اس کے لیے مانع نہیں ہے۔ لیکن ایک اور بائنہ طلاق اس لیے کہ یہ طلاق قبل دخول اور تینوں کے جدا جدا واقع ہونے سے پہلی واقع ہوئی اس لیے کہ خاوند نے تین کا لفظ نہیں کہا بلکہ ایک دو تین کہا اور دوسری عورت سے یا اسی بیوی سے دوبارہ نکاح سے مزید طلاق نہ ہوگی اس لیے کہ اس نے کلمہ یا اسکا ہم معنی لفظ نہیں کہا۔

﴿۲۸۹﴾ **فتوی شرعی** ہمارے علاقہ میں ایک آدمی نے اسٹامپ پیپر پر لڑکی سے معاہدہ کیا کہ تجھے اجازت ہوگی، ناچ گانے کی رات باہر گزارنے کی، میں آپ کے کام میں ہرگز مخل نہ ہونگا۔ اگر ہونگا تو نکاح فسخ سمجھیں، میری طرف سے اجازت ہوگی، اب وہ منع کرتا ہے ایسا نہیں کرنے دیتا۔ آیا عورت مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔ سائل: غلام حیدر چھینہ ضلع بھکر

الجواب: ایسی اجازت حرام قطعی ہے اور اجازت دینے والا دیوث ہے، اگر توبہ نہ کرے تو اس پر جنت حرام، اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"ثلثۃ لا یدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء رواہ حاکم والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح"۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے اپنے ماں باپ کو ناحق ایذا دینے والا اور دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت (اس کو حاکم نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"ثلثۃ لا یدخلون الجنۃ ابدا الدیوث والرجلۃ من النساء ومد من الخمر رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عمار بن یاسر رضی اللہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عنهما بسند حسن۔

تین شخص کبھی جنت میں نہ جائیں گے دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی (اس کو طبرانی نے کبیر میں سند حسن کے ساتھ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔)

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں

"ثلثة قد حرم الله عليهم الجنة مدمن الخمر والعاق لوالديه والديوث اذى يقر فى اهله الخبث رواه احمد والنسائى والبزاز والحكام وقال صحيح الاسناد۔

تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرمادی ہے شرابی اور ماں باپ کا موذی اور دیوث کہ اپنے اہل میں گندی بات برقرار رکھے (اس کو احمد نسائی، بزار اور حاکم نے صحیح الاسناد کہہ کر روایت کیا۔

رہی طلاق اس کا حکم یہ ہے کہ فسخ نکاح کنایات سے ہے اگر شوہر نے اس لفظ سے طلاق مراد لی ہے طلاق پڑ جائے گی ورنہ نہیں۔

جیسا کہ درمختار میں ہے،

"اذهبى الىٰ جهنم ان نوى خلاصة وكذا اذهبى عن وافلحى وفسخت النكاح"۔

جہنم میں جا طلاق کی نیت سے کہا تو طلاق ہو جائے۔ خلاصہ۔ اور اگر یوں کہا میرے پاس سے چلی جا تو فلاح پالے، اور میں نے نکاح فسخ کیا۔ ان صورتوں میں طلاق کی نیت سے طلاق ہو جائے گی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے

"لو قال فسخت النكاح ونوى الطلاق يقع"

اگر کہا میں نے نکاح فسخ کیا اور طلاق کی نیت کی تو طلاق ہو جائے گی۔

یہی حال آزادی کا ہے پس صورت مسئولہ میں اگر شوہر اقرار کرے کہ یہ الفاظ اس نے بہ نیت طلاق لکھے تھے تو بحال وقوع شرط عورت پر ایک طلاق بائن ہو جائے گی۔ اگر وہ اقرار نہ کرے تو اس سے قسم لی جائے اگر قسم کھانے سے انکار کردے تو اب بھی جب کہ شرط واقع ہوئی ہو تو وقوع طلاق کا حکم ہوگا۔ اور اگر قسم حالی کہ واللہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلق نہ لکھے تھے تو حکم طلاق نہ ہوگا۔ عورت بدستور اس کی منکوحہ رہے گی، پھر اگر وہ جھوٹی قسم کھالے گا تو اس کا وبال اس پر ہے، عورت پر الزام نہیں۔ اگر خاوند گھر میں بیوی کو قسم دینے سے انکار کرے تو بیوی حاکم کے پاس اپنا معاملہ پیش کرے وہاں بھی اگر خاوند انکار کرے تو قاضی دونوں میں تفریق کردے۔

﴿۳۹۰﴾ **فتوی شرعی**: ہمارے والد مرحوم نے ہماری بہن کا نکاح بچپن میں کر دیا تھا۔ اب لڑکا جوان ہے ہماری بہن کی عمر بیس سال ہوگئی ہے۔ لڑکا شرابی ہونے کے علاوہ جواباز اور چرسی بھی ہے۔ ہم نے کہا کہ لڑکا لکھ دے کہ آج سے میں شراب، جوابازی اور چرس پینے کے علاوہ تمام بری محافل کو بھی چھوڑ رہا ہوں اور یہ بھی لکھ دے کہ اگر میں لکھے ہوئے کی خلاف ورزی کروں تو میری بیوی کو طلاق سمجھی جائے۔ اور ان سے میرا ہمیشہ کے لیے تعلق ختم ہوگا۔ یہ تحریر میں نے بقائمی ہوش وحواس کردی، کسی قسم کا جبر وغیرہ نہ ہے۔ اب جب کہ ایک سال شادی کو گزر گیا پھر اس نے شراب پینا اور برائیاں کرنا شروع کردیں ہیں پولیس نے پکڑ کر F.I.R درج کی۔ دو ماہ جیل میں بھی گزار کر رہا ہو گیا، پھر وہی کام شروع کردیا ہے۔ جناب ان حالات میں کیا ہماری بہن مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔ سائل قاری عبدالرحمن چکڑالہ

الجواب: آپ کی بہن کو طلاق نہ ہوئی۔ جیسا کہ **فتاوی ہندیہ** جلد اول ص ۳۸۰ میں ہے

" کما تبیناہ فی فتاونا ونص فی الخانیۃ ان احسبی انک طالق لیس بطلاق وفی الهندیۃ عن الخلاصۃ امرأۃ قالت لزوجها مرا طلاق دہ فقال دادہ انگار او کردہ انگار لا یقع وان نوی۔

جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوی میں بیان کیا ہے اور خانیہ میں نص موجود ہے کہ خاوند کا بیوی کو کہنا کہ تو طلاق سمجھ لے یہ طلاق نہیں ہے، اور ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ کسی عورت نے اپنے خاوند کو کہا کہ مجھے طلاق دے، تو خاوند نے جواب میں کہا تو اس کو طلاق دی ہوئی یا طلاق کی ہوئی سمجھ لے، تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ اس سے طلاق کی نیت کی ہو۔

﴿۳۹۱﴾ **فتوی شرعی:** کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ عورت طلاق دے سکے۔

سائل نوید قمر۔

الجواب: جب خاوند عورت کو اختیار دیا ہو تو وہ اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے،

فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۳۷۵ میں ہے،

ان قال لـها طلقی نفسك منی شئت فلها ان تطلق فی المجلس و بعده ولها المشية مرة واحدة و كذا قوله متی كشمئت و اذا ما شئت ولو قال كلما شئت كان ذلك لها ابدا حتی یقع ثلاث كذا فی السراج الوهاج

﴿۳۹۲﴾ **فتوی شرعی:** میں نے غصہ کی حالت میں بیوی سے کہا اگر توں والدین کے گھر گئی تو تجھے تین طلاق ہونگیں اب بڑا پریشان ہوں کیا کروں میرے برادر نسبتی کی شادی ہونے والی ہے، بیوی نے والدین کے گھر جانا ہے کوئی ایسا طریقہ بتادیں کہ معاملہ درست ہوجائے۔

سائل فاروق احمد

الجواب: اس کا آسان حیلہ یہ ہے کہ بیوی کو ایک طلاق دیدیں اور جب عدت گزر جائے تو عورت والدین کے گھر چلی جائے پھر نکاح جدید کرلیں تو اس طرح طلاق نہیں پڑے گی

شرح وقایہ جلد دوم ص ۸۹ میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان قال ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا فاراد ان تدخل الدار من غیر ان یقع الثلاث فحیلته ان یطلقها واحدة وتنقضی العدة فتدخل الدار حتی یبطل الیمین ولا یقع الثلث ثم یتزوجها فان دخلت الدار لا یقع شئی لبطلان الیمین۔ ھکذا درمختار جلد دوم ص ۶۹۰۔

﴿۳۹۳﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسلہ کے بارے میں، کہ اگر کوئی شخص ایک لفظ کے ساتھ طلاق کے ساتھ عوزت کو بحالت غصہ تین مرتبہ کہتا ہے، میں تجھے طلاق دیتا ہوں آیا عورت مطلقہ بہ سہ ۳ طلاق ہوگی یا نہیں۔ سائل: مولوی محمد صدیق سیالوی سرگودھا۔

الجواب: اسی قسم کے سوال کے جواب فتاوی نوریہ میں ہے کہ عورت مذکورہ پر بلا شک وشبہ وریب تین طلاقیں واقع ہوئیں۔ اور باقی لغو ہیں۔ اس پر آئمہ اربعہ اور جمہور فقہائے کرام کا اتفاق ہے، سنن بیہقی جلد ۷ ص ۳۳۷ اور مؤطا امام مالک جلد ۲ ص ۴۶ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے " والنظم من البیھقی ان رجلا قال لابن عباس طلقت امرأتی مائتہ قال تأخذ ثلثا وتدع سبعا وتسعین "

نیز سنن بیہقی میں انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "طلاقت امرأتی الفا" کے جواب میں ہے" تاخذ ثلثا وتدع تسعمائته وسبعته وتسعین"۔

حاصل یہ ہے کہ جس شخص نے سو طلاق دی اس کو فرمایا کہ تین واقع ہوئیں اور ستانوے لغو ہیں اور یونہی سنن بیہقی وغیرہ میں بکثرت صحابہ کرام سے مسند حدیثیں ہیں۔

میزان الشعرانی جلد ۲ ص ۱۲۶ میں ہے"والنظم من الرحمة اتفق الائمة الاربعة علی ان الطالق فی الحیض لمدخول بھا او فی طھر جامع فیه محرم الا انه یقع وکذلك جمع الطلاق الثلاث محرم ویقع "۔

حاصل یہ کہ ہر چار اماموں کے نزدیک تین واقع ہیں۔ مؤطا امام محمد ص ۲۰۳ میں ہے"وھو قول ابی حنیفة وعامة فقھاء نا"۔

الصلوٰة والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتح القدیر جلد ۳ ص ۳۳۰، شامی جلد ۲ ص ۵۷۶ میں ہے "وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الیٰ انه یقع ثلاث"

یعنی جمہور صحابہ کرام اور تابعین اور وہ آئمہ دین جو ان کے پیچھے ہیں، (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) ان سب حضرات کا متفقہ مذہب ہے کہ ایک مجلس یا ایک لفظ میں تین یا تین سے زیادہ طلاقیں دے تو تین واقع ہو جاتی ہیں۔

﴿۳۹۴﴾ **فتوی شرعی**: مجھے میرے داماد نے اسٹام پیپر پر لکھ دیا تھا کہ اگر میں کوئی خلاف شرع کام کروں تو آپ کی بیٹی کو طلاق دینے کا اختیار ہو گا۔ اب اس نے شراب پینا شروع کر دیا ہے۔ اور نماز بھی چھوڑ دی ہے۔ اب جب کہ ایک ماہ سے زائد عرصہ ہو گیا۔ میری بیٹی نے تنگ آ کر طلاق دے دی اور خاوند کا گھر چھوڑ کر یہاں میرے پاس آ گئی ہے۔ ایک امام مسجد نے کہا ہے عورت طلاق نہیں دے سکتی۔ از روئے شرع صحیح مسئلہ لکھ دیں۔ سائل: محمد وارث خان میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ تعلیق وتفویض جو آپ کے داماد کی طرف سے اپنی بیوی کے لیئے ہوئی تھی صحیح تھی۔ یعنی اگر میں کوئی خلاف شرع کام کروں تو میری بیوی کو طلاق کا اختیار ہو گا۔ آپ کے بیان کے مطابق ایک ماہ سے زائد گزر گیا ہے شراب پیتے ہوئے۔ لہٰذا یہ اختیار ٹھیک عرصہ ایفاء شروط کے وقت تک ہی محدود رہے گا۔ آپ کی بیٹی نے ایک ماہ کے بعد اپنے اختیار سے جو طلاق لی ہے وہ واقع نہیں ہوئی۔

جیسا کہ فتاوی شامی صفحہ ۴۱۱ میں ہے

"قوله امرك بيدك مثله المعلق كان دخلت الدار فامرك بيدك فان طلقت نفسها كما وضعت القدم فيها طلقت وان بعد ما مشت خطوتين لم تطلق لانها طلقت بعد ماخرج الامر بيدها بحر من

المحیط"۔ (درمختار جلد دوم ص ۲۶۳)۔

خلاصہ تحریر یہ ہے کہ آپ کی بیٹی نہ اب طلاق دے سکتی ہے اور نہ خاوند کا گھر چھوڑ سکتی ہے۔ ان کے ساتھ گھر ہی میں رہے اور شوہر کو برائی سے منع کرتی رہے۔

﴿۳۹۵﴾ **فتویٰ شرعی:** کہ میرا خاوند سعودی عرب میں رہتا ہے، ان کے میرے ساتھ تعلقات خراب ہو چکے ہیں اب انہوں نے میری طرف خط لکھا اور اس میں انہوں نے تین طلاق دے دی۔ کیا خط کے ذریعے طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں جب کہ وہ خط کا اقرار بھی کرتا ہے۔

سائلہ اناریں بی بی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ آپ پر طلاق واقع ہوگئی۔ خط کے ذریعہ سے طلاق واقع ہونے کی جو شرط فقہائے کرام نے تحریر فرمائی ہے کہ شوہر اپنے خط کا اقرار کرے کہ یہ میں نے لکھا ہے وہ شرط یہاں پر باحسن وجہ پائی جاتی ہے۔

فتاویٰ شامی جلد ۲ ص ۴۴ میں ہے،

بعث (ای الزوج) به (الکتاب) الیها (ای الی الزوجة) فاتاها وقع ان اقر الزوج۔

یعنی بیوی کی طرف خط خاوند نے بھیجا اور وہ اس کو ملا تو طلاق واقع ہو جائے گی اگر خاوند اس بات کا اقرار کرے کہ یہ اسی کا خط ہے اور چونکہ اس نے ایک دم تین طلاقیں دی ہیں تو یہ طلاق مغلظہ ہوئی اور اس کو طلاق بدعت بھی کہتے ہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب الطلاق المعلق﴾

﴿۳۹۶﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں
ایک شخص مسمی اسلام دین ولد غلام رسول سکنہ گلمیری والا کا جھگڑا اپنے بھائی محمد دین سے ہوا۔ اسلام دین نے کہا غصہ میں کہ اس جگہ میں رہوں گا یا تو اگر تجھے نہ نکالوں تو میری بیوی مجھ پر حرام ہے۔ طلاق ہے۔ پھر غصہ میں اس نے قرآن مجید سر پر اٹھالیا مجھ پر حلف ہے۔ میں ضرور نکالوں گا۔

سائل: اسلام دین ولد غلام رسول

الجواب: صورۃ مسئولہ میں محمد دین کو مکان چھوڑنا ہوگا جملہ سامان منتقل کرے اگر وہ رہے گا اسلام دین کی بیوی مطلقہ بطلاق بائن ہوگی۔ حلف کا کفارہ آئیگا جوزبانی بتادیا گیا۔

﴿۳۹۷﴾ **فتوی شرعی:** میرا اور بیوی کا بیٹے کے رشتہ پر جھگڑا ہوا اس نے کہا میں اپنے بیٹے کی شادی وہاں کروں تو طلاق ہے اب اگر وہ شادی کردے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں اور کونسی طلاق ہوگی۔

سائل: محمد خضر ذیشان

الجواب: شریعت مطہرہ میں اگر طلاق معلق بالشرط ہو تو جب شرط پوری ہوگی طلاق واقع ہوگی۔ جب بیٹے کی شادی کرے گا ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی۔ عدت میں رجوع کر سکتا ہے۔

اذا طلق الرجل امرته تطیقه رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها (قدوری ص ۲۳۰) ویستحب له ان یشهد علی الرجعة شاهدین اذا اضافة الی شرط وقع عقیب الشرط۔ شامی جلد دوم ص ۶۷۸، هدایه جلد دوم ص ۳۵۹، فتاوی نوریه جلد سوم ص ۲۵۲)

﴿۳۹۸﴾ **فتوی شرعی:** ایک شخص مالک زمین اپنے مزارع سے ایک دوسرے مزارع سے اعتبار چاہتا ہے۔ دونوں مزارعوں نے باہم ایک دوسرے کو اعتبار دیا کہ ہم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دونوں کا نقصان ہوا مگر مالک زمین شراب کے نشہ میں تھا ہمیں گالیاں دیتا رہا میرا بچہ ثناء اللہ اس وقت گاڑی لاد کر گھر گیا اور اس بچہ نے ایک فائر کیا تو مالک زمین نے کہا کہ تم نے میرے اوپر فائر کیا ہے میں نے اسے بہت سمجھایا کہ اس نے تم پر فائر نہیں کیا مگر مالکِ زمین شرابی بضد تھا کہ آپ مجھے طلاق اٹھا دیں کہ ثناء اللہ نے میرے اوپر فائر نہیں کیا تو پھر میں نے یوں طلاق اٹھائی کہ اگر میرے بیٹے نے تجھ پر فائر کیا ہو تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق سے حرام ہے۔ اور ارادہ میں یہ تھا کہ میرے بیٹے نے اس پر فائر نہیں کیا اور ثناء اللہ نے حلفاً یہ کہا کہ میں نے فائر نہیں کیا تھا صرف دھمکی کے لیے ہوائی فائر کیا۔ مالکِ زمین کی طرف فائر نہیں کیا تھا اور نہ میرے ارادے میں تھا کہ اس پر فائر کروں۔ تو سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں طلاق ہوگی یا نہ؟۔ سائل: حاجی عطاء اللہ وتہ خیل

الجواب : صورۃ مسئولہ میں فائر کنندہ کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے والد نے جو طلاق اٹھائی وہ سچی ہے کہ اس کے بیٹے ثناء اللہ نے مالکِ زمین پر اور اس کی طرف فائر نہیں کیا لہٰذا حاجی عطاء اللہ پر ان بیانوں کے مطابق کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

"فاذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفقاً مثل ان يقول لامراته ان دخلت الدار فانت طالق وهذا بالاتفاق ۔فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحه ٤٤٠۔

﴿۳۹۹﴾ **فتوی شرعی** : کہ دو بھائیوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ اور مضروب مسمی نجیب اللہ ہسپتال داخل ہے۔ دوسرا بھائی مسمی امیر قلم خان اور معززین نمبردار صاحب صلح کے لیے گھر آئے۔ نجیب اللہ خان کے روپے اور خرچہ منہ زبانی مخالفت کی وجہ سے امیر قلم نے یہ کہا کہ مجھ پر طلاق ہے کہ اگر میں اس کیس میں صلح کروں دونوں گواہان موقع حاضر ہیں اور اس کے ان الفاظ پر گواہ ہیں اور دستخط کر رہے ہیں۔

براہِ کرام صلح کس طرح ہو سکتی ہے اور امیر قلم کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے۔ سائل: امجد آرائیں میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب : صورۃ مسئولہ میں طلاق معلق بالصلح ہے۔جب تک مذکورہ شخص صلح نہ کرے گا تو طلاق واقع نہ ہوگی اگر صلح کرے گا (اور صلح کر لینی چاہیے) تو صرف ایک طلاقِ رجعی پڑ جائے گی۔جس کا حل صرف رجوع قولی یا رجوع فعلی ہے۔نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے نہ ہی حلالہ کی رجوعِ قولی اور رجوعِ فعلی کا معنی زبانی سمجھا دیا ہے۔"فاذاا ضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفقاً مثل ان يقول لا مراته ان دخلت الدار فانت طالق وهذا بالاتفاق" فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۴۰،احسن فتاوی جلد ۵ صفحہ ۱۸۰،فتاوی رضویہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۱"

﴿۴۰۰﴾ فتوی شرعی : کہ عنایت اللہ نے یوں طلاق اٹھائی کہ بہن بہنوئی مجھے برابر کی زمین نہ دیں تو میری بیوی کو طلاق ہو۔تو اب سائل یہ عرض کرتا ہے ہم اگر بہن بہنوئی کی جگہ اپنے بھانجہ کو زمین دے دیں تو طلاق ختم ہوگی یا نہ۔سائل:عنایت اللہ ولد فتح خان موسیٰ خیل

الجواب : صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ طلاق جس شخصیت پر اٹھائی گئی ہے زمین کا لین دین اسی کے متعلق ہوگا۔دوسرے آدمی کو زمین منتقلی سے طلاق کا حل نہیں ہوگا۔اس صورۃ مذکورہ سے طلاق کا حل یہ ہے کہ اگر برابر کی زمین ہر دو طرف سے دو طرف کو مل جائے تو پھر طلاق واقع نہ ہوگی اگر برابر زمین کی نہ ملی تو پھر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔جس میں عدت (تین ماہواریاں / وضع حمل) کے اندر اندر رجوعِ قولی یا رجوعِ فعلی ضروری ہوگا۔رجوعِ قولی فعلی زبانی سمجھا دیا ہے۔بھانجہ یا کوئی اور ہو اس کی طرف زمین منتقل کرنے سے طلاق اسی طرح بحال رہے گی واضح رہے کہ اب کی طلاق کے بعد پھر صرف دو طلاق کا مالک ہوگا۔

﴿۴۰۱﴾ فتوی شرعی : کہ میرے اوپر میری بیوی تین طلاق سے حرام ہے کہ اگر میں اپنی ہمشیرہ صاحب خاتوں کے گھر جاؤں غلام رسول کے مکان سے متصل گلی میں آیا جب کہ وہ گلی دو گھروں کے لیے مشترک ہے۔ایک جس میں طالق کی ہمشیرہ صاحب خاتوں رہتی ہے۔اس کا علیحدہ دروازہ ہے جبکہ دوسرے گھر کا دروازہ نہ ہے۔گھر کی حد بندی بذریعہ بنیاد علیحدہ کر دی گئی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے۔تاہم راستہ دونوں کے لیے مشترک ہے۔اگر وہی شخص گلی میں آجائے تو اس کی بیوی پر طلاقیں واقع ہوں گی یا نہ؟

مکان کا نقشہ اور گلی کا نقشہ لف ہذا ہے۔طالق کا موجودگی کی نشاندہی نقشہ میں سرخ قلم سے کردی گئی ہے۔

سائل اللہ دتہ ولد غلام محمد ساکن پکہ ساندانوالہ میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں گلی میں آنے سے طلاق واقعہ نہ ہوگی کیونکہ گھر یا بیت کا اطلاق چار دیواری کے اندر ہوتا ہے۔راستہ پرنہیں ہوتا۔جب کہ گلی کی حد بندی کردی گئی ہے اور بہن کے گھر کا علیحدہ دروازہ بھی موجود ہے۔

(۱) فاذا اضافة الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً مثل ان يقول لامراته ان دخلت الدار فانت طالق، عالمگیری جدل دوم ص ٤٤٠۔

(۲) واذا طلق الرجل امراته تطيقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذالك اولم ترض۔ ھدایہ جلد دوم ص ۳۷۳۔

﴿۴۰۲﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بوقت جھگڑا کہا کہ میں تجھے اس مکان میں لے جاؤں جہاں پڑوس میں (چھڑے لوگ) بغیر اہل وعیال رہتے ہیں تو مجھ پر طلاق ہے۔اس کے جواب میں لڑکی کے ماموں نے کہا کہ میں تیرے ساتھ پرانے گھر (والدین کے گھر) اس کو بھجواؤں تو مجھ پر طلاق ہے۔اس کا شرعی حل کیا ہے۔سائل: محمد امیر سکنہ محلہ ہاشم شاہ میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں اگر اس کرایہ کے مکان میں جس کے پڑوس میں بغیر اہل و عیال لوگ رہتے ہیں اول الذکر شخص لیجائیگا تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی اس کا حل یہ ہے کہ ان لوگوں کو کہا جائے وہ مستورات لے آئیں یا دوسرا ماموں بغیر شرط کے عورت بھیجے گا تو اس

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر طلاق واقع ہو جائے گی عورت بغیر رضاؤمشورہ کے خود چلی جائے یا کوئی دوسرا بھیجدے تو پھر بھی ماموں پر طلاق نہ ہوگی۔

"فاذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفقاً مثل ان یقول لا مراته ان دخلت الدار فانت طالق وهذا بالاتفاق" فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحه ۴۴۰ احسن الفتاوی جلد ۵ صفحه ۱۸۰ فتاوی رضویه جلد ۱۳ صفحه ۱۰۱"

﴿۴۰۳﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک شخص نے حلف بالطلاق ثلاثہ اٹھایا کہ میں لڑکی بغیر شرط منا کردوں تو میری بیوی مجھ پر تین طلاق سے حرام جوا باداماد نے بھی غصہ میں کہہ دیا کہ میں شرط پوری ہونے دوں تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق سے حرام ہے کیا کسی طرح میاں بیوی کی صلح ممکن ہے۔

سائل: محمد اکرم خان میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں طلاق ثلاثہ کو طالق نے اپنے فعل کے ساتھ معلق کیا ہے اگر لڑکی کوئی اور منادے والد کا مشورہ اور رضا شامل نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ جیسا کہ درمختار جلد دوم صفحہ ۶۸۷ پر ہے،" انت طالق بدخول الدار او بحلفتك لم تطلق حتى تدخل او تحيض، ردالمختار جلد دوم صفحه ۶۸۷

﴿۴۰۴﴾ **فتوی شرعی**: کہ مسمی محمد اقبال نے اپنے بھائی سے جھگڑتے ہوئے کہا کہ مجھ پر طلاق ہے اور طلاقیں کہنا چاہتا تھا لیکن میرے منہ پر بھائی نے ہاتھ رکھ کر روک لیا۔

سائل محمد اقبال میانوالی شہر

الجواب: صورۃ مسئولہ میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی تین ماہ کے اندر رجوع کرسکتا ہے۔

اذا تطلق الرجل امراته تطليقة رجعية او تطليقين فله ان يراجعها فى

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

عدتها (الی قوله) والرجعة ان راجعتك او راجعت امراتی او يطاها او يقبلها او يلمسها شهوة ۔ هدايه باب الرجعة جلد ۲ ص ۳۷۳، فتاوٰی انوریه جلد سوم ص ۳۷۱، فتاوٰی رضویه جلد ۱۲ صفحه ۳۶۷)

﴿۴۰۵﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں چار مہینوں کے اندر مکان اکھیڑلوں گا۔جگہ خالی کردوں گا۔اگر میں چار مہینوں کے اندر مکان نہ اکھیڑوں اور جگہ خالی نہ کردوں تو میری بیوی پر تین طلاقیں ہیں۔اس طلاق اٹھانے والے نے چار مہینوں کے اندر مکان نہ اکھیڑے۔جگہ خالی نہ کی۔تو چونکہ اس صورت میں اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں ہیں۔اس لیے اس نے حلالہ کرلیا اب حلالہ کے بعد وہ اس جگہ پر آسکتا ہے یا نہیں؟۔

الجواب: وہ شخص حلالہ کرنے کے بعد اس گھر میں آسکتا ہے۔اور اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں اور اس کی بیوی بھی اس جگہ پر آسکتی ہے۔

شیخ القرآن محمد منظور احمد دار العلوم غوثیہ
شمس المدارس جنڈانوالہ بھکر

﴿۴۰۶﴾ **فتوی شرعی**: محمد نصر اللہ ایک ایسی عورت کو گھر لے آیا ہے۔جس کے متعلق محمد ظفر اللہ خان نے گواہی دی کہ یہ عورت مطلقہ ہوچکی ہے۔اب سوال یہ ہے کہ ایک آدمی محمد ظفر اللہ خان جو کہ تارک الصلوٰۃ ہے اس کی گواہی پر مذکورہ عورت سے محمد نصر اللہ شادی کرسکتا ہے۔

سائل غلام حسن خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایک شخص کی گواہی سے طلاق نہیں ثابت ہوسکتی۔اگر چہ وہ پابند شرع ہو۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے، واشهدو اذوی عدل منكم ،لہٰذا تاوقتیکہ شرعی طریقے پر طلاق ثابت نہ ہوجائے غلام حسن اس سے شادی نہیں کرسکتا۔اس پر لازم ہے کہ فوراً اس عوت کو اپنے گھر سے نکال دے اور نامحرم کو اپنے گھر میں رکھنے کے سبب توبہ کرے۔اور اگر اس عورت سے میاں بیوی جیسا تعلق رکھا تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔اس

صورت میں اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور سنی مدرسہ میں کچھ رقم جمع کرائیں کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ اگر عورت مذکورہ کو اپنے گھر سے فوراً نہ نکالے تو سب مسلمان اس سے سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین (پ۷ع۱٤)

﴿٤٠٧﴾ **فتوی شرعی:** کہ آج صبح ہم میاں بیوی کا جھگڑا ہوا تو اسی جھگڑا کے دوران میری والدہ نے کہا بوٹی مارو، تو میں نے جواب میں کہا اگر میں بوٹی ماروں تو مجھ پر طلاق ہے۔ پھر اس کے بعد میں نے بیوی کو کہا نکل جاؤ تو اس کے انکار پر میں نے کہا میں تمہیں فیصلہ دیتا ہوں، تین اوپلے اٹھائے تو میری بیوی نے میرے منہ پر ہاتھ رکھا اور ہمشیرہ نے وہ اوپلے ہاتھ سے چھین لیے۔ پھر میں نے دو یا تین تھپڑ لگائے، آیا از روئے شرع طلاق ہوئی یا نہیں۔

سائل محمد شفاء اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں۔ آپ کی بیوی پر اس وقت طلاق پڑے گی جب آپ مقررہ کھیت سے مقررہ بوٹی اکھیڑیں گے۔ اگر مقررہ کھیت سے مقررہ بوٹی نہیں اکھیڑی تو بیوی پر کوئی ایک بھی طلاق نہیں پڑے گی۔ فاذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً مثل ان یقول لا مراته ان دخلت الدار فانت طالق (عالمگیری جلد دوم ص ٤٤٠)

﴿٤٠٨﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں حلفاً کہتا ہوں کہ کافی عرصہ سے میری دور رشتہ داروں سے ناراضگی ہے۔ میرے ماموں کے بیٹے کی شادی ہونی والی ہے۔ میں نے ماموں سے کہا اگر فلاں فلاں آدمی آپ کے بیٹے کی شادی میں شریک ہوئے تو میں حلفاً کہتا ہوں میں شادی میں شریک نہ ہونگا اگر ہوا تو مجھ پر طلاق ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔

سائل ہدایت اللہ ضلع لیہ۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ہدایت اللہ نے حلف با طلاق اٹھایا ہے کہ فلاں فلاں دو آدمی شریک شادی ہوئے تو مجھ پر طلاق ہے، یہ طلاق معلق ہے۔ اگر آدمی مذکورہ شادی میں شریک ہوئے تو ہدایت اللہ خان پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، عدت کے اندر اندر رجوع ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ عالمگیری جلد دوم ص ۴۴۰ میں ہے فاذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً مثل ان يقول لا مراته ان دخلت الدار فانت طالق

﴿۴۰۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں حلفاً بیان دیتا ہوں کہ اگر میں تیرے ساتھ بولوں تو مجھ پر عورت تین طلاقوں سے حرام ہے یہ لفظ میں نے صرف ایک مرتبہ کہے تھے۔ اس وقت سے اس وقت تک میں اپنے بھائی سے نہیں بولا، اب مجھے سخت پریشانی ہے، شریعت میں کوئی بچاؤ کی صورت ہوتو لکھ دیں تاکہ ہم آئندہ زندگی خوشحال گزار سکیں۔

سائل غلام عباس ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ چونکہ طلاق معلق ہے، اس تعلیق کے ابطال کا حیلہ یہ ہے کہ آپ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دیں، اس کے بعد عورت کی عدت طلاق گزرنے کے بعد از ان عدت آپ اپنے بھائی سے بول لیں تو پھر اس کے بعد تجدید نکاح کے ساتھ پھر یہ دونوں میاں بیوی بن کر زندگی گذار سکتے ہیں اور پھر بھائی کے ساتھ بولتے رہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ چنانچہ درمختار جلد دوم صفحہ ۳۸۸ میں ہے، ينحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقاً ---- فحيله من علق الثلث بدخول الدوران يطلقها واحدة ثم بعد العدت تدخلها فتنحل اليمين فينكحها۔

﴿۴۱۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں آپنے بھائی کے ساتھ رشتہ کے معاملہ میں بات کر رہا تھا باتوں باتوں میں مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے کہا اگر اپنے بھائی نذر محمد سے رشتہ لوں تو مجھے پر طلاق ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا۔ مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ کیا جائے۔ سائل محرم خان

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت میں مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محرم کی بیوی پر ایک طلاق رجعی اس وقت واقع ہوگی جب بھائی سے رشتہ لے گا، فی الحال کوئی طلاق نہیں ہے۔ فاذا اضافہ الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً مثل ان یقول لا مرأته ان دخلت الدار فانت طالق عالمگیری جلد دوم ص ۴۴۰۔

﴿۴۱۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے لڑکے نے منکوحہ سے لڑائی کی کیونکہ والد میکے گھر جانے پر بضد تھی۔ غصہ میں کہا اگر تو نے گھر کے باہر قدم رکھا تو تجھ پر تین طلاق ہے۔ میری بہو نے والدین کے گھر جانے کا ارادہ ترک کیا۔ پھر دوسرے دن والدین کے گھر میرے بیٹے کی رضا سے گئی۔ یہ مسئلہ ہم نے مقامی مولوی سے پوچھا اور ایک مولوی صاحب نے کہا ہے کہ اگر اسی وقت جاتی تو طلاق ہو جاتی یہ دوسرے دن اس کی اجازت سے گئی ہے تو طلاق نہ ہوگی۔ آپ ہماری اس مسئلہ میں راہنمائی فرمادیں۔

سائل حافظ محمد رمضان خانو خیلانوالہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ عورت نے باہر جانے کو کہا شوہر نے کہا باہر جائے تو تجھ پر طلاق ہے، عورت بیٹھ گئی اور دوسرے روز باہر گئی طلاق نہ ہوئی۔ شرط للحنث فی قوله ان خرجت مثلاً فانت طالق او ان ضربت عبدك فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعله فوراً لان قصده المنع عن ذلك الفعل عرفا، ومدار الایمان علیه وهذه تسمی یمین الفور تفرد ابو حنیفة رحمه الله تعالیٰ با ظهارها ولم یخلافه احد۔

جب بیوی باہر نکلنے یا غلام کو مارنے کے لیے تیار ہو اس وقت خاوند اگر کہے کہ تو نے مارا یا باہر نکلی تو تجھے طلاق ہے، تو مارنے اور باہر نکلنے سے وہی مراد ہے جس کے لیے وہ تیار کھڑی ہے۔ صرف اسی مارنے پر یا نکلنے پر طلاق ہوگی کیونکہ خاوند کا اس عمل سے روکنا مقصود ہے۔ یہی عرف ہے جب کہ حلف کا مراد یہی عرف ہے۔ اس کا نام یمین فور ہے۔ جس کے اظہار اور بیان میں امام

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابو حنیفہ منفرد ہیں اور کسی نے ان کی مخالفت نہ کی۔

فتح القدیر میں ہے،

تهيات للخروج فحلف لا تخرج فاذا جلست ساعة ثم خرجت لا يحنث لان قصده منعها من الخروج الذی تهيات له، فكانه قال ان خرجت الساعة وهذا اذا لم يكن له نية فان نوى شيئا عمل به۔

کہ اگر تو باہر نکلے تو تجھے طلاق ہے تو بیوی بیٹھ گئی اور کچھ دیر بعد نکلی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ خاوند کا مقصود وہ نکلنا ہے جس کے لیے وہ تیار تھی۔ اس نکلنے سے منع کرنا مقصود تھا۔ پس گویا خاوند نے یوں کہا کہ تو اب نکلی تو تجھے طلاق ہے۔ یہ حکم تب ہوگا جب خاوند نے کوئی نیت نہ کی ہو، اور اس نے کوئی نیت کی ہو تو اس پر عمل ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس وقت آپ کی بہو کے باہر نہ جانے سے طلاق نہ ہوئی۔ چاہے بعد میں وہ شوہر کی اجازت یا بغیر اجازت باہر جائے طلاق واقع نہ ہوگی۔

﴿۴۱۲﴾ فتوی شرعی: زاہد اقبال ولد شیر محمد ذات حجام نے کہا میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میری بیوی میکے گئی۔ میں اسے لینے کے لیے اس کے میکے گھر میں گیا تو وہاں اس کے والد نے میرے ساتھ جھگڑا شروع کر دیا اور مجھ سے طلاق کا مطالبہ کیا۔ میرے انکار پر اس نے مجھے زدوکوب کیا تو میں نے وہاں پر غصہ میں آ کر یہ الفاظ کہے کہ مجھ پر تین طلاق بیوی حرام ہوگی۔ اگر میں نے آئندہ تیرے گھر پر قدم رکھا" یہ الفاظ کہے تو میرے سسر نے کہا کہ اس نے اب طلاق دے دی ہے۔ میں نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تیرے گھر میں آئندہ داخل ہونے پر طلاق اٹھائی ہے۔ اس مسئلہ میں فتوی دیا جائے۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میرا یہ بیان حلفی درست ہے۔ سائل جاوید اقبال ولد شیر محمد

الجواب: بمطابق بیان حلفی جاوید اقبال کے اُس نے آئندہ کے گھر آنے پر طلاق معلق کی ہے۔ ایسی طلاق تب واقع ہوگی جب جاوید اقبال سسر کے گھر داخل ہوگا۔ ورنہ نہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بان کا حلف ان لا یدخل دار فلان اولا یکلم فلانا او نحو ذالك ثم اکرہ علی الدخول والکلام ففعل کان حنثا ۔ منقول احسن الفتاوی جلد ۵ ص۱۸۶ ، حاشیہ عالمگیری جلد ۳ ص۴۸۳

﴿۴۱۳﴾ **فتوی شرعی** میری شادی کو دس سال گزر چکے ہیں۔ میری بیوی ہر ہفتہ کو والدین کے گھر جاتی ہے۔ میں نے کئی بار کہا ہے کہ ہر روز کا جانا عزت کو کم کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ بچوں کی پڑھائی بھی متاثر ہوتی ہے۔ میرے لیے مصیبت یہ ہے کہ پڑوسیوں سے یا ہوٹل سے کھانا کھانا پڑتا ہے۔ اسی اتوار کو پھر چلی گئی۔ جب منگل کو آئی تو میں نے کہا آج کے بعد اگر گئی تو تم مجھ پر طلاق ہو جائے گی۔ پھر اتوار کو چلی گئی۔ یہ کلمہ صرف ایک مرتبہ کہا پھر کچھ دیر بعد کہا اگر اب تم گئی تو میں تمہیں طلاق دے دونگا۔ یہ جملہ پانچ سے زائد مرتبہ کہا ہمیں شرعی مسئلہ سے آگاہ کیا جائے کہ کیا بیوی میری مطلقہ ہوگئی ہے یا نہ۔ اگر مطلقہ ہوگئی تو کیا واپس لانے کی کوئی صورت ہوسکتی ہے۔ میں توبہ استغفار بھی کرونگا۔ نیز غریب لوگوں کو کھانہ بھی کھلاؤنگا۔ آئندہ یہ حرکت بھی نہ کرونگا۔

سائل غلام علی چک نمبر 6 میانوالی

الجواب: آپ کے بیان حلفی اور گواہوں کے بیان کے مطابق آپ کی بیوی پر ایک طلاق پڑے گی۔ صرف رجوع کافی ہوگا۔ رجوع یہ ہے کہ عدت کے اندر شوہر زبان سے کہہ دے میں نے رجوع کیا۔ میں نے طلاق واپس لی۔ یا میاں بیوی کا تعلق قائم کرلے تو رجوع ہو جائے گا۔ دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ باقی پانچ مرتبہ کہا کہ میں تمہیں طلاق دے دونگا۔ یہ صرف طلاق کی دھمکی ہے۔ ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ آپ ماشاءاللہ صاحب جائیداد ہیں اگر چاہیں تو غرباء کو طلباء کو کھانا کھلادیں۔ توبہ واستغفار کریں تو شریعت میں کوئی منع نہیں۔ بہر حال خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی منکوحہ پر صرف ایک طلاق پڑی، رجوع کافی ہوگا۔ لیکن آئندہ آپ صرف دو طلاقوں کے مالک ہوں گے۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۱۴﴾ **فتوی شرعی** میں نے کہا اگر میں دکان پر جاؤں تو مجھ پر بیوی طلاق ہے۔ یہ الفاظ صرف ایک مرتبہ کہے۔ اب میں بے حد پریشان ہوں۔ اس مہنگائی کے دور میں دوکان پر نہ گیا تو بچونکی روزی کیسے کماؤنگا۔ دو باتوں میں ایک ضرور ہوگی یا دکان چھوڑ دوں یا عورت کو میری خواہش ہے کہ دونوں نہ جائیں۔ کوئی ترکیب بتائیں۔ میری روزی کا ذریعہ وہ بھی نہ جائے اور گھر بھی برباد نہ ہو۔

سائل محمد شکور میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں آپ دوکان پر زندگی میں جب جائیں گے تو بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ جس کا حکم شرعی یہ ہے کہ عدت کے اندر بغیر تجدید نکاح کے شوہر رجوع کر سکتا ہے۔ البتہ عدت کے بعد عورت کی رضا مندی سے دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ یہ شخص دکان پر چلا جائے۔ اس سے ایک طلاق رجعی ہو جائے گی۔ اس کے بعد یہ شخص بیوی سے رجوع کرے اور رجوع سے مراد ہے کہ یا تو زبان سے کہدیں کہ میں طلاق واپس لیتا ہوں۔ یا بیوی کو ہاتھ لگادے یا اس سے صحبت کرنے۔ زبان سے یا فعل سے رجوع کر لینے کے بعد طلاق کا اثر ختم ہو جائے گا۔ لیکن اس شخص نے تین طلاقوں میں سے ایک طلاق کا حق استعمال کرلیا۔ اب اس کے پاس صرف دو طلاقوں کا حق باقی رہ گیا۔ آئندہ اگر دو طلاقیں دے دیں تو بیوی حرام ہو جائے گی۔ اس لیے آئندہ احتیاط کرے۔

﴿۴۱۵﴾ **فتوی شرعی** میری شادی کو دس سال ہو گئے بوقت نکاح، نکاح خواں نے یہ شرط لکھ دی کہ اگر دولھا دوسری شادی کرے گا تو پہلی بیوی کو طلاق ہوگی۔ میں نے دستخط کر دیئے، میرے لیے مسئلہ یہ ہے کہ اس بیوی سے میری اولاد نہیں۔ ایم، بی، بی ایس لیڈی ڈاکٹر سے ٹیسٹ کرانے کے بعد یہ رپورٹ آئی کہ اس عورت کے بچے نہیں ہو سکتے۔ بیوی مجھے کہتی ہے کہ شادی کرلو میں راضی ہوں۔ لیکن میں کہتا ہوں نکاح نامہ میں یہ شرط بھی تھی کہ اگر میں شادی کروں تو پہلی بیوی کو طلاق ہوگی۔ قبلہ مفتی صاحب میں یہ چاہتا ہوں کہ میں شادی بھی کرلوں اور پہلی بیوی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بھی نہ جائے۔ براہ کرام شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔
سائل ابراہیم خان میانوالی

الجواب: سوال میں نقل کردہ الفاظ اگر میں دوسری شادی کروں تو پہلی بیوی کو طلاق ہو گی۔ یا تین طلاق کے الفاظ تھے۔ اگر یہی الفاظ لکھے تھے، جو آپ نے اپنے بیان حلفی میں لکھے ہیں تو دوسری شادی کرنے پر پہلی بیوی کو صرف ایک طلاق ہو گی۔ وہ رجعی طلاق ہو گی۔ رجعی کا مطلب ہے کہ آپ عدت کے اندر رجوع کر سکتے ہیں۔ دوبارہ نکاح یا شرعی حلالہ کی ضرورت نہ ہو گی۔ ہاں عدت ختم ہو گئی تو پھر باہمی رضا مندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ اور اگر طلاق کے تین مرتبہ الفاظ استعمال کیئے تھے تو اس سے دوسری شادی کرتے ہی پہلی بیوی مطلقہ مغلظہ ۳ بہ سہ طلاق ہو جائے گی۔ پھر شرعی حلالہ کے علاوہ واپس لانے کا کوئی حل نہیں۔

﴿۴۱۶﴾ فتوی شرعی ہم کئی رشتہ دار اکٹھے فلم دیکھتے ہیں۔ میرے والد بڑے سخت مزاج کے آدمی تھے۔ انہوں نے مجھے کئی بار منع کیا تھا کہ فلمیں نہ دیکھا کرو۔ میں وعدہ کر لیتا لیکن رشتہ داروں کے ساتھ چلا جاتا ہوں، ایک دن میرے والد کو بہت غصہ آیا مجھے مارا پیٹا پھر میں نے بحالت غصہ کہا اگر میں آئندہ فلم پر گیا تو کل عورتیں مجھ پر طلاق ہوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی فلمیں دیکھتا ہوں۔ اب دریافت امر یہ ہے کہ میرے والد فوت ہو گئے۔ میری شادی ہونے لگی میں سخت پریشان ہوں کیا کروں کوئی آسان حل بتا دیں۔ نوازش ہو گی۔ سائل اعجاز خان میانوالی

الجواب: آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر غیر شادی شدہ لڑکا یہ کہے اگر میں فلاں کام کروں تو مجھ پر تمام عورتوں کو طلاق یہ لغو ہے۔ اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہاں اگر اس طرح کہتا کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اس کو طلاق تو نکاح کرتے ہی اس کو طلاق ہو جاتی لیکن وہ بھی صرف ایک دفعہ پھر اسی لڑکی سے دوبارہ نکاح کرنے پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ مطمئن رہیں شادی کر لیں۔ طلاق نہ ہو گی۔ لیکن اس قسم کی غلط حرکات سے ہمیشہ دور رہیں۔ شرعی احکام کی پابندی کریں۔ هکذا فی الفتاوی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۱۷﴾ **فتوی شرعی:** میرے بیٹے کی شادی دو سال قبل ہوئی ہے۔معمولی گھریلو جھگڑا ہوا۔تو میرے بیٹے نے بحالت غصہ کہا میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ یہ لفظ تین دفعہ سے زائد مرتبہ کہے۔اس بات کے گواہ میرے علاوہ گھر کی عورتیں بھی ہیں۔ان کے بیان لف ہیں۔ میری بہو حاملہ ہے۔ہم نے سن رکھا ہے کہ حاملہ کو طلاق نہیں ہوتی۔اور نہ دودھ پلانے والی کو کیا یہ درست ہے۔

سائل محمد رمضان میانوالی

الجواب: محترم رمضان صاحب آپ نے غلط سن رکھا ہے۔عورت حاملہ ہو یا دودھ پلانے والی ہو ہر حالت میں طلاق پڑ جاتی ہے۔آپ کے بیان حلفی اور دیگر گواہوں کی گواہی کی روشنی میں آپ کی بہو مطلقہ مغلظہ ۳ بہ سہ طلاق ہو چکی ہے۔آپ کے بیٹے پر حرام ہو چکی ہے۔وضع حمل کے بعد عدت پوری ہو گی۔فوت ہو جانے یا اپنی مرضی سے طلاق دے تو بعد از عدت اگر چاہے تو آپ کے بیٹے کے عقد میں آسکتی ہے۔اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں کہ آپ کے بیٹے کے ہاں وہ رہے۔باقی رہا غصہ مانع طلاق نہیں ہے۔

﴿۴۱۸﴾ **فتوی شرعی:** میری بیوی حافظ قرآن پڑھی لکھی ہے۔بس گھریلو کسی مسئلے پر مجھ سے الجھ پڑی۔ مجھے سخت غصہ آیا میں نے تین بار کہا میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔یہ الفاظ اس نے بالکل نہ سنے اور نہ میں نے بتائے۔میرا سوال یہ ہے کہ طلاق کا بیوی کو علم ہونا ضروری ہے یا نہیں۔

سائل غلام حسن میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ طلاق صرف زبان سے کہہ دینے سے ہو جاتی ہے۔خواہ بیوی سنے نہ سنے، گواہ ہوں یا نہ۔ بیوی کو علم ہو یا نہ۔ان پڑھ ہو یا حافظ قرآن، طلاق پتھر ہے۔نکاح شیشہ ہے۔جب پتھر شیشہ پر لگتا ہے تو شیشہ ٹوٹ جاتا ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کے بیان حلفی کے مطابق آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ ۳ بہ سہ طلاق ہو چکی ہے۔آپ پر لازم ہے کہ آپ ان سے علیحدہ رہیں۔بغیر حلالہ شرعی کے آپ کے عقد میں دوبارہ نہیں آسکتی قرآن مجید

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں ہیں" فان طلقها فلا تحل له من بعد حتٰی تنکح زوجاً غیرہ "۔

﴿۴۱۹﴾ **فتوی شرعی:** مجھے والدہ کہتی تھی کہ جاؤ بازار سے سبزی وغیرہ خرید کر لاؤ۔ میری طبعیت ٹھیک نہ تھی۔ بار بار کہا، مجھے سخت غصہ آیا اور کہا اگر میں بازار سبزی یا گوشت وغیرہ خرید نے گیا تو میری بیوی پر تین طلاق۔ جب میرا غصہ ٹھنڈا ہوا تو میں بازار چلا گیا۔ سبزی کے علاوہ اور بھی گھریلو اشیاء خرید لایا۔ میں نے طلاق صبح کے وقت اٹھائی تھی اور بازار شام کے وقت گیا۔ کیا میری بیوی مطلقہ ہوگی یا نہ۔

سائل محمد اکرم ولد محمد راشد علی میانوالی

الجواب: محمد اکرم آپ نے طلاق کو معلق باشرط کیا۔ آپ کو چاہیے تھا کہ بازار نہ جاتے۔ آپ خود اقرار کر رہے ہیں کہ میں بازار گیا اور اشیاء بھی خرید لایا تو آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ بدون حلالہ شرعی کے دوبارہ آپ کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ جیسا کہ شامی جلد دوم ص ۵۹۰ میں ہے "ومن الالفاظ المستعلمة الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلانیة"۔

﴿۴۲۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بھائی سے پچھلے سال زمین کے معاملہ میں تنازع ہوا۔ لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ میں نے قسم اٹھائی تھی اگر میں بھائی کے گھر قدم رکھوں یا کلام کروں تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق سے حرام ہو۔ مجھے بیٹوں اور دیگر قریبی رشتہ داروں نے مجبور کیا کہ اپنے بھائی سے صلح کر لو۔ المختصر یہ ہے کہ وہ بھائی میرے پاس آیا معافی مانگی۔ زمین بھی واپس کی، میں نے اس سے گفتگو کی ور اس کے گھر گیا۔ بیٹھا رہا، چائے پی پھر واپس آ گیا۔ کچھ دنوں کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں نے طلاق اٹھائی تھی کہ بھائی سے نہ کلام کرونگا اور نہ ان کے گھر جاؤں گا۔ اب مجھے بہت افسوس ہوا، جناب مجھے از روئے شرع مسئلہ بتایا جائے، جو حکم شریعت کا ہو گا اس پر عمل کرونگا۔

سائل حاجی محمد خان ولد حاجی محمد زمان خان ساکن دلیوالی میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ حاجی محمد خان صاحب آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ کیونکہ آپ نے بھائی کے ساتھ گفتگو نہ کرنے اور ان کے گھر نہ جانے کی طلاق اٹھائی تھی۔ جبکہ آپ کے بیان کے مطابق بھائی سے کلام کی اور ان کے گھر جا کر چائے نوش فرمائی۔ لہٰذا شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہو گئی۔ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۴۷ پر ہے، فاذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط۔

«۴۲۱» فتوی شرعی: کہ میں نے قسم کے ساتھ کہا اگر میں چچا کے گھر جاؤں تو میری بیوی تین طلاقوں سے حرام ہو۔ اب میں بڑا پریشان ہوں، میرے کزن کی شادی ہونیوالی ہے۔ جناب مجھے مسئلہ سے آگاہ فرمائیں اگر میں چچا کے گھر چلا جاؤں تو میری بیوی پر طلاق ہوگی یا نہ۔ اپنے محلہ کے استاد سے پوچھا تھا انہوں نے کہا اگر چچا کے گھر جائے گا تو بیوی سے فارغ ہو جائے گا۔

سائل محمد امان اللہ ولد احسان اللہ بلوخیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے استاد نے ٹھیک کہا ہے۔ اگر چچا کے گھر جائے گا تو تیری بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو جائے گی۔ بدون حلالہ شرعی دوبارہ نکاح نہیں ہو سکے گا جیسا کہ "وتنحل الیمین اذاوجد الشرط مطلقاً لکن ان وجد فی الملك طلقت"۔

«۴۲۲» فتوی شرعی: کہ میرے والد اور میرے خاوند کے تعلقات آپس میں اچھے نہ تھے۔ والدین کی محبت ایک قدرتی امر ہے۔ میں والد کی دھڑ کرتی تھی۔ اور میرے میاں اس کے سخت مخالف تھے۔ ایک دن میرے خاوند نے سخت بدکلامی کی، میرے والد کو برا بھلا کہا اور ساتھ ہی یہ کہا۔ اگر آج کے بعد تو والدین کے گھر گئی تو مجھ پر تو تین طلاقوں سے حرام ہے، اب جب کہ میرا والد فوت ہو گیا ہے، فوتگی کی اطلاع آ گئی ہے میں نے جانا بھی ضروری ہے، اب میں کیا کروں۔ (یہ مسئلہ پہلے فون پر پوچھا گیا پھر تحریر میں لایا گیا، محمد علی اعظمی) سائلہ نائلہ بی بی میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: نائلہ بی بی اگر آپ والد کے گھر گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ فوت ہونے کے بعد بھی تو باپ کا گھر ہے۔ آپ ایسا کریں باپ کے پڑوسی کے گھر چلی جائیں وہاں منہ دیکھ لینا اولاد سے اظہار تعزیت بھی کر لینا، یا باپ کی میت کو آپ کے گھر لے آئیں، منہ دیکھ لینا۔ جیسا کہ فتاوٰی شامی جلد دوم صفحہ ۲۷۶ میں ہے "اذا علمت ذلك ظهر لك ان قاعدة بناء الايمان على العرف معناها ان المعتبر هو المعنى المقصود فى العرف من اللفظ المسمى، اعلم انه اذا حلف بد خل دار زيد فدارة مطلقاً دار يسكنها"۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۲۳﴾ فتوی شرعی: کہ میری بیوی اپنے قریبی رشتہ داروں کے گھر چلی جاتی ہے۔ پچھلے ہفتہ مسلسل چار دن تک وہاں پر رہی ہے، وہاں سے آکر پھر بہن کے گھر لاہور چلی گئی تو میں بڑا پریشان ہوا۔ جب گھر آئی تو مجھے سخت غصہ آیا۔ بحالت غصہ کہا، اے فلانی آج کے بعد کسی کے گھر نہ جانا حتی کہ اپنی بہن کے گھر بھی نہ جانا اگر گئی تو مجھ پر حرام ہے۔ گالیاں دیں، تو نے مجھے تنگ کر رکھا ہے، مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ کیا جائے۔

سائل غلام یٰسین ملک محلہ میانہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر آپ کی بیوی بہن کے گھر یا کسی رشتہ دار کے گھر گئی تو طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ پھر آپ کو دوبارہ نکاح کرنا ہوگا، جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۴۰ میں ہے، اذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا مثل ان يقول ان دخلت الدار فانت طالق۔

﴿۴۲۴﴾ فتوی شرعی: کہ میرا والد سے زمین کے معاملہ میں تنازع تھا، میں نے کہا اگر میں پرسوں تک زمین واپس نہ لے لوں تو تجھ پر طلاق ہے، تو تجھ پر طلاق ہے، تو تجھ پر طلاق ہے، اب میں بڑا پریشان ہوں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں۔

سائل محمد اکرم خان موچھ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاق ایک شرط پر معلق ہے، فاذا اضافہ الی الشرط وقع عقب الشرط اتفاقاً مثل ان یقول لا مراتہ ان دخلت الدار فانت طالق عالمگیری جلد دوم ص ۴۴۰ خلاصہ کلام یہ ہے کہ پرسوں جو تاریخ مقرر کی اس تاریخ تک زمین واپس نہ ہوئی تو پھر دو طلاق کا حکم دیا جائے گا جو کہ عدت کے اندر اور بعد از عدت نکاح ہوسکتا ہے۔

﴿۴۲۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں بقائمی ہوش وحواس حلفاً بیان کرتا ہوں کہ جمعہ کے دن میرے والدین کا آپس میں کسی بات پر جھگڑا ہو رہا تھا۔ تو میں نے اللہ کو کہا کہ خاموش ہو جاؤ پڑوسی کیا کہیں گے۔ تو والد نے مجھے دو تین تھپڑ رسید کئے تو پھر میں نے غصہ کی حالت میں یہ کہا کہ مجھ پر طلاق ہے، اگر میں کپڑا آپ کو نکلوا دوں یہ واقع پونے دو ماہ کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔

سائل شاہ جہان خواجہ آباد شریف

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ یہ طلاق معلق ہے۔ جب تک یہ شرط نہ پائی گئی تو طلاق واقعہ نہ ہوگی، فی الحال کوئی طلاق وغیرہ نہیں۔ "فاذا اضافہ الی الشرط وقع عقب الشرط اتفاقاً مثل ان یقول لا مراتہ ان دخلت الدار فانت طالق عالمگیری جلد دوم ص ۴۴۰

﴿۴۲۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا اور میرے بھائی کی بیوی کا آپس میں کسی معاملہ پر جھگڑا ہو گیا تو میں نے یوں لفظ کہے کہ میں تجھ سے ایک منٹ بھی اکٹھے رہنے پر گزارہ نہیں کرسکتا، اگر میں اب کے بعد آپ کے ساتھ رہوں تو میری بیوی مجھ پر تین طلاق سے حرام ہے، تو از روئے شرع شریف اس مسئلہ کا کیا جواب ہوگا۔ سائل امیر نواز

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ فوراً گھر سے نکل جائے آئندہ تعلیق طلاق کو ختم کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ سائل ماہواری سے ایک دو دن قبل صرف ایک طلاق دیدے اور رجوع قولی فعلی نہ کرے۔ اس کے بعد میاں بیوی علیحدہ رہیں۔ تین ماہواریوں کے بعد پھر سائل بھاوج کے ساتھ بول چال رہن سہن اکٹھا رکھ دیں۔ اس کے بعد میاں بیوی جدید نکاح کیساتھ پھر زندگی بھر اکٹھے رہ سکتے ہیں اور پہلی تین معلق طلاقیں ختم ہو جائیں گی۔ چنانچہ درمختار جلد دوم صفحہ ۳۸۸ میں ہے "ینحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقاً ---- فحیلہ من علق الثلث بدخول الدار ان یطلقھا واحدۃ ثم بعد العدت تدخلھا فتنحل الیمین فینکحھا"۔

﴿۴۲۷﴾ فتوی شرعی: کہ میرا بھائی کے ساتھ جھگڑا ہوا کیونکہ وہ مجھے بے موقع گالیاں دیتا ہے۔ میں نے اپنا سامان اٹھایا اور بیٹھک میں رکھ دیا۔ اتنے تک میری بھتیجی آئی اس نے میرے بازوں سے پکڑ کر واپس لانا چاہتی تھی اسی کھینچا تانی میں گر کر زخمی ہوا۔ اور طیش میں آکر کہا کہ میں ادھر جاؤں تو مجھ پر بیوی طلاق سے حرام ہے۔ مجھ پر طلاق ہے، مجھ پر حرام ہے، یہ الفاظ تین دفع کہے،

(نوٹ) جب مفتی جامعہ اکبریہ نے پوچھا ادھر سے کیا مراد ہے تو طالق نے کہا ادھر سے مراد کمرے تھے، ابھی میں بیٹھک میں ہوں) لہٰذا مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد یعقوب کندیاں

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طالق محمد یعقوب کے بیان اور دوسرے گواہان کے بیان کے مطابق اس نے اشارہ کر کے کہا میں ادھر جاؤں تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق سے حرام، اس کی مراد جو خود طالق اور دوسرے گواہان بیان کی ہے کہ اُدھر سے مراد کمرے تھے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سامان بھی کمروں سے نکلوایا گیا۔ قاعدہ شرعی کے مطابق جہاں اشارہ میں یا مراد میں ابہام ہوتو حالف کی نیت ہی معتبر ہوتی ہے۔ اب طالق نے خود حلفاً کہہ دیا اور گواہوں کی تائید بھی حاصل ہو گئی۔ لہٰذا شرعی فیصلہ یہ ہے کہ محمد یعقوب ان کمروں میں رہے گا تو اس کی بیوی مطلقہ بہ سہ ۳ طلاق ہو جائے گی۔ بھتیجے کے کمروں میں یا اور بیٹھک میں رہے تو بیوی مطلقہ نہ ہوگی۔ "فاذا اضافه الی الشرط وقع عقبب الشرط اتفاقاً مثل ان یقول لا مراته ان دخلت الدار فانت طالق" عالمگیری جلد دوم ص ۴۴۰

﴿۴۲۸﴾ **فتوی شرعی :** کہ میرا بیوی کے ساتھ گھریلو کام پر جھگڑا ہوا۔ میں نے غصہ میں کہا میں تجھے آج گھر سے نہ نکالوں تو مجھ پر طلاق ہے۔ میں اسی وقت گھر سے چلا گیا اور والد نے میری بیوی چچا کے ہمراہ بھیج دی۔ شرعی مسئلہ س آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد اقبال

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد اقبال کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ شرط پوری کردی گئی ہے۔ اور عربی قاعدہ ہے "اذافات الشرط فاذا فات المشروط"

﴿۴۲۹﴾ **فتوی شرعی :** کہ میرا بیوی کے ساتھ کسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا، کیونکہ میں بلڈ پریشر کا مریض ہوں۔ معمولی بات پر سخت غصہ آجاتا ہے، تو میں نے بحالت غصہ اپنی بیوی کو یہ کہا کہ مجھ پر تین طلاق ہے اگر میں تجھے گھر میں رہنے دوں۔ اب میں بڑا پریشان ہوں۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمادیں۔ سائل محمد اکرم PAF

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ سائل نے تین طلاق کو گھر میں رہنے پر معلق کیا ہے۔ اگر کلام متصل ہوتو طلاق کے الفاظ کی تقدیم تاخیر سے فرق نہیں پڑتا۔ ہمارے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

معاشرہ میں شرط عموماً بعد میں بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ لہٰذا محمد اکرم کی بیوی گھر میں نہیں رہ سکتی اگر رہنے کا ارادہ کرلیا یا ٹھہر گئی تو مطلقہ بہ سہ ۳ طلاق ہو جائے گی۔ چنانچہ درمختار جلد دوم صفحہ ۳۸۸ میں ہے، ینحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقاً ــــ فحیله من علق الثلث بدخول الدار ان یطلقها واحدة ثم بعد العدت تدخلها فتنحل الیمین فینکحها۔

﴿۴۲۰﴾ فتوی شرعی: کہ گھر میں بیوی میرے ساتھ بیٹھی تھی اچانک کسی بات پر مجھے غصہ آیا اور میں نے تین چپل پھیک کر (یعنی مار کر) ان کو گھر سے فارغ کر دیا۔ آیا از روئے شرع شریف کیا حکم ہوگا۔

(نوٹ) جب مفتی صاحب نے سائل سے پوچھا لفظ فارغ سے تیری طلاق مراد تھی تو سائل نے حلفا کہا بالکل نہیں)

سائل محمد عباس خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ تین چپل کیا ہزار چپل مارنا یا پھینکنا بھی پایا جائے جب تک زبان سے الفاظ طلاق نہ نکلیں تو طلاق نہیں ہوتی۔ ہاں فارغ کا لفظ طلاق کنایہ سے ہے، جس سے طلاق کا وقوع طالق کی نیت پر موقوف ہوتا ہے، یا مذاکرہ طلاق ہو یا دلالۃ حال ہو چونکہ مذاکرہ طلاق اور دلالۃ حال نہ ہے اور خود طالق کے بیان کیا کہ اس لفظ سے میری نیت طلاق نہ تھی۔ لہٰذا از روئے شرع شریف سائل مذکور کی منکوحہ پر اس لفظ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

﴿۴۲۱﴾ فتوی شرعی: کہ مدعی مقرب خان کہتا ہے کہ تمام گندم دینے کی مجھ سے گل میر خان نے شرط لگائی جو کہ ہار گئے صرف یہ نہیں بلکہ تین طلاق بھی اٹھائی۔ بوقت طلاق و شرط ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ (دستخط مقرب خان)

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

بیان مدعلیہ۔گل میر خان

کہتا ہے میں نے تمام گندم کی شرط تو لگائی مگر طلاق کا ذکر تک نہیں ہوا۔ یہ بیان حلفاً دستخط کہتا ہوں۔

(دستخط گل میر خان)

مدعی تین طلاق اور تمام گندم کی شرط لگانے کا بیان دیتا ہے۔ اور مدعلیہ صرف شرط کا اقراری اور طلاق کا انکاری ہے۔ اس صورت حال میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہوگا۔

سائل مقرب خان، گل میر خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ مدعی مقرب خان تمام گندم کے ساتھ تین طلاقوں کا حلف بھی اٹھاتا ہے جبکہ مدعلیہ گل میر خان صرف گندم کی شرط کا اقراری ہے۔ اصول شرع یہ ہے کہ اس معاملہ میں مقرب خان کی شرط فضول ہے اس لئے کہ وہ مدعی ہے حدیث شریف میں ہے "البینة علی المدعی الیمین علی من انکر" مقرب خان کے پاس گواہ نہیں اور نہ گل میر خان کے پاس ہے تو اب مدعلیہ (گل میر خان) سے قسم لی جائے گی اگر وہ حلف دیتا ہے تو فیصلہ اسی پر ہوگا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ فیصلہ صرف گندم کی شرط پر ختم ہوگا طلاق وغیرہ نہ ہوگی۔

نوٹ: شرط لگانا حرام ہے مدعی اور مدعلیہ کو چاہیے کہ آئندہ محتاط رہیں۔

﴿۴۳۲﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ آج صبح میرا برادر نسبتی آیا ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ میری بیوی جب چائے لیکر آئی تو ہماری باتوں میں مداخلت کرنے لگی، میں نے منع کیا لیکن باز نہ آئی۔ میں نے غصہ میں کہا جا کتی آج سے توں میری والدہ ہے، مجھے تیری ضرورت نہ ہے، میرے گھر سے نکل جا۔ آیا ان الفاظ سے میری بیوی مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔

سائل رہتاس خان علووالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب بتوفیق الملک الوھاب ھواللہ الموفق بالصواب۔

صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ آپ کے الفاظ اولیٰ تو آج سے میری والدہ ہے سے ظہار ثابت نہیں ہوتا۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔

لو قال لھا انت امی لا یکون مظاھر او ینبغی ان یکون مکروھا۔

پھر اس کے ظہار نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ظہار کے لیے صراحتاً حرف تشبیہ کا ہونا شرعاً ضروری ہے۔ ردالمحتار میں ہے،

فعلم انہ لا بد فی کونہ ظھارا من التصریح باداۃ التشبیہ شرعا۔

اور ظاہر ہے کہ آپ کے ان الفاظ میں حرف تشبیہ صراحتاً مذکور نہیں تو ان الفاظ سے ظہار ثابت نہ ہوا۔ اس کے بعد آپ نے کہا کہ مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔ طلاق واقع نہیں ہوئی، فتاوٰی عالمگیری میں ہے، ولو قال لا حاجۃ لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق، بلکہ یہ الفاظ طلاق کے الفاظ کنایات ہی سے نہیں ہیں کہ نہ تو ان میں انشاء طلاق ہے نہ اخبار طلاق۔ پھر یہ تعریف الکنایہ ہی صادق نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس پر ان سے طلاق ہی واقع نہیں ہوتی۔

ردالمحتار میں ہے

ماذکروہ فی تعریف لکنایۃ (ما احتمل الطلاق وغیرہ) لیس علی الطلاقہ بل ھو مقید بلفظ یصح خطابھا بہ ویصلح لانشاء الطلاق الذی واضمرہ الاخبار بانہ اوقعہ ولا بد من ثالث ھو کون اللفظ سیا عن الطلاق وناشأ عنہ ملخصا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

توان الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوئی۔ پھر آپ نے کہا تو میرے گھر سے نکل جا تو یہ الفاظ کنایات طلاق سے ہیں کہ ان پر تعریف کنایہ صادق آرہی ہے۔ اوران کا محتمل طلاق ہونا اوران کا اخبار پر دال ہونا۔ بلکہ ان کا ناشی عندالطلاق ہونا ظاہر ہے۔

ردالمحتار میں ہے

ونحوا خرجی واذهبی وقومی ای من هذا المكان لينفع الشرفيكون ردا اولا انه طلقها فيكون جوابا۔

پھر جب ان الفاظ کا نیت طلاق ہونا ثابت ہو چکا تو اگران کو بہ نیت طلاق کہا ہے توان سے ایک طلاق واقع ہوجائے گی۔ ضروری ہے کہ عدت کے اندر رجوع کرے۔

﴿۴۳۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے سسر کو جا کر کہا کہ آج میں بیوی کو طلاق دے کر جاؤں گا۔ کیاان الفاظ سے طلاق کا وقوع ہوتا ہے یانہیں۔

سائل مولوی نجم الدین

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اگر شوہر یہ کہے کہ آج میں طلاق دے کر جاؤں گا تو طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ ان الفاظ میں شوہر اپنے آئندہ طلاق دینے کے قصد اور ارادہ کا اظہار کر رہا ہے اور نہ اس وقت وہ ایقاع طلاق کر رہا ہے نہ اس کی خبر دے رہا ہے محض قصد وارادہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے

لو قال نويت طلاقك او اردت طلاقك لا تطلق وان نوى۔

لہٰذا اگر اس شوہر نے صرف یہی الفاظ کہے ہیں توان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

ولو قال هويت طلاقك او احببت طلاقك او رضيت طلاقك او اردت طلاقك لا تطلق وان نوی۔

لہٰذا آپ کی بیوی اب بھی آپ کی بیوی موجود ہے اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

﴿۴۳۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بہن ایک پڑھی لکھی ملازمہ ہے۔ ہمارے بہنوئی کا آئے روز جھگڑا ہو جاتا ہے میں کل ان کے گھر گیا تو پہلے تنازع شروع تھا، میں نے کہا میری بہن کو طلاق دو اس نے کہا یہ عورت میرے کام کی نہیں میں اس کو ہرگز نہیں رکھتا، کیا اس کے ایسا کہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں۔

سائل غلام فرید ملک

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ شوہر نے اپنی زوجہ کے بھائی فرید کے مطالبہ پر یہ الفاظ کہے کہ یہ عورت میرے کام کی نہیں ہے تو یہ الفاظ طلاق کے ہیں چنانچہ فتاوی قاضی خاں ص ۲۴۷ جلد ۷ میں ہے

ولو قال لم يبق بيني وبينك عمل يقع الطلاق اذا نوی۔

فتاوی عالمگیری ص ۳۷۷ جلد ۲ میں ہے

وفی الفتاوی لم يبق بيني وبينك عمل ونوی يقع كذا فی العنايه۔

ظاہر ہے کہ ان الفاظ عربی کے تحت شوہر کے الفاظ بھی داخل ہیں اور بلاشبہ وہ قول اس قول پر مشتمل ہے تو جس طرح اس قول سے طلاق واقع ہو گئی اسی طرح اس قول سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

اب باقی رہا یہ فرق کہ اس قول میں شوہر سے نیت دریافت کرنے کی ضرورت ہے کہ وہاں

نہ پہلے طلاق کا صراحتہ ذکر تھا نہ وہ قول مطالبہ طلاق کے جواب میں ہے تو اس قول سے پہلے مذاکرہ طلاق صراحتہ پایا گیا۔ اور جو الفاظ کنایہ سوال طلاق کے جواب میں کہے جائیں گے تو ان سے مذاکرہ طلاق کی بنا پر طلاق کا واقع ہونا نیت پر موقوف نہیں ہے۔

ردالمحتار مصری ص ۴۷۷ ج ۲ میں ہے

اما اذا تکلمت بسوال الطلاق فقد حصلت المذاکرۃ وفیھا لا تنوقف علی النیۃ۔

یہ الفاظ کنایہ کی تیسری قسم جواب فقط میں داخل ہیں اور حالت مذاکرہ طلاق کی ہے تو ان الفاظ سے طلاق بلانیت کے بھی واقع ہوگئی۔

ردالمحتار جلد۲ ص ۴۷۸ میں ہے

والثلث یتوقف علیھا فی حالۃ الرضاء فقط ویقع فی حالۃ الغضب المذاکرۃ بنیۃ۔

خلاصہ تحریر یہ ہوا کہ شوہر کے ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی اور اس صورت خاص میں اس سے نیت دریافت کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

﴿۴۳۵﴾ **فتوی شرعی** کہ میں اپنے سسرال گیا کیونکہ پہلے میرے اور میرے سسرال کا زمین کے معاملہ میں تنازع چل رہا تھا حتی کہ ہم نے ایک دوسرے کے خلاف درخواست بازی کی ہوئی ہے تو میں صلح کے معاملہ میں گیا تو میرے برادر نسبتی غلام محمد ایک فائل لیکر آئے اس میں سے اشٹام نکالا مجھے کہا انگوٹھا لگا دو میں نے اس نیت سے لگا دیا کہ شاید کوئی گواہی وغیرہ ہوگی طلاق کا میں نے سوچا تک نہ تھا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ طلاق نامہ تھا۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں۔ سائل محمد فرقان سیالوی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اس دستاویز کے بعد عدم وقوع طلاق کی یہ چند وجوہ سمجھ میں آتی ہیں، (۱) دستاویز میں جس واقع کو لکھا گیا ہے اگر یہ واقعہ نہیں گزرا اور خسر نے یہ تحریر طلاق واقع محض اپنی طرف سے گڑھ کر لکھی ہے اور یہ بات بھی سچ ہو کہ شوہر نے بغیر پڑھے انگوٹھا لگادیا اور یہ بھی صحیح ہو کہ شوہر اس تحریر کے مضمون طلاق کا ابتدا ہی سے منکر ہے تو ہرگز طلاق واقع نہیں ہوگی۔

فتاوی شامی ص ۴۴۰ میں ہے

کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملّه بنفسه لا یقع الطلاق مالم یقر انه کتابه۔

(۲) دستاویز کا واقعہ تو ضرور وجود میں آیا اور سالے نے اس واقعہ کے موافق یہ تحریر لکھی کہ شوہر نے اپنی بیوی کی طرف بغیر خطاب و اضافت اور اشارہ کے تین بار صرف طلاق طلاق طلاق کہا اور یہ تحریر شوہر ہی کی تسلیم بھی کر لی جائے تو اس صورت میں بھی طلاق واقع نہیں ہوئی کہ طلاق صریح کے واقع ہونے کے لیے لفظ طلاق کی عورت کی طرف کسی طرح کی اضافت ضروری ہے مثلاً یوں کہے کہ میری عورت کو طلاق ہے یا فلانی عورت کو طلاق ہے یا عورت کو مخاطب بنا کر کہے تجھے طلاق ہے یا عورت کی طرف اشارہ کر کے کہے اس کو یا اسے طلاق ہے اور اس دستاویز میں عورت کی طرف کوئی اضافت مذکور نہیں ہے اور نہ عورت کو طلاق دینے کی نیت ہے۔ لہٰذا اس دستاویز کے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

درمختار جلد ۲ ص ۴۴۰ میں ہے

لم یقع لترکه الاضافة الیها۔

ردالمحتار جلد ۲ ص ۴۴۲ میں ہے

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

ان الصریح لا یحتاج الی النیۃ ولکن لا یدفی وقوعہ قضاءً و دیانۃ من قصد اضافۃ لفظ الطلاق الیھا عالما بمعناہ۔

(۳) شوہر نے جب اس تحریر پر بغیر پڑھے انگوٹھا لگایا اور اس کا طلاق دینے کا قصد و تصور نہ تھا تو اس صورت میں بھی طلاق واقع نہ ہوئی۔

فتاوٰی شامی میں ہے

لو کرر مسائل الطلاق بحضرتھا کتب نا قلا من کتاب امراتی طالق مع التلفظ او حکی غیرہ فانہ لا یقع اصلا مالم یقصد زوجتہ و عمالو لقنتہ لفظ الطلاق فتلفظ بہ غیر عالم بمعناہ فلا یقع اصلا علی ما افتی بہ مشائخ اوزجند صیانۃ عن التلبیس۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

﴿۴۳۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے داماد نے بوقت نکاح اقرار نامہ حلف کے ساتھ لکھ دیا تھا کہ میں اپنی منکوحہ کو والدین کی مرضی کے خلاف کہیں لے جاؤں تو میرا نکاح نہیں رہے گا۔اب وہ آزاد کشمیر ساتھ لے جارہا ہے، آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی یا نہیں۔

سائل محمد شاہد عباس

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بلا شک وشبہ مذہب حنفیہ کی رو سے طلاق بائن واقع ہوگئی کہ شرط کے پائے جانے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے،

بحر الرائق جلد ۴ ص ۸ میں ہے،

قولہ فیقع بعدہ ای یقع الطلاق بعد وجود الشرط۔

ہدایہ جلد ۲ ص ۳۵۹ میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اذا اضافہ الیٰ شرط وقع عقیب الشرط۔

فتاوٰی شامی جلد۲ص ۶۷۸ میں ہے،

ووجود الیمین شرط الحنث فیحنث۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب طلاق المدهوش﴾

﴿۴۳۷﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ مجھے پاگل پن کا دورہ پڑتا ہے۔ گذشتہ دنوں میں نے اسی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاق دی ،کیا ایسی حالت میں طلاق ہو جائے گی۔

سائل عمران اسلم خان عیسیٰ خیل

الجواب بتوفیق الملک الوهاب هوالله الموفق بالصواب:

صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ شرعاً درستی عقل شرط طلاق ہے اور اختلال عقل مانع، نیز جس کا جنون و مدہوشی و اختلال عقل صرف ایک مرتبہ ثابت ہو جائے تو کلمات طلاق جو اس کی طرف منسوب کیئے جائیں ان کے متعلق اس کا حلفیہ بیان کہ مجھے جنون یا مدہوشی و اختلال عقل کا دورہ پڑا ہوا تھا، کافی ہے اور وہ کلمات طلاق جو فی الواقع اس نے کہے بھی ہوں، طلاق متصور نہیں ہو گی۔ کیونکہ اس کے لیے درستگی عقل کی شرط پائی نہیں جائیگی۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

ما جعل علیکم فی الدین من حرج

اور تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔

بدائع الصنائع جلد ۳ ص ۹۹ میں ہے

والعقل من شرائط اهلیة التصرف

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۴۸ میں ہے

والمبرسم من الهندیة ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل و المجنون و النائم المغنی علیه والمدهوش،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتاوی قاضی خان جلد۲ص ۲۱۳ میں ہے

رجل عرف انہ کان مجنونا فقالت لہ امراتہ طقتنی البارحت فقال الزوج اصابنی الجنون ولا یعرف ذلك الا بقولہ کان القول قولہ۔

فتاوی خیریہ جلد اص ۴۰ میں ہے،

ان المدھوش ان عرف منہ الدھش مرۃ فالقول قولہ بیمینہ

فتاوی شامی جلد۲ص ۵۸۷ میں ہے

تنرأ والنظم لہ وسئل نظما فیمن طلق زوجتہ ثلثا فی مجلس القاضی وھو مغتاظ مدھوش فاجاب نظما ایضاً بان الدھش من اقسام۔ فلا یقع واذا کان یعتا دہ بان عرف منہ الدھش مرۃ یصدق بلا برھان۔ ھکذا فی الفتاوی الشامی

تو اگر صورت مندرجہ بالا صحیح و واقعی ہے اور آپ کو مدہوشی و اختلال عقل کے دورے پڑا کرتے ہیں تو طلاق دیتے وقت آپ کی ذہنی حالت درست نہ تھی اور مدہوشی کا دورہ تھا، تو طلاق لغو باطل شمار ہوگی اور طلاق ایک بھی نہیں پڑے گی اگر چہ اس مدہوشی کا گواہ ایک بھی نہ ہو۔ اگر آپ نے جھوٹ، غلط بیانی سے کام لیا ہے تو آپ خود اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

﴿۴۳۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا پڑوسی ایک انتہائی غریب آدمی ہے مگر عقل بہت کم رکھتا ہے۔ اس لیے تو گھر کی اشیاء اٹھا کر گلی میں پھینک دیتا ہے، بعض اوقات راہ گزر کو دے بھی دیتا ہے، ہم بہت پریشان ہیں اور اس نے کل والے دن اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اور اسے تین طلاقیں دے دیں، کیا ایسے آدمی کی طلاق واقع ہو جائے گی۔

سائل نور محمد کمہار واندھی روشن والی

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ نے جس شخص کے بارے میں بتایا وہ شخص پاگل نہیں ہے۔ جس کی طلاق واقع نہ ہو۔ بلکہ طلاق ایسے کی واقع ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے

ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبد۔۔۔ وہا زلا او سفہا خفیف العقل (درمختار) وشرح السفہ فی اللغۃ الخفۃ وفی اصطلاح الفقہا ء خفۃ تبعث الانسان علی العمل فی مالہ بخلاف مقتضی العقل ۔(ردالمحتار جلد دوم ص ۵۸۰)

﴿۴۳۹﴾ فتوی شرعی: کہ میری بیٹی کا گھر والا شراب کا نشہ کرتا ہے، اور اس نے اسی نشہ کی حالت میں میری بیٹی کو تین طلاقیں دے دیں، میں مسمات مصباح بی بی، میرے بیٹے محمد فرحان اور میرا خاوند گواہ ہیں۔ آیا حالت نشہ میں طلاق ہوتی ہے یا نہیں۔

سائلہ مصباح بی بی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس حالت میں آپ کی بیٹی کو طلاق ہوگئی ہے۔

فتاوی شامی ردالمحتار جلد دوم ص ۵۸۶ میں ہے

وفی التاتارخانیہ طلاق سکران واقع اذا اسکر من الخمر او النبیذ وہو مذہب اصحابنا

پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی بیٹی کو طلاق ہوئی ہے، اگر آپ کے داماد نے لفظ طلاق تین مرتبہ یا اس سے زیادہ کہا ہے، تو اس کی بیوی مغلظہ بائنہ ہوگئی۔ رجعت اس سے درست نہیں اور نکاح جدید بھی بلا حلالہ کے درست نہیں ہے۔ اور اگر لفظ طلاق ایک مرتبہ کہا ہے تو اس میں

رجعت عدۃ کے اندر صحیح ہے، اور بعد عدت کے نکاح جدید ہوسکتا ہے۔

﴿۴۴۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا باپ بڑھاپے کی وجہ سے پاگل ہوگیا ہے، ہر وقت میری والدہ کو کہتا رہتا ہے میں نے تجھے طلاق دی ہے، کیا پاگل آدمی کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

سائل محمد رمضان میانہ کھوہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر آپ کا باپ واقعی پاگل ہے اور مستند ڈاکٹر بھی پاگل کہتا ہے جیسا کہ رپورٹ آئی ہے، تو پاگل آدمی کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستقیظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المجنون حتی یفیق-ھدایہ شریف جلد دوم ص ۳۳۰، ردالمحتار جلد دوم ص ۱۳۲ میں ہے، ولا یقع طلاق الصبی والمجنون۔

﴿۴۴۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں حلفاً کہتا ہوں کہ میرا بیوی کے ساتھ کئی دنوں سے رشتہ کے معاملہ میں تنازع چل رہا تھا میرے برادر نسبتی آئے انہوں نے مجھے شراب پلائی اور نشہ کی حالت میں مجھ سے کاغذ پر نشان انگوٹھا لگوایا پھر ضلع کچہری جا کر عرضی نویس سے میری طرف سے طلاق نامہ لکھوالیا، آیا میری بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی یا نہیں۔

سائل محمد ظہیر الدین کرمشانی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ فرضی جعلی طلاق نامہ لکھ دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح شراب شوہر کو پلا کر، یا سفید کاغذ پا دستخط یا نشان انگوٹھا لگوا کر طلاق نامہ تیار کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن پاک میں ہے

الذی بیدہ عقدۃ النکاح

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے، ھکذا فی کتب الحدیث والفقہ۔

ردالمحتار جلد۲ ص ۵۸۷ میں ہے

ولو استکتب من آخر کتابا بطلاقھا وقرأہ علی الزوج فاخذ الزوج وختمه وعنونه وبعث به الیھا فاتاھا وقع ان اقر الزوج انه کتابه ولم تقم بینه لکنه وصف الامر علی وجهه لا تطلق قضاء ولا دیانته وکذا کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملله بنفسه لا یقع الطلاق مالم یقر انه کتابه۔

صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿طلاق فی الغضب﴾

﴿۴۴۲﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میں نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں تین مرتبہ کہا میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، آیا غصہ مانع طلاق ہے یا نہیں۔

سائل احمد بخش ڈھوک علی خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ہوگئی۔

قرآن کریم میں ہے

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔

نشے اور غصے والے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

مذہب حنفی کی تمام کتب معتبرہ کی تصریحات جلیلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سکران (نشے والے) کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ بلکہ نبیذ وغیرہ اشیاء کے استعمال سے نشے کی صورت میں بالتخصیص قول مفتیٰ بہ کی بناء پر وقوع طلاق کی تصریحات جلیلہ بھی صاف صاف موجود ہیں۔

فتح القدیر جلد ۳ ص ۳۴۸ میں ہے،

والنظم من الدر (او سکران) ولو نبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا به یفتیٰ تصحیح القدوری

اور یونہی طلاق غضبان (غصے والے) کے وقوع کی واضح اور روشن تصریح موجود ہیں۔ فتاوی امام غزی تمرتاشی ص ۵۳ میں ہے واما طلاق الغضبان فعمومات کلام اصحابنا طقته بالوقوع بلکہ ائمہ دین متین نے تو غصے کو دلیل طلاق قرار دیا اور فرمایا کہ وہ کلمات کنائی صریح طلاق ہیں غصے کی حالت میں طلاق ہیں۔ اگر چہ طالق نیت طلاق کا صریح انکار کرے۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بحرالرائق جلد۳ص۳۰۳ میں ہے،

والنظم للامام فقیہ النفس و فی حالة الغضب یقع الطلاق بثلاثته من ھذہ الثمانیته واذا قال لم انوا لطلاق لا یصدق قضاء۔ مبسوط جلد ٦ ص ٨٠ وفی حالته الغضب لا ید ین (الیٰ ان قال) تعین اطلاق مراد، تو صریح میں بطریق اولیٰ کہ اقویٰ من الکنایہ ہے بلکہ مشائخ عظام نے متعدد کلمات صریحہ میں اور وہ بھی وہ جو پورے ادا نہ کیئے گئے ہوں وقوع طلاق کی غصے کی حالت میں تصریح فرمادی اور رضا کی حالت میں ہو تو نفی مثلاً انت طال سکون لام سے، حالت رضا میں طلاق نہیں اور غضب میں طلاق ہے۔

خانیہ جلد۲س۲۱۴، بحرالرائق جلد۳ص۲۵۵، فتاوی عالمگیری جلد۲ص۵۰ میں ہے

والنظم من الھندیة ولو حذف القاف من طالق فقال انت طال فان کسر اللام وقع بلا نیته والا نان کان فی مذاکرة الطلاق او الغضب فکذلك

فتاوی قاضی خان وغیرہا میں اس قسم کے متعدد جزئیات ہیں، بلکہ یہاں تک مصرح کہ اگر غصے کا یہ علم ہو کہ طلاق کا علم ہوتے ہوئے بھی صحیح نہ بول سکے اور طلاق کو تلاق، طلاغ، تلاک، طلاک، تلاغ کہے تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

خانیہ جلد۲ص۲۱۱ میں ہے

لان ھذا مما یجری علیٰ لسان الناس خصوصا فی الغضب والخصومته فیکون الطلاق واقعا ظاھرا ولا یصدق قضاء۔

تو واضح ہوا کہ غصہ منافی طلاق نہیں بلکہ ارادۂ طلاق کی علامت ہے۔

بدائع صنائع جلد۳ص۱۰۲ میں ہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

والنظر لملك العلماء حال الغضب ومذاكرة الطلاق دليل ارادة الطلاق ظاهرا فلا يصدق فى الصرف عن الظاهر

مہر نیمروز کی طرح واضح ہوا کہ صورت مندرجہ میں طلاق واقع ہوگئی اور ایسے عذر نہ دافع بن سکتے ہیں اور نہ رافع۔ استفادہ فتاوٰی نوریہ۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب المکرہ

﴿۴۴۳﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،
کہ اگر کسی سے زبردستی طلاق نامہ پر انگوٹھا وغیرہ لگوایا جائے باوجود اس کے وہ ایسا کرنے
سے انکار کرتا رہے اور وہ شخص جان کے خوف سے ایسا کردے تو کیا طلاق ہو جائے گی یا نہیں۔

سائل کریم احمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر واقعی کریم احمد انکار کرتا رہا اور جبراً
انگوٹھا لگوایا گیا تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔

فتاوٰی عالمگیری جلد۲ ص ٦۳ میں ہے،

رجل اکرہ بالضرب والحبس علیٰ ان یکتب طلاق امرأته فلا
نته بنت فلان بن فلان فکتب امرأته فلا نته بنت فلان بن فلان طالق لا
تطلق امرأته کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

﴿۴۴۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا برادر نسبتی محمد خان میرے گھر آیا۔ اس کا میرے
ساتھ معمولی جھگڑا ہوا اور اس نے کہا میری بہن کو طلاق دے دو ورنہ میں تمہیں مارونگا تو میں نے
تین طلاقیں دے دیں کیا میری عورت مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔ سائل محمد جمال مظہر آف علو والی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس طرح طلاق واقع ہوگئی، کیونکہ عند
الحنفیہ اکراہ سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا الدر المختار جلد دوم ص ۵۷۵ میں ہے، ویقع
طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو عبدا او مکرھا فان طلاقه صحیح لا
اقرارہ بالطلاق (درمختار جلد دوم ص ۵۷٦) وفی البحران المراد
الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأته
فکتب لا تطلق

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

﴿باب الکنایات﴾

﴿۴۴۵﴾ **فتوای شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی اور میری ماں کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ میری ماں نے کہا کہ بیوی کو طلاق دے دو۔ میں نے کہا کہ مجھ پر حرام، حرام، حرام ہے، جبکہ بیوی موقع پر موجود نہ تھی اور میں نے تین عدد روڑے پھینک دیئے نہ میں نے بیوی کا نام لیا اور نہ ہی موقع پر بیوی حاضر تھی۔

سائل فدا حسین ولد عطا محمد ساکن شہباز خیل ضلع میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوهاب هوالله الموفق بالصواب: مجھ پر حرام یا میں نے چھوڑی کے الفاظ کی نسبت بیوی کی طرف نہیں اور نہ بیوی موقع پر موجود ہے ایسی صورت میں طلاق واقعہ نہ ہوگی۔

فتاوٰی رضویہ جلد ۲ اصفحہ ۳۳۶ میں ہے،

"لا یقع فی جنس الاضافة اذالم ینو لعدم الاضافة الیها"

بہار شریعت حصہ ۸ صفحہ ۱۱ پر دیکھیے۔ روڑہ پھینکنا طلاق شمار نہیں ہوتا۔

﴿۴۴۶﴾ **فتوی شرعی:** میرا اور میری بیوی مسماۃ بشیراں خاتون کا گندم کی کھلوٹی لانے پر جھگڑا ہوا۔ اس کو میں نے منع کیا کہ ضرورت نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا اور نازیبا کلمات اِستعمال کیئے میں اسے مارنے کے لیے دوڑا تو وہ بھاگ کر گھر کی کھڑکی سے باہر نکل گئی تو میں نے غصہ میں کہا ایک، دو، تین طلاق سے چھوڑا۔ نہ بیوی موجود تھی وہاں پر نہ ہی اس کی والدہ یا والد یا اس کا نام لیا اس موقعہ پر میرے چچازاد بھائی لطیف اللہ خان بھی موجود تھے۔ یہ الفاظ غیر ارادی طور پر زبان سے جاری ہوئے۔ ارادہ طلاق نہ تھا۔

سائل محمد خان سکنہ میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں نہ مذاکرہ طلاق ہے نہ ہی نسبت پائی گئی ہے۔ ایک، دو،

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تین طلاق سے چھوڑا تنہا طلاق نہیں اس لیے طلاق واقع نہ ہوگی۔ جیسا کہ فتاوٰی ہندیہ جلد اول صفحہ ۳۸۲ میں ہے، لا یقع فی جنس الاضافة اذا لم ینو لعدم الاضافة۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اضافت والے معاملہ میں طلاق واقع نہ ہوگی۔ جب تک اضافت کی نیت نہ کی ہو۔ کیونکہ بیوی کی طرف اضافت نہ ہوئی۔ جیسا کہ فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۵۹ میں ہے، ہاں اگر واقع میں اس نے نیت تین طلاق کی اور اس نے ظاہر نہ کی تو اس کا وبال اور اپنے اور عورت دونوں کے زنا کا عذاب شوہر پر ہوگا۔ عورت پر الزام نہیں کہ دلوں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ "ولا تزر وازرة وزر أخرىٰ" القران۔ کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

﴿۴۴۷﴾ فتوی شرعی: ایک شخص مسمی حاکم خان ولد شیر خان نے برادری کے مجبور کرنے پر اپنی بیوی کو تین مرتبہ طلاق، طلاق، طلاق کہا۔ جب کہ مسمی مذکورہ حلفاً کہتا ہے کہ میرا اپنی بیوی کو ایک طلاق دینے کا ارادہ بھی نہ تھا صورۃ مذکورہ میں شرعاً طلاق واقع ہوگئی یا نہیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

سائل ضیاء اللہ خان

الجواب: صورۃ مسئولہ کے مطابق چونکہ شخص مذکورہ نے حلفیہ بیان کیا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق نہیں دینا چاہتا تھا۔ لیکن برادری کے دباؤ پر میں نے طلاق دی۔ جب کہ تین دفعہ محض ان کو مطمئن کرنے کے لیے الفاظ طلاق دہرائے۔ تین طلاقیں نہیں دیں۔ بلکہ بطور تاکید کے دو مرتبہ اضافی لفظ ایک طلاق کے بعد استعمال کئے تو ایسی صورت میں اس کی بیوی پر طلاق رجعی واقع ہوگی چونکہ خاوند نے عدت میں رجوع بھی کرایا اور زبانی بھی بتایا گیا ہے لہٰذا وہ طلاق غیر موثر ہوگی اور زوجین کا میاں، بیوی کی طرح رہنا جائز ہے۔

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۴۸﴾ **فتوی شرعی** کہ میرے خاوند نے گھریلو جھگڑے کے بعد مٹھ بھر ریت پھنکتے ہوئے کہا کہ جا چنا ہو جا۔ اس وقت کوئی گواہ نہ تھا سوائے ایک چھوٹی بچی کے۔ طلاق دہندہ سے پوچھا کہ میں نے یہ لفظ بہ نیت طلاق نہیں کہے تھے میں یہ بات حلفاً کہہ رہا ہوں صرف معاملہ کو ختم کرنے کے لیے کہہ دیا۔ اس کے علاوہ کوئی طلاق کی نیت نہ تھی۔ اس سے پہلے طلاق کا ذکر بھی نہیں ہوا تھا۔

سائل محمد اقبال درویش خطیب جامع مسجد مجاہد ملت روکھڑی موڑ میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ کا جواب باصواب یہ ہے کہ الفاظ مذکورہ الفاظ ہیں۔ نیت سے طلاق ہو گی اور عدم نیت سے طلاق نہ ہوئی۔ چونکہ طالق اقراری ہے کہ میری طلاق کی نیت نہ تھی لہٰذا ان پر کوئی طلاق نہیں ہوئی۔

چنانچہ شامی باب الکنایات میں یہ ہے

" فالکنایات لا تطلق بها لا نیته"۔ "فالکنیات لا تطلق بها قضاءً الا بنیة اودلالة الحال "

درمختار جلد دوم صفحہ ۶۴۶، فتوی رضویہ جلد ۱۳ صفحہ ۵۸۳، احسن الفتاوی جلد ۵ صفحہ ۱۸"

کنایات سے طلاق سے وقوع پر موقوف ہے، هذا ما عندی ولعل عند غیری احسن من هذا۔

﴿۴۴۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ مسمی فیض حمید گھر آیا تو اس کی بیوی کسی کام سے گھر سے باہر تھی اس کی عدم موجودگی میں اس نے اپنی والدہ سے تکرار کی۔ اس نے غصہ میں کہا کہ طلاق، طلاق، طلاق اور تین اوپلے بھی پھینک دیئے۔ کیا شرعاً یہ طلاق واقع ہوتی ہے۔

سائل محمد اسلم خان روکھڑی۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں طلاق کی نسبت لفظاً معناً بیوی کی طرف نہ ہے کیونکہ مخاطب بیوی نہیں ماں ہے۔ اور نہ ہی اس کا نام لیا لہٰذا بغیر اضافت لفظی ومعنوی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اوپلے پھینکنا یا پتھر وغیرہ ڈالے اور کلام میں نسبت نہ کرے تو اوپلے پھینکنے سے بھی طلاق واقع نہ ہوئی۔ کیونکہ بمطابق بیان سائل نے بے ارادہ طلاق کے لفظ کہے اور ارادہ اور نیت پر اس کا بیان کافی ہے۔ "فالکنایات لا تطلق بها لا بنیته"۔ "فالکنایات لا تطلق بها قضاءً الا بنیة اودلالة الحال "(درمختار جلد دوم صفحہ ٦٤٦۔

﴿۴۵۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص سالی کو اغواء کر لیتا ہے اور اس کا اقرار بھی کرتا اور زنا وغیرہ کا انکار کرتا ہے تو کیا اس اغواء کے عمل سے اس کی بیوی مطلقہ ہوئی ہے یا نہیں۔

سائل محمد رزاق سکنہ کندیاں میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ کا جواب باصواب یہ ہے کہ سالی سے غلط تعلقات اغواء بد نظری سب حرام فعل ہیں اس پر توبہ لازم ہے مگر صرف اس جرم کے بدلہ میں اغواء کنندہ کی بیوی مطلقہ نہیں ہوتی۔

﴿۴۵۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ اگر ایک شخص اپنی بیٹی سے جھگڑتے ہوئے کہے کہ تو ماں کی شہ پر گستاخی کر رہی ہے، طلاق، طلاق، طلاق تو کیا ماں پر طلاق واقع ہو جائے گی،

سائل فتح خان بھکر

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ مخاطب بیٹی ہے، ماں موجود نہ ہے نہ نسبت واضافت ہے بغیر نسبت واضافت طلاق واقع نہ ہوگی۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری ص ۴۰۸، فتاوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۳۳۸ پر ہے،

رجل قال لا مراته فی الغضب اگر تو زن منی سہ طلاق و

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حذف الیاء لا تطلیق لانہ ما اضاف الطلاق الیھا

اسی طرح ہدایہ شریف میں ہے،

لا یقع فی جنس الاضافۃ اذالم ینو لعدم الاضافۃ الیھا

یعنی اضافت والے امور میں جب نیت نہ ہو تو بیوی کی طرف اضافت نہ ہونے پر طلاق نہ ہوگی۔ بہار شریعت حصہ ۸ صفحہ ۱۱ پر بھی اسی طرح موجود ہے۔

درمختار میں ہے، لم یقع لترکہ الاضافۃ الیھا

اسی ردالمحتار میں ہے، قولہ لترکہ الاضافۃ ای المعنویۃ فانھا الشرط و الخطاب من الاضافۃ المعنویۃ وکذا الاشارۃ نحو ھذہ طالق

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مطلقاً طلاق طلاق کہنے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

﴿۴۵۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص جسکا نام مقرب خان ولد نور خان قوم اعوان سکنہ چھوئی۔ جس وقت جھگڑا ہوا میں اس وقت رکھی موڑ پر تھا یہ بیان میں خداوند قدوس کو حاضرو ناظر سمجھ کر دے رہا ہوں کہ میں گھر جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک آدمی نے بتایا کہ تمہارے گھر میں جھگڑا ہو گیا ہے، جب میں گھر پہنچا تو شخص غلام حسین اور احمد گل دونوں زخمی تھے تو میں ان کو میانوالی ہسپتال لے گیا، احمد گل بے ہوش تھا، غلام حسین ہوش میں تھا، میں نے غلام حسین سے پوچھا کہ کتنے آدمی لڑائی کرنے والے تھے تو اس نے بتایا کہ پانچ آدمی تھے پھر میں نے ان پانچ آدمیوں کی ایف۔آئی۔آر درج کروائی اور یہی بات جس کی وجہ سے میں نے گواہی نہیں حلف دیا، جو مجھے کہا گیا ہے تو میں نے اس پر جھوٹ بولا ہو تو مجھ پر بیوی حرام ہے ملک خلاص ولد اللہ یار نے بیان دیا کہ میں نے یہی کچھ سنا، اس صورت میں کیا بیوی کو طلاق ہوئی یا نہ، قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔ سائل ملک مقرب موضع کلری

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ سائل نے حلف بالطلاق اپنی معلومات کے مطابق اٹھایا ہے۔

جیسا درمختار میں ہے،

قال لا مراته انت حرام، الا ان نوى التحريم اولم نيو شيأ وظهار ان نواه وحدوان نوى الكذب وتطليقة بائنة ان نوى الطلاق وثلاث ان نواها ويفتى بانه طلاق بائن ان لم ينوه لغلظة۔

سبحانہ وتعالیٰ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الطلاق الصبی

﴿۴۵۲﴾ **فتوی شرعی** : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے بیٹے کا نکاح تقریباً دو سال کی عمر میں ایک سال کی عمر والی لڑکی سے ہوا۔ اب ہمارے حالات خراب ہو گئے ہیں۔ دشمنی ہو گئی ہے۔ ہم ان کا رشتہ لینا نہیں چاہتے۔ اگر اب ہم طلاق دے دیں تو کیا شرعاً طلاق ہو گی یا نہ جب کہ میرے بیٹے کی عمر اب آٹھ سال ہے۔

سائل محمد انور خان ماڑی انڈس

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہو گی۔

قدوری ص ۱۴۴، فتح القدیر جلد ۳ ص ۳۴۴، ہدایہ جلد ۲ ص ۳۳۸، بدائع الصنائع جلد ۳ ص ۱۰۰، بحر الرائق جلد ۳ ص ۲۵۰، خلاصۃ الفتاوی جلد ۲ ص ۷۵، فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۴۸ میں ہے،

والنظم من الهندیته ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل۔

ترمذی شریف جلد ۱ ص ۱۷۰، بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۹۴، ابن ماجہ ص ۱۴۸ میں ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے،

رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتی یعقل او یلعق۔

طلاق وہی دے سکتا ہے جو جماع کے قابل ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لا یجوز علی الصبی الطلاق حتی یحتلم۔ نصب الرایہ جلد سوم ص ۲۲۳۔

یعنی تین شخص مرفوع القلم ہیں، سوتا ہوا جاگنے تک اور چھوٹا بڑا ہونے تک اور دیوانہ عقلمند ہونے تک۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۵۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے بچے کا نکاح اس وقت ہوا جب کہ اس کی عمر بمشکل چھ ماہ ہوگی میرے والد صاحب کے یہ اکلوتے پوتے تھے وہ چاہتے کہ تم دونوں بھائی آپس میں بچوں کے نکاح کرلو، اب میری بھائی سے ناراضگی ہوگئی ہے، ناراضگی کی وجہ یہ ہے کہ اس نے پورے مکان پر قبضہ کرلیا ہے اور مجھے نکال دیا ہے۔ صلح کی فی الحال کوئی صورت نہ ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ بھتیجی کو طلاق دے دوں۔ کیا نابالغ بچہ طلاق دے سکتا ہے۔ سائل محمد اکمل خان ولد خلاص خان سوانسی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ اور جمہور آئمہ دین متین کے مذہب میں نابالغ لڑکے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۴۸ میں ہے،

ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل

یعنی نابالغ لڑکے کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ عقلمند ہو، ہاں مرد عاقل بالغ کی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اسی میں ہے،

یقع طلاق کل زوج اذا کان بالغا عاقلا۔

(نوٹ): بلوغ (یعنی بالغ ہونا)، احتلام یا انزال منی سے ثابت ہوجاتا ہے اور پورے پندرہ سال کا ہوجائے تو پھر بھی لڑکا لڑکی بالغ ہوجاتے ہیں، مفتی بہ قول پر، اگرچہ احتلام و انزال کچھ بھی نہ ہو۔ (فتاوی الدر المختار)

﴿۴۵۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا لڑکا دس سال کا ہے۔ جس کا نکاح شرعی چار سال پہلے ہوا تھا۔ اب لڑکی سولہ سال کی ہوگئی ہے جو کہ بالغہ ہے، والدین دونوں کے راضی ہیں کہ طلاق ہوجائے، کیونکہ لڑکی پڑھ رہی ہے اور لڑکا نہیں پڑھتا بلکہ لوہے کی دکان پر کام کرتا ہے، اب سوال یہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے کہ لڑکے کی عمر کم ہے یعنی نا بالغ ہے کیا وہ بالغ لڑکی کو طلاق دے سکتا ہے،

سائل مجید گل نوری خیل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر لڑکا نا بالغ ہو تو طلاق نہیں دے سکتا۔

فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۴۸ میں ہے، ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل اور اگر بالغ ہو چکا ہے تو طلاق دے سکتا ہے

﴿۴۵۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ بالغ ہونے کے کیا اسباب ہیں فقہ کی کتاب کے حوالہ سے لکھ دیں۔ سائل عبدالشکور۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بلوغت کے اسباب تین ہیں۔

۱۔ لڑکے کو احتلام آجائے

۲۔ اس کی بیوی کو حمل ہو جائے

۳۔ انزال ہو جائے

یعنی شہوت کے ساتھ منی ٹپک ٹپک کر خارج ہو اور اگر ان تین چیزوں سے کوئی بھی نہ پائی جائے تو پندرہ سال عمر پوری ہو جائے تو بالغ ہو جاتا ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد ۳ ص ۶۰۲ میں ہے،

والنظر منها بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال (الیٰ ان قال فی التنویر) فان لم یوجد فیهما شیئی فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة وعلیه الفتوی۔

شامی میں ہے

هذا عندهما وهو روایته عن الامام وبه قالت الائمة الثلثته۔

بہر حال صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور ہمارے امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے جس پر فتوی ہے، پورے پندرہ سال قمری کا ہو جائے تو شرعاً بالغ ہے اور اس کی طلاق وغیرہ بھی معتبر ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا۔

بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ ہے۔

﴿۴۵۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ دو سال کی لڑکی کا نکاح چھ سال کے لڑکے کے ساتھ کر دیا گیا اب لڑکے والے طلاق دینا چاہتے ہیں سوال یہ ہے کہ نابالغ لڑکا طلاق دے سکتا ہے یا نہیں۔

سائل عبدالقدیر خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نابالغ کی طلاق شرعاً واقع نہیں ہوتی۔

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۴۸ میں ہے والنظم من الهنديه ولا يقع طلاق الصبی وان كان يعقل۔

ابو داؤد جلد ۲ ص ۲۴۸، ابن ماجہ ص ۱۴۸، ترمذی جلد ۱ ص ۱۷۰، بیہقی جلد ۷ ص ۳۵۹ میں ہے حضور اکرام ﷺ نے فرمایا،

رفع القلم عن ثلاثته عن الصبی حتی يبلغ الحديث

یعنی بچے سے بالغ ہونے تک قلم اٹھائی گئی ہے تو اس حدیث شریف سے امس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوسکتی۔ كما استدل به الائمته الكرام على عدم وقوع طلاق الصبی۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

﴿۴۵۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ لڑکے اور لڑکی کی عمر بلوغت شرعاً کیا ہے، وضاحت فرما دیں۔ سائل ابوالفرقان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی جب پورے پندرہ سال کے ہو جائیں تو فتوی اس پر ہے کہ وہ بالغ ہو گئے۔

فتاوی عالمگیری جلد۳ ص ۶۰، درالمختار علی الشامی جلد۵ ص ۱۳۲ میں ہے

والنظر من الدر فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنته۔

﴿۴۵۹﴾ **فتوی شرعی** کہ میں نے اپنے لڑکے کا نکاح آٹھ سال کی عمر میں ایک دس سال کی بچی کے ساتھ کر دیا۔ اب بچی والے رشتہ دینا نہیں چاہتے، اب میرے بچے کی عمر سکول سرٹیفکیٹ کے مطابق چودہ سال ہو گئی جب کہ ابھی تک بلوغت کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ یعنی میری تحقیق کے مطابق بچہ بالکل نابالغ ہے ۔ مسئلہ یہ ہے کہ کیا بچہ اس عمر میں طلاق دے سکتا ہے یا نہیں۔

سائل رفیع الدین شاہ ڈھوک تریڑ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر لڑکا چودہ سال کا بالغ نہیں ہوا تو طلاق نہیں دے سکتا۔ فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۴۸ میں ہے، ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل یعنی نابالغ لڑکے کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ عقلمند ہو، ہاں مرد عاقل بالغ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد۳ ص ۶۰۲ میں ہے

وادنیٰ مدة البلوغ بالاحتلام ونحوه فی حق الغلام اثنتا عشرة سنته

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور لڑکے کا بالغ ہونا یوں ہے کہ اسے احتلام آجائے یا اس کی بیوی کو اس سے حمل ہو جائے یا انزال ہو جائے۔

فتاوٰی عالمگیری کے اسی صفحہ پر ہے

بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال او الانزال

اور اگر یہ کوئی بات بھی نہ پائی جائے تو چودہ سال کا لڑکا بھی نابالغ رہتا ہے مگر جب پندرہ سال کا ہو جائے تو شرعاً بالغ ہو جائے گا۔ اگرچہ کوئی علامت نہ پائی جائے۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔ والسن الذی یحکم ببلوغ الغلام والجاریة اذا انتہیا الیہ خمس عشرة سنته عند ابی یوسف و محمد وھو روایة عن ابی حنیفة (علیہم الرحمته) و علیه الفتوٰی۔

(نوٹ): سال شرعاً چاند کے لحاظ سے ہی معتبر ہے جو انگریزی اور دیسی سے ذرہ چھوٹا ہوتا ہے تو اس کے حساب سے دیسی چودہ برس کا لڑکا جلد ہی شرعاً پندرہ سال کا ہو جائے گا۔ مآخذ فتاوٰی نوریہ جلد سوم۔

﴿٤٦٠﴾ **فتوی شرعی** "(١) بھائی کی مطلقہ سے نکاح ہو سکتا ہے (٢) ایک عورت اگر بالغ نہ ہو تو اس پر طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں (٣) غیر مدخول کی عدت ہے یا نہیں۔

سائل محمد علی میانوالی

الجواب: یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ (کنز الدقائق صفحه ١٥).

ہر عاقل اور بالغ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(١) بھائی کی مطلقہ سے بعد از عدت نکاح جائز ہے غیر مدخولہ کی عدت نہیں۔

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

(۲) عورت نابالغ پر بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور مطلقہ کو تین کپڑے بھی دے اور نصف مہر اگر مقرر کیا گیا ہو۔

(۳) الطلاق قبل الدخول غیر مدخول کی عدت نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے " فما لکم علیھن من عدۃ (پ۲۲ رکوع ۳)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب العدت

﴿۴٦١﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ازروئے شرع عورت کو عدت کس طرح گزارنی چاہے اور اس کے ضروری مسائل لکھ دیں سائلہ: بیگم غلام محمد خان میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوھاب ھواللہ الموفق باالصواب:

اسلام نے نسب کی حفاظت کا بہت اہتمام کیا ہے۔ اس نے عدت کے جو احکام بیان کیئے ہیں ان میں اسی مقصود کی تکمیل پیش نظر ہے کہ نسب میں اختلاف نہ ہونے پائے۔ چنانچہ شریعت پاک نے ہر نکاح کے اختتام پر خواہ نکاح کا اختتام شوہر کی وفات کی بنا پر ہو یا طلاق کی وجہ سے عورت پر ایک مخصوص مدت کا انتظار لازم کیا ہے۔ تا کہ یقینی طور پر یہ علم حاصل ہو جائے کہ شوہر سے اس معتدہ کے پیٹ میں بچہ تو نہیں ہے۔

قرآن مجید میں عدت کی مدتیں اس طرح بیان ہوئی ہیں۔

حاملہ کی عدت ”واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (الطلاق)

حاملہ عورتوں کی عدت بچہ کی پیدائش ہے

طلاق والی کی عدت: ”والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء“ (البقرہ)

طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین قروء تک روکے رکھیں یعنی تین ماہواری کے بعد دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے۔

وفات کی عدت: ”والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف (البقرہ)

تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (بیویاں) اپنے آپ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو چار ماہ دس دن تک رو کے رکھیں۔ پھر جب اپنی عدت پوری کرلیں تو ان کے اپنی ذات کے بارے میں دستور کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں تم پر کوئی گناہ نہیں۔

بڑی عمر والی عورتوں کی عدت: بڑی عمر والی عورتیں یعنی جن کو حیض آنا بند ہو گیا ہو نا اُمیدی کی عمر کو پہنچ گئی ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "والی یسئلن من المحیض من نساء کمر ان ازتبتمر فعدتهن ثلثه اشهر والائی لمر یحضن (الطلاق)

تمھاری عورتوں میں سے ان عورتوں کی عدت جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمھیں کوئی شبہ ہو تین مہینے ہے اوران کی جن کو ابھی حیض نہیں آیا۔

معلوم ہوا کہ جس طرح بڑی عمر والی عورت کی عدت ہے تین مہینے تو اسی طرح نابالغ بچی نکاح والی اگر چہ رخصتی نہیں۔ منگیتر فوت ہو جانے کی صورت میں نابالغ پر بھی عدت ہے۔

عدت کے اندر نکاح کرنا ناجائز ہے قرآن پاک مین ہے" ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتب اجله" جب تک مقررہ مدت پوری نہ ہو جائے عقد نکاح کا ارادہ نہ کرو

خلاصہ کلام: نکاح صحیح میں طلاق وغیرہ سے جدا ہونے کی صورت میں عدت کی یہ تین صورتیں ہیں۔

۱۔ وضع حمل سے ۲۔ قروء سے عدت ۳۔ مہینوں کے حساب سے عدت۔

جس عورت کو حیض آتا ہو اس کی عدت تین حیض سے پاک ہونا ہے۔ جس کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ جس کا شوہر انتقال ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

عدت کے چند ضروری احکام

۱۔ اگر شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہو تو چار قمری مہینے اور دس دن اوپر عدت گزارے۔ خواہ مہینے انتیس کے ہوں یا تیس دن کے، اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور تاریخ کو وفات پائے تو ایک سو بیس دن پورے گزارے۔

۲۔ عدت گزارنے کے لیے گھر میں کسی مخصوص جگہ بیٹھنا ضروری نہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ عدت کے دوران عورت کو، چوڑیاں پہننا، زیور پہننا، خوشبو لگانا، حتی کہ بناؤ سنگھار کرنا منع ہے بلکہ یہ ٹائم وہ اظہار افسوس میں گزارے۔ اگر طلاق بائنہ کی عدت ہے تو شوہر کی سابق زوجیت پر اظہار افسوس کرنا، اگر طلاق رجعی کی عدت گزار رہی ہے تو زینت کرنا مستحب ہے تاکہ شوہر اس کی جانب راغب ہو جائے اور رجوع کرے۔

۴۔ سر دھونا، نہانا، کپڑے دھونا اگر سر میں درد ہو تو تیل لگانا جائز ہے۔ ہاں سرمہ رات لگائیں تو جائز ہے۔

۵۔ عدت کے دوران خاوند کے گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ اگر بہت غریب ہے، محنت مزدوری دن کو کرے اور رات گھر میں بسر کرے اگر بیمار ہے تو حکیم ڈاکٹر کے پاس جانا جائز ہے۔ اسی طرح کسی قانونی مجبوری کی وجہ سے نکل سکتی ہے۔

٦۔ خاوند کے گھر اگر عورت کی عزت محفوظ نہیں تو والدین کے گھر یا محفوظ مکان میں عدت گزارنا جائز ہے۔

۷۔ تمام فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے۔ طلاق یافتہ عورت کا نان نفقہ ہر حال میں شوہر کے ذمہ ہوگا۔

﴿٤٦٢﴾ **فتوی شرعی**: میری بیٹی کا نکاح ایک ماہ پہلے ہوا۔ اس کی رخصتی کے ایک دن پہلے دولہا فوت ہو گیا کیا اس صورت میں میری بیٹی پر عدت لازم ہو گی، نیز دولہا والوں کو حق مہر بھی دینا لازم ہو گا۔

سائل: امیر عبداللہ خان میانوالی۔

الجواب: اگر رخصتی سے قبل شوہر کا انتقال ہو جائے یا کسی حادثے کا شکار ہو جائے تو بھی لڑکی کے ذمہ عدت وفات چار مہینے دس دن لازم ہے اور وہ پورے مہر کی مستحق ہے۔ جو مرحوم کے ترکہ میں سے ادا کیا جائے گا۔ اور وہ شوہر کے ترکہ میں بیوہ کے حصہ کی بھی مستحق ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۶۳﴾ **فتوی شرعی** : اگر شوہر عورت کو طلاق دے اور عورت کی عدت کے دوران شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت طلاق کی عدت کے دن گزارے یا مرنے کی عدت کے دن گزارے۔سائل:عبدالحمید میانوالی

الجواب : اگر عورت طلاق کی عدت گزار رہی تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس کی تین صورتیں ہیں اور تینوں کا حکم الگ الگ ہے۔

۱۔ ایک صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ ہو۔اس کی عدت وہی وضع حمل ہے،، بچے کی پیدائش سے اس کی عدت ختم ہو گی۔خواہ طلاق دہندہ کی وفات کے چند لمحوں بعد بچہ پیدا ہو جائے۔عورت کی عدت ختم ہو گئی۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو اور شوہر نے رجعی طلاق دی ہو اور عدت ختم ہونے سے پہلے اس کا انتقال ہو جائے اس صورت میں طلاق کی عدت کالعدم سمجھی جائے گی اور عورت نئے سرے سے وفات کی عدت گزارے گی،یعنی چار مہینے اور دس دن۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو اور شوہر نے بائن طلاق دی تھی پھر عدت ختم ہونے سے پہلے مرگیا،اس صورت میں یہ دیکھیں گے کہ طلاق کی عدت زیادہ طویل ہے یا موت کی، ان دونوں میں سے جو زیادہ طویل ہو گی وہ اس کے ذمہ لازم ہو گی۔یا یوں کہہ لیجئے کہ عورت اس صورت میں طلاق اور وفات دونوں کی عدت بیک وقت گزارے گی۔ان میں سے اگر ایک پوری ہو جائے اور دوسری کے کچھ دن باقی ہوں تو ان باقی ماندہ دنوں کی عدت بھی پوری کرے گی۔

﴿۴۶۴﴾ **فتوی شرعی** : میں ایک پڑھی لکھی لڑکی ہوں۔میری شادی کو صرف چھ ماہ گزرے ہیں۔میرا شوہر فوت ہو گیا ہے۔میں ایک انتہائی غریب اور بے آسرا گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔میں نے شادی سے پہلے ملازمت کے لیے درخواست دے رکھی تھی۔اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ عدت کے دوران کیا میں ملازمت کرسکتی ہوں۔اگر میں نے فی الحال ملازمت جائن نہ کی تو بعد میں ملازمت ملنا بہت مشکل ہو گا۔سائلہ:کلثوم بی بی میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: اگر واقعی آپ غریب اور مفلس گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں اور آپ بے آسرا ہیں تو عدت کے دوران ملازمت کرنا جائز ہے۔ لیکن رات گھر پر رہیں۔

﴿٤٦٥﴾ **فتوی شرعی**: کہ میرا بھائی فوت ہوگیا ہے اور میری بھابی کو تقریباً پانچ ماہ کا حمل تھا۔ میری بھابی کو سخت بخار ہوا اور اسی دوران حمل گر گیا ہے۔ آیا میری بھابھی کو عدت کتنی گزارنی ہوگی۔

السائل: محمد زاہد خان محلہ یاروخیل

الجواب: پانچ ماہ کے حمل سے اعضاء بن گئے تھے تو اس کے گر جانے سے عدت تمام ہوگی اب عدت کی حاجت نہیں۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے" اذا اسقطت سقطا ان استبان بعض خلقه انقضت به العدة لانه ولد والا فلا"۔

ردالمحتار میں ہے، حاملہ عورت کا حمل ساقط ہوجائے تو اگر بچے کے کچھ اعضاء کی تخلیق ظاہر ہوتی ہو تو پھر اس سے عدت ختم ہوگئی کیونکہ یہ مکمل بچہ شمار ہوتا ہے اور اگر ابھی اعضاء ظاہر نہ ہوئے ہوں تو عدت ختم نہ ہوگی۔ بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہی ہوں گے۔

﴿٤٦٦﴾ **فتوی شرعی**: کہ ہمارے شہر کوٹ چاندنہ میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو عرصہ دو سال سے گھر سے نکال دیا ہے۔ بارہا صلح کی کوشش کی گئی وہ کہتا ہے میں بدکار عورت کو گھر میں نہیں آنے دونگا۔ اسی دوران وہ حاملہ ہوگئی بچہ پیدا ہوا۔ عورت کا بیان کہ یہ اپنے باپ کا ہے مگر باپ انکار کرتا ہے، آیا اس عورت پر عدت ہوگی یا نہ کیونکہ عام لوگوں کا کہنا ہے کہ بچہ حرام کاری کا ہے۔ سائل: محمد اصغر حیات کوٹ چاندنہ۔

الجواب: عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے"قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر، وقال تعالیٰ واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بچہ نکاح والے کی طرف ہی منسوب ہوگا اور زانی نسب سے محروم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا حمل والی عورتوں کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے۔

﴿۴۶۷﴾ **فتوی شرعی**: کہ ہماری کافی پرانی دشمنی تھی دو قتل ہو گئے، بیچ میں چند نیک لوگوں نے خلوص نیت سے کوشش کی کہ صلح ہو جائے۔ صلح ہم سے اس شرط پر ہونا قرار پائی کہ قاتل پارٹی مقتول کے ورثا کو پانچ لاکھ روپے کے علاوہ ایک رشتہ بھی دینگے، ہوا یہ کہ قاتل پارٹی کے پاس رشتہ بالکل نہ تھا، صلح ختم ہوگئی۔ پھر چند دنوں کے بعد صلح پہلی شرط پر ہونا قرار پائی۔ قاتل کے بھائی نے اپنی بیوی کو راضی کیا اسے طلاق دی، اسی وقت نکاح مقتول کے بیٹے سے کر دیا گیا۔ پھر دوسرے دن ایک مولوی صاحب نے کہا یہ نکاح نہیں ہوا۔ کیونکہ عورت پر عدت گزارنا لازم ہے۔ آپ ہماری صحیح راہنمائی فرمادیں۔

سائل: محمد اشرف خان کرمشانی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اس عورت کا دوسرا نکاح غلط ہوا ہے۔ کیونکہ طلاق کے بعد عورت کو عدت گزارنا تھی جو کہ نہیں گزاری اور فوراً دوسرا نکاح کر دیا گیا۔ مولوی صاحب نے درست کہا ہے کہ یہ نکاح نہ ہوا۔ جیسا قرآن پاک میں ہے، **ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب اجله** جب تک مقررہ مدت پوری نہ ہو جائے عقد نکاح کا ارادہ نہ کرو۔

ان دونوں کو فوراً علیحدہ کر دیا جائے ورنہ جو لوگ اس نکاح کو کروانے میں شامل تھے یعنی گواہ وغیرہ وہ گناہگار ہونگے، کیونکہ نکاح نہ ہونے کی وجہ سے زنا ہوگا۔

﴿۴۶۸﴾ **فتوی شرعی**: کہ ہم انتہائی غریب آدمی ہیں حتی کہ اپنا ذاتی مکان بھی نہیں ہے۔ میرے والد مرحوم گدھا ریڑی سے بمشکل گھر کا خرچ وغیرہ پورا کرتے تھے۔ ہمارے والد کافی عرصہ بیمار رہے پھر وہ وفات پا گئے جو کچھ گھر میں تھا علاج پر خرچ ہو گیا۔ اب تو کرایہ ادا کرنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ جب کہ میرے چار بہن بھائی چھوٹے ہیں جو کہ زیر تعلیم ہیں۔ میں مزدوری پر جاتا ہوں مگر توڑ مہنگائی کے دور میں کیا بنتا ہے۔ المختصر یہ ہے کہ ہمارے محلّہ کے امام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد نے کہا ہے کہ عورت خاوند کے گھر ہی عدت گزارے۔ اگر ہم یہاں رہتے ہیں تو ہمارے گھر کے اخراجات پورے نہیں ہوتے، ہاں اگر ہم گاؤں ماموں کے پاس چلے جائیں تو ہم خوشحالی کی زندگی گزار سکتے ہیں، کیا ازروئے شرع میری والدہ پر لازم ہے کہ یہاں رہے۔ سائل: غلام فرید محلہ میانہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ جہاں سے ممکن ہو کرایہ ادا کرے اور عدت کے دن وہیں گزارے۔ جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم ص ۶۲۰ میں ہے "وهى فى دار باجرة قادرة على دفعها فليس لها ان تخرج بل تدفع"

اگر عدت والی کسی کرایہ کے مکان میں ہو اور کرایہ دینے پر قادر ہو تو اس کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں بلکہ کرایہ ادا کرے۔ درمختار جلد اول ص ۲۶۰ میں ہے "تعتد ان معتدة طلاق و موت فى بيت وجبت فيه ولا تخرجان منه الا ان تخرج او ينهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها او لا تجد كراء البيت و غير ذلك من الضروريات فتتخرج لا قرب موضع اليه"۔

موت اور طلاق کی عدت والی عورتوں کو گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں اسی مکان میں پوری کریں۔ جہاں عدت واجب ہوئی ہے الآیہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر تھا عورت کرایہ دینے کی طاقت نہ رکھتی ہو یا اور کسی قسم کی ضروریات ہوں جن سے مجبور ہو تو قریب ترین موضع میں منتقل ہو جائے۔

﴿۴۶۹﴾ **فتوی شرعی**: کہ کیا ایام عدت میں عورت خوشبو اور چمکیلے کپڑے زیب تن کر سکتی ہے۔ سائل: محمد نعیم انصاری کندیاں

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں۔ ہر قسم کا زیور یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی، مہندی، سرمہ، عطر، ریشمی کپڑا، ہار، پھول، بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو، سر میں کنگھی کرنا اور اگر مجبور ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جس سے فقط بال سلجھالے پٹی نہ جھکالے۔ پھلیل، میٹھا تیل، کسم، کیسرے کے رنگے کپڑے یونہی ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہو اگرچہ پڑیا گیرہ کا، چوڑیاں اگرچہ کانچ کی، غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدت تک منع ہے۔ چارپائی پر سونا یا بیٹھے میں بچھانا منع نہیں۔ ماخذ فتاوی رضویہ جلد ۱۳ صفحہ ۳۳۱۔ غرضیکہ ہر قسم کا بناؤ سنگھار منع ہے۔

﴿۴۷۰﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک بچی کا نکاح چھوٹی عمر میں کیا گیا۔ اب لڑکی بالغ ہے جس کی عمر ۱۸ سال ہے اور لڑکا جسکی عمر ۲۴ سال ہے ایک دوسرے سے شادی نہیں کرنا چاہتے، دونوں کے والدین راضی ہیں، آیا اس صورت میں لڑکی پر عدت ہوگی یا نہیں۔ سائل: حافظ عبد القیوم مظہری

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں بلا عدت نکاح جائز ہے کہ ایسی مطلقہ پر عدت نہیں ہے، قرآن کریم میں ہے،

"ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لكم عليهن من عدة۔"

﴿۴۷۱﴾ **فتوی شرعی**: کہ میری بھابھی کو بھائی نے تین طلاق دیکر گھر سے فارغ کر دیا ہے اب وہ والدین کے گھر ہے۔ حمل وغیرہ نہیں، اس کی عدت کتنی مدت ہوگی۔

سائل: محمد جمال الدین

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ہر مدخول بہا مطلقہ پر عدت لازم ہے اور غیر حاملہ جسے حیض آتا ہے اس کی عدت بعد از طلاق تین حیض پورے کرنے ہیں،

قرآن کریم میں ہے" والمطلقت يتربصن بانفسهن ثلثة قروء"

اور یہی حکم تمام کتب مستندہ معتبرہ مذہب مہذب حنفیہ میں ہے، قرآن پاک کے صاف صاف حکم مذکور لکھنے کے بعد کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ تاہم مزید تسلی کے لیے فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۱۳۴ میں ہے "اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعيا او ثلاثا او وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اقراء واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ و بارک وسلم"۔

لہٰذا قبل از انقضاءِ عدت نکاح کرنا حرام ہے اور ایسا نکاح شرعاً نکاح نہیں عورت بدستور سابق اس مرد پر حرام ہی ہے۔

﴿۴۷۲﴾ فتوی شرعی: کہ ایک لڑکی کو خاوند نے طلاق مغلظہ دیکر گھر سے فارغ کر دیا والدین فوت ہو چکے ہیں وہ ماموں کے گھر رہنے لگی اس عدت کے دوران نا جائز تعلقات کی وجہ سے حاملہ ہو گئی، کیا اس کا دوسری جگہ نکاح وضع حمل کی حالت میں جائز ہو گا۔ سائل: رانا ابرار احمد جوہر آباد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بلاشک وضع حمل سے پہلے نکاح کسی صورت میں نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم میں ہے، **واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن** (ترجمہ) حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ اپنے حملوں کو جن لیں۔ فتاوٰی عالمگیری جلد ۲ ص ۱۳۵، فتاوٰی قاضی خان جلد ۲ ص ۲۶۳ میں ہے، **والنظم من البحر وان حبلت معتدۃ عن ثلاث فعدتھا بالوضع** یعنی اگر تین طلاقوں سے معتدہ حاملہ ہو جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے تو روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ وضع حمل سے پہلے اس عورت کا نکاح ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے جو شخص جائز بنائے تو وہ قرآن کریم کے خلاف چلنے والا ہے۔

﴿۴۷۳﴾ فتوی شرعی: کہ ایک عورت کے مطلقہ ہوئے پانچ سال ہو گئے یعنی عدت طلاق مکمل ہو چکی ہے اب اس کے چچازاد کے ساتھ نا جائز تعلقات ہو گئے اب ہم چاہتے ہیں کہ اس کے ساتھ نکاح کر دیا جائے، کیا وضع حمل سے قبل نکاح زانی سے ہوسکتا ہے۔

سائل: غلام حسین

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر واقعی عدت پوری ہو چکی ہے اور حمل عدت پوری ہونے کے بعد ہوا تو نکاح جائز ہے، قرآن پاک میں ہے" **واذا طلقتم النساء**

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازوجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف" فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۷ میں ہے، "وفی مجموع النوازل اذا تزوج امرأۃ قد زنی ھو بھا وظھر بھا حبل فالنکاح جائز عند الکل" مگر یہ تسلی کرلیں کہ واقع حمل سے پہلے عدت پوری ہو چکی تھی اور یہ بھی سمجھ لیں کہ جوان عورت کی عدت یہ ہے کہ اگر بوقت طلاق حمل ہو یا طلاق کے بعد تین حیض پورے ہونے سے پہلے حمل ہو جائے تو بچہ پیدا ہونے سے عدت پوری ہوتی ہے اور اگر حمل نہ ہو تو بعد از طلاق تین حیض پورے ہونے سے عدت پوری ہوتی ہے۔ ایسا ہی قرآن پاک میں ہے اور علماء نے بھی یہی حکم دیا ہے۔

﴿۴۷۴﴾ **فتوی شرعی**: کہ کیا عدت کے دوران نکاح ہوسکتا ہے اگر نہیں ہوسکتا تو وجوھات بیان کریں۔ سائل: حافظ عبدالکریم خوشاب

الجواب: اس سلسلہ میں فقہائے عظام نے فرمایا کہ عدت پوری ہونے تک پہلا نکاح نکاح ثانی کے حرام ہونے کے حق میں حکم جمیع وجوہ سے قائم رہتا ہے۔ بدائع الصنائع جلد۲ ص ۲۶۸ میں ہے "والنظر منہ وامام المطلقہ ثلثا او بائنا والمتوفی عنھا زوجھا فلان النکاح حال قیام العدۃ قائم من کل وجہ لقیام بعض اثارہ کالثابت من کل وجہ فی باب الحرمتہ"۔ اور جب حکماً پہلا نکاح قائم ہے تو وہ عورت عدت پوری ہونے سے پہلے شرعاً محل نکاح ہی نہیں۔ فتح القدیر جلد۳ ص ۱۱۷ میں ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿مختلف مسائل﴾

﴿۴۷۵﴾ **فتوی شرعی**

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں

ہمارے علاقہ میں ایک دل ہلا دینے والا واقع پیش آیا کہ ایک چرواہے لڑکے نے بکری سے بدفعلی کی ہے اور اس بات کے ہم پانچ آدمی گواہ ہیں مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ اس بکری کو ذبح کیا جائے یا زندہ رہنے دیا جائے، نیز اس چرواہے کو کتنی سزا دی جائے مفصل بیان فرمائیں۔

سائل نصر اللہ ڈھوک علی خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ اس لڑکے پر تعزیر ہے۔ اس علاقے کا مفتی جو مناسب خیال کرے سزا دے اور بکری کو ذبح کر کے دفن کر دینا زیادہ مناسب ہے۔ بدفعلی کرنے والا لڑکا بکری کے مالک کو اس کی قیمت ادا کرے۔ دفن کرنا ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے اگر زندہ رہنے دیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اس کا گوشت اور دودھ بلا شک حلال ہے۔

ردالمحتار جلد سوم ص ۱۷۸ میں ہے،

وفی القنیة برمزاجناس الناطفی فرج البهيمة كفيها لا غسل فيه بغير انزال ويعزر وتذبح البهيمة وتحرق على وجه الاستحباب ولا يحرم اكل لحمها به۔

﴿۴۷۶﴾ فتوی شرعی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں

کہ ہمارے معاشرہ میں جہاں اور بہت برائیاں زور پکڑ گئیں ہیں وہاں بدفعلی کی وبا بھی کثرت سے پھیل چکی ہے۔ آوارہ لڑکے اس مصیبت میں پھنس چکے ہیں۔ بدفعلی کرنے والے کے متعلق قرآن وسنت میں کیا حکم ہے مفصل لکھ دیں۔ سائل قاری اللہ وسایا ہرنولی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ بدفعلی انتہائی گھناؤنا جرم ہے اس فعل بد کی ابتداء حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے کی تھی۔ قرآن مجید میں ہے، جب عذاب والے فرشتے انسانی شکل میں آئے تو قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو آپ باہر نکلے فرمایا بے حیا شرم کرو یہ میرے معزز مہمان ہیں جاؤ قوم کی بیٹیوں سے نکاح کر لو تو انہوں نے کہا، قالوا لقد علمت مالنا فی بنتك من حق وانك لتعلم ما نريد۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(پارہ نمبر ۱۲ آیت نمبر ۷۸) یعنی آپ جانتے ہیں کہ ہمیں آپ کی لڑکیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہم جو کچھ چاہتے ہیں وہ آپ کو معلوم ہے۔

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کافر ہونے کے علاوہ ایک ایسی خبیث بدکاری اور بے حیائی میں مبتلا تھی جو دنیا میں پہلے کبھی نہ پائی گئی تھی۔ جس سے جنگل کے جانور بھی نفرت کرتے ہیں کہ مرد مرد کے ساتھ منہ کالا کرے جس کا وبال و عذاب عام بدکاری سے بدرجہ زیادہ ہے۔ اس لیے اس قوم پر ایسا شدید عذاب آیا جو عام بے حیائی اور بدکاری کرنے والوں پر کبھی نہیں آیا۔ اس پوری بستی کو اوپر اٹھا کر الٹا کر پھینک دیا اور پھر ان پر پتھروں کی بارش برسائی۔ (عراق میں موصل شہر کے قریب کچھ فاصلے یہ بستی کھنڈرات کی صورت میں موجود ہے) اور بتادیا کہ ایسے خبیث لوگوں کی اصل سزا یہی ہے۔ اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آپ کے بعد بعض فقہاء رحمہم اللہ نے اس سے ملتی جلتی سزا تجویز فرمائی کہ ایسے خبیث کو کسی بلند مقام سے سر کے بل الٹا گرا کر اس پر پتھر برسائے جائیں، اس طرح ہلاک کر دیا جائے۔

حدیث پاک میں ہے،

اقتلو االفاعل و المفعول بہ۔ دوسری حدیث میں ہے، فارجموا الاعلی والا سفل احصنا اولم یحصنا۔ (تفسیر فیوض الرحمٰن ج۲ ص۳۸۳)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے خبیث شخص کا حال لکھ کر اس کی سزا دریافت کی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورلیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بالاتفاق آگ میں جلا دینے کا مشورہ دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ

الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عنہ نے یہی فیصلہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو لکھا، انہوں نے اس حکم کے مطابق اس کو جلا دیا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ایسے شخص کو جلا دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول اور اسکی تائید میں حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سن کر حد زنا کے تحت غیر محصن کو سو کوڑے لگوائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے آدمی کو رجم کروایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث قتل کے راوی ہیں مگر آپ کے ہاں طریقہ قتل یہ ہے کہ کسی بلند مقام سے سر کے بل الٹا گرا کر اس پر پتھر برسائے جائیں۔ حتیٰ کہ مر جائے۔

ردالمحتار جلد دوم ص ۱۶۲ میں ہے،

قال فی العالئیة ولا یحد بوطء دبر و قالا ان فعل فی الاجانب حد وان فی عبده او امته او زوجته فلا حد اجماعاً بل یعزر قال فی الدر بنحو الاحراق بالان وهدم الجدار والتنکیس من محل مرتفع باتباع الاحجار وفی الحاوی والجلد اصح وفی الفتح یعزر و یسجن حتیٰ یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطته قتله الامام سیاسته۔

لوطی کے لیے صحابہ کرام، فقہائے عظام اور علمائے اعلام نے جو سزائیں مقرر فرمائیں ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے

(۱) حد زنا لگائی جائے (۲) رجم کیا جائے (۳) آگ میں جلایا جائے (۴) لوطی پر دیوار گرادی جائے (۵) کسی بلند عمارت کی چھت سے الٹا سر کے بل گرا کر اوپر پتھروں کی بارش کی جائے۔ (۶) قتل کیا جائے (۷) سخت سزا دی جائے قید میں ڈالا جائے حتیٰ کہ توبہ کرے۔ (۸) بدبودار جگہ پر رکھا جائے (۹) لوطی سے سخت نفرت کا اظہار کیا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جائے (۱۰) قطع تعلق کیا جائے جب تک کہ توبہ کر کے سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔

ان تمام روایات کا خلاصہ سخت تعزیر لگانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

﴿۴۷۷﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں

کہ لقطہ یعنی گری پڑی چیز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ یعنی سب سے پہلے تو یہ ہے کہ اٹھا لینی چاہئے کہ نہیں، اگر سر راہ پڑی ہوئی ہو تو؟ دوسرا یہ کہ اگر بالفرض آدمی پکڑ لیتا ہے اور اعلان وغیرہ کرنے کے باوجود اس چیز کا اصل مالک نہیں ملتا تو پھر کیا حکم ہے، بعض اوقات یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ چیز شہر میں کسی بارونق بازار میں پڑی ہوئی ملے تو اس صورت میں اعلان کرانے سے اس چیز کے کئی جعلی دعویدار بھی اٹھ کھڑے ہو سکتے ہیں جس سے فتنے کا خدشہ ہوسکتا ہے۔ ان تمام صورتوں کے بعد مسئلہ یہ ہے کہ وہ گری پڑی چیز ایک آدمی اٹھا لیتا ہے اور وہ اپنے گھر آجاتا تو اب اسے کیا کرنا چاہیے وہ چیز بھی ہوسکتی ہے اور نقدی وغیرہ بھی ہوسکتی ہے یا اپنے مصرف میں لے لے یا کسی مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں لگادے۔ مہربانی فرما کر اس مسئلہ کا تفصیلی جواب لکھ دیں۔ سائل: صفدر علی بھٹی بھکر

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ وہ چیز بالکل معمولی سی ہو اور کھانے کے کام آنے والی ہو۔ اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اسے اٹھا کر صاف کر کے تناول کرلیا جائے، جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتمرۃ مسقوطۃ فقال لولا ان تکون من صدقۃ لا کلتھا" نبی کریم ﷺ ایک گری ہوئی کھجور کے پاس سے گزرے تو فرمایا اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اسے کھالیتا۔ (صحیح بخاری)

صحیح بخاری صفحہ ۳۲ ۴ میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے،

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال انی لا نقلب الیٰ اهلی فاجد التمرة ساقطة علی فراشی فارفعها لا كلها ثم اختی ان تكون صدقة فالقيها

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا، (کبھی) جب میں اپنے گھر پلٹتا ہوں تو اپنے بستر پر پڑی ہوئی کھجور دیکھتا ہوں اور کھانے کے لیئے اس کو اٹھا لیتا ہوں لیکن پھر خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی نہ ہو اس لیئے پھینک دیتا ہوں۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر راستے میں کوئی ایسی گری پڑی چیز مل جائے تو اٹھا کر کھا سکتے ہیں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

ظهر فی جواز اكل ما يوجد من المحقرات ملقی فی الطرقات لانه ﷺ ذكر انه لم يمتنع من اكلها الا تورعا لخشية ان تكون من الصدقة التی حرمت عليه لا لكونها مرمية فی الطريق فقط۔ (فتح الباری جلد ۵ ص ۸٦)

یہ حدیث راستے میں پڑی ہوئی حقیر چیزوں کو اٹھا کر کھا لینے کے جواز میں ظاہر ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے ذکر کیا ہے کہ انہیں اس کھجور کے کھانے میں صرف یہ چیز مانع ہوئی کہ کہیں یہ صدقہ کی نہ ہو جو آپ پر حرام کیا گیا ہے نہ کہ اس کا راستہ میں فقط گرا پڑا ہونا۔ لہٰذا معمولی سی کھانے والی چیز گری پڑی مل جائے تو اسے اٹھا کر کھا سکتے ہیں۔ اس کا اعلان کرنے کی حاجت نہیں۔

:۲ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ چیز ہو تو معمولی نوعیت کی مگر کھانے کے کام آنے والی نہ ہو جیسے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چھڑی، کوڑا، رسی، چاقو وغیرہ اس کے بارمیں متعدد اقوال ہیں کہ تین دن تک لوگوں کے اجتماع میں اعلان کرتا ہے یا اتنی دیر اعلان کرے کہ اسے یقین ہو جائے کہ اس کا مالک اس کے بعد اسے تلاش نہیں کرے گا۔

سید سابق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

الشئی الحقیر لا یعرف سنۃ بل یعرف زمنا یظن ان صاحبہ لا یطلبہ بعدہ والملتقط ان ینتفع بہ اذا لم یعرف صاحبہ (فقہ السنتہ جلد ۳ ص ۲۳۳)

حقیر سی چیز کا سال بھر اعلان نہ کیا جائے بلکہ اتنی دیر اعلان کیا جائے کہ یقین ہو جائے کہ اس کا مالک اس کے بعد اسے تلاش نہیں کرے گا۔ ایسی چیز کو اٹھانے والا اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے جب کہ اس کا مالک معلوم نہ ہو۔

اس کی دلیل بعض روایات و آثار سے ملتی ہے، جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رخص لنا رسول اللہ ﷺ فی العصا والسوط والحبل واشباھہ یلتقطہ الرجل ینتفع بہ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں لاٹھی کوڑا رسی اور اس جیسی اشیاء میں رخصت دی ہے کہ اگر کوئی آدمی ایسی چیز گری پڑی اٹھائے تو وہ اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، وفی اسنادہ ضعف اس کی سند میں کمزوری ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شک ہے اور اس کی سند میں کمزوری ہے، امام ابوداؤد نے بھی اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ راجح بات یہ ہے کہ حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں، اور مرفوع و موقوف دونوں صورتوں میں علت یہ ہے کہ اس کی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سند میں ابو الزبیر مدلس راوی ہیں اور انہوں نے اپنے استاذ سے سننے کی وضاحت نہیں کی۔(ارواء الغلیل جلد ۶ ص ۱۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث ہے کہ انہیں بازار سے ایک دینار ملا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں کہا تین دن تک اس کا علان کر۔انہوں نے ایسا ہی کیا تو کوئی شخص ایسا نہ ملا جو اس دینار کو پہچاننے والا ہو۔تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف رجوع کر کے آپ کو خبر دی۔آپ ﷺ نے انہیں کہا، اسے کھالو، نبی کریم ﷺ نے اس ایک دینار کو ۱۲ درھم میں توڑا اس میں سے ۳ درھم کے جو ۳ درھم کی کھجوریں ایک درھم کا زیتون خریدا۔الغرض ان کے پاس ۳ درھم باقی بچ گئے۔جب انہوں نے ان اشیاء میں سے کچھ حصہ استعمال کر لیا تو اس دینار کا مالک آ گیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا مجھے نبی کریم ﷺ نے اس کو کھانے کا حکم دیا تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آدمی کو لیکر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور یہ بات بیان کی۔آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا اس کا دین اسے ادا کر دو۔انہوں نے کہا ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب ہمارے پاس کوئی چیز آئے گی تو ہم اسے ادا کر دیں گے۔(عبد الرزاق جلد ۱۰ ص ۱۴۲،)

امام بزار فرماتے ہیں اس کی سند میں ابو بکر ابن ابی سبرۃ ہے وہ لین الحدیث ہے۔علامہ ہیثمی فرماتے ہیں ابو بکر بن ابی سبرۃ وضاع ہے۔(مجمع الزوائد)

لیکن حافظ ضیاء مقدسی فرماتے ہیں کہ یہ ابو بکر بن ابی سبرۃ کے علاوہ ہے اور اس حدیث کو انہوں نے احادیث مختارہ میں ذکر کیا ہے۔واللہ اعلم ورسولہ جل جلالہ و ﷺ۔

یعلی بن مرۃ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: من التقط لقطة يسيرة درهما او حبلا او شبه ذلك فليعرفه

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ثلاثة ایام فان کان فوق ذلك فلیعرفه سنة۔ (سند احمد جلد ٤ ص ١٧٣)

جو شخص کوئی ہلکی سی چیز گری پڑی اٹھالے جیسے درھم یا رسی یا اس جیسی کوئی اور چیز تو وہ تین دن تک اس کا اعلان کرے۔ اگر اس سے اوپر ہو تو ایک سال تک اس کا اعلان کرے۔ مسند احمد کے مطبوعہ نسخے میں اس حدیث کے آخر میں ایک سال کا ذکر ہے۔ جب کہ مجمع الزوائد جلد ٤ ص ١٦٩ میں فلیعرفه ستة ایام کے الفاظ ہیں یعنی چھ دن تک اس کا اعلان کرے اور مسند احمد کے اطراف 470/5 میں بھی اسی طرح ان الفاظ کو ضبط کیا گیا ہے اور محقق نے مسند احمد کے ترکی اور ہندی مخطوطے سے بھی اسی طرح ثابت کیا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے یعنی ایسی چیز کا اعلان تین یا چھ دن تک کرے۔ اگر مالک نہ آئے تو استعمال کرلے۔ لیکن اس کی سند میں عمر بن عبداللہ بن یعلی کمزور راوی ہے۔

مذکورہ بالا روایات میں اگرچہ ضعف ہے لیکن ان کی تائید میں آثار صحیحہ موجود ہیں جیسا کہ اسماعیل بن امیہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اذا وجدت لقطة فعرفها علی باب المسجد ثلاثة ایام فان جاء من یعترفها والا فشانك بها۔ (مصنف عبد الرزاق 136/10)

جب تو کوئی گری پڑی چیز پائے تو مسجد کے دروازے پر تین دن تک اس کا اعلان کر۔ اگر تو اس کو پہنچاننے والا آجائے تو اس کے حوالے کر اور اگر نہ آئے تو اسے استعمال کرلے۔ اس نقطہ کو معمولی سی چیز پر ہی محمول کیا جائے گا جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور اثر میں ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا جس کو ایک تھیلی ستو ملی تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ وہ تین دن تک اس کا اعلان کرے۔ پھر وہ تین دن کے بعد آیا اس نے کہا اس کو پہچاننے والا کوئی نہیں تو حضرت عمر

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رضی اللہ عنہ نے کہا اے غلام اسے پکڑ لے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ اسے درندے لے جائیں یا ہوائیں اڑا دیں۔ (عبدالرزاق 143/10)

لہٰذا جب کوئی معمولی سی چیز ملے جو کھانے کے کام نہ آنے والی ہو تو اس کا تین دن تک یا اتنے دن تک اعلان کرے کہ یقین ہو جائے کہ اس کا مالک اسے تلاش نہ کرے گا۔ اس کے بعد استعمال کر سکتا ہے۔

۳: تیسری صورت یہ ہے کہ وہ چیز قیمتی ہو۔ اس کا سال بھر اعلان کرتا رہے۔ عصر حاضر میں اخبارات، اشتھارات، ریڈیو، بڑے بڑے جلسوں میں اعلان کرایا جا سکتا ہے اور اگر سال تک مالک نہ آئے تو اسے اپنے تصرف میں لایا جا سکتا ہے۔ اگر مالک آجائے تو اسے وہ چیز واپس کرنی پڑے گی۔ اگر وہ استعمال کر چکا ہو اور اصل چیز موجود نہ ہو تو اتنی قیمت ادا کر دے، اور چیز جب ملے تو اس کی علامات اور نشانیاں اچھی طرح ذہن نشین کر لے یا نوٹ کر لے۔

لقطہ اگر حیوان ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو ایسا ہو گا جو اپنا دفاع خود کر سکتا ہو گا جیسے انٹ، بیل وغیرہ تو ایسے حیوان کو نہ پکڑا جائے اور اگر ایسا حیوان ہو کہ وہ اپنا دفاع خود نہ کر سکتا ہو تو اسے پکڑ لیا جائے جیسے بکری، مرغی وغیرہ۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور اس نے گری پڑی چیز کے بارے میں پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، اعرف عفا صها ووكائها ثم عرفها سنة فان جاء صاحبها والا فشأنك بها۔

اس کا ڈاٹ اور تسمہ خوب پہچان لے پھر سال بھر اس کا اعلان کرتا رہے۔ پھر اگر اس کا اصل مالک آجائے تو اس کے سپرد کر دو ورنہ جو چاہو کرو۔ پھر اس نے گم شدہ بکریوں کے بارے

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

میں پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا۔ هی لك او لا خيك او للذئب

وہ تیرے لیئے ہے جو تیرے بھائی کے لیئے یا بھیڑیے کے لیئے۔ پھر اس نے گم شدہ اونٹ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا مالك ولها ؟ ومعها حذاء ها وسقاء ها ترد الماء وتاكل الشجر حتى يجد ها ربها۔

تجھے اس سے کیا سروکار اس کا پانی اس کے جوتے اس کے پاس ہیں گھاٹ پر آکر پانی پی لے گا، درختوں کے پتے کھائے گا یہاں تک کہ اس کا مالک اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ (صحیح بخاری ص ۲۴۲۹، صحیح مسلم ص ۱۷۲۲)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ لقطہ اگر قیمتی چیز ہو یا جانور بکری وغیرہ کی مثل ہو تو اس کو پکڑ لے۔ اس کی علامات ونشانیاں اچھی طرح ذہن نشین کر لے۔ سال بھر اس کا علان کرتا رہے اگر اس کا مالک سال بھر اعلان تک نہ آئے تو اسے اپنے استعمال میں ضمانت و ذمہ داری کے ساتھ لے آئے اور اگر اس کا مالک بعد میں آجائے تو اس کی ملکیت باقی رہتی ہے اور اسے وہ چیز واپس کرنی پڑے گی اور اگر ایسا حیوان ہو جو اپنا دفاع کر سکتا ہو تو اسے نہیں پکڑنا چاہیئے، گری پڑی چیز جس شخص کو مل جائے اسے وہ چیز غائب یا چھپانی نہیں چاہیئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے لقطہ کے بارے میں سوال کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا،

تعرف ولا تغيب ولا تكتم فان جاء صاحبها والا فهو مال الله يؤتيه من يشاء۔ (مجمع الزوائد جلد ٤ ص ۲۹۷)

اس کی شناخت کی جائے اور اسے غائب نہ کیا جائے اور نہ چھپایا جائے۔ اگر اس کا مالک آجائے تو اس کے حوالے کر دو اور اگر نہ آئے تو اللہ کا مال ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شناخت و پہچان کا حکم اس لیئے ہے کہ اس کے جعلی دعویدار پیدا نہ ہوں بلکہ جو شخص صحیح علامات بیان کر دے اس کے حوالے کی جائے۔

﴿۴۷۸﴾ **فتوای شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں حج کے موقع پر پردہ کا کیا حکم ہے؟ سائل حافظ محمد بخش تونسوی بھکر۔

الجواب: حج بیت اللہ مسلمانوں کے لئے فریضہ ادا کرنا گونا گوں برکتوں کا ذریعہ ہے اور حیرت انگیز نعمتوں کا وسیلہ ہے۔ باوجودیکہ سابقہ مشکلات ختم ہوگئیں اور بہت کچھ آسانیاں پیدا ہوگئیں ہیں۔ تاہم دور دراز کا سفر ہے۔ ہزاروں روپے کا خرچ ہوتا ہے۔ اکثر لوگوں کو زندگی میں ایک ہی مرتبہ جانا میسر ہوتا ہے اور اب بھی بہت کچھ مشکلات اٹھانا پڑتی ہیں ایسی صورت میں بے حد ضروری تھا کہ مسلمان اس فریضہ کی ادائیگی میں انتہائی احتیاط برتیں مسائل حج سے کامل واقفیت حاصل کریں اسی لئے ہر زبان میں مسائل و احکام حج سے متعلق چھوٹی بڑی کتابیں شائع ہو چکی ہیں تا کہ شرعی قانون کے مطابق صحیح حج ادا ہو سکے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مخلوق خدا کا یہ عظیم گروہ جو ملک کے ہر گوشے سے پہنچ رہا ہے اکثر و بیشتر اس فریضہ کے احکام و مسائل سے بالکل بے خبر ہے سنن و مستحبات تو درکنار فرائض و واجبات سے بھی غافل ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اتنا ہی نہیں کہ محظورات و ممنوعات کا برابر ارتکاب ہوتا رہتا ہے بلکہ اور تمام گناہوں تک سے بچنے کا ذرہ برابر اہتمام نہیں ہوتا۔ نمازوں کے ادا کرنے میں تقصیر جماعت کی پابندی میں کوتاہی حالانکہ ایک فرض نماز بھی حج سے بدرجہ زیادہ اہمیت رکھتی ہے اگر بغیر عذر شرعی ایک نماز بھی قضا کی تو حج قبول ہونے کی توقع مشکل ہو جاتی ہے سفر میں خصوصاً احرام باندھنے کے بجائے تلبیہ کہنے اور ذکر اللہ کرنے کی بجائے عام طور پر غیبت اور بکواس بکتے رہتے ہیں نہ زبان پر قابو نہ نگاہ پر قابو نہ ہاتھ پاؤں پر بلکہ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ مسجد الحرام میں بیٹھے ہیں، نماز کا انتظار ہو رہا ہے اور فضولیات میں مصروف،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

غیبت میں مبتلا ہیں، حالانکہ زندگی کے اس عظیم مرحلے پر پہنچ کر تو تمام اوقات عبادت اور توبہ و استغفار انابت الی اللہ سے معمور ہونے چاہیں تاکہ ان مقدس مقامات کی برکات سے مالا مال ہوں، گناہوں سے پاک و صاف ہو کر ایسے واپس ہوں جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے ولادت ہوئی ہے اور دنیا میں دوبارہ آئے ہیں۔

بعض حضرات مستحبات و آداب میں تو غلو کرتے ہیں لیکن فرائض و واجبات میں تقصیر کرتے رہتے ہیں اور دور حاضر کے اکثر حجاج کو دیکھ کر تو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ شاید کسی میلہ یا تماشہ کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں عورتوں پر پردہ فرض ہے مگر حرمین شریفین میں پہنچ کر اکثر عورتیں بلکہ ۹۹ فیصد برقع پوش عورتیں بھی برقع پھینک کر بے حجاب ہو جاتی ہیں اور اس طرح گناہ کبیرہ کی مرتکبہ ہوتی ہیں نہ صرف بے حجاب بلکہ بسا اوقات نیم عریاں لباس میں بیت اللہ کا طواف کرتی ہیں اور افسوس اس کا ہے کہ نہ شوہر اور نہ ان کے محرم حضرات اس بے حجابی کو روکنے کی تدبیر کرتے ہیں نہ حکومت کی طرف سے اس پر کوئی پابندی عائد کی جاتی ہے، بے محابا مردوں کے درمیان گھستی ہیں، حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے مردوں کی دھکم پیل میں جان بوجھ کر گھستی ہیں اور پستی ہیں اجنبی مردوں کے ساتھ شدید و قبیح اختلاط میں مبتلا ہوتی ہیں یہ سب حرام ہے گناہ کبیرہ ہے ایسا حج کہ جس میں اول سے آخر تک محرمات اور کبائر سے احتراز نہ ہو سکے کیا توقع ہے کہ وہ حج قبول ہوگا؟ حج مبرور کا بیان فرمایا ہے کہ حج کرے اور اس میں کوئی بھی بے حیائی کا کام نہ کرے کوئی گناہ نہ کرے تب گناہوں سے پاک و صاف ہوگا جیسے ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوا ہے۔

پاکستان و ہندوستان کی بعض عورتیں مصر و شام وغیرہ بعض ملکوں کی عورتوں کو دیکھ کر کہ بے پردہ ہیں خود بھی پردہ اٹھا دیتی ہیں اور حرم میں اس طرح آتی ہیں جیسے تمام مردان کے محرم ہیں یا وہ گھر کے صحن میں پھر رہی ہیں لیکن یہ انتہائی حماقت ہے اگر کوئی قوم کسی گناہ میں مبتلا ہے تو اس سے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

گناہ جائز نہیں ہو جاتا پھر دیکھا یہ گیا ہے کہ ان کی بے پردگی یعنی چہرہ کا کھلا ہونا ایک خاص سنجیدگی اور وقار کے ساتھ ہوتی ہے لباس بھی ان کے سر سے پاؤں تک باحجاب ہوتا ہے پاؤں تک میں موزے ہوتے ہیں لیکن پاکستان عورتوں کا لباس تو انتہائی بے حیائی کا ہوتا ہے تمام نسوانی اعضاء نمایاں ہوتے ہیں بے محابا سینہ تان کر چلتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ عورتیں بھی اس بے حیائی کی وجہ سے معصیت وفسق میں مبتلا ہوتی ہیں اور ان کے شوہر بھی ان کی اس بے حجابی پر گنہگار ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان کو مطلق منع نہیں کرتے کوئی اصلاح نہیں کرتے نہ روکتے ہیں نہ ٹوکتے ہیں یہ تو کھلی بے حیائی ہے۔

ان سے بڑھ کر ایک اور عام ابتلاء یہ ہے کہ تمام عورتیں پانچ وقتہ نمازوں میں مردوں کی طرح حرم میں پہنچتی ہیں باوجود یکہ عورتوں کے لیے دروازے بھی مخصوص ہیں اور نماز پڑھنے کی جگہیں بھی متعین ہیں مگر حج کے زمانہ چونکہ بے حد اژدہام ہوتا ہے مستقل جگہ پر نہیں پہنچ پاتیں تو مردوں کے درمیان صفوں میں کھڑی ہو جاتی ہیں اور نماز پڑھنا شروع کر دیتی ہیں۔

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نماز اور عورتیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح اپنے وطن میں عورتوں کو تنہا نماز گھروں میں پڑھنا افضل ہے اسی طرح مکہ و مدینہ میں بھی عورتوں کے لیئے نماز گھروں میں تنہا بغیر جماعت کے پڑھنا افضل ہے اور مکہ و مدینہ میں نماز کا جو ثواب حرم اور مسجد نبوی کا ہے اور ان کو گھروں پر پڑھنے میں اس سے زیادہ ملتا ہے جو مسجد میں مردوں کو ملتا ہے ایسی صورت میں حرمین شریفین میں عورتوں کو نماز گھروں میں ہی پڑھنی چاہیئے بالفرض کسی وقت بیت اللہ کے دیکھنے کی غرض سے یا طواف کرنے کی غرض سے مسجد حرام یا صلوٰۃ وسلام کی غرض سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئیں اور نماز باجماعت پڑھ لیں تو ادا ہو جاتی ہے بشرطیکہ مردوں کے درمیان نہ کھڑی ہوں ایک عورت اگر مردوں کے درمیان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کھڑی ہو جاتی ہے تو تین مردوں کی نماز خراب ہو جاتی ہے دائیں بائیں کے دو مردوں کی اس کی محاذات (سیدھ) میں جو مرد کھڑا ہے اس کی بھی تینوں کی نمازیں فاسد ہو گئیں بالفرض بغیر ارادے کے کوئی عورت اتفاقیہ طور پر عین نماز کے وقت صفوں کے درمیان پھنس جائے اور نکلنا دشوار ہو جائے یا طواف کرنے کے درمیان نماز کھڑی ہو جائے تو اس وقت اس کو خاموش بغیر نماز کے جہاں بھی ہو بیٹھ جانا چاہیے نماز کی نیت ہرگز نہ کرے ورنہ مردوں کی نماز بھی خراب ہو گی جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو پھر تنہا وہیں وہ اپنی نماز ادا کر لے، عورتوں کو بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے بھی ایسے وقت میں جانا چاہیئے جب نماز کا وقت نہ ہو اس وقت نسبتاً بھیڑ بھی کم ہوتی ہے اور اگر اتفاقاً نماز کا وقت ہو جائے تو اذان ہوتے ہی جلدی طواف پورا کر کے یا طواف درمیان میں چھوڑ دیں اور جتنے شوط (چکر) رہ گئے ہیں وہ نماز کے بعد جہاں چھوڑے تھے وہیں سے پورے کر دیں یا اسی طواف کو دوبارہ کر لیں، بہرحال گناہ سے بچنا بے حد ضروری ہے اور ابھی بہت سی کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن ان سب میں نماز اور بے پردگی کا مسئلہ میرے خیال میں سب سے زیادہ اہم ہے، بہر حال حج ایک ایسا اہم فریضہ ہے جو زندگی میں بار بار ادا کرنا بے حد مشکل ہے اس لیے چاہیئے کہ مرد ہوں یا عورتیں انتہائی احتیاط کے ساتھ اس فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہوں۔

نیز یہ بھی خیال رہے کہ بعض عورتیں اپنے ملکوں میں بھی پردہ نہیں کرتیں اور گویا مستقل طور بے پردہ رہتی ہیں بلاشبہ یہ گناہ عظیم ہے اور ایک فرض حکم کی خلاف ورزی ہے لیکن انہیں بھی حج بیت اللہ کے سفر میں تو چاہیے کہ اس گناہ عظیم سے بچیں تا کہ یہ فریضہ تو صحیح طریقے سے ادا ہو، آج کل بہت سی عورتیں بغیر محرم کے سفر کرتی ہیں یہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے جس عورت کا کوئی محرم نہ ہو اس پر حج فرض ہی نہیں ہوتا بلکہ اگر محرم ہو بھی لیکن حج پر قادر نہ ہو یا عورت اس کے مصارف برداشت کرنے کے قابل نہ ہو تب بھی حج فرض نہ ہو گا، انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ حج بھی فرض نہ ہوا اور پھر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وہاں جا کر حج میں اتنی فروگذاشتیں بھی ہوں جب شرعاً اس کے ذمہ حج فرض ہی نہیں ہے تو یہ حج کا سفر کیوں اختیار کیا جاتا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ حج بیت اللہ میں حجاج کرام سے اس قسم کی کوتاہیوں اور خلاف شرع حرکتوں کی وجہ سے ہی حج کی برکتیں ختم ہوتی جاتی ہیں اگر اتنی کثرت سے حجاج کرام صحیح طریقہ پر یہ فریضہ ادا کرتے اور ہم سب کا حج بارگاہ اقدس میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوتا تو شاید دنیا کا نقشہ بدل جاتا، حق تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح فہم اور توفیق خیر نصیب فرمائیں۔

حج اور اس کے فوائد و اسرار:

حج بیت اللہ دین اسلام کا اساسی رُکن اور ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض عین ہے اسلام کے بنیادی امور میں اصلی جوہر اور روح عبادت ہے ان سب صورتوں میں احکم الحاکمین کے حکم سے طریقہ عبادت اور اظہار عبدیت وعبودیت کی تعیین کی گئی ہے اس روح کے لیے حج قابل مقبول مقرر کیا گیا ہے وہ بھی من جانب اللہ ہے اور کسی انسانی عقل کا اس میں دخل نہیں ہے، روح اور جسد دونوں ہی وحی ربانی کا کرشمہ ہیں اور یہ دائرہ عقل اور ادراک انسانی سے ماوراء ہے جس طرح روح مامور بہ ہے اسی طرح یہ جسد بھی اس کا مطلوب ہے، **ذلك تقدير العزيز العليم** لیکن عبادت وعبدیت کے طریقوں کے ماوراء عقل ہونے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ عقل وادراک اس کے محاسن اور منافع وثمرات کو سمجھنے سے بھی قاصر ہے، نماز ہو یا روزہ زکوٰہ ہو یا حج جہاں تک عقل کی رسائی ہے اس کے اسرار وحکم کی طرف جو رہنمائی ہوئی ہے وہ بجائے خود حیرت انگیز ہے،

بہار عالم حسنش دل وجان تازہ می دارد
برنگ ارباب صورت رابہ بو ارباب معنی را

نماز اور خصوصاً با جماعت اور اذان واقامت میں وقت کی پابندی کے ذریعہ امت محمدیہ علی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایک خاص نظم ونسق کے ساتھ کیسے کیسے فوائد برکات کا نظام قائم کیا گیا ہے روزہ میں ضبط نفس اور پاکیزگی روح کی کیسی نتیجہ خیز اور اثر انگیز تدبیریں کارفرما ہیں زکوٰۃ میں فقراء ومساکین کی حاجات وضروریات کی تکمیل کے لیے کیسا عجیب نظریہ پیدا کیا گیا ہے اسی طرح حج بیت اللہ میں اصلاح نفس اور اجتماعی تعاون کی تدبیریں، تربیت خلائق اور ہدایت عالم کی مصلحتین مضمر ہیں، تعظیم شعائر اللہ اور تجلیات الٰہیہ کے مرکز بیت اللہ کے طواف میں مشاعر مقدسہ کی تعظیم وتقدیس اور عرفات کے روح پرور اجتماع میں اسرار وحکم کے جو رموز ہیں ان کے غور وفکر میں عقل حیران ہے۔

حج کے اس بے مثال عالمی اجتماع میں دنیا کے گوشہ گوشہ سے امت مسلمہ کے افراد جمع ہوتے ہیں یہ عالمی اجتماع جن ہمہ گیر اجتماعی ومنافع کا ذریعہ بن سکتا ہے وہ بالکل ظاہر ہیں اسلام کا یہ دینی نظام اتنا محیر العقول ہے کہ تہذیب وترقی کی مدعی قومیں اور کوئی مذہب وملت اس کی ہمسری کا دعوٰی نہیں کرسکتی، قرآن کریم کی دو آیتوں میں انہیں اسرار وحکم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب (الحج ۳۲)

ترجمہ: اور جو کوئی شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کا تقوٰی ہے،

لیشہدوا منافع لہم (الحج ۲۸)

ترجمہ: تاکہ وہ اپنے منافع (اور فوائد) کو دیکھ لیں (حاصل کرلیں)

﴿۴۷۹﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ داڑھی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن وحدیث کے دلائل سے واضح فرمائیں۔

سائل ملک محمود احمد میانوالی

الجواب: واضح رہے کہ مردوں کے لیے داڑھی رکھنا واجب، اس کی شرعی مقدار ایک قبضہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی ایک مشت اور داڑھی رکھنا اسلامی اور مذہبی شعار تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کرام علیہم السلام کی متفقہ سنت اور شرافت و بزرگی کی علامت ہے اسی سے مردانہ شکل وصورت کی تکمیل ہوتی ہے، آنحضرت ﷺ کا دائمی عمل ہے اور حضور ﷺ نے اسے فطرت سے تعبیر فرمایا ہے، لہٰذا داڑھی رکھنا ضروری ہے اور منڈانا یا ایک مشت (مٹھی) بھر ہونے سے پہلے کترانا حرام اور کبیرہ گناہ ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع (یعنی اتفاق) ہے۔

حدیث شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل فرمائی ہیں،

عشر من الفطرۃ قص الشارب وعفاء اللحیۃ۔ (مسلم ج۱ ص ۱۲۹)

یعنی دس چیزیں فطرت میں سے ہیں، ۱، مونچھوں کا کترانا ۲۔ داڑھی بڑھانا، ۳۔ مسواک کرنا، ۴۔ ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرنا۔ ۵، ناخن تراشنا۔ ۶۔ بدن کے جوڑوں کو دھونا۔ ۷۔ بغل کے بال اکھاڑنا، ۸۔ زیر ناف بال صاف کرنا۔۔ ۹۔ پانی سے استنجا کرنا، راوی کو دسویں چیز یاد نہ رہی فرماتے ہیں، ممکن ہے کہ وہ کلی کرنا ہو۔

اس حدیث میں جو کہ سنداً نہایت قوی حدیث ہے، دس چیزوں کو جن میں سے داڑھی کا بڑھانا اور مونچھوں کا کترانا بھی فطرت بتلایا گیا ہے اور فطرت عرف شرع میں ان امور کو کہا جاتا ہے جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معمول بہ اور متفق علیہ سنت ہو اور امت کو ان پر عمل کرنے کا حکم ہو۔ (فتاوی رحیمیہ جدید جلد ۱۰ اص ۱۰۶)

صاحب مجمع البحار اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں،

عشر من الفطرۃ ای من السنۃ ای سنن الانبیاء علیہم السلام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

التی بالاقتداء بھم فیھا ای من السنۃ القدیمۃ التی اختارھا الانبیاء علیھم السلام واتفقت علیھا الشرائع فکانھا امر جبلی فطروا علیہ (مجمع البحار جلد ۳ ص ۱۵۵)

یعنی دس چیزیں فطرت (سنت) میں سے ہیں یعنی حضرات انبیاء علیھم السلام کرام علیھم الصلاۃ السلام کی ان سنتوں میں سے ہیں جن کی اقتداء کا ہمیں حکم دیا گیا یعنی اس سنت قدیم میں سے ہے جس کو حضرات انبیاء کرام علیھم السلام نے اختیار فرمایا اور اس پر تمام شرائع متفق ہیں گویا کہ یہ وہ امر جبلی ہے جس پر تمام حضرات انبیاء علیھم الصلوٰۃ السلام کو پیدا کیا گیا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں،

قالوا ومعناہ انھا من سنن الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیھم (نووی شرح مسلم ج۱ ص ۱۶۸)

اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہوگیا ہے کہ داڑھی بڑھانے کا حکم تمام شریعتوں میں تھا اور یہ تمام حضرات انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ السلام کی سنت رہی ہے۔

دوسری جگہ ارشادی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے،

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب وفی روایۃ انھکوا الشوارب واعفوا اللحی متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۰)

یعنی مشرکین کی مخالفت کرو مونچھیں پست کرو۔ (چھوٹی کرو) اور داڑھی کو معاف رکھو۔ (یعنی اسے نہ کاٹو) ایک اور حدیث میں واعفوا اللحی کے الفاظ مذکور ہیں یعنی داڑھی لمبی کرو۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان احادیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صیغہ امر کے ساتھ داڑھی رکھنے کا حکم فرمار ہے ہیں اور امر حقیقت میں وجوب کے لیے ہوتا ہے نیز داڑھی منڈانے میں کفار اناث (عورتیں) اور مخنثوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جس کا ناجائز اور حرام ہونا احادیث سے ثابت ہے، چنانچہ ابوداؤ شریف میں ہے،

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لعن المتشبہات من النساء بالرجال والمتشبہین من الرجال بالنساء (ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۱۲)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں میں سے ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور مردوں میں ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں لعنت فرمائی ہے، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ والمرأۃ تلبس لبسہ الرجل (ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۱۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو زنانہ لباس پہنے اسی طرح اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مردانہ لباس

پہنے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوھم من بیوتکم (مشکوٰۃ ص ۳۸۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ لعنت کرتے ہیں ان مردوں پر جو (داڑھی منڈا کر یا زنانہ لباس پہن کر) عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور فرمایا کہ انہیں اپنے گھروں سے نکال دو۔

داڑھی کا ایک مٹھی سے پہلے کٹانا یہ بھی یہود ونصاریٰ اور ایرانی پارسیوں کے ساتھ مشابہت ہے چنانچہ علماء متاخرین میں تحریر فرماتے ہیں،

وقص اللحیۃ من سنن الاعاجم وھو الیوم شعار کثیر من المشرکین والافرنج والھنود ومن لا خلاق لھم فی الدین ممن یتبعونھم ویحبون ان یتربوابزیھم

ترجمہ: داڑھی کتروانا عجمیوں کا طریقہ ہے موجودہ زمانہ میں اکثر و بیشتر مشرک فرنگی اور ہندوؤں کا اور ان لوگوں کا شعار بن گیا ہے جن کو دین سے کوئی سروکار نہیں اور انگریزوں کے قدم بقدم چلنے ان کی سی شکل و وضع اختیار کرنے کو پسند کرنے لگے ہیں،

آگے تحریر فرماتے ہیں،

ثم قال وکذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ فعلم ان ما یفعلہ بعض من لا خلاق لہ فی الدین من المسلمین فی الھند والاتراک حرام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اور منڈوانے ہی کی طرح مرد کو داڑھی کٹانا بھی حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ ہندی مسلمان جن کو دین کا کوئی لحاظ نہیں اور نیز ترک جو ایسے کرنے لگے ہیں وہ حرام ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

حلق کردن لحیہ حرام است و روش افرنج و ہنود است و گذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است و اورا سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک در دین است یا بہ جہت آنکہ ثبوت آن بہ سنت است

یعنی داڑھی منڈانا حرام ہے اور اہل مغرب اور ہندوؤں کا طریقہ ہے، داڑھی ایک مشت رکھنا واجب ہے اور اس کو سنت اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ یہ دین میں طریقہ مسلوکہ ہے یا اس لیئے کہا جاتا ہے کہ یہ سنت سے ثابت ہے چنانچہ نماز عید کو (اسی معنیٰ کے اعتبار سے) سنت کہا جاتا ہے حالانکہ وہ واجب ہے۔

فتاوی شامی میں ہے،

واما الاخذ منها وهی دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة و مخنثة الرجال فلم يبحه احد۔ (كتاب الصوم مطلب فی الاخذ من اللحيته ج۲ ص ۱۵۵)

صاحب درمختار کا قول

لم يبحه احد نص فی الاجماع (البوادر و النوادر ج۲ ص ۴۴۳)

یعنی داڑھی منڈانے اور کٹوانے کی حرمت پر اجماع کی تصریح ہے۔

تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وقال العلائی فی کتاب الصوم قبیل فصل العوارض ان الاخذ من اللحیة دون القبضة کما یفعله المغاربة و مخنثة الرجال لم یبحه احد واخذ کلها فعل یهود الهند و مجوس الاعاجم فحیث ادمن علی فعل هذا المحرم یفسق وان لم یکن ممن یستبیهونه ولا یعدونه فارقا للعدالة والمروة۔ (جلد ۱ ص ۳۵۱)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے کو کسی نے مباح قرار نہیں دیا۔

اسی طرح فیض الباری شرح بخاری میں ہے،

وام قطع دون ذلك فحرام اجماعا بین الائمة رحمهم الله جلد ۲ ص ۳۸۰)

یعنی تمام آئمہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ داڑھی اس طرح کاٹنا کہ ایک قبضہ سے کم رہ جائے حرام ہے

اور حدیث شریف میں ہے،

عن رویفع بن ثابت قال: قال لی رسول الله ﷺ یارویفع العل الحیوة ستطول بك بعد فاخبر الناس ان من عقد لحیه او تقلد وترا او استنجی برجیع دابة او عظم فان محمد امنه بری (مشکوۃ ص ۴۳)

ترجمہ: حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میرے بعد قریب ہے کہ تیری زندگی دراز ہو لوگوں کو خبر دینا کہ جو شخص اپنی داڑھی میں گرہ لگائے یا داڑھی چڑھائے یا تانت کا قلادہ ڈالے یا گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرے تو محمد ﷺ اس سے بری

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔

لاجپوری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ

جب داڑھی لٹکانے کی بجائے چڑھانے پر یہ وعید ہے تو منڈانے اور شرعی مقدار (قبضہ) سے کم کرنے پر کیا وعید ہوگی۔ (فتاوی رحیمیہ جلد ا ص ۱۰۷)

الاختیار شرح المختار میں ہے،

اعفاء اللحی قال: محمد ﷺ عن ابی حنیفة ترکھا حتی تکث وتکثر والتقصیر فیھا سنة وھو ان یقبض رجل لحیته فما زاد علی قبضه قطعه لان اللحیة زینة و کثرتھا من کمال الزینة وطولھا الفاحش خلاف السنة۔

ترجمہ: اعفاء اللحی یعنی داڑھی بڑھانا امام محمد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا داڑھی کو چھوڑے رکھنا چاہیے یہاں تک کہ گھنی ہو جائے اور بڑھ جائے اور داڑھی میں قصر سنت ہے اور قصر یہ ہے کہ داڑھی کو مٹھی سے پکڑے جو مٹھی سے بڑھ جائے اس کو کاٹ دیں۔ داڑھی سنت ہے اور اس کا بھرپور ہونا (گھنی ہونا) کمال زینت ہے اور داڑھی کی غیر معمولی درازی خلاف سنت ہے۔ (الاختیار شرح المختار جلد ۳ ص ۲۳۵)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وقد اختلفوا فیما طال منھا فقیل: ان یقبض الرجل علی لحیته واخذ ما فضل عن القبضة فلا باس فقد فعله ابن عمر و جماعة من التابعین واستحسنه الشعبی و ابن سیرین و کرھه الحسن وقتادة و قالا: ترکھا عافیة احب لقوله ﷺ اعفوا اللحی۔ (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۴۸)

ترجمہ: لوگوں نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ اگر داڑھی لمبی ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ بعض کا قول ہے کہ مقدار مشت چھوڑ کر باقی کاٹ ڈالے تو کچھ مضائقہ نہیں اس لیے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور بہت سے تابعین نے ایسا کیا ہے اور امام شعبی رضی اللہ عنہ اور ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے اس کو اچھا سمجھا ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اس کو لٹکی رہنے دینا مستحب ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اعفوا اللحی، داڑھی بڑھاؤ۔ (بحوالہ مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم ص ۱۵۹، ۱۶۰)

اور نصاب الاحتساب میں ہے،

قال علیہ السلام: احفوا الشوارب واعفوا اللحی ای قصوا الشوارب واترکوا اللحی کما ھی ولا تقطعوھا ولا تحلقوھا ولا تنقصوھا من القدر المسنون وھو القبضہ۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں کٹاؤ اور داڑھی بڑھاؤ یعنی مونچھیں کترواؤ اور داڑھی کو اپنی حالت سے بڑھاؤ اور جب تک وہ ایک قبضہ بھر نہ ہو جاوے اس کو نہ کٹاؤ نہ منڈاؤ نہ گھٹاؤ اور صحیح مقدار ایک مٹھی ہے۔

بہر حال یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ داڑھی ایک مشت رکھنا ہی واجب ہے اور داڑھی منڈانا یا ایک مٹھی سے پہلے کتروانا حرام ہے اور اس آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتاب الآثار میں ہے،

محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ رحمہ اللہ عن الھیثم عن ابن عمر انہ کان یقبض علی اللحیۃ ثم یقص ما تحت القبضۃ قال محمد

وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ

ترجمہ: امام محمد رضی اللہ عنہ امام اعظم رضی اللہ عنہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت ہیثم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے زائد حصہ کو کاٹ دیا کرتے تھے، امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا عمل اسی حدیث پر ہے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فرمایا ہے،

فقہ مالکی کی مشہور فقیہ علامہ محمد بن محمد یثنی مالکیؒ المنح الوفیہ شرح مقدمہ العزیۃ میں فرماتے ہیں

ان ترک الاخذ من اللحیۃ من الفطرۃ وامر فی الارسال بان تعفی ای تترک ولا حرج علی من طالت لحیتہ بان یاخذ منھا اذا زادت علی القبضۃ۔

ترجمہ: داڑھی رکھنا فطرت میں سے ہے اور چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے کہ بڑھائی جائے لیکن جس شخص کی داڑھی ایک قبضہ سے لمبی ہو جائے تو ایسے شخص کو قبضہ سے زائد حصہ کو کترواڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔

مشہور شافعی فقیہ اور محدث امام نووی رضی اللہ عنہ حدیث خصال فطرت کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں،

المختار ترکھا علی حالھا وان لا یتعرض لھا بتقصیر ولا غیرہ۔

ترجمہ: مذہب مختار یہ ہے کہ داڑھی کو بالکل چھوڑ دیا جائے اور اس کے ساتھ کتروانے اور منڈوانے کا تعرض بالکل نہ کیا جائے

واعفاء اللحیۃ) بان لا یخذ منھا شیا مالم یستحین طولھا و

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يحرم وحلقها ولا يكره اخذ ما زاد على القبضة۔

اور حضور ﷺ کی سنت داڑھی کو چھوڑ دینا ہے اس طرح کہ اس میں سے کچھ بھی نہ تراشے جب تک کہ وہ لمبی ہو کر بری نہ لگنے لگے اور اس کا منڈانا تو بالکل حرام ہے۔ البتہ قبضہ سے زیادہ حصہ کا تراشنا مکروہ نہیں۔ (بحوالہ داڑھی کا وجوب ص ۷۵ تا ۷۶)

بہر حال مذکورہ تمام احادیث اور فقہاء کرام کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ داڑھی رکھنا واجب ہے اور ایک مشت یعنی قبضہ سے کم کرنا مکروہ تحریمی یعنی ناجائز اور حرام ہے اور اتنی داڑھی رکھنا کہ لوگوں کی نگاہیں اس پر اٹھیں یعنی صرف یہ معلوم ہو کہ داڑھی رکھی ہوئی ہے یہ بات قرآن و سنت اور فقہاء کرام کے اقوال کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے اور اسلام کے ساتھ مذاق کے مترادف ہے جو کہ انتہائی خطرناک ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں جو لوگ اس قبیح فعل کے مرتکب ہیں یا دوسروں کے لئے اس فعل قبیح کا سبب بنے ہیں سب پر ضروری ہے کہ داڑھی ایک مٹھی رکھیں اور اب تک جو گناہ ہوا ہے اس سے صدق دل سے توبہ و استغفار کریں، ورنہ آئندہ جو بھی ان کی وجہ سے داڑھی ایک مشت سے پہلے کتروائے گا تو ان کا وبال بھی ان ہی پر ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے،

من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده كتب له مثل اجر من عمل ولا ينقص من اجورهم شيئ ومن سن فی الاسلام سنة سيئة فعمل بها بعده كتب عليه مثل وزر من عمل بها ولا ينقص من اوزارهم شئ۔ (صحيح مسلم جلد ٢ ص ٣٤١)

ترجمہ: جس نے اسلام میں کسی نیکی کی بنیاد ڈالی اور اس نیکی پر بعد میں بھی عمل ہوتا رہا تو بعد

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں عمل کرنے والوں کی نیکیوں کے بقدر بنیاد ڈالنے والے کو ثواب ملے گا، لیکن اس سے عمل کرنے والوں کی نیکیوں میں کچھ کمی نہیں آئے گا اور جس نے اسلام میں بدی کی بنیاد ڈالی اور اس بدی پر بعد میں عمل ہوتا رہا تو آئندہ عمل کرنے والوں کے گناہ کے بقدر بنیاد ڈالنے والے کو گناہ ملتا رہے گا اور اس کے سبب برائی کرنے والوں کے گناہ میں سے کچھ کمی واقع نہ ہوگی۔

۳۔ جو امام داڑھی منڈاتے ہیں یا ایک مٹھی سے پہلے کتراتے ہیں تو وہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے کی وجہ سے فاسق ہیں اور فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں، بلکہ نمازیوں پر ضروری ہے کہ متقی پرہیزگار عالم دین کو امام بنائیں جو شریعت اور سنت کا پابند ہو، البتہ ایسے امام کی اقتداء میں جو نمازیں ادا کی گئی ہیں ان کا اعادہ کرنا ضروری نہیں وہ نمازیں ہو گئیں باقی ثواب پورا نہیں ملے گا جیسا کہ البوادر النوادر میں کہ درمختار واجبات صلوٰۃ میں یہ قاعدہ لکھا ہے،

کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا

اور ردالمختار میں اسکے عموم پر ایک قوی اعتراض کر کے تصحیح کے لیے یہ توجیہ کی ہے،

الا ان یدعی تخصیصھا بان مرادھم بالواجب والسنۃ التی تعاد بترکہ ما کان من ماھیۃ الصلوٰۃ وجزائھا۔

﴿۴۸۰﴾ فتویٰ شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کیا پنجگانہ نمازوں، جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے بعد لوگ مصافحہ کرتے ہیں بلکہ معانقہ بھی کرتے ہیں کیا جائز ہے یا بدعت، بعض لوگ بدعت وخلاف شرع کہتے ہیں، تفصیل سے مسئلہ لکھ دیں۔ سائل مولوی محمد فاروق۔ ضلع لیہ راجن پور۔

الجواب: مسلمان سے مصافحہ کرنا فقط جائز ہی نہیں بلکہ سنت ہے کہ حدیث شریف

میں وارد ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا،

(۱) تصافحوا یذھب الغل (مشکوۃ شریف ص ۴۰۱)

یعنی مصافحہ کرو کہ مصافحہ کینہ کو دور کرتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے،

(۲) قال قتادۃ: قلت لانس: اکانت المصافحۃ فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: نعم (مشکوۃ شریف ص ۴۰۱)

یعنی حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا مصافحہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں تھا۔

فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے،

(۳) تجوز المصافحہ لانہا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ السلام: من صافح المسلم و حرک یدہ تناثرت ذنوبہ۔ (ردالمحتار ص ۶۵۶ جلد ۵)

یعنی مصافحہ کرنا جائز ہے کہ مصافحہ سنت ہے اور قدیم سے متواتر ہے اور حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور اس کے ہاتھ کو حرکت دی تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں،

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ مصافحہ کرنا سنت ہے اور مغفرت معاصی کا سبب ہے۔ اسی طرح معانقہ بھی سنت ہے کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،

(۴) ھل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصافحکم

اذا لقیتموہ قال ما لقیتہ قط الا صافحنی بعث الیٰ ذات یوم ولم اکن فی اھلی فلما جئت اخبرت فاتیتہ وھو علی سریر فالتزمنی فکانت تلک اجود اجود رواہ ابوداؤد۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۰۲)

یعنی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب تم حاضر ہوتے وہ تم سے مصافحہ فرماتے ؟ حضرت ابو ذر نے فرمایا میں جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے مصافحہ فرماتے، اور ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بلانے کو آدمی بھیجا تو میں گھر میں نہ تھا، میں جب آیا تو مجھے خبر دی گئی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تخت پر جلوہ افروز تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سے معانقہ فرمایا تو یہ زیادہ بہتر اور نفیس طریقہ ہے۔

ہدایہ میں ہے،

(۵) قالو الخلاف فی المعانقہ فی ازارواحد اما اذا کان علیہ قمیص اوجبۃ فلا باس لھا بالا جماع وھو الصحیح۔ (ھدایہ ص ۴۶ جلد ۴)

یعنی فقہاء نے فرمایا کہ اختلاف اس معانقہ مین ہے کہ جس میں فقط ایک تہبند باندھا ہوا ہو لیکن جب اس پر قمیص یا جبہ ہوتو ایسے معانقہ مین بالا جماع کوئی حرج نہین اور یہی صحیح مذہب ہے۔

ان عبارتوں سے ثابت ہو گیا کہ معانقہ بھی سنت ہے۔ بالجملہ مصافحہ کا جواز بلکہ سنت ہونا تو ان احادیث وکتب فقہیہ سے ظاہر ہوگیا۔ جب مصافحہ و معانقہ کا جواز بلکہ سنت ہونا ثابت کردیا گیا تو ان احادیث وعبارات میں کسی وقت کی تخصیص تو مذکور نہیں بلکہ حکم عام ہے جو تمام اوقات کو شامل ہے۔ نماز سے پہلے ہو یا فوراً بعد عام حکم کو خاص کرنا جہالت ہے۔

اسی طرح علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں اسکی تصریح فرماتے ہیں،

(۶) المصافحہ سنۃ فی سائر الاوقات (طحطاوی مصری ص ۱۸۶)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور علامہ طاہر مجمع البحار میں فرماتے ہیں،

(۷) المصافحة سنة مستحبة عند كل لقاء۔ (مجمع البحار ص ۲۵۰ جلد ۲)

ان ہر دو عبارات کا ترجمہ یہ ہے کہ مصافحہ تمام اوقات میں سنت ہے اور ملاقات کیوقت مستحب ہے۔ لہٰذا کسی مہینہ اور سال اور دن اور رات یا صبح اور شام یا کسی وقت لقاء کی تخصیص اس کو سنت و مستحب ہونے سے خارج نہیں کرسکتی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں،

(۹) و جائز آنکه تودیع وقد وم سفر باشد یا جهت طول عهد ملاقات یا غلبه و شدت حب فی الله بعد (اشعته اللمعات ص ۲۲ جلد ٤)

اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ (گلے ملنا) سفر سے آنے کے سوا اور بھی اظہار محبت و عنایت اور بوقت وداع یا دیر سے ملاقات یا بوقت شدت حب فی اللہ کے لیے بھی جائز ہے۔

نیز اسی میں ہے،

(۱۰) اما معانقه اگر خوف فتنه نه باشد مشروع است و از شیخ ابو منصور ماتریدی در تطبیق احادیث نقل کرده شده ست که انچه بروجه شهوت بود مکروه ست و انچه بروجه کرامت باشد مشروع۔ تفته ان که خلاف در جائے ست که برهنه تن باشد۔ اما با قمیص وجبه لا باس به است با جماع۔ (اشعته اللمعات ص ۲۲ ج ٤)

اور مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے،

(۱۱) الخلاف فيما اذا لم يكن عليهما غير الازار اما اذا كان

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیھما قمیص او جبۃ جاز بالا جماع وقال امام ابو المنصور ان المکروہ من المعانقۃ ما کان علی وجہ الشھوۃ واما علی وجہ البر الکرامۃ فجائز عند الکل۔ (مجمع الانھر مصری جلد ۵ ص ۲۵۲)

وکذا فی العینی

یعنی اگر معانقہ میں کسی فتنہ کا خوف نہ ہو تو مشروع ہے۔ امام ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں کہ مکروہ وہ ہے جو بر بنائے شہوت ہو اور جو معانقہ بر کرامت کی غرض سے ہو وہ جائز ہے۔ یہی اکثر کتب فقہ میں ہے۔ تفسیر عزیزی میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورہ اعراف میں قصہ اصحاب سبت پڑھ کر رونے لگے۔ حاضرین متحیر ہوئے، حضرت عکرمہ نے آپ سے رونے کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ میں یہ غور کر رہا ہوں کہ اس قصے میں شکار کرنے والا گروہ تو اپنی سرکشی کی بنا پر ہلاک ہو گیا اور وہ گروہ جنہوں نے انہیں نصیحت کی اور ان کو شکار سے روکا وہ محفوظ رہا۔ اور تیسرا گروہ جنہوں نے نہ خود شکار کیا نہ انہیں منع کیا بلکہ وہ ساکت ہی رہا۔ شاید امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کی وجہ سے ان نافرنوں کے ساتھ عذاب میں شامل ہوئے۔ یہ خیال کر کے میں رونے لگا اور مجھے یہ خوف طاری ہوا کہ اکثر لوگوں سے ایسا سکوت و مداہنت ہو جاتی ہے۔ اس کے جواب میں حضرت عکرمہ نے کہا،

(۱۲) یا حضرت حکم ساکتان حکم واعظان ست کہ بلا شتہ نجات یا فتنہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمودنہ۔ ایں دعوے راچہ دلیل می گوئی تا من تسلی ہذیرم، عکرمہ گفت کہ بارہا از شما شنیدہ ام و نیز از مقررات شرع ست کہ امر بمعروف و نہی از منکر فرض کفایت ست و در فرض کفایت بجا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آوردن بعض حکم بجا آوردن کل دارد و ہر گاہ کہ یک جماعت امر بمعروف کردند عہد از ہمہ ساقط شد و ساکتان را مواخذہ نماند۔ اگر کل سکوت می کردند البتہ شریک گنہگاران می شدند و منع ایشان واعظان را بنا بر آں بود کہ از قبول امر و نہی مایوس و سرور دودا د و بر خاستند و پیشانی عکرمہ رابوسہ دادند و اورا در بر گرفتند و برابر خود بنشانند ند۔ (تفسیر عزیزی سورہ بقر ص ۳۴۶)

حضور سکوت کرنے والوں کا حکم واعظوں کا حکم ہے کہ انہوں ے بے شبہ نجات پائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اس دعوے کی دلیل پیش کرو تا کہ میری تسکین خاطر ہو۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میں نے چند بار آپ ہی سے سنا اور نیز یہ قواعد شرع میں سے بھی ہے کہ امر با المعروف ونہی عن المنکر فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ میں چند کا ادا کرنا کل کے ادا کرنے کا حکم رکھتا ہے کہ جہاں ایک گروہ نے امر بمعروف کردیا فریضہ سب کے ذمہ سے ساقط ہو گیا اور سکوت کرنے والوں پر کچھ مواخذہ نہ رہا۔ ہاں اگر سب نے ہی سکوت کیا تو یہ گنہگاروں میں شریک ہوتے ہیں اور انکا واعظوں کو منع کرنا اس بنا پہ تھا کہ یہ ان کے نصیحت پذیر ہونے سے ناامید ہو چکے تھے نہ اس لیے تھا کہ یہ گناہ سے رضامند اور مداہنت کے لیے منع کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کلمہ کو سن کر بہت خوش ہوئے اور چہرہ پر آثار فرحت وسرور نمایاں ہوئے اور کھڑے ہو کر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور ان سے معانقہ کیا پھر انہیں اپنے برابر بٹھایا۔

ان عبارات سے معانقہ کے مکروہ کی دوصورتیں بیان ہوئیں ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

معانقہ بغرض شہوت ہو تو مکروہ ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ برہنہ تن ہو تو مکروہ ہے، اور جواز معانقہ کی دس صورتیں ذکر کیں۔

۱۔ معانقہ بغرض اظہار محبت

۲۔ معانقہ بخیال اظہار عنایت

۳۔ معانقہ بوجہ کرامت

۴۔ معانقہ بوجہ نیکی

۵۔ معانقہ بجہت طول عہد ملاقات

۶۔ معانقہ بوجہ سرور خوشی

۷۔ معانقہ بوقت غلبہ حب فی اللہ

۸۔ معانقہ بوجہ شدت حب فی اللہ

۹۔ معانقہ بوقت قدوم از سفر

۱۰۔ معانقہ بوقت وداع برائے سفر

اور خاص و عام پر ظاہر ہے کہ ایام عیدین میں ان کی اکثر وجوہ موجود ہیں کون نہیں جانتا کہ ایام عید اظہار محبت کے دن ہیں کون واقف نہیں کہ ایام عید اظہار عنایت کے دن ہیں کس کو علم نہیں کہ ایام عید بر و کرامت کے دن ہیں۔ کس کو علم نہیں کہ ایام عید مسرت وخوشی کے دن ہیں کسے پتہ نہیں کہ یہ ایام عید میں کتنی مدتوں کے بچھڑے باہم ملاقات کرتے ہیں، معانقہ کو ناجائز و مکروہ کہہ دینا اور محض اپنی ہٹ دھرمی سے معانقہ کو وقت قدوم سفر کیساتھ خاص کر لیا اور فقط اپنی ضد سے سنت کو بدعت ٹھہرانا مخالفین کی جہالت و عنایت نہیں تو اور کیا ہے۔

شاح الجید میں تکملہ شرح اربعین کی عبارت منقول ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۳) ومشروعية المصافحة مطلقا اعم من ان تكون عقيب الصلوات الخمس والجمعة والعيدين وغير ذلك لان النبى صلى الله عليه وسلم لم يقيدها بوقت دون وقت

اسی میں مسوی سے بحوالہ امام نووی نقل کرتے ہیں

(۱۴) هكذا ينبغى ان يقال فى المصافحة يوم العيد والمعانقة يوم العيد۔ لہٰذا بعد نماز عیدین مصافحہ ومعانقہ جائز ہے۔ بعد نماز پنجگانہ اور خاص کر نماز عصر و فجر کے بعد امام ومقتدی کا مصافحہ کرنا جائز ہے،

مجمع البحار میں ہے،

(۱۵) كانت المصافحة فى اصحابه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم هى سنة مستحبة عند كل لقاء وما اعتا دوه بعد صلوة الصبح والعصر لا اصل له فى الشرع ولكن لا باس به وكونهم حافظين عليها فى بعض الاحوال مفرطين فيها فى كثير منها لا يخرج ذالك البعض عن كونه مما ورد الشرع با صلها وهى من البدع المباحة۔ (مجمع البحار جلد ۲ ص ۲۵۰)

درمختار میں فرمایا

(۱۶) واطلاق المصنف تبعا للدرر والكنز والوقاية والنقاية والمجمع والملتقى وغيرها يفيد جوازها مطلقا ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة اى مباحة حسنة كما افاده النووى فى اذكاره وغيره فى غيره۔ (شامی مصری جلد ۵ ص ۲۵۲)

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شامی میں ہے،

(۱۷) قال ابو الحسن البکری وتقیدہ بما بعد العصر والصبح علی عادۃ کانت فی زمنہ والا فعقب الصلوات کلہا کذالک کذا فی رسالۃ الشرنبلالی فی المصافحۃ ونقل مثلا عن الشمس الحالوتی و انہ افتی بہ مستدلا بعموم النصوص الواردۃ فی مشروعیتہا۔

خلاصہ: مضمون ان عبارات کا یہ ہے کہ مصافحہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سنت سمجھا جاتا تھا اور وہ ہر ہر ملاقات پر مستحب ہے۔ اور نماز پنجگانہ خاص کر صبح وعصر کے بعد مصافحہ کی عادت مقرر کر لینے میں کوئی حرج نہیں اور یہ بدعت مباح ہے اور یہ اسی مصافحہ کے حکم میں جیسا کہ مسنون ہونا شرع سے ثابت ہے۔ اسی لیے اس کا جواز، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع ملتقی وغیرہ کی کتب سے مستفاد ہوا اور اسی کی مشروعیت پر علامہ شمس نے کہا ہے۔ لقا یہاں بمعنی ملاقات ہے۔

حدیث شریف میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ویسلم علیہ اذا لقیہ۔ اس کا ترجمہ اشعتہ اللمعات میں یہ لکھا سلام دہد بروی چو ملاقات کند مسلمان را۔ (اشعتہ اللمعات جلد ٤ ص ٥)

اور الفاظ حدیث یصافحکم اذا لقیتموہ قال مالقیتہ قط الا صافحنی۔ کا ترجمہ اشعتہ اللمعات میں یہ کیا،

(۱۸) ایا بود آنحضرت کہ مصافحہ میکرو شمارا چون ملاقات میکرد شما آنحضرت را گفت ابو ذر ملاقات نکردم من آنحضرت راہیچ گاہ مگر آنکہ مصافحہ کرد مرا۔ (اشعتہ اللمعات

جلد ٤ ص ٢٣)

توان میں اس کے معنیٰ ملاقت کے لیے۔

خود علامہ شامی نے تو ردالمحتار میں مصافحہ کو بعد نماز کے نہ سنن روافض لکھا نہ بدعت سیئہ تحریر فرمایا۔ نہ غیر مشروع کہا، مخالفین کے دعوے میں اگر صداقت ہے تو وہ خود ان کی عبارت پیش کریں۔

ہاں علامہ نے شامی میں ایک یہ عبارت ملتقط کی نقل کی

(۱۹) تکرہ المصافحہ بعد اداء الصلوۃ بکل حال لان الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ما صافحوا بعد اداء الصلوۃ ولانہا من سنن الروافض (شامی جلد ٥ ص ٢٥٢)

اس عبارت میں کراہت کی علت ایک تو یہ ذکر کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بعد نماز مصافحہ نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات کسی فعل کے ناجائز وممنوع ہونے کی دلیل نہیں کہ مواہب لدینہ میں ہے،

(۲۰) الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع (مواہب مصری ج۲ ص ١٢٢)

تو جب عدم فعل دلیل منع نہیں تو مصافحہ مذکور کا ممنوع ہونا ثابت نہ ہو سکا۔

دوسری علت یہ بیان کی یہ مصافحہ طریقہ روافض ہے تو اس میں روافض سے مشابہت ہے۔ لہٰذا مکروہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تشبہ اس فعل میں ممنوع ہے جو فی نفسہ شرعاً ممنوع ہو، یا اس قوم کا شعار خاص ہو، یا کرنے والا اس کو بقصد مشابہت کرے۔

چنانچہ شامی میں ہے،

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۱) ان التشبہ انما یکرہ فی المذموم قصد بہ التشبة لا مطلقا۔ (شامی جلد ۱ ص ۴۵۳)

تو جب یہ مصافحہ نہ خود فی نفسہ شرعاً ممنوع و مذموم، نہ کرنے والے اس کو بقصد مشابہت روافض کرتے ہیں تو اس میں وہ تشبہ ہی نہیں پایا گیا جو ناجائز و مکروہ ثابت کر سکے۔ علاوہ بریں کسی گمراہ قوم کا طریقہ اس وقت تک لائق اجتناب ہوتا ہے جب تک وہ ان کی سنت رہے، اور جب اس قوم میں سے ان کا رواج اٹھ جائے تو وہ پھر اس قوم کی سنت ہی نہیں کہلائے گی۔

درمختار میں ہے،

(۲۲) ویجعله لبطن کفه فی یدہ الیسری و قبل الید الیمنی الا انه من شعار الروافض ویجب التحرز عنه وغیرہ قلت ولعله کان وبن فتبصر

علامہ شامی اس کے تحت فرماتے ہیں،

(۲۳) ای کان ذلك من شعارهم فی الزمن السابق ثم انفصل وانقطع فی هذہ الزمان فلا نهی عنه کیفما کان۔ (شامی جلد ۵ ص ۲۳۸)

تو بعد نماز کا مصافحہ عین ممکن ہے کہ صاحب ملتقط کے زمانہ میں طریقہ روافض ہو لیکن ہمارے زمانہ میں تو یہ اب ان میں رائج ہی نہیں کہ روافض نہ جماعت کا التزام رکھتے ہیں نہ بعد نماز مصافحہ کرتے ہیں لہٰذا یہ مصافحہ ہمارے زمانہ میں طریقہ روافض ہی نہیں ہے تو یہ دوسری علت بھی ختم ہوگئی۔ بالجملہ عبارت ملتقط کے کراہت کی جب ہر دو علتیں باقی نہ رہیں تو حکم کراہت بھی باقی نہ رہا تو مصافحہ بعد نماز کراہت جائز ہوا۔

دوسری عبارت

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۴) ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مكروهة لا اصل لها فى الشرع وانه ينبه فاعلها اولا ويعزر ثانيا۔ (شامی جلد ۵ ص ۲۵۲)

اس کا جواب حضرت امام نووی کی اذکار کی عبارت میں ہے، جس کو علامہ شامی نے نقل کیا۔

واما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوة الصبح والعصر فلا اصل له فى الشرع هذا الوجه ولكن لا باس به فان اصل المصافحة سنة اللتى ورد الشرع با صلها۔ (شامی جلد ۵ ص ۲۵۲)

اگر علامہ ابن حجر نے اس مصافحہ کو غیر مشروع کہا تو حضرت امام نووی نے اس کو مشروع قرار دیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ امام نووی کا مرتبہ بدر جہا بلند ہے۔ تو جب اس مصافحہ کا مشروع ہونا ثابت ہو گیا تو فعل مشروع کے کرنے والے پر نہ تنبیہ ہوگی نہ تعزیز۔ تو اس عبارت سے استدلال بھی ختم ہو گیا۔

تیسری عبارت مدخل کی یہ ہے،

(۲۵) انها من البدع وموضع المصافحة فى الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخيه لا فى ادبار الصلوات فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذلك ويزجر فاعل لما اتى به من خلاف السنة۔ (شامی جلد ۵ ص ۲۵۲)

اس عبارت میں اس مصافحہ کو بدعت کہا اس کا جواب درمختار کی اس عبارت مین گزرا جو جواب سوم میں منقول ہے کہ بدعت سے مراد بدعت حسنہ ہے۔ دوسری بات یہ کہی کہ یہ مصافحہ خلاف محل میں ہے کہ شرعا وہ وقت لقا ہوتا ہے اور بعد نماز کا وقت وقت لقا نہیں تو وہ خلاف محل ہوا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کا جواب یہ ہے کہ بعد نماز کا وقت لقا ہے۔ چنانچہ وشاح الجید میں منصحہ سے بحوالہ تکملہ شرح اربعین نقل ہیں،

(۲۶) ان حالة السلام حالة القاء لان المصلی لما احرم صارغا ئبا عن الناس مقبلا علی اللہ تعالیٰ فلما ادی حقه قبل له ارجع الیٰ مصالحك و سلم علی اخونك لقدومك عن غیبتك ولذالك ینوی القوم بسلامه كما ینوی الحفظة واذا سلم یندب له المصافحة او تسن كالسلام۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں حضرت شیخ نور الحق والدین مشہور شیخ نو قطب عالم کے ذکر میں نقل کرتے ہیں کہ ان قطب عالم نے اپنے شیخ حضرت علاء الحق والدین سے دریافت کیا۔

پیش شیخ عرضه داشت که چه سر ست که مشائخ بعد از سلام نماز فریضه مصافحه میکند فرمو سنت برین است که چون مسافر ے از سفر بازمی آید با دوستان مصافحه میکند، چون درویش در نمازمی ایستد مستغرق میگرددو از خود بیرون می آید سفر باطن حاصل میشود چون سلام می دهد بخود بازمی آید ضرور ست که مصافحه میکند۔ (اخبار الاخیار ص ۱۰۳)

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ نماز کے بعد کا وقت بھی وقت لقا ہے کہ نماز میں جب حرام باندھتا ہے تو وہ لوگوں سے غائب ہو جاتا ہے اور سیر الی اللہ میں مستغرق ہو کر سفر باطن کرتا ہے اور جب وہ حق اللہ کو ادا کر چکا تو اب وہ سفر باطن سے واپس ہوا تو یہی اس کی حالت لقا ہے۔لہٰذا اس پر

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمانوں کو سلام کرنا مسنون ہوا تو مصافحہ کیوں نہ مستحب ہوگا۔ پھر جب یہ مصافحہ بوقت لقا ہوا تو خلاف محل بھی نہ ہوا۔ اور جب مستحب یا سنت ثابت ہوا تو یہ خلاف سنت کب ہوا۔

﴿۴۸۱﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وہ تمام افراد مثلاً مصنف ہدایت کار پیش کار کیمرہ مین اداکار اور نشریاتی ادارے جو اسٹیج ٹی وی اور فلموں میں غیر مسلموں مثلاً ہندو، عیسائی، یہودی وغیرہ کا کردار ادا کرتے ہوئے مندروں گرجا گھروں وغیرہ میں جا کر ان ہی کی طرح عبادت کرتے ہیں بتوں سے مدد مانگتے ہیں کیا یہ سب اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں اور ان سب کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ ایسی صورت میں کیا ان کی بیویاں اور شوہران سے علیحدگی اختیار کریں؟ ان تمام افراد کے بارہ میں جواب سے مطلع کریں۔ سائل محمد عمر فاروق راولپنڈی

الجواب: واضح رہے کہ غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا ان کی نقالی کرنا گناہ اور مسلمان کی شان کے خلاف ہے پھر خصوصاً کفار کے مذہبی شعار میں ان کی مشابہت اختیار کرنا یا ان کا کردار ادا کرنا اور اس نوعیت کے دوسرے ایسے امور (جن کی سرحدیں کفر سے ملتی ہیں) کا مرتکب ہونا ضلالت اور کفر کا باعث ہے۔

حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے (وہ کل قیامت کے دن) انہی میں سے ہوگا۔

لہذا صورت مسئولہ میں نشریاتی اداروں اسٹیج، ٹی وی اور فلموں میں جو کچھ نشر ہوتا ہے۔ اس کے بے حیائی منکرات اور دوسرے مفاسد پر مشتمل ہونے کے علاوہ ایسی چیزیں نشر ہوتی ہیں جو موجب کفر ہیں اور اس میں جو لوگ حصہ لیتے ہیں مثلاً مصنف ہدایت کار اداکار وغیرہ اور پھر غیر مسلموں کا کردار ادا کرتے ہوئے ان کی طرح عبادت کرتے ہیں مندروں اور گرجا گھروں

کلیساؤں میں جا کر بتوں اور صلیب وغیرہ کے سامنے جھکتے ہیں اپنے گلے میں صلیب لٹکاتے ہیں ہندوؤں کی طرح مانگ بھرتے ہیں غیر اللہ (یعنی بتوں سے) سے مدد طلب کرتے ہیں اور اس کے علاوہ کفار کے دوسرے مذہبی شعار کو بخوشی ادا کرتے ہیں ان سب افعال کے ادا کرنے والے اور اس کی رہنمائی کرنے والے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔

نیز امت مسلمہ کا قرناً بعد قرن اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ باری تعالی کے علاوہ ایسی چیزوں کی عبادت پرستش اور ان کو سجدہ کرنا (چاہے تعظیماً کیوں نہ ہو) جو کفار کے شعار اور خاص کفر کی علامات ہیں جیسے بت چاند سورج اور صلیب وغیرہ باجماع امت کفر وشرک ہے اس کا کرنے والا کافر مرتد ہے اگر چہ اس کا مرتکب عبادت کی نیت نہ رکھتا ہو کیونکہ شریعت کا مدار ظاہر عمل پر ہے البتہ ممکن ہے کہ عند اللہ سبحان تعالی وہ شخص مؤمن ہو مگر دنیوی احکام کے لحاظ سے اس کا مرتکب کافر شمار ہوگا۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاعلام میں فرماتے ہیں کہ:

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو تسلیم کرے اور اس پر ایمان لائے اور ساتھ ساتھ آفتاب (سورج) کو سجدہ کرے تو وہ شخص بالاجماع مسلمان نہیں اگر اس کا دل ایمان سے بھرپور ہے تو دیانۃ کافر نہیں کہا جائے گا لیکن قضاء اس کو کافر کہیں گے اور تمام معاملات اس کے ساتھ وہی کئے جائیں گے جو کفار کے ساتھ کئے جاتے ہیں، (الاعلام بقواطع الاسلام جلد ۲ ص ۳۳)

نیز فرمایا جو شخص کوئی ایسا کام کرے جو سوائے کافر کے کسی دوسرے سے صادر نہیں ہوتا تو وہ شخص کافر کہا جائے گا اگر چہ وہ اعلانیہ اپنے اسلام کا اظہار کر رہا ہو جیسے یہودیوں کے کنیسہ میں یہود کے ساتھ ان کے طریقہ پر زنار وغیرہ پہن کر جانا وغیرہ۔ (الزواجر جلد ۱ ص ۲۴)

الغرض کفار کے شعار کو اختیار کرنا اس کا طرح عبادت کرنا غیر اللہ یعنی بتوں وغیرہ کو سجدہ کرنا، خواہ عبادت کی نیت ہو یا نہ ہو بالاجماع یہ سب اعمال کفر وشرک میں داخل ہیں اس کے مرتکبین

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور رہنما کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان پر لازم ہے کہ ان چیزوں سے توبہ کر کے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کریں ورنہ ان پر ان کی بیویاں حرام ہوں گی اور ازدواجی تعلقات قائم کرنا شرعاً درست نہ ہوگا۔

شرح العقائد ص ۱۴۸ میں ہے،

ولو نزاع فی ان من المعاصی ما جعله الشارع امارة للتكذيب و علم كونه ذلك بالا دالة الشرعية كسجود الصنم و القاء المصحف فی القاذورات و التلفظ بالفاظ الكفر۔

نبراس ص ۲۴۸ میں ہے،

كما لو فرضنا ان احدًا صدق بجميع ما جاء به النبی ﷺ واقربه و عمل به ای صار جامعاً لا ركان الايمان باجماع اهل القبلة ومع ذلك شدا الزنا ربالا ختيار يجعله كافراً ای نحكم بكفره طاهراً و باطنا و هو مختار الشارع۔

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الاعلام بقواطع الاسلام جلد ۲ ص ۳۳ پر لکھا ہے،

ومنها ان موجبات الارتداد كل قول او فعل صدر عن تعمد او استهزاء بالدين صريح كسجود الصنم و الشمس سواء كان فی دار الحرب او فی دار الاسلام و فی المواقف و شرحها من صدق بما جاء به النبی ﷺ ومع ذلك سجد للشمس كان غير مومن بالاجماع

درمختار جلد ۴ ص ۲۲۲ میں ہے،

فی الفتح من هزل بلفظ كفر ارتد۔ و قال العالمة ابن عابدين

رحمہ اللہ، ای تکلم بہ باختیار غیر قاصد معناہ وہذا لاینافی بامر من ان الایمان ھو التصدیق فقط او مع الاقرار، لان التصدیق وان کان موجوداً حقیقۃ لکنہ زائل حکما لان الشارع جعل بعض المعاصی امارۃ علی عدم وجود، کالھزل المذکور، وکما لو سجد لصنم۔ فانہ یکفر۔ (وقولہ والطوع) ای الاختیار، احترازعن الاکراہ عن الاکراہ ودخل فیہ الھازل کما مر لانہ یعد مستخفا لتعمدہ التلفظ بہ وان لم یقصد معناہ وفی البحر عن الجامع الصغیر۔ اذا طلق الرجل کلمۃ الکفر عمداً لکنہ لم یعتقد الکفر۔ قال بعضھم یکفر وھو الصحیح عندی لانہ استخف بہ منہ الخ۔ ثم قال فی البحر والحاسل ان من تکلم بکلمۃ الکفر ھاذلاً اولا عباً کفر عند الکل ولا اعتبار باعتقادہ کما صرح بہ فی الخانیۃ۔(جلد ٤ ص ٢٢٤)

فتاوٰی ہندیہ جلد۲ ص ۲۷۵ میں ہے،

یکفر بوضع قلنسوۃ المجوسی علی راسہ وھو الصحیح الا لضرورۃ لدفع الحر والبرد وبشد الزنا رفی وسطہ۔(جلد ٢ ص ٢٧٥)

خلاصہ یہ کہ جولوگ ایسے کاموں میں براہ راست شریک ہیں ان کے لیے توبہ اور استغفار کے ساتھ ساتھ تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی ضروری ہے اور جولوگ براہ راست اس میں شریک نہیں ان کے لیئے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، البتہ ہرلحاظ سے ایسے کاموں میں شرکت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

﴿٤٨٢﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آج کل نعت خواں حضرات جو ذکر والی نعتیں پڑھتے ہیں جس میں پیچھے سے (اللہ، اللہ) وغیرہ ذکر کی آوازیں آتی ہیں جو بطور ردھم پڑھا جاتا ہے، ان نعتوں کا کیا حکم ہے اور ان کا پڑھنا اور سننا کیسا ہے؟ اس کے علاوہ موسیقی کے آلات لہوا استعمال کرنا کیسا ہے

سائل غضنفر خان میانوالی

الجواب: سوال میں جن نعتیہ کیسٹوں کا ذکر کیا گیا ہے انہیں بغور سنا گیا ان کیسٹوں میں حمد باری تعالیٰ اور نعتوں کے پس منظر میں لفظ اللہ کو مخصوص انداز سے دہرایا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں لفظ اللہ کی آواز کو دف کے متبادل کے طور پر محض نعتوں کا پس منظر بنانے کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے کہ ان آوازوں کا پس منظر بنانے کے لیے استعمال کیا گیا اور جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے کہ ان آوازوں کو کمپیوٹر کے ذریعے مکسنگ کے عمل سے گزار کر نعتوں کے پس منظر میں ترتیب دیا جاتا ہے اس سے بھی مذکورہ بالا مقصد کی تائید ہوتی ہے لفظ اللہ کو ذکر کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں، لہٰذا جن نعتوں میں لفظ اللہ کو مذکورہ طریقے سے پڑھا گیا ہے ان کا سننا جائز نہیں ایسی نعتیں پڑھنے اور سننے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

فی الاشباہ والنظائر جلد ا ص ۱۰۴

قال قاضی خان اذا قال عند فتح الفقاع للمشتری صلی علی محمد قالوا یکون آثما و کذا الحارس اذا قال فی الهراسة لا اله الا الله یعنی لاجل الاعلام بانه مستیقظ۔ رجل جاء الی البزاز لیشتری منه ثوباً فلما فتح المتاع قال سبحان الله او قال اللهم صل علی محمد ان اراد بذلك اعلام المشتری جودة ثیابه و متاعه کره۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتاوی ہندیہ جلد ۵ ص ۳۱۵ میں ہے،

من جاء الی تاجر لیشتری منه ثوباً فلما فتح التاجر الثوب سبح الله تعالیٰ وصلی علی النبی ﷺ اراد به اعلام المشتری جودة ثوبه فذلك مکروه هکذا فی المحیط۔ حارس یقول لا اله الا الله او یقول صلی الله علی محمد یاثم لانه یا خذ لذلك ثمناً

الدر المختار جلد ا ص ۵۱۸ میں ہے،

وحراماً عند فتح التاجر متاعة ونحوه وفی الشامیه تحته الظاهر ان المراد به کراهة التحریم لما فی کراهیة الفتاوی الهندیه اذا فتح التاجر الثوب فسبح الله تعالیٰ او صلی علیٰ النبی ﷺ یرید به اعلام المشتری جودة ثوبه فذلك مکروه وکذا الحارس لانه یا خذ لذلك ثمنا وکذا الفقاعی اذا قال ذلك عند فتح فقاعه علی قصد ترویجه وتحسینه یاثم وعن هذا یمنع اذا قدم واحد من العظماء الی مجلس فسبح او صلی علی النبی ﷺ علاماً بقدومه حتی یفرج الناس او یقوموا له یاثم۔

وفی الشامیة ایضا جلد ۲ ص ۳۵۰

وما کان سبباً لمحظور فهو محظور

وفی المحیط البرهانی جلد ۷ ص ۵۰۷

والتسبیح والتحمید نظیر القرائة (ای فی القراءة عند قوم مشاغیل وفی الحمام وغیرهما)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وفی التاتارخانیہ جلد۵ ص۴۹۱

واذا قرأ القرآن علی ضرب الدف والقصب فقد کفر

وفی الہندیہ جلد۵ ص۳۱۷ میں ہے

قراء القران بالترجیع قیل لا تکرہ وقال اکثر المشائخ تکرہ ولا تحل لان فیہ تشبہا بفعل الفسقة حال فسقهم ولا یظن احد ان المراد بالترجیع المختلف المذکور کور اللحن لان اللحن حرام بلا خلاف۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے آلات لہو سے نعت سننا سخت گناہ ہے پرہیز ضروری ہے۔

﴿۴۸۳﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو ہمارے کچھ بھائی سبز عمامہ باندھتے ہیں، یہ باندھنا کیسا ہے سائل **ملک جاوید اقبال**۔

الجواب: سید دو عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین قسم کا عمامہ استعمال فرمایا ہے، اکثر سفید خاص کر حضر میں بعض دفع سیاہ خاص کر جنگ وفتح کے موقع پر اور گاہے بگاہے سبز۔

قرآن پاک میں سبز رنگ کے بارے میں

علیهم ثیاب سندس خضر واستبرق

جنت والوں کے اوپر کی پوشاک سبز باریک اور موٹے ریشمی کپڑوں کی ہوگی۔

سورۃ الرحمٰن آیت نمبر ۷۶ ہے، متکئین علی رفرف خضر وعبقری حسان

یہ (جنتی) لوگ وہاں سبز غالیچوں پر اور عمدہ عمدہ بچھونوں پر تکیئے لگائے بیٹھے ہوں گے۔

سورۃ کہف پارہ ۱۵ آیت ۳۱ میں ہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یحلون فیھا من اساور من ذھب ویلبسون ثیاب خضر من سندس واستبرق

وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز مہین ریشمی کپڑے اور موٹے ریشمی کپڑے پہنیں گے۔

درج بالا قرآنی آیات سے معلوم ہوا کہ جنتیوں کا لباس سبز ہوگا۔

چنانچہ محقق علی الاطلاق حضرت علامہ عبدالحق محدیث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ القلوب فی لباس المحبوب ص ۳ پر رقمطراز ہیں۔ دستار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سفید گاہے گاہے دستار سیاہ و احیاناً سبز (انتہی) پھر درمختار جلد ۵ ص ۲۵۲ میں ہے، لا باس بسائر لالوان یعنی کسی بھی رنگ کے استعمال میں حرج نہیں ہے۔ اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے، قال صاحب الروضۃ یجوز للرجال والنساء بس الثوب الاحمر والاخضر بلا کراھتہ، یعنی مردوں اور عورتوں کو سرخ اور سبز پوشاک پہننے کا جواز بلا کراہت ہے۔ پھر شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ سفر السعادۃ ص ۴۳۱ پر تحریر فرماتے ہیں، بہ تحقیق جواز ثابت شدہ است کہ دوست ترین رنگھا نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از بیاض خضر بود یعنی تحقیق سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام رنگوں میں سفید رنگ کے بعد سبز رنگ زیادہ محبوب تھا۔ جب کہ علامہ عبدالحی نے مجموعۃ الفتاوی جلد ۲ ص ۳۹۱ میں تحریر فرمایا ہے، کہ سفید کے بعد پیلا رنگ زیادہ محبوب تھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم جلد ۲ ص ۴۰۵ میں فرماتے ہیں وکان یعجبہ ثیاب الخضر یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبز پوشاک پیارا لگتا تھا۔ الوفا باحوال المصطفیٰ جلد ۲ ص ۵۶۶ میں ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبز کپڑوں میں وفود سے ملاقات کرتے تھے۔ پیارا لگنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ یہ جنتیوں کا لباس ہے جیسا کے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الوسائل جلد ۱ ص ۱۴۴ میں تحریر فرمایا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے قال ابن بطال اثیاب الخضر من لباس اھل الجنتہ ، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸ ص ۲۴۱ میں ہے، حضرت سلمان بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے مہاجرین اولین کو پایا ہے کہ سیاہ، سفید، سرخ اور سبز عمامے باندھتے تھے۔ پھر ایک ضابطہ کلیہ مذہب احناف کا ہے، الاصل فی الاشیاء ولا باحتہ جب تک کسی چیز کی حرمت کی دلیل نہ پائی جائے وہ جائز ہے چنانچہ فتاوی شامی جلد ۵ ص ۳۲۶ میں ہے، لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ باثبات الحرمتہ او الکرحتہ ، خود حضور ﷺ نے باوجود شارع ہونے کے شراب جیسی ام الخبائث کو حرام کہنے میں اس وقت تک توقف فرمایا کہ صریح آیت آگئی کہ یہ ہم کون ہیں کہ بلا دلیل شرع چیزوں کو حرام کہتے پھریں۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۲ میں ہے، وما سکت عنہ فھو عفو یعنی شرع شریف جن چیزوں کی حلت وحرمت سے خاموش ہے وہ معاف اور جائز ہیں اسی حدیث پاک سے احناف کا مذکورہ قاعدہ کلیہ ماخوذ ہے۔ لیکن کسی ایک رنگ کو شعار نہ بنائیں کبھی کبھی سفید بھی استعمال کرلیا کریں۔

﴿۴۸۴﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کیا کوئی ایسی صورت ہے جس میں خودکشی کرنا گناہ نہ ہو۔ سائل محمد گلزار

الجواب: اگر اکراہ شرعی پایا گیا تو اس صورت میں خودکشی گناہ نہیں، فتاوی عالمگیری جلد ۵ ص ۳۶ میں ہے،

لو قال لہ لتقتلن نفسک بالسیف اولا قتلنک بالسیاط او ذکر لہ نوعا من القتل ھو اشد مما امرہ ان یفعل بنفسہ وسعہ ان یقتل نفسہ بالسیف ۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنے کو تلوار سے قتل کرو ورنہ میں تجھے نہایت غلط طریقے سے قتل کرونگا تو اس شخص کو غالب گمان ہوا کہ اگر میں اپنے کو قتل نہ کروں گا تو یہ آدمی جیسی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دھمکی دے رہا ہے ویسا ہی کرگزرے گا یعنی یہ اکراہ شرعی پایا گیا اس صورت میں خودکشی کرنا گناہ نہ ہوگا۔

﴿٤٨٥﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہو تو کیا اسے دعائے قنوت پڑھنی چاہیے یا نہیں۔ سائل عبدالستار

الجواب: ایسے شخص کے لیے دعائے قنوت پڑھنا منع ہے۔ بہار شریعت حصہ چہارم ص ۷ میں ہے اور فتاوی عالمگیری جلد ا ص ۱۰۳ میں ہے،

اذا ادرکہ فی الرکعۃ الثالثۃ فی الرکوع ولم یقنت معہ لم یقنت فیما یقضی کذا فی المحیط۔

﴿٤٨٦﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر کی نماز قضا ہو جائے تو لوگوں کے سامنے کس طرح ادا کرے۔ سائل محمد نعیم

الجواب: ایسی صورت میں دعائے قنوت کی تکبیر کے لیے ہاتھ اٹھانا منع ہے۔ بہار شریعت جلد ۴ ص ۷، ردالمحتار جلد ا ص ۴۴۷ میں ہے،

رافعا یدیہ لو فی الوقت اما فی القضاء عند الناس فلا یرفع حتی لا یطلع احد علی تقصیرہ۔

﴿٤٨٧﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ کرنے کے بعد قعدہ اخری میں دو رکعت بھول کر اور ملا دی اب دوبارہ سجدہ سہو کرے یا نہیں۔ سائل حافظ ذوالفقار علی۔

الجواب: اس صورت میں سجدہ سہو دوبارہ کرنے کا حکم ہے۔ درمختار مع ردالمحتار جلد ا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ص ۵۰۳ میں ہے، اذا صلی رکعتین فرضاً او نفلاً و سهواً فیهما فسجد له بعد السلام ثم اراد بناء شفع علیه لم یکن له ذلك البناء ای یکره له تحریما لئلا یبطل سجوده بلا ضرورة بخلاف المسافر اذا انوی الاقامة لانه لو لم یبن بطلت ولو فعل ما لیس له من البناء صح بناءه لبقاء التحریمة ویعید هو المسافر سجود السهو علی المختار۔

﴿۴۸۸﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت نے آیت سجدہ تلاوت کی اور ابھی سجدہ تلاوت ادا نہیں کیا مگر حیض آ گیا کیا عورت پر سجدہ واجب ہوا یا نہیں۔ سائل محمد مظہر ملک

الجواب: عورت سجدہ تلاوت کرے تو گنہگار نہ ہوگی۔ فتاوی شامی جلد اص ۵۱۷ میں ہے، اذا قرأت ایة السجدة ولم تسجد لها حتی حاضت سقطت لان الحیض ینا فی وجوبها ابتداءً فکذا بقاءً

﴿۴۸۹﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وہ صورت کیا ہے کہ ایک آدمی ساری دنیا گھوم آیا مگر نماز قصر کرنا واجب نہ ہوا۔

سائل عبدالعزیز

الجواب: وہ ایسی صورت ہے کہ جب مسافر اتنے سفر پر نکلا کہ اس پر قصر واجب ہو جائے مگر اس نے یہ سفر اس طرح کیا کہ پچاس پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر ٹھہر کر کام کیا اور پھر ارادہ کیا کہ پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر کام کرنا ہے تو اس صورت میں اس پر قصر واجب نہ ہوگی۔ اسی طرح اعلیحضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان بریلوی الرحمتہ الرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ اگر دو سو میل کے ارادہ پر چلا مگر ٹکڑے کر کے یعنی ۲۰ میل جا کر یہ کام کروں گا وہاں سے ۳۰ میل جاؤں گا وہاں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے پچیس میل وعلی ہذا القیاس مجموعہ دو سو میل تو وہ مسافر نہ ہوا۔ فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۶۶۷۔

﴿۴۹۰﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنثی مشکل کو غسل کون دے عورتیں یا مرد۔

سائل خالد خان

الجواب: خنثی مشکل کو نہ مرد نہا سکتا ہے نہ عورت بلکہ تیمم کرایا جائے۔ بہار شریعت جلد ۴ ص ۱۳۵ میں ہے اور فتاوی عالمگیری جلد ۱ ص ۱۵۰ میں ہے، الخنثی المشکل المراهق لم یغسلها رجل ولا امرأة و تیمم وراء ثوب کذا فی الزاهدی۔

﴿۴۹۱﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ساٹھ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ بچپن سے لیکر آخری عمر تک پاگل ہی رہا اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ لکھ دیں۔

سائل محمد امین

الجواب: اگر کوئی شخص نابالغی میں پاگل ہوا ہو اور ساٹھ سال کی عمر میں پاگل کی حالت میں وفات پا گیا ہو تو اس کے لیے نابالغ والی دعا پڑھی جائے گی۔ جیسا کہ جوہرہ نیرہ جلد ۱ ص ۱۰۸ میں ہے، اذا کان صغیرا او مجنون فلیقل اللهم اجعله لنا فرط۔ غنیۃ صفحہ ۵۴۳ میں ہے، ینبغی ان یعقد بالجنون الا صلی لانه لم یکلف فلا ذنب له کالصبی بخلاف العارضی فانه قد کلف و عرض الجنون لا یمحو اما قبله۔

﴿۴۹۲﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پہچان نہ ہو کہ یہ میت مسلمان کی ہے یا غیر مسلم کی تو کیا ایسی میت کو مسلمانوں کے قبرستان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں دفن کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ سائل گل ظہیر خان

الجواب: اگر اس آبادی میں مسلمان زیادہ ہوں تو ان کو مسلم قبرستان میں دفن کیا جائے اور کافر زیادہ ہوں تو کافروں کے قبرستان میں گاڑا جائے اور اگر برابر ہوں تو احتیاطاً دونوں کے قبرستانوں سے الگ تیسری جگہ دفن کیا جائے۔ ایسا ہی فتاوی عالمگیری جلد ا ص ۱۴۹ میں ہے

﴿۴۹۳﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایک مسلمان عادل کی گواہی سے ۲۹ شعبان کو رمضان کے چاند کا ثبوت شرعاً ہو جاتا ہے سائل محمد رمضان

الجواب: ۲۹ شعبان کو مطلع ابر آلود ہو تو ایک مسلمان مرد یا عورت عادل یا مستور الحال کی خبر سے رمضان کے چاند کا ثبوت شرعاً ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے،

عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال انی رأیت الهلال یعنی هلال رمضان فقال اتشهد ان لا اله الا الله قال نعم قال اتشهد ان محمد الرسول الله ﷺ قال نعم قال یا بلال اذن فی الناس ان یصوموا غداً

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک اعرابی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ عرض کیا ہاں، فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں، حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال لوگوں میں اعلان کر دو کہ کل روزہ رکھیں۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، درین حدیث دلیل ست بر آں کہ یک مرد مستور الحال یعنی آں کہ فسق او معلوم نہ باشد مقبول ست خبر وے درماہ رمضان و شرط نیست لفظ شہادت

یعنی اُس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ ایک مرد مستور الحال یعنی جس کا فاسق ہونا ظاہر نہ ہو اس کی خبر ماہ رمضان میں مقبول ہے۔لفظ شہادت کی شرط نہیں (اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۷۹)

درمختار مع شامی جلد دوم ص ۹۰ میں ہے،

قبل بلا دعویٰ و بلا لفظ اشہد و حکم و مجلس قضاء للصوم مع علۃ کغیم وغیرہ خبر عدل او مستور لا فاسقاً اتفاقاً

﴿۴۹۴﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کے چاند کے لیے اگر دو آدمی گواہی دیں تو کیا عید ہو جائے گی یا نہیں۔سائل محمد امیر

الجواب: اس صورت میں یہ ہے کہ وہ لوگ فاسق نہیں ہیں مگر عادل بھی نہیں ہیں بلکہ مستور الحال ہیں یعنی بظاہر عادل معلوم ہوتے ہیں کہ پوری داڑھی رکھے ہوئے ہیں اور پیشانیوں پر سجدے کے نشانات بھی ہیں لیکن ان کے حالات کی تحقیق نہیں تو ان کی گواہی سے عید کا چاند ثابت نہ ہوگا۔

فتاوی عالمگیری جلد ۵ ص ۱۷۲ میں ہے،

لا یقبل قول المستور فی الدیانات فی ظاہر الروایۃ ہو الصحیح

ہکذا فی الکافی۔ الروایت ہوا الصحیح۔

﴿۴۹۵﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امیر کا حج افضل ہے یا غریب کا۔سائل محمد افضل

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: غنی کا حج فقیر کے حج سے افضل ہے، جیسا کہ الاشباہ والنظائر ص ۱۷۶ میں ہے، حج الغنی افضل من حج الفقیر لان الفقیر یؤدی الفرض من مکة وہو متطوع فی ذہابه وفضیلة الفرض افضل من فضیلة التطوع۔

﴿۴۹۶﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کیا مُحرم داڑھی کا خلال کرسکتا ہے۔ سائل قاری محمد نعیم

الجواب: احرام باندھے ہو تو اس وقت میں داڑھی کا خلال مکروہ ہے۔ جیسا کہ الاشباہ النظائر ص ۹۱ میں ہے، تخلیل الشعر سنة فی الطهارة ویکرہ للمحرم۔

﴿۴۹۷﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

اگر آدمی کے دونوں ہاتھ کہنیوں اور پاؤں ٹخنوں کے اوپر کٹے ہوئے ہوں تو وہ وضو کیسے کرے۔ سائل سرفراز علی

الجواب: جس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کہنیوں اور ٹخنوں کے اوپر تک کٹے ہوں اور چہرہ زخمی ہو تو ایسے شخص پر نماز فرض ہوتی ہے مگر اس کو نماز پڑھنے کے لیے نہ وضو کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ تیمّم کی جیسا کہ نور الایضاح باب التیمم ص ۴۴ میں ہے،

مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجهه جراحة یصلی بغیر طهارة۔ اسی طرح درمختار مع شامی جلد ۱ ص ۱۶۸ میں بھی ہے۔

﴿۴۹۸﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کیا مردہ اور زندہ کے غسل میں فرق ہے،

سائل محمد عبداللہ خان

الجواب: زندہ اور مردہ کے غسل میں پانچ باتوں کا فرق ہے۔

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

(۱) زندہ کو پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا سنت ہے اور مردہ کا پہلے چہرہ دھونا مستحب ہے۔

(۲) زندہ کو کلی کرنا فرض ہے اور مردہ کے غسل میں کلی نہیں۔

(۳) زندہ کو ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اور مردہ کے غسل میں منع ہے۔

(۴) زندہ کو حکم ہے کہ اگر پاؤں کے پاس دھوون کے جمع ہونے کا امکان ہو تو غسل کے وضو میں پاؤں نہ دھوئے بلکہ غسل سے فارغ ہو کر دوسری جگہ دھوئے مگر مردہ کے غسل میں پاؤں کا دھونا مؤخر نہ کرے۔

(۵) زندہ اپنے غسل کے وضو میں سر کا مسح کرے اور مردہ کے وضو میں ایک روایت کے مطابق سر کا مسح نہیں اور صحیح یہ ہے کہ اس کے بھی سر کا مسح کرے جیسا کہ تفسیر روح البیان جلد دوم ص ۳۵۶ میں ہے،

الفرق بین غسل المیت والحی انه یستحب البدایة بغسل وجه المیت بخلاف الحی فانه یبدأ

﴿۴۹۹﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس کپڑے پر سوئی کے نوک کے برابر پیشاب کے چھینٹیں پڑ گئیں کیا اس سے کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔سائل ظفر اقبال خان

الجواب: ان سے کپڑا ناپاک نہیں ہے۔ بہار شریعت حصہ دوم ص ۵۰، لیکن اگر وہ تھوڑے پانی میں پڑ جائے تو اسے ناپاک کر دے گا جیسا کہ درمختار جلد اص ۲۱۴ میں ہے، عفی بول انتضح کرؤس ابرلکن لو وقع فی ماء قلیل نجسه فی الاصح۔

﴿۵۰۰﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عورتوں کے آگے کے مقام سے رطوبتیں نکلتی ہیں کیا وہ ناقض وضو ہیں یا نہیں۔

سائل نسیم اللہ خان

الجواب: عورتوں کے آگے کے مقام سے ہوا کے علاوہ بغیر خون ملی ہوئی رطوبت نکلی تو اس رطوبت سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ وہ نجس ہوتی ہے۔(بہار شریعت حصہ دوم ص ۲۴)

﴿۵۰۱﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

میں ایک غریب آدمی تھا قربانی کی پھر دسویں کو ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار کر دیا کیا میری وہی قربانی کافی ہے یا کہ اور خرید کر قربانی کروں

سائل محمد عرفان علی

الجواب: پہلی قربانی کے وقت آپ صاحب نصاب نہ تھے، پھر شام کو آپ امیر بن گئے تو اس صورت میں آپ کو ایک اور قربانی کرنا ہوگی، جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد ۵ ص ۲۵۹ میں ہے، لو ضحی فی اول الوقت وھو فقیر فعلیہ ان یعید الا ضحیۃ وھو الصحیح۔

﴿۵۰۲﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کیا خصی جانور کی قربانی جائز ہے جسکا خصیہ پورے طور پر کٹا ہوا ہو۔ سائل کرم علی رضوی

الجواب: خصی جانور کی قربانی صرف جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد ۵ ص ۲۶۴ میں ہے،

الخصی افضل من الفحل لانہ اطیب لحما کذا فی المحیط

جوہرہ نیرہ جلد دوم ص ۲۵۴ میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یجوز ان یضحی بالخصی لانہ اطیب لحما من غیر الخصی قال ابو حنیفۃ ما زاد فی لحمہ انفع مما ذھب من خصیۃ۔

﴿۵۰۳﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام مسجد نے مسئلہ بیان کیا کہ جو آدمی منت کی قربانی کرے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے اور نہ اغنیاء کو دے سکتا ہے کیا یہ صحیح ہے،

سائل محمد عمران انصاری محلہ عادل شاہ

الجواب: آپ کے امام مسجد نے بالکل صحیح کہا ہے قربانی منت کی ہو تو اس صورت میں قربانی کرنے والا اس کا گوشت نہیں کھا سکتا اور اگر میت نے قربانی کی وصیت کی تو اس صورت میں بھی نہیں کھا سکتا بلکہ کُل کا کُل گوشت صدقہ کرے۔ بہار شریعت حصہ ۵ ص ۱۴۴ میں ہے، قربانی اگر منت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ اغنیاء کو کھلا سکتا ہے، بلکہ اس کو صدقہ کرنا واجب ہے وہ منت ماننے والا فقیر ہو یا غنی دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

﴿۵۰۴﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا آدمی قربانی کا گوشت فروخت کر سکتا ہے۔ بلکہ باقی رہنے والی چیزیں مثلاً کتاب یا کپڑا وغیرہ کے عوض بیچ ڈالے جیسا کہ عنایہ شرح ہدایہ مع فتح القدیر جلد ہشتم ص ۴۲۹ میں ہے،

الاصح ان یضحی من مالہ ای من مال الصغیر ویا کل ای الصغیر من الاضحیۃ التی ھی من مالہ ما امکنہ ویبتاع بما بقی ما ینتفع بعینہ کالغربال والمنخل کما فی الجلد وھو اختیار شیخ الاسلام وھکذا روی ابن سماعۃ عن محمد رحمھم اللہ۔ اور الاشباہ والنظائر ص ۳۰۶ پر احکام البیان میں ہے، واختلفو فی وجوب صدقۃ الفطر فی مالہ والاضحیۃ والمختمد

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الوجوب فیؤد یوما الوی ویذبحها ولا یتصدق بشئی من لحمها فیطمعه منه قریبتاع له بالباقی ما تبقی عینه۔

سائل اطہر ندیم قاسمی

الجواب: بالغ قربانی کرنے والا گوشت ہرگز فروخت نہیں کرسکتا البتہ نابالغ کے مال سے قربانی کرے تو جس قدر ہو سکے نابالغ اس میں سے کھائے اور جو بچ جائے اسے تقسیم نہ کرے

﴿۵۰۵﴾ فتوی شرعی: یا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا پاگل مسلمان اگر ذبح کر دے تو کیا اس کا ذبح کیا ہوا جانور کھایا جائے گا یا نہیں۔

سائل شمشاد علی

الجواب: پاگل جس کی عقل جاتی رہی اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۱۹۸ میں ہے،

ذاهب العقل اذا ذبح لو توكل ذبيحته هكذا فی الفتاوٰی قاضی خان فی الجز الاول۔

﴿۵۰۶﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اکثر جانور ذبح کرتا ہوں اور بسم اللہ، اللہ اکبر کبھی ترک نہ کی مگر آج جانور ذبح کیا بھول گیا اور جانور کو ذبح کر دیا آیا اس صورت میں جانور حلال ہوگا یا نہیں۔

سائل عبد الرحمٰن قصاب

الجواب: بھول کر بسم اللہ، اللہ اکبر کے بغیر جانور ذبح کر دیا تو اس صورت میں جانور حلال ہے اس کا گوشت بھی کھانا جائز ہے، ہدایہ جلد ۴ ص ۴۱۹ میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان ترك الذابح التسمية عمداً فالذ بيحة ميتة لا توكل وان
ترکھانا سیاً اکل۔

«۵۰۷» **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ
کہ ننگے سر نماز کا شرعی حکم تحریر فرمادیں۔سائل قاری محمد عرفان علی بھکر۔

الجواب: کسی مسلمان شخص کا بغیر عذر کے ننگے سر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ تو اس کا جواب ہے کہ نماز کی دوسری شرائط اور ارکان کا التزام کرتے ہوئے اگر کسی شخص نے نماز ادا کی ہے تو اس کی نماز تو درست ہو جائے گی لیکن نماز جو بغیر کسی عذر کے ننگے سر پڑھی گئی ہے سنت متوارثہ کے خلاف ہے اور تمام ادوار اور قرون سے تواتر کے ساتھ جو دنیا کے ہر ملک اور روئے زمین کے ہر خطہ کے مسلمانوں کا جس طریقہ پر ابتداء اسلام سے لے کر آج تک معمول رہا ہے یہ عمل ان تمام مسلمانوں کے عمل کے خلاف ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ اہل کتاب کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ اہل کتاب ننگے سر نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے آپ اہل کتاب کو ہر جگہ دیکھ سکتے ہیں کہ وہ ننگے سر ہی نماز پڑھتے ہیں۔

امام لماوردی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، نماز کے وقت اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے کہ خذ الزینۃ اس سے مراد خوبصورت ترین لباس سے مزین ہونا ہے۔

علامہ ابوحیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یہ بات قطعی طور پر ظاہر ہے اور بداہتہ معلوم ہے کہ نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کا جو حکم ہے اور خوبصورت ترین ہیت بنا کر اور اچھی طرح آراستہ و مزین ہو کر اپنے جمال پسند خداوند ذوالجلال والجمال کے پاکیزہ اور خوبصوت گھر میں نماز کے لیے حاضر ہونے کا حکم ہے تو واضح ہونا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چاہیئے کہ اس زینت کو اختیار کرنے کے حکم میں وہ لباس داخل نہیں ہے جو ستر ڈھانپنے کے لیے ہوتا ہے کیونکہ وہ تو مطلقا مامور نہ ہے اور اس کا تو مطلق حکم ہے اس کو زینت نہیں کہا جاتا وہ تو ضروری چیز ہے اور زینت تو ضرورت سے زائد چیز کا نام ہوتا ہے۔ یہ کلما بہت وجیہ ہے زینت کا سر چھپانے اور ڈھانپنے کو شامل ہونا کسی شک وفریب کا محل نہیں ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ جو آغاز اسلام سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا معمول اور طریقہ چلا آرہا ہے۔

گزشتہ پندرہ صدیوں سے کسی نے کسی زمانے میں اور کسی جگہ نہیں دیکھا کہ مسلمانوں نے دنیا میں کہیں نماز کے لیے صفیں باندھیں اور ننگے سر نماز کے لیے کھڑے ہوئے ہوں اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے اور وہ مکابر سینہ گزٹ اور ہٹ درھم حقیقت کا منہ چڑھانے والا ضدی ہے۔ سر ڈھانپنے کو قرآن مجید کے حکم زینت سے خارج کرنے کا ارادہ کرنے والے کا کوئی دلیل ساتھ نہیں دیتی بلکہ یہ قول اس کی نفسانی خواہش کا عکاس ہوگا جس کا نمونہ اور مثال موجود نہیں ہے اس میں کوئی ذرا بھر شک نہیں ہے کہ زینت کا لفظ سروں کو ڈھانپنے کے حکم کو سب سے پہلے شامل ہے۔ لہٰذا آیت کریمہ میں سر ڈھانپنا قرآنی حکم ہے۔

یبنی آدم خذ وا زینتکم عند کل مسجد (اعراف ۳۲،۳۱۷)

اے اولاد آدم! تم ہر نماز کے وقت زینت (خوبصورت لباس) پہن لیا کرو۔

روایت ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھنے جاتے تو نہایت عمدہ لباس پہنتے، ان سے کہا گیا کہ اے ابن رسول ﷺ! آپ اس قدر عمدہ لباس کیوں پہنتے ہیں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے تو میں اپنے رب کے لیے جمال اختیار کرتا ہوں۔

(علامہ آلوسی، روح المعانی جلد ۸ ص ۱۰۹)

وکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا مر بستر الراس فی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ بالعمامۃ او القلنسوۃ وینھی عن کشف الرأس فی الصلوٰۃ۔ (کشف الغمہ جلد ۱ ص ۸۷)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گاہ عمامہ بے کلاہ مے پوشد وگاہ باکلاہ وگاہ کلاہ بے عمامہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ٹوپی کے ساتھ اور کبھی بغیر ٹوپی کے عمامہ پہنتے تھے۔(شرح سفر السعادۃ ص ۴۳۶)

امام اہلسنت ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، آج کل دیار بنگال کے بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سر ننگا کر کے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ جماعت کی اہانت ہوتی ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ عاجزی وانکساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں اسی طرح عاجزی وانکساری کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سر پر ٹوپی رکھنا چھوڑ دیا ہے۔ تو کیا ننگا سر فرض جماعت میں نماز پڑھنے سے نماز جائز ہوگی یا مکروہ ہوگی اگر جائز ہوگی تو کیا حضور سرور کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات امامین متطہرین یا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اولیائے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کبھی فرض جماعت میں ننگا سر نماز پڑھی ہے یا نہیں، اور علاوہ نماز کے بھی ان حضرات نے کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں؟ اور صوفیائے عظام نے کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں اور صوفیائے عظام کی کتابوں میں ننگا سر رہنا تہذیب اور آداب آیا ہے یا نہیں، اور احادیث شریفہ وفقہ سے اس کی کراہت ثابت ہے یا نہیں۔

حضور اقدس ﷺ کی سنت کریمہ نماز مع کلاہ و عمامہ ہے اور فقہاء کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے۔

اگر یہ بہ نیت تواضع و عاجزی ہو تو جائز اور بوجہ کسل (سستی) ہو تو مکروہ اور معاذ اللہ نماز کو بے قدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر۔۔۔ جب مسلمان اپنی نیت تواضع بتاتے ہیں تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔ مسلمان پر بدگمانی حرام ہے ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے۔ اس حالت میں شبانہ روز برابر سر برہنہ رہنا حضور اکرم ﷺ و صحابہ کرام علیہم الرضوان سب سے ثابت ہے؟ بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کوچہ و بازار میں اسی طرح پھرنا نہ ہرگز ثابت ہے نہ شرعاً محمود بلکہ منجملہ اسباب شہرت ہے اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اٹھیں شرعاً مکروہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے۔

الخروج عن عادة البلاد شهرة ومكروه۔ اہل معتبر کے معمول سے نکلنا شہرت اور مکروہ ہے۔ صوفیائے کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں۔

ننگے سر نماز پڑھنے میں اہل حدیث کا مؤقف

اہل الحدیث حضرات کے نزدیک ننگے سر نماز تو ہو جاتی ہے، خصوصاً جب یہ ضرورتاً بھی ہو لیکن محض سستی ولا پرواہی کی بناء پر ننگے سر نماز پڑھنے کو فیشن ہی بنا لینا اسے وہ بھی پسند نہیں کرتے بلکہ تمام احناف کی طرح اس صورت کو وہ بھی غیر مستحسن یا مکروہ و ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں۔

مجلّہ اہل حدیث سوہدرہ

اس سلسلہ میں ایک مختصر فتویٰ مجلّہ اہل حدیث سوہدرہ اس کی جلد ۱۵ شمارہ ۲۲ میں شائع ہوا تھا جس میں مفتی مجلّہ نے لکھا تھا۔

ننگے سر نماز ہو جاتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جواز ملتا ہے مگر بطور فیشن لا پرواہی اور تعصب کی بناء پر مستقل اور ابد الآباد کے لیے یہ عادت بنا لینا جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جا رہا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ عمل نہیں کیا۔

مولانا سید محمد دائود غزنوی

اس سلسلہ میں ممتاز اہل حدیث عالم مولانا سید محمد داؤد غزنوی سے جب پوچھا گیا کہ بدن پر کپڑے ہوتے ہوئے سر پر ٹوپی یا پگڑی اتار کر رکھ دی اور کوئی عذر بھی نہ ہو اور ہمیشہ اسی طرح ہی نماز پڑھنا اگر چہ فرض با جماعت مسجد میں ہو۔ اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے، کیا اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضوان علیہم اجمعین سے ثبوت ملتا ہے؟ اور ننگے سر نماز پڑھنی افضل ہے یا سر ڈھانک کر؟ اور ساتھ ہی دلائل کا مطالبہ کیا گیا تو موصوف نے ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ء کو جو فتویٰ صادر فرمایا جسے انہوں نے اپنے والد بزرگوار کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ لاہور سے شائع ہونے والے ہفت روزہ الاعتصام کی جلد ۱۱ کے شمارہ ۱۸ میں نشر ہوا۔ وہ فتویٰ قدرے طویل ہے اس لیے اس کا حتی الامکان مفید خلاصہ پیش کیئے دیتے ہیں، موصوف لکھتے ہیں،

سر اعضائے ستر میں سے نہیں لیکن نماز میں سر ننگا رکھنے کے مسئلہ کو اس لحاظ سے بلکہ آداب نماز کے لحاظ سے دیکھنا چاہیے اور آگے کندھوں کو ڈھانکنے پر دلالت کرنے والی بخاری و موطا امام مالک کی روایات اور موطا کی شرح زرقانی (وتمہید) ابن عبد البر، بخاری کی شرح فتح الباری، ابن تیمیہ کی کتاب الاختیارات اور امام ابن قدامہ کی المغنی سے تصریحات اور اقتباسات نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ کندھے بھی اگر چہ اعضائے ستر میں سے نہیں ہیں اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا ہونے کی شکل میں ننگے کندھوں سے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح سر بھی اگر چہ اعضاء ستر مین سے نہ سہی لیکن آداب نماز میں سے یہ بھی ایک ادب ہے کہ بلا وجہ ننگے سر نماز نہ پڑھی جائے اور اسے ہی زینت کا تقاضا بھی قرار دیا ہے اور آگے لکھا ہے،

ابتدائے عہد اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

روایت نہیں گزری، جس میں بہ صراحت یہ مذکور ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو، چہ جائیکہ معمول بنالیا ہو۔ اس رسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیے۔ اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔ اگر تعبد اور خشوع خضوع و عاجزی کے خیال سے (ننگے سر) پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہوگا۔ اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد یا خشوع و خضوع کی علامت نہیں اور اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقین کی ایک خلقت سے مشابہ ہوگا۔ ولا یاتون الصلوٰۃ الا وھم کسالیٰ (التوبہ ٥٤) نماز کو آتے ہیں سست اور کاہل ہو کر

غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسندیدہ عمل ہے، تو گویا موصوف کے نزدیک اگر چہ سر اعضائے ستر میں سے نہیں کہ اس کا ڈھانپنا واجب ہوا، البتہ آداب نماز کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ڈھانپا جائے اور ننگے سر نماز کو عادت بنالینا نہ ثابت ہے نہ پسندیدہ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا آداب کے خلاف ہے۔

﴿٥٠٩﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

میانوالی کی قدیم مرکزی عیدگاہ جس میں عیدین کے علاوہ جنازے بھی پڑھے جاتے ہیں کیا وہاں پنجگانہ نماز باجماعت قائم کی جاسکتی ہے بعض دیوبندی لوگوں کا کہنا ہے کہ عیدگاہ میں نماز باجماعت کے لیے آذان کہنا اور جماعت پنجگانہ پڑھنا بدعت ہے اس مسئلہ میں ہماری راہنمائی فرما دیں۔

سائل۔ حاجی محمد اعجاز خان ناظم یونین کونسل نمبر 18 میانوالی

الجواب: جماعت قائم کرنے کے لیے فقہاء کے نزدیک مسجد کا ہونا شرط بھی نہیں اگر کوئی شخص مسجد کے علاوہ نماز باجماعت قائم کرے اسے بھی حضور اکرم ﷺ کے فرمان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عالیشان کے مطابق ستائیس گنا ثواب ملے گا۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۱۶ مسئلہ نمبر ۲۲۱ میں تحریر ہے،

نماز جمعہ عیدین کے لیے مسجد شرط نہیں لیکن فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ عید گاہ بحکم مسجد ہونا مفتی بہ قول ہے۔

قال فی الشرح تنویر اما المتخذ لصلوٰۃ جنازۃ او عید فھو مسجد فی حق جواز الاقتداء فی الشامیۃ (قولہ بہ یفتیٰ نھایۃ)

ترجمہ: شرح تنویر الابصار میں لکھا گیا ہے جو جنازہ کے لیے جنازہ گاہ بنائی جائے یا عید کے لیے عید گاہ بنائی جائے وہاں نماز فرض قائم کرنا جائز ہے۔ علامہ شامی نے اسی کو مفتی بہ قرار دیا ہے۔

دیو بندی مکتبہ فکر کے مشہور مفتی رشید احمد لدھیانوی احسن الفتاویٰ جلد ۴ باب المساجد صفحہ ۴۲۸ پر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ جمیع احکام میں عید گاہ کا بحکم مسجد ہونا مختلف فیہ ہے شامیہ سے بجمیع احکام مسجد ہونے کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

والمختار للفتوی انہ مسجد فی حق جواز الاقتداء وایضاً فی کتاب الوقف منھا قولہ والمصلیٰ شمل الجنازۃ و مصلی العید فلا یکون مسجد مطلقاً فانما یعطی لہ حکم المسجد فی صحۃ الاقتداء بالامام

ترجمہ: شامی جلد اول میں لکھا گیا ہے کہ جنازہ گاہ اور عید گاہ مطلقاً احکام مسجد میں نہیں (اس میں جنازہ وغیرہ بھی پڑھا جا سکتا ہے) لیکن نماز فرض کے لیے مسجد کے حکم میں ہے، یہاں امام کی اقتداء جائز ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جملہ فقہاء کے نزدیک عید گاہ جنازہ گاہ میں نماز با جماعت

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کرنا جائز ہے، جولوگ اس کو بدعت وناجائز کہتے ہیں وہ مسائل شرعیہ سے ناواقف ہیں۔

صدق الله العظيم

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

نوٹ

ادارہ نے ہر ممکن کوشش کی کہ فتاوی اکبریہ جلد دوم میں کسی قسم کی غلطی نہ رہے، تاہم اگر کسی صاحب علم کو مطالعہ کے دوران کہیں غلطی نظر آئے تو مطلع کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں درستگی کی جا سکے۔

شکراً جمیل جداً
محمد علی الاعظمی